

# جگت سنگھ جگا

مہاراجہ راجہ

شہنشاہ



دوستوں کو جلتے سنگ جگا کی دوستی پہ ناز تھا  
اور وہیرو اس کے پیار پہ قربان تھی !

# جگت سنگ جگا

شمیم نوید

①

اشاعت :-

مکتبہ القریش © سرکر روڈ

اردو بازار، لاہور۔ فون: ۷۶۸۹۵۸

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## عرض مصنف

اب سے تقریباً 30 سال پہلے کی بات ہے کہ ہم نے ”جگت سنگھ جگا“ کی سچی روداد حیات لکھی تھی۔ جگا کی آپ جتنی پہلی بار اُس وقت بھارت میں منظر عام پر آئی جب فیروز پور سینٹرل جیل کے سپرنٹنڈنٹ مدن موہن مہتا نے اسے گجراتی زبان کے ایک غیر معروف مصنف سے بیان کیا۔ اُس گجراتی مصنف نے اسے کتابی صورت میں شائع کرایا۔ بھارت میں چھپنے والی وہ کتاب پاکستان پہنچی۔ گجراتی جاننے والے ہمارے ایک شناسا نے ہم سے اس کا ذکر کیا۔ ہم نے اُن سے کہا کہ وہ جگا کی سچی کہانی کو کسی طرح اردو میں لکھ کر ہمیں دے دیں تاکہ اُن واقعات کو بنیاد بنا کر اسے کسی ماہنامے کے لئے لکھا جاسکے۔ موصوف نے گجراتی سے جو ترجمہ کیا وہ اس طرح کا تھا۔ ”گھوڑی بھاگ رہا تھا، جگانے دیکھا آسمان رو رہی تھی۔“ ہم نے ترجمہ پڑھ کر مترجم کا تو نہیں اپنا سر پیٹ لیا کہ ناحق وقت ضائع ہوا۔ بہر حال اس ترجمے کی بنیاد پر پروگرام کے مطابق ہم نے ایک فلمی نام سے ایک ماہنامے کے لئے ”جگت سنگھ جگا“ لکھنا شروع کی۔ غالباً 4 سال تک ہم یہ کہانی اس پرچے میں لکھتے رہے۔ خود ہی اس ماہنامے کے چیف ایڈیٹر بھی تھے۔ اب تک مختلف موضوعات پر ہمارے تحریر کردہ متعدد ناول شائع ہو چکے ہیں اور ہورہے ہیں۔ لیکن ”جگت سنگھ جگا“ اُن تمام ناولوں میں اس لئے منفرد ہے کہ یہ ایک حقیقی کردار پر لکھا جانے والا ناول ہے جس میں تمام واقعات ٹپے ہیں۔

جگت سنگھ جگا پورے چار سال تک ذہنوں پر چھایا رہا۔ وہ جس کا دل عشق کے گداز سے خالی نہیں تھا وہ کس طرح انتقام کی آگ میں سلگتا رہا؟ اُس کے دکھ سکھ کیا تھے؟ وہ کیا تھا؟ اُس کی زندگی کیا تھی؟ وہ ایک شریف شہری سے ڈاکو کیسے بن گیا؟ اُسے ڈاکو بننے پر کس نے مجبور کیا؟ اُس نے قتل و غارتگری کا بازو کیوں گرم کیا؟ ان تمام سوالوں کے جواب آپ کو اس سچے ناول میں مل جائیں گے۔

الفریش پہلی کیشنز لاہور کے مالک برادر عزیز محمد علی قریشی ہم سے ملے اور انہوں نے

## ایک سچی داستان

تاریخ کے صفحات میں محفوظ سرزمین پنجاب کی وہ دگداز داستان جو کلاسیک داستانوں میں شمار ہوتی ہے..... جو دجبر کے خلاف بغاوت کی آتشیں آندھروں کا احوال، جو حاکمانہ غرور کے کوسہاروں کے ساتھ پورے جاہ و جلال سے ٹکرا جاتی ہیں۔ یہ کہانی اُن لوگوں کے لئے بھی فسانہ عبرت ہے، جو آنے والی نسلیں کو انتقام اور دشمنی کے جذبات منتقل کرتے رہتے ہیں، اور سیدھے سادھے نوجوان ”جگت سنگھ جگا“ بن جاتے ہیں، اور پھر حالات کسی کے قابو میں نہیں رہتے۔ اس کہانی کا مرکزی کردار ”جگت سنگھ جگا“ ایک ایسا ڈاکو ہے جس کا نام سن کر بڑے بڑے بہادروں کا پتہ پانی ہو جاتا تھا۔ دراصل فطری طور پر امن و آئشی کا پیغامبر ہے۔ ”جگت سنگھ جگا“ کے کردار کا رومانی پہلو، جو شروع سے آخر تک ”چندن“ اور ”دیو“ کی صورت میں اس کہانی میں رچا بسا نظر آتا ہے اس بات کا معتبر ترین گواہ ہے کہ لطف جذبات دیکھنے والا یہ نوجوان جسے دنیا خطرناک ڈاکو سے جانتی ہے اندر سے کتنا نرم اور محبت تقسیم کرنے والا ہے۔

”جگت سنگھ جگا“ کہاں سے چلا اور کہاں پہنچا، آئیے قارئین یہ جاننے کے لئے ہم بھی زیر نظر کہانی میں ”جگت سنگھ جگا“ کے ساتھ ساتھ گاؤں کے سرسبز کھلیاؤں، اونچے نیچے ٹیلوں اور پرخطر گھنڈرات کے نشیب و فراز میں سفر کرتے ہیں۔

یہ خواہش ظاہر کی کہ سرزمین پنجاب کے اس شیر دل شخص کی آپ جتنی کتابی صورت میں شائع کرنا چاہتے ہیں۔ سو ہم اُن کی محبت و خواہش کے مطابق انہیں یہ کتاب شائع کرنے پر قارئین کی جانب سے مبارکباد دیتے ہیں کیونکہ لکھنے والے اور پڑھنے والوں کا رشتہ بڑا محترم ہوتا ہے۔ ہمیں اُمید ہے کہ ہمارے دیگر مطلوبہ ناولوں سے زیادہ یہ سچا ناول آپ کے ذوق مطالعہ کی تسکین کر سکے گا۔ ہماری تحریر پسند آئے تو دُعا ئے خیر کیجئے گا۔

اپنے قارئین کی دعاؤں کا طالب۔

شیمس نوید

آپ کا  
محمد علی قریشی



رات کے گہرے اندھیروں کو دل کے اُجالوں میں بدل ڈالنے والا سورج، روشنیوں کا امین،  
 زور افق کی کل سرائے کے سرخ پردوں کو کھینچ کر بیدار ہو رہا تھا۔ آسمان کی آنکھوں کے سرخ ڈورے  
 گھالی ہو چلے تھے اور کسی وقت بھی نیلگوں ہو کر رو چلی روشنی سے ہمکنار ہونے والے تھے۔ درختوں  
 کی اونچی اونچی ڈالیوں پر تاریکی کی کہر مٹ چکی تھی اور روشنی کے قدم آہستہ آہستہ صبح کی میڑھیاں  
 اتر رہے تھے۔ پرندے اپنے اپنے آشیانوں سے نکل کر دن کا سواگت کرنے چہچہاتے آسمانوں کی  
 سمت رواں تھے۔

پنجاب کا چھوٹا سا خوبصورت گاؤں "رتیا" جاگ اُٹھا تھا۔ کھیتوں پر کام کرنے والے کسان  
 بل کاغذوں پر لٹے اپنے اپنے ڈھور ڈھگروں کے ساتھ کھیتوں کی پگڈنڈیوں پر پہنچ چکے تھے۔ گرمی  
 کی شدت سے بھاگ کر باہر کھلے آسمان میں سونے والوں نے بھی اپنے بستروں کو جھاڑ جھاڑ کر  
 چار پائیاں کھڑی کر دی تھیں۔ قریب ہی بڑے کنوئیں پر چلنے والے رہٹ کی مسلسل آواز اس بڑے  
 سکون زندگی میں کچھ ایسی رچ گئی تھی کہ اچھی لگنے لگی تھی۔ رتیا گاؤں کی جلیاں گھرے اُٹھائے  
 کنوئیں پر پہنچ رہی تھیں۔ گاؤں کے باہر سے آنے والی پگڈنڈی کسی سہاگن کی مانگ کی طرح زور  
 تک سیدھی چلی گئی تھی۔ اسی پگڈنڈی پر ایک نوجوان اور اُس کے پیچھے ایک بوڑھا رتیا گاؤں کی  
 طرف تیز تیز قدموں سے بڑھے آ رہے تھے۔ ایسا لگتا تھا جیسے حال کے پیچھے ماضی جا رہا ہو۔  
 بوڑھے کے سر پر صاف تھا جس کا ایک سراہا میں پھر پھڑا رہا تھا۔ سفید سفیدی ہوئی سوچیں ہارے  
 چہرے پر بھلی لگ رہی تھیں۔ ایزی سے بھی نیچا تھپند زمین پر لگ کر میلا ہو رہا تھا۔ بوڑھے کے  
 ایک ہاتھ میں لمبی سی ڈانگ تھی جس کی شام کے گول گول نشان ہر قدم کے ساتھ زمین پر پڑتے  
 تھے۔ چلتے ہوئے بوڑھے کا داہنا پاؤں ذرا سالنگ کرتا تھا۔ شاید پاؤں میں کوئی خرابی تھی۔ بوڑھے  
 کے آگے چلنے والے نوجوان کی عمر مشکل سے سولہ سترہ سال کی ہوئی مگر کسرتی بدن اور اپنے ڈھب  
 سے وہ بیس بائیس سال کا نوجوان لگتا تھا۔

چلتے چلتے آگے جاتے ہوئے نوجوان کو دیکھ کر بوڑھا پکارا۔ "جگت... گھر پہنچنے کی بہت جلدی  
 ہے کیا؟" پھر خود ہی بولا۔ "ہاں کیوں نہ ہو، پورے ساڑھے چار سال بعد گھر جا رہا ہے۔" لیکن  
 نوجوان کا دھیان نہیں اور تھا۔ اُس نے بوڑھے کی آواز نہیں سنی۔ وہ تو سامنے سے آنے والی  
 بھیمنوں کے رپوڑ کو دیکھ رہا تھا۔ پورے رپوڑ سے گزرتی ہوئی اُس کی نگاہ ایک جگہ تک گئی۔ نوجوان  
 کی بھنوں تن گئیں اور چہرہ لال ہو گیا۔ نکا یک وہ تیزی سے پلٹا اور بوڑھے کے ہاتھ سے ڈانگ  
 چھین کر بھیمنوں کے رپوڑ میں گھس گیا۔ اس سے پہلے کہ بوڑھا کچھ پوچھے جگت نے اپنے سر سے  
 بھی اونچی ڈانگ کو شدت سے ایک بھیمن پر برسا نا شروع کر دیا۔ بھیمن مار کھا کر ڈکرائی ہوئی ایک

سست بھاگی۔ جگت بھی اس کے پیچھے کچھ کر بڑھنے لگا۔ جیڑی سے آگے بڑھ کر جگت کو پکڑ لیا۔ اس کے ہاتھ سے ڈانگ جھین کر لیا۔  
 ”یا گل ہو گیا ہے کیا؟“ غریب نے دھڑ دھڑ سے تیرا کیا کہا؟  
 جگت بولا۔ ”اورے نانا! تم نے پہچانا نہیں یہ تو اپنے وطن کی بھینس تھی۔ دیکھا نہیں ایک سیگٹ مڑا ہوا تھا۔ میں تو فوراً پہچان گیا۔“

نانا نے یہ بات سنی تو غرضی ہو کر جگت کو سینے سے لپٹا لیا۔ بولا۔ ”میں جانتا تھا میرا جگت ایک قوت کسی ٹالڈ جگہ استقامت نہیں کرے گا۔ مگر کب تک اتنے دن حراہوں کی بھینس کو پیچھا خوب۔ کا کر اس کی زبان بوری ہوئی ہے جا کر اپنے مالک کو سناتا کی جگت آ رہا ہے انتقام لینے۔ اپنے بڑے بھائیوں اور باموں کے خون کا انتقام لینے۔“

نانا کے منہ سے نکلے ہوئے جملے سن کر جگت کچھ کھوسا گیا۔ کچھ سال پہلے کی یادیں اس کے ذہن میں جاگنے لگیں۔ ہاسٹی کی باتیں۔ جب وہ چھوٹا تھا بھری کے بچوں سے کھیلا کرتا تھا۔ ریت گاؤں کے بہادر بچوں کے خاندان میں سون گھ پوٹیں افسر کا یہ سب سے چھوٹا بیٹا۔ بچپن سے ہی جس نے گیت سنے تھے۔ بچوں کی بہادری کے گیت۔ ان کے قصوں کے گیت، اُن کی غزنیوں کے گیت۔ ”آج بھی اُسے وہ گیت یاد آ رہا تھا جو شرو سے ہی اُسے پند تھا۔“ بچوں کی سہیل جٹا۔ ”بھراے یاد آ کر پڑی جانوں سے پر دادا کے وقت سے بھگتا چلا آ رہا ہے۔ زمین کا بھگتا۔“ جب سب لڑائیاں ہوئیں ہر بار کوئی نہ کوئی مرتا پھر اتنا زخمی ہو جاتا کہ بات پوچھ نہ سکتا۔ پھر قوتی طور پر خون خرابے کے بعد بات چیت جانی خبروں میں دشمنی کی چنگاریاں اس وقت تک زندہ رہیں جب تک غنی نسل بڑی ہو کر لانے کے قابل نہ ہو جاتے۔ بیٹھ دوڑوں طرف آئے آئندہ نسلوں پر گاہیں ضرور دیں۔ جگت کے دو بڑے بھائی اور اُموں ایسی ہی ایک لڑائی میں قتل ہو چکے تھے۔ اُس وقت جگت کا پڑا بھائی شیو گھگھ پانچ سال کا اور بھگتا جگت گھگھ پانچ سال کا تھا۔

قلموں کی عمر بھی اتنی ہی رہی ہوئی۔ مگر پورے علاقے میں اُن تینوں کی دھماک جیسی ہوئی تھی۔ شاید ایک بچہ بھی ہو جی ہو کر جگت کا مالک سون گھگھ علاقے کا صوبہ دار تھا۔ جس کو مکرے دہشتی تھی اُن کے گھٹ بھی جگت کے خاندان والوں کے کیمپوں کے ساتھ ہی ساتھ تھے۔ آج دن ایک دوسرے کے گھر سے قلم گھگھ اور بھگتا ہوتے دے۔ ذرا سا پہان لے کر بات ہوئی کر پائیں۔ بھگتا اور بھگتا آئے اور جب تک کسی ایک طرف کی باتیں نہ لاشیں نہ کر جاتیں دوسروں کو چین نہ آتا۔ ہوتے ہوتے جگت کو وہ دن بھی یاد آ رہا جب وہ دروازے کے پاس کھڑا تھا تو کسی نے آکر کہا کو آواز دی۔ ”سون گھگھ کی آنکھیں پر بھگتا ہو گیا ہے اور چار پانچ آدمی مر گئے ہیں۔ جلدی پہنچو۔“

جگت کا باپ سون گھگھ چار پانچ پر چھٹا تھا فوراً کھڑا ہو گیا۔ ہاتھ میں کھڑائی اور بھر سافا ہاتھ سے لپک کر کھنوں کی طرف چل چلا۔ کینوں میں ہتھیار کمر پہن گئے۔ دیکھا کہ پولیس اُس کے آگے سے پہلے وہاں پہنچ گئی تھی۔ اُس نے جلدی سے بھگتا لاشوں میں اپنی کھڑائی چھپائی اور آہستہ آہستہ اُس طرف بڑھا جان پولیس چانت لے رہی تھی۔ زمین پر کچھ دوڑ گئے لاشیں پڑی تھیں جن

سے خون نکل کر دھرتی کی پیاس بجھانے کی کام کوشش کر رہا تھا۔ اُن سے کچھ کا صلے پر سون گھگھ بڑا بیٹا جگت گھگھ لڑی کھڑا تھا۔ اُس کا ایک ہاتھ بیکار ہو چکا تھا مگر دوسرے ہاتھ میں اُس کی شام کی ڈانگ خون کے چھینٹے سے لاپ بھی مچوڑ گئی۔ اُس نے یہ منظر دیکھا اور سینے میں اچھل مچھل کر جانے لگا لاشوں میں اپنے والوں کی کتنی چیخیں پال میں سے نکال رہا ہوں نے وہ دھڑ بڑے کے پاس آیا اور اُٹار دیا اُس اُٹاروں میں دوسرے بڑے کے لئے پڑ گیا۔ ”شیو گھگھ کی مار کیا؟“

جگت نے باپ کی طرف آنکھیں سے دیکھا اور دھبے لیے بڑے کہا۔ ”ماری طرف سے۔ ماما مارا گیا اور بڑا بھائی بھاگ گیا ہے۔ سامنے والوں کے دو آدمی مارے گئے۔“ باپ نے بڑے سے یہ بات سنی تو ذرا سہل گیا۔ اُس نے سوچا شیو گھگھ نے وہی فیصلہ کیا جو بھی کسی طاقت کا ہو سکتا ہے۔ پولیس کے ہاتھ آتے سے بھاگ جاتا بھرے تاکہ جب بھی موقع ملے دشمن کے دو چار آدمیوں کو مار سکے۔ کیونکہ کسی نہ کسی دن پولیس کے ہاتھ تو آنا ہی ہے اور گرفتار ہونے کے بعد ایسے آدمی کو چھائی سے کوئی نہیں بچا سکتا۔ شیو گھگھ نے جو کیا ٹھیک ہی کیا۔

اس مرتبہ بھگتا شروں جو ہوا تو کئی خاص وجہ نہ تھی۔ دشمن کے دو آدمیوں نے اُڑا مائیں کر تیار سے جانور ہارے سے جنوں میں کھینے آئے۔ اور اُس سے پہلے کر کوئی جواب دیا جاتا انہوں نے ماما پر حملہ کر دیا۔ شیو گھگھ نے جسے میں کران لال اور اُن پر جھٹ پڑا۔ اور بھر دیا دیر میں وہاں دو آدمیوں کی لاشیں خون میں نہا گئیں۔ گھرائی دو میں دونوں طرف کے آدمی اٹکے ہو گئے اور جو جس کے ہاتھ لگا اُس سے لڑنے لگا۔ شیو گھگھ پولیس کے آنے سے پہلے ہی کھڑی پر بیٹھ کر ہماگ لگا کر اور جگت گھگھ نے ماما کی ترقی ہوئی لاش پر قسم کھائی کہ میں تیرے خون کا بدلہ ضرور لوں گا۔

قلم نے میں کیس چلا۔ دو آدمی قید کر لئے گئے اور باقی بھگتا دے گئے۔ چھوٹے والوں میں جگت گھگھ بھی تھا۔ وہ پولیس سٹیشن سے باہر آیا تو بھی اُس کے دل میں انتقام کی آگ جل رہی تھی اور اُس نے تیز کر رکھا تھا کہ دشمنوں سے بدلہ ضرور لوں گا۔ یہ باتیں سوچنا ہوا وہ ابھی شیو گھگھ کے ریلوے سٹیشن ہی پر پہنچا تھا کہ ایک سست سے تین کو لیاں پولیس اور جگت گھگھ کا کام تمام کر گئیں۔ دن جگت گھگھ سے ملے اور وہ ہوشیار نظر۔

جگت گھگھ کے گل کی خبر گاؤں کے ساتھ ساتھ اُس کے مفرد بھائی شیو گھگھ تک بھی پہنچی۔ شیو گھگھ اس انتظار میں ہی رہا کہ چھوٹا بھائی پولیس سے چھوٹ کر گھر پہنچے تو اُسے بھائے کے بھائی اُناس باپ کی آرزو وہیں کا اب تو ہی مرکز ہے۔ مجھے تو کسی نہ کسی دن چھائی چھڑنا ہے اس لئے دشمن کے چاروں بچوں کو گل کرنے کی ذمہ داری نہایت ہی رہے۔ تو درمیان میں نہ آئے۔ مجھے ماں باپ کی خدمت کرنی ہے۔ جگت کو چار لگا لگا ہے۔ جو گھر کے لئے میں کرنا چاہتا تھا اب نہ کر سکا گا۔ آج میں آرزو تو ذرا داریاں بات ہیں۔ میں تھے۔ مگر تو کچھ باہر کی ذمہ داریاں بھگتا پر۔ مگر دل میں رہ گئی۔ جگت گھگھ کو کالموں نے راستہ ہی میں مار ڈالا اور اب شیو گھگھ انتقام کی آگ میں جل رہا تھا جو صرف دشمن کے خون سے ہی بجھ سکتی ہے۔ بھگتا کی بھی کہ پولیس ہر طرف چھیل کر شیو گھگھ کو تلاش کر رہی تھی اور دشمن تک پہنچنا شیو گھگھ کے لئے مشکل ہو گیا تھا۔ اور شیو گھگھ سے بچنے کے

دش کے آدمی خود گواہوں میں محفوظ رکھتے تھے۔ وہ جانتے تھے کہ شیونگہ کا پولیس کی نظر سے بچا گاؤں تک پہنچنا بہت مشکل ہے۔ بھگت سے دشمنوں کو خوف ہو جس کا یہ کیونکہ بھگت اس وقت بہت چم تھا۔ گاؤں کا ہر آدمی جانتا تھا کہ پولیس گاؤں کے اطراف پھیل کر شیونگہ کو تلاش کر رہی ہے اور شیونگہ کا ایسے سے گاؤں آنا ناممکن ہے۔ مگر ماں کا دل نہیں مانتا تھا۔ وہ اکثر راتوں کو دودھ نہ کھو۔ درہم گھڑی راتی۔ ہر آہٹ پر چوکنی ہو کر سر سرائے تک آئے سوچ کر کہتی۔ وہ جانتی شاید اس نے اس سے اپنے بچے پر۔ مگر وہاں کوئی نہ ہوتا۔ رات گزر جاتی اور ماں دوسری رات کا انتظار کرتی۔ بھگت ماں کی بے چینیوں کو دیکھ رہا تھا۔ مگر کچھ نہ سکتا تھا۔

رات تاریک بنی تھی۔ شیونگہ دشمنوں کے خون سے پیاس بجھانے گاؤں کی طرف آیا۔ اس نے چوکی اتار کر آدھا چہرہ چھپایا ہوا تھا۔ اسی دور سے اسے کچھوں میں گھسنے والی آواز تھا کہ کسی اندر سے نکل کر مدد چاہی۔ "ہے کوئی جو اندر سے کوراست تاتے۔۔۔"

شیونگہ نے آواز سنیں اور سوچا کہ برے کام تو کر رہی رہا ہوں ایک نیک کام بھی کروں تو اچھا ہے۔ اس نے اندر سے کچھ ہاتھ مارا اور گھسنے کے کچھوں سے ہٹا کر راستہ پر لگا دیا۔ پھر اگلے دوں چوڑ کر وہ خوف نے اسے کھیت میں جا پہنچا۔ وہیں جانتا تھا کہ پولیس نے اس کے لئے کچھوں میں بھی چال چھیلائے ہوئے ہیں۔ ابھی اسے کھیت میں داخل ہوئے چندھاتے ہی گز رہے تھے کہ خوف و غموس ہوا۔ شیونگہ سمجھ گیا کہ پولیس کھیت میں قریب ہی ہے۔ اس نے تیزی سے اندر ہی اندر بڑھا شرع کیا تاکہ خود کو کھیت سے بچوں بچ پہنچا دے۔ اتنی دیر میں اس نے دیکھا کہ ڈرافٹلے پر پہلے چند شعلیں روشن ہوئیں، اور پھر یہ شعلیں بڑھتی ہی گئیں۔ مٹھلوں کی روشنی میں اسے پولیس والے حرکت کرتے ہوئے نظر آئے۔ شیونگہ سارا معاملہ بھاب گیا۔ اس نے فیصلہ کیا اس وقت یہاں سے فرار ہونے میں ہی بہتری ہے۔ بڑا اسی قول کی آگ تھیں بچا سکوں گا۔ پھر بھائی کا انتظام کون لے گا؟ وہ ایک گھنٹے تک کھیت میں خاموش پڑا ہوا تاکہ پولیس کو یقین ہو جائے کہ وہ یہاں سے فرار ہو چکا ہے۔ لیکن پولیس والوں نے تو پیچھے وہاں سے ہٹنے کی قسم کھالی تھی۔ جب وقت زیادہ ہو گیا تو شیونگہ نے خود مستقل سنبھل کر پیچھے ہٹنا شروع کیا تاکہ رات ملتے ہی نکل جائے۔ مگر راستے پر طرف سے مسدود تھے۔ پولیس اتنی چوکائی کہ ڈراما بھی آہٹ ہوتی تو بندھوں کے نہ کھیل سکتے۔ آخر شیونگہ نے پولیس سے بچنے کی ایک اور ترکیب سوچی۔ اس نے گولی ایک سمت داغی اور فوراً دوسری سمت نکل گیا۔ مگر یہ خبر بھی ناکام ہوا۔ پولیس والے گولی کی سمت گولیاں تو ضرور برساتے مگر اس طرف بڑھتے صرف چند ہی لوگ۔ باقی ساری دوسری طرف بھی نظر رکھتے۔ گولیاں چل رہی تھیں اور رات کے ستارے میں ان کی آوازیں ڈور تک سنائی جاسکتی تھیں۔

ان کچھوں نے صرف آدھ میل ڈور ریتا گاؤں آتا تھا جہاں شیونگہ کے ماں باپ گولیوں کی آوازیں سن کر کٹھ پٹھے تھے اور ان کے کان اس وقت آنکھوں کا کام کر رہے تھے۔ آدھ میل ڈور چلتی ہوئی ہر گولی انہیں اپنے دل میں اتارتی ہوئی منظم ہوتی۔ وہ جان گئے تھے کہ شیونگہ گاؤں کی طرف آیا ہوگا اور بہتر پولیس اور شیونگہ کے سے بچ ہی ہو رہی ہے۔

رات بھر گولیاں چلتی رہیں۔ رات بھر ریتا گاؤں جا کر رہی۔ اگر گولیاں چلتی بند ہو جاتی تو بھگت اور اس کے ماں باپ پر موت کی افسردگی چھانے لگتی اور ان کے دل ڈوبنے لگتے۔ کیونکہ گولیوں کا بندہ ہونا شیونگہ کی موت کی نشاندہی کرتا تھا۔ رات بھر وہ غامض مانتے رہے۔ بٹنے کی زندگی کی غامضیں۔ گولیاں چلتی رہنے کی غامضیں۔ یہی گولیاں تو شیونگہ کی زندگی کی دلیل تھیں۔ رات گزرتی رہی اور دل بھگت کے ساتھ گولیوں کی آوازوں میں کی ہوئی۔ شیونگہ کے پاس کا روتس ختم ہو گئے۔ وہ بے نشان ہو گیا۔ مگر بھگت کی وہ زندہ پولیس کے ہاتھ نہیں آنا چاہتا تھا۔ پولیس براہ گولیاں چلاتی آئے پڑھ رہی تھی۔ شیونگہ نے بندوق ایک ہاتھ میں تھی اور دوسرے ہاتھ کو زمین پر رکھ کر "ریتا" گاؤں کی منحنی بھرتی اٹھائی۔ اسی دور اس مٹی کو چوم کر اپنے ہاتھ سے لاپائی تھا کہ گولیوں کی ایک ہاونے اس کے جسم میں شعلے پھیر دیئے۔ دونوں ہاتھوں کی فحشیں کھینچ لیں اور اعصاب جھج گئے۔ پولیس کی گولیوں کی آواز سننا اب بھی گونج رہی تھیں۔ مگر اب ان سے والا کوئی نہیں تھا۔ پھر گولیوں کی آوازیں بے شک بند ہو گئیں۔ دس گھنٹے کی مسلسل بھگت کے بعد ستا ہوا تو "ریتا گاؤں" میں ماں کا دم سے بنے رنگ سا گیا۔ وہ جان کی کٹھا مارا گیا۔ اسی گولی یا بھگت سال کی کمانی لٹ گئی۔ اب وہ شیونگہ کی موت کی صورت بھی جیتی جا چکی تھی۔ آج اس کا ایک اور بیٹا ناعالی دشمنوں کی سمیت چڑھ گیا تھا۔ شیونگہ کے مر جانے کے بعد بھی نہ جانے کئی گولیاں چلائی گئیں۔ پولیس جب اس کی لاش کے پاس پہنچی تو اس وقت بھی اس کے ایک ہاتھ میں بندوق اور دوسرے میں اس گاؤں کی ٹی ٹی تھی۔ شیونگہ کو اپنی زمین سے کٹنا پڑا تھا یہ دیکھ کر پولیس والوں کی آنکھوں میں بھی پانی بادل سے اٹھ کر ہر دھند بادل پر پھنس کر تھے۔

بھگت اس وقت بارہ سال کا تھا۔ اب سوہننگہ کے گھر میں وہ چھاپا بیجا تھا۔ سب کی آنکھیں اس سے دابرے تھیں۔ فیصلے کرنا تھا کہ وہ کتنی باڑی کرے یا انعام لے۔ آدھ میلے دو جہان نیوں کی موت نے اس کا باپ کو باطل بن کر دوا کرنا۔ بھگت کے ہاتھ نے اپنا فیصلہ ناکام انجام بھگت کے ہاتھوں میں پورا ہوا۔ اس نے بھگت کو اپنے گاؤں میں چھوڑنا بھی مناسب نہیں سمجھا اور اسے اپنے ساتھ لے گیا اور تربیت شروع کی۔ پہلے بھگت کو دکھایا گیا کہ لوگ شراب پیتے ہیں اور کیسے پیتے ہیں؟ پھر اسے شراب پینا بھی سکھایا گیا۔ دھیرے دھیرے شراب پینا بھی اسے آ گیا۔ ناخوش تھا۔ وہ شراب کے نشے میں ڈوبے بھگت سے کہتا۔ "جا بھگت آدھرا سامنے بیٹھے آدمی کو گولیاں تو سنا آتے" بھگت جاتا اور شراب کے نشے میں خواہ مخواہ لوگوں سے بھگتے کرتا، ان سے لڑتا اور اپنے سے بڑوں کے ہاتھ لے کر بھی تم باجہ۔ اب اسے بھی اس میں سزا کرنے کا تھا۔ ہاتھ لڑائی بھگتے میں طاقن کر کے اب اسے چوری کی تربیت دینی شروع کی۔ وہ بھی کسی کی مرئی کسی کی بھری اور بھی سمجھیں بھگت چلا آتا اور ناٹا ناٹاشی دیتا۔ اس کام میں بھی وہ بہت جلدی ہوشیار ہو گیا۔ کئی دفعہ وہ پولیس کے ہتھے بھی چڑھا مگر نا کھڑا ہوا۔ پائیں بنا کر چھڑا لیا کرتا کہ "ابھی تو یہ بچہ ہے۔ چوری دوری کا اسے کیا پچ؟" دوسروں کے سامنے تو وہ بھگت کو مصمم ہی کہتا مگر اپنے میں بیٹھ بھگت کی تعریف کرتے تھے۔ یہ ضرور کہتا۔ "بیٹے! اب سے ہو کر خضر لے ڈاکو بننے کا کبھی راستہ ہے۔"

وقت گزرتا گیا۔ گاؤں کے آوارہ فزوں میں سے بھگت کے بھی کچھ دوست ہو گئے تھے۔ ان





جگت ماس کی آواز سن کر فوراً پیچھے اپنی جلدی جیسے اُسے پتہ ہو کر اب اُسی کو پکارا جائے گا۔ اور وہ اس کے لئے تیار بیٹھا ہو۔ جگت نے پوچھا۔ ”کیا ہے مان؟“

”کھاؤ نہیں کھاؤ گے کیا؟ دیرو پر اچھے بہت اچھے پکائی ہے۔ کھا لے تو کھائیاں چاٹنا رو جائے گا۔“

حکمت نے شرارت سے پہلے ویرو کو دکھا اور پھر ماں سے بڑے بھولپن سے پوچھا۔  
 ”کس کی انگلیاں ماں؟“

ویرہ جگت کا جہلن سر کر شاہی اور دوسری طرف دیکھنے لگی۔ ہاں نے جگت کو ڈانٹا۔  
 ”جگت! اتواب جہان ہو گیا ہے۔ سترے بات دواسو جگت بچھ کر نکلا کر۔۔۔۔۔۔“ ہاں کی پیاد بھری  
 ڈانٹ سن کر جگت چپ ہو گیا اور ویرہ جلدی سے رسوائی کر میں جاتی تھی۔۔۔۔۔۔ جگت نے ہاتھ نہ دھویا  
 اور چار پائی پر آ جھٹلا۔ اس نے کھانا سامنے رکھا۔ پرائوں سے اتھکی ہوئی خوشبو نے جگت کی بھوک  
 بجھا کر بیڑا حادی تھی۔ اس نے ویرہ کو تڑپنے لکھڑوں سے دیکھا اور بے خیالی میں گرم گرم پرائوں پر  
 ہاتھ رکھ دیا۔ پرائوں کے گرمی سے اس کی آنکھیاں مل گئیں اور کھرا کرا سنے نے ہاتھ جھنجھکیا۔  
 اس وقت ویرہ کی نظر پڑی اور وہ کھٹکھٹا کر خس پڑی۔ جگت شرمندہ ہو گیا۔ ہاں نے جگت کی  
 دیکھی تو کہا۔

”گناہ کا تے ہوئے دھیان گناہ کی طرف رکھا کرتے ہیں۔ ادھر اُڑکی نہیں سوچتے۔“  
جنت برائے گناہ کا ہوا تھوکیوں سے بھی کسی دیو کی طرف بھی دیکھتا جاتا۔ جب دیکھتا کہ  
دیو اُسے دیکھ رہی ہو تو ہلدی سے اپنی ایکیت سوسن پر ہاتھ پھیرے لگتا، اپنی ہڈی درست کرنے  
لگتا۔ دیو، جنت کی حریمتیں بھی نہیں سمجھتا۔ وہ جان بھی کہ جنت اس طرح نیچے میرا گھایا ہوا گانا دولا  
رہا ہے۔ وہ سمجھ گیا ہے کہ وہ گناہ میں نے کس کے لئے گنا تھا۔  
وقت گزر گیا۔ دن سے رات ہو گئی عمروا نے گھر آکر بھی اب تک بڑوں میں آئے ہوئے  
جنت کی باتیں یاد کر رہی تھی۔ اُس کا شوہر چالیس پر بڑا پاؤں دھوا رہا تھا عمروو پاؤں دہاتے  
دیتے تھیں اور خیالوں میں کم ہو جاتی۔ اس مرتبہ بھروسہ کا ہاتھ رکا تو شوہر جنت پر بڑا۔  
”کیا سوچ رہی ہے؟“ آخر..... ہاتھ کیوں نہیں چل رہے ہیں تیرے؟“

ایک دم دروازے کے خیالات بلاؤں کے کمرے سے پھر اپنے کمرے میں آئے۔ وہ سوچ رہی تھی کہ میری خوشی میرے شوہر سے چھپ نہیں سکتی ہے۔ شوہر دروازے کے پیرے پر پہنچ کر سہراٹھ کو دیکھ کر ادا حیران تھا کہ ڈانٹ کھا کر بھی دروازہ کھلا رہا ہے۔ وہ دیکھ جاتا تھا کہ دروازہ کھلا ہے سہراٹھ کو ادا حیران تو محبت ہے۔ آج ڈانٹ کھا کر بھی دروازہ کو کھولی ہوئی تھی۔ اس ڈانٹ کا اب کوئی مقصد تو تھا۔ پہلے تو وہ بغیر کسی وجہ کے ڈانٹ کھا رہی تھی۔ جتنی رہی تھی۔ اس کے شوہر نے پوچھا۔

”کیا بات ہے۔۔۔ آج بڑی خوش نظر آ رہی ہے؟“  
دیو نے سوچا موقع اچھا ہے اس نے روایات بتائی۔  
”آج صبح جب گردوارے کے گلی میں تو وہاں ہری دوشن چابی ملی تھی۔ وہ پرسوں رام پور جا رہی

یہ کہہ کر دیو نے چوہے پر سے دیکھی آنا دیو اور بھائی جت کی ماں کی طرف پہلی کڑی اور جت سوہنے لگا دو دشمن گھروں کے درمیان دیو نے اپنا کیا مقام بنایا ہے؟ دیو درجین سال پہلے اس کوڑھے سے بیانی کی تھی وہ جب بیہوش کر اس گھر میں آئی تو ٹھوڑے ہی دلوں میں یہ گھر اسے بھرا دکھانے کو دوڑنے لگا۔ تنہا کی کا احساس شدت اختیار کرتا چلا گیا۔ گھر میں دیو کی عمر سے بڑے شبنم دیو اور اس سے نیچے عمر کا ہر تھا۔ وہ پریشان ہو گئی۔ بد معاشر بد معاہات بات پر جو ان بیوی کی خراب کئے لگا۔ اور جب عورت پر ایسی کج گھر میں خراب کیا جانے لگے تو اسے دشمن بھی ایسے کئے کئے ہیں۔ اور جو خداؤں گھر میں بیڑا لگا چکا تھی۔ اسے اس گھر کے منگڑوں اور بد معاشریوں کا پتہ تھا۔ ان نادار دیو اس گھر کے سے کھانا چوری کیا تھا۔ اور جب گھر کے دشمن ہو کر لوگوں کو اپنے پتہ پہنچا تو وہ اُس وقت پچاس سال کا تھا۔ دیو نے گھر والے کو بتا دیا جسے گھر کے دشمن ہو گئے تھے۔ یہاں پر بہادر خاندان سے ہے۔ سو دن کچھ کے بیٹوں کے مارے جانے کے بعد سے بھگڑے ذرا بند ہو گئے تھے اس لئے دیو کے لپکا چلیا باپ نے اسے اس جہنم میں دھکیل دیا تھا۔ دیو نے بہت احتجاج کیا۔ اور پہلی رات ہی دیو نے چارے کی یلوں کی جگہ اکاٹا بنے۔ اس کے منہ پر تہ کیا۔

”جی جی جی دیو اوروں کے سامنے تنہا کی میں نہ چنانا بلکہ کسی بھی جوان مرد کے گھر جانے کی کوشش کرنا“

دیو جان گئی کہ سہاگ رات بچھون میں گزارے گی۔ اُس نے کروت لی اور سو گئی۔ ابھی چند منٹ ہی گزرے تھے کہ دیو بیچ رات کو جاگ اُٹھی۔ اُس کے بڑے شوہر نے دیو کے ناک کا ہاتھ پر اپنا سر تکیہ بچھا دیا تھا۔ وہ ہاتھ کی جگہ سے تڑپ اُٹھی تھی اور بے حواس رہا تھا۔ سہاگ رات سے شروع ہونے والے ظلم پر پڑے ہی گئے۔ دن گزارنے کے اور کئی شوہر نے دیو کے دل سے خود کو ہٹا لیا۔ اُس نے جگت کی ماں سے ملنا شروع کیا اور جو بحث کی یہاں ہی اُس نے دیو کا دل موہ لیا۔ جگت کی ماں سے دیو کی مظلومی پر آسو بہائی اور کرا کر اسے دونوں بیٹوں کے قتل ہونے کی خبر سنایا کرتی۔ دونوں ڈنکی تھیں۔ دونوں نے مل کر ایک دوسرے کا گم باندھ لیا اور اس طرح اُن کی دہشتی میں اور اضافہ ہو گیا۔ اب جگت کی ماں یا تو گورا دیو کی دہشتی سب جانتے تھے۔

وہ رو بہ جنت کی ماں کے بلانے پر اس کے پاس آئی اور بولی۔  
 ”آج تمہارے ہاں مہمان آئے ہیں۔ کام بڑھ گیا ہوگا۔ لاؤ چائے چائوں۔“  
 ناپاک رو بولی۔ ”میرے باپو آئے تھے۔ تو تو جا چکی ہے کہ باپ بیٹیوں کے گھر کا نہیں کھاتے۔“  
 وہ رو نے جھٹ سے کہا۔ ”میں اپنے گھر سے لپکا لوں؟“  
 ناپاک رو کو رو کی مصیبت پر پیارا آگیا۔ سوئے گی اس نادان کو کیا معلوم کہ میرے باپو اس کے گھر سے کتنی نفرت کرتے ہیں۔ پھر وہ رو نے پیار گھر سے لپچھ میں بولی۔  
 ”وہ رو! باپو تو جنت کو چھوڑنے آئے تھے۔ یوں ساڑھے چار سال بعد میرا بیٹا آیا ہے۔ تو نے نہیں دیکھا جنت کو، بڑا ہو گیا ہے۔ ابھی بالی ہوں۔ اوپر والے کمرے میں ہے۔“ جنت! او

لو بھول جاتا چاہتے ہیں؟ کیا یہی کسی دیرو نے جادو کا اثر ہے یا ماں نے دیرو کی کوئی بہو وضو نہ لی ہے؟ وہ انہی خیالات میں گم تھا کہ باپ کبھیوں پر چلا گیا۔ ماں رسولی میں مصروف ہو گئی اور جگت کم مسم حجت پر آ گیا۔ کچھ دیر گزری تو کسی نے اسے آہٹ سنائی دی۔ ماں کام میں مصروف تھی، باپ جا چکا تھا تو پھر یہ یاد رکھنا آیا تھا؟ وہ چونکا ہو کر اٹھا اور اپنی ڈانگ سے برہنہ کی ٹال کر دوسرے کمرے کی طرف بڑھا۔ لیکن شیر کا نشانہ لینے والے شکاری کے سامنے اگر ہرن آ جائے تو جو حال اس کا ہو گا وہی اس وقت جگت کا ہوا۔ کمرے کا دروازہ تو اس نے شے سے کھولا تھا۔ مگر جب اس نے دیکھا کہ کمرے میں ویدو کا کام کر رہی ہے تو سارا غصہ پل کے پل میں قابو ہو گیا۔ جگت نے دیرو سے نظریں ملنے ہی جھکا لی اور پوچھا۔  
”تو یہاں کس لئے آئی ہے؟“

دیرو نے غرائی کرتے ہوئے کہا۔ ”چوری کرنے۔۔۔ میں تو ہر تیسرے چوچھے تو آتی ہوں اور اس گھر کی مٹی لے جاتی ہوں۔ چوری تو ہوئی۔“ وہ مسلسل جگت کو گھور رہا تھا جس کی اور جگت نظریں زمین پر گاڑے شرمندہ کھڑا تھا جسے وہ دیرو سے اس کے ہاتھ میں اب تک برہنہ کی۔ دیرو اسے ایک ٹکاؤ علاء اعزاز دیکھتے ہوئے بولی۔ ”اور ہاں۔۔۔ بہت دلوں کے بعد گاؤں آئے ہو اس لئے شاید یہ نہ ہو کہ اب اس گاؤں میں چور ڈاکو نہیں رہتے جن کے لئے اے غلہ بانگ ہتھیاروں کی ضرورت پڑے۔“

جگت نے دیرو کی بات مٹی تو جیسے ہوش میں آ گیا۔ لیجے میں کرنگھل پیدا ہو گئی۔ ”دیرو! یہ ہتھیار چور ڈاکوؤں کے لئے نہیں، دشمنوں کے لئے ہے۔ تیرے شوہر اور دعوں کے لئے۔۔۔ کھجور؟“  
دیرو نے جگت سے اس لہجہ میں جملہ سنا تو پھر سے کارنگ آ گیا۔ اس نے اپنی نظریں زمین پر گاڑ دیں اور جگت کو کبھی احساس ہوا کہ مجھے ویدو کا ایسا نہیں کہنا چاہئے تھا۔ وہ یہ سوچ کر دیرو کے قریب آیا اور بولا۔ ”دیرو! تجھے دلوں خاندانوں کی دشمنی کا پتہ ہے۔ پھر تو یہاں کیوں آئی ہے؟ آخر تیار کر کے کام لکھ کر گئی ہے؟“

دیرو نے بھونپیں سے کہا۔ ”دشمن تو تم مردوں کے درمیان ہے۔ اس میں ہم مورتوں کا کیا کچ؟ کیا تیری ماں میری دشمن ہے؟ ہرے تم اور تیار ہے باپ۔۔۔ تو تم لوگوں کو کبھی مجھ سے تو کوئی دشمن نہیں۔۔۔ دیرو ابھی نہیں تک کہ پائی گئی جگت نے آگے بڑھ کر اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔

”تم تیرا دشمن نہیں ہو اور دیرو۔۔۔ ہم تو دوست ہیں۔“

جگت کے ہاتھ پہلی مرتبہ کی محنت کا ہاتھ آیا تھا۔ ایک انجانے جذبے سے اس کی گرفت مضبوط ہوتی گئی۔ دیرو نے بھی جگت کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دے کر ایک سکون سمجھو کیا۔ لیکن دوسرے ہی لمحہ پھر بدل کر ہاتھ چمڑا کرے ہوئے بولی۔ ”دیکھتے ہیں بہت دوست۔“ اور دوسرے کمرے میں جا کر گروہ بانگ کی تصویر کو صاف کرتے ہوئے بولی۔ ”یہ دوستی مجھے کتنی مٹگ پڑے گی“  
”تجھے کیا پتہ۔۔۔ آج ہی سچ کیا تھا۔ پھر بھی یہاں آئی۔ مار تو کھائی ہوگی۔ تیرا کیا ہے۔“  
”تجھ سے کیا تھا؟“

ہے۔ اگر تم کہو تو میں بھی ماں سے مل آؤں؟“  
شوہر نے کہا۔ ”اچھا۔۔۔ یہ بات ہے۔ جلی جانا مگر شام تک وہاں ضرور آ جانا۔“  
یہ کہہ کر وہ بھی کھڑکھٹ بیل کر سویا۔ دیرو نے اپنا ہاتھ پیچے فرش پر بچھا لیا۔ سونے کے نہیں بلکہ جگت کی باتوں میں پھر ڈوب جانے کے لئے۔۔۔ دوپہاں یہی ایک جگت کے بیٹے رہے تھے۔ مگر دوپہاں ایک دوسرے سے کتنی دور تھیں۔  
اسی گھر کی جگت پر دیرو کے تینوں دیرو ہوتے تھے۔ رام، شام اور کھن۔ اس وقت تینوں لپٹے ہوئے ہاتھیں کر رہے تھے۔ جگت کی ہاتھیں۔۔۔ عام نے کہا۔  
”پڑوس والا جگت آیا ہے کہ بڑے بھائی کو پکھو لکری نہیں۔“  
شام نے کہا۔ ”بڑے بھائی کو یہی سے فرمت ہو تو کچھ سوچیں۔ انہیں کاپے کی فکر۔۔۔ بند کمرے میں سوئے ہیں۔ مرنا تو ہمیں پڑے گا۔“

کھن بولا۔ ”ہاں یار۔۔۔ بڑے بھائی کو یہی کے ساتھ دیکھ کر تو میری بھی طبیعت اب شادی کرنے کو چاہنے لگی ہے۔“

شام نے کھن کو ڈانٹا۔ ”تجھے شادی کی سوچ رہی ہے۔ ارے کبوت! اس وقت تو ہمیں جگت کے لئے کچھ سوچنا چاہئے۔ دوپہاں کو اس کا نا کھتوں کے پاس سے گزرتے ہوئے کھد رہا تھا کہ وہ چار دن بعد میں ہزارہ کھٹ کو بھی بھیج ڈوں گا۔ جگت سے کہہ دیا کہ دلوں کی لکھی جلدی ہو گئے اپنے پڑوسیوں کا فرش چکا دیں۔ پڑا جیتنا جگت اور ہزارہ کو ہم چاروں کے لئے ہی تیار کر رہا ہو گا۔ تاکہ وہ دلوں کی ترم چاروں کو۔۔۔“

اس کے اسے شام سے کہیں بولا گیا مگر کھن نے شام کو لڑکا۔ ”بس بھول گئے۔ چار چار کی رٹ لگاتے ہوئے یہ تینوں بھول جاتے ہو کہ بڑا تو ہو گیا یہی کا کم اب صرف تین ہیں۔“  
عام نے کھن کی بات سمجھے ہوئے تینوں سے کہا۔ ”اور اب تم تینوں کو ہر وقت ساتھ دہنا چاہئے۔ خبردار اخیر ہتھیار کے کوئی گھر سے اپر نہ جائے۔“

ایک گھر کی جگت پر جگت کے خلاف سازشیں ہو رہی تھیں۔ اور برابر والے مکان کے گھر میں جگت چار پانی پر لینا کر دھوس بدل رہا تھا۔ اس کی نیند ڈور چلی گئی تھی۔ دور۔۔۔ مگر بہت دور نہیں تھیں پڑوس کے مکان میں۔۔۔ وہ سوچتا ہوا اور پھر منزل سے پہلے ایک موڑ پر اس کی سوچ کے قدم رک گئے۔ اب وہ یہ سوچ رہا تھا کہ دیرو میرے ذہن میں گھیر کر گئی چاروی ہے؟ وہ میری دشمن ہے۔ مجھے تو دشمن کو نپا دکھانے کے لئے اسے صرف ہاتھ میں رکھنا چاہئے۔ اس کے لئے میرے دل میں درد کیا؟ ان ہی خیالوں میں گم نہ جانے اسے کب نیند آ گئی۔!

صبح جب جگت جاگا تو باپ کبھیوں پر جانے کی تیاری کر رہا تھا۔ اس نے باپ سے کہا۔

”بابا! میں تیار ہے ساتھ کبھیوں پر چلوں گا۔“

”تجھ جگت! ابھی آرام کر۔ ہزارہ کھٹ چاروں میں آ جائے گا تو دلوں ساتھ ساتھ کبھیوں پر چلا کر۔“  
”باپ نے جواب دیا اور پھر ماں نے کھانیا کھجڑا جگت! یہاں کسی سے لڑنا نہ نامت۔ جگت نے سنا اور خاموش رہ گیا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ باپ اس آخر کیا چاہتے ہیں؟ کیا یہ دشمنی





”لے! یہ توخوبہ چکن لے۔ تیرے لئے بھرا کر لائی ہوں۔ جب میں اس کے گھر جا رہی تھی تاہم چلا چکا تھا کہ یہاں کوئی پیاز آیا ہوا ہے جوخوبہ دیتا ہے۔ میں اس کے پاس گئی تو وہ مجھاکر دلا دے لے توخوبہ لینے آئی ہوں۔ مگر میں نے اس سے کہا بابا جی! ایسا خوبہ لگھو جو پیسنے والے کی بیش خاقت کرے۔“

جنت بولا۔ ”تو پھر توخوبہ مجھے کیوں دے رہی ہے؟ اپنے شوہر کو دے۔ میں تو اس کا دشمن ہوں۔ جو آدمی تیرے سہاگ کو لے والا ہے اس کی زندگی کی اتنی فکر کیوں کرتی ہے؟“  
دیرو نے جنت سے یہ بات سنی تو مسکراتے ہوئے بولی۔ ”لگے! اتنی میری بات تو مجھے اچھی لگتی ہے کہ ہر بات تو صاف صاف کہہ دیتا ہے مگر نہ! یہ توخوبہ میں تیرے لئے لائی ہوں اور تو ہی اسے پہنے گا۔“

جنت بولا۔ ”وہ دریا کیوں مجھے کہا ہوں میں شامل کر رہی ہے؟“  
دیرو نے کہا۔ ”اگر کسی ماں کے اکھڑے لینے کی زندگی اور گھر میں آنے والی بیو کے سہاگ کی خاقت کی تمنا نہ کہہ دے تو یہ کبھی مایہ مجھے منحور ہے۔“  
جنت، دیرو کی بات سن رہا تھا اور خاموش تھا۔ دیرو کے ہاتھ میں اب تک توخوبہ موجود تھا۔ اس نے جنت پر نظر ڈالی اور اسے خاموش پا کر جانے کے لئے نوی۔ چند ہی قدم چلی گئی کہ جنت نے کہا۔ ”دیرو..... تمہارا یہ توخوبہ مجھے دے دے۔ جو جس ظلم سے میرے لئے یہ لائی ہے وہ تیری یاد کی نشانی بن کر ہمیشہ میرے پاس رہے گی۔“

دیرو نے جنت کی آواز سنی۔ وہ منواری اور جنت نے دیکھا اس کے چہرے پر بھر پوری سی شگفتگی لوٹ آئی ہے۔ دیرو کی آنکھیں چمکنے لگی ہیں۔ جنت نے اس کے ہاتھ سے توخوبہ لے لیا اور بولا۔ ”میں بھی تجھے کچھ دینا چاہتا ہوں دیرو۔“

دیرو نے سر ہلاتے ہوئے جنت کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ”کیا؟“  
”ابھی نہیں بتا سکتا۔ لیکن وہ درہم کرا پچھ بچھ ڈوں گا تو لے گی۔“ انکلا نہیں کرے گی۔ اس کے بعد ہی اس خوبہ کو گلے میں ڈالوں گا۔“ جنت نے بات فحش کی تو دیرو نے جلدی سے کہا۔ ”جنت! جو کچھ بھی مجھے دے گا مگر انکلا نہیں کر دوں گی۔ مگر تجھے میری قسم ہے اس وقت کے بعد سے کسی بھی توخوبہ کو خود سے الگ نہ کرنا۔“

جنت کے گھر سے نکل کر دیرو اپنے گھر کی طرف چلی۔ اس وقت اس کی چال میں بلا کا کامل تھا۔ وہ خود بھی کوئی ہوئی تھی۔ جنت کے خیالوں میں اتنی گمنامی کی کڑے سے بھی پتہ نہ چل سکا کہ وہ آنکھیں دیوار کی اوٹ سے مسلسل اسے گھر رہی تھیں۔ ان آنکھوں نے جو کچھ دیکھا تھا وہ کبھیوں پر جا کر دوبارے کی تک پہنچاؤ۔

رات ہوئی تو جنت، جنوان غلے سے کئے ہوئے وعدے کے مطابق گھر سے نکلا۔ آج کی رات گھر سے عجب وہ سہ لے کر پہنچ گئی تھی۔ جنت کے گھاسوں میں آرام لیا تھا۔ اس پاس کے گاؤں والے رام لالہ دیکھنے کے لئے جا رہے تھے۔ ماں نے جنت کو روکنا چاہا۔ مگر دوستوں کے ساتھ جانے کی سن کر مطمئن ہو گئی، جنت تھانیں جا رہا ہوا دست ساتھ ہوں گے۔ ماں نے اجازت

جنت نے سیدھے اوپر کی راہ لی اور میسر پر دروازہ کھولا۔  
دوسرے دن صبح کی رات دوپہر تھی ہوائیں میں پھول لگے جنت کے سامنے آکھڑی ہو رہی وہ دون کے بعد جنت کے لئے آئی تھی۔ جنت کو اپنے سارے منصوبے خاک ہوتے نظر آئے۔ اس نے رات کو کیا سوچا تھا مگر جب دیرو سامنے آئی تو کچھ نہ کہہ سکا۔ بالوں میں گلے سیدھے اور سفید ساڑھی میں ہلکی دیر نے اسے کم کم کر دیا تھا۔ دونوں ایک دوسرے کو دیکھتے جا رہے۔ جیسے جہان کی تسکین اتار رہے ہوں۔ پھر دیرو نے پکسل پکسل میں اس کو مسکراتے ہوئے ایک دیر سے ایک طرف بڑھاتے ہوئے بولی۔ ”..... میں تیرے لئے گا کر کا طوطہ لائی ہوں۔“ جنت ایک تک بغیر ہلکے چپکے سے دیر کو دیکھ رہا تھا۔ وہ اس کی خاموشی کی وجہ نہ جان سکی۔ پھر بولی۔ ”پسند ہے اس لئے اپنے ہاتھ سے بنا کر لائی ہوں باہل کے گھر۔ یہ نہ سمجھنا کہ دشمنوں کے سے آیا ہے۔“

جنت کے ہونٹوں پر مسکراتا پیدا ہوئی۔ اس نے ڈبے کو کھولا اور حملے کا پہلا قوالہ منہ دے رکھے کے بعد انکلا چاٹتے ہوئے بولا۔ ”بہت مزیدار ہے۔“ انکلا اس کاٹ لینے کو دل چاہتا ہے۔ ”دیرو نے جملہ سنا تو جلدی سے اپنے دونوں ہاتھوں کو پیچھے چھپا لیا۔ جنت نے کہا۔ ”کیونچے اور لگا کر تیرے تیری انکلا اس کاٹ کاٹ کاٹ کاٹ؟“  
دیرو کھینچی سی ہو گئی۔ ”نہیں..... ایسی تو کوئی بات نہیں۔“

جنت نے دیرو کو شکریوں سے دیکھا اور طوطہ منہ میں رکھتے ہوئے بولا۔ ”دیرو! طوطے میں ڈاؤن تو نہیں ملا دیا؟ آخر تو نہیں کی بیوی ہے۔ اس لئے پوچھتا ہوں۔“ دیرو نے جنت کا جملہ سنا اور آئے بڑھ کر اس کے قریب آگئی۔ پھر اپنا ہاتھ جنت کے چڑے سے چٹکتے سینے پر رکھ کر بولی۔

”اس میں تو پچھلے سے اتنا زہر بھرا ہے کہ قاتل سے قاتل زہر اتر نہیں کر سکتا۔ پھر بھی میں ماں سے پوچھ آئی ہوں کہ جنتی کے ساتھ زہر طوطے سے کتنا ڈانٹا جائے۔ کیونکہ طوطہ جنت کی تو تیری راز نے ہی مجھے سکھا دیا ہے۔“ یہ کہہ کر دیرو منواری اور جنتی سے بڑھتیوں کی طرف چلا۔ جنت نے دیکھ کر وہ ذاتی ماں کے پاس نیچے جا رہی ہے تو جلدی سے آگے بڑھ کر دیرو کو روکا۔ دیرو ایک جھٹکے سے ڈک کی اور ساڑھی کا پلوسر سے ڈھلک گیا۔ جنت اس کا بازو تھامے ہوئے تھا اور دیرو باہر ہاتھوں پر لگی رہی تھی۔ یہ ایک جنت کی نظر دیرو کی گردن پر پڑی تھی جس پر اڑھا تھا۔ جنت نے پوچھا۔

”تیری گردن پریشان نہ کیا ہے؟“  
دیرو نے کہا۔ ”کچھ نہیں..... تیرے ہاں آنے کی سزا لی تھی۔“  
جنت نے کہا۔ ”دیرو! تیرا شوہر ہو کر بھی تجھے جانوروں کی طرح مارتا ہے۔“

دیرو بولی۔ ”کیا کرے..... میں ہر جانوروں کے ساتھ رہ رہ کر تماشہ بھی جانوروں کی سی ہو چکی ہیں۔“

اس کے بعد بھی تو جنت سے ملنے چلی آئی۔ ”جنت نے ڈوبی ہوئی آواز میں کہا اور دیرو بولی۔ ”ہاں..... اس لئے کہ تجھے زہر والا طوطہ جلدی سے جلدی کھلا ڈوں۔“ دونوں جس چڑے اور پھر دیرو کو ایک بات یاد آئی۔ اس نے ساڑھی کے پلوسر سے ایک خوبہ نکھلی کر جنت کی طرف بڑھایا۔

ویرہنسی بھی کی تو ڈیڑی دیر بعد موہن سنگھ کا غصہ خٹٹھا ہوا جانے لگا۔ اس طرح بھلا دینا میں کس شوہر کو نیند آ سکتی ہے؟ مگر موہن سنگھ بیوی کے ہازک باتوں کو محسوس کرنا رام کی خینہ سوراہا تھا۔ ویرہ کو لگا کہ کمرے میں چلتی ہوئی لائین جیسے پہرہ دے رہی ہے۔ اور کھڑکی سے دُور نظر آنے والا چاند جیسے

گھر کے پاس آکر رک گیا۔ دروازہ کھلا تھا۔ اُس نے ذرا ساسا چا اور پھر ہر ت کے گھر میں داخل ہو گیا۔ گھر میں ہر طرف خاموشی اور آدھی چھائی تھی۔ وہ آہستہ آہستہ ایک کمرے کی طرف بڑھا کر ایک آنکس کی نظر دیو پر پڑی جو سامنے کمرے میں چرخہ کات رہی تھی۔ آہستہ آہستہ دیو نے بھی نظر اٹھا لیا اور جگت کو گھر میں باکر چوک گئی۔ پھر مجھے ہوئے لیے میں بولی۔  
 ”تو یہاں؟“ یہ کہہ کر جلدی سے قریب ہی چالی پانچ پر پڑا ہوا وہ پتہ اڑھ لیا اور دونوں دھکی ہاتھ کر کے پیچھے چپالے۔ جگت اب تک خاموش کھڑا دیو کو دیکھ رہا تھا۔ پھر وہ بولی۔ ”تو یہاں کیوں آ گیا؟“

”جب تو وہاں نہیں آئی تو میں خود چلا آیا۔“ جگت نے جواب دیا۔  
 دیو کی نگاہیں کھلے ہوئے دروازے پر جم گئیں۔ جگت سمجھا کہ دیو یہاں مجھے اچانک دیکھ کر گھبرا رہی ہے۔ وہ بولا۔ ”تو بیٹھا میں بند کر دیتا ہوں۔“

دروازے کی کڑی لگا کر جگت جب واپس لوٹا تو دیو نے اطمینان کا سانس لیا۔ اب اُس کے چہرے پر سے ذرا خوف ختم ہو چکا تھا۔ جگت نے جب سے ایک ڈبہ کھلا اور دیو کے قریب آ کر بولا۔ ”دیو! میں یہ دینے کے لئے آیا ہوں۔“

دیو نے دیکھا تو وہی ڈبہ تھا جس میں وہ دیکھے سے جگت کے لئے طلوہ لایا تھی۔ ڈبہ کو کچھ کر وہ چپے ہوئے بولی۔ ”اسے واپس دینے کی اتنی جلدی کیا بھی یا اس کے بھانے مجھ سے لئے آیا ہے؟“

”مجھ سے لئے؟“ جگت نے پوچھا۔ ”جگت نے پوچھا۔ ”دیو! تو آج گھر میں آئی تو ماں کو کھڑی تھی۔ ماں تو یہاں آئیں۔“ دیو نے اُس کے لئے سن لیا ہوا۔ اور ماں نے ڈبہ خالی بھی نہیں ہے۔“ یہ کہتے ہوئے جگت نے بند ڈبہ دیو کے سامنے رکھ دیا۔ مگر دیو اب بھی اپنے دونوں ہاتھ چپائے خاموش چھٹی رہی۔

جگت بولا۔ ”تو نے یہ ہاتھ کیوں چھپا رکھے ہیں؟ کیا مجھ سے ڈر لگ رہا ہے؟“  
 ”نہیں۔۔۔ ڈر نہیں۔۔۔ کیا بات ہے۔۔۔“ دیو بولی۔

”تو پھر ڈبہ کھول کر دیکھتی کیوں نہیں کیا لایا ہوں۔“ جگت بولا۔  
 ”کیا لایا ہے۔۔۔ تو جی دکھا دے۔۔۔“ دیو نے تارے کہا۔

”ابھی۔۔۔ دیکھو۔“ یہ کہہ کر جگت نے سونے کے کنگن اور گوتھی اُس کے سامنے رکھ دی۔  
 دیو حیران رہ گئی۔ اُسے اس کی توقع نہیں تھی۔ دل میں پچھلی گئی۔ ”دیو نے سوچا۔“ میں نے تو شوہر کو دیا جانے والا تو یہی جگت کو دیا تھا۔ اور جگت جو گوتھی اور کنگن مجھے دے رہا ہے یہ بیوی کو دیا جانے والا تھا ہے۔ اب میں کیا کروں؟“

جگت نے دیو کو خاموش دیکھا تو بولا۔ ”کیا سوچ رہی ہے؟“ وہ شاید تھک پند نہیں آیا۔ پھر ہاتھ بڑھا کر بولا۔ ”ابا! مجھ دے۔ دیکھیں۔ یہ تیرے خوبصورت ہاتھوں میں آتا بھی ہے یا نہیں۔“  
 دیو پیچھے ہٹ گئی۔ جگت کی سمجھ میں نہیں آئی۔ اُس نے تیزی سے آگے بڑھ کر دیو کا ہاتھ پکڑ لیا اور چاکا کر خود یہ کنگن اُس کے ہاتھ میں چپا دے مگر ہاتھ دھکی تھے۔ جگت نے زور سے جو

طور پر اپنے پاس رکھنا چاہتا ہوں۔ مجھے حصہ دینا ہے تو کنگن دو، ورنہ کچھ نہیں چاہئے۔“  
 جگت کی بات سن کر خاموشی چھا گئی۔ اور پھر تینوں نے اپنا اپنا حصہ اٹھا لیا۔  
 جگت کھڑا ہو گیا۔ لیکن جہان نے کہا۔ ”جگت! وہاں پھر۔۔۔ پہلے میں تیریں کو دودھ کرنا ہو گا کہ ایک ماہ تک یہ مال اپنے پاس رکھیں گے اور فروخت نہیں کریں گے۔ پس اس میں اس چوری کی تحقیقات ضرور کرے گی۔ اگر ہم نے زور جلدی بیچنے کی کوشش کی تو چکرے جا سکتے ہیں۔“  
 ”منکدر۔۔۔“ جگت اور کنگن نے جہان کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر وعدہ کیا۔  
 جگت جب گھر پہنچا تو ماں جاگ رہی تھی۔ اُس نے کہا۔ ”مام! لیا دیکھ کر آئے مجھے چنا؟“

”ہاں! ماں!“ جگت نے جواب دیا۔ دروازہ کھلا گیا۔ جگت کو اس پر سخت نفوس ہوا کہ ماں رات بھر اُس کے انتظار میں جاگ رہی ہے۔ وہ ہسٹر پر لیٹ گیا اور کنگن نکال کر اُس پر انگلیاں پھیرنے لگا اور سوچنے لگا۔۔۔

دیو کے خوبصورت ہاتھوں میں یہ کنگن کتنے کیسے کیسے معلوم ہوں گے۔۔۔ پھر اُس نے تصور میں دیو کے ہاتھ میں کنگن پہنا دیئے۔ لیکن جگت کو یہ تھا کہ دیو کے ملاک اور خوبصورت ہاتھ اس وقت اُس کے ظالم شوہر کے ہاتھ کے نیچے دبا رکھے ہیں۔

رات گزرتی۔ صبح جب وہ اٹھا تو سیدھا صحت سے بچھا اور دیو کے گھر کی طرف دیکھا۔ لیکن وہاں کوئی نہ تھا۔ اُس نے سوچا شاید دیو نے گھر کے پاس آئی ہو۔ وہ پوچھنے کے لئے آئے۔ ماں رہنوی میں صبح کا ناشتہ تیار کر رہی تھی۔ اُسے تھکا ہوا کہ جگت کو کھانسی ہوا کہ وہاں پہنچ چکی تھی۔  
 جگت کو دیکھ کر ماں بولی۔

”کہاں چلا گیا تھے؟“ ماں نے جگت کو دیکھا۔ ”جگت کا منی چاکا کر وہ ماں سے پوچھنے لے۔۔۔“ ”کیا دیو آئی؟“ لیکن نہ جانے کیوں یہ بات وہ ماں سے نہ پوچھ سکا۔ کچھ لمحے اسی تذبذب میں گزرے۔ آخر جگت نے طریقہ سوچ ہی لیا۔ اُس نے پوچھا۔

”ماں! اتنے مجھے جلدی کیوں نہیں اٹھا۔۔۔ کیا دیو کے ساتھ ہاں گرنے میں لگی رہی؟“  
 ”نہیں۔۔۔ میں نے بات کو تو دیر سے آیتا تھا، اس لئے میں نے سہ چاؤ اور آرام کر لے۔ دیو تو آج صبح سے آئی ہی نہیں۔“

”کیوں؟“ جگت نے سہے سہے پوچھا۔ مگر فریاضی اُس نے چپے چپے ہوئے بات بدلی۔ ”اگر ایک دن دیو نہیں آئی تو کیا ہوا؟“

”جنا! تو نہیں جانتا وہ بیوی مسمیٰ گھرت ہے۔ میرا اُس سے دل لگ گیا ہے۔“ ماں نے کہا۔  
 ”تو پھر ماں! تجھے یہ معلوم کرنا چاہئے کہ وہ کیوں نہیں آئی؟“ لیکن اُس کی طبیعت تو خراب نہیں ہوئی؟“ جگت نے کہا۔

ماں کو جگت سے اطمینان سے بہت خوشی ہوئی۔ لیکن ماں کو یہ پتہ نہیں تھا کہ دیو نے جگت کے دل میں اپنی جگہ بنائی ہے۔ اور وہ خود دیو کے ساتھ نہ رہی بلکہ میں طوفان لئے پھر رہا ہے۔  
 ماں کو خاموش دیکھ کر جگت کی بے قراری اور بڑھ گئی۔ اُس نے جلدی جلدی دو چار فوالے کھائے اور ماں سے بولا۔ ”ماں! میں ابھی آتا ہوں۔“ یہ کہہ کر جگت ہاتھ پکڑ لیا اور سیدھا دیو کے

”کیا کر رہی تھی تو..... اتنی دیر میں دروازہ کیوں کھولا؟“  
 ”ڈرامائیڈنگ تھی۔“ ویرو بولی۔

”ڈرامائیڈنگ تھی۔“ موہن سنگھ چچا۔ ”اور کون ہے اندر؟“

ویرو انجان بن گئی۔ ”اندہ۔۔۔ یہاں۔۔۔ یہاں کون ہوگا؟“

اتنی دیر میں رام، شام اور موہن نے پورے گھر کی تلاشی لے لی تھی۔ موہن سنگھ نے ویرو کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر گھبات گھبات سے پوچھا۔ ”تانا کہاں ہے وہ؟“ اور اس سے پہلے کہ ویرو جواب دے موہن سنگھ نے ویرو کا شرارت کر دیا۔ ویرو دگر پڑی۔

”گھٹنوں نے کہا۔“ یہاں تو کوئی بھی نہیں ہے۔“

موہن سنگھ نے غصے سے کہا۔ ”ٹھیک طرح سے دیکھ لیکن! آج رات کہاں کہاں گئے گا وہ؟“ اور

ویرو کی چیخ پر زور سے ایک ڈنڈا مارا۔ ویرو کے غصے سے کچھ نکل گئی۔

گھر میں گھر سے ہونے جات سنگھ نے جب ویرو کی چیخ سنی تو وہ صدمہ میں پھل ہو گیا۔ اُس نے اپنی ڈانگ اٹھائی اور پھر برقی کال کر دیوار پر چڑھ گیا۔ اس وقت موہن سنگھ نے ویرو کو مارنے کے لئے ڈانڈا اٹھایا۔ جیت سنگھ چچا۔

”شیطان کے بچے! عورت پر ہاتھ اٹھاتا ہے۔ مرد سے تو میرے سامنے آ۔۔۔!“

موہن سنگھ نے نرنگہ جیت کو دیکھا تو کانپ گیا۔ اُس کے تپوں بھائی بھی اُس کے پاس آگئے۔

جیت نے اٹھیں بھر لاکار۔

اب عجیب صورت تھی۔ جیسے بٹے پر عورت کے سامنے اُن کی بیٹی ہوتی تھی۔ چاروں نے

تھمرا سنبھالا اور سامنے آگئے۔ جیت بھی تیار کڑا تھا۔ اُس میں ہمت تھی۔ طاقت تھی۔ اس

کے علاوہ وہ دیوار پر کھڑا تھا ویرو چاروں نے گئے تھے۔

تکرار ہونے لگی۔ اسی دوران شام اور موہن نے دیوار پر چڑھنے کی کوشش کی۔ لیکن جیت نے

دیوار پر سے اُن کی شوگر مار کر گریٹ کر دی۔ اس بات پر شام کا غصہ بھڑک اٹھا۔ اُس کے ہاتھ میں

ایک برقی تھی۔ اُس نے اُچھل کر دیوار پر مار کر تاجا پھر اس سے پہلے جیت ڈانگ میں گئی ہوئی

برقی سے شام کے حلق کا نشانہ لے چکا تھا۔ قریب تھا کہ برقی شام کا کام تمام کر دے کہ اسی وقت

شوہر علی سر جیت کی ماں آنکھیں میں آگئی۔ اُس نے جیت کے دونوں ہاتھ پکڑ لئے اور بولی۔ ”ہن

چٹا ہن۔۔۔ نیچے آؤ!“ ماں کی اس بات سے شام خفق گیا۔ دروازہ آج اُس کی موت تو یقینی تھی۔

چچا دھپکار سے تمام جمع ہو گیا۔ جیت کا غصہ سے ماحول تھا۔ اُس نے سوجا تھا آج یہ قصہ ہی

پاک کر دیا جائے۔ خاص طور پر وہ ویرو کے شوہر موہن سنگھ کو زندہ نہیں چھوڑنا چاہتا تھا۔ ویرو پر ظلم

کرنے والے اس بڑے فوٹس کر ضروری تھا۔ اُس نے موہن سنگھ کا نشانہ لیا۔ ماں بھی۔

”جیت! تجھے تیری ماں کی قسم ہے جواب اٹھائے۔“

ماں کی قسم پر جیت کا غصہ فضا بڑھ گیا۔ غصے کے لوگ چلے گئے لیکن اس جھگڑے میں رام اور

گھٹے کے سر پھٹ چکے تھے۔ شام کی شدید زخمی ہو گیا تھا۔ مگر موہن سنگھ ٹھیک تھا۔ محلے کے لوگ

ادوں گھروں کے درمیان جمع ہو گئے تھے اور سب کی زبان پر ایک ہی بات تھی۔۔۔ پرانی دشمنی پھر

پکڑے تو ویرو ردی کی شدت سے ترپ گئی۔ جیت نے ویرو کا زخمی ہاتھ دیکھا تو لرز گیا۔ اُس۔

تیزی سے ویرو کا دوسرا ہاتھ بھی کھانا۔ وہ بھی زخمی تھا۔ اب جیت نے غصے سے پوچھا۔

”کیا یہ تیرے شوہر کی حرکت ہے؟ تو مجھ سے یہ سب کیوں چھپا رہی تھی؟ دیکھا ہوں اب وہ

کر کہاں جائے گا۔“

جیت کا غصہ دیکھ کر ویرو کانپ گئی۔ اُس نے آگے بڑھ کر جیت کے سر پر ہاتھ رکھ دیا اور جیت

غصہ اُسی لئے فضا بڑھ گیا۔ ویرو کے خوبصورت اور زخمی ہاتھ نے وہی کیا کیا جو بھڑکی ہوئی آگ

پانی ڈالنے سے ہوتا ہے۔ دو بولا۔ ”ویرو! مجھے بات تو یہ سب کیوں برداشت کرنی ہے؟ مجھ سے کیوں

نہیں کہتی۔ تیری یہ سزا مجھے ملنی چاہیے۔ میری ہی وجہ سے تجھے یہ ظلم برداشت کرنے پر رہے ہیں۔

بتا ٹھیک کہتا ہوں؟“

”بتاتی ہوں۔۔۔ سب بتاتی ہوں۔“ ویرو نے کہا اور پھر رات کا تمام واقعہ جیت کو سنا دیا۔

ٹھیک اُسی وقت ایک شخص تیزی سے کھتوں کی طرف بھاگا تا کہ ویرو کے شوہر کو اس کی اطلاع

دے کہ کدھن گھر میں ہے۔ ویرو کا شوہر اور دیوار ایک درخت کے نیچے کھانے کی تیاری کر رہے تھے۔

وہ شخص دوڑتا ہوا درخت کے نیچے پہنچا اور بولا۔

”مالک! غضب ہو گیا۔“ بیٹے ہی چاروں بھائی کھڑے ہو گئے۔

”کیا ہوا؟“ موہن سنگھ نے پوچھا۔

”جیت اس وقت آپ کے گھر میں ہے۔“ آئے ہوالے نے خبر دی۔

شام غصہ چلا اٹھا۔ ”جیت ہمارے گھر میں کیسے؟ تو نے ٹھیک ہی دیکھا ہے؟“

”ہاں مالک! میں نے اُسے گھر میں گھسے اور اندر سے دروازہ کھینچ کر دے ہوئے بھی دیکھا

ہے۔“

بیٹے اپنی چاروں بھائی غصے میں گھر کی طرف دوڑے اور جو جس کے ہاتھ کھانے کی طور پر

اٹھایا۔ کھینچ کر انہوں نے پہلے دروازے ہی کو پیٹ ڈالا۔ وہ اُس پر لڑھکیاں اور ڈھیرے برسا

رہے تھے۔

دروازے پر شور مچ کر اندر چکا اور ویرو چونک اٹھے۔ ویرو دم گئی۔ آنے والے واقعات کا سوچ

کر اُس کا دل ڈوبنے لگا۔

”ویرو! تو مت دکھ۔ میں اکیلا ہی اُن سے نمٹ لوں گا۔“ یہ کہہ کر جیت دروازے کی طرف

بڑھا۔ مگر ویرو اُس کے سامنے آگئی اور بولی۔

”جیت! تجھے تیری قسم۔ تو جس طرح چپ چاپ یہاں آیا تھا اُسی طرح واپس چلا جا۔“ جیت

زک جیہ اور ویرو نے اُسے پچھلی ٹکڑی کے باہر نکال دیا۔

پھر دروازے پر شور مچل جاری تھا۔ ویرو کا خیال کر کے جیت کھڑکی سے کودا اور اپنے آگے

میں چھپ گیا۔ ویرو نے جلدی سے کھڑکی بند کی۔ لیکن اور کچھ ڈوبے میں چھپادی۔ وہ غصے سے

چہرے کا کایہ نہ بچھا اور ہستہ سے کڑی کھول دی۔ دروازہ کھلتے ہی سب سے پہلے موہن سنگھ اندر

اُغل ہوا۔ اُس کے ہاتھ میں ڈنڈا تھا۔ وہ غصے سے چیخا۔

شروع ہوئی کون جانے اب کیا ہوگا؟

جگت اپنے کمرے میں جا کر گردنک کی تصویر کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ دو دو کا دیا ہوا تھوہہ نکلا میں تھا۔ پھر گردنک کی تصویر میں اُسے اپنے نانا کا چہرہ نظر آنے لگا۔ اُسے محسوس ہوا جیسے وہ اُس سے کہہ رہے ہوں۔

”شاباش بیٹے! یہ بات ہمیشہ یاد رکھنا کہ جاٹ کا بچہ جب تک اپنا بدلہ نہیں لے لیتا وہ چین کی نیند نہیں سو سکتا۔ بدلہ تو دریں میں ملا ہوا قرض ہے اسے چکانے کا چکر لارائیں۔ اور تجھے یہ قرض چکانا ہے۔“ جگت کچھ دیر کم سمجھدار ہوا اور پھر گردنک کی تصویر کے سامنے جھک گیا جیسے اُس پر راز لے رہا ہو۔

دو پہر کے وقت جو جھاڑا ہوا تھا اس کی خبر شام تک محرم پور بھی پہنچ گئی۔ نانا نے سنا اور اپنی مرنچھ کو تازہ دیتے ہوئے بولا۔ ”مجھے یقین تھا کہ جگت میری بات بھولے گا نہیں۔ وہ آکھلا ہی خادوں سے چٹ لے گا۔ مگر آخر اُس کی ماں کو کچھ میں آنے کی کیا ضرورت تھی؟ عورت کے خون میں ویسے بھی گرمی نہیں ہوتی۔“ آج اگر یہ کچھ نہیں نہ آتی تو وہ ہمارا قرض تو جگت پر چکا ہی دیتا۔“ خبر لانے والے نے نانا سے یہ بھی کہا کہ جگت جب دشمن کے گھر میں داخل ہوا اُس وقت دشمن کی بیوی اکیلی تھی۔ پھر دروازے اندر سے بند ہو گئے۔

یہ بات نانا کی سمجھ میں نہیں آئی۔ ہاں اُسے محسوس ہوا کہ اُس نے ہزارہ سنگھ کو پہلے ہی جگت کے پاس کیوں نہ بھیج دیا؟ وہ یہ سوچ رہا تھا کہ اسی وقت ہزارہ سنگھ وہاں آکر بولا۔

”نانا! بہن کے گھر بھگڑا ہوا ہے۔ آپ نے سنا؟ لیکن جگت سلامت ہے۔“ ہزارہ کے آخری الفاظ نانا کو بہت برے لگے۔ کوئی بھی بدلا نہ بات کرتا تھا تو نانا برداشت نہ کر سکتے تھے۔ اُنہوں نے فیسے سے کہا۔ ”جگت کو بھگوان ہمیشہ سلامت رکھے۔ لیکن دشمن ابھی تک کیوں سلامت ہے ہزارہ سنگھ! بھلا یہ کوئی لڑائی ہوئی؟ دو چار معمولی دشمن تو ویسے بھی آجاتے ہیں۔“ ہزارہ خاموش کھڑا رہا۔ نانا بھڑکے۔ ”ہزارہ! تجھے صبح ہو ہی رہا تھا چنپٹا ہے۔ ایک سے دو کیلئے۔ اور سن! جب تک دشمن کا قرض نہ چک جائے اس گھر میں قدم نہ رکھنا تا کہ دنیا دیکھ لے کہ جگت ہزارہ کا بھائی ہے۔ اور ہاں! اپنی بہن سے بھی کہہ دینا کہ مردوں کی لڑائی میں اُسے دھوکہ دینا سچ میں نہ آئے۔ اگر اب بھی درمیان میں آئی تو میں زندگی بھر اُس کا تہ نہیں دیکھوں گا۔“

جگت کے نانا کا طعہ آج آسمان پر تھا۔ بوڑھے کی نظر میں بھگڑے میں ہارنے سے زندگی ہار جانا آسمان تھا۔ وہ صرف بیت کا قائل تھا۔ وہ جانتا تھا کہ خون کا یہ قرض جلد سے جلد ادا ہو جائے۔ جانوں کا اصول تھا کہ جیسے وہ لڑکی کے گھر کا کھانا نہ کھاتے تھے اس طرح لڑکی کی سسرال کی بخشی بھی اپنے سر نہیں لیتے تھے۔ اگر یہ اصول مان لے نہ ہوتا تو بوڑھا باب کا خود اقسام لے چکا ہوتا۔

صبح ہوتے ہی ہزارہ دیتا جانے کے لئے اُٹھا۔ اُس نے جبکہ باب کے قدم چومے اُس وقت پھر دل باب کی آواز بھی بھرا گئی اور اپنے بیٹے کے سر پر ہاتھ رکھ کر اُس سے کہا۔

”جا بیٹا! بھگوان تجھے کامیاب کرے۔“ اور پھر ہزارہ سنگھ کی کمر پر تلواریں باندھ دی۔

ہزارہ دروازے تک ہی پہنچا تھا کہ باب کی آواز سے ٹوک گیا۔ ”بیٹے! اپنے ساتھ ماک (بے)

گھوڑی بوڑھے کی پسندیدہ گھوڑی تھی) کو بھی لے جایا جگت سے بہت تکل مل گئی تھی۔“ گھوڑی کو ساتھ لے جانے کی سن کر ہزارہ سنگھ خوش ہو گیا اور ساتھ ہی ماک نے بھی اپنے کان کڑے کر لئے اور نانا بھی مارنے لگی جیسے وہ بھی جگت سے ملے کوئے جیٹیں ہو۔ ہزارہ سنگھ اور ماک روانہ ہوئے اور بوڑھا باب ہزارہ کو دیتا گاؤں کی طرف جاتا دیکھ کر خیلوں میں کم ہو گیا۔!



درو کے گھر میں خبر چلی کہ طرح طرح کی چادروں بھائی آپس میں مشورہ کرنے لگے۔ شیام نے کہا: ”میری طرح مجھے لاوا دینی بتدق لاوا دینی اُن اور دینی کا ساتھ دینی ساتھ نہ پا کر کروں گا۔“

موبہن گنگے نے اشارے سے کھایا کردہ آہستہ سے دیکھ کر دوا گھر کے بے غمی اور اب موبہن گنگے کا بیوی پر بھی بھر دوسرے راتھا۔ دوا دینی پہن کی کچی رات سب نے مل کر کھانا

کی موجودگی سے خطرہ تھا تو صرف اتنا کہ وہ دیر سے نہ مل سکے گا۔

وہ دونوں ناشکر کر رہے تھے کہ ہزارہ نے جگت کی ماں سے کہا۔ ”میں اپاہی نے کہا ہے کہ آج تم مردوں کی اس لڑائی میں نہ ملنا۔“

باپ کا حکم سن کر جگت کی ماں کی آنکھوں میں آنسو ڈھانکے اور چہرے پر غم کی سیاحی سی گئی۔ اُس نے سوچا۔ ”کیا مردوں کے ساتھ مردوں کا کوئی ناشکر نہیں؟ بیٹا جب دشمنوں کے سر میں ہوتا تو کوئی ماں انھیں ہند کے پتلی روکتی ہے؟“

لیکن ہزارہ سمجھ کے جا رہا تھا۔ ”اپنے بے یمنی بھلوایا ہے کہ تم اس جھگڑے میں چریں تو وہ تمہارا ساتھ نہیں دیکھیں گے۔“

جگت کی ماں کی آنکھوں سے آنسو ٹپٹ پڑے۔ جگت ناشکر کر رہا تھا۔ اُس نے جب ماں پر حالت دیکھی تو نشتے سے ہاتھ کھینچ لیا اور چست پر چلا گیا۔ اُسے سامنے ہی دیر کا کن نظر آ رہا تھا۔ جگت نے دیکھا کہ دیر وہ اُس کی طرف پشت کیے کھڑی ہے۔ اُسے خیال آیا شاید دیر وہی ماں کی طرف آنسو بہا رہی ہوگی۔ اس خیال کے آتے ہی جگت نے غصی کیا کہ وہ شاید اب اپنے فیصلے پر قائم رہ سکے۔

اجاک دیر نے پلٹ کر جگت کی طرف دیکھا اور جگت کو دیکھ کر اس کا چہرہ گلہا ہو گیا۔ اُس کے خوبصورت ہونٹوں پر مسکراہٹ آ گئی۔ دونوں ایک دوسرے کو دیکھتے رہے کہ اچانک کچھ سے ہزارہ نے آواز دی۔ ”جگت! آئیے آج تیرا کوئی دوست ملے آیا ہے۔“

جگت چڑھا۔ اس وقت اُس وقت والا کون ہوگا؟ وہ بچے آیا تو دیکھا کہ حکم کھڑا تھا۔

جگت اسے دیکھ کر کہ بڑا حصار ہوا ہاتھ پکڑ کر بولا۔ ”آؤ حکم کھلو۔ آؤ کیسے آئے؟ بیٹھو!“ پھر بہت تکلف سے کہ ہزارہ اور ماں کو شہر نہ ہو جائے اُس نے ہاتھ پکڑ کر حکم کھلو کھانے کی کوشش کی۔ لیکن حکم کھلو بولا۔

”جگت! ایک ضروری کام سے آیا ہوں۔ تمہاری دیر کے لئے ڈرا رہا تھا۔“

جگت سمجھ گیا اور حکم کھلو کے ساتھ باہر آ گیا۔ باہر آئے ہی حکم کھلو نے کہا۔ ”غضب ہو گیا جگت! چہ چری ہے ہاں چوری کے شہر میں پولیس نے ہونام کو گرفتار کر لیا۔“

”کب؟“ جگت نے حیرانی سے پوچھا۔

”آج صبح۔“ خان پور سے چوری کی پیش کے لئے ایک پولیس افسر آیا ہے۔ مشہور لوگوں میں ہونام کا نام بھی ہے۔ کیونکہ ہونام اُس رات گاؤں میں نہیں تھا۔ اُن کے پاس اس کا ثبوت موجود ہے۔ اب پولیس مار پورین کر کے اُس سے سب کچھ اگوا لے گی۔ مجھے شک ہے ہونام کہیں ہم دونوں کا بھی نام نہ لے دے۔“ حکم کھلو کے چہرے پر ہوائیاں اُڑ رہی تھیں اور وہ خوف سے سکیکا اٹھا۔

”حکم کھلو کی بات سن کر جگت کو ہراسہ آ گیا اور بولا۔ ”خیر اور حکم کھلو! ہونام کے لئے ایسا خیال بھی دل میں نہ لانا۔ وہ وقار دوست ہے۔ پولیس اپنے حکم کے باوجود اُس سے کچھ بھی نہیں اگوا لے سکے گی۔“ پھر کچھ سوچ کر بولا۔ ”یہ بتاؤ! ہونام کے یہاں سے چوری کا سامان تو بڑا

میں ہوا؟“

”نہیں۔“ حکم کھلو نے کچھ بھی برا نہیں ہوا۔ ”حکم کھلو نے جواب دیا۔“

”پھر کوئی برا نہیں۔“ اب تو جا اور معلوم کر کہ ہونام پر کیا پڑی؟ شام سے پہلے مجھے آکر بتانا۔“ حکم کھلو چلا چلا چلا تھا کہ ہزارہ باہر آ گیا اور جگت سے پوچھا۔ ”کیا کوئی چھڑا ہوا گیا ہے؟“

جگت چوٹا کچھ بھر بھر سے سوچ کر کہہ کر لایا تو ساتھ دینے کے لئے آیا ہی ہے اب اس سے کیا پردہ بولا۔ ”ہاں! ماں! یہاں آ کر ایک ہاتھ مارا تھا۔ آج میرے ایک ساتھی کو پولیس نے دھرا لیا ہے۔ اُسی کی خبر دینے کے لئے آیا تھا مگر ماں برا دیکھیں وہ اس نے لگڑی کوئی نہیں۔“

ہزارہ نے جگت کی بچہ چھٹیائی کر دی اور بولا۔ ”واہ۔۔۔ آتے ہی کام دکھایا۔ لیکن تیرے ہاتھ کا مال تو گھر میں نہیں ہے؟ اگر ہے تو اُسے جلد نکالنے لگا دے۔ پولیس کی مار سے تو اچھے اچھوں کا پانی اتر جاتا ہے۔“

”نہیں! ماں!۔۔۔ میں نے تو اپنے ہاتھ کا مال ہی نکالنے لگا تھا۔“

جگت نے کہنے کو ہی الفاظ کہہ دیئے مگر پھر اُسے خیال آیا کہ کل کے ہنگامے میں اگر کلن اور انگوٹھی کبھی دیر کے گھر یا دیروں کے ہاتھ آ گئے ہوں گے تو کیا ہوگا؟ صوبیدار سونگھ کے بیٹے چہری کا انعام آ گیا تو خاندان کی عزت بٹی میں مل جاتی تھی۔

جگت نے سوچا مجھے جلد سے جلد دیر سے سونگھ اور انگوٹھی کے بارے میں معلوم کر لیا جائے۔ مگر اس وقت ہزارہ کی موجودگی میں یہ کام مشکل تھا۔ مجبوراً ماں کے ساتھ وہ گھٹ پر چلا گیا۔ اُس پاس کے کچھوں میں جا کر ہزارہ سمجھ جگت کے ساتھیوں اور دوستوں سے مل کر یہ اعزازہ کرنا چاہتا تھا کہ وہ اس سلسلے میں جگت کی کیا مدد کر سکتے ہیں۔ وہ جہاں جہاں بھی گیا سب نے اُسے یقین دلایا اور وہ کادھہ کرتے ہوئے کہا۔

”تم دونوں کو بھی قدم آٹھاؤ، ہم پر طر سے تمہارے ساتھ ہیں۔“

ہزارہ کو یقین ہو گیا کہ جگت کا پلہ بھاری ہے۔

دوسری طرف سونگھ اور اُس کے بھائی بھی اسی گھر میں تھے۔ انہوں نے گاؤں کے تین چار فٹوں کو توڑ کر رکھ لیا تھا اور ان کے لئے فٹوں کے ذریعے جگت کو ختم کر دینا چاہتے تھے۔ وہ چاہتے تھے کہ جگت میں جب ہزارہ اور جگت تھا ہوں تو اُن پر مل کر دیا جائے تاکہ اچانک ملے کی صورت میں وہ جگت نہ کرنا سکیں۔

شام کو حکم کھلو جگت سے ملے کچھوں پر آیا تو جگت نے پوچھا۔ ”کیا ہوا حکم کھلو؟“

حکم کھلو نے کہا۔ ”ایک حوالدار کے ذریعے سے پتہ چلا ہے کہ پولیس نے ہونام کو بہت مارا ہے۔ لیکن ہونام اب تک سبکی کہہ رہا ہے کہ چوری والی رات کو میں باہر یا گاؤں میں راما لگا دیکھنے گیا ہوا تھا۔ چوری کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔“

”تو پھر اب پولیس کیا کہتی ہے؟“ جگت نے پوچھا۔

”پولیس ہونام سے کہہ رہی ہے کہ اگر تو راما لگا دیکھنے گیا تھا تو کوئی گواہ پیش کر۔ لیکن ہونام کہتا ہے کہ گواہ کی بجائے تم گاؤں کے کسی بھی آدمی سے پوچھ لو کہ میں اُس رات گاؤں میں تھا یا

نہیں۔“

حکم نگہ کی بات سن کر جگت سوچنے لگا۔ جو مان و سوتوں سے کیا وعدہ پورا کر رہا ہے۔ پلے کی خیتوں سے اسے بچانے کے لئے کچھ کرنا چاہئے۔ اس کے دل میں جو مان کی وقت بہت، مگر بھی۔ آخر حکم نگہ سے بولا۔ ”حکم نگہ! میں تمہارے چارہ ہوں۔“

”کیوں؟“ حکم نگہ نے پوچھا۔ ”تو وہاں جا کر کیا کرے گا؟“

”کوئی ذوق اس کے دل میں تھا۔ وہاں کو رام لپلا میں دیکھا تھا۔ جو مان پر پولیس ظلم ڈھائے ہم چپ بیٹھے رہیں۔ یہ کسی دقت ہے؟“ جگت حکم نگہ کو ابھرا۔

”ہزارہ نے اگر جگت حکم نگہ کے باپ کو بتایا کہ جگت جو مان کو چھڑانے کے لئے تمہارے کیا ہے ہزارہ حکم نگہ کی بات سن کر وہ چونک گئے۔ زینت روز جب موہن حکم نگہ اور اس کے بھائیوں کے ساتھ بھگڑا ہوا تھا تو جگت کے باپ نے اپنی کوشش سے پولیس میں اس کیس کو درج ہونے سے روکا تھا۔ وہ چاہتے تھے کہ جگت کی طرح پولیس کی نظروں میں نہ آئے۔ بڑا چلتا چلنے کو پولیس سے لڑتا ہوا مارا گیا تھا۔ اس خیال سے وہ اور بڑھتا تھا۔ جس جگہ جگت تانا کے پاس رہا وہ پے رہے لیکن اس کے گھر آتے ہی ان کے دل میں طرح طرح کے دوسروں نے جگہ بنائی تھی۔ گاؤں

تھانیدار ان کا دوست تھا۔ وہ خود ایک زمانے میں صوبہ برادرہ چکے تھے۔ اس لئے پولیس میں ان عزت اور بھی کی جاتی تھی۔ جگت کے قتل کی خاطر وہ آج کل ان لوگوں میں بھر زیادہ اٹھنے بیٹھنے لگے تھے تاکہ جگت تمہارے پولیس سے دور رہے۔ لیکن جب ہزارہ حکم نگہ کی زبانی انہیں معلوم ہوا۔

جگت اپنے دوست کو بچانے کے لئے تمہارے کیا ہے تو بہت ہنس آیا۔ انہوں نے ہزارہ سے کہا۔ ”جگت کے دوست کے لئے جگت کو خود پولیس کی نگاہوں میں آنے کی کیا ضرورت تھی؟“ ہزارہ چہ

ہو گیا۔

”اور جگت نے جب تمہارے میں قدم رکھا تو شیو پور سے آنے والا پولیس کا بڑا افسر سہنا تھانیدار سے خوش کہیا۔ میں صرف تھا۔ پولیس جو مان کو مار مار کر کھج چکی تھی مگر اس نے ہر قدر جرم نہال برآمد کر دیا۔ تو صرف شہر کی باہر سہنا جیسا افسر اسے جرم قرار دینے پر تیار نہیں تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اگر اس کیس میں جو مان کا کیا جانا ہے؟ فیصلہ کرتے ہی اسے کھوچوہ واپس ہونا تھا کہ اسے میں ایک سہانی نے آکر سلوٹ کیا اور اطلاع دی۔

”سراہدار سوہن حکم نگہ کا بیٹا آپ سے ملنا چاہتا ہے۔“

سہنا نے تھانیدار کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھا تو تھانیدار نے کہا۔ ”وہاں تو صوبہ برادرہ کا ہے۔ مگر اس وقت اسے یہاں آنے کی کیا ضرورت تھی؟ سر آپ اجازت دیں تو بولو اؤں؟“

سہنا نے نر کر سہانی کو دیکھا اور کہا۔ ”لاؤ گا“

جگت نے اندر آئے ہی دونوں کو سلام کیا اور بڑی مصیبت سے بولا۔ ”صاحب! جو مان اگر وقت واپس رام لپلا دیکھنے بابا یا گاؤں گیا تھا۔ میں نے خود اسے وہاں دیکھا تھا۔ یہی کہنے کے لئے میں یہاں آیا ہوں۔“

جگت سے یہ بات سن کر دونوں افسر اسے دیکھنے لگے۔ وہ سوچ رہے تھے کہ جو مان کی لیے

کھائی کی گواہی دینے کے لئے لڑا کیوں آیا ہے؟ تھانیدار نے سہنا کو خاموش دیکھا تو خود اگر بڑی میں اس سے کہا۔ ”یہ صوبہ برادرہ میں کھجکا جاتا ہے۔ ابھی ابھی گاؤں میں آیا ہے۔ اس سے پہلے اپنے تاتا کے پاس دوسرے گاؤں میں رہتا تھا۔ سوہن حکم نگہ کو میں جانتا ہوں۔ اچھے آدمی ہیں۔ اور لڑکا اچھے خاندان کا ہے۔“

سہنا نے اپنا سخت اور کالون پسند افسر تھا۔ گنگا کے جرم قبول کر دینے کے لئے جتنا بھی سخت کوئی ہو سکتا ہے سہنا اس سے کچھ زیادہ تھا مگر کسی کو غلط ثابت نہیں کر کے جرم ثابت کرنے سے ہمیشہ پرہیز کرتا۔ اس نے جگت کے جوئے کو غور سے دیکھا۔ وہ چہرہ نہ دیکھ کر کتاب ہو جو کھجا ہو گا وہی پڑھائی میں آئے گا۔ اور فوری راجت سے گرفت لگے میں پوچھا۔

”تو جو مان کو کب سے جانتا ہے؟“

”میں تو بچپن سے ساتھ کھیلے آئے ہیں صاحب! ایک دفعہ اسے پاگل کئے سے کاٹ لیا تھا پھر بھی اسے بگڑ نہیں ہوا۔ سب سے میری اس سے بڑی دوستی ہوئی۔“

جگت کی بات سن کر سہنا اس پڑا۔ ”تیری عمر کیا ہے؟“

”میرے باپ کہتے ہیں کہ میں سترہ سال کا ہوں۔ دویسے دیکھنے والوں کو اپنی عمر سے زیادہ بڑا لگتا ہوں۔“

پولیس افسر سہنا اور تھانیدار دونوں جگت کے اس جواب سے غصے پڑے۔ پھر سہنا نے کہا۔ ”تو جانتا ہے کہ پھر باپ نے اگر کوئی لڑام کی خود اگر کوئی دے تو پولیس کو گواہی دینے والے پر بھی شہر کر سکتی ہے۔“

جگت، سہنا کی بات سن کر دل بلی دل میں پھر پھر بڑی مصیبت سے بولا۔ ”مجھ پر شہر کیوں ہو گا صاحب! ہم جاہ لوگ چوری تو کرتے ہی نہیں۔ آپ تو خود ابھی طرح جانتے ہیں۔“

سہنا نے جواب دیا تو چپ ہو گیا۔ دیکھنے ہی وہ جو مان پر جو کھجکا اس کے بعد اسے چھوڑ دینے کی فیصلہ کر کے دلا تھا۔ لیکن اب کب کوئی ثبوت نہیں مل پاتا تھا۔ جگت کے آجانے سے اور جگم وید گم ہوا۔ دل جانے کے بعد سہنا کو فیصلہ بدل جانے کی راہ مل گئی۔ وہ خود بھی اب زیادہ دیر یہاں ٹھہرنا نہیں چاہتا تھا۔ اسے رات سے پہلے پہلے واپس جانے کی جلدی تھی۔ تھانیدار سے

اگر بڑی میں بولا۔

”میرے خیال میں لڑکا ٹھیک ہی کہہ رہا ہے۔ اسے چھوڑ دو اور صحیح کر دینا کہ یہاں کی مار پیٹ کا کوئی ذکر باہر نہ کرے ورنہ اچھا نہیں ہوگا۔“ پھر نر کر جگت سے بولا۔ ”دیکھ! اس وقت تو تیری کو کہاں پر اسے چھوڑ دے رہا ہوں۔ لیکن اگر چہ ہاتھ نہیں آئے تو اسے اور تجھے دونوں کو بند کر دوں گا۔“ جگت نے سہنا کی بات سن کر خوش ہوتے ہوئے جبکہ کر سلام کیا۔ سہنا جانے کے لئے کھڑا ہو گیا تھا۔ جاتے جاتے جگت سے پوچھا۔ ”کیا کرتا ہے تو؟“

”باپ کے ساتھ کھیتوں پر جاتا ہوں۔“ جگت نے فوراً جواب دیا۔

”تمہارے باپ سرکاری ملازمت پر کچے ہیں۔ تو بھی پولیس میں بھرتی ہو جا۔ مگر ابھی تیری عمر بہت کم ہے۔“ سہنا نے لہجے میں بے تعلقی بیٹائی۔



گاؤں میں بھگتی کی حرکت نے دوستی کا حق ادا کر دیا۔

جنومان جب گھر پہنچا تو جذبات پر قابو نہ رکھ سکا اور جگت سے لپٹ کر زار زار رونے لگا۔ وہ بولا۔ "جگت ایسا ہوتا ہے جیسا۔ تو یقین کر میں میرا چمچر کسی کی کام میری زبان پر نہ آتا۔ مگر تو نے حقانے میں آئے کی بہت کی اس کے لئے میں۔" اس کے آگے آنسوؤں نے اُسے بولنے نہیں دیا۔

جگت نے جنومان کو سینے سے لگائے ہوئے کہا۔ "میں جانتا ہوں۔ مجھے یقین تھا کہ تو نام نہیں لے گا۔ مگر تجھ پر جو ظلم حقانے میں ہو رہے تھے وہ مجھ سے براداشت نہیں ہو سکے۔" جنومان ہنس پر اُس کے ہونٹوں پر ہنسی اور آنکھوں میں آنسو تھے۔ بولا۔ "ہاں یار! میرے بیٹوں نے دن میں تارے دکھا دیئے۔ پھر آٹھ سو پچھ کو بولا۔ "جگت! میں تیرا احسان مانوں تو یہی کیا ہے۔ مگر تم کمانا ہوں کہ تو اگر کسی مصیبت میں ہو گا تو جنومان بھی اپنی جان کی پرواہ کئے بغیر تیرے ساتھ ہی کھڑا ہوگا۔ اگر کبھی تو آج رات ہی تیرے دشمنوں کو لٹکانے لگاؤں؟"

جگت نے اُسے سمجھایا اور وہ بائیں تانے لگا جو پچیس اکرشہر سے حقانے میں ہوئی تھیں تاکہ جنومان کا صیان بٹ جائے۔ پھر جاتے جاتے بولا۔ "جنومان! چوری کا شہر ایک جنگ جہم سے دور نہیں ہوا ہے اس لئے ہوشیار رہنا کوئی ناہوش ہے۔"

مگر اگر جگت نے دیکھا کہ اس کا باپ واپس آجائے اور اس کی ماں اور بڑا بھروسہ سے جگت کی ہی باتیں کر رہا تھا۔ جگت کی بہت بڑی خوش تھی۔ وہ دیکھتا تھا تو وہی خوش ہوئی مگر اُس کے گھر کے باہی دوسرے چار مرد جگت کی اس بہادری کو بھی غفلت سے دیکھ رہے تھے۔ رات کا کمانا کھاتے ہوئے شام گھٹنے کی باتیں دینے لگے۔ وہ کہہ رہا تھا۔

"مجھے تو لگتا ہے کہ زبردستی چوری میں جگت کا بھی ہاتھ ہے۔"

یہ بات دیکھ کر بہت ناراض گزری۔ مگر پھر اُسے وہ گلن اور گھوڑی یاد آئی۔ اُس نے سوچا کیا یہ بھی چوری کا مال ہوگا؟ جگت دونوں میں ایسا نہ رہا کہ اس سے آگے اُس کو اس خیال کے بعد بھی اُس کے دل میں جگت کے خلاف نفرت کی جگہ محبت ہی نے سر اٹھایا۔ ساتھ ہی اُسے احسان ہوا کہ اسے زار زار دے گئی ہے۔ یہ چیز جس اب زیادہ احتیاط سے دینی چاہئیں۔ اگر گھر کے کسی آدمی کے ہاتھ پر گھنٹوں تو دونوں بدنام ہو جائیں گے۔

دوسرے دن جب سورج ڈھل رہا تھا اُس وقت گھیت میں بیٹھے ہوئے جگت اور بڑا بھروسہ پر اچانک باج آدی ٹوٹ چڑے۔ اس سے پہلے کہ وہ ہوشیار ہوں دونوں پر ایک ایک وار ہو چکا تھا۔ چاروں کدوں کے ساتھ شام گھٹنے سے ٹکرائے۔ اُن میں سے کسی کے ہاتھ میں بھالا تھا، کسی کے ہاتھ میں برہمی۔ جگت کے پاس وہی ڈاگ بڑی ہوئی تھی۔ وہ اُسے اٹھا کر مقابلہ کرنے لگا۔ مگر بڑا بھروسہ کے پاس کوئی ہتھیار نہیں تھا۔ جگت دشمنوں کو جواب دینے کے لئے بے گرد ناک کہہ کر ٹوٹ پڑا اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ آدمی بچے گئے۔ اُس کی ڈاگ میں لگی ہوئی برہمی سے ایک زیادہ دنگی ہوا۔ اُسی وقت جگت کے سر میں بھی بھالا لگا۔ اُس نے فوراً زانو کر بھالے والے کو برہمی ماری اور بچے کر دیا۔ بڑا بھروسہ پاس ٹکرا رہا تھا۔ اس وقت وہ کدو شام گھٹنے بڑا بھروسہ کے لئے آگے

جگت نے کہا۔ "مئی ہاں صاحب! میرے باپ بھی کہتے ہیں۔"

جگت اور سہما بائیں کر رہے تھے اور قائد ارجمیران تھا کہ سہما جیسا سخت افسر اس لڑکے سے ا قدر بے تکلف کہے ہو گیا؟ سہما چلا گیا اور اُس کے جانے کے بعد قائد ارجمیران نے جنومان کو باہر لگا۔ جگت نے جنومان کو بولہاں دیکھا تو اُس کا خون کھلنے لگا مگر پھر بھی اس وقت خاموش رہے۔ میں بہتری تھی۔ ایک ہی دن میں جنومان ایسا ہو گیا تھا جیسے برسوں قبل کاٹ کر آیا ہے۔ جنومان قائد ارجمیران کے پاس پہنچا تو اُس نے سامنے جگت کو دیکھا۔ اُسے خیال ہوا کہ اس وقت جگت نے مکمل کا دیا۔ جنومان کی آنکھیں جیسے اسے درمیان ہو گئیں۔ وہ جگت کو گھورنے لگا مگر جگت نے اپنی نظروں جھکا لیں اور اُسی وقت قائد ارجمیران بولا۔

"جگت نے میری گناہی کی گواہی دی اور سہما صاحب! ان گئے، اس لئے بچ گیا ورنہ میں چھوڑنے والا نہیں تھا۔ اب جا اور رات کو اُدھر اُدھر آوارہ مت گھوما کر۔ ورنہ مارا جائے گا کسی بے موت۔"

جنومان نے قائد ارجمیران کے صدمے جو الفاظ تھے سنے اُسے ان پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ وہ سوچا کہ جو نہیں سکا تھا کہ جگت اُسے چھڑانے کے لئے آئے تھے۔ اُس نے قائد ارجمیران کو سلام کیا اور پھر دونوں باہر آ گئے۔ باہر نکلتے ہی جگت کی نظر سب سے پہلے اپنے باپ پر پڑی جو جیسے بھری نظروں سے جگت کو گھور رہے تھے۔

مگر باپوں کا بڑا بھروسہ نے جب پہنچی کہ جگت حقانے میں آئے تو انہیں حشر آ گیا تھا۔ مگر جب بہت دور پہنچی اور جگت گھر نہیں پہنچا تو وہ گھبرا کر حقانے کی طرف آئے۔ یہاں سہما صاحب کی جب باہر کھڑی دیکھی تو خون خشک ہو گیا۔ وہ جانتے تھے کہ سہما تخت آدی ہے۔ اور جب جیسے جلی گئی تو فوراً ہی جگت اور جنومان کو ساتھ ساتھ ہار لپٹے ہوئے دیکھا۔ پیچھے پیچھے قائد ارجمیران بھی نظر آیا۔ اور اس سے خوشتر کہ باپ بیٹے سے کوئی سوال کرے ورنہ اسے پکڑے۔ قائد ارجمیران نے سونہن گھٹ کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "سونہن گھٹ کی زار ادرھ تو آئے۔"

سونہن گھٹ گھٹے کے بیٹے کی شکایت کرنے کے لئے قائد ارجمیران نے آواز دی ہے۔ لیکن جب قریب گئے تو قائد ارجمیران سے گھمادی ہی بات نہ آئی۔ وہ بولا۔ "سونہن گھٹ کی اچھا ہے جگت نے تو کمال کر دیا۔ وہ جب حقانے آیا تھا اُس وقت تو مجھے اس کی بیوقوفی پر خوشی ہی بڑا اضافہ آ گیا تھا۔ مگر اس نے تو سہما صاحب جیسے افسر پر دیکھتے ہی دیکھتے جا دو سا کر دیا۔ بڑی دور جگت سے باتیں کرتے رہے۔ پھر خود ہی جنومان کو رہا بھی کر گئے اور جہاز سے بیٹے کو پولیس میں بھرنی ہونے کا مشورہ بھی دے گئے۔ یار جہاز مارا جاتا تو بڑا ہمارو ہے۔ سہما صاحب سے ڈرا بھی نہیں ڈرا۔"

قائد ارجمیران سے بیٹے کی تعریف سن کر سونہن گھٹ کا خسر کا فور ہو گیا۔ وہ جگت اور جنومان کو بھول کر قائد ارجمیران کے ساتھ اندر چلے گئے اور قائد ارجمیران سے باتیں کرنا بھی کر گئے۔

جنومان دنگی تھا۔ اتنا زخمی کہ اُسے جگت کا سہارا لے کر چلنا پڑ رہا تھا۔ یہ سطر پورے گاؤں نے دیکھا۔ گاؤں والے یہ جانتے تھے کہ جگت جنومان کے لئے حقانے گیا ہے مگر وہ پھڑلانے گا اس کا کسی کو یقین نہیں تھا۔ اب جگت اور جنومان کو ساتھ ساتھ دیکھ کر یہ بات زار زار میں سارے

بڑھا۔ جگت نے شام کو آگے آتے دیکھا تو اس نے وہیں سے لگا مارا۔

”مرد ہے تو میرے سامنے..... ہتھیار لے کر تیرے کی طرف کہاں بڑھ رہا ہے؟“

لگا کر سن کر شام سنگھ دو قدم ہٹ گیا۔ جگت کا جھون دیکھ کر وہ کانپ اٹھا۔ گردنوں کے بیچ ایک ایک آدمی تھا۔ جگت اسے ہٹا کر شام سنگھ تک جلد سے جلد پہنچنا چاہتا تھا۔ اسے میں خوشنور سز کر تھیں جن میں جگت کے رشتے دار دوڑتے ہوئے اس طرف آتے نظر آئے۔ ان کے ہاتھوں میں ہتھیار تھے۔ شام سنگھ دیکھ کر گھبرا گیا۔ وہ سوچنے لگا کہ اب زدہ واپس جانا ناگس ہے۔ اگر خیال کے آتے ہی اس نے اپنے آدمیوں کو نکالا۔ ”بھابھو کھو.....“ تینوں تیزی سے بھاگے۔ جگت کے رشتے داروں نے دیکھا کہ دشمنوں کے دو آدمی ڈٹی پڑے تھے۔ ہزارہ کے بھی پھینٹا اور کمر میں زخم آئے تھے۔ مدد کے لئے آئے والوں کو انیسو تھا کہ وہ جلدی نہ بیچے کہ وہ نہ ایک بھی فتح کر نہ لکھا۔ جگت کو ہزارہ کی فکر تھی..... اس نے دو آدمیوں کو کوچ کر دو کا بندوبست کیا۔ خود جگت کا پاؤں بھی ڈٹی تھا۔ دشمنوں کے پٹی پر ہاتھ دہی کی اور دشمن کے زخمی آدمیوں کو کیا سزا دینا ہے سوچنے لگے۔ ایک نے کہا۔ ”دلوں کو رشتے سے باندھ کر کوئیں میں اٹا لکھ دو“ دوسرے نے کہا۔ ”بالکل ٹھیک۔ میرا اکتا رشتہ بردروں پر پیرہ دے گا۔ سڑائے ہوئی تو چار آدمی تھکتے کہ ان دلوں کو کوئیں کے پاس لے گئے۔ ان کے دشمن پر خون چم کھا تھا اور وہ بھی ہوش میں بھی کر اور ہے تھے۔ ابھی لوگ انہیں رشتے سے باندھ ہی رہے تھے کہ دوڑوں میں سے ایک آدمی ہوش میں آگیا اور خود کو اپنے آدمیوں میں گھاڑ دیکھ کر کہتا تھا۔ بھروسے ہوئے بولا۔

”مجھے چھوڑ دو..... بھگنیں ایسا نہیں کروں گے۔“ اس نے ہاتھ جڑتے ہوئے کہا۔ ”میرے بھائی بچے پریشان ہو جائیں گے۔ بچت کی خاطر میں نہیں سمجھتے تھے۔ ہمیں کیا خبر تھی کہ یہ نامزد نہیں آگے کر کے خود بھاگ جائے گا۔ گردن کا تھک صاحب کی قسم تھا کہ کہتا ہوں اس مرتبہ جانے دو چکر بھی منڈیں دکھاؤ گا۔“ اسے دودھ دیکھ کر جگت کو کیا۔ بولا۔

”اسے اس وقت جانے دو۔ کرانے کے آدمی کو کرانے سے کیا کھاؤ؟“ بھگت نے اس سے پوچھا۔

”یہ تیرا سا بھی کیا تیری ہی طرح ہے؟“

”ہاں..... دشمن نہیں کے لاچ میں مومن سنگھ کی باتوں میں آگئے تھے۔“ جگت سہرا اور آفران دلوں کو چھوڑ دو گیا۔ وہ دلوں میں مومن سنگھ اور اس کے بھائیوں کو گالیاں دیتے ہوئے چلے گئے۔ اس وقت رات ہو چکی تھی۔ جگت، ہزارہ اور ان کے آٹھ دس رشتہ دار بیچ کر سوچنے لگے کہ آج کے اس سلسلے کا اختتام کس طرح لیا جائے؟ جگت نے کہا۔

”ہمیں ان کے کھیت میں نہ جانا پڑے بلکہ وہ خود یہاں آ کر لڑیں ایسا ترکیب سوچتی ہے۔ تاکہ ہم سب لڑ کر ان پر حملہ کر سکیں۔“

”مگر یہ کس طرح ہو گا؟“ ہزارہ نے سوال کیا۔

سب سوچنے لگے۔ جگت کا ایک رشتہ دار بولا۔ ”یہ بات تو بہت آسان ہے۔ تم ان کا پانی بند کر دو تو خود ہی یہاں لڑنے آ جائیں گے۔“

یہ بات سب کو پسند آگئی۔ کریوں کے دن تھے۔ کھیتوں پر پانی پچھانے کے لئے ایک ہی نالی

نئی ہوئی تھی اور ہر کھیت کے لئے وقت مقرر کر دیا گیا تھا۔ جگت سنگھ کے کھیتوں کو پانی مل جانے کے بعد مومن سنگھ کے کھیتوں کا خبر آتا تھا اس لئے بے پیہا جگت اور ہزارہ پانی کو روک کے بیٹھے رہیں اور پانی سب ہتھیار لے کر پاس ہی چھپ جائیں۔ جب وہ دفرائے کہ یہاں آئیں تو ایک ماتھ حملہ کر دیا جائے۔

تجربہ جو یہ کہہ کر اپنے آگئی اور بات بے ہوتے ہی سب اپنے اپنے گھروں کو لوٹ گئے۔ ہزارہ اور مومن سنگھ بھی گھر آئے لیکن اس طرح جگت کے باپ اور ماں کو پتہ نہ چلے کہ کوئی بات ہوئی ہے۔ وہ جلدی جلدی کھانا کھا کر اوپر چلے جائے تاکہ اس کے سر کے لئے تیار ہو جائیں۔

رات دوسرے دن کے انتظار میں گزری۔ کریوں کا سورج اپنے دامن میں سرخ سرخ انکارے لئے چنے کا پیغام لے کر آیا اور وہ پرنک چھاپی دھوپ اور لو کے جھلنے لوگوں کے اوسان خطا کر دیے۔ جگت اور ہزارہ سنگھ کھانا کھانے کے بعد ہی سے کھیت میں پانی کی نالی کے پاس پانی روک کے بیٹھے تھے۔ مومن سنگھ کے کھیت میں پانی تھپنے کا وقت گزر چکا تھا مگر اب تک اضر خاموشی کی۔ جگت آج اپنے ساتھ نادانی کی دی ہوئی ٹواری بھی لایا تھا۔ قریب پڑے تاج کے ڈھیر سے پیچھے اس کے اور کی سا بھی کھیتی باڑی سے میں پیچھے بیٹھے تھے کہ دشمن کے کھیتوں میں ڈرامی ڈنگی نظر آئے تو حملہ کر دیں۔ مگر اب تک اضر وہی خاموشی تھی۔ جگت نے دلوں ہاتھوں میں پانی بھر کے منہ پر چھینے دار اور ہر مومن سنگھ کے کھیتوں کی طرف دیکھنے لگا۔

”جگت!“ ہزارہ سنگھ مومن کے کھیتوں کی طرف دیکھ کر بولا۔ ”وہاں تو ابھی تک خاموشی ہے۔“ جگت نے ہزارہ کی بات سن کر کہا۔ ”جلدی کیا ہے، اماں! ہر بات کا ایک وقت ہوتا ہے۔“ اور پھر انہوں نے دیکھا کہ مومن سنگھ کے دو بھائی پچھلے سے کھیت میں دوسری طرف جا رہے ہیں۔ جگت، ہزارہ سے بولا۔ ”اڑو ہو رہا ہے۔ مگر یہ اس طرف کیوں گئے، اور کیوں نہیں آئے؟“

ہزارہ نے جواب دیا۔ ”اکیلے آئے کی بات نہیں کر سکتے۔ کرانے کے آدمیوں کا انتظار ہو گا۔ تو دیکھا نہیں گھرائے ہوئے ہیں۔“

ہزارہ کی یہ بات ٹھکی۔ تھوڑی ہی دیر میں دشمن کے دلوں بھائی آئیں واپس آتے نظر آئے۔ اب ان کے ساتھ کچن اور آدمی بھی تھے۔ جگت کے ساتھیوں میں سے ایک انہیں دیکھ کر بولا۔ ”مطلوبہ ہوتا ہے آج ہزارہ اور مومن۔“

”آئے دینے ہم بھی تیار ہیں۔“ جگت نے جواب دیتے ہوئے ڈانگ میں گلی ہوئی برہمی لٹال لی اور دل میں بولا۔ ”جا رہا نہیں میں سے آج دو کا تو قہر ضرور ہی پاک کر دوں گا۔“

اودھا کھنڈ اور گزور گیا۔ مومن سنگھ کے کھیتوں کا پانی بند کر کے جگت نے انہیں قہقہہ کر دیا تھا لیکن بھگن کی حالت کی خزا کہ اتنا اندازہ کر کے وہ اس وقت کوئی جھگڑا کر کرنا نہیں چاہتے تھے۔

جاٹ قہقہے میں دو پاؤں اٹھیں۔ جگت کے باپ مومن سنگھ کے خالوں کے پاس جا کر مومن سنگھ اور اس کے بھائیوں نے کہا۔ ”حد ہوئی ڈٹا ہے ہمارے کھیتوں کا پانی روکیں اور پھر بھی ہم خاموش بیٹھے رہیں؟ اور انہیں اسکی نہ روکا تو آج ہمارے ساتھ جو کچھ ہو رہا ہے کل تم لوگ بھی اس سے نہیں بچ سکو گے۔ یہ لڑے کاؤں کو اپنے سے زیادہ کمزور سمجھتے ہیں۔ انہیں بتا دو کہ یہ ان

کی بات ہے۔ سوال اس وقت ہماری ذاتی دشمنی کا نہیں، سوال ظلم اور انصافی کا ہے۔“  
شیام سنگھ کی چال کا سب دہی۔ وہ بھی جانتا تھا کہ کسی طرح اس کے بھائی موہن سنگھ  
یا تمہیں کر لوگوں کے جذبات بکت اور اس کے ساتھیوں کے خلاف برکھ اٹھیں۔ اور ہوا  
یہی۔ آٹھ دن آدی اس جنگ کے کافیصلہ کرنے کے لئے ان کے ساتھ چلے پر آباد ہو گئے۔ شیام  
سنگھ نے ان کو کافی ہتھیار دیئے۔ ہر سون ہی ہتھیار سے ملا سون کو بلا کسی وجہ سے ان لوگوں نے اکتاراکا  
بات پر ہتھیار اٹھا لیتے ہیں۔ ہر سون ہی ہتھیار سے ملا سون کو بلا کسی وجہ سے ان لوگوں نے اکتاراکا  
ان میں سے کوئی ہمارے کھیتوں پر کام کرنے نہیں آسکا۔ آخر اس گاؤں میں یہ بدعاشیاں کب تک  
چلیں گی؟ کیا پانی بکت کے باپ کی ملکیت ہے؟“ لوگوں نے یہ بات سنی تو اپنے ہتھیار اٹھا لئے اور  
موہن سنگھ کے ساتھ کھیتوں کی طرف چل پڑے۔

بکت کے ساتھیوں میں سے چھ پارسی تھے مگر پارسی پولیس کے اور سے گول ہو گئے تھے۔  
بکت نے اس نو لئی کو ڈور سے آئے دیکھا تو ہزارہ سے بولا۔ ”بابا آج تو یہ بہت سے حاسیوں  
لے کر آ رہا ہے۔“

ہزارہ نے جواب دیا۔ ”ہمارا شانہ صرف موہن سنگھ اور اس کے بھائی ہیں بکت۔“  
بکت نے کہا۔ ”جس جانتا ہوں۔“ اتنی دہی میں وہ لوگ قریب آ گئے۔ شیام سنگھ سب سے آگے  
تھا۔ آتے ہی اس نے بکت سے کہا۔ ”بکت اتنے ہمارے ساتھ آئے ہیں کیوں بند کیا ہے؟“  
جواب میں ہزارہ نے چلو میں اپنی ہزار اور سامنے والوں پر اچھال دیا۔ شیام سنگھ نے ہتھیار کر اپنے  
حاسیوں کی طرف دیکھا اور جذبات کو بھڑکانے کے لئے غصے سے بولا۔  
”دیکھا آپ لوگوں نے ان حرام زادوں کو؟“ شیام سنگھ کا جملہ سن کر نو لئی میں سے ایک آدی  
بکت کے قریب آ کر بولا۔

”وہ کچھ لوگ اس پانی پر سب کا حق ہے۔ ہر شرارت تجھے بہت بھیگی پڑے گی۔“ بات سننے  
ہی ہزارہ نے اپنی گوار میاں سے نکال لی اور بولا۔  
”میں کتنی بھروسہ کرتا ہوں کہ ان کی حمایت کرنے آئے ہو پہلے ان سے پوچھو کہ کس  
ہمارے کھیتوں میں سب سے چھوٹے بھائی کھن نے بکت اور ہزارہ کو کیا سمجھ کر کہا۔“ تو ہی پوچھ  
بکت سے کہ وہ ہمارے گھر میں کس لئے کھسا تھا اور پھر ہماری بھائی۔ ہماری بھائی۔“  
بکت نے درمیان ہی میں کھن کا قہقہہ کاٹ دیا اور کوڑک کر بولا۔ ”ہزارہ جو تو نے اپنی بھائی  
کا نام لیا۔ وہ کھوے کر ڈالوں گا۔“  
”مارڈ الوان حرای پلن کو۔“ موہن سنگھ نے اپنے ساتھیوں کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ یہ سننے  
ہی دو تین آدی آگے بڑھے مگر دیکھتے ہی دیکھتے بکت کے تمام ساتھی اتانج کی ڈھیر لڑیں سے باہر نکل  
آئے۔ موہن سنگھ کے آدھوں کے بڑھنے ہوئے وقت بکت کے ساتھیوں کو دیکھ کر کوڑک گئے۔ ہزارہ  
نے بکت سے کہا۔

”میں بکت سے بکت ابھی غافل ہیں۔ پہل ختم کروا۔“ بکت نے ہزارہ کی بات سنی اور ڈانگ  
اٹھا کر سامنے والے شخص کے سر پر گھما دی۔ وہ وہیں ڈھیر ہو گیا۔ ایک کا گناہ تھا کہ شور مچاتے  
ہوئے لوگ دیوانہ وار اصرار پھر بھانگتے گئے۔ ہزارہ کی نگاہیں ان چاروں بھائیوں پر لگی تھیں۔ وہ  
بھی بھاگ رہے تھے۔ موہن سنگھ اور کھن راہیں طرف، شیام اور رام سنگھ بائیں طرف بھاگے جا  
رہے تھے۔ ان کا پہلے سے پرگرم ہی تھا کہ بکت اور ہزارہ کو دوسروں سے لڑا دیا جائے اور یہ  
چاروں خود خوار ہو جائیں۔ اسے جس بکت کی آواز کو گئی۔

”دیکھا تمہاری بھائی۔ تم ان دونوں کو سننا۔“ میں اصرار جاتا ہوں۔“ یہ کہتے ہوئے  
بکت، موہن سنگھ اور کھن کے پیچھے دوڑا۔ موہن سنگھ نے بھاگتے بھاگتے نوکر دیکھا کہ بکت پیچھا کر  
رہا ہے تو کھن سے چچ کر بولا۔ ”حرام زادے! جلدی بھاگ۔ وہ تیرا باپ پیچھے آ رہا ہے۔“  
بکت ان دونوں پر نگاہیں جمائے برابر پیچھا کر رہا تھا کہ راستے میں اس کا پاؤں ایک گڑھے  
میں آ گیا۔ وہ گر پڑا۔ پاؤں میں موج آگئی لیکن دوسرے ہی سے تیزی سے اٹھ کر ان کو بھڑکنے  
دوڑا۔ اس وقت کہ وہ دونوں کانٹوں پر گر نکل گئے۔

دوسری طرف ایک دوسرے کے حای آہٹیں میں ختم تھا تھے۔ ہزارہ، شیام سنگھ اور رام سنگھ کا  
پیچھا کر رہا تھا۔ اسے جس سے قریب سے ہزارہ نے کسی کو بھارتے ہوئے سنا۔ ”ہزارہ! بچا۔۔۔“  
ہزارہ نے چل کر دیکھا، بکت کے ایک ساتھی کے سینے پر دھن کا ایک آدی سوار تھا۔ ہزارہ، شیام  
سنگھ اور رام سنگھ کا پیچھا چھوڑ کر ادھر لپکا۔ لیکن وہاں کچھ نہ دکن، بکت کے ساتھی کے سینے میں اپنا  
غیر آثار چھوڑ گیا تھا۔ ہزارہ غصے سے بے قابو ہو گیا اور اس سے پہلے کہ دشمن لاش کے سینے سے اٹھے  
ہزارہ نے گوار کا بھر وار کر کے اسے بھی ختم کر دیا۔ چھری کھوں میں دونوں ٹھٹھے سے ہو چکے  
تھے۔ ہزارہ پلٹ کے رام اور شیام کی تلاش میں نکلا مگر چاروں بھائیوں کی تقدیر ابھی تھی۔ چاروں  
کا کرکل چکے تھے۔

موہن سنگھ اور کھن بکت سے اپنی جان بچانے کے لئے بڑھتے تھے۔ بکت جب واپس کھیتوں کی  
طرف آیا تو اس نے دیکھا کہ آدھ کھنے کی اس لڑائی میں پانچ جاں ضائع ہو چکی ہیں۔ وہ ابھی  
خاموش کھڑا تھا کہ پولیس کی جیب کی آواز سنائی دی۔ بکت نے فوراً ہی رہی کو ڈانگ میں چھپا لیا  
اور ڈاڈا زور ہو کر بچ گیا۔ اس نے سوچا۔۔۔ مانا ہے اب تک رام اور شیام کو تو قہقہے لگائی دیا ہو  
گا۔ مگر لانا خود کہاں چلا گیا؟

ہزارہ نے بکت سے پہلے ہی پولیس کی جیب کو آتے دیکھ لیا تھا۔ اس نے جلدی سے اپنے ہاتھ  
خود دھنی سکے اور بے ہوش بن کر زمین پر گر گیا۔ پولیس نے کھیتوں سے پانچ لاشیں اٹھیں گئیں۔  
مات زنیوں کو ایک طرف بٹھا دیا گیا۔ رام، شیام، ہزارہ اور بکت کو گرفتار کر کے تھانے لے آئے۔  
موہن سنگھ اور کھن تھانے میں پہلے سے موجود تھے۔  
گاؤں میں کھن کو ایک کچا گیا۔ ہر عمر کے والے کے گھر سے آدھ بکا کی آواز سنی آرہی تھیں۔  
تھانے میں موہن سنگھ اور کھن سے بیان دیا کہ بکت نے ان کا بیٹا دھیر کر دیا ہے۔ وہ ہر وقت  
ابھی جان سے مارنے کی دھمکیاں دیتا ہے۔ قہقہہ مارنے ان دونوں کے بیان سے یہ مطلب نکالا  
کہ اس جنگ کے وقت بکت موقع وارادت پر نہیں تھا۔ اس نے بکت کو تو چھوڑ دیا مگر ہزارہ،

جب گاؤں کے پانچ گھر اُڑے تو اُس سے برداشت نہ ہو سکا۔ کہہ تو کچھ نہ کی بس ہی سن میں  
اُن گزروں کو کبھی دیکھی جب یہ دشمنی شروع ہوئی تھی۔ سو رکھن کے بٹنے سے جو کالے کالے بادل  
اُٹھے، وہی آسمانوں سے برائی دہی۔ اسی لئے آسمانیں شفق رنگ ہو رہی تھیں۔ پوری رات  
اسی طرح کڑی اور جنت کو پاؤں نے جلدی اُٹھا کر رات کو قنبدار سے ہونے والی تمام گفتگو سنائی  
اور بولے۔

"قنبدار نے کہا کہ یہاں کے سردار سن چکر اور کھل کر سمجھ گئے کہ اس کے لئے تیار کرلو۔  
اُس کی دکالت سے ہزارہ گھنگھٹا سکتا ہے۔ مگر سوچنا ہوں اُس ہم کیسے دیکھ کر کہتے ہیں؟ سر جنت  
گنگو بہت بھگدا دیکھ لے۔ فیس کے لئے بڑی رقم کی ضرورت ہے۔ مگر۔ پیسے تیرے ہاتھ سے  
لیا نہیں جاتا پس اُس کے ہزارہ ہادی وجہ سے اس فیس میں بھٹا ہے۔"

سردار سوہن گنگھٹا نے بیٹے سے کہہ کر قنبدار کو بھگدایا تھا۔ گشت کی سال سے واقعی اُن کی مالی  
حالت اچھی نہیں تھی۔ باپ بیٹے کی باتیں جنت کی ماں نے سنیں تو بولی۔ "مگر تمھوڑے سے  
زور جنت کی ہونے والی ہوئی کے لئے سنہال رکھے ہیں۔ انہیں گردی رکھ کر تم کا انتظام کر لو!"  
باپ بیٹے دونوں نے بات سن کر چپ رہے۔ اسی دلی بے بسی کے زور گردی رکھنے کی خبر سے  
گاؤں بھر میں سوائے شرمندگی کے انہیں اور کچھ نہ کی۔ امید نہیں تھی۔ یہی کی بات سن کر سردار  
سوہن گنگھٹا چہرہ آغز کیا تھا۔ جنت نے باپ کو ایک خط دریکھا اور بولا۔

"باپو! تم کی طرح دیکھ کر روگو، میں تم کا بندہ دست دریا کی دن میں ضرور کر لوں گا۔"  
سوہن گنگھٹا بیٹے کی بات سن کر کھڑے ہوتے ہوئے بولا۔ "ایسا ہے تو میں ابھی روانہ ہو جاتا  
ہوں۔"

سردار سوہن گنگھٹا اُسی وقت گھر سے چلا گیا۔ مہاں کے جانے کے بعد ماں نے جنت کو پیار سے  
اپنے پاس بٹھاتے ہوئے کہا۔ "بھٹے! اب اس دشمنی کا انجام دیکھنے کی جھٹ میں سکت نہیں ہے۔ جو  
کچھ ہو چکا ہے اُسے بھول جا۔ جھٹ میں اور تم افغانے کی امت نہیں رہی ہے۔ آج گوردار سے جا کر  
بھی دعا مانگوں گی کہ گورداروں میں جنت پیدا کر دو۔"

ماں جنت کے پاس سے اُٹھ کر اور گوردار سے جاتے ہوئے کہہ گئی۔ "میں جا رہی ہوں۔ تو  
گھر کا خیال رکھنا۔"

ماں کے جانے کے بعد جنت گھر میں اکیلا تھا۔ وہ ایک سی جگہ بیٹھے بیٹھے اُٹا گیا تھا۔ کمر  
ایسے ہی پورے گھر کا پیکر دکھاتا تھا۔ ہوا جنت پر بچ گیا۔ جنت پر جاتے ہی جنت کو دیر یاد آتی۔ اُس  
نے برابر والے مکان میں جھاک کر وہاں اُسے نظر کوئی نہ آیا۔ وہ سوچنے لگا اس وقت دیر کہاں چلی  
گئی؟ کہا سنتے میں بیچھے سے بنو ماں کی آواز سنائی دی۔ جنت آواز سننے ہی تیزی سے بیچھے آیا۔ اُس  
نے دیکھا بنو ماں کی سسلی میں ایک بوٹی ہے۔ بنو ماں نے جنت کو قرب باکرہ دو پٹلی اُسے پکڑا دی۔  
جنت نے بوٹی دیکھ کر پوچھا۔ "یہ کیا ہے بنو ماں؟"

بنو ماں سسکرانے لگا۔ آخر جنت نے خود ہی جلدی جلدی بوٹی کھولی تو اُس میں زہر دات تھی۔  
زہی زہر دات جو چوڑی کی رات بنو ماں کے صے میں آئے تھے۔ جنت کے چرے کا بدلہ ہوا رنگ

رامہ شام اور دوسرے دو آدمیوں کو لاک اب میں بند کر دیا۔ جنت نے جاتے ہوئے ہزارہ کے کا  
میں جھٹ کیا اور باہر نکل گیا۔ قنبدار نے جنت کے جانے کے بعد سوہن گنگھٹا اور گنگھٹا کو بھی جانے  
اپنا زور دے دی۔ مگر سوہن گنگھٹا نے گزرا کر قنبدار کے پاؤں پکڑ لئے۔ "صاحب! انہیں چاں  
خطرہ ہے۔ ہماری حفاظت کے لئے پولیس ساتھ بھیج دیجئے۔ آپ جانتے ہیں جنت انہیں ایسی ہیما  
سے کیا ہے۔ کیا پتہ راستے میں کھڑا ہو۔"

قنبدار نے سوہن گنگھٹا کی حالت دیکھ کر ایک قبضہ لگایا اور بولا۔ "تم دو آدمی ہو کر اُس ایک  
چمک کر سے ڈرتے ہو۔"

سوہن گنگھٹا کی حالت اب بھی غیر تھی۔ وہ پھر گزرا دیا۔ "آپ جانتے ہیں صاحب! چمک کر باہر  
خطرناک ہے، آپ نے دیکھ نہیں قنبدار سے جاتے جاتے بھی اپنے ماں کے کان میں کچھ کہہ  
ہے۔" آخر قنبدار نے دونوں کے ہاتھ پکڑ کر پولیس کی حفاظت میں گھر بھیج دیا۔

جنت قنبدار سے نکل کر سیدھا گھر جانے سے سیدھا بنو ماں کے یہاں پہنچا۔ جنت کو دیکھتے  
ہوئے بنو بولا۔ "تیرے گھر سے آ رہا ہوں۔ وہاں کوئی بھی نہیں تھا۔ مجھے بڑی غصہ تھی۔ پولیس۔  
مجھے کیسے چھوڑ دیا؟"

"وہ کچھ کہ میں اس لڑائی میں شامل نہیں تھا۔ مگر انہوں نے مانا کو پکڑ لیا ہے۔ افسوس اس بات  
کا ہے کہ تمہارے بھٹے نے دوسرے پانچ آدمیوں کی چاں لے لی۔" جنت بولا۔ "بنو ماں! اگر  
کس کو قسم ہونے دے، پھر دیکھنا میں ان چاروں کا کیسے صفایا کرتا ہوں۔"

"نکین پارا تو نے اس لڑائی میں مجھے اپنے ساتھ کیوں نہیں رکھا؟ مجھے اس کا ہمیشہ افسوس رہے  
گا۔ آئندہ بھی کسی ایسے موقعوں پر مجھے بھٹے بھولنا۔" بنو ماں بولا۔

"وقت آئے دے، دیکھ لوں گے۔" جنت بولا۔ "بنو ماں! انہیں سے کچھ رقم کا بندہ دست  
سکتا ہو تو! میرا مطلب ہے کہ میں اپنے حریف صاف کر لیوں ہیں۔ تجھے تو معلوم ہے پولیس اور عدالت  
کے پتھر میں اب رقم کی ضرورت ہے۔"

لیکن بنو ماں بولا۔ "انہیں کچھ دن پہلے ہم نے جو چوری کی تھی جنت! اس سلسلے میں ابھی تک  
میں پولیس کی نظر میں ہوں اس لئے رقم کا کوئی اور طریقہ سوچنا ہوتا۔ تو گھر جا میں کل سچ تیرے  
گھر آؤں گا۔"

جنت بنو ماں سے مل کر گھر پہنچی تو ماں دروازے پر نظر نہیں بٹھائی تھی۔ اُس کا چہرہ ستا ہو  
تھا۔ گنگھٹا لال ہو رہی تھیں۔ ایسا لگتا تھا جیسے بدلتی ہوئی جنت نے اپنی جنت کی نگاہ گھر پر ڈالی اور  
کچھ کیا کہ ماں گھر میں اس وقت اکیلی ہے۔ اُس نے پھر گنگھٹا کے ماں کو دیکھا وہ جانے کیوں  
ماں کے پاس خود کو خیر سمجھ کر رہا تھا۔ پھر ایک مرتبہ جنت کے اُس نے بات شروع کرنے کے لئے  
پوچھ کر لیا۔ "ماں! اب کچھ میں نہیں ہو سکتا۔"

ماں نے اپنی حالت کو سنہالا اور آواز کے ڈھک ڈھک چھپاتے ہوئے بولی۔ "باپو قنبدار کے پاس  
گھر۔ اگر دکر گئے ہیں۔ اُس نے تجھے بری کر دیا ہے اس لئے۔"

ماں کا سچا لیکن نہ جنت خاموش ہو گیا۔ جنت کی ماں اس دشمنی سے شک آچکی تھی۔ آج پھر

دیکھ کر ہومان جلدی سے بولا۔ ”دیکھ بھگت! کچھ بولنا مت۔ تجھے ابھی پیسوں کی ضرورت ہے۔ سے کچھ نہ کچھ کام تو چل سکا جائے گا۔“

”مگر تیرا یہ احسان میں کیسے اٹھاؤں ہونا؟“ جنت نے مذہب سے کہا۔

و اسے اسان بھسا ہے، چڑھو کو میں ہی بی بی بھوں گا کہ یاری کوئی چیز نہیں۔ توجہ مجھے تھا  
پر چھڑانے آیا تھا وہ بھی احسان ہی کرنے آیا ہو گا؟“ ہنومان نے کہا۔

جلدی سے وہ پرتلی جیب میں رکھ لی کہ کہیں مان نہ دیکھ لے۔ خومان نے جگت کی ماں کو سلام کیا۔  
 ”سلام چاچی!“

جنت کی ماں ہونامان کے سلام کا جواب دیتی ہوئی گھر میں چلی گئی۔ اندر جا کر اس نے جنت  
میں اندر آنے کو کہا۔ جنت ہونامان کو وہیں چھوڑ کر ماں کی آواز پر اندر چلا گیا۔ ماں نے جنت کو قہر  
اکر ایک رُومال میں بندھی ہوئی کچھ چیزیں اس کی طرف بڑھائیں اور بولی۔

دیوید کو دروازے میں لے کر آیا۔ مجھے بھی بھجوا دیا۔  
 وہ دو گانم تک رکتا جب تک گیا اور دو مال لے کر پھر چلا گیا۔ وہاں جا کر جس  
 نے اسے لے کر کھانا کھانا دیا تھا اس سے ملنے کے لیے ہوئے رہا۔ اس اور انگوڑی کے ساتھ ایک خوک  
 دیوید نے لے کر نکلا تھا۔ ”جنت ایمان مانا اس وقت آگئی کہ انہی ضرورت پوری کر لیا وقت  
 کے گا تو اس سے بھی بھاری تحفہ لے لوں گی۔“

جنت نے دیر کا خط دیا تھا تو اُسے دیر دیر ڈھونڈ پھرا آگیا۔ اُس نے ایک شخص کو فریاد کیا کہ:

”میرے زور سے چل کر آیا مگر یہ بات اس کی کچھ بیش زانی کو دیر کو اُس کی ضرورت کا کہے ہو چلا؟“

بات یہ تھی کہ جس دن بنگلہ مہاراجہ کی بات دیر سے دوڑنے لگا تھا اپنے میاں اور بھین کی باہنیں لے کر

اس جو دیر دیر سے چھپ کر رہے تھے۔ سو بہن تنگ نہ رہا تھا۔ ”دیر سے چلے آئے تھی خرچ ہو گئی۔“

”میرا ماما کو تو میں چھڑا رہا تھا۔“ مزہ تو آئے گا جب ہزاروں کے کوڑے اور گناچے سال کی لال کھڑی

ہو جائے گا۔ اس لئے کہ جنت کے باپ کے پاس دو بھئیے، دو زن اور مکان کے سوا اور کیا

مومن تو یہ بات کر رہا تھا مگر لکسن کو اندر ہی اندر کچھ اور ہی بات کھائے جا رہی تھی۔ وہ بولا۔  
 "بھرم! اب میں جیت پر اکیلا نہیں سوؤں گا۔ میرا بستر بھی تم دونوں میاں بیوی اپنے ساتھ ہی  
 ہے۔ میں لگوا دو۔"

مواہن سنگھ یہ بات سن کر چوٹا مگر بھر خودی ایک تجویز پیش کی۔ ”ایسا کریں گے کہ میں اور تو کمرے میں سو جائیں گے، تیری بھانجی الگ سو جائے گی۔“

دیو نے میاں کے منہ سے بخلا دی کہ یہ بات سنی تو اس کا دل غرت سے اور بھر گیا۔ اس کے وہاں سے ہٹ گئی جہاں اب تک کھڑی باتیں سن رہی تھی۔ موہن ٹکھ کرے میں آیا تو میری دل سے موجود تھی۔ موہن ٹکھ نے آنے لگی تھی۔ یہی ہے کہا۔

میرے اور سن لے بے بستر ایک کمرے میں لگا دیتا۔“

”کیوں..... تجھے اکیلے سونے میں اترنا پڑا ہے؟“

ویرو نے بڑی ادا سے کہا۔ ”مجھے تمہارے بغیر نیند کیسے آئے گی؟“

دو سے مہینہ تک نہ جان سکی کہ جسے اس بات کی تہمت خوش ہوا، بد دل بن کر رہا۔ اب آپ کی جارہی ہے سیدھے راستے پر۔ دیر ہو یا نہ ہو آپ کی لگاوت سے یہاں کو کچھ دیر آخروں تک نہ بھی پیار بھرے لہجے میں کہا۔ ”میرا اہل بیت کچھ دن کی بات ہے، مگر ہم لوگ ہوں گے۔“

”جو عمر دارا ادا دے نیزہ چرمی اچھے اکیلے نہیں آئے کی۔“ ہر دو نے انھیں پیچھے ہٹے ہوئے کہا۔

”اے پیچھے نہ کر پھولا لاش سار ابقا۔“ جاتے جاتے اس نے دیر و کو ز قارب کیا

”نئے ہرے جادو ہرے لہجہ شرمناک کی۔“

”میں سب سلامت آئی۔“ دوشن کو جاؤں کی۔“ مجھے حضورؐ نے یہاں بنگلہ دار تاکہ بابا کو رہا پستا

”ابا کج کسلا۔“ بنگلہ دار نے کہا۔

جوہن نے جیوی کے پیاد بھرے لہجے سے سناڑ ہو کر کہا۔ ”ہاں، ہاں۔۔۔ صبح ہی منگواؤں گا۔  
 کے لئے کیوں پریشان ہو رہی ہے؟“ یہ بات کہہ کر مومن بنگلہ کمرے سے نکلے گا اور پھر یاد  
 کیا۔ ”وہ خدا کو راختر سے بند کرنا نہ چھوٹا۔“

۳۔ بھائی کی آواز سننے سے نئی اور ساتھ ساتھ دو مشورہ بھی کان میں چڑھا جو ممکن سمجھنے سے بچا۔ اسے خطرہ بہت آکر کھینچا گیا، آذر مرد کو دوا کر دیا جابے تھا۔ کہ اندر سے بند کرنے نہ کر دہ ہوئی خوش ہو گئی۔ اس نے ذرا عرصہ ہی بعد دوا نہ اندر سے بند کر دی۔ پہلے دو چمک عرصہ، پھر اس نے چمپائے ہوئے سکون اور آگوشی نکالی۔ سماں کی حساب کیسے والی کا پی اور راجکت کو کھنکھار کر دینا کر ڈوال میں باغ دلی۔ پھر یہ سوچنے سے سوئی کہ کج سے دیو بال راج سماں کی سے پڑھو ڈول کی۔

۴۔ دیو کی چمکی مارا جاتا ہے۔ مرے بھائی کے دوا نہ اندر سے بند کر دی۔ پہلے دو چمک عرصہ، پھر اس نے چمپائے ہوئے سکون اور آگوشی نکالی۔ سماں کی حساب کیسے والی کا پی اور راجکت کو کھنکھار کر دینا کر ڈوال میں باغ دلی۔ پھر یہ سوچنے سے سوئی کہ کج سے دیو بال راج سماں کی سے پڑھو ڈول کی۔

تھا کہ وہ دو لاکھ پڑھ بھی گئی تھی۔ وہ خود بھی نین چار چھ گھنٹیں ہی پڑھا تھا لیکن اب تک سب کتاب کا مطالعہ اسے پھر بھی خیال آتا ہے۔ لگا کر دہرے سے کئی ذہانت اور ہوشیاری سے زیورات ماں کو بھگوا دے۔ وہ دہرے ذہانت سے سرگرم سا ہو گیا۔ پھر اسے کیا کیا خیال آیا کہ وہ نیچے لگا کر کڑیا کر آتا۔ اس خیال سے ہی اسے کب تک تیزی سے بچے آ کر ہر پانچ بجے۔ چوٹان اب فکر نہ کر پڑھا۔ بجت نہ جاتے ہی چوٹان سے

تیرے سے کمال بھاننے کی ابھی ضرورت نہیں ہے، جو ان اُنکے تھے میرا ایک اوزر کا  
 "گا" کہ یہ کہ اس نے زوال میں بندھے ہوئے تھیں اور انہیں جو ان کی طرف بڑھا۔  
 "اے! اسے بچ کر رکھنے سے لا۔" وہ جانا اور جو حکم کا کہیں چڑی کا مال خریدنے  
 علی احمد کے سنہاں کے تھے وہی واقع ہو گیا، اور ان کا گناہ سے کم اور کم پانچ  
 ہا کر کے اس کو سوار کر کے گھر لے کر آئے۔

بیگم رہا تھا۔ تازہ ہوا میں اب چپائی مٹی کی سوغی سوغی محک بھی شامل ہو گئی تھی۔

موسم کی پہلی بارش ہو اور پنجاب کے دیہات خاموش رہیں، مسکناکت میں سے ہے۔ سب بارش کی آمد کا انتظار کرتے ہیں۔ پانی پرنے کی دیر کی تک دھڑک بھینگیوں میں شور مچاتے بارش میں لہانے نکل آتے۔ سبائیں بچپن پر جا کر پڑھوں سے بائیں کرتے ہوئے سمرات کا مزہ لے رہی تھیں۔ لیکن دیو اس وقت بھی چادر باری میں قیدی تھی۔ کھلے کھن کو آج بج ہی صاف دیا گیا تھا۔ چھت پر جانے والے دروازے پر تلا در تھا۔ ہر سال بارش کے دنوں میں دیر و چھت پر ہوتی اور اس وقت تک نہائی دھتی جب تک ایک ایک نہ بھیگ جاتا۔ جب تک موسم جواب نہ دے جاتا۔ کراس سال جب بارش آتی تو نیم چار یا ساڑھے دو گھنٹے پہلے آج پڑھیں چھت پر تھیں اور دیر و چھت سہم اور بارے میں کے ساتھ چھت کے پہلے۔

موسم ٹکے ابھی تک نہیں لوٹا تھا۔ دیر و چھت بھی موسم کی پہلی بارش میں صرد کیا کیا کرتے ہیں اور اس کا مایاں بھی دوسروں سے مختلف نہیں تھا۔ موسمن ٹکے اس وقت دوسرے کسانوں کے ساتھ لال پری کے سرے سے رہا تھا۔ بارش کے آواز دیکھ کر جب موسمن ٹکے کھنوں سے پھلے گا تو اس نے ٹکے سے کہا تھا۔ "میں شام کو گرہ چنچ جاؤں گا تو سارا کا مینا گرہ کر آ جاتا۔"

موسمن ٹکے چلا گیا کہ ٹکے کا دل بھی آج کل کام میں پکڑا ہو نہیں لگتا تھا۔ وہ جان گیا کہ ایسے موسم میں بھائی کہاں گیا ہے۔ پچھلے چند دنوں سے ٹکے کو دیر کے جوان جسم کا خیال بھی چھڑا دیا۔ دیر نے کہا تھا۔ وہ آواز ہے عیار میرے لیے میں "بھائی بھائی" کہہ کر کاٹا نہ تاکر دیر و اس سے کسی طرح خوش رہے۔ کبھی کبھی ٹکے سے کبھی دیر و اس سے کبھی زیادہ ہمدردیاں جاتا۔ وہ کہتا "جو فکر نہ کرو بھائی! میں بھائی سے کہن کر کہیں کھوٹے بھرے کی پوری آزادی دلا دوں گا۔" بھئی بھی نہیں بھی اپنی کی نظر سے دیکھ لیا کرو!" دیر و ٹکے کی ہمدردیوں کا مطلب خوب جانتی تھی۔ دیر و کی آنکھوں کے شیلے اسے جلا جلا دیتے۔ ٹکے کا دیکھنا دیر و کو ایسا لگتا جیسے وہ پکڑوں کے پار دیکھ رہا ہو۔ وہ اس سے دور ہی ڈھرتی۔

آج موسمن ٹکے جب ٹکے سے کہہ کر چلا گیا تو ٹکے کو موقع ہاتھ آیا۔ اس کے جانے ہی وہ بھی گھر کی طرف چلا۔ ذرا ہی دور گیا تھا کہ راتے میں پانی نہ آیا۔ اس کا سارا جسم بیگم رہا تھا اس کا ہوجا جیسے بدن کے ایک ایک عضو میں آگ بھری تھی۔ وہ کچھ اور تیز چلنے لگا۔ اب گھر سامنے نظر آ رہا تھا۔ دروازے پر پہنچ کر اسے تالا کھولا اور اندر آ گیا۔ دیر و سوتی میں بھی چڑھا پھر دیر و دی گئی۔ وہ کچھ دیر اور سیریاں دل جلدی کر آگے ہیں۔ ٹکے نے ایک نظر دیر و پر ڈالی اور بڑے جتنے لیے میں لولا۔ "کیں بھائی! کیا ہو رہا ہے؟" دیر و نے جواب نہیں دیا۔ ٹکے نے خاموشی کا رو کر پھر مخاطب کیا۔ "تم بھی کیا ہو بھائی! ہر وقت چڑھا پھونگتی دھتی ہو۔ ذرا دیکھو! گاؤں کی خوشی بچپن پر بارش کے سرے لوٹ رہی ہیں اور تم بار پانی خانے میں کھسی بھی ہو۔"

دیر و کو جب ہو رہا تھا کہ دیر و کو بھائی کا تالا خالی کب سے ہوئے گا؟ وہ سوچ رہی تھی کہ ٹکے پھر پھر۔ "گھر میں میں تمہارا بھی ایک قصور بھائی! گھر میں ہر طرف تو تالے پڑے ہیں ہر جگہ ٹکے کی کھنیں؟ قصور وہیں ابھی تھا میرے لیے چھت کا تالا کھولے دیتا ہوں۔"

بنو مان، بھگت کی بات سن کر کھل گیا اور لولا۔ "تجھے یہ سب سمجھانے کی ضرورت نہیں ہے۔ میرے اٹنے کا تھکا کا کام ہے۔" یہ کہتے ہوئے بنو مان نے سر سے چوڑی کوٹلی اٹھائی اور بھگت۔ زیر اس میں ہانڈے اور شام سے پہلے واپس آنے کا وعدہ کر کے چل دیا۔

مقدمہ سوا سینے تک چل رہا۔ پرتھوین انصاف کے چلے اپنی اپنی طرف بھگانے کے لئے پورا زور لگاتے ہوئے تھے۔ بھگت کاٹا گیا۔ اپنے تمام تعلقات اور پرانے مراسم استعمال کر رہا تھا اس کے ساتھ ساتھ جیسے بھی پانی کی طرح بہتا اور آخر کار دیر و ہوا جو یہ چاہتے تھے۔ کل۔

الزامات سے سب بری کر دیتے تھے اس لئے کہ پولیس کوئی ثبوت پیش نہیں کر سکی۔ جتنی شادی بھی ملے وہ سب کے سب خود اس بلوے میں شریک تھے۔ پھر محتول کی ایک گھر کا خاندان کے لوگ؟ جنہیں تھے اس لئے یہ فیصلہ نہیں کیا جاسکتا تھا کہ کس نے کس کو مارا؟ بیکھر مرنے والوں سے دیگر ٹکے کی دشمنی کی نہ موسمن ٹکے کی۔ اور اس دشمنی کے ذریعے وہ ایک بلوے کی شکل دے دی تھی اور اتنا: بنگاہ کرنے کے الزام میں چارہ دیکھ کر سارا اور رام اور شام کو کوئی قیدی کی سزا سنائی گئی تھی۔ مقدمہ قلم ہو گیا کہ ہزارہ کی ہزارں بھگت کا خون پھر کھول گیا۔ اسے اس بات پر غصہ زیادہ کر دوں یہ ٹکے کو اس کے ہاتھوں سے سہم سڑائی کی۔ بھگت کا خیال تھا کہ اگر رام اور شام بری گئے تو وہ عدالت سے باہر پھٹے ہی صاحب چکا دے گا۔ کھن کا فیصلے نے اس کی ساری آرزوؤں پانی پھیر دیا۔ یہ باتیں سوچ سوچ کر بھگت کا خون بڑھنے لگا۔ اسے خیال آیا کہ اب میں تمہاری بد لوں گا۔ کل ایک کا ہو یا چار کا زیادہ سے زیادہ سزا تو جانی ہی ہے۔ پھر ایک ساتھ ہی ان سب اور حساب پورا کر دیا جائے گا۔ اگر نہ دیر و کو کوئی اور انتظار کا مقصود ہے تو یہ بھی سمجھی آئے۔ باتیں سوچ سوچ کر بھگت خود کو سمجھانے کی کوشش کرتا رہا مگر اسے لگتا تھا کہ اگر اور سوچا رہا تو اس کے دماغ کی دھن پھٹ جائیں گی۔ اسی بے چینی میں اس نے ناگہی دی ہوئی پیاری کھوڑ: "ناک" کو تیار کیا اور سوار ہو کر اڑ گیا دی۔ ناک آگن کی آن میں ہوا سے باتیں کرنے لگی۔

بھگت سے پیار کی تھی، اس کا ایک ایک اشارہ پہچانتی تھی۔ وہ دیر و کا وقت تھا مگر جی روز کی طرح گری کی شدت نہیں تھی۔ کھوڑ پر بیٹھے بیٹھے بھگت نے آگن کی طرف دیکھا۔ ناک کی طرح آ آ آسان پر ہادی بھی دوڑ رہی۔ دیر و کی اپنی منزل سے نیگاہ نہ ہٹے۔ کھن اور دیر و سے بارش جی کہا رہا جاتا ہے۔ ناک دوڑتی رہی۔ اب بھگت کو ہوا میں جھنجھکی محسوس ہونے لگی۔ کھن اور دیر و سے بارش جی استقبال کے لئے تیار تھے۔ زمین کی دھول اڑ اڑ کر بادلوں سے ہٹتا رہا ہونے لگا۔ زمین بھی دھول اڑتی تو جی بھی جھوم جھوم کر گلے لگنے لگے۔ موسم خوشگوار ہو گیا تھا۔ ایسے میں بھگت کے دل میں یکایک دیر و کی یاد نے انگڑائی لی۔ اسے لگا جیسے جیسے دل میں غم پر جانے گا۔ بھگت نے حیرتی۔ ناک کی لگم چینی اور اسے واپس موڑ لیا۔ دیر و گھر گھوڑی بڑے بڑے کھن کا فیصلے کر گئی۔ بھگت نے ناک کی چٹنی پینے کو چاہا اور لولا۔ "بھل! گھر کی طرف چل۔"

ناک نے بھگت کی آواز سن لی، کان کھڑے کئے اور چلی دی۔ ابھی چند گیت ہی پڑا کئے ہوں گے کہ بال نوٹ پڑے۔ پونڈا باندی کب ہوئی بھگت کو نہیں چلا۔ اسے تو اس وقت ہوش آیا جب مولا دھار بارش ہونے لگی۔ ناک سمجھا کہ بھائی کی بھگت دیر و کی یادیں کم بارش میں



”تمہارے بھائی نے۔“ ویرو نے اس کی طرف دیکھے بغیر جواب دیا۔  
 ”وہ اپنی جلدی کر کیسے آگیا؟“

”اسی سے پوچھ لو۔“ موبن تنگہ بڑی کا جھلس کر کمرے میں گیا تو کھن دووں ہاتھ پیٹ پکڑے سے چار پائی پر پڑا تھا۔ اس سے پہلے کہ موبن کچھ پوچھے کھن نے خود ہی صفائی دے دیا۔  
 ”جیت میں بڑے زوردار دور ہوا تھا اس لئے چلا آیا۔ ابھی آگیا ہوں۔“  
 ویرو نے سن کر کھن کی بات کو بہت گریو لی کچھ نہیں۔ پھر کئی دن ہی دل میں کہنے لگی۔ ”ابھی تو لات پڑی ہے، دوسری بھی پڑ جائی تو خون کی تے کرنے لگا۔ آیا تھا بھائی پر ہاتھ ڈالے ذات کھن کا۔“

کھن کے جملے اب بھی ویرو کے دل میں طوفان جگانے ہوئے تھے اور دوسری طرہ طوفان جگت کے دل میں بھی تھا۔ انتقام لینے میں جو تاخیر ہوئی تھی اس سے وہ بے چین تو کے الفاظ ابھی اس کی دماغ پر بھڑوے سے چلا رہے تھے۔ کھن کا جگت پر اتنا بڑا الزام لگا کہ موبن جگت کے لئے بہت بڑی گالی کی۔ لیکن جانے کی بات میں ویرو جب بھی جگت کے سارے دوا چنا مارا اصرار ہوتا تھا۔ اسے محسوس ہوتا کہ اس کی آنکھوں میں آڑا ہوا خون ویرو کے آگے نہیں اور چھپ گیا ہے۔ جگت اندر تک سے شریف اور سادہ سا ہوتا تھا۔ اپنی اس کمزور جگت بچانے لگا تھا اسی لئے شاید ویرو کے سامنے اب وہ سخت لمبے میں بات بھی نہیں کر پاتا تو اس وقت بھی اس کے ساتھ کبھی سب کچھ ہوا اور وہ بے بس سا ہو کر کھو یا کھو گاؤں کی میں نکل گیا۔ بغیر کسی منزل کے چلا گیا چلا گیا۔ راستے میں جو ہوانے نے جگت کو اس طرح گم دیکھا تو ہماگ کر قریب آیا اور جگت سے کہنے لگا۔ جگت، ہوانان کی اس چاک آد سے چڑھا تھا۔ وہ اسے بھی کھن کی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا۔ ہوانان بولا۔ ”پارہا! تجھے ہی خاص تھا۔ موسم کی ہتلی بارش ہوئی ہے۔ اسی ملوئی شام مجھے بغیر گزارا ناظم ہے۔ چل گئے میں ہیں۔“

پچھتے پچھتے بھی ہوانان نے کسی مرتبہ جگت سے بات کر لی تھی مگر آج جگت جانے کن شیا میں تمہا چھپ رہی ہے۔ ویرو نے اس کے دل کی آگ کو بھڑکا رہی تھی اور وہ خاموش تھا۔ ہوانان جگت کو اتنا چھپ بھی نہیں دیکھا تھا۔ بس سمجھا تو اتنا کہ جگت آج کچھ پریشان ہے۔ یہ سوزہ کہنے لگا۔ ”جئے! تو میرا جگر کی بار سے تمہا چھپ رہا تھے پریشان کر رہا ہے۔ جو بھی بات مجھے تمہارے میں تیرے لئے جان بھی دیتے کو تیار ہوں۔“

جگت نے ہوانان کی بات سن کر مختصر سا جواب دیا۔ ”میں کسی کوئی بات نہیں ہے ہوانان! یہ کہ جگت دیوار پر لگے ہوئے ایک پوسٹر کو غور سے دیکھنے لگا۔ ہوانان کی نظریں بھی جگت کی نظر وں پھینکا کر لی ہوئی پوسٹر پر پھینکیں۔ پوسٹر میں ایک جوان فوجی وردی پہنے بدلتا ہوا تھا جس کے ہاتھ اس کے پیچھے لٹکا تھا۔ ”فوج میں بھرتی کی ہوئی ہے۔“

ہوانان نے پوسٹر سے نظریں ہٹا دیں۔ جگت سے پوچھا۔ ”کیوں دیکھ رہا ہے ایسے؟“  
 فوجی بننے کا ارادہ کر لیا ہے؟ یا یہ ہے تجھے پولیس ایجنسی نے ایک دھڑ پولیس میں بھرتی ہوئے

مورہ دیا تھا۔“ ہوانان نے یہ بات کہتے کہتے ایک خیر خبر پوسٹر پر نظریں جمادیں اور بولا۔  
 ”اے یہ بے دردی تھو پر مجھے کی بہت دور عجب دار لگے گا۔“

جگت ہوانان کی بات سن کر کمرے پر اور پوسٹر کو ایک نظر دیکھ کر ہوانان سے بولا۔ ”مجھے وردی کے لئے دیکھی نہیں ہے۔ پارہا مجھے تو بدلتا ہوا پسند آ رہی ہے۔ سب یہ جگہ چلا تا کہ کیا کر بدلتا ہوا اب تک نہیں آیا۔“ یہ کہتے کہتے جگت کے چہرے کے تاثرات بدل گئے۔ وہ دکھ اور گویا اور غم کو کھوتے ہوئے کئی کئی بار پوسٹر پر پوسٹر پر پھینکا مارا۔ پھر ہوانان کا ہاتھ پکڑ کر اسے لائے ہوئے بولا۔ ”چل ہوانان! آکر بیٹھیں۔“

ہوانان کی جگہ میں کچھ بھی نہ آیا جگت کو بیٹھے بیٹھے ایک ساتھ یہ کیا ہو گیا ہے مگر پھر بھی وہ بولا۔  
 ”نہیں۔“ دووں دوست ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے وہاں سے نکل گئے۔ راستے بھر جگت بھی سوچتا رہا بدلتا چلا جائے کہ لے کیا فوج میں بھرتی ہونا پڑے گا؟  
 کمر پہنچا تو ان کھانے لے انتظار کر رہی تھی۔ جگت نے ہان کو کھانے لے بیٹھے دیکھا تو بولا۔ ”میں رات کھانا کھاؤں گا اور ان کاں..... تو کھالے۔“

دیکھاری ماں نے ایک نظر پینے کو دیکھا لیکن اس سے پہلے کہ وہ جگت سے وچ پر بیٹھے جگت ات پر چلا گیا۔ ماں خاموش بیٹھی رہی۔ اُس نے کھانا پڑھا یا اور دوسری کے چھینکے میں دکھ کر خود لا چار پائی پر جا کر بھوکھی بی پڑ گئی۔

جگت جھپٹ پر پہنچا اور بغیر کچھ سے بدلے ہی چار پائی پر لیٹ گیا۔ آسمان ابنی بارش ہو جانے لہو بھی آبرو دیا تھا۔ ازل ہوا کے آگے کھیلنا کر رہے تھے۔ تیز ہوا چلتی تو بادلوں کے چھوٹے دھڑکے ہوا سے پہنچے کے لئے آسمان پر ادھر ادھر دوڑنے لگے لیکن ہوا بھر گیا انہیں چھپنے لگے۔  
 ناچائی۔

جگت بہت دیر تک یہ آنکھ بچھ لی دیکھا رہا۔ پھر آنکھیں موند کر چار پائی پر کھڑو لے لی۔ اب چرچا کچھ اور بڑھ گیا تھا۔ برسات کی رات میں بیٹنگروں کی آواز سنیں سانے میں مزید اضافہ کرنا میں کہنا سے میں جگت کو مبارک کے گھر کا دروازہ کھلنے کی آواز سنائی دی۔ وہ چوک کر اٹھا اور اپنی تکی کی منڈیر کے پاس جا کر ویرو کے گھر میں جھانکا۔ باہر کا دروازہ کھن نے کھولا تھا۔ وہ ایک وں میں لوٹا اور دوسرے ہاتھ میں لائین اور ڈانگ لے کر دروازے سے نکل رہا تھا۔ باہر جاتے تھے اس نے ایک مرتبہ پیچھے گھور کر دیکھا تو بڑا بھائی موبن تنگہ کمرے سے نکل کر کھن کے پاس آیا اسے باہر جگت کرنا دے دروازے سے کی کنڑ کی چڑھا دی۔

جگت نے کھن کو کمرے سے باہر نکلے دیکھا تو انتقام کا خیال غلبی کی طرح اس کے ذہن میں کودا۔  
 ہلک چھینکے ہی جگت نے چار پائی کے پاس رکھی اپنی مخصوص ڈانگ اٹھائی اور سڑے حیاں آڑ کر پڑھنے سے ہوتا ہوا ایک کے اٹھنے میں آگیا۔ اُس نے کھوڑی کھولی اور بڑی آہستگی سے جگت ڈانگ کمرے سے نکل کر رات کی سیاہی میں گم ہو گئے۔

ویرو کی لات جب سے کھن کے پیٹ پر پڑی تھی اس وقت سے وہ درد میں جھلا تھا۔ بڑا بھائی ہن تنگہ اس کے برابر ہی موبن کے لئے لٹا تھا۔ کھن کے بار بار کہنے سے موبن تنگہ کی ہینڈ آؤ



ہلی دیوار کے پاس چڑے اینٹوں کے ڈھیر پر پاؤں رکھا اور جگت کی گرفت ڈاک میں لگی برہمی پر اور جگت ہو گئی۔ اُس نے سانس روک لیا کہ ٹھیک سانس کی آواز سن کر ٹھیک چمکانہ ہو جائے۔ دم، گھم، گناہ اور ثواب ان سب باتوں سے جگت اس وقت بے بہرہ تھا۔ اُسے اگر کچھ یاد تھا تو صرف اُن کے بدلہ اور انتقام۔ ٹھیک اینٹوں کے ڈھیر سے اُتر کر دیوار کے قریب آیا ہی تھا کہ جگت نے اپنے پاؤں سے اڑنا ٹھکانا دیا۔ ٹھیک جگت کے پاؤں سے اُلٹ کر ایسے کر کے ہاتھ سے لوٹا اور لاشی اور پھوٹ گئے۔ وہ دیکھ کر خود کر گئی یہ اندھیرے کو گالیاں دیتا ہوا اُنھیں کی کوشش کر رہی رہا تھا کوئی کو کر اس کے سینے پر چڑھ بیٹھا۔ ٹھیک پھر اُٹ گیا۔ اُس نے دیکھا ایک شخص ہاتھ میں برہمی لئے اُس کے سینے پر سوار ہے۔ ٹھیک کے ہوش اُٹ گئے۔ وہ جھپٹنے کے لئے منہ کھول ہی رہا تھا کہ جگت نے تیزی سے اپنا ایک پاؤں ٹھیک کے منہ میں سمیٹ دیا۔ اُس کے جوئے نے ٹھیک کی زبان سے نکالے آزاد دیئے۔ وہ بڑا پھر جگت نے ایک مرتبہ پھر پاؤں پر زور دے کر ٹھیک کا منہ ایسے کلا جیسے وہ سانپ کا منہ ہو اور بولا۔

”سائے، حمای، بچا تو نے اسی زبان سے کہا تھا کہ میں نے تیری یہ بھی مایہ کو خواب کیا ہے۔ آج میں اس زبان کو اس کا ہی خد نکھوں گا کہ پھر کوئی لفظ اس سے نکل سکے۔ جانی کا زور دے رو کو دکھانے کا تھا کہ“

ٹھیک نے جگت کی آواز سننے ہی اس طرح ہاتھ جوڑے جیسے کہ رہا ہو۔ ”جگت! اس مرتبہ چھوڑ دے۔ پھر میں اپنی ٹھیک نہیں ہوگی۔“

مگر اُن ہی دہری جگت نے برہمی قول کر ٹھیک کے سینے میں پروردگی۔ ٹھیک تڑپا۔ دونوں ہاتھوں سے برہمی پکڑ لی مگر برہمی کا کام کر نہ سکی تھی۔ جگت نے اسے سارے زور سے پاؤں پر دھکیلا اور برہمی کو تڑپا کر اُس کے اُپر کھینچا اور برہمی چپٹ کو ناف سے تنک چرتی ہوئی باہر آ گئی۔ ساتھ ہی خون کا ایک ٹوارہ سا نکلا۔ اور ٹھیک اُن کی آن میں عشاء ہو گیا۔!

جگت نے اپنا ہاتھ ٹھیک کے منہ سے کھینچ کر باہر نکالا۔ کچھ اور اینٹوں کے درمیان پڑی لاش پر قربت سے نظر ڈالی اور منہ پر ٹھوکتے ہوئے بولا۔ ”اب جیسا اُن وقت تک جین سے نہیں بیٹھے گا جب تک تیرے یہ بھائیوں کا بھی منہ نہ جیسا نہ کر لے۔“ یہ کہہ کر جگت نے اپنی خن آواز پر برہمی کو ٹھیک کے کپڑوں سے صاف کیا۔ تیزی سے ایک کے پاس آیا اور اسے کھول کر اندھیرے میں گم ہو گیا۔ ٹھیک دیر تک ماک کی ٹانگیں ستانی رہی اور پھر معدوم ہوئی ٹھیک۔ ٹھیک کی اُنھیں ہوئے ہر قدم کے ساتھ جگت ایسے گھر گاؤں، ٹنگے، سانبھوں، دیار اور انتقام سب کو پیچھے چھوڑے جا رہا تھا اور زور ٹھیک کے روہے تھے۔!

اُڑ جاتی۔ آخر فحش آکر اُس نے ٹھیک سے کہا۔ ”جا کھٹے اینٹ میں دوہرے تو آٹھ کے جھگن ہو۔“ ٹھیک نے موہن گھم کا مشورہ قبول کر لیا مگر برسات کی رات اُسے اور ڈرنا ہے دے رہی تھی اُس نے سوچا گاؤں سنسان پڑا ہوگا۔ اُس وقت تو شاید وارہہ کتے بھی پانی سے بچنے کے لئے جو آؤں ہو گی وہیں چھپ کر بچنے ہوں گے۔ اُسے بہتر پر چڑھے ہوئے بھی باہر کے ستانے۔ ہول سا آنے لگا اور سمجھا کہ اُس نے چادر اس کے اوپر کھینچ لی۔ ٹھیک دیر ہی زور کی کھیرا۔ مرتبہ اُس کے پیٹ میں بڑی زور کی ٹپ سی اُٹھی اور پوری کوشش کے باوجود بھی ٹھیک کے منہ۔ ٹھیک اُٹ گئی۔ اُس نے ٹھیک سمجھنے کے لئے پیادے اور پھر تیزی سے ٹھیک کو ڈانکا کہ جب اتنی تکلیف ہے پھر کہنا کیوں نہیں مانا؟ ہر ٹپ کی ڈانٹ سن کر ایک مرتبہ تو ٹھیک کا دل چاہا کہ بڑ۔ بھائی کو کچھ بتا دے کہ پیٹ میں دیروہہ لات داری تھی تکلیف اس کی ہے اور کوئی بات نہیں۔ پھر اُس نے سوچا کہ اس کے بعد جو حال پڑ جائیگا اس کے زیادہ تکلیف دہ ہوگا۔ جب چاہا اٹھا اور یہ کہہ کر کہ ”میں زیادہ زور نہیں چاہوں گا، مجھے دھڑلکا ہے۔“ پھر جانے لگا۔ موہن گھم نے ٹھیک کو دیکھا، اُس نے ایک ہاتھ میں ڈانکا اٹھا رکھا تھا۔ موہن نے کہا۔ ”ٹھیک لائین نہ ڈانک بھی لے لے، تاکہ کچھ میں پھسل نہ لے جائے۔“

ٹھیک نے موہن گھم کی بات سن لی اور جب چاہا لائین اور ڈانک اٹھا کر دوڑا اور کھول باہر نکلا گیا۔ وہ ابھی چند قدم ہی گیا تھا کہ گاؤں کا ستانا دیکھ کر زور کیا اور اُس نے فیملہ کر لیا کہ زیادہ زور نہیں جائے گا۔ بس سامنے بیڑوں کے پاس جو کچھ ہوا مکان کے پاس ٹھیک کے دیوار کے پاس بیٹھا گاؤں گاہ۔ وہ پہنچا ہوا آگے بڑھ رہا تھا کہ ٹھیک تیز ہوا کے ایک بھوکے سے اُٹھ کر لائین کر ہوئی۔ اُس نے چاہا کہ واپس ہو جائے مگر پیٹ میں گڑبڑ اتنی تھی کہ واپس جانا اور ڈھار گئے۔ ٹھیک بھی ہوئی لائین اُس نے قریب کے بیل کے پیچھے کود کر واپسی میں لے جا سکے۔

سنسان راستہ، ہوئی سرسراہٹ اور بیڑوں کے شور پاتے بچے مائل کو اور خوفناک بنا دے ہوئے تھے۔ ٹھیک کا دل زور زور سے دھڑکا رہا تھا پھر بھی وہ سامنے کے گھنڈہ کھینچنے کے لئے تیز قدم اٹھانے لگا۔ بچے راستے کی طلی سے بائیں کے بھر بھڑکی صورت اختیار کر گئی تھی۔ اُس نے پیچھے راستہ پر ٹھیک اٹھوڑا پانی موجود تھا۔ ٹھیک کے تیز تیز چلنے سے ایک خاص قسم کی آواز پیدا ہوئی تھی۔ وہ جب تک ایک ایک بھڑکے ٹھیک کے قدم اور پھر بیڑوں کی آواز آواز پیدا کرتے جیسے انسان اُنھوں کے موهوں پر اپنی زبان تالو سے ملا کر فوس کی آواز پیدا کرتے ہیں۔ ”چہ چہ۔“ ٹھیک آگے بڑھ گیا۔

وہ ٹھیک جانتا تھا کہ اُس کی گھنڈہ میں اُس کی موت چھپی بیٹھی ہے۔ گھنڈہ کو ایک دیوار سے چپکا ہوا جگا اپنی ڈانک میں لگی ہوئی برہمی تو لے ٹھیک کا منتظر تھا۔ اپنی ٹھیک کی ماک کو وہ اُس گھنڈہ کے دوسری طرف بیڑوں کے پیچھے اندھہ آتا تھا تاکہ ٹھیک کی نظر ماک پر نہ پڑ جائے۔ جوں جوں ٹھیک کے قدموں کی ”چھپ چھپ“ قریب آ رہی تھی جگت کی رنگوں میں ڈوڑنا خون انتقام کے چلے ہوئے زخموں کی ٹپ سے کھول کر جگت کے جسم کی شریخوں سے باہر نکل جانا چاہتا تھا۔ ٹھیک نے گھنڈہ کی

ادب و بات اس کے ہونٹوں تک آ کر لوٹ جاتی۔

اسے تیز ہوا کی سرسراہٹ کے ساتھ باہر سے ایسی آواز آئی جیسے کسی نے دروازہ کھٹکٹایا ہو۔ موہن کا سامرا مزہ کر رہا ہو گیا۔ اس نے گالی دیے ہوئے کہا۔ "ہوں..... یہ خوف اتنی جلدی آ گیا۔ یہیں کہیں قریب ہی بیٹھ گیا ہو گا ڈر ہو گا۔"

دیر کو چھوڑ کر وہ بیٹھا بیٹھا ہوا دروازہ کھٹکے چلا گیا۔ مگر دروازے پر کوئی بھی نہ تھا۔ اس نے لائین اٹھا کر ادھر ادھر دیکھا اور ڈور تک گپ اندھرا دیکھ کر اس کا بدن خوف سے کاہل ہو گیا۔ اسے مل ہوا کہ ایک اور موٹو آ گیا، اس سے دروازے پر دڑوے سے گھرائے۔ پہلے وہ چونکا مگر پھر خود ہی اس کی کچھ میں آ گیا کہ دروازے پر کسی نے دھک نہیں دی تھی بلکہ تیز ہوا سے دروازے آہیں میں ٹھکرا کر شور مچا رہے تھے۔ اب اسے احساس ہوا کہ ممکن ہو کیوں اٹھایا جائے دیا۔ وہ یہ سوچ ہی رہا تھا کہ کدال گرے، پھٹی چکی اور بارش پھر ٹوٹ پڑی۔ پانی سے بچنے کے لئے موہن جلدی سے کمرے میں چلا گیا۔

گالی وقت گزرنے کے باوجود نہ بارش تھی اور نہ ٹھکن واپس آیا تو موہن کو لگ رہی تھی۔ اس نے ادھر کو دیکھا۔ ہاتھ میں لائین تھامی اور سر تاٹاٹا کھٹکا ڈال کر دیوہا ہاں لگے۔ قریب میں رہنے

تھکن کے کمرے سے باہر نکلتے ہی بڑے بھائی موہن تکھن کے محنت کا دروازہ اندر سے بند کر دیا اور فریڈ کے کمرے کے بند دروازے کو ٹوک کر دیکھا۔ اسے خیال آیا اس وقت جتنی سے قاندا اٹھانے کا موقع ہے۔ وہ اندر گھر کے میں میں ایک جگہ رہی اور صبح کی اس کھٹیا حرکت پر اب تک بے چین تھی۔ وہ جتنا سوچتی تھی میاں اور بدعاش و پیروں کے لئے ہرے اس کے دل میں نفرت جو جتنی ہی جاتی۔ آج آج بکلی ہے میں موٹو پر آ کر اس کی عزت بھائی تھی جسے میاں اٹھان دینا جانتا تھا۔ لیکن پھر بھی وہ یہ بات کسی سے کہہ نہیں سکتی تھی۔ کتنے کہنے ہیں۔ لوگ جو جگت پر بدکاری کا الزام لگاتے ہیں اور خود بدکاری کرنا چاہتے ہیں۔ اس نے سوچا کہ ایسے لوگوں کے ساتھ وہ کر زندگی کو برا دیکھنے سے بہتر ہے کہ بغاوت کر کے اپنے من چاہے مر د کا گھر آباد کر لوں۔ وہ دیکھ کر کڑھ کر جینے یا خود کشی کرنے کی قائل نہ تھی۔ اس نے سوچا جگت سے مل کر معلوم کروں کہ کیا وہ اسے اپنانے کے لئے تیار ہے؟ مگر یہ سوچتے ہی دیر کو جگت کی ماں یاد آئی۔ وہ دیکھتے بہت جانتی تھی اسے۔ لیکن کیا بطور بھوئی قبول کرے گی؟ ماں نے ایک بار کہا تھا کہ جگت کے لئے لڑکی پسند کر لی تھی۔ چندن کو نام ہے۔ تو اب اسے وہ مقام کیسے مل سکتا ہے؟ وہ چندن کو کہہ سکتا ہے کہ جگت میں کتنی ہے؟ پھر جگت اس کا اتنا خیال کیوں کرتا ہے؟ کیا چندن کو جگت کو پسند نہ ہو..... وہ فریڈ کا دل اس کے دماغ پر ایسے ہی سوالی حلقے کے تھوڑے چلا رہا تھا کہ دروازے پر دھک کے ساتھ میاں کی آواز آئی۔ "درا جلدی سے دروازہ کھٹکنا۔"

وہ دیر تک تھی۔ اس نے اٹھ کر دروازہ کھٹکا۔ موہن تکھن کی آنکھوں میں شرارت نظر آ رہی تھی۔ "تھکن ذرا ہار گیا ہے۔ میں نے سوچا موٹو ہے، کتنے دن ہو گئے تھارے بدن کا قریب نہیں ملا۔" یہ کہہ کر موہن نے دیر کا ہاتھ پکڑ لیا مگر وہ نے فوراً ہاتھ چھڑا دیا اور ڈور ہٹ گئی۔ "یہ وقت تو مجھے اور دماغ سے کاٹیں ہے جاتی۔ وہ اٹھ کا پٹھا ابھی دیکھ آ جائے گا۔" موہن تکھن نے بالکل بازاری لہجے میں کہا۔

دیر کو بہت غصہ آیا۔ اس نے سوچا صاف صاف کہہ دوں کہ "جگت سے توڑنا اور خانا کیرا؟ جگت میں رکھا ہی کیا ہے۔ ابھی بس دو ہی منٹ ہیں..... لیکن بڑے کھٹ میاں کو کھٹنے دینے سے کیا حاصل؟ یہ سوچ کر بات بدلتے ہوئے بولی۔ "گھر میں جوان جوان دیر ہیں ان کی شادیاں کرنے کی فکر کرو۔ میں ابھی گھر کا کام کرتے کرتے تھک جاتی ہوں۔"

موہن نے فریڈ کی پیٹھ پہنائی اور پہلے پہلے دانت کھاتے ہوئے بولا۔ "اوسے وہ تو جیل میں ہیں۔ ان کی ابھی سے کیا فکر ہے۔ جتنی بھی ہے تو اپنی بات کر۔" "اب وہ بد بھلا کی بات کر رہی۔ اس وقت بھی وہ وہ کر رہے تھکن کی وہی حرکت یاد آئے گی۔"

دیر کو بولا۔

وہ ابھی سوچ میں

ہو رہا تھا کہ دروازے پر

دھک پڑی۔

وہ ابھی سوچ میں

ہو رہا تھا کہ دروازے پر

دھک پڑی۔

وہ ابھی سوچ میں

ہو رہا تھا کہ دروازے پر

دھک پڑی۔

وہ ابھی سوچ میں

ہو رہا تھا کہ دروازے پر

دھک پڑی۔

وہ ابھی سوچ میں

ہو رہا تھا کہ دروازے پر

دھک پڑی۔

پولیس افسر نے جاتے ہوئے نانا سے کہا: ”اس کا مطلب ہے اب ہمیں آپ کے نواسے کی تلاش کرنی پڑے گی۔ طوقان میں بہت سے لوگوں کے بہہ جانے کی بھی اطلاع ملی ہے۔“

اب دیر و بھلا کیا بات کرتی۔ اس وقت بھی رو رہ کر اُسے نصیحت کی دینی کا دل خاموشی سے رو رہا۔

پولیس افسر سے یہ بات سن کر ناگوار ہو کر وہ کچھ بولنے لگا۔ دینے والے کا دل کھردرا کر میرا جگت اس طرح آسانی سے سر نہ اٹا سکیا۔۔۔ اچھی تو اسے اور تین دھنوں کو کھٹکانے لگا تھا۔

مگر دو پہر تک پورے گاؤں میں یہ بات پھیل گئی کہ کھن کو قتل کرنے کے بعد فرار ہوئے ہوئے جگت ندی میں ڈوب گیا اور اب پولیس اُس کی لاش تلاش کر رہی ہے۔ سو کھن گھمے کے پاں آنے والے بھی اس بات کا تذکرہ کرتے اور جہان بیٹے کی اس ناگہانی موت پر افسوس کر کے پلے جاتے۔

کھن کی موت کے بعد جب وہ بھی خاموش خاموش رہنے لگا تو لوگ یہ سمجھ کر پوری موت کے ڈھکے سے اُٹھ کر نکل پڑے۔ حالانکہ بات یہ تھی کہ سب کا خیال تھا کہ جگت نے پہلی دھکی کی بنا پر کھن کو قتل کیا ہے۔ لیکن وہ اب اس خیال سے بھی متفق نہ تھی۔ وہ جانتی تھی کہ جگت کو معلوم ہو گیا تھا کہ کھن نے یہ دھکی عزت پر عمل کر کے قتل کی تھی اس لیے اس نے اُسے اُسی رات کھن کا کام تمام کر دیا۔ یہ بات وہ کس سے کہہ نہ سکتی تھی۔ دل ہی دل میں کراہ رہی تھی کہ جگت کو اپنی چھوٹی عمر میں کھرا پھوڑنا پڑا۔ اب آخر وہ کیا کرے گا؟ اُس کے ماں باپ کا کیا ہوگا؟ لیکن جب اُس نے سنا کہ جگت نے جس میں ڈوب گیا تو اُس کی آنکھوں کے بندھی ٹوٹ گئے۔ آنسوؤں کا سیلاب بہہ نکلا۔ مگر اُس کا دل اس بات کو ماننا نہ تھا۔ اُسے یقین تھا کہ اُس نے جگت کو جو قصہ دیا ہے وہ اُس کی حفاظت کرے گا۔

جگت کے گھر میں اُداسی نے ڈیرے ڈال دیئے تھے۔ کئی رشتہ دار اعلان ہو رہی تھیں کہ لے آئے اور ایک دن اچانک جگت کے ناگوار ناگوار دیکھ کر وہ سب حیران رہ گئے۔ جس گھوڑی پر جگت فرار ہوا تھا، اُسی پر سوار ہو کر موچوں کو ڈور سے ہونے جگت کے ناگوار ناگوار لے آئے تھے۔ گاؤں کے لوگ یہ دیکھ کر حیرانی سے غصہ لگے کہ جگت میں گھوڑی کو لے کر نکلا تھا وہ اُس کے ہاتھ کے ساتھ تھی۔ سو کھن گھمے کے گھر میں سب کو چپ دیکھ کر وہ ناراض ہونے لگے۔ آتے ہی انہوں نے کہا۔ "موت دھن کے گھر میں ہوئی، سوگ یہاں کیا۔۔۔ تم سارے کے سارے منہ لگائے کیوں بیٹھے ہیں؟"

"آپ تو جانتے ہی ہیں کہ کھن کے قتل کے سلسلے میں پولیس کو جگت پر شبہ ہے۔ کسی نے کہا۔ "شبہ۔۔۔ نا نا زور سے بیٹے اور لوگ سمجھے کہ اچھی وہ پولیس کو گالیاں دیتے لگیں گے۔ مگر انہوں نے تجھے غم کر کے کہا۔ "پولیس کو تو شبہ ہے نا، لیکن تجھے تو یقین ہے۔ میں تو سیدھ ٹھوکر کہتا ہوں کہ جگت کے علاوہ کوئی اور یہ کام کر ہی نہیں سکتا۔"

ذرا دیر کی خاموشی کے بعد پھر کسی نے کہا۔ "پولیس جگت کی لاش تلاش کر رہی ہے۔" کھن دالے کی بات سنانے پر اپنی گر جدار آواز سے کاٹ دی۔ "خبردار! ایسے الفاظ نہ نہ نکالنا۔ پولیس میرے نواسے کی عمر کسی کم نہیں کر سکتی۔"

پھر انہوں نے جگت کی ماں سے کہا۔ "بیٹی! تو کیوں روئی صورت بنائے بیٹی ہے۔ جائداد جا کر سب کے لئے لٹی آئے۔"

باپ کے یہ الفاظ سن کر بچی کو یقین سا ہونے لگا کہ اُس کا چاچا جگت ضرور زندہ سلامت ہے۔ مگر اُسی چلانے والی بات اُس کے منی کو لگی۔ پھر بھی وہ بے دلی سے اُنھ کی تو تانا نہ کہا۔ "اور ہاں۔۔۔ آج ہی میں شکر دراز زادہ ڈالنا۔ برابر دھکے کر میں جو تین ہو رہے ہیں ان کو سننے ہونے کی بجائے کا حذرہ دیکھنا کرنے کے لئے میں خاص طور پر ریتا آیا ہوں۔" نا نا کی یہ بات سن کر جگت کی ماں کا دل دلی گیا۔ وہ سوچنے لگی انتقام کا جذبہ انسان کو کتنا بے در عادت بنا ہے۔!

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ جگت کے ہاتھ کے الفاظ ایک ہتھ کے اندر اندر لوگوں کو ج معلوم ہونے لگے۔ کیونکہ ندی سے یوں تو کئی لاشیں ملیں، لیکن ان میں جگت نہیں تھا۔ اب پولیس کو پھر سے جگت کو زندہ پکڑنے کے لئے ہوشیار رہنے کے احکام صادر کیے گئے۔

خان پر سٹل کے پولیس افسر سہا کی چند ہی قرام ہو گئیں۔ ریتا کے چودا کر اُس نے فرانسز کر دیا۔ سہا کا خیال تھا کہ اگر جگت زندہ ہے تو اسے کھر دو گلیں۔ رے ضرور آئے گا۔ یہی سوچ کر اُس نے جگت اور اُس کے ہاتھ کے کھر غصہ پولیس کے آدلی لگا دیئے تھے۔ جیسے جیسے دن گزرتے گئے، سہا کی پریشانی بڑھتی گئی کیونکہ جگت کے اس طرح فرار ہوجانے سے پولیس کے نام کو بھگ رہا تھا۔ ایک دن ریتا سے ایک امید افزا خط آیا کہ کھن والے پہل کے کھر ہونے والی چوری کے سلسلے میں پولیس نے ایک شخص کو چوری کے مال کے ساتھ گرفتار کر لیا ہے۔ مگر نام کھر گھمے ہے۔

مار پیٹ کی گئی تو اُس نے اپنے دو اور ساتھیوں کے نام بھی بتائے ہیں۔ ایک نام جہان گھمے اور اُسی نام جگت کا ہے۔ یہ تینوں اس چوری میں شریک تھے۔ شائد ہی پر جہان کو گرفتار کر لیا گیا ہے۔ آپ آئیے تو مزید اقدام کیے جائیں گے۔ جہان ان جگت کے نام پر چڑھ کر سہا پکرا گیا۔ پھر خود ہی بولا۔ "اُس کا مطلب ہے کہ بدلوں سے ہونے ہیں۔ جس اُس روز جہان کو چھڑانے کے لئے جگت خود چل کر آتا تھا۔ میں اُس وقت چور تھا، بن گیا مگر اب کے اُسے سہن کھاؤں گا۔" یہ سوچ کر سہا فوراً ریتا بیٹھے کے لئے کھڑا ہوا۔

ریتا گاؤں کے قہانے میں سب ڈوبی پر حاضر تھے مگر پھر بھی سکوت سا چھایا ہوا تھا کہ اس خاموشی کو توڑتی ہوئی ایک آواز سنائی دی۔ "جلدی بولی۔۔۔ کہاں ہے جگت؟"

جہان کے گالوں پر کیے بعد کھن کے زوردار دو چھڑ رسید کرتے ہوئے پھر سٹنڈنٹ سہا چننا۔ اُس کی آنکھوں میں خون اُترا ہوا تھا۔ چہرہ زیادہ غصہ کی وجہ سے سرخ سا ہو گیا تھا اور آواز اس کی جیسے کوئی پٹھان قرعش کی چھوٹی کر با ہو۔ کر جہان چپ تھا۔ اُس کے ردوں طرف پولیس والے اڑے جاتے تھے کہ کھن سے تھے۔ جہان نے کھن کا کھڑے کھڑے پر ایسے ہاتھ پھیرا جیسے اُس نے سہا کے گھروں کی گرد دیواروں سے سہا سے جہان کی یہ خاموشی اب بروا نہ نہ ہوئی اور اُس نے اپنی تمام تر قوت نکال کر کے ایک زوردار ٹکا جہان کے پیٹھ میں مارے ہوئے کہا۔ "آج میں تجھ سے سارے راز انکھار چھوڑ دوں گا۔"

"اوہ۔۔۔" جہان کے منہ سے صرف ایک لفظ نکل سکا۔ پھر وہ پیٹ کو دونوں ہاتھوں سے دبا کر دوہرا ہو کر وہیں ڈھیر ہو گیا۔ اُس کے منہ سے جھجک بھر رہا تھا۔ یہ حالت دیکھ کر سہا نے غصوں کیا کہ اُس نے غلط جگہ پر نہ زیادہ زور سے ٹکا مار دیا ہے۔ پھر بھی اُس کو اس بات پر افسوس ہو

رہا تھا کہ بنومان سے اپنے سوال کا جواب معلوم کرنے کے لئے انتظار کرنا چاہئے گا۔ اُس وقت تک جب تک بنومان ہوش میں نہ آجائے۔

کافی مار پیٹ کے باوجود جب بنومان نے کچھ قہقہہ نکال دیا تو سنبھانے اُسے پیادہ سے پھسلا چاہا۔ ”خوشو بنومان!“ اُس نے حکم۔ ”مستم شکمہ نے چوری کا اقرار کر لیا ہے۔ اُس نے یہ بھی بتایا۔ نرم اور جنت میں چوری میں شریک تھے۔ اگر تم جنت کا پتہ نہ داتو تو میں تمہیں اس جرم سے برا کرنے کے لئے تیار ہوں۔“ قہقہہ دیکھ کر سنبھانے ساتھ سے میں بھی قہقہا؟

بنومان کو حکم کا نام نہ کر سکا۔ ”وہ پتہ۔“ مستم شکمہ جھوٹ بکا ہے۔ یہ بھی اگر تم مجھے چور کے جرم کی سزا کرنا چاہتے ہو تو کرو! جنت کے بارے میں مجھے کچھ بھی نہیں پتا ہے۔ اگر مجھے جنت کے کھانے کا علم ہوتا تو میں آج تمہارے سامنے نہ ہوتا، جنت کے پاس ہوتا۔“

”یہ بات ہے؟“ سنبھانے بنومان کے بال پکڑ کر اس کا سر زور سے دھیرا سے ہلکایا اور قہقہہ سے ہر پختہ دہاں سے چلا گیا۔ سنبھانے کے جانے کے بعد بنومان نے اپنے سر میں چرت والی جگہ پر ہاتھ لگا کر اُس کا ہاتھ گرم گرم کرکے دیکھا۔ اُس نے ہاتھ کو سامنے لگا رکھا اور قہقہہ سے رات بچھ کر بولا۔ ”مستم شکمہ غدار..... یاد رکھو! اب ہر کل کو سنبھانے تیرے خون سے ڈرنے کو تا م بنومان نہیں.....!“

سنبھانے بنومان کو چہرہ کی سزا کر دادی اور تھیل کی سلاخوں کے پیچھے گزرنے والا ہر دن بنومان کے انتقام کی آگ بھڑکا دیتی رہا۔

سنبھانے کے لئے جنت کی یہ ہر امر اس قدر گندمی بڑی پریشان کن تھی۔ سارے علاقے کا کوئی کونہ پولیس نے چھان بار کیا، جنت کا کہیں کچھ نہ مل سکا۔ سنبھانے اس امید پر بھی اب اس پر تکی تھی کہ جنت ضرور کسی جگہ ڈاکوڑے لگا چوری کرے گا اور اس طرح سامنے آجائے گا۔ گردن گزرتے جا رہے تھے اور سنبھانے کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔ بار بار یہی سوال اُس کے سامنے آتا کہ آخر کون کہاں کیا اور کیوں چھپ کر بیٹھا ہے؟ کافی سوچ بچار کے باوجود مجھ سنبھانے کو کوئی نہ کر سکا۔ اگر ایک بات مجھ کو اس کی سمجھ میں آئے کہ جنت بڑی دلچسپ جگہ ہے۔ لیکن کون اس نے پرانی عداوت کی بنا پر ہی مارا تھا پھر بھی اس کے دودھن اٹھیں تھیں اس کی جنت میں دھوکے خنوں کی سزا نہیں پوری ہوئے ہیں پورے سات مہینے ہائی ہیں۔ تو کیا اس ساری مدت میں جنت ضرور میرے پاس ہے؟ سنبھانے سوچا رہا مگر اُسے اس سوال کا جواب نہیں مل سکا۔ وہ دھکت کے بارے میں جتنا سوچتا اتنا ہی مسائل اٹھتا نظر آتا۔ اُسے اب تک بار بار جنت جگہ جگہ سنبھانے آیا تھا اور بنومان کی بے گناہی ثابت کرنے کی کوشش میں کاباب ہو گیا تھا۔ سنبھانے اُس کی مصیبت اور چیلے میں کچھ کو دیکھ کر اُسے پولیس میں بھرتی ہونے کا مشورہ دیا تھا۔ کاش اسی وقت سنبھانے اُس کے پاؤں کے پھیر میں نہ آیا ہوتا۔ اب وہی لڑکا ایک مفرد و قاتل کی حیثیت سے پولیس کے نام کو بھگتا رہا تھا اور پولیس مجبور تھی۔ وہ اُسے کہاں ڈھونڈتی؟ کوئی بھی نہ جانتا تھا کہ وہ کہاں چھپ گیا ہے؟

اُس زمانے میں لاہور کا ٹھری کیمپ زوروں پر تھا۔ بھرتی ہو کر نئے نئے دھرموت آتے۔ وہ جی قوم کے ہوتے ہی قوم کی رجسٹر میں اُن کو کھینچ دیا جاتا۔

لیکن ہر شے شکمہ کے رجسٹر کا کچھ نہیں تھا۔ چار ماہ خوش شکمہ رجسٹر میں جوئے و مکرمت بھرتی ہو کر آتے تھے اُن کی ٹریننگ کیمپن ہر شے کے ذریعہ تھی۔ چار ماہ کی سخت محنت اور افتادگی کے بعد آج شکمہ رجسٹر کے اس دستے کو پہلی مرتبہ رائل ٹریننگ کے لئے طلب کیا گیا تھا۔ سارے جوان ٹھری کیمپ میں ایک طرف تقاریر میں کھڑے تھے۔ اُن میں زور اور شکمہ بھی تھا۔ آج زور اور شکمہ بہت خوش تھا اور تقاریر میں سب کے لئے لڑا تھا۔ پہلے چار ماہ کے دوران کی اس سخت زندگی سے وہ بھی کچھ بھری پڑا سامی تھا مگر اس چار ماہ کی کوشش کو کسی احساس نہ ہونے دیا۔ جب بھی اُس کا دل یہاں سے گھبرا تا تو کیمپن ہر شے سے صرف یہ ضرور پوچھا۔

”صاحب! ابھی چار ماہ تک کھلیا جائے گا؟“

اور کیمپن بندیش میں کرکھا کرتا۔ ”زور اور آج بہت بے مضرا ہے۔ یار۔ مگر تیرے رپورٹ اچھی ہے۔ جلدی ہی ہاتھ میں داخل بھی آجائے گی۔“

آج جب زور اور شکمہ نے پہلی مرتبہ بندیش کی لہلیں بار کو رکھ کر چلائی تو کوئی کا دھماکا جانے لگی۔ ایک اُس کے کانوں میں گونجنا رہا۔ اور پھر وہ آواز دہاں میں گھل گئی۔ ”زور بہت زور..... مگر اس آواز کے ساتھ ہی ساتھ زور اور شکمہ کا دل بھی کیوں زور ایک گاؤں میں جا پہنچا۔ اُسے وہ بات یاد آئی جب اُنہی گھوڑی پر سوار ہو کر وہ گاؤں کے بھاکا تھا اور انہیں جانتا تھا کہ اُس کی منزل کہاں ہے۔ اس وقت تو اُسے یہ بھی معلوم نہ تھا کہ راستے میں بچے والی روپائی تھی میں بارش کی وجہ سے قیامت خیز طوفان آیا ہوا ہے۔ چاروں طرف گھپ اندھیرا تھا، موسلا دھار بارش تھی اور راستے میں حادج ٹھوٹتی روپائی تھی اپنی زندگی اُسے والی ہر شے کو بھگا کر لے جانے کو تیار تھی۔ یہ دیکھتے ہوئے وہ کنارے پر بھی کڑی قاتل کر قدم بچھنے لگا۔ پہلی موت کا سامنا تھا اور سامنے بڑھتے رہی۔ نئی کی طرف لائی ہر دن میں موت کی پرچیاں لہرائی میں۔ مابک اپنے سوار کے حکم کا انتظار کر رہی تھی۔ کڑی تھکی موسلا دھار بارش میں آخر اُس نے قہقہہ کر لیا اور گھوڑی کو اوجھ لگائی۔ ”کے پڑو تاکہ“ کا کفر لگا کر اُس نے گھوڑی کو پانی میں اتار دیا۔ وہ جتنا اُسے بچھ رہا تھا۔ پانی کے بھاؤ میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا، پیسے پانی کے تیزے تیزے کھمبے ہو کر جگمگاتے چلا چلا۔ بچے دوسرے کنارے کی بجائے ہم دوسرے جہاں میں پہنچ گئے ہیں۔

لیکن جنت نے اپنا ارادہ نہ بدلا اور اب تک اُس کا ہاتھ گھٹے میں پڑے دیو کے دیکھے ہوئے تھوڑے سے گھرا۔ دوسرے ہی لمحہ اُس کے جسم میں ایک انہنی طاقت آگئی۔ اُس نے تعویذ کو اپنے جھکے سے پھینکا لیا اور تیز ٹھنڈوں سے سامنے کے کنارے کو دیکھا۔ گھوڑی زور زور سے سرائیں لے رہی تھی اُس کے سر سے ہماک نکل رہا تھے۔ جتنے کمرے بڑھنے کے لئے برابر زور لگائی تھی۔ پانی بار بار اس کا راستہ روک رہا تھا۔ مابک نے اپنی امداد راستے کے لینے کے بعد جگمگاتے اور مابک کا حوصلہ چھڑا جب اُسے پتہ لگا۔ موت قریب ہے۔ قریب تر ہوئے گی۔ مگر جگمگاتے آخری سانس کی فہر آنا نہ چاہتا تھا۔ وہ پانی کے زور اور لہلوں میں تقریباً آدھا میل تک کھینچے رہے۔ اب مابک



گیا تھا؟ ہاں۔۔۔۔۔ تو میں یہاں حوالدار بن گیا ہوں اور تھوڑے عرصے میں شاید مجھ کی بھی عین وہاں موجود دوستوں کے بارے میں کھتا۔ تیرا جواب ملے پر میں بھیجی لے کر تھوڑے دن۔ آؤں گا۔ خدا کا جواب جلد دینا۔ تیرا یاد رور اور گھر۔ بے گرونا تک۔۔۔

خط پوسٹ کر دیا گیا۔  
ہجومان چھ ماہ کی سزا بھگت کر چیل سے رہا ہو چکا تھا۔ جب وہ چل میں تھا اس دوران ا یوڈی ماں بیٹے کا نام لیتے بیٹے سرگئی اور گاؤں کے باڑا آدمی اس کی آخری رسم ادا کر آئے۔ ہجومان کی ماں سر نہ لی تھی اس وقت سہانا نے چیل میں بیٹام بچا تھا کہ اگر ماں کا منہ دیکھ ایک روز کی چھٹی لے سکتی ہے لیکن اس شرط پر کہ بھگت کا پتہ تادا۔۔۔ بیٹام سن کر ہجومان کی آنکھوں میں چٹکی پڑا کہ سو گھر آئے اور اس نے سچائی سے کہا۔۔۔ اسے صاحب سے کہہ دو کہ میرے پاس بھگت کا پتہ نہیں ہے۔ اور اگر ہوتا ہے تب بھی میں یہ سوراخا کرتا۔۔۔

ماں سرگئی اور وہ اپنی ماں کی آخری رسم میں بھی شریک نہ ہو سکا لیکن اس کے بعد حکم سٹو انتقام لینے کا جذبہ اور شدت اختیار کر گیا۔ اس نے چیل سے رہائی کے بعد بس سے پہلے حکم سٹو کیا لیکن حکم سٹو ہجومان سے ڈر کر کسی رشتہ دار کے ہاں دوسرے گاؤں چلا گیا تھا۔

سہنا صاحب نے پولیس کو حکم دے رکھا تھا کہ چیل سے چھوٹے کے بعد بھی ہجومان کی حرکات سکنت پر نگاہ رکھی جائے۔ پوسٹ آفس کے حکام سے بھی کہہ دیا گیا تھا کہ بھگت کے والد کا آئے تو پیچھے پولیس کو اطلاع دی جائے۔

سہنا ریتا گاؤں کے راؤ ڈپر آیا ہوا تھا اور اس وقت ریتا تھا نے کے لان میں فوجدار کے بیٹا باغی کر رہا تھا کہ پوسٹ میں چوکی کی ڈاک دینے کے لئے آیا۔ ڈاکے کو سامنے دیکھ کر کہہ چکے تھے۔۔۔۔۔ "میں بھی۔۔۔۔۔ سوہن گھر کی ڈاک بھی بھیجی آتی ہے یا نہیں؟" سہنا نے پوسٹ سے پوچھا۔

"پیش صاحب! آتی تو آپ کو پتہ ہوتا تھا؟" ڈاکے بولا۔ پھر ڈراؤنک دک کر اس نے کہ "لیکن صاحب! آج ایک عجیب بات ہوئی ہے کہ ہجومان کے نام ایک بیکم خط آیا ہے جس پر ہر فوج ہے۔ مجھے تو یقین تھا کہ ہجومان کے نام اس سے پہلے کسی کوئی خط آیا ہے۔۔۔۔۔" یقین کر لیا تھا کہ یہ سہنا گھر ہوا۔ اس نے خط ڈاکے سے لیا اور غور سے اس پر چلا گیا جاتے جاتے پوسٹ میں سے کہا۔ "زرا غور دیکھیں! یہ بھی آتا ہوں۔۔۔"

غور جا کر اس نے خط کھولا تو ہضمین پر نظر پڑے تو اس کی آنکھیں جھکنے لگیں۔ اُسے نیچے ہو گیا کہ یہ خط بھگت کا ہی ہے۔ بہر حال وہ کچھ یوں نہیں اور خط نہایت فضائی سے دوبارہ بند کر۔ پوسٹ میں کونواں دیتے ہوئے کہا۔ "جاؤ ہجومان کو دے دو! بھلا اس کی ماں بھی ہوگا۔"

پوسٹ میں سے گئے کے بعد اس نے فوجدار سے کہا۔ "فورا کیوں ہجومان پر نگاہ رکھ کے لئے کچھ ڈاکر ہجومان خط لے کر بھگت کے پاس جاتے تو مجھ کو لینا کہ لکھن کا قاتل دو دن غور کر لیا ہو جائے گا۔"

اُدھر اسے گھر کے دروازے پر پوسٹ میں کو دیکھ کر ہجومان نے غصے میں کہا۔ "مہبل چاچا! آج اس گھر پر کیسے آئے؟" میرے گھر کو پولیس وارنٹ لے کر آئی ہے۔ ڈاک تو بھی نہیں آئی۔"

"ہاں بھائی۔۔۔۔۔ گھر میں آج تمہارا خط لے کر آیا ہوں۔" پوسٹ میں مہبل نے ایک لفاظ ہجومان کے ہاتھ میں دیا۔  
"چاچا۔۔۔۔۔ غلطی تو نہیں ہوئی؟" ابھی طرح دیکھ لیا ہے، کسی اور کا تو نہیں ہے؟ مجھے تو نہ خط کھتا آتا ہے اور نہ چھ۔۔۔۔۔ مجھے کون خط لکھے گا؟"

"مگر یہ خط تو تم ہی سے ہے! اس گاؤں میں اور ہجومان کون گھوم رہا ہے؟" مہبل نے کہا اور چلا گیا۔

ہجومان نے لفاظی کو ہاتھ میں لے کر قہب سے دیکھا۔ پھر اُدھر اُدھر سے پلٹ کر دیکھا اور اس کے باوجود کہ چھاندا آتا تھا اس نے لفاظی کھولا کہ کھڑے ایسے حرف دیکھ کر خود ہی خود بیٹنے لگا۔ پھر یہ سوچے ہوئے کہ خط اس کو ہوسکا ہے اُسے اپنا بھگت یاد کیا۔ اس کے علاوہ مجھے کون خط لکھ سکتا ہے؟ لیکن یہ خط اگر اس کا ہے تو پھر اسے پڑھانے کے لئے کسی کے پاس چانا چاہیے؟ کاش! اس نے پڑھا کھتا دیکھ لیا ہوتا۔

ہجومان اپنی بیگاری پر سوچ بیدار کے بعد یہ ملے کر پایا کہ خط بھگت کے والد کے پاس لے جایا جائے۔ وہ فوراً گھر سے نکلا، جلدی میں وہ بھی دیکھنا بھول گیا کہ پولیس کا ایک آدمی اس کا ختاب کر رہا ہے۔ اور دوسرا دانہ ہوا اُدھر سہنا کو اس بات کی اطلاع مل گئی۔

اور دوسری جانب لاہور کی فوجی جھاڑی کی نگہ پر جٹ میں ہیں اور بہت جلد ضروری کا خفیات لے کر وہاں پہنچ جائیں گے۔ "بابر۔۔۔۔۔ پاپ بیکٹ" کی خبر بھی۔

ہجومان نے بھگت کے والد کو خط بھیج دینے کے لئے کہ ہجومان کا استقبال کیا جائے یا نہیں؟ کو دیکھ کر کڑک گیا۔ بھگت کے والد کو خط بھیج دینے کے لئے کہ ہجومان کا استقبال کیا جائے یا نہیں؟ تو بھگت کے فرار ہو جانے سے ان کو قصہ ہو تھا۔ لیکن وہ اس بات کو دینا سے منہ پھانے کا باعث خیال نہیں کرتے تھے۔ مگر جب حکم چوری کے الزام میں گرفتار ہوا اور اس نے اپنے ساتھیوں میں ہجومان اور بھگت کے نام تھے تو ان کو بہت غصہ آیا۔ کیونکہ یہ خاندان کے نام پر بد تھا۔ لیکن ڈاکہ فوجہ تو ٹھیک ہے لیکن چوری پکڑا دی راجوت کو ذیہ نہیں دیتی۔ سوہن گھر کا خیال تھا کہ ہجومان کی سمیت میں رہ کر بھگت نے یہ کیا کام کر ڈالا، لیکن ہجومان نے پولیس کے افسروں سے پتا ہمار پوسٹ کے باوجود بھی بھگت کا نام نہ لیا تو اس پر وہ ہجومان سے خوش تھے اور اس کے لئے دل میں جگہ بھی تھی۔ ہجومان نے بھگت کے باپ کو جب دیکھا تو بولا۔

"چاچا!۔۔۔۔۔ یہ خط تو پڑھ دو۔۔۔۔۔ جانے مجھے کس نے لکھا ہے؟" ہجومان نے خط سوہن گھر کے ہاتھ میں دیتے ہوئے کہا۔

بھگت کے والد نے ہجومان کو دیکھا اور خط کھولا۔ بھگت کی ماں یہ دیکھنے کو باہر آئی کہ کون آیا ہے مگر ہجومان کو دیکھ کر اس نے بھی نہ بھیر لیا۔ آٹھ ہی مہینے میں بھگت کی ماں بدل گئی تھی۔ اس

تین تھوڑی دیر تک خاموش رہے۔ پورے آٹھ منٹ کے بعد بیٹے کی خبر یہ تھی۔ ماں باپ دونوں کے دل خوشی سے مگر پڑتے۔ لیکن اپنی اس خوشی کا اظہار کرنے میں بیٹے کی جان کا خطرہ تھا۔ آخر جوہان نے خاموشی توڑی۔ "چاچا جی! تم ہی میری طرف سے جواب لکھ دو۔" اُس نے لکھا۔ "لکھ دو کہ میں بھی فوج میں جبرئی ہونے کے لئے تیرے پاس آ رہا ہوں۔"

"جوہان! اتنی بے قراری مت دکھا۔ ہم لوگوں کو بہت متاثر بنانا چاہئے۔" محبت کے باپ نے لکھا۔ "تو جانتا ہے کہ کمرہ پولیس کی ہر وقت نگاہ رکتی ہے۔ مجھے تو ذرا کہ تجھے یہاں آسے کے لئے نہ دیکھا گیا ہو۔"

"کیا؟" جوہان کو اب صحیح صورت حال کا احساس ہوا۔ وہ ہمچری سے آٹھ کھڑکی کے پاس گیا اور بہت سے کھول کر باہر کا جائزہ لیا۔ چند منوں بعد جب وہ کھڑکی بند کر کے واپس لوٹا تو چہرے پر غم کا جان لیا۔ اس نے آئے یاد کیا کہ پہلی بار جب اُس نے کھڑکی بند کی تھی تو ایک شخص قریب ہی کھڑا ہوا تھا لیکن اُس نے فوج میں کسی اس سر پر ہمارے اُن شخص کو دیکھا تو وہاں کھڑا پایا تو جوہان کو یقین ہو گیا کہ اس کا قاتل کیا گیا ہے۔ وہ سوہن سنگھ کے پاس آ کر بولا۔ "چاچا جی! تمہاری بات ٹھیک ہے ایک خطاری باہر کھڑا ہے۔ اگر کھڑکی ابھی جا کر اس کی گردن دباؤں؟ تاکہ....."

"تجھے قوت ہے؟ بات لڑائی کی سوچتی ہے۔ کئی دماغ بھی لڑا لیا کر۔" سوہن سنگھ جوہان سے کہہ کر خود کسی سوچ میں گم ہو گئے۔ محبت کی ماں اب تک خاموش تھی۔ اُس نے آٹھلے سے اپنی آنکھیں صاف کرتے ہوئے کہا۔

"میری بات تو بچے کو دہریاں رہنے دو جہاں وہ ہے۔ اُس کا منہ دیکھنے کو نہ ملے گا تو نہ سہی۔ لیکن اب اسے اس کیخیز سے میں واپس لانے کی کوشش مت کرنا۔ اگر تم لوگوں نے اسے انتقام کی راہ پر ڈھلا دیا تو میرا خیر ضرور کوئی بڑا افسری بن جائے گا۔ اب سوہن سنگھ جوہان سے راستہ دکھایا ہے تو مجھ پر ہم کردار اور اسے اس راستے سے واپس نہ مڑنا۔" یہ کہہ کر وہ پھر اڑنے لگی۔

جوہان کو اس وقت اپنی ماں یاں یاد آئی۔ وہ بھی اُس کو اچھا آدمی بننے کا کہتے کہتے دجا سے سدھار گئی تھی۔ وہ سوچنے لگا۔ "میں ماؤں کو اپنے بیٹوں کو بڑا آدمی بنانے کا ارمان ہوتا ہے لیکن جوانی کے جوش میں اکثر بیٹے اپنی ماؤں کے ارمانوں کو کھل کر گر جاتے ہیں۔ ایسا کیوں ہے؟" یہ سوچ کر اُس کا دل بھر آیا۔ اب اسے اپنی ماں اور شدت سے یاد آ رہی تھی۔

سوہن سنگھ آٹھ کھڑکی کے اندر کھڑی رہ کر تھوڑی دیر بعد واپس آ کر بولے۔ "خط میں نے آگ میں ڈال دیا ہے۔ جوہان! تو بھی بھول جا کہ تجھے بھی کوئی خط ملتا۔"

جوہان بے چینی سے بولا۔ "محبت کا پتہ تو لکھ لیا ہوتا چاہی۔"

"وہ تو میرے دل پر نقش ہو گیا ہے جوہان! ا" سوہن سنگھ بولے۔ "اور ہاں، تجھ سے کوئی کچھ پوچھتا تو جانتا۔"

"کسی بات میں کرتے ہو چاچا جی! سوال ہی نہیں پید ہوتا۔ میں نے تیل میں کلہو تو نہیں ہے۔ لیکن یہاں حال ہے ایک لفظ جو نہ نکلا ہو۔" سوہن سنگھ نے شہت جذبات میں جوہان کے سر پر ہاتھ رکھا اور کہا۔

کی کمرہ بھانے، سر اور آنکھیں ہر وقت جھکی رہنے لگی تھیں۔ ایسا لگتا تھا جیسے وہ گزرے ہوئے دن کے دُش اور آئے والے دنوں کے گنہگار تھا۔ اسے اندیشوں کا جو نہ تھا کبھی نہ تھا۔ اب اسے بھگوا پر بھی جیسا یقین نہ رہا تھا۔ کبھی وہ کسی کسی سانس لے کر کہتی۔

"بھگوان! تو بیٹے دینے کے بعد اس طرح جھین کیوں لیتا ہے؟ آخر تو بھی تو مرد ہے۔ عورت کے ارمان اور ماں کی بات کی بجائے کیا وہ سوچتی ہے؟ تیری جگہ کوئی دوسری ہوتی تو جان تجھی کے گردان بیٹے کی بددلی کا گم کیا ہوتا ہے؟"

سوہن سنگھ پورا خط چڑھ کر بے چین ہو گئے۔ انہوں نے ایک خط ایک بار پھر پڑھا۔ جوہا قریب ہی بیٹھا اُن کے چہرے کے بدلنے ہوئے تاثرات دیکھ رہا تھا۔ جیسے جیسے وقت گزر رہا تھا جوہان کا تجسس اور پڑھنا جاتا تھا۔ مگر سوہن سنگھ اس سر پر بھی خط ختم کر کے کچھ نہ بولے۔ ایسا آتھ وہ کچھ سوچ رہے ہوں۔ پھر چونکہ اُن کا دھیان کبھی ہر کوئی کی طرف کیا اور وہ تھوٹتی۔ بولے۔ "جوہان! آٹھ کھڑکی بند کر دے۔" جوہان نے آٹھ کھڑکی بند کر دی۔ اُسے اپنا شہ پلٹنے میں بدل محسوس ہو رہا تھا۔ وہ سوچنے لگا کہ یہ خط ضرور محبت کا بھی ہے۔ اُس کی بے قراری اور بیرونگی۔ وہ جلد سے جلد یہ جاننا چاہتا تھا کہ محبت نے کیا لکھا ہے اور وہ خود کہاں ہے؟

سوہن سنگھ نے بے چینی دیکھ کر سوہن سنگھ نے دھکی آواز میں اسے خط ستاپا چڑھ کر جوہان کی طرف دیکھنے لگے۔ مگر شاید جوہان کی سمجھ میں کچھ بھی نہ آیا تھا۔ وہ چٹائی پر اپنی آنکھیں رکھ کر بولا۔ "چاچا جی! مجھے تو بالکل یاد نہیں آتا کہ کچھ میں میرا کوئی دوست ضرور آیا تھا۔ یہ کہاں سے نکل آیا؟؟ پھر وہاں جانا ہے کس کا ہو گا خط۔ میں تو سمجھتا تھا کہ محبت نے لکھا ہے۔"

"اُسے عقل کے ذہن! یہ اسی کا تو خط ہے۔" سوہن سنگھ مسکراتے لگے۔ سوہن سنگھ کی بات پر جوہان خوشی سے آٹھل پڑا اور زور سے بولا۔ "کس کا..... محبت کا؟"

سوہن سنگھ نے اُس کے منہ پر ہتھیری سے ہاتھ رکھے ہوئے کہا۔ "اُسے لکھا آہستہ بول۔ کچھ نے نہ لیا تو غضب ہو جائے گا۔" پھر غریبی دھکی آواز میں بولے۔ "محبت فوج میں جبرئی ہو گیا۔ یہ خبر تو ابھی سے مگر تجھے یہ خط لاسے کی اور نے تو نہیں دیکھا؟ انہوں نے جوہان سے پوچھا۔

جوہان بولا۔ "نہیں، میں تو سیدھا نہیں آیا ہوں۔ آخر محبت نے مجھے یاد کر لیا۔ چاچا جی ایک بار پھر چڑھ کر گئے۔ وہ کبھی دفعہ تو میری سمجھ میں نہیں آیا تھا کہ کیا لکھا ہے۔" جوہان نے جس پر اسے محبت کے خط کو سننے کی فرمائش کی تھی یہ محسوس کر کے سوہن سنگھ کو بھی جوہان پر خیال نہ آنے لگا۔ اس وقت وہ اسے محبت کی طرح سمجھنے لگا۔ پھر انہوں نے محبت کی ماں کو آواز دی۔ "محبت کی ماں! ذرا یہاں تو آنا۔" محبت کی ماں آئی تو سوہن سنگھ نے اسے خط دکھاتے ہوئے کہا۔ "میتھ جاؤ خط آیا ہے۔ ذرا غور سے سننا۔" وہ خط پڑھنے لگا۔ اس دفعہ پڑھتے پڑتے اُن کو آواز بھرا آئی۔ محبت کی ماں بھی ذرا دکھارو رہی تھی۔ جوہان کی آنکھوں میں بھی پانی تیر رہا تھا مگر اس وقت بھی اسے تعجب اس بات پر تھا کہ گاؤں کی اس انا چڑھ ہوا کبھی کیسے پتہ چل گیا کہ خط محبت کا ہے؟



”نکت نے لکھا ہے کہ دوستوں کا حال لکھنا تو شاید اس کا مطلب نہ سمجھا ہو۔ اس اور شام کی خبر پوچھی ہے۔“ سوہن لکھی بات سن کر جو نام چمک پڑا۔

”کمال ہے..... اتنے پر اسرار اراخان میں خلیفہ لکھا ہے۔“

ہونام دل میں بولا۔ ”نکت بہادری ہی نہیں ہو شام بھی بہت ہے۔ کہن کے گل پہلے اسی شام کو نکت نے فوج میں بھرتی ہونے کا پسزد دیکھ کر کتنے انسوؤں سے کہا تھا کہ مجھے نہ چلانی نہیں آتی لیکن اب تو وہ سب کچھ دیکھ گیا ہوگا اور شاید پچھنی بھی اسی لئے لے کر آتا چاہتا۔ دشمنوں کو بندوق سے قتل کرے۔“

سوہن لکھ سوچ رہے تھے کہ اگر ہونام یہاں زیادہ رو رہا تو پولیس کے ٹھک کو قوت دے گی۔ اس لئے انہوں نے ہونام کو فوراً ہی واپس بھیج دیا۔ پھر نکت کی ماں سے بولے۔ ”نثر تہار سے باپ کے پاس دھرم پور جا کر پتھر پتھری بناؤں گا۔ ہولی کا تہوار پر ہے۔ تم بھی ساتھ چلی جانا۔ ہمارے جانے پر کسی خوشی میں نہیں ہوگا۔“

ماں کی بات سن کر نکت کی ماں بولی۔ ”اس وقت نکت مگر سے باہر نہیں نکلوں گی جب نکت کا دستہ نہیں دیکھ لیتی کہ تم باپ ہو تم کیا جاؤ کہ ماں کے دل میں تو روز ہی ہوتی ہے۔“

دوسری طرف برابر کے گھر میں رام اور شام تیل سے چھوٹ کر آچکے تھے۔ دونوں کو سزا دینے کی ہولی تھی کرٹیل میں چال چلن کی اچھی رپورٹ تھی جس کی وجہ سے دونوں کو سزا پوری ہو۔ سے ایک مینے پہلے ہی چھوڑ دیا تھا۔ ہولی کا تہوار آ رہا تھا۔ دیرواس تہوار کو اپنے نیچے میں گڑا ہوا تھا جس کی گرام اور شام اس پر مصر تھے کہ دیرواس تہوار رسالہ ہی میں گڑا ہے کہ ہولی پر دیوارا بچا بھی کھیل کھیل گئی، کبھی مذاق ہو سکے۔ جب گھر میں بھائی ہی نہ ہو تو ہولی تو بھلا ہولی کہا ہوتی۔ گی؟ دیرواس بھی جانتی تھی کہ دیرواس ہولی کے تہوار پر اس سے کیسے مذاق کریں گے۔ کیسے کہے۔ پریٹن کیا جانے گا اس لئے وہ یہاں لڑکا کٹھن میں چاقی تھی۔ اس نے یہاں نہ بٹایا کہ مجھے نیچے ہوئے بہت دن ہو گئے ہیں پھر اس پر گھر میں یہاں موت ہوئی ہے جس کی وجہ سے ہولی کی خواہش نہیں کرنی چاہئے۔ پھر تہوار پر بچکان وغیرہ کا سلسلہ تو اس کے لئے رام اور شام کی چاچا موجود ہے وہ تہوار پر سارا کام سنبھال لے گی۔

چاچا لکھن کے سرنے کی خبر سن کر اپنے بیٹے کے ساتھ یہاں خوریت کرنے آئی تھی۔ مگر پھر یہ چاچا کو کوئٹہ نے، اصرار کر کے نہیں روک لیا اور واپس جانے نہیں دیا۔ اس کے بعد سے چاچا کو گھر میں رہ رہی تھی۔ رام اور شام تیل میں تھے لیکن کے دیرواس کو بھی کھیتوں میں کسی چاچا بنانے والے کی ضرورت تھی۔ ادھر گھر میں کوئی بزرگ مورت دے تو موہن کو دیرواس کے کھیل جانے کے آثار بھی نظر آتے تھے۔ چاچا کو لڑکا تھا تو جوان مگر کام دھندا لکھتا تھا۔ سوہن نے ماں سے کو آسرا دیا اور اس طرح اپنے دونوں مطلب پورے کر لئے۔ اس نے چاچا سے یہ بھی کہہ رکھا تھا کہ دیرواس کو اب بھی لگا رہے گا، چاچا، نیچے کی باتیں سن کر سنجیدہ پرچھی کہ جب تک موہن مگر میں رہتا چاچا دیرواس سے بھی چھی راتی۔ لیکن موہن کے جانے کے بعد دیرواس اپنا سارا پیر چارہ

فرقی داتی۔ اس طرح اس نے دونوں فرقی ہی اپنے جیسے میں کے ہوئے تھے۔ چاچا کو اپنے گھر لکھی بیت بکر لکھنے کو دل لپا تھا مگر موہن لکھ کے گھر میں رہ کر رہے تھے۔ یہاں کوئی پوچھے لکھی تھا۔ وہ سب کچھ اپنی سرخی سے کرتی اور دیرواس کچھ نہ بولتی۔ اسے تو خواب اس گھر سے کوئی کبھی نہیں رہی تھی۔ چاچا کا پٹا بندھی میں تھا جو ان کے بعد بھی عقل سے بالکل گھرا تھا۔ پھر لکھی چاچا اس کی خبر نہیں کرتے نہ لکھی۔ دیرواس چاچا کو پسند لگی۔ وہ لکھ اس سے کہا کرتی۔

”بھیا تیری چھوٹی بہن کے لئے وہ لڑکا بالکل تیار ہے۔ اپنے باپ سے جلدی بات کر لے۔“

اب جب دیرواس نے نیچے جانے کی بات نکالی تو چاچا نے بھی اسے اجازت دلائے میں کوئی لڑکا نہ تھا رکھا۔ اس کا خیال تھا دیرواس جا کر اس کے لڑکے کے لئے باپ سے ضرور بات کرے گی اس لئے اس کا جانا بہتر ہے۔ اس نے شوہر سے دیرواس کو اجازت دلانے کے بعد کہا۔

”بھیا اپنے گھر کو رہتا اور یہاں کے بارے میں بالکل فکر نہ کرنا۔ میں سب سنبھال لوں گی۔“

اب بھری دال دال نہ بھول جانا۔ بڑی لکھ کی بات اپنی بہن کے لئے باپ سے لکھی کر کے

دیرواس نے بھار تو اس میں ماں ملا دی مگر دل میں چاچا اور دیرواس لکھ دونوں پر ہی اسے لکھی۔ اسے بڑی لکھ کا وہ جملہ یاد آیا کہ اس نے دیرواس کے جانے کی خبر سن کر کہا تھا۔

”بھائی! ہمارے گاؤں میں جب مورت نیچے جاتی ہے تو واپس میں بچہ ساتھ لاتی ہے۔ تم بھی اکی ۲۲ بھر دو مجھے چاچا کہا کر لے گا۔“ اسے یہ کہہ کر وہ خود ہی اس پر ہاتھ دیتی وہ نیچے لکھی میں سنبھالے میں شرم ادا ہو۔ دیرواس سوچا ایسے حق سے رشتہ کر دیا کہ میں اپنی بہن کی مت نیچے چھوڑ دوں؟ گھر مگر بھی وہ عاشق نہ رہی۔ اسے ابھی چاچا سے بہت سے کام لینے تھے۔

چاچا کے بڑے بھائی سے اس سے کہی کہ وہاں کبھی نہیں ہونا چاہی اس کی چاچا کی ہاں چاچا کے ہاں ملتی رتی۔ چاچا بھی اس سے خوش تھی۔ اس طرح دیرواس کو لکھی کام لکھنا ہوتا تو وہ مانی سے لکھ لیتی۔ یہی اس کا کام بھی اور کیا تھا سو اسے اس کے کہہ دیت کہ نکت نے تل لیا ہے نہ تو دل کا بوجھ پھٹا ہو جائے۔ چاچا نے یہ بھی سمجھی جانے کی اجازت دے دیا کرتی۔ بھیا دیرواس جب نیچے جانے کو تیار ہوئی تو پہلے اس نے نکت کی ماں سے لے کر اجازت چاہی۔ لکھی اس دھرے پر تیار ہوئی کہ دیرواس باپ سے چاچا کے بیٹے کے لئے چھوٹی بہن کے رشتے

بات کرے گی۔

دیرواس نکت کی ماں کے پاس آئی تو نکت کی ماں کی حالت پہلے سے اور ابتر ہو چکی تھی۔ اس نے

”ماں! میں! تم نے تو دور دور کر آگئیں سالی ہیں۔ بھولان پر بھروسہ رکھو! وہ تہوار سے بیٹے کی الفت کرے گا کوئی بھی خبر تو نہیں آئی؟“

دیرواس کو نکت کی ماں کو اس انداز سے قہقہے دلا کر کوئی نہ تھا۔ مانی بھی اس سے نہ کی ساری بھڑاس نکال لی کرتی۔ دیرواس کے طرح پوچھنے پر اس نے کہا۔

”تمہی خبر تو نہیں ہے۔“

مانی کو اس کے آگے چپ ہوتا دیکھ کر دیرواس بے چینی سے پوچھا۔ ”کیا ان کی کوئی خبر آئی

ہے؟

مال بھی کوچہ تھا کہ دیر کو چوکت کی بڑی لگ رہتی ہے لیکن بھر بھی وہ اس سے صحیح حقیقت بیان کر سکتی تھی۔ کچھ بھی ہو، وہ یہی تو دکن سے کمر والی۔ جو راجب کچھ نہ کچھ تو دنیا ہی تھا اس بولی۔ تو نے کہا کہ ہنگو ان اس کی حفاظت کرے گا، لیکن اتنی ہی بات ہے۔ آگے اس کی طرف دیر کو کبھی بس خیریت ہی معلوم کرتی تھی، اس نے مال بھی کی بات سنتے ہی ایسے اٹھیں لیں جیسے ہی خبریں کر اسے بہت سکون ملا ہو۔ اُسے ذرا بے خوشی نہیں اس کی آنکھوں سے ظاہر جاتے اس کے باوجود بھی دوسری اس کے گالوں پر حلاکت ہی آئے۔ وہ تیزی سے اٹھی، مار کے قدموں کو چھوڑا اور جا بے بولی۔

”دودن کے لئے نیکے جا رہی ہوں۔“ ملے آتی تھی۔۔۔۔۔ اب چلی ہوں۔“  
مال بھی نے دیر کو کچھ لگائے ہوئے زعادی اور الو اور کہا۔  
”ہوئی لاما میرے سہاگ کی حفاظت کرے۔“

○

جس سال کا ذکر ہے وہ سال 1931ء تھا۔ اس سال ہندو جاتی نے روایتی چیزوں کی عجا غریب مکی مال سے بولی تھیں۔ چند ٹھیکر آواز اور بھگت سنگھ جیسے لوگ تشرہ اور توڑ پھوڑ سے برطانوی حکومت کو بیزا کرنے کے لئے میدان میں آ گئے تھے۔ دوسری طرف تحریک آزادی کو کھینکے۔ فرنگیوں نے بھی قلم و استبداد شروع کر دیئے تھے۔ انہی حالات میں جب بھگت سنگھ اور اس کے ساتھیوں کو سزا کے موت دی گئی تو لوگوں میں غم و فساد اور بھڑک اٹھا۔

لہا اور چھائی کی کچھ رہنمائی کے جراتوں میں بھی فرنگیوں کے اس فیصلے نے کھلی چا دی۔ اے نیک جس لباس کو وہ فرسے پہنتے اور کڑے پہنتے تھے وہ لباس اب انہیں پہننے لگے۔ ان کا خیال کہ اس کو فوجی تربیت کا استعمال انہیں فرنگیوں کی طرف سے اپنے ہی ساتھیوں کے خلاف کرنا ہوگا بازو دھن کی آزادی کے ستاروں کے ہی بیٹوں میں انہیں گولیاں مارنی ہوں گی۔ یہ بات حکومت تک پہنچی کہ خطرناک ہو گئی تھی اور اب فوج میں بغاوت رونے کے لے گئے حکومت کو چڑا کر رہا تھا۔

”کیا۔۔۔؟“ سب چمک گئے۔  
”ہاں۔۔۔۔۔ آج میں تم دوستوں کو پوری حقیقت بتاتا ہوں۔ دوستو! تم لوگ مجھے زور اور دیکتے ہو اور اصل میں بگت سنگھ ہے۔ بگت سنگھ جیگا۔۔۔۔۔ جس پہل کا الزام ہے۔ میں بے گھر یا راکا آدمی نہیں ہوں۔ میرے ماں، باپ، بھائی، ماموں، کمیت، و ماں سب کچھ ہے۔ جسی میرے بڑے بھائی بھی تھے۔ بگت کی آزاد سے زور دیاں تھا۔ اس نے کہا۔ اگر آج بھائی زندہ ہوتے تو ہمارا گھر ہمایوں کی چھا بھروں اور ریتوں کے شور سے گونج رہا ہوتا۔ لیکن میرے دونوں بھائی باپ دادا کے انتقام کے قرض کی وصولی میں کام آ گئے۔ ایک بھائی کو دشمنوں نے چھپ کر گولی مار دی، دوسرے اس نے بڑے بھائی کو پھپھس نے اپنی گولی کا نشانہ بنایا اور میں آج تک ان دونوں کے دشمنوں کو دل سے گاتے زندہ ہوں۔“

بگت کی بات میں اس قدر کتھن دوست رنجیدہ ہو گئے۔ بھر بجن بولا۔ ”تو اب حساب چکانے میں کا ہے کا انتظار ہے زور آور؟“  
”زور آور نہیں، بگت اور بگت۔“ بگت نے یاد دلایا۔  
”تو گننے سے ہیں بگت۔“

”تین زندہ ہیں۔۔۔۔۔ مگر ان میں سے دو بھی قتل میں ہیں۔ انھی کی رہائی کا انتظار کر رہا ہوں۔ توہو دن انہی باقی ہیں۔“ گنگو اس میں بھی کچھ بھی کھپڑی کے دروازے پر دستک ہوئی، ہاروں دوست راجب روپ ہو گئے۔ بھر بگت نے وہیں سے پوچھا۔ ”کون ہے۔۔۔؟“

ہوئی کی رات کو بگت اور اس کے تین دوست بھی ایسی ہی باتیں کر رہے تھے۔ بگت۔ دوست بھی ایسے چند گئے تھے جو اندرونی طور پر حکومت سے ہی نہیں پورے بے شر سے فی مطمئن اور آزادی، بغاوت سے، بھڑا سنگھ باپ سے بھڑا کر کے فوج میں بھرتی ہوا تھا۔ بچپن سنگ محبت میں ناکام ہو کر چھائی آیا تھا اور کہاں کے باپ کی زمین زمیندار نے چھین لی تھی۔ ار چاروں کی روٹی، بہت اور ذرا نہ پوری سکھ رہنمائی میں چھوڑی۔  
بگت تو جس مقدمہ کے لئے فوج میں بھرتی ہوا تھا وہ پورا ہو چکا تھا۔ نشانہ بازی میں اب وہ ماہ قاتل کرام اور شام کی رہائی تک اس نے اپنی اصلیت کو چھپانے کی مکتا ضروری سمجھا۔ اس کا خیال تھا کہ جوان کا جواب آتے ہی میں زور آور سے بگت بن جاؤں گا۔ اس کے بعد کیا ہو گا یہ بھی اس نے سوچ نہ رکھا تھا۔ اُسے چند ساتھیوں کی ضرورت تھی اور اگر اس کے یہ فوجی دوست اس کا ساتھ

”میں ہوں گرد بخش“؟ پاپر سے آواز آئی۔

جگت نے نام سن کر دوڑا وہ گھبرا آئے، دلا تیزی سے اندر داخل ہوا مگر وہاں دوسرے تین جوانوں کو بیٹھا دیکھ کر ٹھٹھکیا۔ اُس نے دو دروازے میں کھڑے کھڑے جگت کو اشارہ کر کے باہر بلا دیا اور پھر دونوں ایک کونے کی طرف چلے گئے۔ گرد بخش نے جگت کے کان میں کچھ سرگوشی کی۔ جس کے بعد جگت اور گرد بخش بڑی دیر تک وہیں کھڑے کھڑے باہر نہیں کرتے رہے۔ اور جب گرد جانے کے لئے نکلے تو باقی تین دوستوں نے اُسے کہتے سنا۔  
”کوئی کام ہو ضرور بتانا دو اور آؤ۔“

اگر ہولی کی رات کو گرد بخش نے جگت کو خبردار نہ کیا ہوتا تو شاید کبھی ”چکا ڈاکو“ نہ بن جاتا۔ گرد بخش تھا تو سپاہی، لیکن اندر سے وہ حکومت برطانیہ کا کڑا مخالف تھا۔ وہ فوج کو کچھ دُر کر مکت تک کی فوجی میں شامل ہونے کو تیار نہ تھا۔ لیکن جگت کا کہنا تھا کہ وہ فوج میں رہ کر ملک کی آزادی کے لئے زیادہ بہتر طریقہ سے خدمت انجام دے سکتا ہے۔ پارٹی نے اُسے چین کام سونپے۔ ایک فوج کا گولہ بارود انتظامیوں کو بھجوا دیا، دوسرے آزادانہ عسکارت فوجیوں کو حکومت کے خلاف آگسٹا۔ اور تیسرے، چھاپوں میں آئے اور وہاں سے جانے والی تمام غیر افلاطین کی پاسپورٹ۔ فوجی تربیت کے لئے چھاپوں کے اسٹور میں رہیں تو خود اس گولہ بارود پر رقت رہتا تھا۔ سینے میں ایک آدھ مار کر گرد بخش وہاں سے ایک دوڑتی چلا پانچا کار توں یاد کر لیتا اور باہر پہنچا دیتا۔ چھاپوں کے بچن کی دیکھ بھال کے لئے ہر روز دو جوانوں کی لڑائی لگتی۔ جس روز گرد بخش کا طرف ہوتا وہ تکراری کے چوں کو دیکھ بھال کے لئے ہر روز دو جوانوں کی لڑائی لگتی۔ جس روز گرد بخش کا طرف کے مطابق وہ بال افلاطینوں کے ہاتھ میں بیچ جایا کرتا۔

گزشتہ ماہ بکن کی دیکھ بھال کا کام زور اور زور گرد بخش کے ذمہ آئے۔ گرد بخش ہر بار تو اپنے ساتھی کی نظر پر کرانہ کام کر لیتا کرتا تھا مگر اس مرتبہ زور اور زور لپٹا آئے۔ یہ چالاکی پکڑ لی۔ ان دونوں کے علاوہ وہاں اور کوئی نہ تھا۔ گرد بخش نے زور اور کی آنکھوں میں دیکھا تو محسوس کیا کہ یہ شخص انہی گزشتہ کے پاس جا کر اس کا بھڑا پھوڑا دے گا۔ اور اس طرح اُس کی جان کے ساتھ بھگڑے۔ گولہ بارود تلاش کر کے لے جانے والے افلاطین بھی مارے جائیں گے۔ یہ خیال آتے ہی اُس نے فوراً فیصلہ کیا اور دوسرے ہی لمحہ وہ گزشتہ کاٹنے کی بڑی چھری لے کر زور اور کی جانب بڑھا جس نے زور اور دہریں کھڑا ہوتا ہوا۔ اُس کی یہ ادا دیکھ کر گرد بخش ڈرا بھجکا، وار کرنے سے پہلے اُس نے زور اور سے پوچھا۔

”زور اور! تم نے اُنکی جو کچھ دیکھا، وہ تمہارے دل میں اُنکی رہنے کا بیان پڑا جائے گا؟“

زور اور نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ بیٹا ہی رہا۔ اب گرد بخش کو بہت غصہ آیا۔ وہ بولا۔ ”بات پہنے کی کیس ہے زور اور! ازخانی اور موت کا سوال ہے۔“

”کس کی موت؟“ زور اور نہجابت لاپرواہی سے بولا۔ ”تم نے یہ کیسے لے کر لیا کہ اس چھری سے میری موت ہو سکتی ہے؟ مجھے مار کر تم بھاگ نہیں سکتے اور اگر تمہاری جان کی تو حکومت

لے اس کا انعام دے گی۔ ایک خدا مار کا خاتمہ کرنے کا انعام۔“

”مجھے خدا کہتا ہے۔“ گرد بخش نہایت تسے سے بچا اور زور اور پر ہلکا۔ زور اور تیار تھا۔ اُس نے گرد بخش کا اُٹھا ہوا ہاتھ پکڑ کر دو اور پاؤں سے اڑھا مار کر ایک بل میں اُسے زمین پر گرا دیا۔ گرد بخش کے ہاتھ سے چھری نکل گئی اُس نے سوچا شاید زور اور بھی چھری اُٹھا کر میرے جسم میں ٹھونچ دے گا لیکن زور اور نے اس کے برعکس ہاتھ کا چھار دے کر گرد بخش کو اُٹھایا اور کہا۔  
”زور اور زانی! رہنے دو! اگر تم چاہے ہو کہ میرا منہ بند رہے تو تمہیں اپنا منہ کھولنا ہوگا۔“

گرد بخش یہ بات سن کر نرم ہو گیا۔ بولا۔ ”میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔“ میں نے خاموش رہنے کی قسم کھائی ہے۔“

بات یہیں تک پہنچی تھی کہ اسے میں باور پڑی اُٹھیا اور دونوں کو دیکھ کر بولا۔ ”یہ کیا ڈرامہ ہو رہا ہے یہاں؟ میری چھری کہاں ہے؟“

”میں زور اور چھری کا داد کر بخش کو تیار تھا۔“ زور اور نے بات بتائی۔ ”چھری وہ پڑی ہے۔“ باور پڑی کو اب بھی یقین نہیں آیا تھا۔ اُس نے کہا۔ ”اگر یہ کیبل ہو رہا تو تم دونوں ایک دوسرے کو ایسے کیوں کھڑے رہتے؟“

اب زور اور کو خاف سوچا۔ وہ بولا۔ ”جسیں معلوم نہیں میں آنکھوں میں چھماک کر دل کا حال دکھا رہا ہوں۔ اس وقت تک گرد بخش کو گرد بخش کے دل میں کیا ہے۔“ میںیں دیکھتا ہے یہ کیا ہے؟“

یہ سننے ہی باور پڑی فوراً آنکھیں پھیلا کر زور اور کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ ”ہاتھ دھو! اس وقت میرے دل میں کیا ہے؟“ اُس نے کہا۔

”ہوں۔“ دل میں ہے کہ آج جو سرگیاں ہیں ان میں سے ایک جتنی بھی کمرسان کس طرح اُڑا گیا جائے۔ کچھ سوچ رہے ہو؟“ زور اور بولا۔

”رہت تیرے کیا۔“ باور پڑی عجیب کر ہنسا اور فرما دیا۔ ”آج سے ہم دوست ہیں۔ میری گرد بخش جو اب تک خاموش تھا وہ بھی ہنسنے لگا اور بولا۔ ”آج سے ہم دوست ہیں۔ میری طرف اتنی اچھے سے کہ آج کے بعد کبھی مجھے خدا نہ کہنا۔ تم نہیں جانتے اسے سرکاری واداری اپنے

لف سے خدا ہی ہے۔“ زور اور ان الفاظ سے گرد بخش کی سب حقیقت بھج گیا اُس نے گرد بخش کی پیٹ پیٹنا کر کہا۔ ”تمہاری ہمت کی حفاظت ہے اور ہم دوست! کہ حکومت کا ٹھکانہ کھاتے ہوئے کسی اب تک اپنا خون سرو نہیں ہونے دیا۔“ پھر اُس نے کہا۔ ”مکت گنگے کے پیلے معلوم ہوتے ہو۔“

گرد بخش نے مرعوب ہوتے ہوئے چپک کر کہا۔ ”زور اور! تم واقعی دل کا حال معلوم کر سکتے ہو۔“

”زور اور زور سے چننا۔“ اور سے پارا تم ہی کس پکڑ میں آگئے۔ وہ تو باور پڑی کو بھگانے کی لالچی تھی۔ ٹھکے۔۔۔ اب باتیں بند۔ تم اپنے کام پر نظر رکھو۔“ یہ کہہ کر وہ جانے لگا لیکن گرد بخش نے اسے روک لیا اور بولا۔

”ایک بات کہوں زور اور! معلوم ہوتا ہے جسیں بھی حکومت سے نفرت ہے۔ وہ تمہارا ہم

ساتھ کیوں نہیں مل جاتے؟“

زور آور نے ہنس کر کہا: ”کیا مجھے بھی چیلنا ملتا ہے؟“ جواب دینے کی بجائے ایسا سوال کر۔ جانے والے زور آور کو گرو بخشن نے پیار سے دیکھا۔ اُس نے سوچا کہ اگر ایسے لوگ ہماری تحریک میں شامل ہو جائیں تو انقلاب بہت جلد آسکتا ہے۔

جمادیٰ کی ہر خفیہ اطلاع پر نگاہ رکھنے والے گروہوں کو کہنا ہے کہ ”ٹاپ سیکرٹ“ سارا کام منہو کیجئے جسے اُس کی سمجھ میں آ گیا کہ زور دار حکومت کا مخالف کس لئے ہے۔ اُس نے تار کو دوسرے کاندھات میں ایسے دبا دیا کہ وہ کنٹرل کو کافی دیر سے ملے۔ اُس نے معلوم تھا کہ کنٹرل ایک روز کی چھٹی ہے۔ زور دار آسانی سے فراہم ہو سکتا ہے۔ وہ فوراً راجت سے کمرے میں آیا۔

اور جب مرد بخش نے جنت کو اس تاریک اطلاع دی تو جنت بھی پکڑ گیا۔ اُسے سب سے پہلے یہی خیال آیا کہ شہد کو میرا پتا کہاں سے ملا ہوگا؟ پھر اُسے خط لکھنے کی اپنی غلطی پر افسوس ہوا۔ آخر اُس نے سوچا خط لکھ کر میں نے بڑی بیوقوفی کی..... کیا جو زمان نے دعا کی ہوگی؟

لیکن یہ سب توجہ میں سمجھنے کی باتیں تھیں۔ اس وقت تو یہاں سے جلد تو جلد فرار ہونے کا منصوبہ کر رہی تھی۔ اس نے تجویز دوستوں کو اپنی حقیقت سے آگاہ کرنا تھا اس وجہ سے اُن کے لئے بھی غمیرہ یہاں سے چلے جانا مناسب معلوم نہ ہوا۔ اُسے بات کا سب سے زیادہ افسوس یہ تھا کہ اسے اپنے ہمدگرم سے چند دن پہلے ہی یہاں سے فرار ہونا پڑا ہے کیونکہ اگر مامور شاہین بک نہ رہتا تو یہ ہونے کا حساب چکانے کا موقع کیسے ملے گا؟ لیکن اس فوج دونوں سے خود سب کچھ کے ساتھ؟

اُس نے بچن، ہشیار اور کربال سے کہا۔ ”میرے پاس فرار ہونے کے علاوہ کوئی اور چارہ کا نہیں ہے۔ زندہ رہے تو دوبارہ ملیں گے۔“

جھٹ کی مشکل نے تینوں دوستوں کو لگڑ میں ڈال دیا۔ بچپن نے کہا۔ ”جھٹ! اب تم اکیسے فیور سکتے۔ ہم چاروں ساتھ ہی رہیں گے۔ جھٹسے کو قبل کر اور مرے گے تو ساتھ ساتھ۔ تم یہ بتاؤ کہ اب کرنا کیا چاہئے؟ ہم سب تمہارے ساتھ ہیں۔“

بادوں کی اس پیکش سے حالت بہت متاثر ہوا۔ بات سن کر اس کا دل بھر آیا اس کی سمجھ میں نہیں آیا تھا کہ مجھ جیسے کوئی بار بندے کی ہنگام آفریں قدم در دو کیوں کر رہا ہے کہیں ایسا تو نہیں ہو سکتا۔ ہنگام میرے گناہوں کی سزا دینے کے لئے یہ کیل، پکیل رہا ہے یا جو یہ پانچ سوچ کر اس نے

”دوستو!... میں ساتھ بیٹھے اور ساتھ مرنے کا وعدہ کرتا ہوں اور میرے دم تک اس کے بھروسے رہتا ہوں۔ اگر وہ سب سے پہلے اپنے دشمن کو مٹانا کرنے کے لئے اس کے لیے حکومت اور قانون سے اذیت کر کے خود کمری گری کرنے کا ہے۔ میں مجبوراً تھاب سے میرے ناکہ کیا کرتے ہیں کہ میں نے ”کر“ ڈاکو“ نہیں گا۔“۔ محبت کی زبان سے یہ بات سن کر اوڑس کا عزم دیکھ کر تینوں دوست ساتھ ہی

”ہمیں یہ بھی منکرو ہے۔“

اس کے بعد وہ سب فرار ہونے کی تیاریاں کرنے لگے۔ ہر ایک نے ایک ایک ہندوؤں اور  
سے زیادہ کانٹوس ساتھ لئے۔ فرار سے پہلے جگت جب درختوں سے ملے گیا تو اس نے پھر  
مرتبہ جگت سے کہا۔ ”اگر تم محتاط نہیں کے ساتھ ملنا چاہو تو میں ابھی تمہارے لئے روپوش  
کے کانڈوہست کر سکتا ہوں۔“

مگر بھیکت نے اُسی سے کہا۔ ”مگر خوش! ہم چاروں یہاں سے جا رہے ہیں اور آپ کے لئے جتنے سے جتنے مسائل ہونے کا فیصلہ نہیں کیا۔ لڑا ہم بھی چاہتے ہیں لیکن ہماری جگہ نہیں ہوگی اور اسے طے کر رہے ہیں۔ تم صرف اتنا کرو کہ آج کے دن کسی کو ہمارے خراج کا پتہ نہ ملے۔ کسی کو بھی نہیں ملے۔ تم ہی اسی رکھی سے اس لئے جب تک ہمارے بارے میں معلوم نہ کیا جائے، کسی کو بتانا ہے۔“

گردن پیش بکت کی باتیں سن کر ذرا ناخوش تو ہوا مگر اُس نے کہا: ”زور دے! جب بھی تمہارا ارادہ ہو تو تمہارے لاہور کے خفیہ اڈے سے ضرور رابطہ قائم کرنا۔ میں تمہیں اس کا پتہ دیتا ہوں۔ ہمارا رڈ ”طوفان“ ہے۔“

گرد کا یہ پیادہ کیجے کر بخت نے اُسے گلے سے لگایا اور بولا۔ "مگر وہ اصلی نام محبت سنگھ ہے۔  
وہ آدہ کر بھول جاؤ۔ اور ہاں سنو ہم فوج کی ایک جیب بھی ساتھ لے جا رہے ہیں۔"

کہہ کر محبت تیزی سے نوا اور باہر نکل کر تینوں دوستوں کے پاس پہنچ گیا جہاں میزبانوں نے اسے گھر پر لے کر بیٹھ کر کھانا کھانے پر آمادہ کیا۔ یہاں تک کہ وہ صبح تک وہاں ہی رہا۔

[illegible]

”ہوں۔۔۔ تو آپ کو ہمارے حوالہ دار ضرور پڑھے؟“ یہ بات خوشونت نے کچھ اس انداز سے کہی جیسے اسے اس بات کا یقین نہ ہو۔ مگر سنا جواب تک خاموش تھا ایک ساتھ چپا پڑا۔ اس کے لیے میں ایک اچھا کھیلو تھا۔ سنا نہ کہا۔

”کرل صاحب! ہم پورے آٹھ مہینے سے اس مجرم کی تلاش میں مارے مارے بھر رہے تھے۔ پسوں ایک خط اس کے دوست کے ہاں کچھ رجسٹر سے پہنچا جس سے میں نے چلا کہ وہ یہاں ہے۔ اس کا کاغذ نام کی یاد میں اور ذرا درمیں جگہ تک ملے۔“

کرل خوشونت نے سنا کہ اس بات میں اس کا دوست کی طرح اس کی بے قراری کی پرواہ کے بغیر بولا۔ ”مسٹر سنا! آپ کے پاس اس کا فوٹو ہو تو بولائیے۔ میں شناخت کر کے تباڑوں گا کہ آپ کا شیخ ہے یا نہیں؟“

کرل کی بات سن کر سنا نے کہا۔ ”میں اس کا فوٹو تو میرے پاس نہیں ہے لیکن شاید اس کی ضرورت بھی نہیں۔ آپ مجھے اس کے سامنے لے جائیں پھر خود کچھ کیجئے گا قاتل کا چہرہ خود بولنے لگے گا کہ وہ قاتل کا چہرہ ہے۔“

کرل خوشونت کی سمجھ میں ہر شے خوشونت سنا کی یہ بیماری دلیل بالکل نہ آئی۔ پھر بھی اس نے مجبوراً کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا۔ ”آپ اصرار کرتے ہیں تو آئیے لیکن مجھے یقین نہیں آتا کہ دروازہ قاتل ہو سکتا ہے۔“

”کرل صاحب! ایک مرتبہ میں بھی اس کے چہرے کی خصوصیت دیکھ کر آپ کی طرح دھوکا کھا چکا ہوں۔“ انکی بات سن کر کرل خوشونت اور سنا ہیرکوں سے گزرتے ہوئے محنت کی کوفٹی تک آئے۔ کرل نے دروازے پر دھک دیا مگر دھک کے دباؤ سے دروازہ خود بخود ہی کھل گیا۔ کرل اور سنا اندر داخل ہوئے مگر ہاں کوئی نہ تھا۔!

پانچ بجی صبح کے اندر اندر چھاؤں میں الام کی آواز دو گونجے گی۔ جوان ہیرکوں سے نکل نکل کر دوڑنے ہوئے میدان میں آ کر قطار میں کھڑے ہونے لگے۔ چتر ہی صبح میں خوشونت نے قطار کے گرد دھوکہ کر جو انوں کا محاصرہ کیا تو دروازہ اور اس کے تینوں اور دوست نظر نہ آئے۔ کرل کے چہرے کا رنگ بدل گیا۔ اس نے فٹے اور باپسی کے طے چلے جذبات سے سر جھکا لیا اور مجبور نظروں سے گھٹائی صرف دیکھا۔ سنا کا چہرہ حق ہو گیا تھا۔ کرل نے نظریں ملنے ہی اس نے اپنی نظریں جھکا لیں۔ دوسری بار پھر مجبور ہوئے کیا تھا۔

خوشونت چلا اور سنا کے قریب پہنچ کر بولا۔ ”آئی ام سوری مسٹر سنا! لیکن اب وہ صرف آپ کا ہی مجرم نہیں، قریح کا بھی مجرم ہے۔ چھاؤں سے فرار ہوتے ہوئے وہ اپنے ساتھ تین اور جوانوں کو بھی لے گیا ہے۔ پھر کسی آخر وہ ہم سے بچ کر کہاں جائیں گے۔ آپ فکر نہ کریں۔ میں فطری طریقہ کار سے ان کی اس کی اطلاع بخواتا ہوں۔“

مگر کرل خوشونت کے یہ جملے سنا کے لیے بے معنی تھے۔ وہ تو اس وقت میں سوچ رہا تھا کہ یہاں سے نکل کر محنت کہاں کیا ہوگا؟

اور سنا کے ذہن میں یہ سوال گونج رہا تھا اور دوسری طرف محنت معاہدے تینوں ساتھیوں کے

جیب گرو کی آنکھوں سے اوصل ہو چکی تھی۔ اس نے جیبیں کھینچے تک جگت اور ساتھیوں فرار کی بات پر پیشہ وری مگر دوسری رات ابھی آٹھ بج کر گزری تھی جب خان پور پولیس ہرنڈنٹ سنا صاحب کو پولیس پانی کے کچھ رجسٹر کی چھاؤں پہنچا۔ اس نے اپنے ساتھیوں کرل خوشونت کے دفتر کے باہر دوا اور کرل کے اردلی کے ساتھ کرل کے دفتر میں پہنچ کر ان کے انتظار کرنے لگا۔

پھر ہرنڈنٹ سنا بہت خوش تھا۔ وہ جانتا تھا کہ کرل کی گرفتاری اس کی ترقی کا باعث ہے۔ معاملہ میں وہ بار بار دیکھنا کہ کرل کے ہاتھ پاؤں میں زخموں کی ڈالے وہ گاؤں سے زور دیا۔ گاؤں کے سرداروں میں کرل کی گرفتاری کے بعد سنا سے بہت مرعوب ہیں اور اس کے آگے پیچھے گاڑا چل رہی ہے۔ سنا ابھی نہ جانے کتنی دیر اور انکی خیالوں میں گھویا رہتا کہ دفتر کا دروازہ دروازہ کی آواز کے لئے کڑا کے دروازہ قریب سیٹ کیا اور کرل خوشونت دفتر میں داخل ہوا۔ سنا نے بھی سوا کھڑے ہو کر پہلے سیٹ کیا اور پھر اپنا قیافہ کر لیا۔

”میں پولیس ہرنڈنٹ سنا ہوں۔ میرا تعلق گروم آپ کو مل گیا ہوگا۔“

”تعلق گروم۔۔۔ کب تھا؟“ اس نے میں سے تو آپ کا کوئی تعلق گروم نہیں دیکھا۔“ کرل لہجہ سنا تھا۔ سنا نے کرل کی بات سن لیکن اسے اپنی سماعت پر یقین نہ آیا۔ اس کا چہرہ آؤ تھا۔ وہ گھبراہٹ ہوئے لیے میں کرل سے مخاطب ہوا۔

”کیا کہہ رہے ہیں کرل صاحب؟ آپ کو میرا کوئی تار نہیں ملا؟ مگر یہ کیسے ممکن ہے؟ میں نے تاروں اور دہرہ راند کیا تھا۔“

کرل خوشونت، سنا کی جگہ بیتی حالت دیکھ کر متحجب بھی ہوا، مگر پھر سنبھل کر بولا۔ ”اچھا۔۔۔ آپ نے تاروں سمجھا تھا؟ میں کل شام سے بچتی رہا۔ ہوئی ہے۔ نا۔۔۔ اس وقت میں بھی دوست فیم کے آخری شے رہا۔“

اس نے کہا۔ ”اس نے آپ کو اتنا انتظار بھی کر پڑا۔“ میں نے دیکھا ہوں۔ تار یا ہوگا تو انکی کاغذات میں ہوگا۔“

”یہ کہہ کر خوشونت اپنی میز پر دوئی ڈاک فرے دینے لگا۔ ذرا سے کاغذات اٹل پلٹ کرنے سے اسے تار کا ایک لحاظ ملا جو بند تھا۔“

اس نے اتفاقاً ہاتھ میں لے کر ہرنڈنٹ سنا کو دکھاتے ہوئے کہا۔ ”مل گیا۔“ مگر معلوم ہوتا ہے کہ۔۔۔

اب تک اسے دیکھا ہی نہیں۔ بند کا بند پڑا ہے کیا کوئی ضروری بیٹیم سمجھا تھا آپ نے؟“

یاد کرتے کرتے اس نے اتفاقاً کھولا اور تار کا مضبوط پڑنے لگا۔ دوسروں کا یہ مختصر سا درخوشونت نے

شاید دو دفعہ ضرور پڑھا ہوگا۔ پھر اس نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے نظریں آٹھ رومز اور سنا کے

دیکھتے ہوئے پوری فوجی شان سے کہا۔

جگت نے ماں سے دُور بیٹھے ہوئے کہا: "میں جہیں دیکھنے اور جہیں اپنا منہ دکھانے آیا ہوں۔

دوبارہ ملاقات کب ہوگی بیگوان کو معلوم۔"

یہ سننے ہی ماں نے جگت کو اپنے قریب کھینچ لیا جیسے بچے کو اس سے کوئی جھین رہا ہو۔ مگر بولی۔

"اگر تو بیگوان کو اتنا سے اتنا ہے تو میری ایک بات مان لے۔ اب ان راستوں پر رمت جا۔ اس فوجی لباس

میں تجھے دیکھ کر میرا دل خوشی سے بھرا ہوا ہے۔ کتنا اچھا لگتا ہے۔ تو نہیں جانتا ہر ماں بھی جانتی ہے

کہ بیٹا اچھے آدمی کی حیثیت سے نام کرے۔ پرانے راستوں کو بھول جا۔"

"اب بہت دیر ہو چکی ہے ماں۔ تجھے پتہ ہے کہ کہ میں پولیس کے ہاتھ آ گیا تو مجھے پھانسی

دے دی جائے گی۔ اور مگر اب میں اکیلا نہیں۔ میرے بہتیوں دوست میرے ساتھ فوج پہنچ

کر آئے ہیں۔"

جگت کی بات سن کر ماں کو یاد آیا کہ گھر میں وہ اور جگت اکیلے نہیں ہیں۔ اُس نے ہلدی سے

آٹو پور چمچے اور اوروں پر چمچا کر دیا تھا۔ اُس نے کہا: "تو اتنے دلوں کے بعد آیا اور میں

تجھے دکھانے کو پوچھتا ہوں۔ اُس نے کہا: "ماں۔ میں نے تیرے ہاتھ کے لئے

ملا لیا تھا۔ تجھے تو ملو بہت پسند ہے نا۔ بلکہ تم سب کی لکھاؤ۔ اتنی دیر میں کچھ اور تیار کرتی ہوں

جی۔"

ماں کی بات سن کر جگت بولا۔ "جہیں ماں۔ ہمارے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔ تیرے ہاتھ

کا اتنا ملو دکھانے سے ہی چھت بھر جائے گا۔"

چاروں دوستوں نے ملو دکھا، پانی چاروں ادا کرتے ہیں۔ اُس نے کہا: "ماں۔ چاروں

لٹی پیٹے گئے۔ وقت بخیر ہے۔ گزر رہا تھا۔ انھوں انھوں میں اشارے ہوئے کہ اب چلنے کا وقت

ہو گیا ہے۔ جگت نے چلنے چلنے کو چھو لیا۔ "ماں اور میری کسی ہے؟"

"وہ بھاری بیشہ تیری خیریت پر چھو رہی ہے۔ ہوئی مٹانے کے لئے بیٹھے گی ہے۔ اُس کا

میاں بھی ساتھ گیا ہے۔" ماں نے بھیر پوچھے موان کی فیر حاضری کی اطلاع دے دی۔

"اس کا مطلب ہے کہ اس وقت میرے گھر میں کوئی نہیں؟" جگت نے سوال کیا۔

ماں اس سوال کا مطلب خوب جانتی تھی۔ مگر نہ بولے۔ جگت بولنا چاہتی تھی اور سچ بول کر

اُسے غلط راستے پر لے جاتا چاہتی تھی اس لئے فوراً منہ پھیرتے ہوئے کہا۔ "میں وہاں کی سب

فیریں ٹھوڑی کر رہی ہوں؟"

ماں کے اس جواب سے جگت چونکا ہو گیا اور جگت کیا کہ ماں ضرور کچھ چھپا رہی ہے۔ اپنے شب کو

ذکر کرنے کے لئے وہ کہہ کر چھت پر چلا گیا۔

"میرا کچھ چیزیں وہاں رکھی ہیں، وہ وڈر لے لوں۔"

اُور پر جا کر اُس نے دیکھا تو مکان کی چھت پر تین آدمی سو رہے تھے۔ تین چار پائیاں دیکھ کر

اُس نے سوچا جیسی رام اور شام وہاں آئے؟ لیکن یہ تیرا کون ہو سکتا ہے؟ خبر جو تھی وہ ان کا رشتہ

اور بھی تیرا کون ہی ہو گا نا؟ تینوں دوست اور چھت پر تینوں دشمن۔ ہلدی جگت نے کچھ دیکھا کہ

اُور نیچے آ گیا۔ کچھ شیار اور گرپال وہاں سے جانے کے لئے بے قرار ہو رہے تھے۔ اُن کو اندیشہ

"رتا" پہنچ چکا تھا۔ 1۔

ہولی کی اچھی رات تھی۔ دن بھر رنگ کیل کیل کھینچنے کے بعد اب لوگوں کو تینہ کی کو

آرام ملا تھا۔ کس دُور چلے جانے سے پہلے جگت ایک بار ماں کو منہ دکھانے کی خواہش لے

دوستوں کے تہا آیا تھا۔ دوستوں کو اس طرح جگت کے دشمن کا گھر دیکھنے کا موقع بھی ملا تھا۔

جگت کے دل میں وہ دُور تھا نہیں۔ ایک دُور کا حال معلوم کرنے کی اور دوسری چیز

دعا یا کا حذر چھاننے کی۔ اُس نے ملے لگا کر کہا کہ اگر بنو مان سے پولیس کو ادھی میرا خط دیکھ

مگر نہ کرنا کی کو کوشش کی ہے تو میں اُسے ختم کر کے ہی دوں گا۔ میں جانتا ہوں جگت اپنے

کے دروازے تک پہنچ گیا۔ اچھا آخر دیکھا اور دروازے پر آہستہ آہستہ سے دنگ دی۔ جگت کا

ماں کو دیکھنے کے لئے بے قرار تھا۔ جگت کی ماں نے یہ سوچ کر دروازہ کھولا کہ جگت کے ہاتھ

سے وہاں لوٹے ہوں گے۔ لیکن جب ہار دیکھا تو دروازے میں بہت ہی مانوس مانوس لگنا

سایک شخص تھا۔ ماں کی آنکھیں جگت کے فوجی لباس سے ہوتی ہوئی اُس کے چہرے تک آ

اور وہیں روک گئیں۔ وہ کچھ بولنے ہی والی تھی کہ اُسے والے نے ہونٹوں پر اچھی رکھ کر

خاموش رہنے کی ہدایت کی۔

الفاظ ماں کی زبان سے تو وہاں لوٹ گئے، لیکن آنسو بن کر آنکھوں سے بہہ نکلے۔

اتنی دیر میں جگت نے اپنے تینوں دوستوں کو اندر بلا کر گھر کا دروازہ بند کر دیا۔ پھر کمرے میں

کر دھنپا لیا۔ وہ جگت کی طرح لپٹ گیا۔ اب جگت چھت پر گھر کر رہی تھی۔ جگت کا چہرہ آنسوؤں

تہا ہوا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ ان آنسوؤں میں جہاں کی آگ کے ساتھ ساتھ جگت کی خشک

ہے۔ جگت نے اپنے آنسوؤں پر مشکل سے روک رکھے تھے۔ اُس نے ماں کا دھیان مٹانے کے

جلدی سے سوال کیا۔ "ماں۔ باپ اُور پر ہی کیا؟"

"جہیں بیٹے۔ وہ تیرے ماما سے ملے دھرم پور گئے ہیں۔ دروازے پر کھانسی کر میں تو کچھ

بگنی تھی کہ وہ وہاں آ گئے۔"

"مجھے اس دردی میں دیکھ کر کم بخت نہیں لگتا؟"

"جیہا۔ تو چاہے کوئی سا بھی لباس پہننا لے۔ ماں کو بچکانہ ہی لے گی۔ اور میں تو ویسے بھو

چھلے دو دن سے تجھے ایسے ہی لباس میں دیکھ رہی ہوں۔"

"جہیں کیسے پتہ چلا کہ میں فوج میں بھرتی ہو گیا ہوں ماں؟" جگت کو توجہ ہوا۔

"کل جو مان تیرے ہاتھ سے تیرا بھتیجا ہوا خط دھروا لے آیا تھا۔"

"اور اس کے بعد اُس نے وہ خط پولیس کے سپرد کر دیا۔" جگت نے غصے سے دانت بچھتے

ہوئے کہا۔

"لیکن، جہیں۔۔۔ ہونا ان کو دُش مندرے۔ وہ خط تو اس گھر سے باہر ہی نہیں گیا۔ تیرے ہاتھ

تو نے اُس وقت خط چرہ میں ڈال دیا تھا۔ اس کی راکھ میں نے سنبھال کر رکھی ہے۔"

"تو بھڑ۔۔۔ پولیس کو پتہ کیسے چلا؟" یہ کہہ کر جگت سوچنے میں چڑ گیا۔

جگت کی بات سن کر ماں کا چہرہ آگڑا۔ جیہے کے ملنے کی خوشی اُن کی آن میں کم ہونے لگی



وہ ہیں۔“ اس جملے کے بعد رگت نے نانا کی آنکھوں میں آج پہلی بار آنسو دیئے۔ نانا نے دلدھی بولی آواز میں وعادیتے ہوئے کہا۔

جنت مانا ہی اواز کو پہچان لیا مگر اس نے ہومان کو جواب دینے کا اشارہ کیا۔ ہومان بولا:



”میں تمنایدار ہوں..... جلدی دروازہ کھولو!“

چرکیدار نے بڑا کر اچھیں کھول دیں۔ وہ اس نگاہیں ملنے کے لئے بائیں تیار نہ تھا۔  
 تھانیدار نے ڈپٹ کر پوچھا۔ ”کیا تو نے رات کو کھانا کھانے کے لئے آنے والے فوجیوں کو دیکھا تھا؟“  
 تھانیدار کے سچے سے غصہ سرخ تھا۔ چرکیدار پولیس باغی کو دیکھ کر حیران رہ گیا تھا۔ اُس سے  
 کوئی جواب نہ سن پڑا۔ تھانیدار اُسے ایک لاث اورنگ کر کے بڑھ گیا اور سدھیا حاکمت کے گھر کے

ہاتا۔ لوگ بار بار جگت کے گھر کے دروازے کی جانب نگاہ کرتے۔ لیکن وہ دروازہ اب تک نہیں کھلا تھا۔ پانچ آدمیوں کو بلا کر تھانڈا نہ دے بغیر تھانڈا تیار کیا۔ چائی کو چار پانچ عورتوں نے چکر کر ایک کونے میں بٹھا دیا تھا۔ وہ اب بھی چین کر کے سر پٹ رہی تھی۔

ایکپلڑے دو پویش والوں کو خان پور روانہ کیا تاکہ سہنا صاحب کو آتے ہی یہاں لایا جائے۔ ہارچہ پویش والوں کو کانٹوں کے تقاب میں روانہ کیا گیا، دو کو دھرم پور بھیجا گیا تاکہ جگت کے نام سے کوئی اطلاع مل سکے تو لے آئیں۔

تینوں اطلاعوں کو سنیے لاکھن میں رکھا گیا۔ اب مزید کارروائی کے لئے ان لاشوں کو ہسپتال لے جانا پائی تھا۔ مرنے والوں کے رشتہ دار سوجھ بوجھ کر موبن کو اس واقعہ کی اطلاع کے لئے بھیجا جائے گا۔ اس لئے کہ اگر وہ روئے کے ساتھ جگت واپس آئے تو گھر کیا ہے چنانچہ برنی فرما دے جسے سنانے سے بہتر ہے کہ اسے واپس آکر ہی اس واقعے کی اطلاع ملے۔

دو گھنٹے کے بعد موبن اور دو دیگر واپس والے ڈالے گاڑی گاؤں داخل ہوئی۔ لوگ کھڑکیوں سے سرکال کر انہیں دیکھنے لگے۔ لوگوں کی نظروں سے ابھرنے کے بعد روئے کے چہرہ کا ظاہر تھے۔ موبن سنگھ ان نظروں کی حرارت سے چونک گیا۔ اسے لگا کہ کمرہ روٹی کی ایک دیسی بات ہوئی ہے۔ وہ نہ سب لوگ اس طرح اُسے نہ منگھرتے۔ رام اور شام نے کوئی حرکت کی ہوگی کیا ہے کہ عورت کو چھیڑا ہو۔ گاؤں والوں کی نظریں دیکھ کر دو کمال بھی دھل چکا۔ وہ یہاں سے چلتے ہوئے پھر بخیر من کر گئی تھی کہ جگت زندہ ہے۔ لیکن وہ کچھ تو نہیں کیا؟

زادہ بھوگاڑی گاڑی چلی کہ گھر کے پاس آ کر روٹی تو لوگوں کو گھر کے پاس جمع دیکھ کر دونوں کو یقین ہو گیا کہ کمرہ روٹی بات ہوئی ہے۔ دو تین آدمیوں نے آگے بڑھ کر موبن کو گاڑی سے اتارا۔

”کیا ہو؟“ ”لوگ کیوں جمع ہیں؟“ ”موبن اب پوچھے بغیر نہ رہ سکا۔“

”زادہ کو مضبوط رکھنا موبن سنگھ بڑا خوشنکاح واقعہ ہو گیا۔“

موبن کی بھوسہ میں کچھ نہ آیا اور وہ اندر گھر میں داخل ہوا۔ کمرہ روٹی پر قدم رکھتے ہی موبن نے محسوس کیا کہ لاشیں سفید پڑنے میں پہنچی ہوئی تھیں۔ اس کا دل دھک سے دوڑ گیا۔ پاؤں اوپر اٹھ کر رہ گئے۔ سو تو کلا کلائی جی نہ نکل گئی۔ انہیں صحت کس کیلینم نہ ہونے لگے۔ اُس نے اپنے ہاتھوں سے سینے کو ایسے دبا دیا جیسے یوں نہ کیا تو دل اچھل کر جسم سے باہر آ جائے گا۔

دیر دھکی روئے کی تھی۔ لیکن موبن کو بے حس و حرکت باک و بروٹی طرف کسی نے ڈھکیا نہ دیا۔ سب کو لگا کہ کہیں موبن بھی وہیں ڈھکیا نہ ہو جائے۔ سوئی کی نزاکت دیکھ کر گاؤں والوں نے لاش کے چہروں سے پلڑے ہٹا دیئے۔ دونوں بھائیوں کی حقیقتیں دیکھ کر موبن ڈوڈا اور چار بھائیوں کے پاس چھ کر بھائیوں کے سروں پر ہاتھ بھیرتے ہوئے دعا مانگاں مار کر روئے لگا۔ اور واقعہ جا کر چائے سے لپٹ کر روئے گی۔

پہلے تو چائی نے اُسے سینے سے لگا کر چین کئے، لیکن پھر اس نے اچانک دیر دو دھکا دے کر زور بٹاتا اور بولی۔ ”خوجہ روئے دے۔ تجھے بے چل گیا تھا کہ جگت پر کام کرنے کے لئے آئے گا۔ جانے سے پہلے تو اس کی ماں سے ملے گی اور اسی لئے اپنے میاں کو موت سے بچانے کے

دیکھنے لگے کہ کیا ہو رہا ہے۔ یہ سن کر چائی کو ڈر سا کون تو ہوا کہ دروازے پر تھانڈا ہے۔ لیکن اسی بات سے گھر مندی ہوئی کہ تھانڈا راس وقت کس لئے آیا ہے۔ پھر بھی اُس نے دروازہ کھکا دیا۔ دروازہ کھلتے ہی چائی کو دیکھ کر تھانڈا رہنے لگا۔

”گھر میں کوئی مرد ہو تو اُسے فوراً پکڑو۔“

چائی بے چوہہ نہ کی کہ کیا کام ہے۔ تھانڈا کار کا حکم سن کر بولی۔ ”موبن تو یہی کہ ساتھ سرال م ہے۔ رام شام اور میرا بیٹا جھپت پر سو رہے ہیں۔“

ایکپلڑے چلی گئی۔ ”اے ماں!۔“ ”جو بھی ہو اُسے جلدی سے حاضر کرو۔“

چائی کا گھر گئی۔ ”اُن نے کوئی قصور ہو گیا ہے کیا؟“ ایکپلڑے اُس کو اس انداز سے منگھرا کہ وہ جواب سننے کے لئے ڈنڈک لگا اور جلدی سے چھپنے کی سڑھیاں چھنے لگی۔ ایکپلڑے اور تھانڈا راس چھپنے کے لئے چھپ گئے۔ چھپ گئے بعد انہیں ایک دلدرد نہانی ڈال دی۔ چائی درود کر دین کر رہی تھی۔

”اے میں لاش تھی۔“ ”کسی نے میرے بیٹے اور دونوں بھائیوں کو مار ڈالا۔!“

بڑھیا کے تین تن کر تھانڈا اور ایکپلڑے نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور ایک کر جھپت کی سڑھیاں چڑھ گئے۔ جھپت پر تین لاشیں چلی گئی۔ رام اور شام رات کو رگ رگ کے کپڑے پہن کر سوئے تھے کہ اس وقت ان سارے نگول میں خون کا لال رنگ صاف نظر آ رہا تھا۔ زمین پر بھی خون جم گیا تھا۔ رام کی آنکھوں کے دیسے سینے سے باہر منڈکلا رہ گیا تھا۔ شام کا ایک ہاتھ اب تک چار پائی سے پٹے لگے ہوا تھا۔ نظر آ رہا تھا کہ ایک بار تو شام کا بھی دل ریل جائے۔ چائی اپنے بڑے بھائی سنگھ کی لاش سے اپنے لپٹ کی جیسے اس طرح اُس پر بٹا ابھی تینو سے جاگ جائے گا۔ چائی کی دلدرد بھینوں اور تین کی آوازوں سے برابر والے گھر میں جگت کی ماں بھی پوری طرح ہوش میں آئی۔ اُس نے انہیں گھولیں تو اب اُسے پتہ چلا کہ جگت صرف اُس کے ہی اور والوں کو چال کر نہیں کیا ہے بلکہ ایک دوسری ماں کی زندگی کو بھی دیران کر گیا ہے۔

ڈراما دہ میں پورے گاؤں کے لوگ دیوے کے گھر کے پاس جمع ہو گئے۔ سب ہی یہ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ کس کی کس کو کیا کیا ہے۔ یہ پوچھنے کی کئی کئی صورتیں نہیں تھیں کہ کون کی کس نے ہے کیونکہ سب کو پتہ تھا کہ اگر جگت زندہ ہے تو وہ واپس آئے گا اور قیامت برپا ہوئے گا۔ وہ کہاں سے آئے گا، کیا اُس کے ساتھ کسی قاتل کے بارے میں طرح طرح کی چٹکیاں جووری تھیں۔ کسی نے تو یہ بھی کہا کہ اگر جگت کو پتہ چل گیا ہے کہ موبن دیوے کے ساتھ سرال کیا ہوا ہے تو وہ چیخے جا کر اُس کا بھی دوں گا تمام کر دے گا۔

کئی نے سنا پویش دے کر کچھ کر پڑے کہا۔ ”یہ لوگ تو ہمیشہ کام پورا ہو جانے کے بعد ہی تماشہ دیکھنے کے لئے آتے ہیں۔“

اس کے جواب میں دوسرے نے کہا۔ ”ان کی بات کیا کرتے ہو۔ خود ہم لوگ اتنے قریب ہونے کے باوجود کام ہو جانے کے بعد ہی تماشہ دیکھنے کے لئے جمع ہوتے ہیں نا۔۔۔“

ایسی باتوں سے بحث ہوئی۔ اگر پولیس موجود نہ ہوتی تو ممکن تھا کہ مسلط ہاتھ اپنی بات تک چلا

”میں نے اس کو بچا دیا۔“

ریتا بیچ کر اس نے سب سے پہلے تھانیدار سے کہا۔ ”جب میں نے تم کو اس گاؤں میں فرانسس

”ورنہ کیا۔؟“ منہا بھرے ہوئے پیر میں گر جا۔  
 ”ورنہ سامتا ہونے پر آپ کے خلاف بھی بندوق ہی استعمال کی جائے گی۔“  
 یہ سنتے ہی منہا کھڑا ہو گیا اور گردن اڑا کر حرکت کے نانا اور آپ کو مخاطب کرتے ہوئے بولا۔  
 ”تمہارا خطاب مجھے بھی دنگی دہا ہے۔ اُسے پہنیں کہ اس جیسے کتے لوگوں کو میں نے اپنے  
 ذوال سے کل کر رکھ دیا ہے۔“  
 نانا کو منہا کی بات بہت بری لگی۔ جی میں ایک مرتبہ تو آیا کہہ دیں کہ طاقت کا گھنڈہ زمت کر  
 لیا۔ ورنہ عزت اور جان دونوں سے جانے گا مگر اس وقت وہ مجھے کوئی چپ ہو گئے۔  
 قائد اراکو سن کر بڑا اطمینان ہو گیا کہ حکم کو رتا میں نہیں بلکہ کسی دوسرے گاؤں میں کل گیا  
 گیا ہے۔ اس طرح اب وہ اکیلا منہا کے حباب میں نہیں آسکا اور منہا بھی آخر سکون کو بر طرف  
 کرے گا۔؟“

منہا اور قائد اراکو کے جانے کے بعد ماں جی نے کہا۔ ”جنت نے اب خون کی ہولی شروع کر  
 والی ہے۔ اُسے کسی کی جان لینے ہوئے کیا زار دیکھ رہا تھا؟“  
 نانا نے بچی کو دلا سر دیا۔ ”بچی..... قول چھو نہ کر۔ ابھی تو نے منہا نہیں کر سامنے والے گھر  
 کے تینوں کل جنت کے ساتھ تینوں کے بچے ہیں اور حکم کو بنانا نے مارا ہے، جنت نے نہیں۔“  
 مگر ماں جی کو ان الفاظ سے سکون نہیں ملا۔ وہ بولیں۔ ”تم مجھ کو بھی پوچھا پوچھا کر جنت جو چک کر رہا  
 ہے، اب چپ ہے اور بھوکا اُسے صاف نہیں کرے گا۔“ یہ کہہ کر وہ رونے لگی۔  
 جنت کے بچے کا اس پر نہیں بلکہ اب جو چکھ ہوئے والا ہے مجھے اس پر رونا آتا ہے۔ ہمارے  
 گاہران کی آخری رشتہ دار (والدار) ہے اگر یہ دیا بھی بچھ گیا تو اس گھر میں ہمیشہ کے لئے اندھیرا ہو  
 جائے گا۔ اس جی نے کہا۔

”ایسے الفاظ کیوں جس سے کافی ہے بچی؟“ نانا بولے۔  
 ”بابو..... میری تمام امیدیں مٹ گئیں۔“ ماں جی نے کہا۔ پھر وہ شہر سے مخاطب ہوئی۔  
 ”جنت کے باپو! تم اب سبھی کے پاس جا کر جنت کا رشتہ داپس لے لو۔ بے چاری چندن کو کی  
 زندگی کیوں پر باد کی جائے؟ میرے نصیب جی میں بھوکا کھ نہ ہوگا۔ مگر اُس نے ایک ایسی سائنس  
 لے کر کہا۔“ جاؤ! سبھی بھوکا کی مرضی۔“  
 اور دوسرے روز صبح اخباروں میں چار آدمیوں کے قتل کی خبریں اس قسم کی جلی سریشوں کے  
 ساتھ تھیں۔  
 ”جنتاب میں دوسرا چڈا ڈاکو پیدا ہو گیا۔“

جب ہوائے ہاتھیں کر رہی تھی۔ پیچھے گھونپے بھی اسی رفتار سے دوڑی جا رہی تھی۔ جنت کو کافی  
 عرصے کے بعد اپنی پیادری باپ پر سوار کی کرنے کا موقع ملا تو اس لئے دوہمی بے حد خوش تھا۔  
 جنت اس بات پر نازاں بھی تھا کہ قدرت اُس کا پورا ساتھ دے رہی ہے۔ سارے کام آسانی سے

”ماں جی! میں نے یہ نہیں معلوم کیا کہ آپ کیسے گھر میں تھے تو یہ بتائیے کہ جنت رات کو  
 وقت آیا تھا اور اُس کے ساتھ کون کون تھا؟ اس میں ڈرنے کی کوئی بات نہیں ہے۔ ہم تو سہ  
 رپورٹ تیار کرنے کے لئے ایسے سوالات کر رہے ہیں۔“  
 ”شہر دو پوچھو صاحب!“ ماں جی نے کہا۔

”ماں جی! جب آپ ہوش میں آئیں تو آپ نے میرے اسیکلر کا ہاتھ پکڑ کر کہا تھا  
 ”جنت بیٹے! میں تمہیں نہیں جانے دوں گی۔“ کیا یہ بات سچ ہے؟“  
 ماں جی نے ذرا سا سوچا، پھر کہا۔ ”بھائی! اگر میں ہوش میں ہوتی تو کیا اسیکلر صاحب کو پتا کہتی  
 جواب دہ اور تھا۔ منہا کو بھی دوہیا کا جراب سن کر چلے گئے تھے ماں جی منہا کو مارا  
 بھی کرنا نہیں چاہتی تھی اس لئے پولیس۔“ ”یہ سچ ہے کہ جی میں اس کو نیند آتی ہے اور چ  
 بھی نیند آ جاتی ہے تو جیسے ہی کے خواب نظر آتے ہیں۔ مگر میں نے خواب میں جنت کو د  
 ہوا اور وہ الفاظ اسیکلر صاحب سے کہہ دیئے ہوں۔“

”ماں جی..... بات کو اس طرح مت نہ لے!“ منہا کا لہجہ اب افسردہ کا ہوتا جا رہا تھا  
 ”قائد اراکو نے سچ آپ کے گھر میں ہی کے چار چائے کی دیکھے تھے۔“  
 ”مگر میں نے کوئی میری بے ہوشی کے دوران اگر کسی نے کیا ہو تو مجھے کیا پڑے؟“  
 منہا کو یہ سن کر منہا صدمہ آیا۔ وہ صدمہ میں چکھ کھینے ہی والا تھا کہ ایک پولیس والا دروازہ  
 سانس لینا ہوا اندر داخل ہوا اور بولا۔ ”صاحب..... صاحب!“ سب اُس کی طرف متوجہ ہو گئے  
 ایک تو وہ دروازہ آقا صاحب لے اُس کی سانس پھول پٹی تھی دوسرے وہ یہاں آکر اس آجھن میں  
 گیا کہ اسنے سارے لوگوں کے درمیان بات کر دی تھیں؟

اُسے چپ ہوتا دیکھ کر منہا غصے سے بولا۔ ”جلدی بول! کیا بات ہے؟“  
 سبھی منہا کے کورے سے بولنے سے اور بھٹکا گیا۔ ”جلدی سے بولا۔“ صاحب! ابھی ابھی اطلاع  
 ملی ہے کہ جنت گڑھ میں گم ہو گیا۔“ ”اُس کے گھر کا کرکٹش ہے؟“  
 منہا اور قائد اراکو یہ سن کر دنگ رہ گئے۔ جنت کے باپ اور نانا نے بھی ایک دوسرے کو دیکھا۔ سچ  
 نے قائد اراکو سے پوچھا۔ ”تھم جنت گڑھ میں تھا؟“

”اب جنتاب۔“ جہان سے ڈر کر وہاں گیا تھا۔  
 ”جہان.....؟“ ”منہا نے کہا۔“ اُس کے گھر کا کرکٹش ہے؟“  
 ”ہی۔ وہ بھی کرکٹش رات سے گم ہو گیا ہے۔ اب تک کبھی نظر نہیں آیا۔“ قائد اراکو نے کہا۔  
 حکم کے قتل کی اطلاع لانے والے سبھی کو ابھی بچھا اور بھی کہنا تھا۔ اُس نے منہا کے قریب نہ  
 کر دیکھے سے کہا۔ ”صاحب! جنت نے آپ کے لئے پیغام بھیجا ہے۔“  
 ”کیا؟“

”بھئی کہ ہم باج آئی آج سے قانون کے باقی ہیں۔ سب کے سر پر ایک ایک لک کا الزام  
 ہے۔ اب ہمیں موت کی کوئی پرواہ نہیں۔ اگر آپ کو اپنی جان پیادری ہو تو یہی بچوں کو لے کر  
 نجاب چھوڑ کر چلے جائے۔ ورنہ۔“

اب جنت ہوشیار سے مخاطب ہوا۔ ”بھیار! تمہیں کچھ نہیں کہنا؟“

”جہنم میں تو آپ سے لڑ کر آیا ہوں۔ اس مسئلے میں کہ ہو سکتا ہے؟“ بھیار نے ایسے کہا جسے اس نے بات کا سخت انوکھ سے کہ اس کی کسی سے عادت نہیں ہے۔

”بھیار! یہاں تو تمہیں یہ چھٹکا ہوگا۔ الو سے معافی مانگ کر ان کی آغوشِ مادرِ حاصل کرنی

اس کے ٹھوڑی عمارت پر بعد وہ سب ناک پر پہنچے۔ کربال اس علاقے سے واقف تھا۔ ۱۱  
گاؤں میں گھر تک کے کردار سے کابرت مشہور تھا۔ گاؤں میں بازاری لوگوں کے لئے جو سرائے ۱۲  
میں مسجیت کی اس ٹولی نے بھی قیام کیا۔ جاتے ہی سب کے سب سو گئے اور چار پانچ بجے ۱۳  
بے حد سوتے رہے۔ گھروں کو تینہ میں آئی۔ دوسرے ساتھیوں کو بھی تینہ میں دیکھ کر سو ۱۴  
پھانک کر شاید حکم کو نقل کر کے بعد وہ بھی اسکی ہی جیسی تینہ سو گئے۔ ۱۵  
جہنمی کو ٹھکانے کے بارے میں سوچا جانے لگا۔ بچپن سے مرغی کی قربانی کی۔ کربال۔ ۱۶  
لہا۔ ایک دین کا کامدروہ ہے۔ عقیدت مند اس کی منت مانتے ہیں اور مہمانداری ہو۔ ۱۷  
بکرا پیش کر کے مسجیت کی بھی منت آج پڑھو ٹولی ہے کیا خیال ہے، آج دیو کی ہے پراسا ۱۸  
ہے پیٹ نہ بھرا جائے؟“ ۱۹  
بات سب ہی کے دل کو لگی۔ طے ہوا کہ جہانم بعد میں جائے۔ فوج سے فرار ہوئے و دلت ۲۰

جانے۔" جگت نے کہا۔ جگت کی اس معاملہ جیسی باتوں میں جگت کی قدر دیکھو اور وہی اور اس بات پر خوش ہوا کہ ان کا سردار جگت جیسا شخص ہے۔  
اسے میں ہنومان، سندھ سے واپس آگیا۔ وہ دیکر سے کار تو دیکر سے قدوس میں ڈالنا؟  
جین ہائی بکرا ساتھ لے کر آیا تھا۔ کربال نے فوراً اس کے پکانے کا بندوبست کیا۔ آتے ہ  
ہنومان شراب کی کچھ بوتلیں بھی ساتھ لیتا آیا تھا تاکہ وہ بارود نہ جاتا پڑے۔ اب ہنومان کو جگت  
دوسرا کام بتایا۔

"تمیں اس جیب کو بھی دینی چاہئے۔ لیکن نہ ہم اسے راستے میں چھوڑیں گے اور نہ ہی  
مفت دیں گے۔ سب گروہ جانے کے لئے دوسری گاڑی درکار ہے۔ اب کوئی ترکیب سوچو اور  
مجھے یہ سچ کہہنا اور امان دیا کہ یاد کام نہیں کرنا۔ لیکن نہ دین رہا میں کام نہیں آئے گا۔"  
یہ سن کر ہنومان نے اپنی پیشانی پر ایک ٹکڑا بارود بولا۔ مجھے تمہارے اس طعنے سے بچنے  
کے کچھ تو سوچنا ہی پڑے گا۔ ذرا سلی ہوا میں جا کر چکر کاٹا ہوں شاید کوئی ترکیب آجائے  
نہیں۔ یہ کہہ کر ہنومان چلا گیا اور جب ایک گھنٹے کے بعد واپس آیا تو سب سامی تھا  
تیار ہو چکے تھے۔ فوجی سلا کو ایک روز اور استعمال کرنے کا فیصلہ کیا جا چکا تھا۔  
ہنومان نے آتے ہی کہا۔ "جگت! امیر داغ کچھ کچھ کام کرنے لگا ہے۔ گاؤں میں ایک ر  
ہی موٹر بیکسٹرنگ کا کام کرتا ہے۔ اس کے پاس ایک گاڑی کھڑی ہے۔ اس سے جیپ کی بنیاد  
وہ گاڑی بند لے لی جائے؟"

جگت ہنما۔ "ہنومان! تو نے بات تو ابھی سوچی ہے۔ لیکن یہاں اس طرح گاڑیاں پر لانا آ  
تھیں۔ فوجی گاڑی کون لے گا؟ اور اگر کسی کو شہ ہو گیا تو اٹل لے کے دینے پڑ جائیں گے۔ پھر  
تو نے چکر ڈھونڈی ہے تو میں کوئی راستہ نکالوں گا۔ چلنا، لکھنا، کھانا کھاتے ہیں۔"  
کھانے وغیرہ سے فارغ ہو کر جب وہ سرائے سے نکلے تو سورج سربرا چکا تھا۔ ابلی گرم  
گرہوں کی آمد کی خبر سے دھڑکی۔ ہنومان گھوڑی پر سب سے آگے روانہ ہو گیا تھا۔ جگت نے  
ہوئے اس سے کہا تھا کہ تم جہاں سے پیچھے چل رہے ہیں۔ سردار جی کے گیراج کے پاس  
نوکے جب بھی تم آتے آتے ہنومان چڑھتی چلائے رہنا۔"  
گیراج کے قریب جا کر جگت نے جیپ ڈکائی اور ہیشہ کے کان میں کچھ کہہ کر گاڑی  
اترے تو یہ بولا۔ "کیا چال ہے سردار جی؟"

"آئے سربرا آئے۔" سردار جی نے فوجی گاڑی کا استعمال کیا۔  
"ایک ٹکڑا پٹرول مل جائے۔ یہ کہتے ہوئے گیراج کے کونے میں فوراً گاڑی جگت نے دیکھی  
سردار جی نے فوراً اسے لڑکے کو ایک ٹکڑا پٹرول جیپ میں ڈالنے کا حکم دیا۔ اتنی دیر میں جگ  
فوراً گاڑی کا محاصرہ کر چکا تھا۔ اس نے ذرا جیرائی سے پوچھا۔ "سردار جی! کیا اس گاڑی میں ای  
لوگ بھی ہیں جن کے اس موٹر گاڑی میں؟"

"میں سرکار۔" گاؤں میں یہ ایک ہی گاڑی ہے۔ لیکن یہ بھی اب جاری ہے۔ جاگیر و  
صاحب نے دس سال پہلے خریدی تھی لیکن اب ان کی حالت کھلی ہوئی ہے اس لئے پیچھے کو

ہیں۔ کیونکہ یہاں اکثر والداریا تری آتے رہتے ہیں اس لئے ان کا خیال ہے کہ ان میں کوئی گاڑی  
مل جائے گا۔" یہ باتیں کرتے ہوئے سردار جی سوچنے لگا کہ شاید یہ لوگ گاڑی میں جائیں۔ چنانچہ  
اس نے گاڑی کی طرف نہیں شہ شروع کر دی۔ ایک دم چلا ہے۔ میں مل دیتی ہے۔ دوسال میں  
ایک بچہ بھی میری مرمت کی ضرورت نہیں پڑی۔"

"اچھا۔" جگت نے کہا۔ "ہمارے کرنل صاحب اس وقت ایک اچھی گاڑی کی تلاش  
میں ہیں۔ میں ان سے بات کروں گا۔" جگت نے اس کا حوصلہ بڑھانے کے لئے کہا۔  
سردار جی خوش ہو گیا۔ یہ بتتے ہی لڑکے کو فوراً لسی کے چار گھاس لائے کو کہا۔ جگت نے ہیشہ کو  
لڑکے گاڑی کی مشین چیک کرنے کی ہدایت کی۔

"اگر کرنل صاحب یہاں نہ آئیں تو میں گاڑی کو آپ کیسے دوں گا۔" سردار جی  
نے سوچا کہ کرنے کی غرض سے بات آگے بڑھائی۔

"نہیں۔ لی! لی! تو اب وہ کبھی نہیں آدیں۔ اور سب گروہ ہی ہیں۔ خود آکر دیکھ جائیں گے۔"  
جگت نے کہا۔ "ہم ان سے ہی ملنے کے لئے جا رہے ہیں۔ میں بات کروں گا۔ لیکن وہ نام مناسب  
ہوئے چاہئیں۔"

"ارے سرکار! یہ بھی کہنے کی بات ہے۔ اپنے کو تو سوچا اس روپے دلائی مل جائے۔ ہم تو پیچھے  
واپس آکر خریدنے والے ڈولن کا قاعدہ کرانے کی کوشش کرتے ہیں۔" سردار جی نے سب کو  
کے گلاس چن کر دے دیے۔

کسی پینے کے بعد پٹرول کے پیسے دے کر وہ چاروں گاڑی میں سوار ہو گئے۔ ہیشہ جیپ  
نارت کر رہا تھا کہ جگت نے ایک نوٹیلی سلاح باز میں لگادی۔ جیپ ذرا ہی آگے بڑھی تھی کہ ایک  
ہمارے سناں دیا۔ جگت کہن کر سردار جی وڈا وڈا آیا۔

"صعبیت ہوئی سردار جی!" جگت نے ہنومان سے کہی۔

"کوئی بات نہیں، میں ابھی پیچھے لگے دیتے ہوں۔ یہ کہہ کر سردار جی وکیل کے پاس بیٹھ گیا۔

"لیکن فوراً کرنل صاحب کے پاس پہنچنا تھا۔ اب ہم ذرا سامی وقت میں ملنا سکتے۔"

سردار جی نے زوردار کچھ سوچا، پھر خوش ہو کر بولے۔ "لڑکی کو بات نہیں۔ وہ وڈا گاڑی  
لے چاہئے اس طرح اس گاڑی کرنل صاحب کو دکھائی نہیں گئی کہ اس میں ستر کرنے سے آپ

گاڑی کی حالت کا بھی پتہ چل جائے گا۔"

جگت نے سر کھاتے سے کہا۔ "ہاں، بات تو سمجھ ہے۔ اگر کرنل صاحب مان گئے تو ہم ان کو  
اسی گاڑی میں ساتھ لے آئیں گے۔ تاکہ اگر سو دا ہو جائے تو آپ کا بھی کام ہو جائے گا۔"

سردار جی نے لڑکے کو گاڑی صاف کرنے کا حکم دیا اور اس میں دو ٹکڑا پٹرول بھی ڈکوا دیا۔ پھر  
چالی جگت کے حوالے کرتے ہوئے کہا۔ "جب تک آپ واپس آئیں گے جب تک دہرہ بی ہو  
گی۔"

چاروں دوست کھلی فورڈ میں بیٹھ گئے اور گاڑی نارت کر دی۔ سردار جی گاڑی کو جاتے ہوئے  
اس وقت تک دیکھا کہ جب تک وہ ان گھوں سے واصل نہ ہوگی۔ وہ بہت خوش تھا کہ اب تو سو دا ہو

سے نکرایا۔ انہوں نے اُسے روکا اور ہنومان کو دیکھ کر ایک فوجی نے ہندوق نساں۔۔۔ دھما دھما کر زلک کیا۔

”کلکے فوراً کہا۔“ بھائیے۔ بھئیے بھائیے ایسے بھے مار ڈالے گا۔“

”وہیے ہیں بڑے مارنے والے۔“ بچپن سے کہا اور ہنومان کو دھما دھما کر دیا۔

کریاں لے کر حکم کو اپنی فوج گاڑی میں بٹھاتے ہوئے کہا۔ ”چل پیڑھا جا! ہم کچھ گھر چھوڑ آتے ہیں۔“ حکم کے پیچھے ہی ہتھیار سے موڑ دوڑا دی۔ پیچھے ایک طرف کر پال اور دوسری طرف بچن اور چائیم حکم تھا۔ ہنومان گھوڑی پر بیٹھ چلا اور تھا۔ دوپہر ہو گئی تھی، اس نے سڑک پر زیادہ بولنگ نہ کی۔ جو بھی تھی تو ان کی کچھ میں بات آنے سے پہلے ہی سورا اور گھوڑی ان کی نظر میں سے غائب ہو چکے تھے۔

حکم گھبرا کر بار بار پیچھے نوکر دیکھا۔ ہنومان کو پیچھے آتا دیکھ کر وہ پھر رو ہٹا ہو کر بولا۔ ”فوجی ہائی! بھئیے بھائیہا۔ دھمے مارنے کے لئے ایک تک خائب کر رہا ہے۔“

”آگے چلے جوت کے تھے نہ کہا۔“ کوئی پرانی دشمن معلوم ہوئی ہے۔

”جیسے بدعاشی میں اُس کے ایک مفرد دشمن مجرم دوست کی باتوں میں آکر میں بھی پھنس گیا تھا۔ جی مشکل سے اُن سے جان چھڑائی تھی لیکن وہ یہاں تک آچکا۔ اُس کا وہ نامر دوست کسی کو گل کر کے فرار ہو گیا ہے اور یہ بدعاشی تیل کی ہوا کھانے کے بعد بھی نہ سنبھلا۔“

حکم کے سنہ سے آخری الفاظ نکلتے ہی جگت نے ایک پیچڑ گھما کر اُس کے منہ پر جڑ دیا۔

”سنے۔“ نامر دیکھے بچا ہے۔“

زوردار پیچڑ اور جگت کے چہرے نے حکم کو دن میں مارے دکھا دیئے۔ ”جگت، تو۔۔۔؟“ وہ

صرف اتنا ہی کہہ گا۔

”ہاں میں۔۔۔ تیری موت۔“ جگت نے ہندوق کی نالی اُس کے سینے پر رکھ دی۔ گاڑی ابھی

اڑ رہی تھی۔ حکم کو اُس کے اوپر بیٹھے دونوں طرف موت نظر آ رہی تھی۔

اُس نے ہاتھ جوڑ کر مت ساجت شروع کر دی۔ ”جگت! مجھے معاف کر دے۔ میں تیرا غلام

نہ کر رہوں گا۔“

”مجھے غلام کی نہیں، دوست کی ضرورت ہے۔ اور تو ہمارا بے وفادار دوست ثابت ہوا ہے۔“ جگت

کی آنکھوں میں خون آتر آتا تھا۔ لیکن اُس نے کوئی اس سے نہیں چلائی کہ یہ ہنومان کا نشانہ تھا۔

تھوڑا سا دور سے جا کر جگت نے کار کو نالی اور حکم گاڑی سے نیچے آتے جانے کا حکم دیا۔ حکم خوش

و گیا۔ اب آسے نیچے کی آئینہ ہو گئی تھی۔ فوراً گاڑی سے اُتر اور اُتر ہی تیرے قدموں سے

ڈٹنے لگا۔ ہنومان جب گاڑی کے قریب سے گزرا تو جگت نے پکار کر کہا۔ ”ہنومان! کسے زیادہ

ذہمت دینا۔“

اگر حکم اپنی پوری قوت سے دوڑ رہا تھا لیکن مالک کی رفتار کے آگے اس کی کیا وقعت تھی؟

ڈٹتے ہوئے پیچھے نوکر دیکھا تو گھوڑی پر لگے الموت نظر آیا۔ ایک سر پر بیٹھ چکی تھی۔۔۔!

ہنومان نے گھوڑی کی لگام چٹائی اور گھوڑی اپنی اپنی دو آنکھیں او اُچی کر کے ڈنگ کی۔ حکم اپنی

ہی جھو۔۔۔!

ہنومان گھوڑی پر آئے جا رہا تھا۔ وہ پیچھے نوکر دیکھا جاتا۔ اُس نے جب چاروں ساتھیوں کا

گاڑی میں دیکھا تو وہ بھی خوش ہو گیا کہ جگت کچھ نہ دیکھ کر کام کیا ہے۔ اور جب گاڑی گھوڑی۔

پاس پہنچی تو جگت نے ہنومان سے غما کیا۔ ”اُسے سافرا راستہ گڑھ کا راستہ کون سا ہے؟“

ہنومان گھوڑی سے کود کر نیچے آ گیا اور بولا۔ ”یارا تو بتو دینا کہ تمام راستوں سے واقف ہے

آخر سرداری سے گاڑی لے لی آیا۔“

اب جگت مالک پر سوار ہو گیا اور بولا۔ ”دوست! گاڑی کے بدلے چپب اُسے دے آئے ہیں

شام تک تو تیار ہوا رہا۔ عرق سے ہتھکرا رہے تھے۔ مگر اس کے بعد وہ جانے اور اُس کا کام۔“

اس کے بعد سورا کے بڑھائی۔ چاروں ساتھی سنت گڑھ کے پاس پہنچ کر جگت کا انتظار کر

گئے۔ جگت نے آکر گھوڑی ہنومان سے حوالے کی۔ راستے میں اُس نے حکم کو گل کرنے کے بارے

میں سوچ لیا تھا۔ اُس نے ہنومان سے کہا۔ ”جا ہنومان! چپک کر معلوم کر کے آگے حکم ہوئی میں نہ

پاؤں؟“ اور یہ تو کچھ بیٹھا ہے۔“

ہنومان گیا اور ڈرائیور میں داخل ہوا۔ اُس نے کہا۔ ”جگت! وہ ہوئی میں نظر پر یہ

ہے۔ میرا تو خیال ہے کہ وہ اپنے خالو کے طے سے بھی پیچھے آگیا ہو گا۔“

”ٹھیک ہے۔“ جگت نے کہا۔ ”جا کر اُسے کسی نہ کسی طرح ہوئی سے باہر نکال لا۔ آج

کام ہم لوگ کر لیں گے۔ لیکن دیکھنا اُس کو پیچھے چلے کہ ہم سب ساتھ ہیں۔“

ہنومان وہاں ڈکا اور مسکین صورت بنا کر بولا۔ ”یارا اُسے باہر لانے کی ترکیب بھی بتا دو

تاکہ کام جلدی ہو جائے۔“

جگت ہٹا۔ اُس نے جب سے پانچ کا ٹوٹ نکال کر ہنومان کو دیتے ہوئے کہا۔ ”لے

کر اس کا ریز گاڑی بٹھان۔“ نہیں دیکھ کر وہ ضرور بھڑکے گا۔ اُس وقت یہ ڈانگ لے کر اُس

ساتھ کھڑے ہو جانا اور اندر مت جانے دینا۔ ہم نہیں دوچار گاڑیاں دی تو بھی برا مت ماننا۔

ہنومان خوش ہو کر بولا۔ ”یارا اور امان بھی کمال ہے۔ تیرے کیوں کا خزانہ پڑا ہے اس میں۔“

ہنومان طے پر بیٹھ حکم کی نظر پر ہر ہوش میں داخل ہوا اور ایک تیل پر بیٹھ گیا۔ اُس کی

حکم کی طرف تھی۔ اُس نے دیکھا حکم کے برابر میں ایک انڈھا بیٹھا تھا۔ ہنومان نے اعانہ لگایا

وہی اُس کا خالو ہو گا۔ اُس نے سوچا چراہی اندر سے خالو کا مال لکھا کر کھڑا ہو رہا ہے۔“

اسی پیتے کے بعد ہنومان ٹھہرے پر بیٹھ گیا اور پانچ کا ٹوٹ دکھا۔ حکم نے کایک کو دیکھتے ہو

کہا۔ ”ارے بھائی! ابھی اتنا ہی بارہا مل ہوا ہے۔ کھلے پیسے دو۔“ لیکن کراس نے نظر اٹھائی اور کایک

کو دیکھا تو کہتے ہی اُس کے ہوش اُڑ گئے۔

حکم کی حالت پر ہنومان پہلے تو ہٹا اور پھر حکم کو گھور کر دیکھنے لگا۔ حکم کو ان نظروں میں اپنی صورت

نظر آئی۔ اُس نے اُس کا پاس لگا لی۔ ہنومان کے ہاتھ میں بھی دالی ڈانگ دیکھ کر ہارز رہا تھا۔

ہنومان بھی جان بوجھ کر ڈانگ سے پرکھڑا تھا تاکہ حکم کو بھانسنے کا راستہ نہ ملے۔ دوسرے ہی

حکم ٹھہرے سے کود کر بھاگ گئے۔ ہنومان بھی اُس کے پیچھے بھاگا لیکن حکم کے ہاتھ نظر ہی دو فوجی





میں لالہ پڑ جائیں گے۔"

جیت نے پہلا بڑا ڈاکہ اپنے ساتھی کمرال کے باپ کی زمین ہتھیار لینے والے زمیندار کے ہاں الا۔ اس نے دوپہر کے وقت آرام کرتے ہوئے زمیندار کو چگایا اور کمرال کے باپ کی زمین کے کاغذات نکلائے جو زمین گروئی رکھنے کے سلسلے میں زمیندار نے بنائے تھے۔ جیت نے ان کاغذات کو اسی وقت وہیں چلا دیا پھر نوکر زمیندار کو دیکھا تو وہ منہ زور اور مغرور زمیندار کا سینہ ہونے لگا۔ "اب کے صاف کر دو جیت گنگی، پھر گنگی کمرال کی پتی کے پتا کی زمین پر قدم بھی رکھوں تو باپ کا بھٹنا۔"

جیت نے بات سنی اور زمیندار کے سامنے پیٹ پر بندوبست رکھتے ہوئے بولا۔ "لیکن تو نے اب تک اس غریب کو جواز پیش دیس اس کا کیا ہوگا؟"

"اب شکایت کا سامع نہیں ڈوں گا کیا ہوگا؟" زمیندار ہری طرح کانپ رہا تھا۔  
 "جیہیں..... اس طرح سودا نہیں سکتا ہے۔ ایک غریب کو قرض دے کر اور سودور سود لگا کر اس کی زمین ہتھیالی۔ اتنے سال تک اس زمین کی فصل کی ساری رقم تیری اسی تجوری میں جاتی رہی ہے۔ اس کمائی کو میں بھی سود کے ساتھ وصول کرنا چاہتا ہوں اور یہ سود سا کوار کا سود نہیں ہے، ایک ڈاکہ کا سود ہے۔" جیت نے یہ کہا اور زمیندار نے تجوری کی کھول کر بہت سا منظر دیا اور زہرات کا ایک بڑا اکس نکال لیا۔ اس کے بعد جیت اور اس کے ساتھی گھوڑوں پر سوار ہو کر ڈھرامی درہ میں غائب ہو گئے۔

سنبھا کو جب اس واقعہ کا علم ہوا تو اس کی حیرانی اور بڑھکی کا اتنا سخت دل اور منہ زور زمیندار بھی اپنے باپ کے ڈاکے کی خبر دیتے ہوئے نہیں تھا۔ تب تک نہ آیا بلکہ پولیس کو خود اس کے گھر پر ناپا۔ اصل بات یہ تھی کہ زمیندار جیت کی بہت شکایت اور بے باکی دیکھ کر اتنا شکم کیا تھا کہ اس نے سوچا کہ پولیس رپورٹ کرنے سے کتنی جگت مارے خاندان کو کتنے غم کھڑے۔ پولیس ایک گاؤں سے دوسرے گاؤں اور ایک سمت سے دوسری سمت جگت اور اس کی ٹولی کے پیچھے کی ہوئی تھی۔ سنبھا کا حکم تھا کہ اگر جیت سے کہیں سامنا ہو جائے تو مار دینا یا مرنے جانا۔ اس کے ساتھ ساتھ اس اس وقت کا بھی شکریہ تھا جب جیت ریتا گاؤں آئے اور اسے یہیں پھیر لیا جائے۔ سنبھا کا خیال تھا کہ جگت گنگی نہ تھی ضرور ماں باپ سے ملے گھر آئے گا۔

جیت کا خیر نہ کر کر بڑا کھ شرم ہو چکا تھا۔ بڑا کھ کی گریوں نے برو کے دل میں ڈوٹی ہوئی جیت کی چھڑائیوں میں ایک مرتبہ پھر آگ مبردی۔ اب سے پورے ایک سال پہلے اسی بڑا کھ کے سینے میں اس نے پہلی مرتبہ جیت کو دیکھا تھا اور سارون کا مینہ آتے آتے اس کی ڈوبوٹی ہوئی تھی۔ اس شخص سے اس نے جیت کے عمر سے بڑے کھ کو اس نے اس طرح طرح سے پرکھ لیا تھا اور سوچے لگی تھی کہ اس کے لئے جگت صبر دے دیتا جاتا تھا۔

دیر کا مہاں موہن سنگھ آئے اب اور زیادہ مارنے لگا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ بچا چرٹ کی مار ابو کے دل سے ضرور جگت کے خیال کو نکال دے گی۔ مگر جیسے جیسے ظلم ہوتے گئے برو کے دل میں جگت کا پیار بھی بڑھتا گیا۔ وہ کھنڈن تاباؤش بھی دیتی۔ اس کا دل بار بار اس سے کہتا۔

جگت کے پروگرام کے تحت اوپر تلے مختلف جگہوں پر کئی ڈاردار میں ہوئیں جنہوں نے شیخو کی پولیس کو بلا کر دیکھ دیا۔

سبحانہ کے قتل کی اطلاع پہنچنے میں سنبھا فوراً اُپنچا اور وہاں تفتیش کرنے پر یکن کر حیران کیا کہ جگت ڈاکو اور اس کے ساتھی جیت کی بجائے کار میں آئے تھے۔ اب سنبھا کے سامنے یہ تھا کہ انہوں نے جیت کا کیا کیا؟ اور کار کہاں سے حاصل کی؟ سنبھا نے ایک پولیس پارٹی ڈاکو کے تعاقب کے لئے فوراً روانہ کر دی تھی۔ اس پارٹی نے دوسری صبح اطلاع دی کہ کوئی جیت نا پور سے مل گیا ہے۔ سنبھا کو کتنی بھیفی نظر آنے لگی۔ پولیس نے تاک پور کے موٹر کراؤن کے باہر درہمی کو دھرایا تھا۔ سردار جی نے شام تک کار کا انتظار کیا اور پوری رات بے چینی سے گزرا۔ صبح پنج فوجوں کی جگہ پولیس پہنچی اور جیت پر قبضہ کرنے کے ساتھ ساتھ سردار جی کو حراست میں لے لیا۔ اسی صبح کا واقعہ تازہ ہی تھا کہ دوپہر کو ڈاکہ کے زمیندار نے شکایت کی ڈاکو رات کو اسے بندوبست رکھا کہ چار گھوڑے اور ایک راکھل بچھن لے گئے ہیں اور ایک پرانی اس کے پیچھے پر چھوڑ گئے ہیں۔

فوجین، تخت حراؤ اور شعلہ اور سنبھا بھی جگت کی ان تین چیز چالوں سے پرکھ کر رہ گیا۔ شیخو نے اب تک سنبھا کی دھاک اور رعب داب ہی کی وجہ سے ڈاکوؤں کی دہشتور سے آزاد تھا۔ پنجاب وہ جگہ ڈاکو سوجو تھے۔ ایک مظہری کا چگا اور دوسرا لاہور کا کھنڈن شیخو وہیں کوئی واردات کرنے ان میں سے کسی نے بہت نہیں کی تھی۔ لیکن اسی شلخ میں پیدا ہونے والے جگت سنگھ جگت سے علا تھے ہی میں وارداتیں نہیں اور اوپر سے دھمکیاں بھی دیتا جا رہا تھا۔ شروع میں سنبھا کا خیال تھا کہ وہ ایک بڑی پولیس پارٹی کے ذریعے "جگت" کو پزیر لے گا، اسی دھم میں وہ کھ دہشت کرل خوشنہ سے کہہ بھی آتا تھا کہ "جگت کمرال کے بعد فوج کے بعد فوج میں بھرتی ہوا تھا اس لئے وہ پہلے پولیس کا بھرم ہے اس کے بعد فوج گا۔ میں اسے سب سے ساتھیوں کے گرفتار کر کے سزا دلواؤں گا۔ ام کے بعد آپ جو چاہیں فوج کی طرف سے سزا تجو پر کر میں لیکن پہلا تیر ہمارا ہوگا۔"

لیکن اب سنبھا کو اس سزا پر ہوا تھا کہ جس کا وہ ڈاکو اتنا آسان سمجھا تھا وہ اتنا آسان نہیں ہے۔ پہلے وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ جگت اتنے کم عمر سے میں طوقان نہیں کر چکا جائے گا اور سارے علاقے میں اس کی دھاک پھینے جائے گی۔ جگت اور اس کے ساتھی کسی بھی وقت ایک جاگت نمودار ہوتے اور واردات کر کے اسے ایسے باغی عاب ہو جاتے جیسے وہاں میں قتل ہو گئے ہوں۔ جیت پولیس جاتے واردات پر پہنچتی تو کوئی بھی بیان یا گواہی دینے کو تیار نہ ہوتا تھا کہ لے لے والا تک نہیں جاتا۔ چھوڑ دینے صاحب اجا نے دیتے۔ جو کیا سو گیا، اب کی بات ہوئی اور وہ دوبارہ آ گیا تو جان کے

”کچھ بھی ہو، اسے بھلا نہیں جاسکتا۔“  
 ویدرو پرستم ہو رہے تھے۔ چاہی اُس کی جانی دشمن میں بھی تھی۔ ایسا لگتا جیسے ویدرو اُس سے  
 بیٹے پر بھی شک کی قائل ہو۔ ویدرو یہ دیکھ کر نہ کوئی تصور تلاش کر کے ویدو کو تنے سے ملنے سنا دینا  
 اُس کے ماں باپ کو ایسی ایسی گالیاں سناتی کہ پاس پر دس کے نوک بھی کانوں میں اگلیاں دے  
 لیتے۔ ویدو یہ سب کچھ سن کر خاموش رہتی۔ کچھ دنوں تک ایسی طرح ڈکھ اور تکلیف اٹھا اٹھا  
 زندگی کو زبردستی گین اب چاہی نے چند دنوں سے اُس پر ایک اور ایذا افزا مہم چھوڑ کر اُٹھ گیا تھا۔  
 ”ویدو بڑا بچہ ہے۔“

یہ بات... اہم اور اہم کی طور پر دراشت کرنے کو تیار نہ تھی۔ وہ جب یہ بات سنی تو اُس کا  
 چہرہ کا وہ چہرہ کی زبان کا نہ کر چیک دے۔ ویدو کو چاہی کی وہ بھی اُن کی ایک یا دھیں جب  
 وہ اپنے بیٹے کے لئے ویدو کی بہن کا رشتہ مانگتے ہوئے خوشامدیں کر کرتی تھی اور اب دیکھتے ہو  
 دیکھتے پرانے گھر کی مالکین بن کر باہن کی ہی کو ہاتھ ہونے کا طعنہ دینے لگی تھی۔ ویدو کے دل میں آگ  
 یہ فیصلہ آیا کہ چاہی سے کہہ دے۔ ”میرے بیٹے میں دم نہ ہو تو یہی کیا کرے گی؟“ مگر پھر  
 خاموش ہو جاتی کہ بات کچھ اور طول پکڑ جائے گی۔  
 ویدو کا خبر نہ سن سکتے تھے زندگی سے اچس ہو گیا تھا۔ برابر کے تین جوان بھائیوں کی موت  
 نے اُس کی کمر توڑ رکھ دی تھی۔ اب اُسے بار بار یہی خیال آتا کہ شاید وہ بھی کسی دن ایسی طرف  
 زندگی کی بازی ہار جائے گا۔ جنت کے خوف سے اُس کی راتوں کی نیندیں حرام ہو گئی تھیں۔ دن میں  
 بھی گھر سے باہر جانے ہوئے اُسے موت کا لٹکا لگتا رہتا۔ چان کے خوف سے دم اُٹھ سنے  
 اُچاٹ ہو گیا تھا۔ آخر اُس نے کھیت چھوڑ دی۔ دس تھکے تھکے آدمی کا کاروبار نہ  
 چلنے پھرنے جیسے آخر شروع ہوا تو تنے سے نقل سوئے۔ گاؤں کے چار پانچ جوانوں سے بار بار یہ  
 گیا۔ اُن میں تین باہن لگتے تھے۔ دو لڑکے کو اپنے گھر کے گرد لے کر چمچان اُن کے بھی ان  
 افسوس سے گم نہیں تھے۔ یہ پانچوں کے پانچ روزانہ دوپہر میں مومن کے گھر آ جاتے اور رات  
 تک تاش کے چوں اور شراب سے دل بھلا کر کرتے۔ بڑی بڑی زبانی نہیں بھول ہوتے۔ ویدو  
 یہ سب کچھ دیکھ کر کچھ نہیں کہتی تھی۔ مومن کے یہ سنے دوست نہ جاتے ویدو پر بھی یہی  
 لگاؤ ڈالنے اور اکثر اُن کے فصول میں محبت پر گونجے قہقروں کے چھ ویدو اپنا نام بھی اُن کی کہے  
 حیاتی کی باتوں میں بھی لگی۔ وہ اپنے اُس نے اُن لوگوں کے ملنے بھی سنے۔ وہ مومن سے کہتے۔

”اب مومن گھر! گھر میں کسی کی روپی ہے۔ آدمی بھی اگلی۔“ نہ بدی بندھالی آتی ہے۔  
 لیکن گھر کے وارث کا اب تک یہ نہیں کہ ویدو حریب کھنڈ آئے وہ کیا پھر کر ہی۔۔۔“  
 یہاں تک پہنچا۔ دینے ویدو شر سے پانی پانی ہوئی اور ویدو سے قہقروں کی برسات ہوئے لگتے۔  
 ویدو کو بھی پانی کی لکڑی کے گلاس دینے یا خالی گلاس دینے پر اُڑے پانچ پانچ چوری کا بیڑا دیکھ کر  
 شک اُسے ایسے گھورتا جیسے اٹھوں کے راستے اُسے کچھ ایسی اپنے اندر اُٹارے گا۔ بھی بھی ویدو کو  
 دیکھتے ہی کسی پھر اور وارث سے نہت کا گڑبگڑ بھی منگلتے لگا کہ شاید ویدو اس طرح متوجہ ہو جائے۔  
 منہا ویدو سے گھاسا لینے ہوئے اُس نے ویدو کی اٹھی باہری۔ مومن اُس دن سے ویدو پر جا کر

”میرے سرائے تھے۔ وہ کچھ بھی تھی کہ ان لوگوں میں اُس کے لئے یہی مل گیا تھا۔ وہ اب جا کر کو  
 لہا بیٹھے گی۔ رہنبر بھی یہی حالت ہو جان گیا اُس نے بڑی جالاہی سے کام لے کر اب چاہی کو رام  
 اور شروع کر دیا۔ ایک بار ویدو نے بھی چاہی اور رہنبر کو کھڑے محل کے باہر کرتے دیکھ لیا  
 جو اُس دن رہنبر کہیں سے اس کی ایک ذبیہ پور بھی چاہی کے لئے لایا اور ذبیہ اُٹھاتے ہوئے کھڑا  
 تھا۔“

”تہاہرے لئے خاص طور سے یہ اس کی ذبیہ امرتسر سے منگوائی ہے۔ جب ختم ہو جائے تو تہا  
 اور منگواؤں گا۔“ اور چاہی نے رہنبر سے ذبیہ لیتے ہوئے کہا تھا۔  
 ”مجھے ابھن کا اب کون ہے۔ تم نے میرا اتنا خیال کیا، منگواؤں تمہارا بھلا کرے گا۔“  
 اُس کے بعد چاہی اور رہنبر میں اکثر کھسکھس ہوئی رہی۔ کچھ دن بعد چاہی محل کر ویدو سے  
 نکلی۔ ”سن ویدو۔۔۔ میں اب یہاں پر دھاتی کھسکھس کر رہا کہ میرا بھتیجا لاوارث رہے۔ اگر اس سال  
 مل گھر میں پالانا نہ بدھاتو مومن کے لئے دوسری بھوے آؤں گی۔“  
 چاہی کی بات سن کر ویدو کا دل تو چاہا کہ کہہ دے، ایک نہیں دس اور لے آؤ! میرے اوپر کیا  
 اتنی دتا ہے یا اس گھر کا وارث وہ کہاں سے لے آئے گی۔ مگر پھر کچھ سوچ کر چپ ہو گئی۔ لیکن  
 ہاں سے رات کو بولی۔ ”دیکھو چاہی اب چاہی تہاہرے لئے دوسری ذبیہ لانے والی ہے۔ ذرا  
 ہوا تھوڑا تیار رکھنا۔“  
 مومن کے لئے یہ بالکل نئی بات تھی۔ اُسے چہرہ تک تھا کہ چاہی ویدو سے اس انداز کی  
 گھاس بھی کرتی رہی ہے۔ اُس نے ویدو سے کہا۔ ”ویدو اتنا چاہی کی باتوں پر توجہ ہی نہ دیا کر۔ کچھ  
 نہ جانتی رہتی ہے۔“  
 ویدو یہاں کی بات سن کر چاہی تو چپ بھی ہو چکی تھی مگر اس طرح بات ادھوری چھوڑنا اُسے  
 چھک نہ لگا۔ اُس نے یہاں سے کہا۔ ”ہار ہار آج کل وہ دھتے ہاتھ ہونے کا طعنہ دیتی رہتی ہے۔  
 اُسے کہہ دو کہ کھیر کے لئے ایسے بول موندے نہ لگا کرے۔“  
 اب مومن بھی تھا ہو گیا اور غصے سے بولا۔ ”ہر بات کو برا چاچا کر گھر کو سر پر اٹھا لینے کی  
 بات کچھ پسند نہیں ہے۔ کیا اب اس بات پر بھی میں چاہی سے جھگڑا کروں؟ اور ہے تم یا چھ ت  
 غمی تو وہ کیوں کہتی۔ اب کہیں یہ تو نہ توڑی کہتی ہے؟“  
 ویدو نے مومن سے ایسی بات سنی تو اُسے بھی خضرہ گیا۔ بولی۔ ”تم بھی مجھ سے یہ کہہ سکتے ہو  
 ہا؟ چلو، عورت ماں نہ بن سکتی تو اُس کا قصور ہوا لیکن مرد اگر اب نہ بن سکتا تو۔۔۔؟“  
 ویدو نے جو جملہ کہا چاہی نے اس کے مومن بھنا گیا۔ ”کہہ کر بولا۔“ اب ایسی باتوں سے تو مجھے  
 گاؤں میں بدنام کرنا چاہی ہے؟ تمام لڑکیاں خواہ اس میں کتنی سے اور اڑا اڑا مجھ پر دگتی ہے۔“  
 مگر کراس نے ویدو کو مارنے کے لئے ہاتھ اٹھا کر ویدو کا قصہ سے سرخ چہرہ اور شکر برساتی  
 اُنھیں دیکھ کر اس کا ہاتھ وہیں کا وہیں رہ گیا۔ اُسے محسوس ہوا کہ یہ پھر جو اس دنت ویدو کے لئے  
 تھا۔ ویدو بھی پر دھاتی نہیں کرے گی۔ اور پھر جانے کیا ہو جائے۔ وہ یہ سوچ ہی رہ تھا کہ چاہی  
 اہی اُن کی اور چاہی کو دیکھ کر دونوں ہی خاموش ہو گئے۔

وہ شایہ کوئی نیا ایسا جاتا ہو جب جگت کی ماں اُن سے یہ بات نہ کہتی ہو۔ اسی لئے سوہن گھنے روز کی طرح تاتے گئے لئے کہا۔ ”کل چلا جاؤ گا۔ جلدی کیا ہے؟“  
 ”کل کل کر کے تم سے کتنے دن گزار دیے۔ بڑھا کھئی اگیا۔ ایک بات جب ہوئی تو تھے ہی چائے تاکہ اس چٹاری کا کھین اور ٹھکانا ہو جائے۔ کچھ میرا تو خیال ہے کہ ہم خود ہی اس کا لپا اور اچھا مارش کر دوں تو بہتر ہو۔ بھگوان اُسے سہی دے۔“  
 سوہن گھنے یہ بات سنی لیکن جواب نہ دیا۔ انہیں چپ و کچہ کر جگت کی ماں نے اپنے بچے کیلئے اعلان کر دیا۔ ”آج شام تک تم سبھی کے یہاں نہیں آئے تو تم پر پانچ کا داند حرام ہے۔“ یہ کہہ کر اُس نے اچھ میں اپنی لپا۔ سوہن گھٹے مشدد رہ گئے۔ آج کی سال بعد اُن کی بھی آنکھوں کے کونے ہلکے کھرا نہیں تھے گھلا صاف کرتے ہوئے کہا۔  
 ”بھئی تمہاری سرخس۔ میں شام کو روانہ ہو جاؤں گا۔“

جگت نے چندن کوڑ کی مٹی بچھن ہی میں ہو گئی تھی۔ دلوں کے باپ پولیس میں رہے تھے اور کوڑی کے دوس میں ایک زمانے کا دلوں ہی وہ برابر کے گاؤں میں سوہن ہوا رہے تھے۔ بکری دت کی یہ بات ہے اُس وقت جگت کی عمر چھ سات برس کی اور چندن کوڑ کی دودھائی سال کی تھی۔ چندن کوڑ کے باپ اپنے علاقے میں گئی سال سے قیامت تھے لیکن جگت کے باپ سوہن گھٹے ان کے برابر والے گاؤں میں تیرہ بیڑ ہو کر آئے تھے۔ دن جیسے جیسے گزرتے گئے اُن دلوں کوڑوں کی تعلقات بڑھتے گئے اور ان تعلقات کو مزید بڑھانے کے لئے دلوں بزرگوں نے چندن اور جگت کی مٹھی کر دی۔ پھر سوہن گھٹے وہاں سے رچا آ گئے۔ جگت بھی ساتھ ہی آیا۔ اُس کے بعد ان کے حالات کے تحت جگت نام کے گھڑا بھوہا اور جب وہ اپنے گھر واپس لوٹا اور چندن کے لپکوس کی دواہی کی اطلاع ملی تو انہوں نے سوہن گھٹے کے بھلوا کر لڑکی اب شادی کے قائل ہو گئے۔ ہمارے لئے چندن کوڑ کے ہاتھ پہلے کر دی۔ لیکن قسمت تو کچھ اور ہی بھیل، بھیل رہی لی اس سے جو شکر کر چندن کے ہاتھ پہلے ہوئے جگت نے اُنساں کے خون سے اپنے ہاتھ لال کر لئے۔ سوہن گھٹے کے سہمی نے جب یہ سنا تو خاموش ہو کر بیٹھ گئے۔

اس وقت گھر سے روانہ ہو کر پھر دودھ دل کے ساتھ جب سوہن گھٹے دودھیا گاؤں میں داخل آئے تو اُن کے ساتھ ایک بہت بڑا بھوکھ تھا جس کی بنا پر اُن کا ہر قدم مشکل سے اٹھ رہا تھا۔ جی اُن کے شانے پر پڑی ہوئی دودھ پوٹی جس میں جگت اور چندن کے شگون کے چاندی کے پانچ اپے، چاول، بادام، خشک اور پانچ گلوے پیاری کے بندے تھے۔ جگت کی ماں نے اپنے اولیٰ تک ان چیزوں کو بڑے شوق اور جاؤ سے سنبھال کر رکھا تھا۔ اُس کا خیال تھا کہ اس پوٹی کی تیاری آئے والی لڑکیوں کا کچ ہے۔ لیکن حالات ایسے بدلے کہ سوہن گھٹے آج دبی پوٹی واپس رنے آئے تھے۔

جس گھٹے کو یاد کا گھر سامنے آ گیا۔ سوہن گھٹے کو آتا دیکھ چندن کوڑ جو اس وقت ہمیشہ کا ادھر دور ہی کھڑی ہو گئی۔ دو چہ سنبھالا اور دو ڈگر گھر میں جا کر چلی۔ ”باپو..... دیتا سے تالیابی ہے۔“

چوہے سے اُن نے دلی چنگار یوں پر نظر میں جمائے جگت کی ماں سوچوں میں مگن تھی۔ صبح یہاں کو روئیں لپکا کر کھلانے کے علاوہ اسے زندگی کے کوئی اور دلچسپی نہیں رہی تھی۔ چوہے کی انہی چنگار یوں کی مانند جگت کی یاد چاہے اُس کے دل میں چھپی بھی جاتی تو وہ آسودہ ہوا ہوا ان چنگار یوں کو نہ سوش کر دیا کرتی لیکن جتنا بچے کو بھولنے کی کوشش کرتی وہ اور یاد آ جاتا۔ سوہن گھٹے سامنے بیٹھے کھانا کھا رہے ہوتے تو اکثر اُسے لگتا جیسے جگت بھی سامنے بیٹھا کھانا کھا رہی ہو۔ جتنے وہ چاہے چاہے جگت جاگ جاتی اور صحت پر لگے کڑیوں کو گھورتی تھی۔ اُسے یاد آتا تھا کہ جب چھوٹا تھا تو صحت کے انہی کڑوں میں اُس کا کھولنا بندھ رہا تھا تھا۔ وہ آتے جھولا جھولا کر لوریاں سنا سنا کر سلا جاتی۔ آج وہی لڑاؤں کا پالا چاہتا تھا کہ اُن کہاں مارا مارا پھر رہا ہوگا۔ اُسے رات کو سکون سے نیند آ جاتی ہوگی؟ کیا اُسے ماں باپ بالکل یاد نہ آتے ہوں گے؟ انہی باتیں سوچتے سوچتے رات آنکھوں میں گھٹ چلی جاتی تھی۔

دن کے وقت جب وہ گھر میں اپنی بولی پار پار اُس کی نگاہ دو راز سے کی طرف جاتی۔ دو راز سے کی طرف جہاں سے آخری مرتبہ اُس نے جگت کو گھر سے بھگے دیکھا تھا۔ آج کی رات کی وقت اُسے بھی نہ بھولتا۔ وہ سوچتی جا رہی تھی جگت شاید بھی واپس نہیں آئے گا۔ اور پھر وہ دل ہی دل سے کہتی کہ اگر وہ آئے تو بھی اُسے نظر میں نہ کریں۔ دیکھوں گی۔ لیکن یہ سب سوچنے کے بعد بھی دو راز سے پر دہرا ہی بھی آہٹ ہوئی تو اُن کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا کہ کہیں جگت ہی نہ ہو!۔

سوہن گھٹے باہر سے آ کر روز ہی جگت کے بارے میں کئی خبریں سنا تے۔ آج اُس نے فلا گاؤں میں ڈاکر ڈانہ۔ آج فلاں کسان کو اُس کی زمین واپس دلا دی۔ فلاں گاؤں میں پولیس آج قیامت مارتے روکے پڑے تھے لیکن جگت سب کو چکر دے کر نکل گیا۔ پولیس اب جگت گرفتاری پر اصرار کا اعلان کرتے والی ہے وغیرہ وغیرہ۔

جگت کی ماں یہ خبریں سن کر اُسے صرف ان خبروں سے اتنی ہی دلچسپی تھی کہ ان خبروں سے جگت کے زندہ ہونے کی خبریں اُسے کئی دہائی میں کیونکہ اُسے ہر لمحے یہ خوف کھائے جاتا کہ دن اپنا کھ سونگی کی جگت پولیس کے ہاتھوں گرفتار ہو گیا۔ پولیس سے لاتے تو سہ مارا گیا۔ خیال آئے ہی اُس کی آنکھوں میں آنسو آ جاتے اور وہ بھگوان سے دعا مانگا کرتی۔  
 ”بھگوان! جس میں خبر سننے کے لئے مجھے زندہ نہ رکھا۔“

اس وقت وہ سوہن گھٹے کا انتظار کرتے ہوئے قہر سے پانچے آتا اور دبی چلی اور سوچ رہی تھی کہ اپنا آج کا فیصد میاں کو چند سے چند سا کر انہیں بھوکہ کر دے گی کہ وہ فوراً دودھیا گاؤں جا گیا اور چندن کوڑ سے جگت کی مٹھی کی بات مستر دکرائیں۔ جیسے تو پہلے ہی کتوں کی زندگیوں اُٹلا دی تیرا اب اس معصوم چندن کوڑ کی زندگی جگت کے ساتھ کیوں تباہ کی جائے؟

”سوہن گھٹے باہر سے آئے۔ جگت کی ماں نے ہاتھ دودھ دیا اور پھر کھانا پروس دیا۔ سوہن گھٹے جب کھانا کھا چکے تو جگت کی ماں نے کہا۔“ آج سہمی کے یہاں ضرور چلے جانا۔“



بشن سے جہن کر اور چندن کے سر پر ہاتھ رکھ کر جب سواکن سنگھ دروازے سے باہر نکلے گا

کرتے کرتے بھی بٹن ٹکھنے سے اتنا ٹکھلایا کہ اب خیر آ رہی ہے۔

”میرا خیال تھا کہ ہم آپس میں باتیں کرتے چکے ہیں تو تیرا تک راستہ آسانی سے کٹ گیا۔ مگر آپ سمجھتے ہوئے ہوں تو کوئی بات نہیں، آرام کر لیجئے۔ گاڑی بان نے سوہن سنگھ کو تیرے کباب مگر فوری ایک سوال بھی کر ڈالا۔ ”آپ ریتا کے رہنے والے ہیں تو پھر جینی طور سے جتنے تھک چکا اور دیکھا ہوگا۔ میرا مطلب ہے۔ ”گاڑا کو“ تو آپ ضرور جانتے ہوں گے۔ سوہن سنگھ گاڑی بان کے اس سوال پر چونک کر اٹھ اٹھا۔ ”جی ہاں، میں جگے کر گیا ہوں۔“ کیونکہ انہیں یہ بھی خیال آیا تھا کہ گاڑی بان مجھے پہچان کر مسٹر صاحب ڈانٹنے کے طور پر کے سوالات نہ کر رہا ہو۔ انہیں چپ دیکھ کر گاڑی والا بھر پولا۔ ”جگا کا نام سن کر آپ کیوں ہو گئے؟ میں نے تو آپ سے پوچھا تھا کہ آپ جگت سنگھ جگایا کے گاؤں ریتا کے والے ہیں اس لئے اس کے بارے میں آپ سے کچھ معلومات حاصل ہوں گی۔“ آج کل کے نام سے مالداروں اور خاندانوں کی تندرستی خراب ہو گئی ہیں۔ ”سوہن سنگھ گاڑی بان کا یہ جملہ بھی سوچنے ہی رہے کہ جگت کے بارے میں کوئی بات کی جانیے؟“ تو گاڑی بان خاموشی کا کچھ اور بھی مطلب سمجھا۔ ”اُن کی طرف غور سے دیکھ کر جتنے ہوئے پولا۔ ”معلوم ہو کر نہ رہے ہو جو پوچھ رہے ہیں اس میں کچھ مال و دیر ہو رہے ہو جگا کا نام سن کر گھبرا گئے ہو۔ مگر سنا ہے ایک پر ہاتھ میں ڈالنا۔“

یہ بات سن کر سوہن سنگھ ہنسنے لگے اور اُن کا بھی یہ ساختہ چاہا کہ وہ گاڑی بان سے کہیں جس کی باتیں کر رہا ہے وہ تو میرا بیٹا ہے۔ مجھے اُس سے کیا خوف ہو سکتا ہے؟“ مگر اُس پر فیصلہ کیا کہ اس شخص کو ہوتا ہے بغیر اندیشہ سے یہ دیکھ کر ہی بات کی جائے تو بہتر ہوگا۔ چنانچہ دوسرے گاؤں والے دیکھ کر گھبرا گئے ہیں۔ انہوں نے کہا۔

”میرے پاس کوئی مال و دل نہیں ہے بھائی! اچھے جیسے کسان آدمی کو جگا کا ڈر کیوں ہو؟ غریب کو ٹھک ٹھوڑی کرتا ہے۔“

گاڑی بان کو سوہن سنگھ کا جواب سن کر کچھ مزہ آیا اور وہ سمجھ گیا کہ بات آگے بڑھ سکتی ہے۔ ”ہاں یہ بولی جاتی ہے۔“ اچھا یہ بتائیے آپ نے تو جگا کو کچھ بھی دیکھا ہوگا۔ دیکھنے میں کیا سنتے ہیں آپ کی صرف باتیں باتیں مال کا ڈر ہے۔ ”سوہن سنگھ کی زندگی میں یہ پہلا واقعہ تھا کہ کوئی اُن کے بچے کی باتیں اُن سے کرتا ہوا تھا کہ نہ یہ جانتا تھا کہ جس کی باتیں کی جارہی تھیں اُنہی کا بیٹا ہے۔ جگت کے بارے میں گاڑی بان کے تجسس اور بے چینی کو دیکھ کر سوہن سنگھ خوشی سے بھر ماسکھا اور فرط راحت سے اُن کی آنکھوں میں پانی سائیرنے لگا۔ اُن کی آنکھوں سامنے بچے کی شکل آگئی تھی۔ وہ فرط جذبات میں پورے۔

”ہاں۔ میں اسی سال کا تھی۔“ لیکن دیکھنے میں ایسا لگتا ہے جیسے کم از کم پچیس سال کا۔ بلی بلی منجھ وادھی ہے۔ آنکھیں میری آنکھوں سے بھی چوٹی۔ ناک ذرا چوٹی۔ بچے ہونٹ، گھٹلیا کسرتی ہیں۔ بس یوں سمجھو کہ ایک نظر دیکھنے سے خطاب کے دیہات کا کوئی گھریلا جوان لگتا ہے۔ ڈاکٹر گز نہیں لگتا۔ اُسے ایک مرتبہ دیکھو تو پھر بھی اُس کی صورت بھلائی

گئے۔ ”سوہن سنگھ جس روانی اور جس جذباتی لہجے میں جگت کی باتیں کر رہے تھے اس نے گاڑی بان کو کم از کم دیکھ کر گاڑی کو رستے میں ہی چھوڑ کر خود سوہن سنگھ کی باتیں سننے میں محو ہو گیا تھا۔ سوہن سنگھ کی نظروں کے سامنے بچے کی شکل آگئی تھی اور وہ فرط جذبات سے بولے جا رہے تھے۔ انہوں نے جگت کا طبع جس طرح بیان کیا تھا اس نے گاڑی بان کو بالکل کم کر دیا۔ اب بھی بار بار اُس کے کانوں میں سوہن سنگھ کے یہی لفظ گونج رہے تھے۔

”ایک نظر دیکھنے سے خطاب کے دیہات کا کوئی گھریلا جوان لگتا ہے۔ ڈاکٹر گز نہیں لگتا۔“ گاڑی بان نے جب دیکھا کہ اب سوہن سنگھ خاموش ہو گئے ہیں تو سمجھ اور باتیں سننے کے اشتیاق میں اُس نے خود جگت کی باتیں شروع کر دیں۔ ”پولا۔ ”ڈاکو ہے تو کیا ہوا؟ اس سے اُس کے خاندانی ہونے پر شبہ غمزدی کیا جا سکتا ہے۔ ارے لوگ تو اس کی بڑائی اور شرافت کی تعریفیں کرتے نہیں سمجھتے۔“

گاڑی بان نے یہ بات سن کر سوہن سنگھ کا سینہ فخر سے پھول گیا اور وہ سب کچھ بھول کر اسی گھومنے سے انہماک میں جیسے جگت سے خطاب ہو کر پورے۔ ”شاہاں! بچے اُتارنے خاندان کا نام لپٹائیں ہونے دیا۔ جب تیری ماں یہ سنی تو اس کا فتنہ بھی رنچ ہو جائے گا۔“

گاڑی بان نے سوہن سنگھ کو اس طرح آپ ہی آپ باتیں کرتے سنا تو چونکا۔ اُس کی آنکھیں پھٹی پھٹی رہ گئیں وہ سوچ رہا تھا کہ آخر سوہن سنگھ نے اس وقت یہ کیا کہا ہے۔ ابھی وہ اسی پیش و پیچ میں تھا کہ سوہن سنگھ باجی آنکھوں پر خواب دیکھ رہے تھے اس سے چوٹے اور دوسرے ہی لمحے گاڑی بان کو اپنی طرف اس طرح مگھرتے دیکھ کر سمجھ گیا کہ جس بات کو وہ چھپانا چاہتے تھے وہ ہے اُتار اُن کے منہ سے نکل چکا ہے۔ گاڑی بان نے سوہن سنگھ کو اپنی طرف متوجہ کیا تو پوچھا۔ ”تو کیا آپ کا چچا بھگت شاد ہیں یا ہمارا چچا؟“

اب بات کا پچھاننا ضرور تھا۔ سوہن سنگھ کو کھانا پڑا۔ ”ہاں۔۔۔ میں نے تم سے یہ بات اب تک جانا ہو مگر چچا کی جگت میرا سا بیٹا ہے۔“

گاڑی بان نے یہ سنا تو حیرت اور خوشی کے لئے بے طے جذبات سے اُٹھ چلا۔ ”آپ جگا کے چچا ہیں؟“ تو میری بڑی خوش بھئی ہے کہ آپ جیسا آدمی میری گاڑی میں بیٹھا ہے۔ میں نے پاؤں میں بڑی دیر لگادی، ابھی پہنچا ہوں آپ کو۔“ یہ کہہ کر اُس نے گاڑی کو اور تیز دوڑایا۔ اُسے اب خود ہی خود اپنی اس بات پر یقینی آ رہی تھی جو اُس نے چند لمحوں پہلے سوہن سنگھ سے کہی تھی۔ ”کیا آپ کے پاس کچھ مال ہے یا نہی ہے جو جگا کا نام سن کر آپ غریب میں ڈگے ہیں؟“

ریتا کے قریب پہنچ کر گاڑی بان نے کہا۔ ”مہاراج! میری باتوں کا برا نہ مانتے گا۔ آپ کو پہچانتا ہوں تمہارا لے جو میں ابھی تک چلا گیا۔“

اس کے بعد گاڑی بان نے بہت اصرار کیا کہ وہ سوہن سنگھ کو گھر تک پہنچا دے لیکن سوہن سنگھ نے کہہ کر گاڑی سے اُتر گئے۔ ”میں پہلے اُترنے سے پہلے ہی کافی تکلیف کی ہے۔ اگر گھر تک پہنچانے پہلے مجھے تو پوسٹ کی نظروں میں آ جاؤں اور پھر وہ میں بلا بدھنگ کر کے۔“ یہ کہہ کر سوہن سنگھ نے جب سے اپنی ٹھلی اور گاڑی بان کو تھما دیا ہوئے پورے۔ ”یہ یہاں تک لانے کا معاوضہ نہیں

کہ جب بھی پولیس سے ملے بغیر ہوئی، کارٹوس اور ہتھیار بڑی تعداد میں درکار ہوں گے۔ چند ہفتوں کی بھی ضرورت تھی کیونکہ گھوڑے پر بیٹھے ہوئے نشانہ بازی کرنے کے لئے رائفل سے ہتھول زیادہ کام آتا ہے۔ ہوتی ہے۔ مطلب یہ کہ تین چار ہزار روپے کی فوری ضرورت تھی۔

انہی دنوں اسے اطلاع ملی کہ ڈاکو پور کے ایک شخص گھر کے گھر سے کافی مال لے سکتا ہے۔ جگت نے ایک اس کے گھر پر ڈاکو ڈالنے کا فیصلہ کیا، مزید معلومات حاصل کرنے کے لئے انہوں کو بھیجا گیا لیکن کچھ دنوں کے ملاقات نہ ہوئی چنانچہ بغیر اطلاع کے فی کڈالنے کا فیصلہ ہوا۔ رات کا ایک بج رہا تھا، پانچ گھوڑوں سواری گھر کے گھر کے پاس گھوڑوں سے اترے۔ ہر طرف غانا چھایا ہوا تھا۔ ایک کتے نے ہونکنا شروع کیا تو بنوان نے روٹی کا ٹکڑا پھینک کر اسے خاموش کر دیا۔ جگت نے دروازے پر کچلے سے دھک دی۔ اندر سے کوئی جواب نہ آیا۔ جگت نے دیکھے سے کہا۔ ”دروازہ کھولا“

بھر بھی جواب نہ آیا۔ اتنی دہ میں جگت نے گھر کے آس پاس گھوم کر جائزہ لے لیا۔ اس نے جگت سے کہا۔ ”اگر وہ ہتھی بڑا کیوں ہے تو اس وقت دروازہ کھولے گا فخر ہو بھی مول نہ لے گا۔ میرا خیال ہے ہم اور پچھلا لاکر گھر اندر چلے جائیں گے۔“

بنوان نے اسے گھوڑے کو دروازے کی کھڑکی پر چڑھ کر اور دروازے پر چلا لاکر گھر میں لگا دیا۔ اس کے باوجود گھر میں کوئی نہیں آیا۔ جگت نے دیکھا تو دروازے میں اندر سے بھی لاکھ لاکھ تھا۔ اتنی دہ میں بنوان بھی گھر میں داخل ہو چکا تھا۔ اس نے بیڑی کی روشنی ڈال کر دیکھا تو پورے ایک سلاخ نظر آئی۔ دونوں نے مل کر اس سلاخ کی مدد سے دروازے کی کھڑکی توڑی۔ اس کے بعد ان کے بیڑیوں میں بھی گھوڑوں سمیت اندر آئے۔ دروازے پر پھر بند کر دیئے گئے۔ سب نے بندویش باندھ کر اس میں اسی وقت پر چڑھ کر دروازے کی کھڑکی پر دھک دیا۔ جگت کو بہت حسرت آیا اور اس نے جالی سے بیڑی کی روشنی اندر بھیجی۔ ایک چھوٹے بچے کی چیخ سنائی دی۔ جگت نے ڈانٹا۔

”خاموشی سے دروازے کھول دو اور زخمیر سے نہ ہوگی۔ سب کو مار ڈالوں گا۔“ لیکن دھکی کا کوئی جواب نہ آیا۔ جگت نے زور سے دروازے کو دھکا مارا۔ دوسرا اور تیسرا دھکا لگے۔ دروازہ فوٹ گیا۔ پانچوں سالہ داخل ہوئے۔ دیکھا تو بڑا بچہ، ایک بڑھیا اور ایک قریباً سات سال کا بچہ ایک دوسرے سے ہانپتے ہوئے کاپ رہے ہیں۔ جگت اس وقت اتنا خندہ ٹاکر یہاں آ کر کوئی جواب نہ دیا تو اس کا بھر کمال دیکھا لیکن بڑے سے اور بچے کو یہ کہہ کر دھکی میں لگا۔ اس نے بڑے کو بندویش دکھاتے ہوئے کہا۔ ”جو کچھ ہے نکالو“

بڑے کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ اس کے ہونٹ آہنی شدت سے کاپ رہے تھے کہ لاش کے باوجود وہ کچھ بول نہ سکتا تھا۔ جب جگت نے بندویش نکالی تو اس کے شانے میں چھوٹی ڈھلا۔ ”گھر میں کچھ بھی نہیں ہے۔“

بڑھیا بچے کے منہ کو ہاتھ سے دبا رہی تھی۔ بچہ خوفزدہ اور بیٹنی بھلی آنکھوں سے غلاب ہٹش آگوزوں کو کٹک رہا تھا۔ جگت نے بڑھیا کو دھکیا۔ ”بڑھیا! ہمیں پتہ ہے کہ اس بھر میں کافی مال

ہے بلکہ اس کی مضامی لے کر بچوں کو کھلا دیتا۔“  
سوئ گتھ کا ڈی سے اتر گئے اور گاڑی بان چل جاتے ہوئے ٹونڈو کر حقیقت اور اجزاء نظروں سے سوئ گتھ کو دیکھ رہا۔

○  
قرب و جوار کے علاقے میں چگا کی دھاک چڑھ چکی تھی۔ اس کا نام سننے ہی ظالم و جبارہ خور اور اجارہ واردوں کے دل کا پب جاتے۔ ایسے لوگوں نے فکری اور اہمات گھر میں رکھے چھوڑ دیئے۔ غریبوں کو کٹک کرنے والے انہوں نے مالدار اب نرم پڑنے لگے تھے۔ خرم اور سوز مارے ہوئے کسانوں کی زمین جیتنے ہوئے زمینداروں کو اب سوچنا پڑا کہ اگر چکا کو اس کاظم گیا تو نہ صرف یہ کہ وہ کسان کو زمین واپس کر دے گا بلکہ ہماری دولت بھی لوٹ لے جائے گا جن باتوں سے مالدار ڈرتے تھے انہی کی وجہ سے غریب لوگ چگا کی عزت کرتے تھے۔ اسی غلطی کی بنا پر لوگ بیٹھا اسے جگت گتھ کے مکمل نام سے یاد کرتے۔ وہ کہنے کا پب ہمارے ساتھ نا انصافی ہوتی تھی تو گورٹ پھری میں برسوں کے بعد نہیں شتوئی ہوتی۔ لیکن اب تو چگا کو خیر ہوا اور چند ہی دنوں میں فیصلہ ہو جاتا ہے۔

کوئی گاؤں ایسا نہ تھا جہاں چگا اور اس کے ساتھیوں کو آسرا دینے والے نہ ہوں۔ جس رات کسی گاؤں میں آنا سامنا ساما جاتا۔ اس کو کسانوں کا بھر نہ ہوتی کہ چگا کہاں چھاپے۔ لوگ یہ کہتے تھے۔ ”جب چگا گاؤں میں ہوتا ہے تو اسے نقصان لگتا ہے پتہ چلا ہے وہ نہ گاؤں کی عزت جائے گی۔“ ویسے اب چند جمل ساز بھی چگا کے نام سے فائدہ اٹھاتے لگے تھے۔ بھی بھی چگا کے نام چھوٹی موٹی چڑیاں بھی ہو جاتیں۔ دروازہ دفعہ جگت نے اس قسم کی وارداتوں پر کوئی توجہ نہ دے لیکن بھر اس نے نفوس کیا کر ان واقعات کی وجہ سے اس کا نام بدنام ہو رہا ہے چنانچہ ایک دفعہ اپنے نام سے واردات کرنے والے گروہ کو پکار کر اسے ایسی جھڑپ کرادی کہ زمین کا پب لگی۔ جگت کے گروہ میں شامل ہونے کے لئے کئی پیشکشیں بھی ہوئیں۔ جگت پیشکشیں کر کے والے کو بلاتا اور اس کو کوئی پر رکھتا۔ اگر دی حدی مناسب اور متقول معلوم ہوتا تو وہ کہتا۔

”پہلے تو چھپتے ہمارے لئے اطلاعات پہنچانے کا کام کر۔ قرب و جوار کے گاؤں میں ڈاک ڈالنے کے لائق مشائے ہے۔ جتنے تھے رہوار پر پولیس پر لگاؤ رکھ کر نہیں رہو پڑتو۔ دو۔ اگر اس کھانا میں کامیاب ہو تو ہم نہیں اپنے گروہ میں شامل کر لیں گے۔“

اس نے اس قسم کے چندہ آدنی شوروں میں ہر جگہ متین کر رکھے تھے جو آگے چل کر اس کے گروہ میں شامل ہونے کے خواہش مند تھے۔  
جگت ہر اقدام بڑی ہوشیاری سے کرتا۔ وہ ان لوگوں پر بھروسہ کرنے سے پہلے ان کی اعتمادی کو پوری طرح پرکھ لیتا۔ جگت کو ظہر تھا کہ ڈاکو اپنے والے لوگ گھوڑی سی کامیابی کے بعد ہٹک جاتے ہیں انہوں میں لڑاواں آجاتی ہے، اس وجہ سے ان کا انجام خراب ہوتا رہا ہے۔ اس لئے غلط اطلاع دینے والے پر جگت ڈھ بھروسہ نہ کرتا۔  
سننے کا تو اس ہتھیار اور دوسری اشیاء خریدنے کے لئے پیسے کی ضرورت تھی۔ جگت کو اندازہ

اوپر چلیاں برآمد ہوئیں۔ بڑھے نے کانپتے ہوئے ہاتھوں سے مال ڈاکوؤں کے حوالے کیا اور راکرے ہوئی ہو گیا۔ ڈاکو ایک دوسرے کا منہ کھٹکے گئے۔

”میں نے جا کر معلوم کرنا ہوں کہ راستہ صاف ہے کہ نہیں۔ اس وقت تک تم بڑھیا اور لڑکے اپنا ہتھکڑو جوہن میں بیٹھی بیٹھاؤ تو ان کو کمرے میں بند کر کے بیچے آ جانا۔“ آہستہ قدموں ہاتھ بڑھیاں آئے۔ لڑکے رات کے ساتھ ساتھ چاند کی روشنی میں اب بڑھ گیا تھی۔ اس سے نہ بھی اعتراف لگایا کہ رات کوئی گزر چکا ہے اس لئے جلدی کرنے کی ضرورت ہے۔ سورج بڑے پیلے پیلے کی تھوڑی سی مقام پر پہنچا ہے۔ یعنی یہاں سے دس بارہ میل دور جانا تھا۔ اس پاس پہنچتے ہوئے وہ آخری بڑی پر تھا کہ اس نے کسی کو کہتے سنا۔

”دیر ہی۔۔۔“

یہ لفظ سن کر جگت چمک گیا۔ سناں رات میں اس دھبی، میٹھی اور نرم آواز نے جیسے اس کے اچھوٹا تھا۔ آواز جو حرکت کی بھی اس لئے وہ حیران بھی ہوا لیکن عادت کے مطابق اس کی بھرپور بندوبست کی گئی پر ابھی۔۔۔ ”کون ہے۔۔۔؟“ اس نے آہستہ سے لیکن مستحکم آواز میں پت کیا۔

بڑی کے پیچھے سے ایک نوجوان لڑکی سامنے آئی۔ اس کی ہادیاں ہی انھوں سے مصویت اور غولی ٹپک رہی تھی۔ اس کے دونوں ہاتھوں میں ایک تھالی تھی، جس میں طرح طرح کی پس دہی تھیں۔ جگت اس کی اس ادا کو دیکھ کر مستشدد رہ گیا۔ لڑکی نے کہا۔ ”دیر ہی! جانے پہلے منہ چھار کرے جاؤ۔“

ڈاکو نے کے بعد چار چوٹی بار کسی عورت نے اسے ”بھائی“ کہہ کر پکارا تھا۔ یہ سن کر جگت کا چہرہ لال چولن کر گیا۔ اس کے دل میں جذبات کا ایک نفاقان سا اٹھ اٹھ لڑکی نے جب ہاتھ بڑھا کر اس کی جانب بڑھائی تو جگت کا ہاتھ خود بخود اٹھا اور اس نے مٹھائی کا ایک ٹکڑا اٹھا کر منہ میں ڈال دیا جو کہنے پر ہاتھ تھا کہ اس کی ٹانگہ لڑکی کے ہنسی لگے ہاتھوں پر پڑی۔ جگت نے چوک کر ”نہیں! کیا مٹھائی ہوئی ہے؟“

لڑکی نے آہستہ سے سر ہلا کر انھیں جھکا لیں۔

”اوپر جو بڑھیا اور بڑھیا ہیں، وہ چہارے ہاں باپ ہیں کیا۔۔۔؟“

لڑکی نے اس کی بات کاٹ کر کہا۔ ”وہ میرے دادا اور دادی ہیں۔ میرے باپو کا دو سال پہلے سے انتقال ہو گیا تھا۔ ہاں اس کے بعد پاگل ہو گئی اور سال دو دھبی ایک ٹھنوس میں گود۔ پھر یہ نہیں چلا۔“ یہ کہتے ہوئے لڑکی کا گلہ ضرور رنہ لگ گیا لیکن پھر بھی اس نے انھوں کو انکار دیا۔

”اوپر چڑھو رات اور دوپہر ہے، کیا وہ میری شادی کے لئے۔۔۔ جگت اپنی بات پوری نہ کر سکا۔ لڑکی نے کہا۔ ”ہاں! مجھے سب پر قہیب کہنے لگے تھے اس لئے میری شادی کے لئے زیادہ ضرورت تھی۔“

جگت نے ہندوئی کندھے پر چڑھائی اور دایاں ہاتھ لڑکی کے سر پر رکھا۔ ”تو نے جگت کو بھائی

ہے۔ یہ توقف بتانے کی کوشش نہ کرو ورنہ۔۔۔“

اب بچے نے کچھ کہنا چاہا لیکن اس کا منہ بڑھا کے ہاتھ سے بندھا۔ آتی دیر میں بچن اور ہومان برابر کے کمرے میں گھوم آئے، لیکن کچھ نظر نہ آیا۔ کپال اب مکان کے پچھلے حصہ کی دیکھ بھال میں لگے تھے۔ بڑھیا بار بار یہی کہہ رہا تھا۔ ”مگر میں کچھ کیوں نہ فریادوں کو نکھ کرتے ہو؟“

اب جگت کا پارہ پھر تیز کی سے چڑھنے لگا۔ اس نے بوڑھے کی بولی میں ایک گھونہ بڑ بولا۔ ”جموئے! غریب بننے چلا ہے۔ اگر مجھے اطلاع دینے والا ہوتا ہے تو میں اس کی زبان لوں گا۔ لیکن اس سے پہلے میں نے ضرور سبق کھاؤں گا تجھ کو کہیں کے۔“ پھر اس نے ہنر کاٹھ کیا۔ ”ہومان! ایک دسر لے آؤ۔“ اور بوڑھے کو اٹھا کر برابر کی ہوئی چارپائی پر لا ”اگر تم تینوں میں سے کسی نے آواز نکالی تو ہماری بندوبست بھی آج انھیں کی۔“ اس نے سچے ہومان اور بچن کے بوڑھے کو چارپائی کے ساتھ کسی کمرے باندھ دیا۔ بڑھیا اس کی ہوئی اس مہر کو رہی۔ اب بھی روئے لگا تھا۔

”ہومان! چارپائی کے نیچے آگ جلا دے۔ دیکھ ہوں بڑھیا تک بچ نہیں رہا۔“

لے کھم دیا۔

ہومان نے کھنٹی پر سے بوڑھے کا صاف اٹھارنا اور چارپائی کے نیچے رکھا۔ پھر جلتی ہوئی آ سے اس پر تیل چمک کر آگ لگادی۔ فوراً ہی شعلے اٹھتے گئے اور بوڑھے کی پیٹہ جلتے لگی تکلیف سے کراہنے لگا۔ لیکن پھر بھی اس نے وہ بات نہ کی جو جگت منتنا چاہتا تھا۔

اب جگت اور غریب کی ہو کر چلائی۔ ”بڑھے! اب بھی بتا دے مال کہاں ہے؟ ورنہ اسی د زہر جلا کر مار ڈالوں گا۔“

اب بڑھیا سے نہ رہ گیا۔ اس نے کہا۔ ”اب بتا دو نا۔“

جگت کو سبکی چاہتے تھا۔ اس نے ہومان کو اشارہ کیا، اس نے فوراً پلٹ سے آگ بجھا د لیکن بڑھیا اب بھی یہی کہہ رہا تھا۔ ”تم جاوے مجھے رات ڈالو۔ لیکن اس کمرے کو کہ نہیں ملے گا جگت نے کمرے سے نکل لایا۔ اسے لگ رہا تھا کہ بوڑھے جان دے دے گا لیکن مال نہیں د گا۔ اس کی نگاہ نیچے پر پڑی اس نے سوچا کہ کسی ترکیب کے بغیر بڑھیا میں مانے گا۔ اس نے گوگردن پکڑ کر اٹھا لیا اور ایک ہاتھ اس کے منہ پر رکھ کر نچر لایا۔ بڑھیا کو اچھا لگیا۔ بڑھیا کی چیخ تھنے والی تھی کہ ہومان نے اس کا منہ دیا۔ جگت نے انھیں نکال کر کہا۔

”اگر تو چاہتا ہے کہ اس مصوم کی جان میرے ہاتھ سے نہ چلے جاتا ہے تو بتا دے مال کہاں ہے؟“ پھر اس نے ہاتھ کا ایسے جھٹکا جیسے وہ واقعی چھو کر بڑھیا کے گاہ دیکھ کر بڑھے سے کہ ”اس مصوم کو مت مارنا۔ میں سب جگت بتاتے دیتا ہوں۔“ اس کی آنکھوں سے نکلنے والے آن دیکھ کر اب ہومان اور بچن کو اس پر دم سا آنے لگا تھا۔ بوڑھے نے بتا دیا کہ سامان و ستار آ نے ایک دیوار میں جن رکھا ہے۔

مال نکالنے کے لئے دیوار میں کمی تکلف کرنے چڑے تو دیوار سے زیورات کی ایک اور تھ



جب بات لگاؤں میں پھیلی تو لوگ حیران ہو کر سوچنے لگے۔ ”کیا واقعی جگاڑا کو ہے؟“

"بشن سنگھ نے بہت کھلا دیا۔ اب تک طبیعت بھاری بھاری ہو رہی ہے۔"

سو، من سگھ بیوی کی نظروں میں نظریں گاڑے گاڑے ہوئے۔ ”چندن کو ابھی تم ہی جیسی ضدی

.. ”کیوں..... کیا ہوا؟ کیا کوئی خطرہ ہے؟“

”ان دونوں کے منہ کھول دو!“ جگت ہوا۔ ”بڑھے کے منہ پر پانی ڈال کر اسے جلدی ہو“

”یہ بڑا عجیب جوہن دے رہا تھا، اس کا سب اس کی تجویزی بھی جیسے بلکہ گھر میں تین دن پہلے ہوئے والی شادی تھی۔“ جنت نے کہا۔ اسے میں سب نے دیکھا کہ ایک لڑکی ہاتھ میں سٹائی قاتلی نے گھر اندر داخل ہوئی۔ جنت کے چاروں ساتھیوں نے اُسے دیکھا۔ جنت نے کہا۔ ”دوستو! یہ سچ ہے، بھائی! کہا ہے۔ اب ہم اس گھر کی کچھ چیزیں چھو سکتے۔ جو اب اسرارِ مال واپس دے۔“

بڑھے نے آکھیں کھولیں تو اُس کی سمجھ میں کچھ بھی تو نہ

پانچویں گھوڑ سوارا جب تک نظروں سے اوجھل نہیں ہو گئے کلدیپ میزمری پر کھڑی اُن کو پکارتی۔ جلستے کے سنانے کا اُنچا شملہ جانبدی روشنی میں بڑا بھلا معلوم ہو رہا تھا۔ پھر نہ جانے کیوں کلدیپ کی آنکھوں میں آپ بٹی آپ اُس کو پکارتے۔

”یہی! یہ تیرے بھائی نے مجھ کے لئے بھجوائے ہیں۔“  
 ڈولہا والے بھی پچھنی پچھنی آنکھوں سے دیکھتے رہ گئے لیکن دادا کی بات اب بھی اذہنوں میں تھی۔  
 اس نے جھک کر کہا، ”باہر پانچ بیس بیس اور پانچ گھنٹے بھی کھڑے ہیں۔ وہ بھی اُسی نے تیرے لئے“

نگلی۔ شگون لوٹا دیئے۔“

”لوٹا دیئے؟“

”ہاں! اُس نے میرے اور مثنی دووں ہی کے سامنے صاف صاف کہہ دیا کہ وہ بوجھ آئے گی تو صرف ہمارے گھر میں۔ چاہے اُسے یہاں سہاگن بن کر زندگی گزارنی پڑے یا وہ بن کر۔“

یہ سن کر محبت کی ماں کے دل میں طوفان سا اُٹھ آیا۔ اُس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ یہ خبر سنا کیسے یا وہ نے؟ تو فرطِ جنت سے اُس نے گھڑن کی پٹی کو اُنکھوں سے لٹکایا اور پھر بھرے لہجے میں خود ہی خود بولی۔ ”میں.....! شہناش ہے تجھے جنم دینے والی کو۔ لیکن پھر مجھی تجھے جی جلد اتار دیا۔ ہڈیاں فیصلہ نہیں کرنا چاہتے تھیں۔ تو کیا جانے دو صرا کی زندگی کتنی صحت منی ہوئی ہے۔ بس یوں سمجھ لے جیسے وہ روز کوئی سولی پر چڑھے۔“

بیوی کی یہ جملہ باتیں سن کر اب سوہن بگھنے سے اُسے ٹوکا۔ ”تم تو ہر بات کو ہمیشہ غلط انداز میں پہلے سوچنے لگی ہو۔ ہر انسان کا بس نہیں جملہ سکتا۔ اگر چہن کے فیصلہ میں اس گھر کی بچہ بننا لکھا ہے تو اسے کون روک سکتا ہے؟ تو اُس کی ہمت دیکھ کر پہلے ہوئے سدا سہاگو رہنے کی دعا دی ہے۔ تم بھی اُسے ایسی دعا دو اور باقی سب کام بھگوان پر چھوڑ دو۔“

محبت کی ماں کی سمجھ میں بھی بات آ چکی تھی۔ اُس نے سوچا ٹھیک ہی تو ہے۔ جب چہن انکی ہمت کا مظاہرہ کر رہی ہے تو بس کیوں دل چھوٹا کروں؟ یہ سوچ کر اُس نے شوہر سے کہا۔ ”مگر اب محبت تک اطلاع کیسے پہنچائی جائے؟“

”میں بھی یہی سوچ رہا ہوں کہ کیا، کیا جائے۔ میرا خیال تھا کہ محبت ہماری خبر سے معلوم کرنے کے لئے کسی نہ کسی کو بھیجے گا ضرور۔ ایک دو دن اور دیکھتے ہیں پھر میں تمہارے باپ کے پاس حرم پر جا کر ساری بات بتا دوں گا۔ مجھے امید ہے وہ ضرور کوئی راستہ دھونڈ لیں گے۔ چلو اٹھو اس وقت ان باتوں کو بھول کر خوشی جا کر جلدی سے کوئی شادی بچہ کرنا کھلا دو۔“

دوسرے روز سوہن بگھنے کے گھر کے پاس ایک تیل گاڑی خراب ہو گئی۔ اُس کے ایک بیٹے نے شاہد بھگت اسی خرابی ہو گئی تھی کہ اسے تیل گاڑی سے نکال کر ٹھیک کرنا ضروری ہو گیا تھا گاڑی میں مرد کے ساتھ ایک برہنہ پوش عورت بھی تھی۔ انہیں یہاں سے پانچ چار میل اور آگے جانا تھا۔ مرنے تیل گاڑی سے عورت کو اتار کر پیہر لکھ دیا اور اُس شخص سے جو بڑی دیر سے وہیں اُس پار گھوم رہا تھا پوچھا۔ ”کیوں بھائی! یہاں خرب میں کوئی لوہار ہو گا؟“

اُس نے جواب دیا۔ ”ہاں ہاں..... ہاں ہاں! ہاتھ کی کٹی میں ایک لوہار کی دکان ہے۔“

مرد یہ سن کر اُس طرف جانے لگا پھر کچھ خیال آتے ہی فوراً تلو اور ہلا۔ ”اچھی دیر کے لئے میری بیوی کو یہاں نہیں آسراں جائے گا کیا؟“ پھر سوہن بگھنے کے گھر کی طرف اشارہ کر کے پوچھا۔ ”اس گھر کے دروازے پر بس نے انکی ایک ہویا کو کیا تھا۔ وہ دروازہ بند کر رہی تھی۔ اگر آدمی اچھے ہوں تو اپنی بیوی کو وہاں چھوڑ دوں؟“

اس سن کر وہی شخص مسکرا کر بڑے طنز سے لہجے میں بولا۔ ”میاں جی! اس گھر میں تو سارے لوگ ہیں۔ آدھے پونے گھنٹے میں تمہاری بیوی کو کوئی آدمی نہیں کر لے گا۔ پہنچا دو اور۔“

بگڑاؤ اُٹھنے لگا آدمی نے یہ بات سن کر سوہن بگھنے کے دروازے پر جا کر دستک دی۔ دروازہ ماں نے کھولا۔ اُس آدمی نے کہا۔ ”ماں جی! میری تیل گاڑی کا پیہر خراب ہو گیا ہے۔ کمرانے جا رہا ہوں۔ آگے دیکھ کر میری بیوی کو آپ کے گھر سر پر چپانے کی عجلت جائے یا ہوں گا۔“

تک کی ماں نے اپنی کٹی کی بات سننے ہی پر دروازہ کھول دیا اور بولی۔ ”احسان کی کیا بات ماں اسے اندر بھیج دو۔ اتنی تیز دھوپ میں تو وہ بے چاری رہے ہیں اور پریشان ہو گئی ہو۔“

رواں گھر آگئی۔ عجب گھر برتنے والی کو گھر میں دیکھ کر بڑے کے خیال سے باہر جانے لگے تو عورت نے یہ کہنا کمرات تک روک لیا۔ سوہن بگھنے کا رو دھم بچے پیٹھے بٹھے گئے۔ محبت کی ماں بھی حیران لیکن اسی لئے عورت نے برقعہ کا قلاب اُٹھ دیا۔

تک کی ماں اور باپ بھی حیران رہ گئے۔ برتنے میں بڑی موچھوں والا ہونا تھا.....! لوٹا حالت اور طبع میں دیکھ کر محبت کی ماں اور باپ بڑی شکل سے اپنی کٹی روک سکے۔ عجب نے خود جا کر دروازے کو کھڑکی لگا دی اور تین اندر کے کمرے میں چلے گئے۔ اندر پہنچتے گئے کہا۔ ”ہونا جیے اپنے بے تاہر راجت کہا ہے؟“

اور اسے ماں جی امیر سے پانے چند ہی دلوں میں جو نام اور عزت پیدا کی ہے وہ سارا بچا بھلا کیسے گاؤہ جہاں جاتا ہے لوگ اُس کا مہمانوں کی طرح استقبال کرتے ہیں۔ مقابلہ پر والا اُس کی ایک بڑھک سن کر ہی غصہ ہو جاتا ہے۔ گولی چلانے کی تو نوبت ہی نہیں آتی۔ ہر غصہ چپ تو اسے اپنا بیلی اور کھولا کھینچتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ اب کسی غریب کی بیٹی جھینر نہ نے کی وجہ سے کھواری نہیں بھیجی رہتی۔ جھینر کا انتظام ”دیکھا“ کرنا ہے۔“

ہونا کی باتیں سن کر ماں جی کی اُنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ انہوں نے بھٹ بٹے کو برا بھلا ہاتھ نہیں بیٹے نے دل میں بگھنے کے بعد ہی غامدگی میں نہ چھوڑی۔ وہ اکیلی ہی بہت سی باتیں کہہ رہی تھی اور ان کے دل میں بگھنے کے پیار کا انکار طرطنہ اندر کا ہاتھ کہ ہونا کی آواز سنائی۔ ”جی بھٹ بٹے آپ ہی کی خبر سے معلوم کرنے کے لئے بھیجا ہے۔ تمہارا کہنا کہ ماں کی بار بھیجے اب میں نظر کی ہے اور ہر بار پیر پاس بٹاتی ہے۔ اُس سے کہہ دینا کہ ماں! میں ایک بار آؤں اور بڑی فرحت سے آؤں گا۔“

ہونا نے محبت کی یہ بات سن کر ماں جی کا دل بھر آیا۔ انہوں نے ہونا کے چہرے سے کواپنے دل ہاتھوں میں لے کر کہا۔ ”بچے! اجنبی تو گھوسں سے تو روز محبت کو دیکھتے ہیں مجھے بھی اُن میں اک لپٹے دو۔ اسی طرح شاہد سکون مل جائے۔ اور ہاں، اُس سے کہہ دینا کہ یہاں آ کر جان رہے ہیں ڈالنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اور تو بھی دوبارہ اسی طرح یہاں مت آنا۔ پولیس والوں

ہوگا۔ پولیس والے سرکاری روٹیاں کھا کر کافی بخیر ہو گئے ہیں۔ ذرا چکا کوٹاش کریں گے تو آپ کو بھی کرنے دو گا۔ دیکھیں گے کیسے گرفتار کرتے ہیں۔“  
غرض جتنے سنا ہی بائیں۔ کبھی ایک بڑا دوسری سے کہہ رہی تھی۔ ”میرے باپ کے پاس بڑے کچنر تھا اس لئے میری شادی بڑے کھوسٹ سے کر دی گئی تھی اور پھر میں بے وقت بڑا لڑکی۔ اگر کہیں برائی میں بھی جگا ہوتا تو ایسا کام ہے کہ ہوتا؟“

لوگ کہہ اس انعام کا اعلان سن کر جھنجھائی میں بن گئے تھے تو پہلے سے انعام کے خواب دیکھنے لگے تھے۔ اُن میں ہی سے ایک بڑا سا کھجور کا پتی تھا۔ اُس نے تو چھپے سے ہی کر لیا تھا کہ یہ دو ہزار روپے بپا آئی ہے کہ ہوتے ہیں۔ کیرا ماسا کی غرض با چالیس سال کی۔ شادی کرنے کا بڑا دن ان تھا۔ یہ بولی نہیں کی۔ وہ بڑے ہی جوانی میں چپک کا مرٹ ہو جانے سے اُس کی ایک آنکھ ضائع ہو چکی تھی۔ رنگ بیلے آنکھ تھا، پھر ایک آنکھ بھی لڑی اور چپک سے نکل اور بگاڑ دی تھی۔ لوگ اندھیرے لڑکے کیلئے تو ڈر دیا کرتے تھے۔ ایسے میں اسے لڑکی کون دیتا؟ لیکن اُس کا خیال یہی تھا کہ اگر میں یہ دولت ہوتی شادی ہو سکتی ہے۔ اس لئے اُس نے سوچا کہ اندھیرے میری شادی کرانے لگے ہی شادی چکا کوڈا کوٹیا ہے تاکہ پولیس انعام کا اعلان کرے۔

جس گاڑی والے نے سوچا کھجور کا پتی تھا اُس سے کیڑے نے یہ معلوم کر لیا تھا کہ سو سو ٹکس کے گھر گئے تھے۔ دوسرے دن وہ بھی بچن کھم کے گاؤں پہنچا اور بگاڑ چکا اور چند دن کے غلات کے بارے میں معلوم حاصل کیں۔ اسی گاؤں میں کیڑے نے ایک ڈور کا رشتہ دار بھی ملے تھا چنانچہ اُس کا نام اور آسان ہو گیا۔ اُس نے ساری داستان معلوم کرنے کے لئے وہیں رہے اپنے کا ٹیٹل کیا۔ رات کو جب وہ ایک آنکھ بند کر کے سو جاتا تو خواب میں بھی اُسے دو ہزار روپے پوری نظر آنے لگتے۔

اُور جو مان بخت کے مال باپ سے ملے کے بعد جب واپس پہنچا تو بخت اور اُس کے ساتھی روکے تھے۔ بخت بولے مقام پر ڈاکو ڈالنے کی تیاری کیے بیٹھے تھے۔ وہاں تک جب جو مان کو بلا تھا کہ بخت مال باپ کی خبر سے معلوم کرنے کے لئے چاہے تھے تو اُس نے خود اصرار کیا تھا وہ خود ان کی خبر معلوم کرنے کے لئے جانے لگا۔ دوسرے ساتھیوں نے بھی اُس کی حمایت کی تھی ہاتھ کا اس طرح نہیں بے بھی بے چل جانے کا کہ کہیں پولیس اُن کو کھٹ تو نہیں کر رہی ہے؟ اس کے ٹھیک ٹھیک ہے کہ جو مان کو بھیجا جائے۔

بخت خود اس لئے آتا تھا کہ مال باپ کا کھجور کا پتی سے سخت پیرے کو تو ڈر گاؤں اور گھر میں جانا لکھو سے خالی نہ تھا اور بخت کے پکڑے جانے کا خدشہ تھا اور اس صورت میں پھر دوبارہ بخت کو دعوہ دیکھنا شاید ناممکن تھا کیونکہ اُس نے گروہ کے تمام ساتھیوں کے سامنے قسم کھائی تھی کہ اگر وہ پولیس کے ہتھے چڑھ گیا تو فریٹ لڑے جان وے دے گا زندہ گرفتار نہیں ہوگا۔ لیکن جو مان کی وادہی میں دیر ہوئی تو بخت کو فکر ہوئے۔ اور جب اطلاع مل گئی کہ وہ آگیا ہے تب کہیں سکون ہوا۔

”جو مان! تو نے فریٹ لڑا اس میں مردوں والا کام کر کے دکھادیا۔“ بخت نے فحش کر کہا۔

کی آنکھیں ہر وقت اکی گھر کی رہتی ہیں۔“  
مال نے بات ختم کی تو کبھی کبھی کہتے تھے بولے۔ ”ارے بھگوان! جو مان وقت تو بڑے سوچنے سے آگیا ہے، اسی کے ہاتھ بخت کو بیٹام بچھا دیتے ہیں۔ یہ کہ لکھو نے چند دن کے گھر جانے سے اب تک کی تمام قیامتیں جو مان کے کوئی گرفتار کر دیں۔ بڑا خوش نظر آ رہا تھا۔ سوچنے سے میری بات ختم کی مال جاتی ہے کہ۔“  
”مال جو مان! بخت سے کہنا کہ وہی اپنی مال کے قول کا پاس کر کے والا ہے۔ بھئی منوئے جلدی سے جلدی چند دن کے گھر جانے کے لئے آجائے۔“

بات بھی ٹھیک ٹھیک کی تھی کہ باہر سے کچھ آواز سنائی دی۔ کوئی کہہ رہا تھا۔ ”ارے“  
”ارے“ کو کا کہہ رہا تھا۔ بھئی تو ابھی لوہار نے کہا کہ یہ گھر چکا ڈاکو کا گھر ہے۔ میری خبر کی کوئی نے بتایا ہوگا کہ وہ تو ڈر کے بارے میں ہی کہی ہوئی۔ یہ آواز اس شخص کی تھی جو بڑھ چلا تھا جو مان کو گھر میں چھوڑ دیا تھا۔ آواز سن کر بخت کے مال باپ اور جو مان تھیں نے ایک دوسرے دیکھا اور جو مان بڑھ اڑا کہ گھر جانے کے لئے تیار ہوئے ہوئے ہوا۔

”یہ میرا مال جو مان آگیا ہے۔ یہ بھی اپنا ساتھی ہے۔ پولیس کا آدمی جو بار بار گھر کے چکر مار رہا تھا۔ اُسے چکر دینے کے لئے ہم نے یہ ڈرامہ کر ڈالا۔ گاڑی کا پیر بھی خود جان بوجہ خراب کیا۔ یہ میرا مال جو مان ہے۔ قابل بھروسہ آدمی ہے۔ بھی آئے تو آپ لوگ اس پر پورا بھروسہ کرتے ہیں۔“ اچھا! میں جاتا ہوں، بلکہ جاتی ہوں۔ یہ کہہ کر جو مان نے خود ہی دو دروازہ کھولا، باہر آئی اُس کے میاں نے پوچھا۔

”ارے تیرے لئے دینے تو سامت ہیں نا؟“ میرا مال بھی شکیا گیا تھا جو ڈاکو کے گھر میں خود تجھے پہنچا گیا تھا۔ چل جلدی چل آئیے گا ڈاکو کا گھر ہے۔“

جو مان نے ہنسنے ہی تیز تیز زانہ چول سے نکل گاڑی تک پہنچ کر اندر چلا اور اُس کے منہ لے فوراً گاڑی چلا دی۔ اُس وقت بخت کے مال باپ دونوں ہی اندر ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ سگڑا رہے تھے۔ اب بخت اُن کے کانوں میں جو مان اور اُس کے میاں کی بات چکا گاڑی کی آواز گونج رہی تھی۔ مد توں سے بھروسہ دونوں کے چہروں پر فحش کی ٹھیک ٹھیک آ رہی تھی۔  
”یہ پولیس انسپلر کہنا کہ گاڑی خراب ہے کہ وہ ہزار روپے کے انعام کا اعلان کرنا چاہتا تھا کیا کیا کہہ جو مان چکا کوڈہ یا خیر گرفتار کر کے گاؤں کے بارے میں اطلاع دے گا اور اگر اس اطلاع کی بنا پر چکا کوڈہ یا اطلاع دے والے کو انعام دیا جائے گا۔“

اعلان ہونے کے ساتھ ہر طرف اس خبر کا چرچا ہونے لگا۔ پچھلا زمانہ تھا۔ وہ ہزار کی رقم پوری رقم خیال کی جاتی تھی۔ جس کے پاس اُن کی رقم ہوتی وہ سا بکا کر لگتا تھا۔ اس کے باوجود بھی اکثر لوگ انعام کی رقم پر ہنس کر کہتے۔ ”ہوں۔ صرف وہ ہزار روپے؟ وہ ہزار روپے کی ضرورت ہو تو جتنے کے بارے میں اطلاع کیوں دی جائے؟ خود چکا کے پاس جا کر اُس سے دو ہزار کیوں نہ مانگ لے جائیں۔ بھلا اُس خبریوں کے بلکلے سے کب کسی کی مدد کرنے سے انکار کیا ہے؟“

اور کوئی کہتا۔ ”انگریز حکومت سے بناوٹ کرنے والے مرد سے بے ایمانی کا نام دہوں گا



ایک بار جان بوجھ کر وہ روپے ساتے میں بکرا گیا تھا۔ روپے نے غصے میں پتھر کرکے ”گاؤں کی عورتوں کو ساتے ہوئے تمہیں شرم نہیں آتی۔ تمہارے گھر میں ماں بیٹی نہیں ہیں؟“ جو کیندر نے دانت چب کر کہا۔ ”ایسا..... یہ بات ہے۔ اب دیکھا میں تجھے کس طرح قاتل ہوں۔“ وہی جو کیندر آدھی رات کو سٹاپ لوگوں کے ساتھ اس کے شوہر کی قبر میں خودکشی کے دوران کے گھر میں داخل ہوا تھا۔

روپا کو کھس ہوا کہ آج اس کے شوہر کی دولت کے ساتھ اس کی عزت بھی لوٹ لی جائے گی اس کا پیچھا کرنا اس کے شوہر کی قبر سے تو بہتر ہے وہ..... مگر اسی وقت اسے ایک گرہ لگا دیا کہ اپنی طرف متوجہ کر لیا۔

”جنت تک چکا کی پانی تیرے گھر ڈاکو لائے آئی ہے۔ شوہر جانے کی ضرورت نہیں۔“ اور روپا نے اطمینان کی سانس لی۔ اس نے ن کر رکھا کہ چکا ڈاکو کی عورت کی عزت و لوٹا ہے نہ کسی کو کیا کرنے کی اجازت دیتا ہے۔ دوسرے اسے یہ بھی معلوم تھا کہ گھر میں بیٹے جیسی مال و غیرہ بھی نہیں تھا۔ اس کے شوہر نے دکان کے بیٹے تہہ جسے تمام سرمایہ اور ذخیرہ چھپا رکھے تھے۔

کرپال اور بیچن دروازے کے پاس چرس کھڑے ہوئے تھے۔ ہوشیار رکھے کے ذریعہ رائلز دیکھا کہ چپ رکنے کی ذمہ داری تھی۔ جنت، جو ہومان اور جو کیندر اوپر کی منزل پر پہنچ گئے۔ کسی قسم کی مزاحمت کے بغیر روپا نے جموری کی چابیاں ان کے حوالے کر دیں۔ روپا نے عرصہ کام جو کیندر سے خود مستحیال کیا۔ جنت اور ہومان دوسرے کمرے میں جموری اور مالداران کھنگالنے۔ جموری میں ہنگامی کچاس ساتھ روپے ملے۔ تمام پلوے وغیرہ انہوں نے الماری سے جھینک دیئے مگر ایک بھی زہر پران کے ہاتھ نہیں لگا سکا۔

ہومان نے جنت سے کہا۔ ”اس خانہ نے جموری کی چابیاں جس آسانی سے ہمارے حوالہ کی تھیں میں اسی وقت جنت کو ہاتھ چھڑا کر پانی پکڑ بیکار ہوگا۔“

مگر جو کیندر نے یہیں بیٹھ کر دلا یا تھا کہ ہزاروں کا مال ہاتھ لگے گا۔ جنت نے وہیں پرزور دیتے ہوئے کہا۔ ”خواتان! کیوں نہ اس عورت کو ڈوب دیا دھکا جائے، لیکن ہے کام ہو جائے۔“

ظہیر..... میں ابھی آتا ہوں۔“ جنت جیڑی سے باہر نکل گیا۔

برادر کے کمرے کے آدھے کونے کے دروازے کے پاس آ کر جنت ڈک گیا۔ اندر سے جو کیندر کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ وہ روپا سے ملنے کے لیے کمرہ ہاتھ۔ ”دیکھا دو! اس دن تم نے مجھے بڑا بڑا جو کیندر تھا آج میں نے اس کا بدلہ لے لیا ہے۔ اب گھر میں تمہیں چھینڑوں کا قہقہہ سے جھانپا ہوگا۔“

جو کیندر کا ارادہ جان لینے کے بعد جنت کا دریاغ بھل اٹھا۔ اس نے دلی عداوت میں کچھ سوچا اور پھر وہ دابوں لوٹ آیا اور ہومان سے کہا۔ ”اب تمہیں اس گھر سے بچنا پڑے گا۔ دو پار چڑھنے سے لاپاک ساتھ سے لو!۔“ ہومان کی کچھ میں کچھ نہیں آیا مگر اس وقت کی قسم کی جنت بے کار ہی تھی۔ جنت کے ہر اقدام پر اسے پورا اطمینان تھا۔ جنت نے بیٹا اور اڈا میں جو کیندر کو اپنے قریب بنایا اور کہا۔ ”بیٹا“

جو کیندر نے ہومان کے ساتھ میں پکڑوں کا بندل دیکھا اور جانتے وقت سرخم کر اس نے روپا کو اشارہ کیا کہ چرب لوگ مکان سے باہر آگئے۔

گھوڑوں پر سوار ہو کر سب لوگ گاؤں سے باہر آگئے۔ جو کیندر کو ہومان کے ساتھ گھوڑے پر لٹایا گیا تھا۔ جنت نے ہومان کو آگے کے اشارہ کیا اور ہومان جنت کا اشارہ پا کر گھوڑا اوڑھتا ہوا سب سے آگے نکل گیا۔ جنت نے ہومان کے آگے نکل جانے کے بعد اپنے چنے ساتھیوں کے ساتھ آگے بڑھے۔

”یہ جو کیندر ہے ایمان اور مفاد پرست شخص ہے۔ وہ اس خانہ پر اپنا زہب بھانے کی خاطر ایسا کیا لایا تھا۔ اسے اس کی اس حرکت کی مزاحمت ہانے کی۔“

گاؤں سے تقریباً چار میل دور نکل آنے کے بعد سب ایک کنوئیں کے قریب ٹھہر گئے۔ جنت نے اس پاس کا اچھی طرح جائزہ لینے کے بعد جو کیندر سے کہا۔ ”میں سخت پیاس لگی ہے۔ لہذا یہاں کچھ دردستان لایا جائے۔ پانی پینے کے بعد تمہارے کام کا حساب کر دیا جائے گا۔ اس کام سے وارن ہو کر ہم آگے جا سکیں گے۔“

پانی پینے کی غرض سے دشت اور اپنی ہمیشہ بچن کھلے گھوڑے پر بندھی رکھا تھا۔

”جو کیندر تم اسی وقت اور پانی کے کرپال کی نکال لو اور سب کو پانی پلاؤ۔“

جو کیندر خوشی خوشی اٹھا اور گھوڑے کی پیچھے سے دشت اور اپنی آتار کنوئیں کے کنارے پر پہنچ گیا۔ دشت کو پانی کے کنڈے سے مضبوط ہاتھ کر کے لے کر اپنی جیسے ہی کنوئیں میں اتاری جنت جو (رب ہی کو ڈاکو لایا۔“ جو کیندر اور عورت تو پانی میں تھیں تھیں۔

جو کیندر جنت کے یہ الفاظ سن کر چٹکا۔ اس کے ہاتھ وہیں ڈک گئے۔ آج جنت کی یہ بات ڈی عجیب سی معلوم ہوئی کیونکہ اسے معلوم تھا کہ چکا کسی کی عورت پر بری نظر نہیں ڈالتا۔ اس نے کہا۔ ”جی ہاں سردار! میری نظر کسی بہت دلوں سے اس حینہ پر ہے۔ آپ یہاں سے جائیں گے تو میں ادھیں جا کر مرنے کا یوں کروں گا۔“

مگر اس کے یوں سے آخری الفاظ کی ادا چلی ہوئے ہی جنت کی رائفل جیڑی سے حرکت میں آئی اور گولی اس کی پشت میں سوراخ کرتی ہوئی آ کر پھانسی لگی۔ رائفل کے دھماکے کے ساتھ کیندر کے قدم اٹھ کر اڑے اور کنوئیں کی تہہ میں ایک اور دھماکا ہوا جس کے ساتھ ہی جو کیندر پانی کے پوٹھے تلے سب گیا۔ برائے انسان اپنے برے انجام تک پہنچ گیا۔ ماحول پر خاموشی مسلط ہوئی۔ کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد جنت نے سر اٹھا کر آسمان پر دیکھتے ہوئے لا تعداد ستاروں کی چاب دیکھا۔ صبح ہونے میں ابھی کافی دیر تھی۔ مگر اس نے اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھا جو جنت کی طرف دیکھ رہے تھے۔

”میں اور ہومان اچھے وقتے میں دو دھیا جا کر آسانی سے دابوں لوٹ سکتے ہیں۔“ جنت نے اپنے ساتھیوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

”جنت! ہم لوگ ہمیشہ ایک ساتھ جانتے ہیں۔ لہذا کیوں نہ اچھے چلیں۔ ہم آپ کو خضرے

ایک بار جان بوجھ کر وہ روپے ساتے میں بکرا گیا تھا۔ روپے نے غصے میں پتھر کرکے ”گاؤں کی عورتوں کو ساتے ہوئے تمہیں شرم نہیں آتی۔ تمہارے گھر میں ماں بیٹی نہیں ہیں؟“ جو کیندر نے دانت چب کر کہا۔ ”ایسا..... یہ بات ہے۔ اب دیکھا میں تجھے کس طرح قاتل ہوں۔“ وہی جو کیندر آدھی رات کو سٹاپ لوگوں کے ساتھ اس کے شوہر کی قبر میں خودکشی کے دوران کے گھر میں داخل ہوا تھا۔

روپا کو کھس ہوا کہ آج اس کے شوہر کی دولت کے ساتھ اس کی عزت بھی لوٹ لی جائے گی اس کا پیچھا کرنا اس کے شوہر کی قبر سے تو بہتر ہے وہ..... مگر اسی وقت اسے ایک گرہ لگا دیا کہ اپنی طرف متوجہ کر لیا۔

”جنت تک چکا کی پانی تیرے گھر ڈاکو لائے آئی ہے۔ شوہر جانے کی ضرورت نہیں۔“ اور روپا نے اطمینان کی سانس لی۔ اس نے ن کر رکھا کہ چکا ڈاکو کی عورت کی عزت و لوٹا ہے نہ کسی کو کیا کرنے کی اجازت دیتا ہے۔ دوسرے اسے یہ بھی معلوم تھا کہ گھر میں بیٹے جیسی مال و غیرہ بھی نہیں تھا۔ اس کے شوہر نے دکان کے بیٹے تہہ جسے تمام سرمایہ اور ذخیرہ چھپا رکھے تھے۔

کرپال اور بیچن دروازے کے پاس چرس کھڑے ہوئے تھے۔ ہوشیار رکھے کے ذریعہ رائلز دیکھا کہ چپ رکنے کی ذمہ داری تھی۔ جنت، جو ہومان اور جو کیندر اوپر کی منزل پر پہنچ گئے۔ کسی قسم کی مزاحمت کے بغیر روپا نے جموری کی چابیاں ان کے حوالے کر دیں۔ روپا نے عرصہ کام جو کیندر سے خود مستحیال کیا۔ جنت اور ہومان دوسرے کمرے میں جموری اور مالداران کھنگالنے۔ جموری میں ہنگامی کچاس ساتھ روپے ملے۔ تمام پلوے وغیرہ انہوں نے الماری سے جھینک دیئے مگر ایک بھی زہر پران کے ہاتھ نہیں لگا سکا۔

ہومان نے جنت سے کہا۔ ”اس خانہ نے جموری کی چابیاں جس آسانی سے ہمارے حوالہ کی تھیں میں اسی وقت جنت کو ہاتھ چھڑا کر پانی پکڑ بیکار ہوگا۔“

مگر جو کیندر نے یہیں بیٹھ کر دلا یا تھا کہ ہزاروں کا مال ہاتھ لگے گا۔ جنت نے وہیں پرزور دیتے ہوئے کہا۔ ”خواتان! کیوں نہ اس عورت کو ڈوب دیا دھکا جائے، لیکن ہے کام ہو جائے۔“

ظہیر..... میں ابھی آتا ہوں۔“ جنت جیڑی سے باہر نکل گیا۔

برادر کے کمرے کے آدھے کونے کے دروازے کے پاس آ کر جنت ڈک گیا۔ اندر سے جو کیندر کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ وہ روپا سے ملنے کے لیے کمرہ ہاتھ۔ ”دیکھا دو! اس دن تم نے مجھے بڑا بڑا جو کیندر تھا آج میں نے اس کا بدلہ لے لیا ہے۔ اب گھر میں تمہیں چھینڑوں کا قہقہہ سے جھانپا ہوگا۔“

جو کیندر کا ارادہ جان لینے کے بعد جنت کا دریاغ بھل اٹھا۔ اس نے دلی عداوت میں کچھ سوچا اور پھر وہ دابوں لوٹ آیا اور ہومان سے کہا۔ ”اب تمہیں اس گھر سے بچنا پڑے گا۔ دو پار چڑھنے سے لاپاک ساتھ سے لو!۔“ ہومان کی کچھ میں کچھ نہیں آیا مگر اس وقت کی قسم کی جنت بے کار ہی تھی۔ جنت کے ہر اقدام پر اسے پورا اطمینان تھا۔ جنت نے بیٹا اور اڈا میں جو کیندر کو اپنے قریب بنایا اور کہا۔ ”بیٹا“

جو کیندر نے ہومان کے ساتھ میں پکڑوں کا بندل دیکھا اور جانتے وقت سرخم کر اس نے روپا کو اشارہ کیا کہ چرب لوگ مکان سے باہر آگئے۔

گھوڑوں پر سوار ہو کر سب لوگ گاؤں سے باہر آگئے۔ جو کیندر کو ہومان کے ساتھ گھوڑے پر لٹایا گیا تھا۔ جنت نے ہومان کو آگے کے اشارہ کیا اور ہومان جنت کا اشارہ پا کر گھوڑا اوڑھتا ہوا سب سے آگے نکل گیا۔ جنت نے ہومان کے آگے نکل جانے کے بعد اپنے چنے ساتھیوں کے ساتھ آگے بڑھے۔

”یہ جو کیندر ہے ایمان اور مفاد پرست شخص ہے۔ وہ اس خانہ پر اپنا زہب بھانے کی خاطر ایسا کیا لایا تھا۔ اسے اس کی اس حرکت کی مزاحمت ہانے کی۔“

گاؤں سے تقریباً چار میل دور نکل آنے کے بعد سب ایک کنوئیں کے قریب ٹھہر گئے۔ جنت نے اس پاس کا اچھی طرح جائزہ لینے کے بعد جو کیندر سے کہا۔ ”میں سخت پیاس لگی ہے۔ لہذا یہاں کچھ دردستان لایا جائے۔ پانی پینے کے بعد تمہارے کام کا حساب کر دیا جائے گا۔ اس کام سے وارن ہو کر ہم آگے جا سکیں گے۔“

پانی پینے کی غرض سے دشت اور اپنی ہمیشہ بچن کھلے گھوڑے پر بندھی رکھا تھا۔

”جو کیندر تم اسی وقت اور پانی کے کرپال کی نکال لو اور سب کو پانی پلاؤ۔“

جو کیندر خوشی خوشی اٹھا اور گھوڑے کی پیچھے سے دشت اور اپنی آتار کنوئیں کے کنارے پر پہنچ گیا۔ دشت کو پانی کے کنڈے سے مضبوط ہاتھ کر کے لے کر اپنی جیسے ہی کنوئیں میں اتاری جنت جو (رب ہی کو ڈاکو لایا۔“ جو کیندر اور عورت تو پانی میں تھیں تھیں۔

جو کیندر جنت کے یہ الفاظ سن کر چٹکا۔ اس کے ہاتھ وہیں ڈک گئے۔ آج جنت کی یہ بات ڈی عجیب سی معلوم ہوئی کیونکہ اسے معلوم تھا کہ چکا کسی کی عورت پر بری نظر نہیں ڈالتا۔ اس نے کہا۔ ”جی ہاں سردار! میری نظر کسی بہت دلوں سے اس حینہ پر ہے۔ آپ یہاں سے جائیں گے تو میں ادھیں جا کر مرنے کا یوں کروں گا۔“

ہو کر دیا تھا۔ اُس نے کہا۔ ”جنت اتہا رہا کی اور باپ نے چندن کو رکے متعلق اتنی باتیں کیں کہ مجھ پر یہ معلوم کرنے کا موقع ہی نہیں مل سکا اور میں غلط آیا۔“  
 وہ بڑا ستائے کے درمیان جگت کے کیوں سے نکلنے والی مردہ جوانان کو صاف ستائی دی۔  
 اُس کے ذہن میں ایک سوال گونجا۔ ”جنت اور چندن کو رک کے پیار کے درمیان کہیں دیر و پیر تو لگتا ہی نہیں جانتے کی؟“

رات کے پچھلے پیر و دھوڑ سادھا خوشی سے دو دھوا گاؤں میں داخل ہو گئے۔ اس وقت گاؤں پہلے پہر کی خاموشی میں ڈوبا ہوا تھا۔ جگت کے ایک ہاتھ میں لگام اور دوسرے ہاتھ میں پتھول تھا۔ اُس کے ہاتھ کی ایک انگلی پتھول کی لمبلی پر بھی ہوئی تھی۔ دو چار کتوں نے سنے مہمانوں کو کچھ کر کچھ رکھ استقبال پر راگ گائے اس کے بعد خاموش ہو گئے۔ اور جگت کی کھوڑی سسرال کی گلی میں لٹ ہوئی۔

پچھن کے کچھ سال اُس نے اس گلی میں گزارے تھے۔ اس وقت وہ اور چندن کو رک کچھ لڑکیوں لڑکوں کے ساتھ جھج جھج سے کھیل کھیل کر رہے تھے۔ جگت کی اور سے نہیں کھیل صرف چندن کے ساتھ کچھ کچھ کھیل کر رہا تھا۔ جب وہ پچھنے والا کھیل کھیلنے اس وقت جگت صرف چندن کو رک کو تلاش کے آئے پکار لیا اور چندن روٹی صورت پکار کر نکلی گی۔

”تم میرے علاوہ کسی اور کو نہیں پکارتے۔۔۔ جاؤ! ہم تم سے نہیں کھیلے گے۔“  
 اور آج اسی چندن نے اُسے پیغام بھیجا تھا۔ ”جنت! میں تیرے علاوہ کسی کے ساتھ نہیں کھیلوں گی۔ آج مجھے پتہ چل گیا ہے تیرے جلدی سے میرے پاس آ جا۔۔۔“  
 جگت کی کھوڑی کچھ دور تک مکان کے پاس کھڑی رہی۔ جوانان کچھ دور تک کر چو کر نظروں سے اُڑ کر دکھا جائزہ لینے لگا۔ تاکہ سے آؤ کر جگت کے دروازے کی کڑی کھٹکائی اور جو باج کا لڑکے لگا۔ شاید اندر وہ گھر کی خیرندیں ڈوبے ہوئے تھے۔

”کون ہے۔۔۔؟“ کسی مردانہ آواز نے اُمد سے پوچھا۔  
 ”بھائی۔۔۔“ جگت نے کافی دھیمے سے جیسے جیسے کہا۔  
 بڑے دروازے کی چوٹی کی کھڑکی کی روز میں لائٹن کی روشنی کی باریک کیر چٹکنی نظر آئی اور اُس کے قدموں کی چاپ ستائی دی۔ ”کون ہے بھائی۔۔۔؟“ کسی نے پھر پوچھا۔  
 ”رات کا بھائی۔۔۔“

اور دروازے کی چوٹی کی کھڑکی کھل گئی۔ روشن کھنے لائٹن بلند کر کے دیکھا۔ جگت نے بے پروائی سے ہاتھ کے کونک کیا اور دو راؤں کو پچھن کر سسرے جلدی سے بڑا دروازہ کھول کھوڑی کو مکان میں داخل کر لیا اور دروازہ بند کر کے لگا۔ اُسی لمحے جگت نے ہاتھ کے اشارے سے انہیں ایسا کرنے سے روک دیا۔

”میرا ایک دوست بھی میرے ساتھ آیا ہے۔ اُسے بھی اندر آ لیں۔“  
 اسے دیکھتے ہی جوانان بھی اُن کے قریب پہنچ گیا اور بڑا دروازہ بند کر دیا گیا۔  
 مگر جب جگت مکان میں داخل ہو کر ہاتھ اسانے مندر کے آگے سے ہوئے چوڑے پر سوسنے

میں نہیں ڈال سکتے۔ ہوشیار کھنے نے اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔  
 ”نہیں دوست! ایسی تو کوئی بات نہیں۔ مگر چونکہ یہ میرا ذاتی معاملہ ہے لہذا میں جوانان میرے کافی سے تم کو فکری فکر نہ کرو۔“ جگت نے مسکرا کر کہا۔

اس کے بعد کسی نے جگت کو مناسب خیال نہ کیا۔ انچوں کھوڑوں پر سوار ہوئے اور کچھ پکڑ پکڑیوں پر چلتے ہوئے ایک کچے راستے پر نکلے۔ کچھ کے بڑے بڑے جگت ایک چور سے تھے۔ جگت کے ساتھ ہی سب رک گئے۔ جگت نے ایک راستے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ساتھیوں سے کہا۔ ”یہ راستہ کھج کی طرف جاتا ہے۔ تم جتنی بھی محفوظ مقام پر روک جاؤ دونوں دو دھوا سے واپس آؤ گھر میں ساتھ سے لیں گے۔“

سب نے انہماک میں سر ہلایا اور اپنے کھوڑوں کی جگت کے بنائے ہوئے راستے پر ڈال دیا۔ جگت اور جوانان اُن سے الگ ہو کر دو دھوا کی جانب بڑھنے لگے۔ ستاروں کی وحشتی میں کجی پکڑ پکڑی پر جگت کے سفید کھوڑے کے ساتھ جوانان کا سیاہ کھوڑا قدم ملا کر دوڑ رہا دونوں سوار دھیمے جیسے جیسے باتیں کر رہے تھے۔  
 ”جوانان! اب تم مجھے گھر کے تمام حالات بتاؤ۔“  
 ”ابھی بتاتا ہوں۔“

”جلدی بتاؤ! اُم کی طبیعت کیسی ہے؟ تمہیں دیکھ کر بارش تو نہیں ہوئی؟“ جگت نے جھنجی سے جوانان سے پوچھا۔ جوانان کچھ کیا کہ جگت کو گھر کی باہت ستاری ہے۔  
 وہ جگت کو بتا دینا چاہتا تھا۔ ”ستاری ہی اتہا بارچہ ہو گئے کے لئے ترپ رہی ہے اس باوجود ماں ہی نے کہا ہے کہ جگت کو گھر آ کر کاغذ ہول لینے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ یہاں طرف خطرہ ہی خطرہ منظر رہا ہے۔“ مگر یہ بات کہہ کر وہ جگت کا دل نہ تھا نہیں چاہتا تھا۔ وہ جگت کو جگت کو مطمئن ہو۔ اس نے اُس نے گھر کے حالات اس طرح بیان کئے کہ جگت غصہ سے مست رہا۔ جوانان سب کچھ کہہ چکا اس کے باوجود جگت کی خاموشی برقرار رہی۔

ان تمام باتوں کے درمیان جوانان نے ایک بار بھی دیکھ کر دیکھ کر نہیں کہا تھا۔ ماں کی چا سے دیو کے متعلق معلومات حاصل کرنے کے لئے ہی اُس نے جوانان کو گھر کے حالات بتاے کہا تھا۔ کیا دیو اپنے شوہر کو چھوڑ کر کیسے چلی گئی ہے؟ یا پھر مومن نے اُسے گھر میں قید کر دیا دیو اور اُس کے درمیان فاصلہ بڑھانے والی ڈاکر لڑائی آج اُسے بہت کھل رہی تھی۔

”جوانان! ماں نے دیو کے متعلق کچھ نہیں بتایا؟“ جگت نے عجیب ہو کر پوچھ ہی لیا۔  
 ”کیا۔۔۔؟“ سب کچھ کہہ کر باوجود جوانان نے بھانجی میں کہا۔ اُسے معلوم تھا کہ گھر کے حالات سننے کے باوجود سوج میں کیوں ڈوب گیا تھا۔ اُس کی کچھ باتیں باتیں آہم تھی کہ چندن کو رک سے ملاقات کے لئے جانے والا جگت دیو کے متعلق کیوں سوج رہا ہے۔  
 ”جوانان! ماں جی نے دیو کے متعلق کسی قسم کی اطلاع فراہم نہیں کی؟“ جگت نے دوسری معلوم کیا۔

لو مگر جوانان نے چاہا کہ جگت کو غلاہا بتا دے۔ مگر جگت کی دوستی نے اُسے سچ بات اُچھے

ہونا صرف مسکرا دیا۔

بہرگیت کے ذہن میں ایک خیال تیزی سے آیا۔ اُس نے ہونا سے سرگوشیاں انداز میں کہا۔  
”تم نہت ہو جا کر اطراف کا جائزہ لو“

ہونا نے ساتھ پیش چلے گی جگہ جگہ کو اڑ گیا۔ ”گیت! میں بھی جا رہا ہوں۔ تم دونوں ہاتھیں کرلو۔  
میں چندن سے مطلع کر لوں گا۔“

گیت نے کوئی جواب نہیں دیا۔ ابلیت ہونا سے کہا۔ ”مکان کے قریب پھیل کر درخت سے وہاں  
سے کوئی شخص اُڑ سانی سے اندر داخل ہو سکتا ہے لہذا اُس جگہ کی خاص نگرانی کی ضرورت ہے۔“

ہونا اور جتن چلے گئے۔ گیت اور چندن دونوں ایک دوسرے کو کچھ کرسم تھے۔ چندن  
آجوب اور ہاتھ کرگت کو ساتے سالہ بیٹے کے باوجود پھیل کر درخت سے اُڑے۔ جب وہ چھوٹے تھے

تک چندن کو ڈرانے کی غرض سے اکثر اس پھیل کے درخت پر سے اچانک گھبراہٹیں کوڈ کر چٹن پر،  
لوب طاری کر دیتا تھا۔ ایک بار تو چندن خوف سے چچ اٹھی تھی مگر گیت کوڈ کر پڑا ہوا لے گئی تھی۔

”گیت کو یہ سب باتیں یاد ہوئی؟“  
”کیا سوچ رہی ہو؟“ گیت نے مسکرا کر پوچھا۔ چندن اپنے خیالات سے چونک کر شرما گئی

اور کے انگوٹے سے زمین کھینچنے لگی۔ گیت کو چونکہ جلدی بھی لہذا اُس نے بات شروع کرنا بہتر  
گھا۔ ”مجھے اطلاع ملی ہے کہ تم۔۔۔۔۔۔ گیت! جانتا چاہتا تھا کہ۔۔۔۔۔۔“ تم شادی کے لئے جلدی کر رہی

و۔۔۔۔۔۔ مگر وہ یہ بات کہہ نہ سکا۔  
”تم نے رہنے کے بدلے کون سے اجازت نہیں دی؟“

چندن نے صرف اثبات میں سر ہلا دیا۔ گیت نے دیکھا اُس کے بیٹے کے اُچار چٹا سے ایسا  
لہو ہوا ہاتھ چمبے اُس کو دل زور زور سے دھڑک رہا ہے۔ چندن کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔

”تم نے پوری امت سے شادی کی دعوت بھیجی تھی؟ میں تمہاری دعوت قبول کر کے آ گیا ہوں۔“  
چندن نے چونک کر اپنا سین چہرہ اوپر اٹھایا۔ اُس کی آنکھوں میں پیار کے موتی چمک رہے

تھا اور بچوں نے شرمناک چٹکی آنکھوں پر چاکی جا روڑا لی تھی۔  
”میں گھڑے پر سوار ہو کر ضرور آ گیا ہوں مگر شادی کے ارادے سے نہیں۔“ گیت گھٹنے

داف صاف بات کہہ دی۔ ”میں تمہیں قول دینے سے پہلے صاف صاف بات کر دیتا ضروری سمجھتا  
ا۔۔۔۔۔۔“

”کیجیے؟“ چندن نے پہلی بار لب کھولے، پھر مضبوطی سے بند کر لے۔  
”تم جانتی ہو کہ گورو کی میری زندگی کس دور سے ہو کر رہی ہے۔ ہم نہ جانے کب ہمیشہ کے لئے

مل ہو جائیں۔۔۔۔۔۔ کیا تم میرے ساتھ ایسی زندگی بسر کرنا پسند کرو گی؟ ملاپ چند ساتوں کا اور  
دلی غریب مگر ہے۔“

”شیر۔۔۔۔۔۔“ چندن کو اسے گیت نہ کہہ سکی۔ ”تم نے جس جدائی کی بات کی ہے اُس جدائی  
لے لئے تمہاری ماں میں تو پ رہی ہے۔ ہم ایک ہی جگہ دو عمریں کر کہ جدائی کے اس بوجھ کو بانٹ

لیگی۔“

ہوئے کانے کی ایک آنکھ کھل چکی تھی۔ وہ ایک آنکھ سے لیے لیے یہ حلقہ دیکھ رہا تھا۔ وہ مسل  
راتوں سے نہیں سو رہا تھا کہ شاید چٹا آئے اور اُس کا انتقام کا ہو جائے۔

یہ حلقہ دیکھنے کے بعد بھی اُس کے ذہن میں یہ بات نہیں آ رہی تھی کہ کیا اُس نے جو کچھ  
ہے وہ خراب ہے یا حقیقت؟ اُسے انہوں ہو رہا تھا کہ اگر اُس کی دوا انہیں ہو سکتی تو وہ اس

صاف دیکھ سکتا اور یہ یقین کر لیتا کہ یہ جگہ تھا۔ مگر قدرت نے اُسے ایک آنکھ بخش کر اس کے  
شاہد انصاف نہیں کیا تھا۔ کرباب دیکھنے کی بجائے کچھ سخت ضروری تھا لہذا وہ اسی امید پر اپنی

دوا لے لیا اور دے پاؤں چل ہوا۔ وہ دروازے کے قریب جا کر چونکا کھڑا ہو گیا اور دروازہ  
سے کان لگا کر سننے لگے۔

”کون آیا ہے اتنی رات بہت جانے کے ہو؟“ چندن کو رنے دل ہی دل میں کہا۔ یہ  
کے لئے چندن کو رستہ سے اٹھ کر اور انہیں ملتی ہوئی کھڑی ہو گئی۔ جلدی سے باہر گئی میں آ

لاٹین کی مدد کر رہی کے باوجود وہ سامنے کھڑے ہوئے کھس کوئی بھر میں بچان لگی۔  
مگر دوسرے ہی آنے سے خیال گزرا کہ وہ جلدی میں اپنا دود پڑ لیتا بھول گئی ہے لہذا اُس

جلدی سے اپنے چہرے پر دونوں ہاتھ رکھ کر شیلے اعزاز میں منہ جھک رہا۔  
گیت اس بات میں کی کر دیکھ رہا تھا۔ اُسے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا تھا کہ پانچ سال

جس چندن کو دیکھا تھا وہی چندن ہے۔ بچپن میں اُس نے جس کربہ ہاتھ مارے تھے آج اُن  
کو پہلے کی آرزو اُس کے دل میں گردش لینے لگی۔

مگر چندن کو تھما کر کمرے میں جا چکی تھی۔  
”کسی قسم کی آواز نہ ہو۔“ گیت نے سرگوشیاں لپٹے میں سب سے کہا۔

بالکل خاموشی سے بشری گھٹ کے پیچھے گیت اور ہونا کمرے میں داخل ہو گئے۔ بشری گھٹ  
بشری روچ میں جتنا ہے کہ کمرے آئے ہوئے والے دادا کا کس طرح استعمال کریں؟ دروازہ

کے درمیان کھڑی ہوئی چندن بھی کسی سوچ رہی تھی۔ اُس نے اپنے باپ سے گیت کے کھانے  
مستقل پوچھنے کا اشارہ کیا تھے گیت نے دیکھ لیا۔۔۔۔۔۔ ”بھئی کسی قسم کے گفت کی ضرورت

نہیں ہے۔ میں آپ سے چندا ہم باتیں کرنے کے لئے آیا ہوں۔ کسی قسم کا شور ہونے پر کام  
جانے کا اندیشہ ہے۔“ گیت نے سرگوشی میں کہا۔

اس کے باوجود چندن کو باور رہی تھی خانے میں جا کر ڈوہ کے دو گلاس بھر لائی۔ ڈوہہ اٹھ  
ہوئے اُسے ایک شرارت سے سوچی اُس نے گلاس میں لڑکے گلوے ڈال دیئے۔ ڈوہہ کے گلاس

آخری گھونپ کے ساتھ ہونا کے منہ میں گڑا کھڑا آ گیا۔ گیت کے گلاس میں بھی گڑا کھڑا  
تھا۔ دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا اور مسکرا دیئے۔ دروازے کے پیچھے کھڑی چندن بھی اُن

حکمت دیکھ رہی تھی اور اپنی شرارت پر خوش ہو رہی تھی۔  
ہونا نے ذہن میں یہ شرارت لکھنا رہی تھی۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اس ملاپ کا انتقام کیا ہو گا؟

جاننا کافی مشکل ہی تھا لہذا اُس نے خاموش رہنا مناسب سمجھا۔ گڑا کھڑا چیتا ہے ہوئے گیت۔  
ہونا سے کہا۔ ”کیوں ہونا! اندھ جٹا ہو گیا ہے؟“

نہ غرت سے ہوش کھڑے۔

”بہل۔۔۔ وہاں کیا کر رہا تھا؟“ جنت نے زوردار آواز سے کہا۔

کانا باری طرح کپکپانے لگا۔ اُس نے اپنی ایک آنکھ میں رحم کا بحر پرتا پید کرنے کی کوشش کرتے ہوئے عاجزانہ لہجے میں کہا۔ ”بھائی صاحب! میں چوری وغیرہ کی نیت سے وہاں نہیں کھڑا بلکہ دیوار کے پاس۔۔۔ اُس نے اپنا جھڑا دھورا چھوڑ کر چھوٹی انگلی بتائی۔

”جہوت بکا ہے۔ اس جہوتیہ صفت خراج نکس ہوتے۔“

”بھیرے باپ! میں جہوت نہیں ہوتا۔“ کانامحسوس کر رہا تھا کہ بولے میں ذرا سی غلطی برالحام لی جگہ جان سے ہاتھ جوئے چڑیں گے۔ ”چھری کی پتاری کی وجہ سے مجھے آدھا گھٹھہ پریشان ہونا پڑا ہے۔“

جنت کا مٹی جا چکا کہ وہ ایک گھونڈا اُس کے پیٹ پر مارے مگر اسے دم اُٹھ گیا۔ ابھی تو چندن نے لہ تھا کہ کسی مظلوم کو صرف شک کی بناء پر نہ مارا۔

جنت نے محسوس کیا کہ کانامے میں پچھتاہے۔ پولیس کا مجرم اس طرح کانفیس ہوتا شاید چور ہو۔ اس کے چکر میں دقت خالق کرنا صاحب نہیں سمجھا۔ اُس نے اُسے آزاد کرنے کا حکم دیتے دئے کہا۔ ”جا! میں تجھے آزاد کرتا ہوں۔ اگر پولیس کے ہاتھ لگے تو وہ لوگ تجھے بار بار کا دھمسا کر دیتے۔“

یہ سن کر کانے نے ہاتھ جوڑے اور سر پر ہنر کر کے بھاگنے لگا۔ ہنومان کو یہ بات اچھی نہ لگی۔ ”جنت! تم نے جلدی کی ہے۔ اُس کی حرکات اچھی نہیں تھیں۔“

”جانے دو اے۔“ جنت نے لاک کی پٹ پر دست لگاتے ہوئے کہا۔ ”اب ہمیں جلدی لانے پر تکیج جانا چاہئے۔ سامی مارا انتظار کر رہے ہوں گے۔“

آسان پر بادل چھٹ چکے تھے۔ برسات کے آثار نہیں رہے تھے مگر ہنومان بار بار چپچہ نوخیز لڑکھہ ہاتھ مارا کانامپولیس کو اطلاع فراہم کر دے اس لئے پہلے سے خبردار رہتا ہجر تھا۔

کانا پکا دھماکا تھا۔ پولیس کو اطلاع میں فراہم کرنے سے پہلے اسے پورا معاوضہ کس طرح ملے یہ سوچ رہا تھا۔ وہ یقیناً جنت اور چندن کی شادی کی بڑی رکاوٹ بنے والا تھا۔

○○○

جنت کہتے میں رہ گیا۔ ہر جواب ملنے کے بعد مزید کسی سوال کی ضرورت نہیں تھی۔ اُسے ہو گیا کہ چندن اپنے دل میں اہل فیصلہ رہ سکا ہے۔ اب صرف ایک بات باقی تھی۔

”گورائےم جانتی ہو کہ ڈاکو زنی کے راستے پر مجھے خاندانی عداوت کے علاوہ دشمن کی صورت آتی ہے۔“ جنت نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”آپ دیرو کی بات کر رہے ہیں۔؟“ چندن نے جلدی سے کہا۔

”اس کا مطلب ہے کہ میرے متعلق تمام اطلاع دہشتی ہو۔“ جنت نے تعجب سے کہا۔

”میں اب جلدی سب کچھ کہہ دوں گا۔“ جنت کچھ دیر توقف کر کے بولا۔ ”دیکھو گورائےم! میں نے میرے لئے بہت سے بچے بچھڑا دیے ہیں۔ اب وہ اُس کے لئے کتنا بھی ضرورہ مولیٰ لینا چاہے وہ کتنی بھی کروں گا۔“

”ہماری شادی کی بات میں دیرو کا ذکر کیوں؟“ چندن نے دم لہجے میں پوچھا۔ اُس کی آ میں کسی قسم کا اثر نہیں تھا۔

”خاید ضرورت پڑنے پر مجھے دیرو کو انوکھی کرنا ہوگا۔ اس وقت تم یہ محسوس نہیں کرو گی کہ میں تمہیں بتا نہیں تھا۔“

”آپ کہہ چکے۔“ ملنے اب میں کچھ محسوس نہیں کروں گی۔ اور کچھ؟“ چندن نے حس مسکراہٹ میں یہ مسئلہ بھی حل کر دیا۔ جنت کہ چندن پر بے انتہا پیار نہ لگا۔ اُس نے کہا۔

”میرے نہیں تھیں جتنے سامیئے انتظار کرنا پڑے گا۔ برسات کے بعد کوہلی گزرتے ہیں میں گھوڑا پر سوار ہو کر سمجھانے آ جاؤں گا۔“ جنت نے چندن کی پچھلی آنکھوں میں جھانک کر مسکرا

ہوئے اس طرح کہا جیسے اُسے پیار کا قول دے رہا ہو۔ جنت کے ہاتھ میں چندن کا گورا ہاتھ جنت نے پیار سے اُسے ہلکا سا دبا دیا اور چندن کا چہرہ حیا کی چادر میں چھپ گیا۔

ہنومان زور سے کھنکھار جنت نے چونک کر چندن کا ہاتھ چھوڑ دیا اور دونوں الگ ہو گئے۔ ہنومان نے آتے ہی ابھٹکی سے جنت سے کہا۔ ”ایک شخص مکان کے گرد چکر لگا رہا ہے۔ میں اسے رائل گا کنڈا مار کر بے ہوش کر دوں گا۔“

جنت کا ہاتھ نہتول پر جم گیا۔ اُس نے الوداعی نظروں سے چندن کی جانب دیکھا۔ چندن دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔ اُس کی حسین خلیں گم ہو گئیں۔ ہنومان اسے میں کھڑکی کے قریب گیا تھا۔ اُس نے بغیر آواز نکالے ہی ہست سے کھڑکی کھول دی۔

کانا جو پشت دیوار سے لگا کر کھڑا تھا کھڑکی کھلنے کی بجلی آواز سن کر چونک گیا۔ مگر اسی لمحے جنت نے اُس پر پھلاگ لگا دی۔ پشت پر اُسا ہوا پلڑا اُس نے کانے کے چہرے پر کسی کر لیٹ دیا

جنت نے اُسے پشت پر سے مضبوطی سے پکڑ رکھا تھا۔ ہنومان اُن کے قریب پہنچ گیا۔ اسی لمحے گھوڑے لائے گئے اور جنت نے نہتول کی نال پر کانے کو ناک پر سوار ہونے پر مجبور دیا اور خود اُس کے پیچھے بیٹھ گیا۔ دونوں گھوڑے دوڑاتے ہوئے گاؤں کی حد سے باہر نکل گئے۔

نیل فاصلہ ملنے کے جنت نے کانے کو کھڑکی سے نیچے اتار دیا۔ ہنومان رائل گاٹا تانے کانے۔ عصب میں چلا گیا۔ جنت نے کانے کے چہرے پر سے پکڑا ہوا پلڑا اُسا کا ٹکڑا ہوا چہرہ دیکھ کر



جنرل کی عادت تھی کہ وہ جس کو بھی مارنا شروع کرتا اس وقت اس پر جنوں سوار ہو جاتا تھا۔  
بگت بھی بارے سے ٹوک چکا تھا کہ کسی کو سر جانے کی حد تک نہیں مارنا چاہئے۔ بگت کے حکم کی وجہ سے  
مکان کے ہاتھوں درجن بھر جا میں خنج بکری تھیں۔

یہ باری کا لڑکا جب بے ہوش ہو گیا تو جنرل نے اس کے ہاک پر انگلیاں رکھ کر ابھی طر  
ہیں کر لیا کہ اس کی سانس چل رہی ہے۔ اس کی وہ زیادہ ہی مرمت کر چکا تھا۔ لہذا کہیں رخصت  
ہو جائے، ایسا ہونے کا اسے ڈر محسوس ہوا کیونکہ بگت کی مارا مٹکی کا ڈر تھا۔ دو چار بار اسے ابھو  
لڑج لایا جلیا بکری اس پر کھڑی بے ہوشی طاری تھی۔ جنرل اسے کھینٹ کر کونہ کے قریب لے  
گیا۔ پانی کی بھری ہوئی پٹلی نکال کر اس کے چہرے پر اڑھیل دی۔ کچھ دیر بعد اس کے جسم پر  
دلت پیرا اور اس نے آنکھیں کھول دیں۔ جنرل نے اس کے سینے پر راتل کی نال رکھ کر  
لے لیجے میں کہا۔

"بیوقوف! اب اگر تیرے ہوش ہونے تو کوئی مار دوں گا، سمجھے؟ تا چھپ کر کہاں جا رہا تھا؟"  
"پہلے چھپ نہیں سکتا۔"

یہ سن کر جنرل کا کانچی جا کر ہاتھ راتل کی لمبی دا کر اس کا سینہ چھلی کر دے مگر اس نے لڑے  
گربان بکڑ کر کڑا کر دیا اور پیچے پر راتل کی نال ٹکا کر دھکیلا ہوا کمرش لے آیا۔ اندر اس کا باپ  
بے ہوش ہو چکا تھا۔

جن، ہوشیار اور کرپال نے ملی ہوئی اطلاع کے مطابق تھوڑا سا مال باورچی خانے کی دیمڑ  
نے نکالا کر ایسے درمست یہ باری کے کمرے چار پانچ جڑا کر مال لے کر واپس جانا ان کی توجہ  
ٹی۔ بگت سوچنے لگا، یہ باری کے ہوش میں آنے تک انتظار کیا جائے یا نہیں؟

گھر کی خواتین اور بچے کمرے کے ایک کونے میں دیک کر بیٹھ گئے تھے۔ بگت نے ان سے  
کہا۔ "تم لوگوں کو کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچایا جائے گا اگر تم باہل غاموش رہے۔"

مکان میں باہل غاموش تھا۔ اسی لمحے جنرل نے باری کے لڑکے کو کمرکان میں داخل ہوا۔  
"یہ کون ہے جنرل؟" بگت نے قہر سے لڑکے کی طرف دیکھ کر کہا۔

جنرل نے بے ہوش یہ باری کو لات رسید کرتے ہوئے کہا۔ "اس لڑکے کا بچہ ہے۔ خراج  
اور پولیس کو اطلاع دینے جا رہا تھا۔" سنتے ہی یہ باری بگت سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔ لڑکا پولیس ک  
لے آئے گا اس انتظار میں دو بیٹھ ہونے کی ادراک کر رہا تھا۔

اب بگت کو فخر دی گیا۔ پولیس کو اطلاع دینے کی کوشش کرنے والے فیض پر وہ برم ہو جاتا تھا۔  
ات نے اپنے فخر دی ہاتھ پھیلا کر یہ باری کا چہرہ بری طرح جکڑے ہوئے دانت ہیں کر کہا۔  
نور کا بچہ۔ پولیس کو اطلاع دینے کی کوشش کر رہا تھا؟

بگت کے دونوں ہاتھوں کی گرفت یہ باری کی گردن کے گرد دھت ہوئی تھی اور یہ باری ک  
تھیں اٹھ اٹھیں۔ اس کی پیشانی کی کین پھول گئی۔ باپ کی موت سامنے دیکھ کر لڑکے نے  
آواز سے ہاتھ جوڑ کر کہا۔

"م۔۔۔ میں تا میں دولت کہاں چھپائی ہے۔ آپ انہیں چھوڑ دیں۔"

برکھا کے موسم میں چار مہینوں کے دوران چکا ڈاکو نے پورے علاقے میں سستی پھیلا دی  
وہ برقی کی طرح حملہ آور ہوتا اور ڈاکو ڈالنے کے بعد وطن کی طرح غائب ہو جاتا۔ سوسلا  
برقی ہوئی بارش کی سیاہ راتوں میں بکڑ سے لہریز چمکڑے پوں اور گلے پانی سے چمکے  
تالوں سے گزرتی ہوئی بگت گھر کی باری محسوس تھکے لوں پر اچانک چھانے ڈال کر جاگے دیوار  
سرمایہ داروں کے گھر میں چھپائی ہوئی یاد میں دن کی ہوئی دولت کو آزادی دلائی تھی  
کا نام کن کر دیا ہوں کے دل دلی جاتے تھے۔ اگر کوئی مالی حوالے کرنے میں میں دیش کر تا  
کی تیر اور خرقہ ک نظر اس کے حواس غائب کر دیتی تھیں۔

چھپانے سے پہلے کھانا پانی اور دولت کہاں اور کسی جگہ موجود ہے، چکا اس کے حلق  
اطلاع حاصل کر لیتا تھا۔ یہی بات بھی کر دہ اپنے نشانے پر پہنچ کر اپنے فکار کو بھی حکم دیتا۔  
"جلدی مال کاٹو۔۔۔ میں جانتا ہوں کہاں ہے۔"

یہ چارے کے فکار کے حواس ہوا ہو جاتے تھے۔ وہ سمجھ جاتا تھا کہ مال کہاں چھپا ہوا ہے، اور  
چکا کو مکمل اطلاع ہے۔ لہذا اگر چھپانے کی کوشش کی تو اس صورت میں ظالم کے عذاب کا فکار  
پڑے گا۔

بگت کا رعب ایسا طاری ہو چکا تھا کہ جھوٹ بولنے والے پر بھی دم نہیں کرتا تھا۔ آ  
وہ میرے لئے جھوٹ بولا تھا بگت نے پائیں ہاتھ کے ایک پتھر میں اس کے دو دانت نکال باہر  
تھے۔ چپٹ میں پڑنے والا اس کا گھونٹہ کا شور سے طاقتور آدی کو بھی کرا دیتا تھا اور اس کے منہ  
جھاگ لکل پڑتے تھے۔

کسی سودگر یہ باری کے گھر پر چکا کی باری نے ڈاکو ڈالا۔ یہ باری کون گن گن تھی جی۔ آ  
لے اسے اپنے لڑکے کو کھینچ کر دوادے سے باہر بھیج دیتا کہ پولیس کو اطلاع کر دے۔ آو۔  
کھینچے ایک بری طرح پتے رہنے کے بعد چکا اس نے یہ نہیں سمجھا کہ مال کہاں چھپا ہوا ہے بلکہ جیسا  
بیٹھا تھا وہاں سے کھنک نکلتی تھیں۔ اس کے ہونٹوں سے خون کی دھار پھرتی تھی۔ چہرے پر  
کے نشان ابھر رہے تھے۔ اس کی زرد دواغ ہو رہی تھی مگر وہ پھر بھی دولت چھوٹنے کو تیار نہیں تھے  
اس نے سوچا تھا کہ کچھ ماہر لے، جب تک اس کا لڑکا پولیس کو لے کر آ جائے گا وہ خود نکلے۔  
خفا جائے گا اور چکا ڈاکو کی گرفتاری کا دو جڑا رعام بھی لگے گا۔

مگر اس بے چارے کا حساب غلط ہو گیا۔ کیونکہ اس کا لڑکا جب مکان سے باہر نکل رہا  
جنرل نے اسے دیکھ لیا۔ جنرل نے عقب سے ہاتھوں کے شکنجے میں اسے پکڑ لیا۔ اس کے منہ  
ہاتھ رکھ کر چند گھنٹے اس کو پکڑ لیا پر لگاتار وہ اور بے ہوش ہو گیا۔

اینگلینڈ میں جوش و خروش ہو رہا تھا۔ اس کی وجہ سے گھبرا ہوا ہوا اس آگیا۔ دو رات بھر سو نہ سکا۔ چکا کا زور روز بروز  
وہاں جا رہا تھا اور پولیس کا دھواں بجروں میں پھیل رہا تھا۔ اس کی وجہ میں کچھ نہیں آ رہا تھا کہ کیا کرے  
ہو گیا نہ کرے۔

وہ سوچتا تھا کہ لوگوں پر ظلم کرتے ہوئے بھی ظالم ڈاکو گرفتار کرنے میں پولیس کی مدد کے لئے  
دل آگے آنے کی بجائے عوام اس کی بہادری کے تحت کیوں گاتے ہیں؟ حالانکہ چکا کی انسانیت  
دل کے قے سے کراؤ ہو۔ یہی اسی انجمن میں گرفتار ہو جاتا تھا کہ ایسا ظالم انسان اتنا دم دل کس  
طرف سے کیا ہے لوگوں کے دل جیتنے کا نسخہ تھا پھر اس کے اچھے خاندان کا خون اس کو لایا کرنے  
پھر گھر پر ہوا؟

خیالات کی بظانہ سے اینگلینڈ میں ہر جگہ رہا تھا۔ چکا کی جانب سے ملے ہوئے چٹچ میں اس کا  
اگر ہلکا رہا تھا۔ جب چٹا کی جانب انسان بڑھتا ہے تو اس پر غور اور گہر سوار ہو جاتا ہے لیکن  
اس کے ہمسایہ انجام کی قیاس بند کی ہوتی ہے۔ چکا کا انجام بھی اب قریب ہے اور وہ بھی اس کے  
اپنے انھوں۔

اینگلینڈ میں سوچ میں گم ہو گیا۔

صبح سے پہلے اینگلینڈ میں اطلاع کیا۔ ”آج سے چھ ماہ کے اندر اندر میں چکا کو ختم نہ کر  
تا تو اپنے ڈیپارٹمنٹ سے اسٹاف کی دے کر کوئی سے چلا جاؤں گا۔“ اس کے ساتھ ہی اس نے چکا  
کے سر کی جھٹ دو چار سے بڑھا کر پانچ ہزار کر دی۔

جگت نے جو کچھ چکا قادی ہوا چکا نے وہ چکا نے چکا تھا۔ اینگلینڈ میں چکا کو ہر جگہ ہر جگہ ہر جگہ  
جو کرکٹ کی انعام کی لاٹھی میں آ کر اسے گرفتار کر کے اس کی ساقھی کی غدار کی اسے جال میں پھنسا  
اسے اس سے بہتر یہی تھا کہ اسے اینگلینڈ میں ہی ہمارا اس کا مقابلہ کر کے موت کو گنگے سے لگانے میں  
وہاں ہی عزت محسوس کرتا تھا۔ اس نے اپنے ساتھیوں سے مسکرا کر کہا۔

”چلو ہمارے چھ ماہ کی دہی دی ہے۔ انعام کی رقم بھی بڑھا کر پانچ ہزار کر دی ہے۔ اب  
تاہم ڈیپارٹمنٹ رہے گا۔“

”اس کی بجائے ہم کیوں نہ ہمارا کوئی قسم کر دیں؟“ ”خونام نے مشعل ہو کر قضا کی  
وئے کہا۔“ پولیس ڈیپارٹمنٹ میں ہمارے تجربوں کی جانب سے اینگلینڈ میں قتل و حرکت کی  
طاقت سی رہتی ہے۔ ایک بار ہم سب کی اس پر ٹوٹ پڑیں۔“

”ایسا کرنا ممکن ہے۔“ ”پیشیار نے درمیان میں دل دے دئے ہوئے کہا۔  
”یہ مجھے اچھا نہیں محسوس ہوتا۔“ ”کھت نے سر دھانے وار جواب دیا۔ ”مروہ تو بے ہے کہ وہ میں نہ  
کرتے آئے اور خود نہ ہو جائے۔“ ”جگت کچھ دیر خاموش رہا، پھر بولا۔ ”اس سے خوش تر یہی جین دلا  
لاؤ ہم کرنا ہے۔“ ”میں تو طریقہ ان کی موت نہیں مسرکوں گا۔“

دو ای آئے تک جگت نے اپنے کرد کو اچھی طرح منظم کر لیا۔ اب اس کے ساتھ ہر احتیاط اور  
ہمارا آزاد کے علاوہ ایسے ذہین لوگ بھی تھے جو اس کے لئے جبری کے فرائض انجام دیتے تھے۔

لا کے کے الفاظ نے جگت کو اور مشتعل کر دیا۔ اس نے اپنی ہاتھ سے ایک ٹیغ اس کے لئے  
اور وہ چکا کر دیا مگر ایک فائدہ یہ ہوا کہ جگت کے ہاتھوں سے اس کے باپ کی جان بچا  
یہ باری پیش ہو کر فرس پر ڈھیر ہو گیا۔ پیش آئی کو جان سے مارنا جگت کا اصول تھا۔ اس  
باپ کو چھوڑ کر جگت لا کے کی جانب متوجہ ہوا۔ ”مال کہاں پھینکا ہوا ہے۔“ ”ماتو سے بھر میں۔“  
پولیس کو اطلاع فرما کر اس کی کوشش کی سرانہیں ڈوں گا۔“

لا کے نے سب کچھ بتا دیا۔ لا کے کے بتائے ہوئے شکاں سے سب زیورات اور دولت  
کمال لائی۔ ایک طرف سونے چاندی کے زیورات اور چاندی کے سکوں کے بڑے بڑے جوار  
تھے جبکہ دوسری جانب جگت اور ہونٹوں کے لئے یہ باری کے لئے کسے تھیں کچھ انھوں کر اس  
ہاتھ پر اچھی طرح کئے کے بعد اسے کنو میں آٹا لٹکا کر انعام کر لیا۔

گھوڑوں کی پیٹ پر لوٹ کا مال باغہ لایا گیا۔ یہ باری کے یہی بچے کمرے میں دیکھے چٹا  
تھے۔ انہوں نے کمرے کا دروازہ باہر سے بند کر لیا اور روانگی کی تیاری کرنے لگے۔ روانگی  
پہلے جگت نے کپال سے کہا۔ ”مکان میں قلم، دولت اور کاغذ تلاش کر لاؤ اور میں جس طرز  
تاکوں لکھ دو۔“

کچھ دیر کی جدوجہد کے بعد کپال مطلوبہ چیزیں تلاش کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ پھر اس نے  
جگت کے مختصر پر لکھ شروع کیا۔

”جگت کچھ عرف کا تجربہ کر رہا ہے کہ پولیس اینگلینڈ میں انہیں پولیس ڈیپارٹمنٹ  
کا ہی سکون دیا ہو ہے۔ میرے سر کے لئے صرف دو چار روپے رقم کا اطلاع کر کے تم  
نے میری جگہ اور اپنی حالت کا ثبوت دیا ہے۔ انعام کے لاٹھی میں مجھے گرفتار کرنے کا  
خبرہ مول لینے والے کو میں زندہ نہیں چھوڑتا اور ایسے خون کی ذمہ داری پولیس  
ڈیپارٹمنٹ پر ہوگی۔ جگت کی طرف ہاتھ بڑھانا آسان نہیں۔ تم لوگوں میں ہمت ہے تو  
خود آکا مقابلہ کرو۔ ہم ہر وقت کئے جا رہے ہیں پانچ ہزار کر دیں۔ یہیں اور تم کو سرکار  
سے تحفہ ہا کر بھی موت سے ڈرتے ہو۔ دوسری حکومت کے مذہ میں ہاتھ ڈالنے کی  
دعوت مست دے۔ خود آکا میں ہر وقت تیار ہوں گا۔ بھی بھی اور کسی جگہ پر بھی مقابلے کے  
لئے تیار رہنا۔“

پولیس کے لئے چٹچ لکھنے کے بعد خود کو گھر کے بعد دروازے پر لٹکا دیا۔ دروازے سے پانچواں  
ماتو خاموشی سے غائب ہو گئے۔

دوسرے دن اینگلینڈ میں اطلاع ملنے پر پولیس پارٹی کے ساتھ یہ باری کے گھر پہنچا۔ دروازے  
ہی چکا کا چٹچ لٹکا کر اسے جگت لایا اور تیزی سے چمٹے لگا۔

چکا کا بیٹام چکر کریم ہو گیا اور ہاتھ کی مضامین میز پر مارتے ہوئے چٹا۔  
”جگت اپنے آپ کو کیا سمجھتا ہے؟ کوئی ڈاکو زیادہ دیر تک زندہ نہیں رہ سکتا۔ سینے میں پولیس کی  
لولی باگھے میں پائی کا پھینکا کوئی ایک انجام اس کے ہاتھ کی کیروں میں لٹکا ہوا ہے اور یہ اس کا  
تقدیر بن چکا ہے۔ میں اسے اچھی طرح سب ڈوں گا کہ میرے پولیٹو سیر بھی ہے۔“

مردہ میں ان کو واردوں کو مکمل قربت اور سنے اسطرحی فراخی کے لئے بچانے پے وہ کامیاب ڈاکے ڈالے۔ اُس کی خواہش تھی کہ وہ آہستہ آہستہ پنجاب پر اپنا اثر بڑھائے اور اُسے بہت سے جاگیروں کی ضرورت تھی۔ پولیس کے حلقے اپنے خبروں کے ذریعے اُس کی اطلاعات ملتی رہیں۔ اس کے لئے اُس نے اپنے کی آڈی پولیس ڈیپارٹمنٹ میں دے دیئے تھے۔ اس کے ساتھ ہی اپنے ساتھیوں پر بھی اُس کی کڑی نظریں تاکہ ان میں سے کوئی کے ساتھ غداری کا مرتکب نہ ہو۔

اب جب تک سنگھ کے گرد وہ پولیس سے دو بار مقابلہ ہو چکا تھا مردہ صرف بالکی جھڑپوں ایک بار تو دونوں پارٹیوں کے درمیان شدت کی فائرنگ کا تبادلہ ہوا رہا۔ کوئی پارٹی کہا اس سلسلے میں دونوں پارٹیوں کا غلط نہیں آدھے گھنٹے کی زبردست فائرنگ کے بعد جگت کی اندھیرے کا فائدہ اُٹھا کر کب کا غائب ہوئی یہ پولیس پارٹی کی کچھ بھیج نہ آ سکا۔

دوسری بار دہلی کے دونوں کناروں کی جانب سے گولیوں کی بوچھاڑی وجہ سے کافی خطر صورت حال پیدا ہوئی۔ چاندنی دات کی اس بے گنجائی کے کیسول دونوں کی تکی کر پڑے اور یاں پانی پانی پانی سے زیادہ اُدھائی پر تھا۔ پولیس کے درمیان پارٹی کے لئے دریا پار کرنا تھا۔ جھانڈوں کی آتشیں ڈاکوؤں اور پولیس کے درمیان کافی دیر تک گولیوں کا تبادلہ ہوتا رہا۔ دورانہ دو پولیس میں اور چنگا کا ایک تو قربت یافتہ ساتھی زخمی ہو گئے۔

چنگا نے جب محسوس کیا کہ پولیس پارٹی کی فائرنگ کی شدت نہیں رہی تو وہ مشکوک ہوا شاید پولیس پارٹی کسی دوسرے راستے سے دریا پار کرنے کی کوشش کر رہی ہو اور یہ بھی ممکن کہ انہیں گھبراہٹ ہو۔ جگت کی پہلی حس اُسے خطرے سے پہلے ہوشیار کر دیتی تھی۔ جب خطرہ پر ہوا تو جگت طاقت کی بجائے ذہن کو حرکت میں لاتا۔ اُس نے اپنی پارٹی کو غم دیا۔

”فائرنگ کرتے ہوئے پیچھے ہٹنا چاہئے۔“

اُس نے صحیح اندازہ لگا لیا تھا۔ فلک آدھے گھنٹے بعد ہی پولیس دوسرے کنارے پر پہنچ چکی مگر انہیں ناکام واپس لوٹنا پڑا اس لئے کہ جگت موقع سے فائدہ اُٹھا کر فرار ہونے میں کامیاب چکا تھا۔

دیوانی قرب آگئی۔

دیوانی میں تقریباً پانچ بج رہا تھا جب جگت نے چنگا سے کہا۔ ”چلو آج ہم تمہاری محبوبہ گھر جا کر تمہارا بھی فیصلہ کر دیتے ہیں۔“ جگت کے لبوں پر بڑھتی شفقت سرکھائی تھی۔

جگت اور چنگا جب اُس گاؤں میں پہنچے جہاں چنگا کی محبوبہ رہتی تھی تو دات کے تقریباً نو بج تھے۔ گاؤں میں داخل ہوئے ہی چنگا کے دل کی دھڑکن شروع ہو گئی۔ دوسرا پہلے کسی کی بیویا تھا ہوئی اپنی محبوبہ کو فرار کرنے کے کلمات میں قدر قرب ہوئے تھے اس کا اضطراب بڑھتا جا رہا تھا سب سے اہم سوال جو اس کے ذہن میں چوکھ لگا رہا تھا وہ یہ تھا۔

”کیا اچلا آج بھی اُسے اسی طرح چاہتی ہوگی؟ کیا وہ اپنے شوہر کا گھر چھوڑ کر میرے ساتھ آنے پر تیار ہو جائے گی؟“

اچلا کے ساتھ چنگا کا یہاں تک پہنچا کہ وہ چنگا کے چاروں طرف نے دولت کے لالچ میں اپنی کاؤر کے گاؤں گیا کر دیا۔ چنگا کو اطلاع ملی تو بہت دیر ہو چکی تھی۔ شکست دینا چنگا کے باپ کو کرنے پر تیار ہو گیا مگر قدرت نے چنگا کی خواہش پوری نہ کر دی۔ جوئے کے سلسلے میں اچلا کے ہاتھ اٹھوا ہو گیا جس میں اچلا کا پونجی ہو گیا مگر اس سے پہلے اُس نے اپنے چاروں طرف کو گردایا اور اُسے عریضہ کی سزا ہو گئی۔ اس کے بعد اچلا خوار ہو گئی۔

اب دہلی میں اُس کا کوئی رشتہ جس سے وہ اپنا ڈھکھ نہ سکتی۔

اب شکست چنگا کو فوج میں بھرتی ہو گیا۔ چنگا اچلا اُس کی زوجہ میں ساتی ہوئی تھی۔ اُس کی تصویر کے لئے وہ کوشش کے باوجود دہلی سے نہ نکلا سکا۔ اسے یقین تھا کہ اس کے دل میں بھڑکی ہوئی ہے۔ اچلا بھی بے خبر نہ ہو کر اس یقین کی بنیاد پر وہ جگت کے ساتھ اچلا کو اٹھا کر لے کر لے لے کر اپنی منزل کی جانب بڑھ رہا تھا۔

پچ در پچ جگت گھاٹ پار کرتے ہوئے دونوں ایک مکان کے سامنے پہنچ کر رُک گئے۔ جگت نے لہجہ میں اچلا اندر جانے کا حق اچلا پر راضی تھا۔ دو دروازے پر اچلا نے اس طرح کوٹنے ایک کمرے کو کھولا جو کمرے کی طرف تکر رہے۔ میں جب اچلا کو لے کر باہر آؤں تو خوار ہی تم سے کھڑے پر بٹھا کر فرار ہو جاؤ گے۔ اپنی کام میں خود ڈھکناؤں گا۔“

ڈور کوٹنے میں دیک کر کمرے ہوئے چنگا نے دیکھا کہ جگت نے مکان کا دروازہ دھککا پایا۔ اچلا کھلا آئے والے کا چہرہ دیکھنے کے لئے لائین بلندی گئی۔ لائین کی روشنی میں چنگا نے دیکھا چلائی تھی۔ ”تو کیا اُس کا شوہر گھر میں موجود نہیں؟“ چنگا نے سوچا۔

”کس کو کھانا کر رہے ہیں؟“ دروازے پر کمرے ہوئے چنگا نے اچلا سے دریافت کیا۔

”اچلا بہن آپ کا نام ہے؟“ جگت نے اطمینان کی خاطر پوچھا۔ ”میں آپ کے رشتے

دل کی جانب سے آیا ہوں۔“ چنگا کا دوست ہوں۔“

چنگا کا نام سننے ہی اچلا کا چہرہ مسرت سے مکمل اُٹھا۔ مردہ دوسرے ہی لمحے اُس کے چہرے پر ڈھکھ سامنے منظر لانے لگے۔ اُس کے مونہوں سے سر آؤنگی فرار ہوئی اُس نے اپنے آپ کو کنبال

”شریف لائیے۔ وہ اب تک کھانا کھا رہے ہیں آپ یہیں بیٹھئے۔“ اچلا نے چارہا کی بچانے

کہا۔

اسی لمحے اُس کے شوہر کی آواز سنائی دی۔ ”کون آیا ہے؟“

اچلا دوسرے کمرے میں چلی گئی۔ جگت نے دیکھا لائین دونوں کمروں کے دروازے کے پان لک۔ دہلی کے سے دونوں کمروں میں دھم کی روشنی تھی۔ مکان کی حالت ابھی دکھائی نہ دیتی تھی۔ اچلا کے حسین چہرے پر دھم کی روشنی تھی۔

”مردہ کی بیوی ہوئی اچلا شاید چنگا کا کمر آباد کرے گی۔“ جگت کے دل میں امید جاگ

لا۔ مگر اُس نے اچلا کے شوہر کی آواز نہ سنی۔

”بھائی! اچلا شریف لائیے۔“

شاردول نے بگت سے اُس کا نام پوچھا اور کام رو یا بت کیا۔ اس وقت بگت نے بات اڑادی کہ بچن کے حلقے سوالات کے جواب میں اُس نے کہا۔

”ہاں، وہ فوج میں بھرتی ہوا تھا۔ مگر وہاں سے گزار ہو کر بک بگا ڈاکو کی پارٹی میں شامل ہے۔“

”اور...“ شاردول نے تعجب اظہار میں کہا۔

”اچانے نے بھی اس بات سے سخت ذوق اذیت محسوس کی۔

”یہ سب کچھ میری وجہ سے ہوا ہے۔“ شاردول نے سر دھامکتے ہوئے کہا۔ ”اگر میں اچانے سے بچتا نہ کرتا تب بھی بچن کچھ اچانے کے انگوٹوں کے کٹوں پر تیرتے ہوئے افسردہ دیکھے۔ اُسے اپنا دم گھٹنا

ملنے سے لگتا ہے۔ یہ پہلا موقع تھا کہ وہ کچھ حاصل کرنے آیا تھا اور کچھ حاصل کئے بغیر واپس

لے کر تیار ہو گیا تھا۔ کچھ اڑا دیتی، اُسے بچن سے کیا ہوا وعدہ یاد آیا۔ لیکن کچھ سوچ کر اُس نے سر

دھ دیا اور شاردول کو گلے سے بولا۔

”اگر تمہیں اعتراض نہ ہو تو میں اچانے کو بچانے سے ایک بات کہنا چاہتا ہوں۔“

”اور، خوشی سے...“ اگر کبھی تو میں باہر چلا جاؤں؟“ شاردول نے اُٹھتے ہوئے کہا۔

اچانے کو کچھ حیرت تھی۔ ایک انصاف شخص اُس کے ساتھ تھالی میں کیا بات کرنا چاہتا تھا؟ کیا بچن

لے کر کئی بیٹا مسمیہ بچا ہے؟ مگر اُس نے دیکھا کہ بات اس کے برعکس تھی۔

بگت نے اُس کی طرف جھک کر آجستہ سے کچھ کہا اور جانے سے پہلے بھولے میں لینے ہوئے

بچے کے سر پر ہاتھ پھیلا اور دوپٹ کی تھیلی بھولے میں رکھ کر باہر اصرار ہو کر تیز قدموں سے چلا ہوا

فر کے باہر اڑا گیا۔ اچانے نے دروازے کے درمیان کھڑے ہو کر دیکھا کہ دو گھوڑے سوارانہ چرے

لا مار میں چپ بگتے۔ وہ بگت کی بیٹیا دوسرا شخص بچن کچھ ہے۔ دروازہ بند کرتے ہوئے اُس نے

چہ شہر سے کہا۔ ”ابھی شخص بگا ڈاکو تھا...“

بگت اپنی جگہ سے کھڑا ہو کر دوسرے کمرے میں داخل ہوا۔ اُسی لمحے اچانے پھر تو

چار پائی اٹھا کر کمرے میں لا کے بچا دی۔ کمرے میں داخل ہوتے ہی بگت کی پہلی نظر جھو

بڑی اور وہاں سے گزرتی ہوئی اچانے کو شہر پر آکر بگتی۔ حیرت سے اُنکھیں پھیلانے بگت

دیکھنے لگا۔ اُس جوان شخص کے دونوں ہاتھ کھانچوں سے کسے ہوئے تھے۔ اُس نے کسے ہوئے

بلا کر بگت کا استقبال کیا۔ بھولے میں بھولے ہوئے بچے اور کھانے پر بیٹھے ہوئے شہر کے دور

اچانے دو کام ایک ساتھ انجام دے رہی تھی۔ دائیں ہاتھ سے وہ اپنے شہر کے محسوس روٹی کا

دے رہی تھی اور اس کا باپاں ہاتھ بھولے کو بلا کر ہاتھ اس شخص سے بگت کا دل بلا دیا۔ چار پائی

قریب رکھا ہوا پانی کا گلاس بگت نے ایک سانس میں خالی میں ڈال دیا۔

”میں نے ابھی سنا ہے کہ آپ بچن کچھ کے دوست ہیں۔“ اچانے کو شہر شاردول کو گلے سے

کھاتے ہوئے کہا۔ ”میں سب کچھ جانتا ہوں۔ اگر شادی سے پہلے مجھے اس بات کا پتہ چل جاتا

میں شادی کرنے سے انکار کر دیتا۔“ اُس نے نورالطی سے نیچے اُتار لیا۔ اس دوران خاموشی

مٹی۔ اچانے نے بگت سے اپنے کام میں مشغول رہی۔ شاردول نے مزید کہا۔

”دیکھو، میں مجھ سے بیاہ کر اس بچا دی کو کوئی سا کھلا ہے؟ ایک طرف گھر میں بھولا ہے

دوسری طرف میرے ہاتھ کھائے۔ کارخانے کی مشین سے یہ حادثہ ہوا۔“

اردو شہر کے بچن کے گلاس لگتی ہوئی اچانے بولی۔ ”پہلے آپ اطمینان سے کھاؤ۔

میں۔ ابھی تو آپ آکر بیٹھے ہیں۔“

مگر شاردول پانی کی گھڑی کھینچنے لگا۔ ”میں اور شہر کی چار واری کا بار اٹھا کر دنگی بردار کر

ہے۔ لوگوں کے گھر کا کام کر کے کھڑا بہت کمالا ہے۔ اور آپ دیکھ رہے ہیں کہ اس وقت

کھانا کھلا رہی ہے۔“

بگت کا دل دھل رہا تھا۔

”کارخانے کے مالک نے اس کا کوئی معاوضہ دیا؟“ بگت نے دریافت کیا۔

”معاوضہ۔“ شاردول کچھ کے کون پر حکایت آمیز سہرا مٹا دوڑی۔ ”مجھے دیکھو۔“

نکال دیا گیا۔ میں نے بڑی عاجزی کی کہ سیدھے صاحب امیں اپنے بیروں سے جو کچھ کام ہوئے

کرنے کو تیار ہوں میری روزی مت چھینو۔ مگر اُس نے ہاتھ کھٹکے کے بعد ڈاکو کو ملاج کے

تک نہ دے۔ وہ روزی کی پٹیا دیا؟“

شاردول کھانا کھا چکا تو اچانے بگتے ہوئے ہاتھ سے اُس کا چہرہ صاف کیا۔

کھانے سے اُٹھتے ہوئے اُس کو شہر نے کہا۔ ”اب تم کی کھانا کھا لو! اب در میں اٹھو۔

بات کر لوں۔“ بگت نے دیکھا کہ شاردول کے برتن میں جو جھٹھا چھپا ہوا تھا، اچانے وہی کھانے کو

ٹھاپا یہ ان کا روز کا معمول ہوگا۔

اب تک بگت نے جو کچھ دیکھا تھا اُس سے اُس کا ذہن الجھ کر رہ گیا۔ اُس نے محسوس کیا کہ

ختم کش میں جلا ہے۔ وہ سوچ رہا تھا۔ ”قدرت نے جس شخص کے ہاتھ چین لے ہوئی

ایسے باجی سے کہ یوں ہی چھٹی جاسکتی ہے؟“

نا کوسرت ہوئی۔ ”یہ بات ہے۔ جکت نے باہر تو باہر چل میں بھی رعب طاری کر دیا ہے۔“  
 باپ بیٹے دونوں آگے بڑھنے لگے۔ راستے کے ایک کنارے اسی بول میں دونوں نے ایک ایک  
 لکڑی لپی اور اٹھ کھڑے ہوئے لیکن انہیں جانا کہاں ہے؟ یہ دونوں میں سے کوئی نہیں کہتا تھا اور  
 ایک دوسرے سے ملوث کرتا تھا۔

نا سوج رہے تھے کہ انہوں نے انتقام لے بغیر بیٹے کو گھر نہ آنے کو کہا ہے۔ شاید وہ جیل سے  
 بڑھ کر آئے کے متعلق سوچ رہا ہو۔ لہذا اسے کسی طرح روکنا چاہیے۔ ہزارہ اس خیال سے  
 ہوش تھا کہ سوا برس جیل میں گزارا ہے ہوئے بیٹے کو لاپا کر چلنے کے لئے کہیں سے تو وہ انکار کرس  
 کر کرے گا؟

آج صبح میں انہیں باور دلانے کا کہنا ہوا آپ نے مجھے حساب صاف کئے بغیر گھر آنے کے لئے  
 کیا تھا۔۔۔۔۔ ہزارہ سوچ رہا تھا۔

اس الجھن میں راہ چلے ہوئے وہ دونوں ایسی جگہ آ کر رک گئے جہاں سے دروازے الگ  
 تھے۔ ایک دروازے کی جانب اور دوسرا درجہ پوری سمت۔ دونوں کے قدم ایک ساتھ رک گئے۔  
 ہوش خاموش سے دونوں ایک دوسرے کی آنکھوں میں جھانکے گئے۔ دونوں سمجھ گئے کہ وہ ابھی  
 ماں باپ کو بھولے نہیں ہیں۔

پاپی انا جھن غم کرنے کی غرض سے ہزارہ گھر نہ ہونٹ سکڑ کر کہا۔ ”پاپا! آپ بھی میرے  
 نور تاجا مل رہے ہیں؟۔۔۔۔۔ ماں راہ میں گھر کرتے ہوئے نہیں گئے۔ وہاں بہن اور بہنوئی آپ کو  
 پر خوش ہوں گے۔ شام کو گھر لوٹ جائے گا۔“

نا جھانکے کہ چٹا بھی ان کی طرح بات کا دھن ہے۔ وہ کچھ کہنے کے ان سے پہلے ہزارہ نے  
 کہا۔ ”پاپا! مجھے پتہ ہے کہ راہی انا کچھ دن زندہ ہے۔ اُسے غم کرنے کے لئے مجھے وہاں جانا  
 پڑے گا۔ مجھے عجیب اس بات پر ہے کہ جکت نے اتنے بھائیوں سے ڈاکو بننے کے بعد اُسے زندہ کیسے  
 بچے دیا؟ شاید یہ کل اُس نے اپنے ماموں کے لئے چھاپا ہے۔ اچھا اسی ہوا، بھانجے کے ساتھ ڈاکو  
 کے لئے کچھ بھانا تو چاہئے۔“

ہزارہ کی زبانی اتنی جلدی ایسا سننے کے متعلق نا سوج بھی نہیں سمجھتے تھے۔ ہٹا جیل سے چھوٹ  
 راہی گھر نہیں چھوڑا تھا اور کل کرنے کے منصوبہ بنا رہا تھا۔ نا کی چال دیکھی ہوگی مگر انہوں نے  
 بڑے دل کو مضبوط کیا۔ اب ان کی چال میں تیزی آگئی تھی۔ جس سے کوخوڑا انہوں نے انتقام  
 کے لئے بڑا دل دیا اُسے کس منہ سے روک نہیں گئے؟۔۔۔۔۔ ریتا کاؤں میں جب وہ دونوں داخل  
 تھے تو ایک آنکھ دیکر انہیں سر سر کر دیا کرتے تھے۔

”جگا کا ماموں جیل سے باہر آ گیا ہے۔ اس نے اب مہینہ گھر لے کر مے نہیں نکلی جی سکے  
 ۔۔۔۔۔ یہ نہیں کی گمانی اور حفاظت کے سبب وہ جکت گھر سے توجہ کیا ہے مگر اب اس کے ماموں سے  
 کر کہاں جائے گا؟“

جکت کی ماں نے دروازہ کھولا۔ اسے سامنے بھائی اور والد کو کھڑے دیکھ کر انہیں سخت غم  
 اور ہزارہ آج باہر آ گیا تو انہیں پتہ تھا کہ وہ باہر کریدھا سکیں گے اس کا اس بات کی انہیں امید

بہت دیر تک بچن خاموش رہا۔ جکت اُس کا ڈکھ جانا تھا اُس نے بچن کی پہنچ سکتے ہوئے  
 ”مرد ہو کر اتنے کم مدت نہ خود ست۔ اب میں نے تمہارے مے میں سے کچھ رقم اُٹھا کے گھر  
 کا فیصلہ کر لیا ہے۔ اس طرح تم آس کو نہ دنگی مے سے کہے ہو اور اپنے دل کا بوجھ بھی ہلکا کر سکتے  
 اس کے بعد دونوں خاموشی میں ڈوب گئے۔

○

دو پائی سے پہلے جکت کا ماموں ہزارہ سنگھ سوا سال کی قید جکت کر جیل سے باہر آیا۔ اس  
 جکت کے ناہن جیل کے کوچریکل دروازے کے سامنے کھڑے ہوئے انتظار کر رہے تھے۔ ہزارہ  
 کا دل اپنے والد کو دیکھ کر گھبرا گیا۔

ہٹا باپ سے ابھی طرح واقف تھا۔ بھانجے کا انتقام لے بغیر گھر واپس نہ لوٹنے والا  
 نو لادی جگر کا انسان دس پندرہ سال پیدل چل کر کچ کے وقت ہی اسے لئے کے لئے آ گیا۔  
 اس بات سے ہزارہ گھر متعجب تھا۔ جکت سے ملنے ہوئے ہزارہ سنگھ نے اُن کے ہی تھا  
 گھر لائے اُس کے شانے قائم کر اس کے والد نے اُسے بیٹے سے لگایا۔

مردی انکھ میں ڈکھ تو کیا سرت کے آٹسو بھی نہیں ہوتے۔ اس بات پر یقین رکھنے والے  
 نا ناخون کی کمری سے پہلے گئے اور ان کی آنکھیں برسنے لگیں۔

بیٹے کو آٹسو نظر نہ آئیں اس لئے انہوں نے ہزارہ سنگھ کا سراپہ بیٹے میں دیا اور جلدی  
 صاف سے کنارے سے آٹسو ٹنگ کر لئے۔ والد کے جسم پر ہاتھ جھپٹے ہوئے ہزارہ نے پو  
 ”پاپا! آپ کافی ڈوبے ہو مجھے ہیں۔“

”یہ تو بیٹے بڑھاپے کی وجہ سے ایسا ہو گیا ہوں۔ اب تو آنکھوں کی روشنی بھی دم ہو گئی۔  
 پانی بھی بھر رہا ہے۔“ یہ کہہ کر پھر اُٹھا بار انہوں نے آنکھیں خشک کیں، پھر بولے۔ ”مگر  
 نہیں تو جیل کی خوراک بھی بھاتی ہے۔ مجھے تو محسوس ہوتا تھا کہ جیل کی خوراک میں نہیں کمزور کر دے  
 کیونکہ جیل میں کھانا کم اور مزدوری زیادہ کرنی پڑتی ہے۔ تمہارا جسم بھی اتنی خودوں سے جلا دیا  
 گھر تو پہلے سے زیادہ سترت نظر آ رہے ہو۔“

”یہ بھی مری وجہ سے ہے پاپا۔“ پاپی ہزارہ نے باپ سے بڑا دھن لے کر کہا۔ ”جھانی  
 تو جسم مضبوط بناتا ہے۔ اور دوسرے بھانجے کی وجہ سے بھی۔“

نا کچھ کہ جکت ہٹا اُس کی بات سے اس نے سرت کے اُن کو لے کر مینے تک بہت پر  
 کیں ہزارہ نے تفصیل سے بتاتے ہوئے کہا۔ ”پہلے تو مجھے اُن کو لے کر مینے تک بہت پر  
 کیا۔ مزدوری ڈنل کر اتے جب کہ آدمی خوراک تھی۔ مجھے محسوس ہوا تھا کہ اس کے گھر ہاں میں

جسم ٹوٹ جائے گا اور جب آپ سے ملاقات ہو گئی تو میرا جسم سوکھ کر کاٹا ہو چکا ہوگا۔ مگر جب  
 ڈاکو بن گیا تو ساری جیل مجھے ڈاکو کے ماموں کے نام سے جانتے لگی۔ لوگ میری عزت کر  
 گئے۔ بات بات پر بڑے ڈنٹے والا دروازہ تو ایک دن میں نرم ہو گیا۔ پھر تو جیل کھانا اور آدھا کام  
 ہوتا۔ مجھے کوئی تکلیف نہیں ہوتی تھی۔ پھر دودھ خود ہی مجھے اٹھا کر دیتا تھا کہ تمہارے بھانجے  
 آج فلاں جگہ ڈاکو مارا ہے اور فلاں کو لیا ہے۔“

نہیں تھی۔ ہزاروں نے بہن کے ہر چہرے۔ بہن نے اُس کی چپے چھو پائی۔  
”بھیا رو دیا۔“

پھر اُس نے اپنے باپ کے قدم چھو کر کڑی بند کر دی۔ اُس نے دیکھا باپ کھڑے  
تھیں لوگ اُن کے دروازے کو بند ہوتے ہوئے دیکھ رہے تھے۔  
”دیکھتے تو ہمارے گھر کو ان آیا ہے؟“ حجت کی ماں نے اندر کی طرف رخ کرتے ہوئے  
آواز سے کہا۔ اپنی جگہ سے کھڑے ہو کر جگت کے باپ پر آئے۔ انہوں نے بدست نظروں  
سر اور سامنے کو دیکھا۔ اندر اچھے انداز میں انتظار کیا۔  
”معلوم ہوتا ہے ہزارہ کوئے کر آپ سید سے ملیں آئے ہیں۔“

وہی چپے ہوئے ایک دوسرے کو معلومات فراہم کرنے لگے۔ ہزارہ نے دیکھا بیٹے کی  
نے بہن کے چہرے پر پھر یاں ڈال دی تھیں۔ انہیں اطمینان دلانے کی غرض سے اُس نے  
”بہن! دیکھنے تو سارے علاقے پر عجب طاری کر دیا ہے۔ میں نے ساریں جمل کی سلاخوں  
چپے براد کیا، جبکہ اُس نے چھوٹی سی شو پروری حکومت لے لی ہے۔“  
”تانا نے اُس کا ساتھ دیتے ہوئے کہا۔“ ہاں۔ اور اس گھر میں رانی بھی آئے والی ہے  
دو ماہ میں۔“

”کیا کہہ رہے ہیں آپ؟“ ہزارہ نے حجب آواز میں پوچھا۔ ”جیل میں مجھے بہت  
اطلاعات سننے کو ملیں گے میرے لیے نئی اطلاع ہے۔“  
”نہیں! باتیں کیا عام ہوئی ہیں؟“ تانا نے دھڑا آواز میں کہا۔ ”چندر کوئے خود بیاہ دی وہ  
دی تھی۔ پھر اس سے انکار کر طرح ہوتا؟ پولیس کی ہاتھوں میں وکیل جو بک کر باہرے گا ہے۔  
بارات لانی سے نہیں۔“

”اس کی طرف نہ کر۔ ہمارے گھر کو اطلاع پہنچا دیں کہ ماسوں جیل سے رہا ہو کر آ گیا ہے۔  
ہوں اُس کے بیاہ کو کون روکتا ہے۔“ ہزارہ نے بد جوش لکھے میں کیا۔  
”ہزارہ اقم باپ آگے ہو اس بات کی اطلاع دینا چاہیے ہی مل چکی ہے۔ برسوں ہی اُس کا  
سادھو کے گھیس میں گھر آیا تھا۔“ سوہن سکھ نے کہا۔ ”تمہارے ہمارے بے پیغام بھیجا ہے۔ کہا۔  
ماسوں نے کہنا تانا کا خیال دیکھ اور فی الحال رہتائیں ہی قائم کریں۔“

”اس میں اُس نے فی باپ کیا کیا ہے؟ میں فی الحال نہیں متفق ہوں۔“ ہزارہ نے کہا۔  
اسی سے جگت کی ماں نے درمیان میں کہا۔ ”جگت نے پیغام بھیجا ہے۔ یہ ٹھیک ہے۔ مگر چہرہ  
باپ کے ساتھ حرم پرور رہنا ہوگا۔ جس میں قدرت و تہار ضرورت سے اس سے کہیں زیادہ باپ  
ضرورت ہے۔ اس عمر میں بیاہ سے باپ کو۔“ یہ کہتے ہوئے اُن کوں اندر پھر آیا۔  
بیٹی کی بات سن کر تانا نے فوراً کہا۔ ”بیٹی! ہزارہ کے لئے ہم کیوں ٹکر کریں؟ یہاں رہنے  
وہاں۔ یہ چندر کا بہمن ہے۔“

”یعنی..... آپ کا مطلب کیا ہے؟“ جگت کے ماں باپ نے ایک ساتھ پوچھا۔  
”میں بھی ہمارے ساتھ شامل ہو جائے گا۔ باقی بچے ہوئے دشمن کو بھی نشانے لگانا ہے۔“

”کیا۔؟“ ماں جی جی اٹھیں۔ ”باپ! آپ کسی بات کر رہے ہیں؟ کیا گھر میں جتنے لوگ  
ہیں سب کو ایک انتظام کی آگ میں جھونک دیں گے؟ بیٹا تو کیا کمراب بھائی کو میں اس راستے پر  
نہیں جانے دوں گی۔“ پھر آتہ بھائی ہوئے انہوں نے مزید کہا۔ ”اگر کیا ہو تو آپ مجھے زندہ  
لہیں دیکھیں گے۔“

سوہن سکھ درمیان میں بولے۔ ”تم تو رونے لگیں اور اپنے بیٹے کے بیاہ کے حقیقی باپ کو کہنا  
بول ہی گئیں۔“ پھر تانا نے کہا۔ ”جگت نے پیغام بھیج کر شادی کا دن اور وقت مقرر کر دیا ہے جس  
میں اب صرف دو چھ ماہ باقی ہے۔ اُس نے گھوڑا ہے کہ شادی کی تمام تیاریاں مکمل کر لی جائیں۔  
اور یہ کہ شادی کی رسومات اُن کی رات کے وقت کی انجام دے دیں گے۔ اُس نے یہ بھی گھوڑا  
ہے کہ شادی کے بارے میں کسی کو پتہ نہ چلے۔ صرف گھر کے افراد بیاہ میں حاضر ہوں۔“

”بہن! اب تو آپ ساس بن جائیں گی۔“ ہزارہ نے ماں کی ڈی حارس بندھانے کی غرض  
سے کہا۔ ”بھائی..... یہ تو بھگوان جانے۔ تقدیر میں جو کچھ لکھا ہے وہی ہوگا۔ مجھے تو پولیس ایسٹرن  
کا خوف سارا ہے۔ جو ماہ میں جگت کو گھر ڈاکر لے گا اُس نے عہد کیا ہے۔“

”بیٹی! تو ان کی اچھی بات کے درمیان محسوس باتیں کیوں کر رہی ہے؟“ تانا نے اُسے ڈانٹتے  
ہوئے کہا۔ ”تمہارا خدایا کیا ہے؟ وہ کہتا ہے تو کیا وہ جگت کو چھ ماہ میں گرفتار کر لے گا؟“ پھر  
سوہن سکھ کی جانب منہ کر کے کہنے لگے۔ ”تم رو دینا گاؤں جا کر شادی کی تیاری کی بات کر آؤ۔“

”میں بھی اپنے بہنوئی کے ساتھ جاؤں گا۔“ ہزارہ نے بدست لکھے میں کہا۔  
”گھر تانا نے انکار میں سر ملا دیا۔“ نہیں..... تم دونوں جاؤ گے تو پولیس منگوا کر ہو جائے گی۔  
لہذا انہیں اکیلے جانے دو۔ دیوالی کے اوقات میں جائیں گے تو کوئی شک بھی نہیں کرے گا۔“

شادی کے دن اور تاریخ کے بارے میں سن کر چندر کوں اور اُس کے باپ کو سرت ہوئی۔ ان  
کے علاوہ کالے کو بھی بدست ہوئی۔ تین چار ماہ کے دوران اُس نے چندر کوں کے مکان میں  
ایٹا اٹا کیا تھا۔ جگت اور جوہان جس رات چندر کوں سے ملاقات کی غرض سے آئے اُس وقت  
سے اُس نے جگت کے سر پر مقرر کیا ہوا انتظام حاصل کرنے کی غرض سے کوشش شروع کر دی تھی۔  
خود کو بے آسرا اور بے کار ظاہر کر کے وہ چندر کوں کے باپ کی ہمدردی حاصل کرنے میں کامیاب  
ہو گیا۔ اُس کے گھر کا تھماڑا دو صفائی اور دوسرا چھوٹا موٹا کام کانے کے ذریعہ تھا۔ اس کے بدلے  
میں اُسے پیسہ ہمدردی ملتی تھی۔ دو تین ماہ تک وہاں اُسے شادی کے متعلق کوئی آثار نظر نہیں آئے  
اس لئے انتظام بنانے کی تمام باتیں میں بدلے گئی۔ انہی دنوں اُسے امید کی کرن نظر آئی۔ بشن سکھ  
نے چپ چاپ چندر کوں کے بیاہ کے جوڑے سلوانے کی غرض سے گھر میں درزی بٹھایا۔  
چندر کی چال میں بھی کئی آہنگ نظر آئے تھے۔ اُس کے چہرے پر بھیجی ہوئی سرت کی روئی  
تھوڑی تھی کہ بیاہ کی بدست خبر کی کوئی بات نہ رہتی تھی۔

کانا گھر کے کام کے بجائے باپ بیٹی کی ہر بات سننے کی کوشش کرنے لگا۔ اس دوران جگت

لے کیا دیوالی کے بہانے جشن منگھنے سے ملے آئے۔ اُس دن کا تاجیاری کا بھارت کر کے دن بھر گرا رہا۔ اُس کے تیر کاٹوں نے شادی پر گرام سن لیا اور اُس کا دل تاج آٹھا۔ اُس کو تین میسے تاج پہننے کے بدلے میں تین ہزار سے زیادہ انعام ملے والا تھا۔ وہ قدرتی کی مہربانی و دیگر ہاتھ دھانے میں سرسبز دار ہلانے کے لئے پانچ ہزار روپے کا تھی۔ کاٹا اپنی ایک آنکھ سے داری کے خواب دیکھنے لگا۔

دو دن بعد دے کر تھے دار سے لئے کا بھارت کر کے کاٹا انگلیز سنا کے گھر پہنچا۔ مکان پر دے ہوئے پولیس میں نے اُسے روکا، لئے کی وجہ بتانے کے حقوق اُس پر دیا ڈالا مگر اُس کا بھارت جوڑ کر عاجزانہ لہجے میں کہا۔ ”مجھے ایک بار سنا صاحب سے لئے کی اجازت دیں!“ سنا کو پہلی نظر میں کاٹا کوئی خطرناک قسم کا مجرم دکھائی دیا۔ اُس نے دو تین بار اُس پر پھانسی کی۔ ”بتانا آجے مجھے میں کیا کام ہے؟“

مگر کاٹا اپنی ایک آنکھ کو کسے میں جاؤں ست گردش دیتا ہوا خاموش رہا۔ سنا ایک چمک چمکا ہو گیا۔ اُس نے پشت سے پتول نکال کر اُس کا نشانہ بنایا، شاید وہ آزی ہو۔ سوچ کر اُس نے سخت لہجے میں کہا۔ ”تیرے لباس کے بچے اگر کوئی اسلحہ ہے تو آفرش پر چبک دے۔ ورنہ میں تجھے پھونک دوں گا۔“

کاٹا نے لگا۔ سنا صاحب آٹھا بیٹھے، یہ سمجھ کر اُس نے ہاتھ جوڑے ہوئے کہا۔ ”صاحب! آج پھر غلط شک کر رہے ہیں۔ میں آپ سے کہہ رہا تھا چاہتا ہوں۔“

”کیا کہنا چاہتے ہو؟“ سنا نے پتول کی نال کا نزع کرنے کی جانب کر کے سخت لہجے پر پچھا۔

”ایک اہم اطلاع دینا چاہتا ہوں۔“ کاٹے نے سنا سے کہا، مگر اطراف میں نظریں دوڑا۔

”جو کچھ کہنا ہے کہ۔۔۔ یہاں میرے سوا کوئی نہیں ہے۔“

”صاحب! آج کو کوا کر کے کاٹھری موقع ہے۔“

”اچھا۔۔۔“ سنا نے اُس کے چہرے کا گہری نظروں سے جائزہ لیتے ہوئے کہا۔ ”مذا حاصل کرنے کے چکر میں آپ سے۔۔۔ کیوں نہیں کہتا؟“

”حضور! مجھے انعام اور آپ کو نام ملے گا۔۔۔“ کاٹے نے دھیمے لہجے میں کہا۔

”سنا نے سوچا۔۔۔ آئی کام کا معلوم ہوتا ہے۔۔۔ لیکن پھر بھی اُسے چیک کرنا ضروری تھا۔“

”اگر تیری اطلاع غلط ہوئی اس صورت میں تجھے جیل کی سلاخوں کے پیچھے غموں ڈوں گا۔“

چکا کی بازی میں اے گا تو نہیں ہوئے ہو؟“

”ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟“ سنا نے اُس کا ساتھ دے کر پچاسی اعلیٰ سٹی ہے۔ مگر میں نے اپنا ایک آنکھ سے اُسے غور سے دیکھا ہے اور جو کچھ میں کہنا چاہتا ہوں یہ میرے فکروں سے کسی کی بات ہے۔“ کاٹے کی بات میں کراٹھو سنا کے چہرے پر روشنی پھیلی گئی۔ چکا کو تم کرنے کے لئے اب چھ اٹھ دیکھ نہیں کرنا پڑے گا۔ بلکہ اگر کاٹے کی اطلاع صحیح ہے تو ایک ماہ کا عمر کاٹا

لے کیا دیوالی کے بہانے جشن منگھنے سے ملے آئے۔ اُس دن کا تاجیاری کا بھارت کر کے دن بھر گرا رہا۔ اُس کے تیر کاٹوں نے شادی پر گرام سن لیا اور اُس کا دل تاج آٹھا۔ اُس کو تین میسے تاج پہننے کے بدلے میں تین ہزار سے زیادہ انعام ملے والا تھا۔ وہ قدرتی کی مہربانی و دیگر ہاتھ دھانے میں سرسبز دار ہلانے کے لئے پانچ ہزار روپے کا تھی۔ کاٹا اپنی ایک آنکھ سے داری کے خواب دیکھنے لگا۔

دو دن بعد دے کر تھے دار سے لئے کا بھارت کر کے کاٹا انگلیز سنا کے گھر پہنچا۔ مکان پر دے ہوئے پولیس میں نے اُسے روکا، لئے کی وجہ بتانے کے حقوق اُس پر دیا ڈالا مگر اُس کا بھارت جوڑ کر عاجزانہ لہجے میں کہا۔ ”مجھے ایک بار سنا صاحب سے لئے کی اجازت دیں!“ سنا کو پہلی نظر میں کاٹا کوئی خطرناک قسم کا مجرم دکھائی دیا۔ اُس نے دو تین بار اُس پر پھانسی کی۔ ”بتانا آجے مجھے میں کیا کام ہے؟“

مگر کاٹا اپنی ایک آنکھ کو کسے میں جاؤں ست گردش دیتا ہوا خاموش رہا۔ سنا ایک چمک چمکا ہو گیا۔ اُس نے پشت سے پتول نکال کر اُس کا نشانہ بنایا، شاید وہ آزی ہو۔ سوچ کر اُس نے سخت لہجے میں کہا۔ ”تیرے لباس کے بچے اگر کوئی اسلحہ ہے تو آفرش پر چبک دے۔ ورنہ میں تجھے پھونک دوں گا۔“

کاٹا نے لگا۔ سنا صاحب آٹھا بیٹھے، یہ سمجھ کر اُس نے ہاتھ جوڑے ہوئے کہا۔ ”صاحب! آج پھر غلط شک کر رہے ہیں۔ میں آپ سے کہہ رہا تھا چاہتا ہوں۔“

”کیا کہنا چاہتے ہو؟“ سنا نے پتول کی نال کا نزع کرنے کی جانب کر کے سخت لہجے پر پچھا۔

”ایک اہم اطلاع دینا چاہتا ہوں۔“ کاٹے نے سنا سے کہا، مگر اطراف میں نظریں دوڑا۔

چائے آہستہ آہستہ آسمان پر بلند ہونے لگا اور چائے پانی سے پورے گاؤں پر روشنی کی سفید چادر پڑی۔ ٹھنڈی ہوا جس میں کھپکھپاہٹ پی پیرا گھری گئی۔ گاؤں کے لوگ دھانیاں اڑھتے ہوئے پتے مکانوں میں گھمے بیٹھے تھے۔ جائے کے شوقین فاضل اور دھنی لوگ جن کی تعداد بہت کم تھی ان کے چمک میں گلیاں چلا کر اپنے سمیوں کو گرم کر رہے تھے۔ وہ آٹھیں میں کب باڑی کر رہے تھے۔ دور سے ایک تال پر گوبن ہوا تھیں ماحول میں کب پیا کیڑی کی کھیر ہا تھا۔ کبھی کبھی دو تین بچے اپنی عادت کے مطابق جو بک کر خاموشی اختیار کر لیتے تھے۔

آدھی رات گزرتے ہی پورے گاؤں پر سنا کی سحرانی ہو گئی۔ سنا اضطرابی انداز میں بار بار دایہ دایہ نکال کر دقت دیکھ رہا تھا۔ گرامییا معلوم ہوتا تھا جیسے گڑی کی سولی کی سریل تکی کی رنگت رہی ہو۔ اُس کا تھکا ہوا بار بار پھولوں سے لگے ہوئے پتول کے دوتے پر اپنی گرفت مضبوط لگا تھا۔ وہ صحت پر سے ستانے میں ڈوبے ہوئے دیہات میں جاؤں میں تیز نظروں سے دوڑ رہا تھا۔ ڈرامی آہٹ پر وہ چونک کر سیہا ہوا جاتا۔۔۔ گھوڑے کی آواز کے لئے اُس کے

چنگ پر دست ہوشار ہو گیا..... خوار ایک آدمی کو روت کیا گیا۔ شادی کی تاریخ چنگ پر آ رہی تھی۔ جس کی حرکت کی ماں بلیس ہو گئی۔ بخت نے ماسوں پر زبرد حکم کو خاص تاکید کر رکھی تھی۔ ہمارے حقیقی سبب غصے نے پوس کو اطلاع کی تھی۔ اس کو کھوج نکلیں۔ جس پر آپ کو کھوج دے اس کے سے کھٹانے سے جیسے آگاہ کریں۔ عمل آئے تو کار کے چاہ کے منہ پہ۔ وہاں کہ چندن اور کئے ہاں جس اس کے حقیقی آگاہ کردہ تھے۔ ماں سے کاتیر سے جیسے کو شادی۔ سولہ سالہ ایک ماں کا جس میں پیرا تھا۔ ہوا۔ یقیناً رکھ دیا۔ ایک۔ نامہ کر دیا۔ سولہ سالہ۔ مگر اس میں سن پہنچ جائے گی۔







چاروں ساتھی جگت کا بے چینی سے انتظار کر رہے تھے۔ گردہ کے تمام لوگ مجمع سلامت اپنے بے پرواہی کے تھے۔ بنگے کے دو دن صرف دو افراؤں ہی ہوئے۔ جنہاں کی قسمت اچھی تھی جو گیارہواں اس کے صرف ایک ایچ او پر سے گزرنے والی منتانی گولی جنہاں کو دوسری دنیا میں لادیتا۔

جنہاں کو اسلینگر سنبھا پر غارتھا۔ اس کے دوست اور سردار کی شادی میں دکاؤٹ پیدا کرنے لے اور اسے چھ ماہ میں ختم کرنے کا عہد کرنے والے پولیس افسر کی بہادری کا وہ حریف بھی تھا۔ ہائی زندگی جگت کے لئے خطرہ تھی۔ وہ اسلینگر سنبھا کو پچھتا تھا اور اس کی خواہش تھی کہ بنگے سے دو دن اس کا سنبھا سے سامنا ہو جائے مگر اسے موقع ہی نہ ملا۔

"کیا جگت گرفتار ہو گیا؟" جنہاں نے مضطربانہ انداز میں پوچھا۔  
 "بھارے کے پڑاؤ کی جانب سے دھماکے سنائی دیتے تھے۔ کیا انہوں نے اسے زندہ؟"  
 گریپال نے مشکوک انداز میں کہا کہ جنہاں نے برا سامنا نہ کیا۔  
 "کیا کہتے ہو؟ جگت زندہ بچنے جانے سے پہلے میں گولی مار کر اپنے آپ کو ختم کرنا بھتر بھتے

ہی لئے دور سے گھوڑے کی ٹانگوں کی آواز سنائی دی۔ سب چیک کر اوجھڑ بیٹھے گئے۔  
 "یہ تو جگت کی گھوڑی یا مگ کی ٹانگوں کی آواز ہے۔" جنہاں جگت کی گھوڑی کو ڈور سے آتے لڑکھلا۔

جگت نے ان کے قریب پہنچ کر گھوڑی کی پیٹھ پر سے حسرت لگائی اور گھوڑی کو تھپتھپانے لگا اور ان کی گردن پر پیڑار سے ہاتھ پھیرنے لگا۔ "شباباش، ایک اتونے تو کمال کر دیا۔"  
 "سلکھان اور کون دن بھی ہیں۔ انہیں بیٹیاں باندھ کر ملا دیا گیا ہے۔" جنہاں نے راجدوت لڑکھلائے ہوئے کہا۔ "میں تو آپ کی گھر ستاری کی۔ اپنی دیر کس طرح ہوئی؟"  
 "اس ڈیل کو میں نے ختم کر دیا۔"

"کسے... سنبھا کو؟"  
 "میں... سنبھا دشمن ہونے سے باوجود دلیل نہیں۔ شادی کے حقیقی اطلاعات فراہم کرنے لے لائی گئی گئے کو میں نے ختم کر دیا۔"

سب لوگ حیرت بھلائے اس کو حیرت سے دیکھنے لگے۔ جگت مسکرا دیا پھر اس نے جنہاں کی تپ متوجہ ہو کر کہا۔ "جنہاں! یاد ہے ہم چند دنوں کے مکان پر گئے تھے اور ہم نے ایک بدھنل کو کھج کی تیار پرکھا تھا۔ وہی شخص۔ تمہارا شک کو کھج تھا۔ وہ ہماری سرکریوں پر نظر رکھتا تھا۔

"لو کی کو حاجت ہوئی ہے۔ سردی تیز ہے۔ لپٹا رہے چاری لحاف اوڑھ کر چارہی ہے۔"

کانا لڑکھلاتا ہوا کھڑا ہو گیا۔ "اچھا... پھر میں بھی جا رہا ہوں۔"  
 بھارے نے اسے روکا نہیں۔ کانہ جگت کے پیچھے قافلے سے چل رہا تھا۔ اس کے دل برائی جنم لے چکی تھی۔ شراب کا نشہ اور عورت کی بھوک دونوں نے اس کا ذہن خراب کر دیا تھا۔ کچھ دور جا کر جگت ٹوک گیا۔ اس نے لحاف ہٹایا نہیں۔ وہ عقب سے آئے والے گھبراہٹ سننے لگا۔ نزدیک آ کر کانے نے چال چلی۔

"بڑے کو اتنی ہنا کر تم تنہا ہی میں آگئیں۔ یہ اچھا جواب بہت تمہارا ہو۔ میرے پاس آؤ جنس۔ مگر میں جگا کو گرفتار کرنا کبھی مرنا یہ وار بن جاؤں گا تو..." اتنا کہہ کر کانے نے اس کے پر پیارے ہاتھ رکھا۔ فوراً ہی لحاف ہٹا کر جگت اس کے سامنے ہو گیا۔ اس کے ہاتھ میں چمک رہی تھی اور انہیں شیلے بر ساری نہیں۔ کانے کی لالچی نظروں میں خوف چھا گیا۔ اگر جینے سے پہلے ہی جگت نے چھری اس کے سینے میں گھوپ دی۔

"تجھے انعام چاہئے تھا۔ یہ ہے..." اتنا کہہ کر اس نے دھراوا کر کیا۔ کانہ زمین پر گر کر مر گیا۔

بھارے نے ڈور سے یہ سب منظر دیکھا اور جگت کی گھوڑی یا مگ کی طرف روانہ کر دی۔  
 لکے آ جا رہا ہوا رہنے سے پہلے ہی جگت وہاں سے چاچکا تھا۔

انہیں کہاں تلاش کیا جائے۔ اس خیال سے اُس کا ذہن چکر اٹھ گیا۔ فوراً اُس نے دو آدمی کو بلایا۔ "جاؤ اور دیکھو جگت کے گھر میں اُس کے ماں باپ ہیں یا نہیں؟" اُس نے رات بیتی ہوئے فضیلا کہتے ہوئے کہا۔ "اگر جگت کی تلاش کا معاملہ ہے تو وہ نہیں ہوں گے۔ کسی طرح مکان میں داخل ہو کر انہیں چک کر دو۔ مجھے اُن کے گھر میں بھیجے جواب چاہئے۔"

"بھرت جتا ہے۔" انہوں نے انہیں بجا کر کہا۔ "اگر وہاں نہیں تو پھر؟"

"مگر پھر تو کون اپنی خوش حال خبر ضرور دکھاوے۔" منہانے غصے میں تقریباً چیخے ہوئے کہا۔ وہ ایک کھنٹہ سناٹا نے اظہارِ رنج کی کیفیت میں گزار دیا۔ رات کے ڈھائی سو گھنٹوں میں سے کس گاؤں میں جگا کی شادی ہو رہی ہے؟ یہ اندازہ کرنا مشکل فرما۔

"نہیں تو فیماز رشتہ سارا ہوتا ہے۔ اس سے تو بھرت جگا کا ناش ضرور کہہ دیں جو رات بھرا ایک اٹکے چکر اٹکے کی طرح اپنے فرائض انجام دیتے ہیں۔" منہا سوچ رہا تھا۔

برقی رفتاری سے گھوڑا دوڑاتا ہوا ایک شخص منہانے آئب آ کر رکھا۔ "گھر میں جگت کے چاچا ہیں، انہیں ہے۔ ہمارے درویشات کرنے پر پہلے تو وہ ابراہم کی ماں تھکے تھے، پھر انہوں نے بتایا کہ وہ بیکے کی بیوی ہیں۔"

"منہانے ذہن کے برقی درویشات کی شاید وہیں شادی کا ہر کام ہو۔"

"جگت کا اسوں دکھائی دیا؟"

"نہیں۔۔۔۔۔ وہ بھی اُن کے ساتھ ہی گیا ہے۔"

"تب تو وہ آج ہی ہوا کہہ گا۔ اس کی دوہم کو گول لگت کے علاوہ کچھ نہیں۔" منہانے بھرے ہوئے انداز میں منہانے ہاتھ پر ہونے لگا۔ گھر اب کیا امید ابھی تھی۔ تقریباً میں کس سپاہیوں کے ساتھ دوسرے پورے جانب تیرتی ہے۔ وہاں نہ ہو گیا۔

"جگت کے تانا جاکر رہے تھے۔ وہ گھوڑوں کی ٹاپوں کا اڑسن کر چوک بگئے۔

"شاید جگت اپنی بیوی کے ساتھ آئب آ کر اپنے آ رہا ہو۔ مگر شادی تو ج ہو رہی تھی۔۔۔۔۔ جبکہ

میری رات ہوئی ہے۔ تو کیا شادی کے بعد جگت کے آ رہا ہوگا؟" وہ مسلسل سوچ رہے تھے۔

"مکان میں کوئی ہے۔" کسی نے دروازہ کھٹکتا ہے ہوا۔

"اتنی بلند آواز میں پکارنے والے جگت کے ساتھ کتہہ ہو سکتے۔۔۔۔۔ یقینی بات تھی۔ دوسری بار

اُسے جانے پر وہ کھڑے ہوئے اور چھوٹی بھڑی دروازہ کھولا۔ ایک شخص گھوڑے کی کٹام

ٹامے کھڑا کھڑا کھڑا دیا۔ اُس کے چہرے سے گھبراہٹ نہیں تھی۔

"کیوں بھائی۔۔۔۔۔ اس وقت کیا بات ہے؟" منہانے پوچھا۔

"منہا کا سسکا ہوا شخص بولا۔ "میرے بزرگ! اُن بات سے آ رہا ہوں۔ اہم اطلاع پہنچی

ہے۔ سوئے سنگھ کے بیٹے میں اچانک درد ہو گیا ہے لہذا اُن کی ماں کو یاد کر رہے ہیں۔ میں

کچن لینے آیا ہوں۔"

پہلے تو تانا پر گھبراہٹ طاری ہو گئی۔ مگر وہ جلد باز نہیں رہا۔ بلکہ زیادہ یقین کرنے کی غرض سے

نہیں تو پوچھا۔ "آپ اکیلے آ رہے ہیں کیا؟"

بدھما سحر کو ان کی رقم نہ مل کر شادی کرنا تھی۔ اُسے یہی خریدنے کے ارمان تھے۔ جس ایک مظلوم لڑکی کو اپنے بڑے بھائی کی بیوی بننے سے روکنا۔ جگت نے جتنے ہوئے کیا۔

جنون سر کھانے لگا۔ "نہیں پاپا! اُس کی شخصیت دیکھ لیجئے مجھے ہونے کی گئی۔"

بھر جگت نے انہیں تفصیل سے واقعہ بتا دیا۔ "مجھے اُس بھارتی کے دوستی پر فخر ہے جس۔

مجھے پورے اعتماد کے ساتھ اپنے فیملی کی عورتوں کے درمیان سلا دیا تاکہ میری جان بچ جائے

پھر اُس نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔ "جب تک ہماری نیت ٹھیک ہے کوئی ہمارا ہلاک یا نہیں کر سکتا۔"

چاروں بعد پھر جگت گھڑی روبرو کو شادی کی غرض سے روانہ ہوا۔ اس بار اُس نے فیصلہ

لیا تھا کہ شادی کر کے واپس لوٹے گا یا جنگ لڑے ہوئے اپنی زندگی ختم کر دے گا۔ یہ اس کا آخر

فیصلہ تھا۔ اُس کے سامنے کسی بھی فیصلہ کر سکتے تھے۔ بار بار شادی ملتزی کرنا ان کی بے عزتی تھی۔

"اس بار میں چاہے سو سے جنگ کرنے پر تیار ہوں۔ ہم جگت کو کیا کر ہی لائیں گے۔" یہ تمام باتیں

کا صہ تھا۔۔۔۔۔ چاروں کو فیصلہ تھا۔

تمام انتظام پہلے ہی مکمل کر دیا تھا۔ اس بار جگت کے ایک چچا کے گاؤں میں شادی کا انتظام

کیا۔ چندن کو کو شادی کے منظر تک میک اپ میں لے آئے کی ذمہ داری اُس کے ساتھیوں

کے ذمے تھی۔ جگت کی ماں کو پولیس کی نظروں سے بچا کر وہاں پہنچانے کی ذمہ داری جگت کے

سامان بڑا دھنگ کی گئی۔

جگت نے اپنی بانی کے دھمے کر دیے۔ جنون اور جتن اپنے میں ساتھیوں کے ساتھ شاد

کی تمام رسومات کے ذمہ دار تھے جبکہ دوسرے گروپ کے چندہ آدمیوں کو شادی کے وقت

دوسرے گاؤں میں آ کر ڈالنا تھا تاکہ پولیس کی توجہ شادی کی جانب سے ہٹا جاسکے۔ رات کو تین

بجے دوسرے گروپ کو ڈالنا تھا۔ شادی کا وقت جس کے قریب بکھا گیا تھا۔

منہانے کو اپنے قتل کی اطلاع پہنچ گئی تھی۔ اُس نے اپنی فیملی کو اپنے گھر کو دریا۔ چندن کو

اپنے سامان کے گھر سے کہاں جاتا ہے اس کی گمانی تھی۔ وہ آدمی ضرور کر دیئے گئے۔ انہیں

ذبح دے کر جگت کے سامنے چھپن کو کو کال لائے۔ کیا ان کے لئے چندن کو کے چا آدمی

رات کو گھر سے روانہ ہوں گے۔ یہ پروگرام بنے گیا تھا۔ اُن کو لے جانے کے لئے گاؤں کے

بابر ایک گھر سوار ہو جوتا۔ شادی کی رسومات کے لئے دھرم گرو کا انتظام جگت کے چچا نے کیا۔

جگت اپنی زندگی کا سب سے خطرہ کی کھیل مکمل رہا تھا۔

آج کی رات کے بعد ہی پھر منہانے کو گھر کی خبر ملے۔ "میرا چندن کو گھر کا باب اپنے گھر

سے غائب ہو چکا ہے۔ مکان میں روکھی ہو رہی ہے مگر دروازے پر پتھر پھینکی اندر سے جواب نہیں

لا۔ پتھر کے دیوار پھاڑ پھاڑ کر اندر جانے پر نہ چلا گیا۔ باب اپنے دونوں عیب ہیں۔"

"مجھ میں کیا شک کرنے کے لئے وہاں ڈوبی ہوئی ہے؟" منہانے پوچھا۔ "گھر کا دروازہ میں کھلی

کر کہا۔ اُسے سخت غصہ آ رہا تھا۔ اس کا جی چاہ رہا تھا کہ گھر کے دروازہ پر جانے دار گھر سے

نہیں آئے۔ اُس نے جلدی سے اپنی درزی بیٹی اور بیٹے میں پھونک کر فوراً باہر آ گیا۔ آج

اپنے اپنی عزت خطرے میں محسوس ہو رہی تھی۔

"مگر تم نے مجھے لٹ اطلاع کیوں بھیجی؟" اسٹیکل سٹہا نے غصیلے لہجے میں کہا۔  
 "اطلاع؟" "کھیا نے سبب لہجے میں پوچھا۔ "ڈاکو گاؤں کا حاصرہ کئے بیٹھے تھے وہاں  
 ارکانوں نے جانا تھا جب؟ گاؤں سے باہر جانے کا ارادہ کرنے والوں کو انہوں نے کوئی مارنے  
 دیکھ رہی تھی۔"  
 "مگر تم نے مجھے بتایا تھا کہ کھیا نے اُسے اطلاع بھیجنا ہے کہ لے میرے پاس بھیجا ہے۔"  
 "اُس معاملے میں کوئی اور ہی چکر لنگر آیا۔ کھیا انھیں پہلا کر سٹہا کو دیکھ رہا تھا۔ پھر گردن اٹھا  
 اٹھا کر بولا۔

"ہم میں سے کسی نے اطلاع نہیں بھیجی تھا؟ آپ آگے، ہمیں اس پر سبب ہے۔"  
 سٹہا خاموش ہو گیا۔ ضرور اس میں کوئی چال ہے۔ تو کیا وہ جگت کا آدمی تھا جسے اطلاع  
 لے کر غرض سے بھیجا گیا؟ مگر اس نے ایسا کیوں کیا؟  
 کچھ سیاسی مفرد ڈاکوؤں کی تلاش میں روانہ ہو گئے، کچھ وہاں بغرض تفتیش روک دیا تاکہ  
 اگر رپورٹ تیار کر کے اُس خود سٹہا دوں اسٹہا اس میں رہا تھا۔ آگے بڑھ گیا۔ اُس کا  
 بھرہ تھا کہ پولیس کو پکڑ دینے کے چنگے سے سارا رکھیل کھلا ہے۔ مگر سچ کچھ ایسی وہ سٹہا  
 اتنا تھا کہ ایک شخص نظر اٹھا اور ہاتھ اٹھا ہوا اُس کے قریب پہنچ گیا۔ اُس کے منہ سے جھاگ نکل  
 تھا۔

"صاحب!" کہتے ہوئے وہ بری طرح لڑکھایا مگر سٹہا نے جلدی سے آگے بڑھ کر اُسے  
 اڑوں میں قیام لیا۔ سٹہا نے دیکھا اُس کی بیٹانی سے خون بہہ رہا تھا، انھیں بند ہوئی جاری  
 مار دھری سے ملنے والا سٹہا اُس کے خون کی تیز گردش کی گواہی دے رہا تھا۔  
 سٹہا نے اُسے غرض پر آگے سے لے لیا۔ "تم بہت زیادہ دبی ہو۔ ہسپتال کی بجائے میرے  
 بنگلے آئے؟"

"صاحب۔۔۔" وہ کہتا جاتا تھا مگر اُس کی آواز اس کا ساتھ نہیں دے رہی تھی۔ سٹہا  
 پانی کا گلاس اٹھا کر اُس کے ہونٹوں سے لگا دیا اور دُشیں غصیلے جلدی پانی پینے لگے جیسے  
 اُس کا قلع خشک ہو رہا ہو۔ وہ بڑی مشکل سے دھتھے لہجے میں بولا۔  
 "ہمارے گاؤں میں چکا کی شادی ہو رہی ہے صاحب! میں اطلاع دینے کی غرض سے چھپ  
 گاؤں سے باہر آ رہا تھا مگر ڈاکوؤں کو پتہ چل گیا اور ایک ڈاکو کی کوئی نے میری ران چر دی۔  
 مشکل سے یہاں تک پہنچا ہوں۔ غریب آدمی ہو، حضور! لہذا انعام مجھے دلائے گا۔"  
 اُس شخص کے غری خزانے کا ساتھ اُس پر بھگپوں کا دورہ پڑ گیا اور ایک ہی لمبے سٹہا اُس  
 زون اُس کے جسم کا ساتھ چھوڑ دی۔

"مخلص شخص کے بے جا چرنے کو دیکھنے لگے۔ مگر چاہا کہ وہ چوک گیا۔ اُسے خیال  
 رہا کہ ایک ملکی نے غصیلے سے اطلاع دینے کا گاؤں کا نام نہیں بتا سکا تھا۔ چھپ کیا کرنا چاہئے؟  
 سٹہا کے ہونٹوں پر سچا مسکراہٹ دھڑکی۔ پورے لفظ کی وجہ سے پورے لفظ کا بیکار ہو گیا۔ بالکل  
 طرح جیسے پیاسے کے قریب پانی کا بھرا اٹھاس لاکر غرض پر اندر لیا یا جائے۔ سٹہا غور سے

دھنخص کو بھر کے لئے بولھا گیا، مگر پھر پھینچ کر چا دوں ست گھبراہٹ ہوئی نظر دوں سے۔  
 ہوئے کھینے لگے۔ "کیا ہاں۔۔۔" غور سے دیکھتے ہوئے والد کی خدمت کر رہے ہیں۔  
 جہانزیادہ ناخوش ہوئے کہ یہ شخص یقیناً بتا رہا ہے۔ انہوں نے ایک سے زیادہ گھوڑو  
 تائیں کی تھیں۔ یقیناً اس چکر میں کوئی راز ہے۔ لہذا انہوں نے بڑے اطمینان سے کہا۔  
 "جگت کی ماں یہاں نہیں ہیں۔"

"نہیں ہیں؟" اُس نے اُس طرح کہا جیسے اُسے سخت دھچکا محسوس ہوا ہو۔ "پھر وہ کہاں  
 آئے تھے؟ تاکہ میں یہاں جا کر انھیں اطلاع دوں۔"  
 "ناادھ ملکی انھوں نے اُس کے چہرے کو دیکھنے لگے۔ اُس کا جھوٹ پکڑا جا چکا تھا۔ وہ  
 مجھے بتے کہ انے والا شخص کس کے اشارے پر رجوت بول رہا ہے۔ اُسے تو صرف اُس قدر معلوم  
 ہے کہ جگت کی ماں کہاں ہے؟ لہذا پولیس کو اُن کے راستے پر لگانے کا یہ سبھی سوچ تھا۔ لہذا وہ  
 سے بولے۔ "جگت کی ماں تو اس وقت دیکھا جاتی ہوئی کی۔ کیا نہیں راستے میں کوئی رہبر  
 نہیں آتا؟"

"نہیں۔۔۔" انہی نے کہا اور اُس کے چہرے پر مروٹی چھائی نظر آنے سے بات محسوس کی  
 جا رہا ہے۔ لہذا انے اُسے روک کر بولے۔

"سوائے سٹہا سے کہاں اس کی خبر تھی؟ پوچھنے آؤں گا۔"

سٹہا کو یہاں بھی تاک رہی ہوئی۔ اُس کا جواب جگت کے ہاتھ دے دیا تھا۔ یہ بات سٹہا  
 گیا۔ گھڑی کی سوئیاں اپنی منزل میں لے کر رہی تھیں۔ سٹہا کی حالت کسی بنگلے ہوئے رہی کی جا  
 تھی جہاں میرے میں راستے کی تلاش میں ہو۔ وہ دوبارہ پولیس سٹیشن آگیا وہاں ایک شخص اُس  
 منتظر تھا۔ اُس نے سٹہا سے کہا۔ "جلدی کیجئے جناب! ہمارے گاؤں پر ڈاکوؤں نے حملہ کر دیا۔  
 شاید وہ جگت کی پادری ہے۔"

سٹہا کے چہرے پر روشنی چمک اُٹھی۔ "تم کون ہو؟ جنہیں اطلاع دینے کے لئے کس نے بھیجا ہے؟  
 گاؤں کے کھیا نے۔ ڈاکو فری تھیں بچے گاؤں میں داخل ہوئے ہیں۔"

سٹہا نے پائٹ داغ پر نظر ڈالا۔ سارے چار چمکے تھے۔ پانچ میل کا مسافت تھا۔ سوچے  
 وقت اُس کے پاس نہیں تھا۔ انھیں میں اس پولیس والوں کو لے کر سٹہا حصارہ گاؤں کی طرف رہا  
 ہوا۔ جگت کو گھر سے میں لینے کی آنگ میں وہ اپنے گھوڑوں کو بری رفتار سے دوڑا رہے تھے۔  
 پولیس کو دیکھ کر بچنے لگا کہ گھر سے ہوئے لوگ منتظر ہو گئے۔ ایک منہ پھٹ شخص کی آواز دسم  
 پائی دی جو کہہ رہا تھا۔ "بھیت ڈاکوؤں کے فرار ہونے کے بعد پولیس آتی ہے۔ لٹ چائے والوں  
 تیلی سے کہہ کر آپ بھی لوٹ جائیں گے۔"

پھر کچھ کہہ کر یہ جگہ چلا کر گئے گاؤں کے۔ یہاں شادی وغیرہ کا پھر نہیں تھا۔  
 "پادری میں جو دیکھا موجود تھا انھیں؟" اُس نے جلدی سے دریافت کیا۔  
 "اُسے کوئی جانتا تو یہ پتہ چلے جناب! پھر چروں پر ڈھانے ہمارے ہوئے ڈاکوؤں  
 پچکان اس طرح ہو سکتے ہیں؟"



جوت کی ماں کو باپ کے القاب میں بڑی مٹھاس محسوس ہوئی، جھٹ سے اندر جا کر استحقاقی  
 ادا کرنے کا سامان لے آئیں۔ دوپے کو سامان بہت دنوں سے تیار رکھا تھا مگر اس کے  
 قلم کی ٹیک گمڑی آنے کی پانچھیں، لیکن ان کو ستانی تھی۔ بھگوان نے آج ان کے ماران پورے  
 کاڑھنے ہوئے اُس نے جنت کے پکارا تانا کوٹیشی ڈانٹ پلائی۔

ابھربو سے پوچھے؟ "سسر اور دادا ایک دوسرے کی جانب دیکھ کر سسر دادا دیکھے۔  
 چندن کوڑے جب ریزے سے نیچے قدم رکھا، پوری لڑکی بڑی سی عورتوں اور بچوں سے بھر گئی۔

مال گاؤں میں بہت سی شاہیاں کر کے ڈھپنیں لائی جاتی تھیں مگر چندن کوڑھ بھی عجیب ڈھپنیں اس  
 ماں کے لئے تھی جاتی تھیں۔ گاؤں کے دوسرے حصوں سے بھی دوڑ دوڑ کر لوگ جنت کی ڈھپن کو  
 لکھے آ رہے تھے۔ ہزارہہ گنگہ ان کا جنس کوڑھ بڑا ہوا رہا تھا۔ "پاپیس کوڈانج  
 کئے کر جان کی بازی لگانے کے بعد میرا بھانجا بھو کا بہو لایا ہے۔ اس طرح مفت میں صورت  
 لکھ کر نہیں لے گی۔"

چندن کوڑے کو ٹھٹھٹ بچہ اور سٹچ لایا اور ہر کے انگوٹھے کو منی میں حرکت دینے لگی۔ اُس کے  
 لو میں تھوڑا منی جس کی گواہی پر اُس نے جنت سے شادی کی گئی۔ جنت کی ماں نے آواز دی۔

کوڑے لایا کہ ابھی میری بہو کو کیوں پریشان کر رہی ہو؟ بچہ میری کو گھر میں تو آنے دوا  
 دیتی چال پٹتی ہوئی چندن کوڑے کے دروازے پر آ کر ڈنگ گئی۔ ساس نے چادر بچھا کر اُس پر

تھ چڑیں پھیلا دیں اور سرت بھری آواز میں کہا۔ "بھو! اس پر بیڑہ رکھو۔"

چندن کوڑے ہندی دھلے ہوئے چادر پر کھڑے ہوئے۔

"....." سس کرش دھلے ہوئے چادر پر چاؤا۔ "جنت کی ماں نے کہا اور بڑی احتیاط سے چادر لپیٹ کر  
 خالی۔ چندن کوڑا نے کہ چرن چھونا چاہتی ہیں، مگر اسے روک کر بولیں۔ "پہلے میرے پکارا اپنے

سر کے چرن چھوؤ۔" یہ کہہ کر انہوں نے چندن کے ہاتھ سے تھوڑے لے لی۔

چندن کوڑے چرن چھوئے ہی بڑے ڈانٹے ہاتھ بند کر کے وعادی جو شاہی اُن کے دل کی  
 ڈونگی۔ "سیکھی رہو اور سب کو سکھ دینا چاہیے، جس بہادری سے تم اس گھر کی بہو بن کر آئی ہو، اسی

روح ہمیشہ باؤزب رہتا۔" چکر سونے کی چین بپو کے ہاتھوں میں دے کر ایک قدم پیچھے ہٹ  
 گئے۔

جنت کے پکارا بپو کی گھر میں آمد سے سرت کے مارے پھولے نہ ساتے تھے۔ اُن کے حلقے سے  
 پھولیں نکل رہی تھیں۔ اُن کے ہیکل ادا ہونے والے القاب لڑکھار رہے تھے۔ "بھگوان تیرے

ہاگ کو سلامت رکھے۔" بچپن میں گھوٹیں لکھائی ہوئی لڑکی آج ان کی بپو بن کر ان کے گھر میں  
 لگتی، انہوں نے چندن کے سر پر جنت کے ہاتھ بچھا۔ چندن کوڑا کو اس سس سسر اور پکارا

پر چٹکاٹا محسوس ہوا۔

والی کھنڈوں کی مقدس آواز سے مٹا بیٹھیں۔ سترے بھری ہوئی ریشمی رنگین چادر سے چھتر  
 ریزے میں سب سے آگے ریزہ چلائے۔ والے کے قریب ہزارہہ گنگہ بید تانے بیٹھا ہوا تھا

کے لبوں پر ایک فاحش کی سکرابت دھس کر ہی تھی گاؤں کے لوگ جنس نظروں سے اوجھ  
 ہوئے ریزے کو دیکھ رہے تھے۔ یہ دیکھ کر ہزارہہ گنگہ اور آکر لایا۔ ریزے کے اندر ہاسک کے

میں پھٹی ہوئی چندن کوڑھی۔ جیسے سٹ کر گھٹی ہوئی شاید یہ پھٹی لڑکی تھی جو پکارا کو سسر لایا  
 رہی تھی۔ اس کا شوہر اس کے ساتھ نہیں تھا۔ اس کے باوجود اس کے چہرے پر دھڑک کا کوئی پکارا

تھا۔ اُس کے ذہن میں جب طرح کا فحاش تھا۔ وہ صرف ایک مرد سے نہیں بچا ہی تھی، اُس کا بچا  
 گھر سے ہوا تھا جس گھر میں آج پہلی بار داخل ہوئی۔ اُس کے برابر بیٹھی ہوئی جنت کی ماں

بپو کا سین سرخ و سفید چہرہ دیکھ کر دل میں خوش ہو رہی تھی، جس کے قدموں سے چادر  
 سوتا گھر پر آدا ہونے والے وقت وہ بہو کہے ہوئے ریزے سے ہٹا کر روانہ ہوئیں اُس وقت

محسوس کر رہا تھا۔ جس وقت وہ بہو کہے ہوئے ریزے سے ہٹا کر روانہ ہوئیں اُس وقت  
 نے اپنے دل میں جھپکایا کہ وہ اپنی بہو کو ایسا کہے گی کہ آج تک کسی ساس نے نہیں دیا

اس لڑکی نے ان کے خاندان کا اپنی یاد رکھ لی ہے۔ وہ جنت کی لڑکی تھی جنت کی ماں کے گھر  
 بہو کے قدم نہ آتے۔

ریزہ چلا مکان کے صدر دروازے کے قریب ڈنگ گیا۔ ہزارہہ گنگہ جنت کا کچھ اتر گیا  
 نے لباس سے گرد بھانڈی، دو ایک بار کھلا دل، دل میں اچھے ہوئے سرت کے خٹوان کو ظاہر کر

اور چادر طرف سلجھے ہوئے مکانوں کی کھڑکیوں سے نظرا آنے والے پر دھپن کو دکھانے کے  
 اُس نے یہ حرکت کی تھی۔ جنت کی ماں نے ریزے سے اتر کر اپنی بہو سے کہا۔

"بھئی! کچھ نہ پھینکی ہو۔" یہ گھر میں جا کر گھبرا کر قدموں کے استحقاق کی تادی کرتی ہوئی  
 ہزارہہ گنگہ نے دروازہ کھٹکھٹا دیا۔ اُسے کھانا نظر آئے۔ اسے وہ نہیں سکھنے سے جلدی سے دوا

کھول دیا۔ پیسے انہوں نے مقابل کڑے ہوئے ہزارہہ گنگہ کی آنکھوں سے جمائی ہوئی سسر  
 دیکھا، پھر ان کی نظریں جے ہوئے ریزے پر جم گئیں۔ باپ کا دل سرت سے جھوٹنے لگا۔

کے تانے کی اس تک وقت کے انتظار میں دو کھٹے سے پیٹھے ہوئے تھے۔ آخر سے تانا ہوا سفید  
 چادر آ کر تے ہوئے سرت سے لبریز آواز میں انہوں نے کہا۔

"مجھے یقین تھا کہ جنت اس بار بغیر شادی کے نہیں لوٹے گا۔" بھرو دروازے سے آتی  
 جنت کی ماں سے بول۔ "بھئی! آج تیرے جنت سے نکال کر دیا۔"

جنت کی ماں تو سرت سے دہرائی ہو رہی تھی۔ باپ سے انہیں یہ کہنا چاہئے تھا کہ یہ باپ  
 بزرگ کی دعا کا اثر ہے۔ لیکن وہ اپنے شوہر اور باپ کی جانب منہ کر کے بولیں۔ "آپ تو دوا

روک کر کھڑے ہو گئے۔ اور میری دعا کو مانگو آئے دیں۔ ابھی مجھے اس کے استحقاق کی رسوم  
 کرنی ہیں۔ گھر میں بھی آئی ہے، کوئی عورتی بات ہے؟"

اُن کی چال میں سرت کا جوش چمک رہا تھا۔ ناٹا نہیں کرو لے۔ "چھو! اچھا۔" اب تم سنا  
 بن گئی ہو اسی لئے زعب جمانے کی آج سے شروعات کر دی تم نے۔"

ہوئے ہجر نے کی طرح تھیں۔  
چند دن گزرے، ماسوں ہزارہ سنگھ کے جن چھوٹا بھی جانتی تھی، اس طرح کی حرکت۔  
ہزارہ سنگھ بری طرح بوکھلا گیا مگر اسی لمحے ناٹھن کی مدد کو پہنچے۔  
”بھئی! آج تو ہزارہ، جگت کا ماسوں ہے مگر یہ ہزارہ سے دلدار کے برابر ہے۔“  
انہی لمحات میں قریب کی رہنے دار عورتیں بہت راستہ کا اقلہ ہزارہ کو اترے اور مہار کیا دوڑنے آئیں۔

”ماں! جگت بھائی کی خاموشی سے شادی کر لی، مگر کم از کم مہمانی تو کھلا دیتیں۔“  
ناٹھن اچھے اسی وقت کے انتظار میں تھے، فوراً بول اُٹھے۔ ”کچھ صبر کر دو لاگیا! یہاں خاموشی ضرور تھی۔“  
”بائے گا بے سے پورے گاؤں کا منہ بٹھا کریں گے۔ جات کے ایک ایک گھر دیکھ جائے گی۔“  
”بھرجھ دیر تک کمرہ ہی منہ میں بیٹھا رہے۔“ سائے والے ایک گھر کی بات کرتا۔

سب لوگ سمجھ گئے کہ ناٹھن کا اشارہ ماسوں سنگھ کے مکان کی جانب تھا۔ ناٹھن اُس وقت سنگھ کی جانب دیکھا۔ اُن کی بات میں ایک اشارہ تھا۔ ”ہائی پئے ایک دھن کوڑا دھن دن دنا رہنا جائے۔“  
جب باپ بیٹے تھکے تو اُس وقت ناٹھن نے یہی بات کی۔ ”ہزارہ! پانچ سات دن شادنی خوش ہو جائے، اس کے بعد اُسے خبر ہو جانا چاہئے۔ اُس کی زندگی میرے دل میں آگے بھڑکے۔“  
”ناٹھن کی آواز میں عجیب سا تاثر تھا۔

”اپنا میں سے بات جاتا ہوں۔ میرے ہاتھوں میں کئی دلوں سے کھلی ہوئی ہے۔ اسے قتل کر کے فرار ہوئے اور آسرا لینے کی ایک کھوٹا جگہ بھی ہے۔ میرے دل میں بھی بھائی سا تھوڑا ڈاکو ڈالے کے اور ان ہیں۔“ ہزارہ کو ڈاکو ڈالنے کی بات کی، انہیں بھیل گئیں۔ جان کر اُس کے الفاظ میں ہزارہ کی نفرت جھک رہی تھی۔ جو بات ہزارہ اطمینان سے کہتا جاتا تھا، اُس وقت اُن کی بات کے لئے مناسب سمجھا۔ ”جگت نے مجھے ایسا نہ کرنے کی قسم دی ہے۔“  
”تھم؟“  
”ناٹھن گرج کر بولے۔ ”خیر کوئل نہ کرنے کی قسم، جگت کا دام غم تو خراب نہیں سمجھا؟“  
”ان کا سر ہاتھ پر دیکھ کر ہزارہ نے تفصیل میں جانا مناسب سمجھا۔

”اپنا بھائی ہے۔ کہتا ہے کہ ماسوں سنگھ کا دل میرے ہی ہاتھوں ہو گا، مگر ابھی کچھ دیر ہے۔“  
ناٹھن جھوٹے ہوئے۔ ”جگت کی دھن ان کی سمجھ سے باہر تھی۔“  
”کسی بات کا انتظار ہے؟“  
”خیر! اُسے کیوں نہیں آتا؟“  
”الفاظ اُن کے منہ سے ادا ہوتے ہی بیٹے کی زبان بھی کھلی تھی۔ بیٹے بات کہنے لگا۔ ”کوئی بھوری تھی۔“  
”جگت بوڑھے کی جوان بیوی کی وجہ سے ہی اُن زخمی رہنے کا موقع دے رہا ہے۔“  
وہ کہہ گیا مگر اُسے محسوس ہوا کہ اس سے بڑی تلخی بھی کھل جائے گی۔ مگر ناٹھن فوراً سمجھ گئے۔

انہوں نے ہزارہ سے کہا۔ ”مگر جگت نے اب شادی کر لی ہے۔ اُسے دوسرے کی بی بی سے“  
”ہاں! وہ تو گناہ اور گاؤں پر دُوب ڈالنے کے لئے ناٹھن رات بھر جاگ کر جگت کی شادی کا ٹانے کا انتظار کرنے کے سلسلے میں چر دگر تیار کر لیا۔ اس جشن کے لئے دُور دُور کے گاؤں سے لوگوں کو بلائے گا انتقام بھی کرے گا۔“  
”اس سلسلے میں وہ پورا ہفتہ جی کے گھر رہنے کے ارہو گئے۔ اُن کی باتیں سن کر ہوتی چندن کو شادی کی پہلی رات بھر کی آگ میں جھلکی ہوئی لڑکھاری تھی۔“  
”لی رات اُس کے پیلو میں شہر موجود نہیں تھا۔ ایسی شاید پہلی رات تھی۔ حرکت کی یاد اُس ہول میں تصویر بن کر ابھر رہی تھی۔“  
”آج ہزارہ نے جاگ میں سینہ دھو لگا کر چند دن کو طلوع ہوئے ہوئے سورج کو پر نام کرتی ہوئی پکڑ لی تھی۔“  
”سائے والے مکان کے آگن میں اُس نے دیر کو بیٹھے دیکھا۔“  
”ات کی شادی کی اطلاع پا کر اُسے یہ چاہہا سرت ہوئی مگر اُس کی چانچنی اور شوہر آگ بھولا۔“  
”ایک عورت کو بیوہ بنانے کے لئے اُس نے شادی کر لی ہے۔ اس کی زندگی چند ماہ سے زیادہ ہے۔“  
”چھپے انہوں نے بہت بڑی حق حاصل کر لی ہے۔ اس وقت انہیں کوئی دُوب۔ جب سہو کی باتیں کی اس وقت سر پہنچ کر دُوب گئے۔“  
”سوئنگ سنگھ نے طے میں پھر کر کہا۔“  
”جس سے نہ نہ کیا۔“ مگر شوہر اور چانچنی سے بحث کرنا پڑا تھا۔ لہذا وہ چپ رہی۔ اُس کا جی اٹھتا۔ ”تھم! جیسے ماسوں کی دُوب نہ لگتا ہے۔“  
”بھرجھ! جگت کی“

”ت کی دُوب نہ لگنے کی خاطر دوسری عورتوں کی طرح دُوبان نہیں جاسکتی تھی۔ یہ بات اُسے ہی تھی۔ اُسے صرف ایک بار جگت سنگھ کی دُوبان کا چہرہ دیکھنے کی آرزو تھی۔ وہ چانچنی کی اُسے دُوبان سے توڑنے۔ دل اُسے جگت کے گھر کی جانب کھینچ رہا تھا۔ مگر شوہر اور باہر جہاز کر دھو گئے۔ باہر نہیں جاسکتی تھی۔“  
”جگت کے وقت سورج کو پر نام کرتی ہوئی چندن کو کا چہرہ دُوبنے دیکھا۔ اُس کی آنکھیں کھنڈی ہوئیں۔ پھر بھی وہ اُسے قریب سے دیکھنے کی دل سے نہیں نکال سکتی تھی۔“  
”چانچنی خیر تھی مگر اُس کی دُوبان تھا۔ اس کا لاکھ اٹھا بہت پر کھنچ کر اُسے دُوبنے چندن کو دیکھنے کی۔“  
”رج کو پر نام کر کے چندن کے آنکھیں کھولیں اور اُس کی نظریں دُوب پر جا کر پھر گئیں۔ اُس کا دُوبت ہزارہ کی نظریں سے دیکھ رہی ہے۔ دُوب کی آنکھیں چاہو ہیں، دُوب کے پیار بھری مسکراہٹ تھی۔ چندن اُسے نہ پہچانتے کے باوجود مسکراتی گئی۔ دُوب نے اُن پر دُوبتھو کر کہ اُس کی دُوبان نہیں۔“  
”ات کو اس سے قتل کر کے پوچھے دُوبنے اپنے اٹھ کی مٹی میں دُوبی ہوئی کسی چیز کو چندن کو۔ اُن کے اُجال دیے۔ چندن کو اس قسم کی حرکت عجیب کی محسوس ہوئی مگر اس حرکت میں بھی اُسے نظر آیا۔“  
”جگت ہے اُس کے قریب چڑھا یا کھنڈہ چڑھا تھا جس میں شاید کسی چیز بندھی ہوئی تھی۔ وہ دُوبنا اٹھا۔ اُس میں سے چاندی کا ایک روپیہ برآمد ہوا۔ روپے پر نظر ڈال کر



ایسی رات سے اُس کے گاؤں میں پولیس کا سخت پیرہہ قائم کر دیا۔ گاؤں کے دونوں ناکوں پر پولیس کی چکیاں لگیں۔ وہاں موجود اہل کاروں کے علاوہ سہانے سادے لباس میں اپنے دو دو لہراہل روک لے کر تھکے تھکے گاؤں میں داخل ہوئے، چپک کیا جائے مبادا چنگا بیس بدل کر ہائے لیٹا سامان چپک کرنے کے بہانے پر فحش کار چارہ لیا جائے۔ سہانے اس بار بڑا ہاتھ انتظام کیا تھا کہ پولیس کی سرگرمی کا کسی کو ذرا سبک نہ گزرے اور چنگا کو اُس کا چہ چل نہ اور وہ کھر کاٹو نہ ہی نہ کرے۔

جگت کی ماں، پاپا اور نانا اسی جگہ میں تھے۔ ڈوہلا اور ڈوہن شادی کی رسم کے بعد ہی آگے ہو آئے۔ ان دونوں کے ملاپ کے بغیر شادی کی خوشیاں منانے میں اندرونی طور پر ان کے لئے یہ سانسوں اور ہاتھ۔

ملاپ میں جس قدر وقت گزر رہا تھا، خطرہ بڑھتا جا رہا تھا۔ جگت کی شادی میں پولیس کو جو اہلی ہوئی تھی، اس کا داروغہ ہونے کے لئے پولیس اپنا پورا زور صرف کر کے گی۔ کیا قیمت پر جگت کو مارنے کے فیصلے پر پولیس میں اس آسان ایک کر دے گی۔ اس دوران ان گڑا کے کچھ ہو گیا تو ابھی کے کہ ایک ارمان بھری سواری لڑکی کی زندگی پر بڑا کر دی۔ سہاگ رات نہ مٹا لی تو نسل مانے کی امید بھی ختم ہو جائے گی۔۔۔ جگت کے ہاتھ سوچ رہے تھے۔

پانچویں دن جگت کا ایک ساتھی گاؤں میں داخل ہو گیا۔ اُس نے اطلاع دی۔ ”جگت کا گھر آج اسے سے خالی نہیں۔ لہذا چندن کو پھر بھیجنا پڑے گا۔“

”کونسا؟“ جگت کی ماں نے غرور سے پوچھا۔

”چندن کے بیٹے میں۔۔۔ جگت اس سے وہاں لے گا۔ سب کو چوکنا رہنا ہے۔ پولیس کو ذرا سانس نہیں ہونا چاہئے۔“

چندن کو کھانسی کیلئے پھانسی کا کام گزارا۔ گھگہ کے ذمہ ڈال دیا گیا۔ شادی کے بعد ساتویں شام کو گھر والے لباس میں گاؤں کے لوگوں کی آنکھوں سے بچ کر کیلئے نکلی تھی۔ یہ بات گھر کے اہل چار افراد پر بھی ہوئی تھی۔ آدھی رات کو چندن کو گھر کے پتے کے مکان کا مٹی دروازہ کھلا۔ سب کچھ ظاہر ہو چکا تھا۔ ابھی رات کی دہرے پورے گاؤں میں سنا پھیلنا ہوا تھا۔ گھر میں لائیں کی آمدنی پہلی ہوئی تھی۔ سہاگ رات کا لباس پہن کر چندن اپنے محبوب کے انتظار میں بیٹھ بیٹھ ہوئی۔ دروازہ کھلنے کی آواز کے ساتھ اُس کے ذہن میں پیار کے دیپ چل اٹھے۔ اُس کا انگ انگ کھٹکے گا۔۔۔ کمرے کی جانب بڑھتے ہوئے اپنے محبوب کے قدموں کی آہٹ چندن کے دل کی (جس تیز کے سے رہی تھی)۔ وہ دروازے کی جانب پشت کر کے جسم کو سینے بھی رہی۔ جگت سے میں داخل ہوا اور چندن نے نہ جانے ہوئے بھی گردن گھما کر اپنے محبوب کی جانب بلکہ جگت مکرار ہاتھ۔ چندن کو نہ سمجھ کر نہ پھیر لیا۔

جگت نے اندر داخل ہو کر سرفہ صاف آواز دے کر پٹنی ہوئی بندوں بستر سے نکال کر کھڑی کر دیا۔ بستر پر بیٹھ گیا۔

اُس نے سوالیہ نظروں سے دیو کی جانب دیکھا۔ دیو نے اُس کے ہاتھ میں موجود چڑیا والا چڑھنے کا اشارہ کیا۔ چندن کو چڑھنا چاہی گی، پر جی نہیں کھسا ہوا تھا۔

”آپ کو کس طرح غائب کیا جائے؟ میں نہیں سوچ سکتی۔ لہذا چندن کہتی ہوں۔۔۔ شگون طور پر روپیہ نہ دے دی ہوں۔ آپ کے گھر کے قریب رہنے کے باوجود دور سے روپیہ چپک ہوں۔ اتنی بڑک نہیں کر آپ کو غائبوں، بھر گئی ایک بیانی ہوئی عورت کی حیثیت۔ آپ کے سہاگ کی سلامتی کی ضمانت میں ہوں۔ سوچ لے کر آپ سے ضرور ملوں گی، یہ یقین نہ گا۔ آپ سے بات کرنے کی بڑی تمنا ہے۔ یقین رکھیے! آپ سے قریب آپ کے جانے والی ہے جو پیش آپ کے کمرے کے لئے بھولان سے پراختہ کرتی رہے گی۔ صرف اتنا کافی ہے۔“

آپ کی کھلی دیو۔

دیو کا نام پڑتے ہی چندن کے ذہن پر راز کا پردہ مٹ گیا۔ شادی سے پہلے اُس کے ختم نے اس عورت کا نام لیا تھا۔ اس کو کو آج اُس نے دیکھ لیا۔ اسے قہقہے دے دیتے ہیں اُس عورت کے دور دور کی چندن کا دل بیت لیا۔ چندن کا سر آپ آپ ہی آپ دیو کے سامنے جھک گیا۔

”بہا! کہاں کی ابھی ہے؟“

چاندنی کی نلرت بھری آواز سن کر دیو جلدی سے نیچے چلی گئی۔ چندن اسے جاتے ہوئے دیکھ گئی۔ وہ سمجھ گئی کہ دیو اپنے گھر کے اطراف سے چپ کر اُسے دیکھنے کے لئے جگت پر آئی ہو گی۔ دیو کا دیا ہوا روپیہ چڑیا میں لپیٹ کر اُس نے کرتے میں چھپا لیا۔ ساس کو یہ بات بتائے یا نہیں اسی سوچ میں وہ دھت سے نیچے آ گئی۔

○

جگت کی شادی کی خوشی میں پورا گاؤں شریک تھا۔ عام طور پر شادی سے پہلے جو عوام دعا ہوتی ہے، وہ شادی کے بعد ہو رہی تھی۔ دوسرے گاؤں سے دیو محلوں میں رشید وارد کر دے تھے۔ اُس کے گھر کے کاغذ میں کیا گیا۔ روزانہ سو سو افراد کے کھانے کا انتظام کیا گیا تھا۔ گاؤں کے لوگ کی شادی کی باتیں کر رہے ہوئے تھے نہیں تھے۔ سارے علاقے میں مٹی پھیلانے والے اور پولیس کو ناکوں پہنے چہانے والا چنگا ڈاکو ان کے گاؤں کا ہے۔ یہ اُن کے لئے فخر کی بات تھی۔ وہ کہہ تھے۔

”ہاں! بچے کی شادی میں شہنائی نہ بجی تو کیا ہوا؟ رانکوں کے دھماکوں سے خوشی پورا ہوتی۔ انیسویں سہانے چنگا کی ڈھن کو آکھن سو بھانگے دلی کا آخیر باد بوزی۔ اس کے لئے بہت سے لوگ اُس کی اناسیت کی تحریف کر رہے تھے اور کوئی اس کا فلاح مطلب نکال رہا تھا۔

”جس شخص نے جو سینے میں چنگا فخر کرنے کی قسم کھائی ہے وہ ایسا نام دل انسان کیسے ہو سکتا ہے؟ ضرور اس میں بھی اُس کی جالی ہے۔“

انیسویں سہانے آئینہ تخت جگت قرار ہوئے میں کامیاب ہو گیا۔ اس میں بھی اُس نے قسمت کا کھیل دیکھا۔ شادی کی پہلی رات منانے وہ ضرور اپنے گھر آئے گا۔ اس وقت اُس پر ہاتھ ڈالنے کا موقع



وہ بار بار پہلو بدلے گا۔ آخر ضرور ہونے پر مت نہ کر بولا۔ "بھئی بھائی کی ملاقات کر کے آئے۔  
 ہو گا کم کی بات بعد میں ہو سکتی ہے۔ کوئی دلچسپ بات کروا جس سے کچھ لطف بھی آئے۔"  
 "کیا دلچسپ بات؟" بگت نے سوال کیا۔

"اکی لڑکی کی بات۔ وہ کسی ہے؟ کچھ کسی کی بات کروا۔"

"اچھا تو سنو!۔۔۔ بگت نے سنجیدہ دلچسپی میں کہا۔ "وہ بہت زیادہ حسین ہے۔ صرف ایک کنوڑو  
 ہے، وہ کافی ہے۔ مگر یہ کوئی خاص خاص برائی نہیں ہے۔ بگت نے تجوں ساتھیوں کو آگاہ کر دیا کہ۔  
 "ہاں جو ہمارا۔۔۔ کافی لڑکی تو ابھی رہے گی۔ ایک آگاہ سے تمہیں ہی دیکھے گی۔" کرپاں نے  
 سنجیدہ صورت بناتے ہوئے کہا۔

"بھرا ایک اور بھی یاد کرے۔ وہ ہماری طرف یا کسی دوسری کی جانب دیکھی نہ سکے گی۔ بچو  
 ہمارے لئے تو یہی مناسب رہے گی۔" بچن نے درمیان میں مداخلت کی۔

جو ہمارے لئے کچھ نہیں کہا، تیار بگت نے مزید کہا۔ "اُس کی آواز کوئی کی کوک کی طرح ہے،  
 تیار ہی بھائی تعریف کر رہی تھی۔ بس سننے جاؤ، وہی دل سے بھرے۔ مگر تیار ہی بھائی کہہ رہی  
 تھی۔ سنو! ذرا بھلائی ہے۔ وہ جب تک جملہ مکمل نہ کرے انتظار کا ضروری ہوتا ہے۔"

"تو اور بھی بات ہے۔" ہوشیار نے کوک کا نام رکھتے ہوئے کہا۔ "وہ مرد خوش نصیب  
 ہوتا ہے جس کی بیوی کی اسی زبان سے۔" بگت ہوشیار کو کوک پر کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔  
 "اور۔۔۔ ایک اور بات بھی یاد آئی۔" بگت نے چونک کر کہا۔ "بھئی اُس کے دانت  
 موتوں ایسے سفید ہے مگر۔۔۔"

تب جو ہمارا خلیفہ ٹوٹ گیا۔ "بس میں بھی کچھ ہے؟"

"ہاں ہمارا۔۔۔ اُس کے اگلے دانت تھوڑے باہر نکلتے ہوئے ہیں۔ پاؤں بڑے خوبصورت ہیں،  
 مگر رات میں لٹکائی ہے۔ اور پٹ پر چھوڑا سا گھو ہے۔ دیکھ لڑکی، حسین ہے۔"

جو ہمارے شے سے چیخ کر بولا۔ "بس بس۔۔۔ بہت ہو گیا۔ مطلب یہ کہ اُس کے جسم کا کوئی بھی  
 حصہ تمہیں ہے اور میرے لئے بھائی نے اسی لڑکی پسند کی ہے۔"

جو ہمارا چہرہ دیکھ کر چاروں ساتھیوں نے سہا قبضہ لگایا۔ "بھئی اُن کا قہقہہ خرم نہیں ہوا تھا کہ  
 جو ہمارا بول اٹھا۔" اسی گھڑو کو یاد آئے۔ کل رات والی سن باہر ہوئے۔ اُس سے بھی کبھی  
 ملاقات ہو جائے تو بہتر ہے۔"

"کل رات والی حسن با؟" بگت نے انہیں پر حاکر کہا۔ اُس کی چٹائی پر ابھرنے والی  
 کبیر کی کسی خطرے کی علامت تھی۔ جو ہمارے دیکھے والی بات بول گیا۔ دیکھ کر تجوں ساتھی سنگ  
 اٹھے۔ بگت خوفناک نظروں سے چاروں کی جانب دیکھنے لگا جیسے اُس کی تیز نظریں اُن کے دلوں  
 میں اترتی جاتی ہوں۔ "کل رات کہاں گئے تھے نوک؟"

چاروں ایک دوسرے کو بھروسہ کی طرح دیکھنے لگے، مگر خاموش رہے۔ بگت کو اُن کی خاموشی  
 میں کسی اعلانی جرم کی بھوس ہوئی۔ ہزاروی عورتوں سے انہیں دور رہنے کی دغا کی سخت مزاحمت  
 تھی۔ اُس کی غیر حاضری میں وہ نوک اُس کی مزاحمت کو بھول گئے۔ اُن کے ساتھیوں نے اُس پر

اُن حکم نہ مانا ہو یہ پہلا موقع تھا۔ اور وہ بھی کافی سنجیدہ بات تھی۔ دلوں ہاتھوں کی ہتھیلیاں آپس  
 مگرتے ہوئے بگت دعا ڈالا۔

"تم تو لوں کو سن کر کہا تھا۔ اس کے باوجود تو لوگ اسی راستے پر۔۔۔"

"تم نے وہاں جا کر کوئی پاپ نہیں کیا۔" بچن نے دفا کی اعزاز میں کہا۔ "ناج و یکنہ جرم تو نہیں  
 کیا۔"

"ناج۔۔۔" بچنے میں شجر کر بولا۔ "تم لوگ باپ کی بات کر رہے ہو، مجھے ناچ سے سخت  
 رت ہے مگر یہ میرا اپنا معاملہ ہے۔ میں باپ کو بھی درمیان میں نہیں لانا چاہتا۔ سوال اس کا ہے  
 ہزاری عورت کسی کی رشتے دار نہیں ہوتی۔ جو یہی کی خاطر تمہیں دو گھڑی خوش رکھنے کے لئے  
 ہے، مجھ کو کھر کاٹنے، وہی طوائف پیسے کے لالچ میں نہیں گرفتار نہیں کرانے کی، اس کا کیا ثبوت  
 ہے؟ بگت کی آواز غصے سے بلند ہو رہی تھی۔ اُس کے لیے بھی میں تھی۔ "طوائف کا سہرا چال  
 ہا کر پیس نہیں دھڑلے، اس سے زیادہ ایک ڈاکو کے لئے کوئی بے عزتی نہیں۔ مجھے انکی  
 اسی نہیں چاہئے۔ تانے والی طوائف کے پاؤں کی پائل سے گھٹاں ہونے سے بہتر ہے کہ ہم  
 دیوں کی بوجھا دار مار گئے ہوتے موت کو گلے سے لگائیں۔ آج ہمیں اس بات کا فیصلہ کرنا  
 ہے کہ کوئی کیا چاہتا ہے؟"

چاروں خرمندہ ہو کر بگت کا طعنے پر داشت کر رہے تھے۔ انہوں نے پہلے بگت کو اس قدر غصے  
 نہیں دیکھا تھا۔ انہوں نے خاموشی بھر گئی۔ بگت کچھ دیر بعد نرم ہو گیا۔ اُس نے دھکے لے  
 کر کہا۔ "مرد کی ہوس کو میں ابھی طرح جانتا ہوں۔ مگر اس کے لئے تمہیں شادی کر لینی چاہئے۔  
 اب جو کون سے ذائل کر میں تم لوگوں کا ساتھ دوں گا۔" اُس کے باوجود جب وہ خاموش رہے تو وہ  
 کہہ کر بولا۔ "میں اس سلسلے بول رہا ہوں، تم لوگ بھی اس میں جاب میں کچھ نہ کرنا۔"

"بگت انتہا پر بات ہی نہ کرے۔" اُس سن ہانوں نے جگ جگ کر بڑے ہمارے اعزاز میں ہمیں  
 رائے کی دعوت دی ہے۔ یہاں تک کہ اُس نے دوبارہ وہاں آنے کے متعلق ہم سے تاریخ بھی  
 طوم کر۔ شاید وہ ہمیں پہچان گئی ہے۔ ہماری اس لٹکائی کے لئے تم جس قدر چاہو ہمیں سزا دے  
 تے ہو۔"

"سزا۔۔۔" بگت نے ہلٹے ہوئے کہا۔ اُس کے اعزاز میں سخت اضطراب تھا۔ اُس کے ذہن  
 کوئی خیال چکر لگا رہا تھا۔ "مرا تو میں اپنے آپ کو ڈوں گا۔ میں اب کبھی اپنی عورت سے نہیں  
 لگا۔ یہی سزا ہے۔"

بگت کے اس فیصلے پر سب ہٹے ہوئے تھے۔ بچن کو فخر آ گیا۔ وہ بگت کی جانب دیکھتا ہوا  
 آیا۔ "کیا کہتے ہو بگت؟ کیا تمہارے خیال میں ہم اسے کم ظرف ہیں کہ اسنے دوست کے سکھ  
 سے چلے ہوں؟ الفت ہے، اسی کو دہی پر۔۔۔" بچن کا چہرہ غصے سے سرخ ہو رہا تھا۔

اپنا ارادہ ظاہر کرنے کے طور پر بچن نے اپنے شانوں پر سے کارہو سوں کا کلیتہً اتار کر بگت  
 کے پیروں کے پاس پھیلا۔ "سلام ہے، اسی کو دہی کر۔"

بچن دروازے تک پہنچا اسی سے بگت کی بلند آواز نے اُس کو متوجہ کیا۔ "بچن۔۔۔ بچہ دار جو

کے زیورات پر قبضہ کرتا ہے۔ مرادگر مداخلت کریں، اس سلسلے میں ان کی مرمت کرنے کے علاوہ کچھ نہیں کرو گے۔ جیسے ہی اسی آواز ڈولوں، چار آدمی سامنے سے، چار عقب سے اور دو دوا دی دیان سے انہیں پوری طرح گھیر لیں گے۔" سب نے اثبات میں سر ہلا دیے۔

آدھے گھنٹے کے بعد انہیں زوروروشیاں حرکت کرتی نظر آنے لگیں۔ روشنیوں کی لائن دیکھ کر انہوں نے اندازہ لگا لیا کہ باتات کے سجے ہوئے ریڑھے آدے ہیں۔ جگت نے دہی آواز میں سب کو ہوشیار کیا۔ سب کی نظریں اندھیرے کے پار روشنیوں پر پڑی ہوئی تھیں۔ اُونچے نیچے اپنے پر لڑکتے ہوئے ریڑھے آدے کی گھبراہٹ سے ریڑھوں میں گڑی کی جگت سے لٹی ہوئی لائٹیں ریڑھوں کی حرکت کے ساتھ ہلتی ہوئی عجیب سی معلوم ہو رہی تھیں جیسے اندھیری جین پر ستر سے عثمانیہ ہوں۔ ڈاکوؤں کا خطرہ ہونے کے باوجود باتات رات کو کیوں آری ملی؟ اس کے لیے سب گولوں کو توجہ تھا۔

رات کے ستارے کو چہرے کی بیلیوں کے گھے میں بندھی ہوئی نکٹیاں عجیب سا سناں جاری تھیں۔ جگت نے ایک مشکل الاؤ پر دھک کر جھانکی۔ اُس نے کہا، سات سجے ہوئے ریڑھے تھے۔ ہاں پٹناؤں کے درمیان والے ماتے میں ریڑھے داخل ہو گئے۔ اسی لمحے ایک زوردار دھماکے سے فضا ٹھہرائی۔ ایک کچھدار آواز کو گونج کر روئی۔

ریڑھے والوں نے بیلیوں کی لگائی کھینچ لیں۔ سردی میں ریڑھوں میں سبز کمرے ہوئے مائی جاگ اُٹھے۔ پردے داخل پر خوف سے گویا۔ پر ایک ایک جگہ ستارے میں رو گیا۔

"کون ہے؟ کون ہے؟" کی آواز میں سنائی دینے لگیں۔

جگت، مشکل بلنے کر زمین پر اوندھا حلیہ کیا۔ اُس کا اندازہ غلط نہیں تھا۔ دواؤں کی آواز نے ساتھ دو کو لیاں سنسناتی ہو کر بیٹھنے کے قریب آئے۔ سو جا تھا شاید اور بھی جا ٹانگ ہوئی لیکن اس باخترت کے بغیر زمین پر چپک کر بیٹھنا۔ اُس نے سوچا تھا کہ کون کون سے گئے۔ جگت کسی قسم سے میں اُس کے ساتھ کسی نے اندھیرے کی چادر سے قطر کر پوری باتات کو کامیابی کے ساتھ لیبرے میں لے لیا۔ داخل پردہوں کو انہوں نے نیچے میں لے لیا تھا۔

ہومان کی کچھدار آواز گونجی۔ "خیردار۔۔۔ اگر کسی نے ڈرامی جگہ حرکت کی تو اسے گولی ماری دے گی۔"

سات ریڑھے ایک لائن میں کھڑے ہوئے تھے۔ ان ریڑھوں میں سے تیرے ریڑھے کے دل کے درمیان ایک داخل بردار چھپ گیا۔ کھنکھوں کے بل بیچہ کر اُس نے ہومان کے سر کا نشانہ مگر کھنکھتی ہوئی مشکل کی روشنی میں بچانے کے لیے دیکھ لیا اور پھر چپے کی طرح جگت لگا کر اُس کی پٹ سے چلتی ہوئی مشکل لگا دی۔ اُس شخص کے ہونٹوں سے دلخراش جھنجھل کر فضا میں لڑی۔ ساتھ ہی اُنکلی کی نال سے گولہ سنسنائی ہوئی ایک گولی ایک بل کی گردن کے بار بار تھیلے میں لسی جاتی رہی اور دواؤں کے گودا، ساتھ ہی اُس کی گولی سے بندھی ہوئی کئی کئی گولے نہ۔ ریڑھ ایک طرف اُٹ گیا۔ اسی کے نیچے داخل بردار شخص دیکھا۔ اندر بیٹھے ہوئے تین

ایک قدم بھی آگے پر چاہا۔ جہیں میری دوستی کی قسم ہے۔۔۔ آواز میں ایک چارے دوست کی آواز تھی۔ بچنے کے قدم جیسے ترش نہ تھے۔ وہ دُک گیا۔ جگت کا دوسرا کاٹلٹ اُٹھا کر آگے جڑا اور بچنے کے شانے پر ہاتھ رکھ کر جگت سے ہلے کچھ میں بولا۔ "یار! آخری لحات تک ساتھ نبھانے کے قول و قرار کرنے کے بعد اس طرح بے جاؤ گے؟ میں اپنے الفاظ واپس لینا ہوں۔ جتنی تہداری بھائی ہے، ملتا ہوں گا۔ مگر مینے میں صرف ایک بار۔"

بچن کی آنکھوں سے پیار کے قطرے اُبل پڑے۔ وہ چلا اور دونوں بہادر دوست ایک دوسرے کے سینے سے لگ گئے۔ اسی خوش اور جوش میں ہومان، کرپال اور ہوشیار دوڑ کر ان دونوں سے ہٹ گئے۔ اس سرت کے دوران ہومان نے دوستوں سے کہا۔ "چارہ میں اُس اونٹ مار کر لائی ہے شادی کروں گا۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ حسن ہوا جائے جہنم میں۔"

اوپر سے لوگ قہقہہ لگا کر ہنس دیئے۔

دو ہفتے بغیر کسی سرگرمی کے گزر گئے۔ درمیان میں اس طرح آرام کا جگت کا اصول تھا۔ اس دوران وہ نئے اسلحہ کی خریداری اور نئے آدمیوں کی بھرتی کا کام انجام دیتا۔ ڈاکوؤں سے حفاظت، مخبروں کی اطلاعات کے مطابق تمام منصوبے بھی اُنہی دنوں میں تیار ہو جاتے۔ آوی گئے ہی انداز کے قابل ہوں، ڈاکو اچانک اپنے قیام کی جگہ بدلتے رہتے ہیں۔ وہ سپر کے وقت اچانک حکم ملتا ہے۔ سامان باندھ لو! اور سامان کچھ جانے کر جگہ تبدیل کی جا رہی ہے۔ جگت کو جگہ جگہ محفوظ مقامات پر، آسرا مل جاتا تھا۔ وہ بھی کسی جگہ دو ایک دن تک بھی جاتا۔ اُس کے مقامی سامان اپنی جان کا خطرہ مول لے کر ان کی حفاظت کرنے کے سلسلے میں ہوشیار رہتے۔ رات کے کھانے کے بعد جگت اور اُس کے آٹھ سو آدمی الاؤ کے پاس بیٹھے ہوتے ہاتھ کر رہے تھے، وہی لمحے ایک خبر پہنچا۔

"ایک ہزار باتات ریڑھے پڑے ہوئے ہیں۔ یہ کسی زمیندار کی باتات ہے۔ بڑا قافلہ ہے۔"

سب لوگ ہوشیار ہو گئے۔ باتات کہاں سے روانہ ہوئی ہے کہاں جا رہی ہے؟ اس کی تفصیل، معلوم کی۔ باتات کے ساتھ کتنے کافر افراد ہوں گے؟ یہ بھی معلومات حاصل کر لی گئیں۔ کچھ خبر

باتات کی سمت روانہ کئے گئے۔ کچھ بعد ہی انہوں نے اندازہ کر لیا کہ باتات دو گھنٹے میں ایک مخصوص جگہ سے گزرے گی۔ لہذا باتات کو گھیرنے کا پروگرام بنا کر دس بارہ ساتھیوں کے ساتھ جگت

رو نہ ہوا۔

دوبلہ نونہا کے درمیان سے گزرتے ہوئے ریڑھے کے کیے راتے پر پہنچ کر جگت نے اچھا

گرد و دھواں میں تسلیم کر دیا اور۔۔۔ ستے کے دونوں جانب آؤ خانی پر انہوں نے مور سے ہاتھ لے

سہرے کی کمرے کے لیے دو جگہ چھپنے چھوٹے والا جلائے گئے اور باتات کا انتظار ہونے لگا۔

ساتھی کی مثل کی چار شخصیں تیار تھیں۔ ڈاکہ اُڑنے وقت انہیں جلاتا تھا۔ باتات لوٹنے کے

پر پرتے سے سب ہی واقف تھے، پھر جگت نے انہیں سنبھالیا۔

"دُہن کے قسم کو کوئی ہاتھ نہیں لگے گا۔ اس کے علاوہ دوسری عورتوں کو پریشان کئے بغیر ان

آدی باہر کی جانب گرے۔ ڈولہا اپنی تلواریں کے ساتھ زمین پر چت گرا۔ جوانان کی خوفناک ڈکیر کر وہ کھپکھپانے لگا۔

اسی عرصے میں جنت اُن کے درمیان پہنچ چکا تھا۔ سب سے پہلے دیکھتے ہوئے تیل کو حوضِ فاخر کے کھنڈر کر دیا۔ پھر زوردار آواز سے گرجا۔ ”تم لوگوں نے ڈرنا بھی چلا کر دکھانے کی کیا تو اس شخص کی لاش اس تیل کی لاش کے قریب بچا دی جانے کی۔ قابو کئے ہوئے لوگوں پر یٹن نہیں کرتا اور مقابلہ کرنے والے کو بچتی نہیں۔“

چنگا نام نہان سر بھی باہر آئی کھپکھپانے لگے۔ جنت نے اپنے ساتھیوں کو اشارہ کیا۔ غورقوں کے ناک، کان، گردن اور آنکھیں یا آفتوں پر سے سونے کے زیورات اُڑ گئے۔ سخت سردی میں ڈاکوؤں کے خوف سے کھپکھپاتے ہوئے باراتیوں میں سے ایک شخص نے جڑ کر جنت سے کہا۔

”تمہارا نام ہم نے بہت سنا ہے۔ اور جہاد ہی پارٹی غورقوں کو نہیں لیتی یہ بھی سنا ہے۔“  
”تم نے غلط سنا ہے میرے دوست!“ جنت نے تلخ سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔ ”میں غور کی عزت نہیں لوٹا۔ اکیلی ہوتا تو اس کے زیورات پر ہاتھ نہیں ڈالتا۔ میں جانتا ہوں کہ تم مرد عورت کی آڑے کرکھیں تھوڑے ہو سکتے ہاں بچانے کی کوشش کرتے ہو۔ جہاد ہی پر چال میڑ چکا ہوں۔ اس کے باوجود ذہن کے جسم کو ہاتھ نہیں لگایا جائے گا۔ وہ ہر طرح سے محفوظ رہے گی۔“  
”ذہن؟“ اُنھیں شخص نے کہا۔

”اس بات کے ساتھ ذہن نہیں کہیں ہے۔ ڈولہا بغیر شادی کے بات دہاں لے جا رہا ہے ڈولہا کے باپ نے عاجزانہ کچھ نہ کہا۔“  
”کی ہاں حضور! ہاتھ تو طرف سے لے ہیں۔ لڑکی کا باپ بے ایمان ثابت ہوا۔ اُس نے سے طے کیا ہوا جہیز نہیں دیا اور دہاں میں یہاں بھی لے۔ نہیں جانے دیں۔“

جنت سوچ میں ڈوب گیا۔ مشکل کی روشنی اُس کے چہرے کے تاثرات میں تبدیل ہوئی اور زمیندار کو جانی کی امید پیدا ہوئی۔ مگر چنگا کے ذہن میں دوسرا طوفان گردش بدل رہا تھا۔  
”بات منڈپ سے دہاں لوٹی۔ باپ کہے ایمانی کی سزا ختم ہے مصمم بھی کو دی۔ آج پاری کی زندگی کا تم لوگوں نے خیال نہیں کیا؟“ جنت نے دانت میں کرکھا۔ اُس کی آنکھیں اُن کی وجہ سے پھلک نکلیں۔

ڈولہا کے باپ نے بچہ ڈرتے ہوئے کہا۔ ”ہم لڑکے کو بیٹے ہی تو سمجھتے تھے۔ مگر طے کیا جہیز ملنا چاہیے تھا۔ آج جہیز دلا دیں تو ہم منڈپ کی جانب لوٹنے کو تیار ہیں۔“

جنت نے دانت چب کر آنکھیں پھیلاتے ہوئے ایک گھومنا سر کی پٹلی پر جڑتے ہوئے خود لیے میں کہا۔ ”اجن کے بچے آج توجہ سے سوزے زنی کر رہے ہیں۔ جتنے لوگ کا باپ بھگتا ہے جنت غصے میں بھر گیا۔ اس نے ڈولہا کے سامنے بیٹلی سے تمام کر اُس کا جسم بھرا دیا۔  
”اُنکو کے پٹنے اچھے تو کبھی لپٹا ہونے والی مصمم بیوی پر دم نہیں آیا جو تو شادی کے جہیز بیرو گانے کی طرح پلٹ گیا؟“

ڈولہا کے پیچھے پلے کھپکھپانے، پھر لڑنے لگے۔ ”کیا کروں۔ میرے باپ نے قسم دیا، لہذا میں ہار آیا۔ ورنہ مجھے خود بھی وہ لڑکی پسند ہے۔“

جنت نے اُسے دکھانے کے لیے آگ بٹاتا دیا۔ وہ اپنے ذہن میں کوئی فیصلہ کر چکا تھا۔ پہلو سے اپنا قول نکال کر اس نے آواز دی۔ ”جوانان! بچنا!“  
دونوں حاضر ہو گئے۔

”میری گھوڑی اور اپنے گھوڑے یہاں لے آؤ!“ پھر کپال اور ہوشیار سنگھ کو الگ بلا کر رکشیا نہ کچھ میں ساتھ کہنے لگا۔

چنگا کیمرہ جانتا ہے، ڈولہا کا باپ نہ بھگتا۔ وہ گھبرا ہوا سانس کی حرکات و سکنات دیکھ رہا۔ جوانان اور بچے سنگھ گھوڑے لے کر آگئے۔ لہذا جنت نے زمیندار کو حکم دیا۔

”جنت! گھوڑے پر سوار ہو جا!“ پھر چوٹا ہوا۔ ”تم اس کے گھوڑے پر بیٹھ جاؤا میں۔“  
”کیا؟“ چنگا نے ساتھ سوار کرنا ہوں ایک اور شخص ہمارے ساتھ چلے گا۔“

”اگر میں آپ کہاں سے جا رہے ہیں؟“ ڈولہا کے باپ نے کھپکھپاتے ہوئے لہجے میں کہا۔  
”منڈپ میں۔ تمہارے بیٹے کی شادی کرائیں گے۔“ جنت نے زہریلی مسکراہٹ لیوں پر ہلا کر کہا۔

ڈولہا کے باپ کچھ کہنا چاہتا تھا، اسی لمحے جوانان نے اُس کی پشت پر ایک گھونہ جڑتے ہوئے کہا۔ ”پہ رہو۔ ہم جو کچھ ہیں اُسی طرح کرو گے تم لوگ۔ تم خوش نصیب ہو جو چنگا تمہارے بیٹے کی شادی میں شرکت کر رہے۔“

جنت نے گھوڑی کی کلاں چنگا کیمرہ لگائی اور گھوڑی ہوا سے ہاتھیں کرنے لگی۔ اُس نے جانے سے پہلے ساتھیوں کو کہا۔ ”کوئی غریب بچی جھیر کی وجہ سے کنواری رہ جائے، یہ اُنصافی میں دانت نہیں کروں گا۔“

○

منڈپ میں سناٹا چھایا ہوا تھا۔ چار گھنٹے پہلے جہاں شہنائیوں کی گونج سے پورے گاؤں کی ٹانگیں موسیقی کی پیاری آواز گونج رہی تھی، وہاں اب ایک ارمان بھری کنواری کی بچگیوں کی دازیں آڑی تھیں۔ اُس کا غریب کر دہاں اپنے سر پر ہاتھ رکھے دو ہاتھ۔ لڑکی کی سوتیلی ماں کی زبان اس وقت چینی کی طرح چل رہی تھی۔

”اس لڑکی کے نصیب ہی خراب ہیں۔ منڈپ میں آیا ہوا ڈولہا بغیر شادی کے لوٹ گیا، اب میں روئے کی اداکاری کر رہی ہے؟ روئے کی بجائے اپنے آپ کو کسی کنویر میں مگر اگر ابوجہ بٹا کر۔“

لڑکی نے نا اوار مگر سے لوگ لڑکی کی حمایت میں بولے۔ ”تم جیتیم بچی کو تسلیم دینے کی بجائے بڑے سے رہی ہو؟ بات دہاں لوٹ کی، اس میں بچی کا کیا قصور؟ قصور ہمارے سنے بیٹے کا ہے، سوتیلی بہن کی شادی کے زیورات لے کر فرار ہو گیا۔“  
”غیر دارا جو تم نے میرے بیٹے کا نام لیا۔“ لڑکی کی سوتیلی ماں بھڑک کر بولی۔ ”وہ بھارو تو

ہوے میاں! "جنت نے مسکرا کر ہنسنے سے کہا۔ "اب وہ جنت کی بہن ہے۔ لہذا اسے رال میں لپیٹ لیتے ہو، یہ دیکھنا میرا کام ہے۔ آپ خود اساری رسوم پوری کریں۔" پھر سب کی ہیکم کر بولا۔ "خیر وارد کوئی منظر کے باہر نہیں جائے گا ورنہ کوئی بارودی جائے گی۔"

سب چپ چاپ کس رہے تھے۔  
حرم کو مدق سے کتاب پڑھنے کے لڑکی کے خاتماں والوں کے چروں پر روشنی پھیل گئی۔  
اے کاب کا چہرہ اڑ گیا۔ جنت نے اپنے جوتے ساتھی کو چڑھادی کی غرض سے مکان کے پچھلے میں بیٹھ دیا اور خود خاتماں اور بچن کے ساتھ آؤ پری منزل پر چلا گیا۔

وہیں والوں نے اُن کے لئے سفالی کے قہار آؤ پہنچ دیئے۔ شادی کی رسم پوری ہونے کے زما اور وہیں اپنے بڑوں کے چمن چومنے کے لئے ایک سب اسٹیکلر چند پوسٹ والوں ساتھ منظر میں داخل ہوا۔ سب لوگ چمک کر اُسے دیکھنے کے شایہ ڈاکوں کا تعاقب کرتے ہوئے پولیس والے یہاں تک پہنچے ہیں۔ ایسا سوچتے ہوئے لوگوں نے پولیس کے ساتھ اُسے سوتیلے بھائی کو دیکھا جسے جھڑکی لگی ہوئی تھی اور پولیس سب اسٹیکلر کے ہاتھ میں ایک چھوٹا دق نماؤ تھا۔ سب اسٹیکلر نے وہیں کے باپ سے کہا۔

"تمہارا یہ صاحبزادہ اچانک حالت ہاتھ لگا گیا۔ ہم لوگ ڈاکوں کی تلاش میں گشت کر رہے تھے۔ یہ زہر ات کا ڈبہ لے کر کھوکھلا اعزاز میں بھاگ رہا تھا۔ ہم نے اسے کپڑے پر چھ مچھکی ڈالا تو اسے۔"

لوکی کے باپ نے ذات میں کراپے بیٹے کو دو جانے بڑ دیئے۔ "کتنے انہیں کی امانت پر ڈالا تو اسے۔"

ڈولہ کا باپ سرت سے جھومتے لگا۔ "شاہا سب اسٹیکلر صاحب! آپ نے ہم پر بہت برا کیا ہے۔ یہ تمہارے اُس نے زہرات کا ڈبہ لینے کے لئے ہاتھ بڑھا دیا۔"

سب اسٹیکلر کرجا۔ "ابھی وہ سب سزا اعدالت میں مقدمہ چلے گا، پھر یہ آپ کو ملیں گے۔ اُس تک یہ سرکاری قہول میں رہیں گے۔"

ڈولہ کا باپ شرمسار ہو گیا۔ پولیس کی موجودگی میں اُس کی اصلیت واضح ہو گئی۔ وہ سب اسٹیکلر ایک جانب لے جا کر اُس کے کان میں سرگوشی کرنے لگا۔ سب اسٹیکلر کی ہیکمیں پھیل گئیں۔ اُسے چہرے کے تاثرات صاف بتا رہے تھے کہ اُسے یہاں دگا کی موجودگی کے بارے میں بتایا ہے۔

سب اسٹیکلر نے پتول ہاتھ میں منسوبی سے تمام لڑا اور آؤ پری منزل کی طرف بڑھا۔ اپنے ساتھی اپولیس والوں سے اُس نے کہا۔ "مکان کے گرد گھبرا ڈال دو! خیر وارد ڈاکو فرات ہوئے پائیں۔"

سب اسٹیکلر آؤ پری منزل کی جانب بڑھتے دیکھ کر لڑکی کا باپ درمیان میں آگیا۔  
"صاحب! سفالی کھا کر پھر کچھ کھینے گا۔"

سب اسٹیکلر نے اُسے ایک طرف دھکیل دیا۔ ڈولہ کا باپ سوچ رہا تھا۔ "ہمیں دو طرف فائدہ اچھ پورا ملے گا اور پانچ ہزار کا انعام بھی۔ تو بھیبھ دانی ہے ابھی اس نے میرے چمن

اپنے باپ کے ساتھ جھگڑا کر کے گھر سے چلا گیا۔ زہرات چائے کا اُس پر الزام دھرتے ہو۔ لوگوں کو کھڑ نہیں آتی؟"

زہرا بیٹھ کر، دو بار حاضری تبدیل ہو رہا تھا، اسی لمحے چار کھڑے منظر میں داخل ہو کر، گئے۔ سب کی نظریں اس جانب متوجہ ہو گئیں۔ وہ آگھیں پچھلے اس طرح عجیب منظر کے عجیبہ دو کوئی خواب ہو۔ جنت کھڑے سے جنت لگا کر زہرا پر کھڑا ہو گیا۔ اُس کے ہاتھ پتول نظر آ رہا تھا۔ شانے پر رائل ٹک رہی تھی۔ ڈولہ کے پاؤں سے تمام کھڑے سے اتارتے ہوئے بولا۔ "الحق کے بیچ اچھے اتر۔"

اُس کی کھانسا آواز سے سب چونک کر اُس کی جانب غور سے دیکھنے لگے۔ خاتماں نے ڈولہ کا باپ کو بڑے زعب سے پیچے بیٹھ گیا۔

"لوکی کا باپ کہاں ہے؟" جنت نے آواز دی۔ بڑا حاد جنت کے سامنے جا کر کھڑا ہو گیا۔  
"خود اس طرح کو بلاؤ اور شادی کا انتظام کرو۔"

یہ الفاظ سن کر لوکی کے کانوں سے گھرائے۔ اُس نے پہلی بار اپنا سر اٹھا کر اُسویہ آگھوں سے اُن کی جانب دیکھا۔ رو رو کر اُس کی آگھیں سرخ ہو رہی تھیں۔ آگھوں کا کا، آندوں کے ساتھ بہر کر زخاں اور پچھل گیا تھا۔ اُس کی ایسی مظلم حالت دیکھ کر جنت کے دل گیا۔ اُس نے لڑکی کے قریب جا کر اُس کے سر پر ہاتھ رکھا اور بولا۔

"بہن! مڑی ہو جاؤ۔ میں تیرے ڈولہ کو دیکھنے کے آگیا ہوں۔"

لوکی کی آگھوں سے سرت کے جٹے پھوٹ نکلے۔ اُس نے احسان معنادار انداز میں سر جھکا پوچھا۔ "آپ کون ہیں؟"

"میں کون ہوں، یہ جان کر تم کیا کرو گی؟ پھر بھی میں بتا رہا ہوں۔۔۔۔۔۔ دگا ڈاکو کا نام لے ہو گا۔ میں وہی ہوں۔" دگلے مسکرا کر کہا۔

لوکی نے جنت کی جانب دیکھا اور احسان معنادار طور پر اُس کا سر جنت کے قدموں میں جھا گیا۔ وہ جگ جگ کر رونے لگی۔ دگلے اُسے دونوں شانے تمام کر اٹھا دیا اور وہ بہن کی طرح اُس کے پیٹ میں سر چھپا کر رونے لگی۔ دگلے نے اُس کے سر پر ہاتھ پھیرنے لگا۔

ہر کوئی دگلے کے روتے میں جھکوان کو دیکھ رہا تھا۔ دو سوچ رہے تھے، جھکوان بھی اسی طرح اہم پکاروں سے پیار کرتا ہے۔

لوکی کے باپ نے غصوں کا جیسے دگلے کے زوہ میں خود جھکوان اُس کی عزت بھانے آ۔

بہن! نہیں تو وہ سب لوگوں کے طعنے سننے سے جیتر زہر کی کرنا تھا۔ حق کر لینے کا تیرہ کر چکا تھا۔ حرم کروا دیا۔ جنت نے ڈولہ کو گھورتے ہوئے وہیں کے ساتھ مقدس گتھ کے قریب بیٹھ جانے کا اشارہ کر دیا اور دلہا مدعا نے ہونے کے لئے اس طرح چپ چاپ وہیں کے برابر بیٹھ گیا۔

لوکی کا باپ دوزخ آؤ پری جنت کے ساتھ ہاتھ جڑتا ہوا بولا۔ "تم ڈاکو نہیں دیتا ہو۔ اگر میں موقع پر میری مدد کرتے تھے تو میری زندگی ختم ہو جاتی۔ اب اتنا اور احسان کرو کہ کھانا کھا کر جاؤ۔"

جنت نے اُسے آگھوں سے کھڑا کیا۔ جب تک لوکی ڈولی میں نہیں بیٹھ جاتی، ہم سب تک رہیں۔

چھوٹے اور یہ سرت آمیز انتخاب آکلیا۔ اب ہمیں کافی دولت ملے گی۔۔۔۔۔  
 ڈسٹے کے باپ کے چہرے سے سرت بھولی پڑ رہی تھی۔ سب انچکڑاؤ پری من  
 دروازے کے قریب کھینچ کر رک گیا۔ پولیس والوں نے رافٹوں کی ٹائیں دروازے سے  
 دروازے کو کھول دیا۔ مگر دروازہ اندر سے بند تھا۔ اس نے پولیس کو تیار رہنے کا اشارہ  
 دروازہ ہتھ پتھایا۔ اندر سے کوئی جواب نہ ملا۔ سب انچکڑاؤ دروازے کو زور سے دھکا دے  
 چھا۔ "تم لوگ چاروں سمت سے گھیرے ہو جا چکے ہو۔۔۔۔۔ جان باری ہے تو اپنے آپ کو  
 حواسے کر دو۔ اپنے ہتھیار زمین پر پھینک دو۔"

مگر اندر سے جواب میں خاموشی رہی۔۔۔۔۔ سب کے دل دھڑک رہے تھے۔ جان بھالے  
 لئے لوگ بھاگنے لگے کہ شاید پولیس اور ڈاکوؤں کے درمیان فائرنگ ہو اور وہ بے گناہ  
 جائیں۔ سب انچکڑے پولیس والوں کو حکم دیا۔ "دروازہ تو ڈرو۔۔۔۔۔"

پولیس والوں نے دھڑا دھڑ دروازے پر لائنیں مارنی شروع کر دیں۔ چند ہی لمحوں میں  
 ہتھکے سے کھل گیا۔۔۔۔۔ رافٹوں کا نشانہ نہ کرنے کی جانب کرتے ہوئے سب انچکڑے گر جاتے  
 میں کہا۔ "تمہارا عمیل ختم ہو چکا ہے، لہذا ہاتھ اٹھا کر سامنے آ جاؤ۔"

پھر بھی اندر سے کوئی جواب نہیں ملا۔ لہذا وہ پولیس والوں کو اس نے آگے دھکا دیا۔  
 سے کرے میں داخل ہو گیا۔ "ڈاکو کتنی آسانی سے اپنے آپ کو پولیس کے حوالے نہیں کرتے۔"  
 سب انچکڑے سو جا۔ مگر اسے ڈاکوؤں کی خاموشی سے سرت تھی۔

آگے بڑھتے ہوئے پولیس والوں نے اپنے افسر سے کہا۔ "جواب یہاں تو کوئی نہیں ہے  
 سب انچکڑا چہرہ لگا لیا۔ اس نے دیکھا مگر اس کی سمجھت میں بڑا ساسوراء نظر آ رہا تھا  
 میں نے دکھائی دینے والے آسمان کے ستارے چمک چمک کر سب انچکڑا کھانا ڈال رہے تھے  
 جیت کر ٹٹک تھا تھا کوئی نہ کوئی پولیس کو کسی نہ کسی طرح مطلع کر دے گا لہذا وہ کرے گا  
 سے بند کر کے اپنی موجودگی کا احساس دلانے کوئے چپ چاپ فرار ہو گیا۔

○○○

طرح ہوتی ہوئی عمر کی ہلکی ہلکی غصہ کی ہوا چندن کے زخموں پر تھکیاں دے رہی تھی۔ وہ  
 زلک کر جاگ کر بیٹھے اس کا کھجپہ اپنے پتیلے کیوں سے اس کے سینہ زخموں کو چھو کر اسے  
 مٹی تیرے بچا رہا تھا۔ چندن نے ایسا حسین خیال محسوس کر کے آنکھیں بند کر لیں۔ اس کے  
 ام میں جھٹی گندو کی سی ہونے لگی۔ شوہر کی چھائی میں کتنی بھلی راتیں اُسے بڑی طویل لگتیں۔  
 ات اکیلے میں جب وہ اپنے بستر پر لیٹی تو محبت کھکھی کی یادیں اُسے گھر میں اور وہ حسین خیالوں  
 کی گواہی۔ اور پھر کسی چھوٹے مصمم بچے کی طرح پندرہ اُسے اپنی آغوش میں لیے۔ پھر وہ  
 انہوں کی سینہ والوں میں پھنکی ہوئی محبت کے پاس پہنچ جاتی۔ لیکن صبح جب آگے کھنکھتی تو دل چننے  
 ہو۔ چندن بستر سے اٹھ کر چننے کی آنکھیں مل کر دیکھا، اجالا بھیل چکا تھا۔ اس نے اپنے سڈول  
 کو اُگھڑے دیکھا اور اپنے جسم کے شیب و فراز کو دیکھ کر وہ اپنی ہی شرمائی۔ پھر اسے خیال  
 آیا کہ بچے کھان میں کسی بنائی جا رہی ہے۔ وہ جلدی سے کھڑی ہوئی۔ اُس نے دیکھا ماں کی نے  
 ل کے قدموں کی آہٹ نہیں تھی۔ شاید وہ بھی اُس کی طرح اپنے بچے کی یاد میں گم تھیں۔ چندن  
 نے جھک کر انہیں پرکام کیا۔ ماں کی نے ہاتھ اٹھا کر کڑا دی۔

"بہو بچی آج تم جلدی اٹھ گئیں؟"  
 "جلدی نہیں ماں ادھر سے اٹھی ہوں۔" چندن نے مسکرا کر کہا۔ "بہو تو ساس سے پہلے اٹھ  
 جا چائے۔"

"تم سے کہیں نے کہا؟"  
 "کہا کسی نے نہیں۔" محراب ہی بتائیں جب آپ بیاہ کر اس گھر میں آئیں تو ساس سے پہلے  
 لو کہ تم نہیں کرتی تھیں؟" چندن نے مسکرا کر پوچھا۔

بہو کی بات سے ساس کو سرت ہوئی۔ پھر پولیس۔ "تم بہت ہوشیار ہو گئی ہو۔ اس طرح تم مجھ  
 ے پوچھنا چاہتی ہو کہ میں ساس سے پہلے اٹھتی کی یا نہیں؟"

چندن نے ماں کی کو کام کرنے سے روک دیا۔ "آپ کھڑی ہو جائیں۔ میں کروں گی۔" مگر  
 اپنی اپنی جگہ سے نہیں ہٹیں۔

"بہو! ابھی کتنی باریک ہے کہ مگر کے کام میں جھیں ہاتھ نہیں لگاتا۔ ابھی تو میری بیاہی بہو کے  
 فوں کی بھندی بھی نہیں سو گئی۔ اور انہیں کام کرتے دیکھ کر لوگ مجھے طعنے دیں گے کہ یہ کسی ساس  
 چھائی کل بھولائی ہے اور آج اس سے کام کر رہی ہے۔ تم مجھے طعنے سنواؤ گی؟"

"ماں! ایک لمحہ ہو چکا ہے میری شادی ہو گئی۔ مگر پھر بھی آپ کوئی بھی کام نہیں کرنے دیتیں۔"

اس کے ہاتھ سے کام لیتے ہوئے مسکرا کر بولی۔ "نئی بہو تو دن بھر مجھے میں دن ہو گئے ہیں۔"

ان اپنے لہری جانب بڑھ رہا تھا۔ کیا وہ مجھے پہلے وہ اسی طرح رات کے اندر میرے پاس  
 فی فوجی ساتھیوں کے ساتھ چھپ کر اسلحہ سے لیس ہو کر اسی گاؤں میں داخل ہوا تھا، ایک

نجات کی ماں! ایسی کوئی بات نہیں۔ میں نے سوچا جگت کا آدمی آئے گا تو اس سے معلوم کرے گا کہ اس کی کیا مرضی ہے؟ ” سنا ہے پیادہ کئے بغیر واپس لوٹتی ہوئی ہر بات لوٹنے لگتا ہے، وہاں نے



ساتھ تین دشمنوں کو بینہ کے دوران ختم کر کے ڈاکو بن گیا۔ اس کے بعد پہلی بار اپنے گھر آ رہا  
 مان اور باپ کو چہرہ دکھانے اور چند دن کے ساتھ رات گزرنے کا یہ دوسرا موقع تھا۔  
 اس کی اچانک آمد پر گھر کے تمام لوگ متحجب ہو جائیں گے اس لئے اس نے اپنی آنکھ  
 بارے میں پہلے سے مطلع نہیں کیا تھا۔ اسے اطلاع ملی تھی کہ ہنگامہ سہانے پانچس ہو کر گاؤں  
 پولیس کا گھیراؤ بننا چاہیے۔

تیرہویں دوار پر جانے کے بعد وہ مکان کے کھلے حصے میں داخل ہوا۔ وہی دروازہ کھول کر اس نے  
 محمودی ٹانگ کو دکھانے میں داخل کیا۔ ڈاکو کو اپنے گھر میں چھپ کر داخل ہونا بتا رہے اس خیال  
 اس کے لبوں پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔ اس نے نیچے سے کمرے کا دروازہ دھکیل کر دیکھا جو اندر سے  
 تھا۔ مان کو چگانے سے پہلے چند دن چٹکانا اچھا محسوس ہوا۔ وہ پہلی دوار پر چڑھ کر چھپ  
 پر کود گیا۔ چھپ رہے ہوئے کمرے کا دروازہ دیکھ کر اندر سے گھر میں آئے دوار پر چڑھ کر  
 نے ہاتھ ڈال کر اندر کی زنجیر کھول دی۔ پھر دروازہ اٹھکی سے کھول کر کمرے میں داخل ہو گئے  
 چھپ رہے سرد ہو کر بھڑک کرے میں داخل ہو گیا۔ کوئی پریشان ہوا چند کا پوچھ پچائے کا  
 چھپ رہے ہوئی لائین کی مدد میں دھڑکی ہو رہی تھی کمرے میں مکمل سنا تھا۔ چگانے لائین کی رو  
 کچھ اور بلند کی۔ چند دن کا بستر خالی تھا۔ بستر ہاتھ لگا کر چند انچ تک اس پر سوتی نہیں۔

"اچھی رات گئے چند دن آپ سوئے کے لئے کیوں نہیں آئی؟" بگت سوچ میں ڈوبا ہوا  
 اُتر آیا یہاں بھی سنا تھا۔ کمرے کے اندر کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ اس نے ہاتھ کر دیکھا۔ ایک  
 چار پائی پر کوئی سو رہا تھا۔ بگت جوتے اتار کر اندر داخل ہوا۔ اس نے سوتے والے کے سر سے  
 غلاب سر کا باندھ کر دیکھا۔ اس نے غور سے دیکھا۔ تیرہویں چٹکانے کا ٹانگ تھا۔  
 اٹھکھٹھ میں سلا کر سب کہاں گئے ہوئے کمرے؟ بگت نے سوچا۔

وہ بارہویں خانے میں چکر لگا کر واپس چلا۔ رات کی روشنی میں اس نے مکان کا جائزہ لیا۔  
 دوسرا پہلے چھپا کر چھپوڑ دیا تھا یہی سنی دکھائی دیا۔ اسے رات کی خاموشی میں سب کچھ سننا  
 نظر آیا۔ وہ بارہویں دروازہ پر کھڑا تھا۔ اس نے ہانک کر بولا۔

"ٹانگ! او ٹانگ! جاگ جاگ....." پھر بھی وہ نہیں جاگا۔ چگانے اس کی چٹکی بھری۔ "اے اے اے  
 نیند سوتا ہے۔ نیچے کوئی اٹھا کر لے جائے گا۔" بگت نے مسکرا کر کہا۔

"آکھیں ملتا ہوا ٹانگ آٹھ گیا۔ وہ بچا کے گھر میں سو رہا تھا، یہ بھولی علی گیا تھا۔ مگر سامنے بگت  
 دیکھ کر خیر غائب ہو گئی۔ آپ کس کی بگت بھائی؟....."

"ہاں....." مگر یہ سب کہاں گئے ہیں؟

بارہ تیرہ سالہ ٹانگ، بگت بھائی کے چہرے میں ہم ہو گیا۔ جس سے سارا علاقہ کھپکا ہوا تھا، بحر  
 شے پولیس کو پکڑ میں ڈال رکھا تھا وہ چکا ڈاکو اس کا چچا زاد بھائی ہے۔ یہ سمجھتا ہوا ٹانگ گاؤں میں  
 سیرستان کر چلا تھا۔ وہ بگت کی باتیں سننا اور بچا چھپا کر لوگوں سے کہنا، اپنی علی عمر کے لوگوں کے  
 سامنے اس نے بگت کی بہادری کے جس طرح محبت گائے تھے مگر ان واقعات میں اور بگت میں کتنا  
 فرق ہے؟ یہ سب وہ دیکھنا چاہتا تھا۔ اسے کھویا ہوا دیکھ کر بگت نے اس کا خلاف سمجھ کر کہا۔ "اے

مجھے پچھان کر بھی اس طرح غور سے کیا دیکر رہا ہے؟"  
 "کہاں چکا بھائی....." آپ ڈاکو نہیں آتے آپ کو دیکر وہ نہیں محسوس ہوتا۔"  
 اُت اس کی پشت پر چھپ کر رو رہے تھے۔ مگر اس نے سوچا اسے بھی تو ڈاکو کر شر دکھانا  
 بہا چاک اس نے چہرے پر خنکی دکھائی کر لی۔ "آکھیں چھپا کر چہرہ ہمایاں کا، دانت میں  
 دھلت میں سے پھول نکال کر دواؤ۔"

اے لڑکے بول اٹھ کر سب لوگ کہاں گئے؟"  
 کب چاہو گئے کا یہ روپ ڈیکر ڈاکو دروازہ کر دوتا ہوا چھپنا چاہتا تھا بگت نے اس کا  
 گردیا۔ "ارے بچے گرد گیا۔ تو ابھی بچہ ہے۔ اپنا تاشم اوکھیا محسوس ہوا نہیں؟"  
 لپٹا لپٹا ہوا ٹانگ ایک دم ہنسنے لگا اور بگت سے لپٹ گیا، بھراس کے چڑے شانے پر ہاتھ  
 مایلا۔ "بھائی جان! آپ آنے والے ہیں یہ چند ہم بھی کو چھپا تھا؟"  
 نہیں..... کی کوئی نہیں تھی....." بگت نے سوچا اگر چند کو خبر ہوئی تو وہ آج باہر نہ جاتی۔ پھر  
 نہ چھپا۔ "سب لوگ کہاں گئے ہیں؟"

نہارے گھر..... سندری بہن کی شادی ہوئے والی ہے۔ لہذا اب روزانہ ہمارے گھر جائیں  
 لڑکٹ بھائی باپ کو کہہ رہے تھے کہ شادی کے دن بہت ساری پولیس آئے گی۔"  
 نہیں..... پولیس کا دواں کیا کام؟" بگت نے سوچا کبھی میں چھپا۔

"نہو! آپ بہن کی شادی میں آئیں تو آپ کو گرفتار کیا جائے۔ اس کے باوجود اگر آپ ہمیں  
 باتیں کر تو پولیس آپ کو پچھان نہیں سکے گی۔ ٹھیک ہے نا بگت بھائی؟"  
 ایک سر سے جھوٹے لگتا تھا۔ بگت کو اس کی بات پر بھی آگئی۔ مگر اس کا دل چند کی یاد  
 پر رہا تھا۔ وہ اس سے لٹنے کے لئے چاہتا تھا۔

"ٹانگ! اب تیرے گھر میں تو تم یہاں کیوں سوتے ہو، کیا گھر سنہالے کے لئے؟"  
 "ہی نہیں....." آپ کی وجہ سے..... کہ آپ نہیں تو انہیں خردی جا سکے۔ اس کے لئے چند  
 نے مجھے چھپ کر ایک جیسے چھپا ہوا تھا اور آپ کے آنے کی اطلاع پہنچانے کا ایک روپیہ ملے  
 ٹانگ نے خوش ہو کر کہا۔

"جب تو تم تلخ میں رہے ٹانگ! بگت نے اس کی پشت پر ہاتھ بھیر کر لپٹی جب سے بھی پھر  
 پھانے لگا اور ٹانگ کو دیکھ کر کہنے لگا۔ "لوایہ میری طرف سے انعام۔ جاؤ ان تکی سے بونکہ  
 کیا ہوں۔ مگر کیا اس کی کوئی کٹھن نہیں ہو جائے۔"

ابوں سے اس کی مٹی بھر گئی۔ وہ خوشی میں رقص کرتا ہوا دروازے کی جانب دوڑا۔ "ارے  
 ملے خاموشی سے کھڑے رہتا۔ دیکھنا تھوڑی بھائی کی کراہی ہے۔ پھر مجھے آگ تانا۔"

ایک جلدی میں تھا، پھر بھی جانا ہوا۔ "بھائی! وہ کونک بھاری ہوں کی بایکٹ گادی ہوں  
 پاپاس بہن کر گئی ہیں۔"

تک کا تکی چاکر ٹانگ کے ساتھ وہ بھی دوڑ کر چند دن کے پاس پہنچ جائے۔ مگر وہ مجبور تھا۔  
 ہی کا دل ٹانگ کے ساتھ اپنی چٹکی کی جانب دوڑ گیا تھا۔ بگت سوچ رہا تھا، میں اچانک گھر

لہاں کے ارمان نکل گئے۔ دروازے بند ہوئے ہی چندن بول اٹھی۔

"اے اسی جلدی کیا ہے؟ پہلے ماں اور باپ سے قول آئیں۔ انہیں محسوس ہوگا جیسا شادی کر لیا ہوگا ہوگا۔ مگر کج کو اس بات میں دلچسپی نہیں تھی۔ چندن نے دیکھا کہ اُس کی پشت لڑوسی لہ لہاں کچھ سوچ کر چندن اُس کے قریب پہنچ کر اُس کی پشت پر ہاتھ بھرنے لگی۔ "اور کھڑے سے لڑنے لگے۔ وہ اصرار کیا؟"

اے ہی جگت کی بیٹے سے تشریح کو چندن کا ہاتھ چمکوا دیا اور تیز آواز سنائی دی۔

"دور دور مجھ سے۔"

چندن اس طرح پیچھے پیچھے چلے آیا کہ کچھ ٹپکا ہو۔ "آپ آئے اُس وقت میں کمر میں لڑی تھی۔ اس لئے ناراض ہو گئے تھے؟ آپ نہیں جانتے ہر رات آپ کے قدموں کی آہٹ سننے نہ لے چاہتا رہتی تھی۔ مگر میری بد قسمتی کہ جب آپ آئے میں کمر میں نہیں تھی۔ بڑے چپکے کمر کے بغیر جا رہا نہیں تھا۔"

مگر آخری الفاظ اُس کی زبان پر جم کر رہ گئے۔ جگت دُشی شیر کی طرح کھڑا ہوا تھا۔ اُس کی لہان سے شعلہ نکل رہے تھے۔ پیچھے ہوئے ہونے سے عجیب سی ہیبت تک رہی تھی۔ کئی ہولنی ہول میں خزان کی پیا س کی خوشبو کا یہ زہب دیکھ کر چندن کا دل ٹپکا۔ وہ دیکھتا نہ تھی۔

"تم وہاں کی تھیں، اس کی مجھے پروا نہیں۔ مگر تاہم کیوں تھیں؟ میں نے سنا کیا تھا۔"

تاکہ ایک لفظ کو اس کی طرح تھماتا۔

چندن ہمت کر کے بولی۔ "میں نے بہت اٹھار کیا مگر ماں اور چاہی طہ کرنے لگیں۔ لہذا مجھے بالکل دھڑکے کے لئے مجبوراً ایسا کرنا پڑا۔"

"توئی رات کی ہوا محمد نے دوسری رات سے پہلے توڑ دیا۔؟" جگت کی آواز میں مگر ج لہاں چندن کی آنکھوں میں آنسو آئے۔

"مگر اس وقت آپ نے یہ بھی کیا تھا کہ ماں باپ کا حکم نہ مانا۔"

"تم میرے سامنے دلیل دے کر مجھ کو روک رہی ہو۔ الفاظ کا کھیل کھیل رہی ہو۔ اچھے مگر کی دت کے تاج سے مجھے کس قدر لذت ہے یہ میں بتاؤں تمہیں؟"

جگت نے تیری طرح جگت لگائی۔ اُس کے ذہن پر شیطان سوار تھا۔ اُس نے دلوں ہاتھوں

چندن کی گردن دبا لی۔ اُس کے ہاتھ کی گرفت لمحہ بہ لمحہ تیز ہوتی گئی۔ چندن کی آنکھوں میں جڑی تھی۔ مگر جگت کو یہ دیکھنے کی فرصت نہیں تھی۔ چندن کے حلق سے عاجزانہ الفاظ باہر نکلتی

تھی کہ کمر سے تھک کر وہ آواز گھٹ کر رہ گئی۔ مجبوراً ہی کی بنا پر اُس کے منہ سے کچھ نکل ہی سکتی

تھی کہ کمر سے تھک کر وہ آواز گھٹ کر رہ گئی۔ مجبوراً ہی کی بنا پر اُس کے منہ سے کچھ نکل ہی سکتی

تھی کہ کمر سے تھک کر وہ آواز گھٹ کر رہ گئی۔ مجبوراً ہی کی بنا پر اُس کے منہ سے کچھ نکل ہی سکتی

آؤں گا یہ بھی اُس نے سوچ رکھا ہے اسی وجہ سے تاکہ کو یہاں سلا گیا۔ جہاں اطلاع دینے کا کاروبار تھا۔ یہ سب باتیں سوچ کر جگت کا دل تیزی سے دھڑکنے لگا۔ دلوں میں دوڑنا ہوا لہو لہو ہو گیا۔ رات کا گہرا اندھیرا اُسے ایسا محسوس ہوا جیسے پیا س کی جگت کو اپنی پیٹا میں لے لینا چاہتا ہے۔ جگت کو سردی زیادہ محسوس ہو گئی۔ کوئی پر ہوا میں لہراتے ہوئے دوپٹے کو جگت نے چارہ چھوڑا۔ "تاکہ اپنے کمر پہنچ گیا ہوگا۔" اُس نے سوچا۔ اُس کے ذہن میں تاکہ کے الفاظ گونج رہے تھے۔

"بھائی ڈھولک بھائی ہوں کی یا گیت گارہی ہوں گی۔" اور اسے دھپکا سا لگا۔ اُس نے پیر میں ٹپکی گیتوں سے نفرت کا اظہار کیا تھا۔ لہذا چندن ایسا نہیں کرے گی، اس پر اسے یقین تھا۔ ہر گھوڑے سے جینن کا بار بار تھا۔ وقت نکلتے ہوئے سریل تلی کی طرح گھٹ رہا تھا۔ گاؤں سے چرکھارنے ایک بچے کے گھارے پر چرٹ لگائی اور اُس کا دل دھل کر رہ گیا۔ تاکہ دروازہ کھول کر باہر ہوا جگت کے قریب آ گیا۔ "چچا، چاہی اور بھائی تینوں آدھ ہیں۔" اُس نے بے شکل کہا۔

"دوسرے کسی کو تو معلوم نہیں ہوا؟"

"نہیں۔ چاہی نے کہا یہ گیت پورا ہوتے ہی ہم آتے ہیں۔"

"تھارہا بھائی کی کمر پر تھی؟"

بارہ تیرہ سال کے تاکہ کو کیا پتہ کہ اُس کا جواب طوفان چکا دے گا۔ "اورے بھائی کو کافی دیکھ میں نہیں۔ ناچ رہی تھیں۔" یہ سن کر جگت آگ بگولا ہو گیا۔ اُس کے ہاتھوں کی مضامین کچھ کچھ آگے نہیں چمکتے تھیں۔ تھا تاکہ بول رہا تھا۔ "جگت بھائی کی بیوی ناچ رہی ہے یہ دیکھ کر پڑوسی عورتوں نے کھرا اچھا جھگڑا مٹا کر دیا۔ پھر دھرنے کی جگہ نہیں ہے۔"

"اس بس۔" جگت نے ہاتھ اٹھا کر کہا، پھر تیزی سے اوپر ہی منزل کی جانب بڑھتے ہوئے تاکہ سے بولا۔ "میں اوپر جا رہا ہوں۔ اپنی بھانجی سے کہنا۔"

اوپر ہی منزل پر جگت دُشی شیر کی طرح کمر سے ٹپک رہا تھا۔ اُس کے پیٹے میں لالہ مل رہا تھا۔ اُس کے چہرے پر سردی کے باوجود پیٹے کے قطرے دکھائی دے رہے تھے۔ ماتھے پر لالہ اظہار

سلوٹیں اُس کے ذہن کی آگ کا پتہ دے رہی تھیں۔

صدا دروازے پر دھک ہوئی۔ اُس نے والے افراد کے بیروں کی آہٹ سنائی دی، اوجھا

منزل کی بیڑیوں پر قدموں کی آواز سنائی دی۔

کچھ دیر پہلے میں سے کمر کے لئے جگت تھک رہا تھا اس وقت اُس کے لئے اُس کے دل میں آتش فشاں تھا۔ وہ چندن کی آمد کا انتظار کرنے لگا۔ بیڑیاں چڑھتی ہوئی چندن سے کہے ہوئے

ماں کے الفاظ جگت نے سنے چکر رہی تھی۔ "ہوا کچھ دیر بعد میرے گئے کوئی بھیجنا۔"

"بھتر ماں۔" چندن کی زبان میں بیاد بھری مضامین تھی۔ مگر جگت اس وقت چندن کی تھا۔ اچھا نیاں بھول گیا تھا۔ وہ دل کو پتھر کی طرح مضبوط کر گیا تھا۔ چندن کے کمر سے دھڑکنے ہوئے ہی اُس نے جلدی سے دروازے سے بند کر دیئے۔ بند ہوتے ہوئے دروازے میں انتظار کرتی

جکت نے جبکہ کر چندن کی ناک پر اٹھ لی تھی۔ سانس چل رہی تھی۔ جکت یہ دیکھ کر دروازہ کھولنے کی بجائے جھنجھکی کھڑی کھول کر باہر دوڑ گیا۔ جکت کی ماں اور باپ نے گھوڑی کی ٹانگیں سینا کوئی نظر ناک بات ہونے کی آگے بڑھنے سے ڈھکی ہو گئی۔

”جلدی سے کھلاڑی لے! اگر وہ دروازے توڑنے پر پڑاں گے ڈاکو نے میری بھوکیا کر دیا۔“  
سوہن سمجھنے سے دروازہ توڑنے کے لئے کھلاڑی پلٹ کر آئی۔ آگے بڑھنے میں جکت کے لئے قہر میں بدل رہا تھا۔  
”دیکھو! ذرا آہستہ کھولے۔ کہیں پر دھڑپوں کو یہ چل گیا تو پولیس کو اطلاع ہو جائے گی۔“  
پولیس اس کا تعاقب کرے گی۔“ جکت کی ماں نے گھبرا کر کہا۔

دروازے پر دھڑا کر کے ہوئے سوہن سمجھ دانت چیں کر بولے۔ ”ابھی بیٹے کی فکر کرو رہی ہو اندر بھوکیا کیا حالت ہوگی یہ تو سوچو! اگر وہ ڈیل میری بھوکیا جان سے نکیل گیا ہوگا تو میں بھی اس کھلاڑی سے اس کے کھلے کر دوں گا۔“

کھلاڑی کے تھوڑے دروازے کو چیر گئے۔ ہاتھ اندر جانے کے قابل سوراخ ہو گیا۔ جکت کے باپ نے اندر سے بند لٹیر کھول دی۔ دروازے کھلے اور دونوں جلدی سے کمرے میں داخل ہو گئے۔ مگر سامنے زمین پر چت پٹی ہوئی چندن کو دیکھ کر سانس اور سر کے قدم رک گئے۔ بھوکیا چوڑی چٹنی آٹھیں اور کھلا ہوا منہ دیکھ کر سانس صراپا کر ڈالیں۔ انہیں پکڑ آنے لگے۔ مگر انہوں نے اپنے دل کو مضبوطی سے قائم کر خود پر قابو پا لیا۔ انہوں نے چندن کے برابر بیٹھ کر اس کے سینے پر ہاتھ رکھا۔ سانس چل رہی تھی۔ وہ اُسے ہلاتی ہوئی بولیں۔

”چندن..... میری بیٹی.....“ مگر جواب نہیں ملا۔ نہ ہی جسم میں حرکت ہوئی۔  
سوہن سمجھنے سے اور ڈکے سے دیوانے ہو رہے تھے۔ اُن کی نظریں چندن کی گردن پر ٹھہر گئیں۔  
بچوں کے سر پر نشان صاف نظر آ رہے تھے۔ جو کچھ وہاں وہ ان کی سمجھ میں آ گیا۔ وہ سمجھنے میں ناکام رہے۔  
”خاتم نے اس کی گردن دبا دی اور ہماگ کیا۔ اسے خاتم سے ہوتا تو میں اس کے ہاتھ کاٹ دیتا۔“

ماں جی روئے نکلیں۔ اُن کا ہاتھ اپنی بھوک سے سر پر حرکت کر رہا تھا۔ ”بیٹے کو کونے کی بجائے جلدی سے بھوکہ ہوش میں لانے کی تدبیر کرو۔ اسے کچھ ہو گیا تو دنیا کو کیا منہ دکھائیں گے؟“  
اسی لمحے اُن کی نظریں دروازے کے قریب بھیجے ہوئے ناک پر پڑیں۔ کھلاڑی کی آواز پر وہ آدھ دروازہ کھولا تو گردنوں میں سے کسی نے اُسے نہیں دیکھا تھا۔ یہ منظر دیکھ کر وہ ڈر گیا تھا۔ اس موقع پر بھر دی جانے والے کسی کی بے نیازی ضرورت تھی۔ ماں نے کہا۔

”نیک! ابھی جا اور جلدی سے اپنے چتا اور ماں کو بلا لا۔ اور دیکھ! صرف ایک کھانا ضروری کام ہے۔ کسی کو کچھ نہ بتانا۔“ نیک دوڑا ہوا چلا گیا۔

میلی بار بجت نے اُسے بھیجا تو اس وقت سر تھی۔ مگر اب عجیب سا ڈکے کا احساس تھا۔ ماں جی نے چندن کے جبہ پر پانی کے پھینکے گئے۔ انہوں پر ہاتھ دیا کر پکٹیں بنائیں، دو گھونٹ پانی اُس کے منہ میں پیچایا۔ کچھ باہر نکل آیا مگر آواز بہت ملتی تھی۔ آواز۔ ساکت جسم میں حرکت پیدا

چندن نے جکت پر حرکت کرنے لگے۔ چندن کو ہوش میں آتے دیکھ کر ماں جی اور سوہن سمجھ کی آنکھیں روتے چمکتی نکلیں۔ اُس کے ہاتھوں پر مات کر کے ہوئے ماں جی نے پکارا۔  
”چندن بچی..... چندن!“  
چندن نے کھار کے ساتھ جسم کو ہلایا۔ اُس کے چہرے پر ڈکے کا گنا جھانی ہوئی تھی۔ اُس نے چلے گئے ہاتھ پھیرا اور دے کھتے ہوئے جھکے چھوٹے ہی اُس نے سسکی لی اور ہاتھ داییں کھینچ لیا۔  
”کیا کچھ صحتی ہے؟“ اُس نے اُس کے لیے کھڑک دیکر آواز ملتی تھی۔

”چندن! آنکھیں کیا ہو گئی ہیں؟ کیا ہوا؟“ آنکھیں کھول میری جی.....“  
”آہستہ چندن نے آنکھیں کھول دیں جیسے کسی میٹک خواب سے جاگی ہو۔ اس طرح ملاڑی نظریں سے اور گرد دیکھنے لگی۔ سانس سوکھ دیکھنے کے بعد اُس کی نظریں کمرے میں کسی گواہش کرنے لگیں۔ اُس کی آنکھوں کے آگے آنسو چھلانے لگے۔ اور وہ سانس کی گود میں سر اُڑھنے لگی۔ مگر اُس کے منہ سے رونے کی آواز نہیں چل رہی تھی۔  
”چندن! کیا ہوا؟ جکت کیوں داییں لوٹ گیا؟ تم نے چی کیوں ماری تھی؟“ سانس نے اُس کو کھلاتے ہوئے پچھا۔

سوہن سمجھ کا ذہن اب بھی غصے سے بھگ رہا تھا۔ ”مجھے تو صرف اتنا معلوم کرنا ہے کہ چندن کا ہر کیا تھا جس سے اُس نے چندن پر ہاتھ اٹھا۔ تمہاری کون سی غلطی تھی جس پر وہ گردن دہانا مانگا؟“ چندن کو قہر ہوا، گردن دہانے کا اُن کے لیے پتہ چلا؟ سر اٹکار میں ہلانے لگی۔  
”چندن! تم نہ کہو۔ ہم نہیں مانیں گے۔ تمہاری گردن پر اس کے بچوں کے نشان ہیں۔“

ماں جی نے چندن کو پانی پلایا، پھر آہستہ سے اُن کا ہاتھ پکڑ لیا۔ ماں جی نے جو کچھ دیکھا اور دیکھا اس سے جکت کے خلاف اُن کی نفرت بڑھ گئی۔ جس کی زندگی کا کوئی اعتبار نہیں تھا، ایسے اُسے کون صورت پر کار کرتی تھی؟ شادی کی کتنی رات اس نے اپنے شوہر کی چھائی چنے سے قبول کر لی۔ اس کی قد کرنے کی بجائے بیٹے کے لیے سر مزادی۔ بھوکے ساتھ ایک رات بڑا رہ رہ گئیں۔ اس میں کون کی دیکھ کر وہ اس کی جان لینے پر تیار تھا۔

اسی لمحے جیسے معدود دروازے پر دستک ہوئی اور سوہن سمجھ بڑے بھائی اور بھائی کے لئے بچے لگے۔ ماں جی نے چندن سے کہا۔ ”سچے سچا اور جی کو لینے کے لیے مجھے کہو۔“ انہوں نے لپٹ لیا اسے کیونکہ کھانا ہی بیٹھی سے وہ بھرا گئے تھے۔ مگر اب دل کو خنک تھا۔ ہوئی، خیر، اب اُسی طبیعت تھی؟“

چندن نے آنکھوں کے اشارے سے کہا۔ ”اب کچھ نہیں ہے۔“  
”بھو! اب کیوں نہیں لاتی؟“ وہ تمہارے سر میں کہاں نہیں ہیں، مجھ سے بھی چھاڑ کی؟“  
چندن نے بولنے کے لیے کھوکھلے گردن پر ہاتھ پھیر کر اشارے سے بتایا کہ وہ بول نہیں سکتی۔  
”ماں کی راز کر رہ رہ گئیں۔ چٹائی پر ہاتھ مارتی ہوئی تھیں۔  
”میرے قہیب کی خرابی جو جس نے اُس عالم کو تیرے گئے باندھا۔ آج مجھے محسوس ہوتا ہے پڑا ہونے ہی وہ کیوں نہ رہا۔“

یہ امید نہیں تھی۔“

”ہزارہ! جت کمر آیا تھا اس کے حلق تمہیں کس نے تیا؟“ سوہن سنگھ نے متعجب لہجے میں پوچھا۔

ہزاروں نے کمرے کے باہر کھڑے ہوئے جنوں کی جانب اشارہ کیا۔ ”بھانجے کے جوتے کو اسی سے رو سے ہیں مگر کہیں اس بات کو سمجھ سے چھانے کی کیا ضرورت ہے؟“

”وہ کس طرح آتا تھا؟ چھاننا ضروری نہیں مگر وہ بھاگ گیا، یہ ایک راز ہے جو ہم بتانا نہیں چاہتے۔“ سونہرے نگاہ نے حنا کو دیکھا۔

”بھاگ گیا۔۔۔۔۔؟“ ہزارہ کے لہجے میں تعجب تھا۔ ”تم لوگوں کو اطلاع دیئے بغیر چندن کو اٹھا لے گیا؟“

”ارے تم ایک عیالات رٹ رہے ہو ہزارہا! سوہن سنگہ گرم ہو گئے۔“ چنلن کو لے جاتا تو تازہ کہنیں ہوتا۔ ”مگر کیا؟“ ہزارہ کا جیس بڑھ گیا۔

”وہ چند دن کا کھل دیا کر فرار ہو گیا۔ دلائل کہیں کا۔“ دانت چپ کر سوہن گئے نے کہا۔ ”یہ تو کوئی نکل کام آگئی دور نہ۔۔۔“

ہزارہ کی آنکھوں سے ٹپکنے لگے۔ زمین پر پیر پٹن ہوا وہ کھڑا ہو گیا۔ ”ہمارے کی یہ  
مت..... وہ ڈاکو ہو گیا تو کھینے لگا کہ صرف وہی مرد ہے، ہم سب نے چڑیاں پسٹی ہوئی ہیں۔“

ہزارہ کا خون جوش مارنے لگا۔ چہن سے وہ اپنی بھانجی بہو ہونے کے باوجود بھائی کی طرح  
 بہت کرتا تھا۔ جگت اگر ڈاکو نہ ہوتا اور گھر رہتا تو وہ چہن کو بھانجی کی طرح لڑا کرتا۔ مگر اس  
 صورت حال میں لوگ لالچ کا وجہ سے وہ سنا ہوا تھا۔ جگت کی حرکت پر اس کا ذہن جھل اٹھا۔

”مگر یہ بنوئی تھی! بھلا بھی کا کون سا قصور تھا جس نے جنت نے ان پر قلم کیا؟“

بزارہ سمجھا کہ چدن، بجت کے خلاف کچھ کرنا نہیں چاہتی۔ "میں جا کر چدن کو رو سے پوچھوں  
 وہ مجھے بتا دے گی۔" بزارہ نے سخت لہجے میں کہا۔

”مگر ہزارہ اقم بجھتے کیوں نہیں؟“ سوہن تنکے اٹھن زدہ ہو گئے۔ ”اُس کے حلق پر خالِ م نے  
سنے ختمے کاٹے ہیں اس لئے وہ بول نہیں سکتی۔ ہم کو سوچ کر تھک گئے۔ رات بھائی اور بھابی بھی

”نہیں۔۔۔ سب نہیں جانتا۔ حکمت کے پاس جا کر اس کا گھر مان پکڑ کر اس کا جواب لوں گا۔ اگر

مگر آخری الفاظ چند نے ان کے منہ سے نہیں نکلے دیئے۔ سانس کے منہ پر ہاتھ رکھ کر  
چلا، چیخا اور سوکھنا کھڑے ہو کر آگئے۔ چند نے بھرم کی طرح جھپکھپکایا۔ خود کی ذرا سی غفلت کے  
بظا طوفان پر کھڑے ہو کر اس کا آئینہ آئینہ تھا۔ اس پر جو بے بسی تھی جس سے زیادہ وہ کسی دوسرے کو  
دیکھ کر آئے ہو رہا تھا۔ مگر اسے شہر کی جانب متوجہ نظر نہ دیا۔ دیکھتے ہوئے بولیں۔  
”ہوا؟“ یہ تو پوچھ رہے تھے۔ مگر یہ پتلا کیسے طرح ہوتا ہے؟ یہ ہے جسے تمہارا بیٹا اس کی آواز  
سمجھنے کے کیا ہے۔ آخر خیر اے یہ..... ماں باپ اور بیوی کا کلمہ کوٹنے آیا تھا وہ تو.....“ ماں  
باپ کی طرح بولی تھیں۔ بچی نے انہیں دیکھا۔

”دیورانی! اب چپ نہیں رہو گی؟ کیا گاؤں اکٹھا کرنا ہے؟ یہو کو ذرا آرام کرنے دو۔ اس کچھ علاج کرو۔ جاؤ! پیچھے جا کر اب ہاؤ۔“ حلق نرم ہو گا پھر بٹک ہو جائے گا۔“ سچے سچے

کچھ سمجھ لیا تھا لہذا انہوں نے صورتحال پر کنٹرول کر لیا۔ انہوں نے سب کو گچھے سمجھ دیا۔ پھر کچھ دیر بعد چنچن سیو گئی۔ سب لوگ مچ نیک جگت کے اس اقدام پر طرح طرح کی قاسم

آرمائیاں کرتے رہے مگر کچھ یقین نہ کر سکے۔ البتہ انہوں نے فیصلہ کر لیا کہ جو کچھ ہوا ہے اسے سمجھ کر باہی بہتر ہے۔ چند دن کو بھی فی الحال بچے اپنے آرتھریس کے مرکز کی کردار دیکھ

سے کسی نے کوئی بات نہیں کی۔  
 مگر کھیت سے ہاتھ کے لئے آنے والے ہزاروں کو بھی کسی قسم کا پتہ نہیں دینا تھا کہ کہیں اس

نوجوان شخص کا خون گرم نہ ہو جائے۔ اس صورت میں بڑی پریشانی ہوتی۔ خلاف معمول چندن کی بجائے بہن نے لسی کا گلاس دیا۔ یہ دیکھ کر ہزارہ کو تعجب ہوا، پھر اس نے اپنی بڑی بہن کی سرنگ

آگھیں دیکھیں جن نے معلوم ہوتا تھا کہ وہ کافی روٹی چیں۔ مگر میں بھی خاما خانا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے سارا کمر غم میں ڈوب گیا ہو۔

”یہن! کیا بات ہے؟ ایک رات میں ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے تم بدل گئی ہو۔“  
 ”نہیں بھائی..... رات بھر بچے کے یہاں جا گئے کی وجہ سے ایسا محسوس ہوتا ہوگا۔“ ماں جی نے

”اے ہاں..... کل رات بھانجے کی دلہن نے کمال کر دیا۔“ یہ سن کر ہاں جی کا دل جل گیا۔

ہزارہ کو کس نے وہ بات بتائی؟ جواب نہ دینا پڑے اس لئے وہ اندر جانے لگیں۔ مگر ہزارہ کہہ رہا تھا۔ ”کل رات گچھ کے ہاں کہتے ہیں، بھونے رنگ میں آ کر رقص کیا تھا۔ ہزارہ والے کہتے کا کہان

کہہ رہا تھا تمہاری سونے گاؤں کی عورتوں کو اپنا گردیدہ بتایا ہے۔“

پڑھ کی پرچھائیاں صاف دیکھ لیں۔ اُس نے مہربانیاں بڑھائی۔ ”بھین! تقیہ رات کوئی اہم بات ہوئی ہے۔“ اُس نے جتنوں کو دیکھنے کے لئے گھر میں نظر می گھمائیں۔ بھین بہنوئی خاموش رہے۔

”اچانک دو بولا۔ ”کل رات بھانجہ گھر آیا تھا؟“

جنت ایک دن اچانک اپنی بیوی کو لے جائے گا۔“ پھر مرد آہ بھر کر بولا۔ ”مگر وہ اتنی جلدی کرے گا

"ہو۔۔۔ میں یہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔" یہ سن کر ماں جی کو جھٹکا۔ "مگر تم چچا کے گھر میں اٹھ بیٹھ گئیں کوئی پروتھ نہیں کیا۔ ہمارے یہاں عورتیں ایسے موقعوں پر ناجی ہی ہیں۔ کیا ہے یہی خیال نہیں کہ اس کی ماں بھی شادی کر کے اس گھر میں آئے کے بعد کی بار ناجی ہے؟" "مگر اس کی آنکھوں نے مجھے نہ دیکھا تھا۔" مگر کبھی میں نے دیکھا ہے۔" "چند نئے بھائی۔" ماں جی نے سر آہ بھری۔

"تم تو بہت سچ کر رہی تھیں مگر کچھ عیسویوں جی نے تمہیں مجبور کیا۔ مجھے اگر اس بات کا پتہ ہوتا تو میں بھی ایسا نہ کرتی۔" میں نے دیکھا ہی نہیں تھا۔ "ابھی تو وہاں سے لپٹا چلا رہی ہو۔"

"ماں جی! اگرچہ ہو گیا اس کے لئے دل چاہا ہے یہ کیا فائدہ؟ اب آپ بھی دل ہلکا نہ کریں۔" "میں ساس سر کاٹھ لٹکا کرنے کے لئے عاجزی کر رہی تھی۔ مگر ماں جی کو ٹھیک نہیں لگا۔"

"نہیں، ہوا تو کچھ بھی کہیں جگت کو صاف نہیں کر دی۔ اب اس گھر میں قدم رکھنے سے بڑا سہ کر گیا ہو گا۔" "ماں جی! آواز معیوب تھی۔"

"سوئمن گنگ نے بھی کہا: 'بہن! تمہاری ساس چچی ہے۔' اب ہر کسی عورتوں کی حفاظت اور گھر کی دیکھ بھال کا کام ہے؟"

چند خاصوش رہی۔ اُس کے دل نے جگت کو صاف کر دیا تھا۔

اُس رات کافی وقت گزرنے کے بعد کسی نے صدمہ دوڑا دے پر دستک دی۔

"کون ہے؟" "پوچھنے کے باوجود جواب نہیں ملا۔ سوئمن گنگ جو چکے ہوئے۔ لائین کی ٹی کچھ بند کر اور دوڑا دے کھل دیے۔ چہرے پر تعجب ہے پتے ہوئے ایک شخص اندر داخل ہوا۔

درا کر اُس نے چہرے سے نقاب الگ کر دی۔

جنوان کو دیکھ کر جگت کے پاپو کو بڑا حیران ہوا۔ جنوان نے محسوس کیا کہ اس کی آمد پر کسی کو رت نہیں ہوئی۔ کچھ دیر تک اُن کے درمیان خاموشی رہی، پھر جنوان کے ضبط کا بندن ٹوٹ گیا۔

"آپ کو کچھ ہے؟" سوئمن گنگ نے کہا۔ "میں کیوں آیا ہوں؟"

"تم خود ہی بتاؤ کہ کیوں آئے ہو؟" سوئمن گنگ نے شک سے بھرے لہجے میں پوچھا۔

"مجھے کچھ کہنا نہیں، البتہ وہ معلوم کرنی ہے۔" اُدھر جگت بھی بھاری چہرہ لے کر گھوم رہا ہے،

رہا آپ لوگ بھی کسی کی حقیقت نظر آتے ہیں۔"

اُسی لمحے چدن اوپری منزل سے بیچے آئی۔ جنوان نے اُسے دیکھ کر کہا۔ "آپ لوگ نہ ہیں۔ میں بھی سب سے معلوم کر لیتا ہوں۔" جنوان آگے بڑھا۔

"جنوان غمزدہ! سوئمن گنگ نے درمیان میں گڑھے سے ہر کہا۔

جنوان چپ چاپ انہیں دیکھنے لگا، پھر بولا۔ "آپ ناراض ہو رہے ہیں۔ آپ جانتے ہیں میں دعویٰ خفیہ سے میں ڈال کر یہاں آیا ہوں۔ اور وہی جگت کو اطلاع کے بغیر۔" پھر ذکر کر

"مجھے ایک گلاس پانی دینا۔"

پانی پینے کے بعد جنوان نے مزید کہا۔ "جگت یہاں ہے ابھی کے بعد بالکل بدل گیا ہے۔" نئے بات نہیں کرتا۔ سارا دن اُس رہتا ہے جیسے اُس کے دل میں آگ میں دلی ہو۔ میں

گنگ ہو۔ مگر چدن کو اس کے متعلق کوئی غلط بات دینی بھی نہیں کہ سنا۔ دوسرا خیال اُسے چہ آواز کے متعلق ہوا۔ کیا یہ سچ ہے لئے چدن کی آواز بند ہو گئی ہے۔؟

"بھونکی گئی! اب ہر کسی حکیم یا ڈاکٹر کو دیکھ کر دو اور قیصرہ لیں۔؟"

"ہزار ہا! یہی نہیں ہو سکتا۔ جسے دکھا نہیں گئے اس سے بھی بات چپا نہیں سکتے۔ اگرچہ کارنامہ ظاہر ہو گیا تو ہمارے خاندان کو درست نقصان ہو گا۔ دو چار دن انتظار کریں شاید کھل جائے۔"

دو دن اس بات کو گزر گئے۔ چدن بستر میں پڑی مگر سب حالات کو دل بخال میں دیکھ رہی تھی۔ اُس کے کان میں ساس کی آواز کو گونج رہی تھی۔ "بھئی! عورت کا کبھی حال ہے۔ جب دل میں آگ لگتی ہے اور دل چاہتا ہے تو وہ مہر کرتی ہے اور آنے والے کچھ ہے؟" میں سر جھکا کر کام میں لگ جاتی ہے۔ "بھئی! کچھ دبا ہے وقت جگت کو خفا کی چہرہ نظروں کے سامنے آ جاتا ہے۔ جب وہ بیقرار ہو جاتی۔" انہیں بند کر کے وہ شوہر کے ساتھ گزاری ہوئی پہلی رات کر نے لگی۔ مگر اُسے خبر نہیں تھی کہ خوب کے غلط رویے کو بھلانے کے لئے لاکھ کوشش کی جائے اس کی یاد دل میں گہری ہوئی چلی جاتی ہے۔ دل میں بھی کوئی جرت باز راستانی ہے اور نفرت کرتی ہے۔

ماں جی صبح کے وقت دہی سے لٹی بنا رہی تھیں کہ کچھ ایک انہوں نے چدن کی خفا کی چیخ مچا کر کہا۔ "کیا ہو۔۔۔؟" "بھئی! وہ اوپری منزل کی جانب دوڑیں۔ سوئمن گنگ بھی بستر چھوڑ کر پڑے۔ وہ بستر میں بیٹھی خوف سے غرغر کا پ رہی تھی۔

"کیا ہوا؟" "کیا ہو۔۔۔؟" "ماں جی نے چدن کو قریب جاکر پوچھا۔ اور اُس کی چیخ پر ہاتھ جھکے لگئیں۔ چدن ہری طرح رو رہی تھی۔ وہ ماں جی سے لپٹ گئی۔

"ماں جی! خراب نہیں کوئی میرا صحت دیا ہوا تھا۔ لہذا میری چیخ بھل گئی۔"

پہلے تو ماں کو دوپ کا محسوس ہوا، مگر پھر خوش ہو گئیں۔ "چدن بچو بچو لئے گئی۔" وہ شوہر کی جانب گھما کر کہیں۔ "اُسے دیکھ رہے ہو، بھئی! زبان بھل گئی۔"

چدن کو یاد آیا کہ اُس نے خواب میں دیکھا تھا کوئی بہت دور سے ملنے دیا رہا ہے اور وہ توجہ رہی ہے۔ ساس بند ہو رہی ہے، جان بھل رہی ہے۔ اس احساس سے اُس کی چیخ بھل گئی۔ خوب کر دل کا بوجھ ہلکا کرنے کے بعد چدن سے ماں جی نے آنکھیں سے پوچھا۔

"چدن! اب بتا کیا بات ہوئی تھی اُس رات کو جس سے جگت نے یہ اقدام کیا؟ تجھ پر کسی قسم الزام تو نہیں لگایا؟"

"نہیں ماں۔" "چدن نے کہا۔ اُس کی آواز اب بھی عجیب سی ہو رہی تھی۔ "بات بہت چھوڑا تھی مگر قصور میرا تھا۔"

"تیرا قصور؟" "ماں جی جبب لہجے میں ہوئی۔ "شاید وہ آیا اور تم گہری نہیں تھیں اس لئے اُس داغ خراب ہو گیا ہو گا۔"

"نہیں ماں جی! اچھا کے یہاں میں نے دیکھا تھا۔ لہذا انہیں حسد آئی۔"

کلیں مبارکباد دے گیا مگر دیر نہیں آئی۔ وید کی غیر حاضری سے بھولانے کی سرت میں وہ کی لہو کر رہی تھیں۔

”آؤ دیو!“ ماں جی کی آواز نے استقبال کیا۔ مگر انہیں یاد آ گیا کہ پہلے وید سے جھگڑا کرنے والوں نے عہد کیا تھا۔ لہذا آواز میں معذرتی صہ پیدا کر کے بولیں۔ ”میرے بیٹے کی شادی کو مہینہ ہو گیا۔ آج تم دکھا دیو۔۔۔ ورنہ ورنہ کہا کرتی تھیں کہ بھوکے موت کب دکھاؤ گی۔“ آخری الفاظ ماں جی نے وید کی طرف دیکھتے ہوئے کہے تھے۔ وید ان کے فریب آ کر ہنسی۔

”بھٹے ماں جی! میں چرلہا جلا دی جی ہوں۔“ وید نے کہا، پھر کلیاں ٹھیک کر کے دو تین چھوٹوں کی چرلہا جلا دی۔ ماں جی کے چہرے پر پھیلا ہوا معذرتی صہ جاتا رہا۔ ماں جی کی پیار بھری نظروں اور کچھ کر دیو بولی۔ ”آپ کی بھوکے موت تو میں بہت دن پہلے دیکھ چکی ہوں ماں جی! الگ الگ منہ لائی کا انعام ایک روپیہ بھی دے چکا ہوں۔“

”مجھے اس بات کا چہرہ ہے۔ مگر وید دینی اچھے بیٹے بات جاننے کے باوجود بھی تم پر صہ آیا۔“ ماں نے سگڑا کر کہا۔

”کیوں، کیا ایک روپیہ کم تھا جو آپ مجھے ہو گئیں ماں جی؟“ چوٹے پر برتن رکھتی ہوئی وید بولی۔

”ارے بھئی! اتنی ایک روپیہ سو لاکھ کے برابر ہے۔ مجھے تو اس لئے صہ آیا کہ تم ایک لڑکی لگی ہو جسے بہو دکھانے کے ارمان تھے اور تم نے چپ چاپ چندن کو دیکھ کر لیا۔“

ماں جی کی طرح وید سرکرائی۔ ”واہ۔۔۔ بہو تو آپ کا پورا پورا دانی ہے ماں جی! اس نے آپ کو سب باتیں بتا دیں۔“

”یقیناً۔۔۔ اپنی ماں سے کوئی بات چھپانے والی سبیری چندن نہیں ہے۔“

”اس کے باوجود ماں سے چرلہا چھوڑا ہی ہے۔“ وہ ماں جی کا دل بھلانے کے لئے کچھ زانگہ کرتی ہوئی بولی۔ ”دو چار دن میں پورا ایک مار گزر کر میرا کچھ ہیقیم صاحب باور پٹی خانے سے رہ جائیں۔“

”سبیری بہو کو کھمت کر لڑکی! ماں جی نے ہنس کر کہا۔ پھر اس کے منہ میں لادو رکھتی ہوئی بولیں۔ ”مذہبھا کر۔۔۔ میں نے جتن کے بعد آٹھ دن تک صہائی رکھی تھی کہ تم آؤ گی۔ مگر تم نہیں آئیں۔“

وید کے چہرے پر غم کی گھٹا چھائی۔ ”کیا کروں ماں جی؟ میرا دل ادھر رہتا ہے مگر گھر کے باہر ہر کھٹے کا مومج کل ملتا۔ آج چاہی دو ش کے لئے کی ہوئی ہے لہذا چپ چاپ کھٹک آئی ہوں۔“

”کچھ یاد کر کے بولی۔“ میں تو آپ سے باتوں میں لگ گئی۔ بہو کہاں ہے؟ مجھے اس سے دو گھڑی ناچا ہے۔“

”اوپر ہی حوڑل پر۔“ ماں جی چندن کو بلانے کے لئے آواز دے رہی تھیں مگر وید نے انہیں روک دیا۔

”رہنے دیں۔ میں آپ جاری ہوں۔ آپ کی غیر موجودگی میں اُسے ذرا ناک کر سکوں گی۔“

نے کئی بار دوپہی گھر وہ شے میں بیچ کر نہیں خاموش کر دیتا ہے یا مڈم پھر کر زور چلا جاتا ہے ہم نے بیزار ہو گیا۔ اس طرح آج بھی اکیلا چلا گیا۔ جاتے ہوئے اُس نے کہا میں دن کو گھر آؤں گا گوئی میرے تقاب میں آیا تو چھوٹک ڈوں گا۔ ایسا حواج ہو گیا ہے۔ اس سے پہلے اپنے ساتھیوں کے ساتھ اس نے ایسی حرکت نہیں کی تھی اس لئے ہم صہا رہے ہیں کہ ضرور کوئی ایسا ہو گیا ہے ورنہ جگت ایسا نہیں ہے۔ کوئی بات اُس کے دل میں کلک ہے سبکی وجہ ہے کہ وہ اپنے قابو میں نہیں ہے۔“

جنوان کی زبانی یہ سن کر جگت کے ماں باپ فطرت سے ہو گئے۔ چندن شہر کی اس حالت کا، کر کے فکرمند ہو گئی۔ سو دن بچھنے کے تمام واقعات سے جنوان کو آگاہ کیا۔ جنوان بکتے سے عالم سب کچھ متاثر ہا۔ بکت کے اس عمل پر اُسے نفرت ہوئی مگر یہ وقت اس کا اٹھارہ کرنے کا نہیں اُس نے دھمکے کچھ نہیں کہا۔ ”بکت نے بیچا نہیں کیا۔ اس بات کا نہیں افسوس ہے۔ مگر وقت وہ دیکھتا رہا ہے۔ اُسے اپنی وہ حرکت مکمل رہی ہے۔ اگر ہم اس وقت اس کو اس آگ سے نہیں نکالیں گے تو کوئی ایسی بات ہو جائے گی جس کے لئے ہمیں پچھنے کا وقت بھی نہیں گا۔“ جنوان نے بکت کے پاس سے کہا، پھر فطرت کی جانب اشارہ کرتے ہوئے گویا ہوا۔ ”میں سبھی بکت کو فحش کرنے کے لئے اچھوڑ کر پیچھے رہ گیا ہے۔ اور بکت اکیلا نہیں گھوم رہا ہوا۔ صورت میں۔۔۔“ جنوان کی آواز بکرا لگی۔ چندن کی ٹپٹیں بھی یوٹل ہو گئیں۔ کچھ دیر تک یہ لوگ خاموش رہے۔

”جنوان بھائی۔۔۔ آپ کے بھائی جہاں بھی ہوں، اُن سے جا کر کہتا چندن نے آپ سے معافی مانگ لی ہے۔“ پھر کچھ دیر تک کراس، دسر کے سامنے دیکھ کر بولی۔ ”ان سے کہنا ماں جی سے ملے بغیر چلے گئے اس کے لئے انہوں نے بھی آپ کو کھاف کر دیا ہے۔ اگر اس فطر گھر سے نہ پھیر لیں گے تو ہم کس کے سہارے ڈھو رہیں گے؟“

چندن بکت کے الفاظ سب کے دلوں کے فطر پر ہم کا کام کر گئے۔

سردی زحمت ہونے سے پہلے آخری زور کے طور پر کچھ زیادہ چڑھ گئی۔ بیج کی ذمہ داری سے ابر بھٹ گیا اس طرح سورج کی روشنی نے پوری کائنات پر اپنا تسلط قائم کر لیا۔ بکت کے گا میں لوگ ناشے سے فارغ ہو چکے تھے۔ سو دن بچھنے کے بعد ہر گھر کے ساتھ کھیتوں پر چا پتے تھے۔ ہا جی باور پٹی خانے میں چرلہا چھوٹک رہی تھی مگر چرلہا چلنے کی بجائے ذمہ داری کی وجہ سے پورا باور پٹی خانہ بھر چکا تھا۔ وہ بار بار اپنی بوڑھی آنکھیں تنگ کر رہی تھیں۔

صدورہ آواز سے کی چھوٹی ٹھکڑی کھٹنے کی آواز کے ساتھ کچھ گھر میں داخل ہوا مگر ماں جی نے اپنی مصروفیت کی بنا پر اس کے داخلے کو محسوس نہیں کیا۔

”ماں جی۔۔۔ گھر میں بھائی ہے اس کے باوجود آپ چرلہا چھوٹک رہی ہیں؟“

اس آواز کو سن کر ماں جی کے کان کھڑے ہو گئے۔ اس آواز کو سننے کے لئے اس جی چٹام تھیں۔ وید کے اس طرح آج کا آنے پر انہیں بے پناہ مسرت ہوئی وہ مسکرا کر سوچنے لگیں، مہا

دیورسکرائی ہوئی کھڑی ہو گئی۔

”اسے لڑکی! میری بہو کو زبردہ تنگ نہ کرنا۔ سمجھیں؟“ ماں جی نے دیورے سے کہا، پھر سکر دیورہ جتنی ہوئی اُپر بچتی گئی۔

دیورے نے آواز دھمکن سے چلے ہوئے دروازے کے قریب جا کر اندر جھانکا۔ چہ پر کچھ بھی ہوئی دکھائی دی مگر کسی کے دھمکن کی آہٹ یا سہا کر اس نے فحشی اپنے بیویوں کے دی۔ دیورہ اس کے سامنے کھڑی ہو گئی۔ وہ شہر بارگش پر دیکھنے لگی۔ ساتھ ہی وہ پینس پر دیکھ کر رہی۔

”بہو داری آرام کر رہی ہیں شاید۔“ دیورے نے بڑا خفا کی لہجہ میں کہا۔ ”اُس دن چھت پر ا دیکھے بغیر روپیہ انعام دیا لہذا آج جی جا کر روپیہ وصول کر لوں۔“ دیورے نے جتنے ہوئے چندن خریلے انداز میں روپے کی کنار و انتوں میں دبا کر سکرانے لگی۔

”آج بھی غلام دن آگئی ہوں۔ ماں جی نے ابھی بتایا لہذا اُدورے صورت دیکھ کر دل خدا پڑے گا۔“ پھر بھی چندن کچھ نہیں بولی لہذا دیورے نے اُسے پھیلوا۔ ”سننا ہے جگت تنگ لگتی ہو لائے ہیں۔ بیکاری بولی نہیں سکتی۔“

چندن کا دل جھنجھ گیا۔ وہ دیکھ کر اس بات کا کچھ نہ چلا۔ مگر یہ دیورہ بارہ بولی تو اسے اہم ہو گیا۔ ”بھئی بیکاری میری زبان کو تنے میں آئی دیورہ تو نہیں لگادی؟“

چندن زور سے ہنس دی۔ اب اس نے جواب دینا مناسب سمجھا۔ ”دیورہ! میں اچھے عرصوں کے آپ صرف میرا منہ دیکھنے آئی ہوں۔ لہذا زبان بند کر کے بچھی جی۔ مگر تم میں اٹھکیاں کر لیتے پر مجبور کر رہی ہو۔ بڑی شرم ہو۔“

”چھانو تم شرم ہی؟“ دیورے نے منہ پھلا کر کہا۔ ”معلوم ہوتا ہے میرے حلق میں تنگ صاحب کچھ جاتی ہیں۔“

”ماں جی نے تمہارے حلق میں کچھ بتایا ہے۔ تمہاری قریب کرتی ہیں۔“

”ماں جی بہت بھولی ہیں لہذا تعریف کر دیں گی۔ مگر لوگ میرے حلق کیا کہتے ہیں وہ شاید؟“

”نہ نہیں سننا۔“

”وہ بھی سن ہوں گی۔“ چندن نے معنی خیز لہجہ میں کہا۔ ”میرے سینے آکر گھر میرے کا میں سب کچھ کہہ گئے۔“ چندن اتنا کہہ کر اپنی بات کا رد عمل دیورے کے چہرے پر بھلائی گئی۔

”دیورے کے چہرے پر غصہ نہ جس تنگ رہا تھا۔ چندن نے کہا۔

”یہ سب کچھ سننے کے بعد بھی تم مجھ سے ہنس کر باتیں کر رہی ہو۔ یہ تعجب کی بات ہے۔ اُنہما نے بھی تمہارے حلق مجھے بتایا تھا۔“ چندن نے کہ دیا۔

”دیورہ! انہوں نے“ کے لفظ پر چونک گئی۔ اُس کا جیس بڑھ گیا۔ ”کیا کیا تھا جگت نے؟“

”نہیں کہ۔۔۔“ چندن کچھ سے غمگین کی پہلی ملاقات میں وہ دیورے سے صاف بات کر رہی ہے اچھا بھی ہے یا نہیں اس اٹھنے کے دوران وہ غماض میں تھی۔ مگر دیورے نے اُسے مجبور کیا۔ لہذا اُس نے کہا۔ ”وہ کہہ رہے تھے کہ ان کے لڑکے بننے میں غماضی دیکھی کے علاوہ تم بھی ایک سبب ہو۔“

چندن نے دیورے کے چہرے پر ہست کی گوی لکیر محسوس کی۔ پھر بھی رو پڑی۔ غصے کا اظہار لی ہوئی دیورہ بولی۔ ”انہوں نے یہ کہا؟ پھر ڈاکو بننے کے بعد سال بھر سے وہ مجھ سے کیوں نہیں؟“ انہیں مجھے دیکھنے کی فرصت ہے۔“ دیورے کی آواز پکپکاتے لگی۔ اُس کا دل بھر آیا مگر فوراً ہی احساس ہو گیا کہ وہ اسی شخص کی بیوی کے سامنے اپنی خرابی کا اظہار کر رہی ہے۔ چندن شاید نہیں کرنے لگے کی لہذا وہ جلدی سے بولی۔ ”نہیں بھئی! ایسی کوئی بات نہیں چندن۔ میں تو اذعان کر رہی ہوں۔ تم خیال نہ کرنا۔“ پھر اُس کی توجہ بنانے کی غرض سے بولی۔ ”میں جب آئی اس وقت تم فحشی پر کیا لکھ رہی تھیں؟“

چندن نے چونک کر فحشی زیادہ چھانے کی کوشش کی۔ لہذا دیورے نے کہا۔ ”بھئی میں تم سے کوئی نہیں چھپا رہی لیکن تم مجھے غیر کھری رہی ہو۔ سرال آکر بھی تم نے نہ صافیا جاری رکھی ہے شاید۔ لے سبق لگ رہی تھی۔“

”نہیں تو۔۔۔“ چندا اب کہاں کہاں دروا“ چندن نے کہا۔ ”دیورہ! میں وقت کاٹنے کے لئے فحشی پر رہ چکی رہی تھی۔“ چندن نے کہا۔ مگر دیورہ اس کی چوری بچا کر بچ گئی۔

”چندن! تم سیدھی طرح نہیں بتاؤ گی تو میں تم سے فحشی میں لوں گی۔ پھر مجھے تم کو چھونے کے لئے میں مگر جا کر نہاؤ پڑے گا۔“

دیورے کی فحشی خیز دیکھ کر چندن نے فحشی اٹھا کر دیورے کے سامنے کر دی۔ دیورے نے فحشی اٹھ کر با۔ فحشی پر جگت کی تصویر بنی ہوئی تھی۔ وہ غور سے تصویر دیکھنے لگی۔ چندن جا کی وجہ سے اُس کی پینس دیکھ گیا۔

”دیورے! منہ نہ بنا کر سکرنا تے ہوئے کہا۔“ بھجان، دیورہ کی صورتی بنا رہی تھی۔ مگر یاد آتا تصویر میں ڈاکو دکھائی دے رہا ہے۔“

”ڈاکو؟““ چندن بلند آواز میں بولی۔

”تم نے شاید نوٹ نہیں کیا چندن! اوہنے تو پوری تصویر ٹھیک ہے۔ مگر اس کی آنکھیں یا نکل ڈاکو نہیں ہیں۔“ دیورہ بخیرہ لہجہ میں کہہ رہی تھی۔ تصویر کی یہ مگر دیورے کی آنکھ کی تھی۔ شاید اب ناسے بھی تصویر کو غور سے دیکھا۔ ہر بار جگت کی تصویر بناتے ہوئے دل میں کہتی، لیکن یہ ٹھیک ہے۔ مگر دیورے کی تصویر بناتی مگر پھر بھی غلطی کر رہی تھی۔ ہر بار غلطی ٹھیک کرتے ہوئے نہ جانتے تھی تصویر کی آنکھوں میں جتنی درد جاتی۔ جگت نے جس وقت اُس کی گردن دہائی تھی اس وقت کی آنکھوں میں جتنی دھن اُس کے ذہن میں بس گئی تھی۔ دیورے نے کمال ہوشیاری سے اُس کی چاکلی۔ دیورے نے برابر پڑا اور اپنا ہاتھ میں لیا۔

”میں نے بیڈ اس کی آنکھوں میں نہی دیکھی ہے چندن! اس نے بھی میری طرف ایسی سخت اس سے نہیں دیکھا۔ اگر تمہیں اعتراض نہ ہو تو میں تصویر کی غمازی ڈور کروں؟“

چندن نے اشارے سے اجازت دے دی۔

تھوڑی دیر میں دیورے نے تصویر کی آنکھوں کو ٹھیک کر دیا۔ یہ دیکھ کر چندن متعجب ہو گئی۔ اُس کے اطمینان ہو گیا۔ وہ لکھی آٹھیں چاہتی تھی۔ اُس نے دیورے کی جانب احسان مندانہ نظروں

اقتدار میں شوہر کی حاضری یا غیر حاضری سے دیو کو کوئی فرق محسوس نہیں ہوتا تھا مگر وہ  
 روٹی تھی کہ پیڑھ گھٹا اس کے شوہر کو گھر نہ پانی میں دیکھ لیا تھا۔ کھیت کر دی رکھنے کے  
 مکان کی باری تھی۔ چاچی کے کن کی بات تھی! انھیں بوجھانے والی ہو رہی تھی۔ وہ بیچنے کی  
 سرت پھری نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ وہ دیر سے ساتھ دل کو کوئی مکمل شروع کر چکی تھی۔

ایک بار پھر موہن سنگھ سے کہا۔

اب جس راستے پر جا رہے ہیں، یہ پتہ ہی کا راستہ ہے۔

موہن سنگھ کو چھوٹوں کو دلے کر کہنے لگا۔ "جس رات باہر گزرا تھا ہوں لہذا تم چلتی ہو؟ مگر  
 ماں کے کام ہیں۔ کھیت کی محنت کے بدلے کے فرق کو نہیں دیتا۔"  
 وہ اس شخص کی مراد ہی پر غصہ دی۔ اس کی غلط موہن سنگھ کے لئے اور بد ہو گئی۔ اس کا جی  
 ادا اس سے کہے کہ جو شوہر بڑی کو ازاد دیتی سرت نہیں دے سکتا، اے اپنی مراد مانگی دکھانے  
 نے کیا ضرورت ہے؟

اس نے ایک بار دیر تک کے حلقہ موہن سنگھ سے شکایت کی۔ "آپ نہیں ہوتے تو اس وقت  
 چارو تھو سے گندہ یا تھم کر رہا ہے۔ مجھے پسند نہیں ہے۔"

وقت اس کے شوہر نے جو جواب دیا اس سے گریو پر اس کا پھوٹنے کو تھی چاہا۔ اس نے  
 کہا۔ "وہ میرا پار ہے۔ مگر جاہل دوست ہے۔ اگر مگر تیرے پاس دل بھلائے آ جاتا ہے تو  
 شکایت مجھ سے نہ کیا کر۔ کبھی؟ میں چاہتا ہوں وہ مجھے پسند نہیں۔ میں بھی تجھے پسند نہیں  
 آتا کہ کرو تھمہ مارنے لگا۔ غیرت بھی کوئی چیز اس کے پاس کی ہی نہیں۔ دیوہ کے لئے  
 درج ہے۔"

لے بے جوش راتی ہوئی والی کی طرح اس کے ذہن میں خیالات کا دھارا بہہ رہا تھا۔ اس  
 پانچویں طرح اس کی زندگی کی کاڈی چلے گی؟ اس جنم سے اُسے کوئی نجات نہیں دلائے  
 نہ تو دیکھ پا بیٹا بیچ چکی تھی مگر وہاں سے کوئی جواب نہیں آیا۔ اور کھت..... تو کوئی نہیں گیا،  
 رہا۔ اب اس کی امید کرنے سے فائدہ ہو سکتی کیا؟

راس نے لے لیا کہ وہ کل چندن سے لے گی اور چندن سے محبت نے جوابات کی ہے اس  
 صلح معلوم کرے گی۔ مگر چندن ہمارے رشتے کے حلقہ کی سیو مگر رہی ہوگی؟ یہ بھی معلوم کرنا  
 تھا۔ چاچی کی جانب سے لی ہوئی آزداری کا اس نے بڑے اطمینان سے فائدہ اٹھایا۔ وہ  
 سب چندن سے لے رہی اور اس کی وقت اس کے ساتھ صرف کیا۔

مگر دن رات چاچی کی کلابازی کی سمجھ میں آگئی۔ اس رات موہن سنگھ کی نہیں تھا۔ وہ  
 نے اس وقت مدد روز خانے پر دستک ہوئی۔ روز خانہ کو لے جی سامنے رہنبر کھڑا تھا۔  
 ہند سے شرباب کی بو آ رہی تھی۔ وہ دیو وندم پیچھے ہٹ گئی۔ رہنبر سنگھ اندر داخل ہو گیا۔ چاچی  
 منزل پر گئی تھی۔

میں کہنے کے لئے آیا ہوں کہ موہن سنگھ رات باہر گزرا ہے۔" تو لڑکھائے قد سوں سے  
 بے مقب میں چلا اور رہنبر ہوا۔ "دیوہ تم کو کبھی گری ہوئی کہ میں اسے غلام راستے پر لے جا

سے دیکھا۔ چندن بھی سوچ رہی تھی کہ وہ دیوہ کا کس طرح شکر ادا کرے؟ وقت وہ روٹی کی  
 اپنے کھر کی جانب اس کی چاچی کو روزانہ کھولے ہوئے دیکھ لیا۔ چندن کی جانب مسکرا  
 نظروں سے دیکھ کر وہ چلنے لگی۔

"موتی نے بے غبر سوں کی چندن! اس وقت تو ذرا دباہن لوٹ چکا ہے۔"

دیوہ نے ڈرتے ڈرتے کھر میں قدم رکھا۔ چاچی کے درشن کر کے دباہن لوٹنے سے پہلے  
 لوٹ جائے گی یہ سوچ کر کھر سے چلا گئی۔ مگر چاچی پہلے آ چکی تھی۔

اب وہ شور کر کے لگا لیا اور دے گی اور سوتے چاچی کے شوہر کو چکا کر مار بھی گا  
 گی۔ دیوہ اسی سوچ میں کہ جب چاچا باور پتی خانے میں آکر کام کرنے لگی۔ اگر چاچی کو  
 غیر حاضری کا شک نہ ہوا ہو تو اس صورت میں بیچنے کی امید ہی مگر چاچی کی نظروں سے چھا  
 تھا۔ وہ باور پتی خانے کے دروازے میں آکر کڑک گئی۔ وہ بچہ بچہ رداشت کرنے کے لئے  
 تھی۔ بچہ بچہ تک چاچی بچہ نہ بولی، مگر اس نے پوچھا۔

"کیاں کی تھی دیوہ؟" آواز میں نرمی تھی۔ اس نے حیرت سے چاچی کی جانب دیکھا۔  
 مسکرا رہی تھی۔ جواب میں وہ بھی مسکرائی۔ "دیوہ اس کی وقت باہر جا رہا ہو تو مجھے بتا دیا کر۔"

چاچی کا ایسا بولنا کہ اس کے لئے حیرت انگیز بات تھی۔ شاید گروہ اسے میں کس سوت کے  
 اور میں ہو، بچہ بچہ دیر کے لئے ہوگا۔ چاچی کے دوسرے پہلے نے اُسے حیرت میں غرق کیا  
 "جان لڑکی کو بھی کبھی باہر جانے کا دل ہوتا ہے۔ وہ اپنی عمر کی لڑکیوں سے بات کرنا چاہتی ہے  
 مگر وہ ذاتیہا ایک دکھ ہے۔ تم میری کوئی بات نہیں کہتیں۔ مجھ پر بھی دل رکھنا چاہئے  
 پھر مجھے تمہارے آنے جانے پر بالکل اعتراض نہیں ہوگا۔"

دیوہ نے محسوس کیا کہ چاچی کوئی سوا دل نہیں کر رہی؟ اپنی بات منوانے کے لئے ایسا کیا  
 ہے۔ پھر بھی دیوہ نے چاچی کا احسان قبول کرنا بہتر سمجھا۔ دیوہ کی حاضری رضا مندی تصور  
 چاچی بولی۔ "الغالی میں روزانہ وہ خط سننے جاؤں گی۔ تم کو کم بھرا نا۔ مگر اپنے شوہر کی نظروں  
 پچھا تمہاری ذمہ داری ہے۔"

چاچی چلتی گئی اور دیوہ سوچ میں ڈوب گئی۔ اس کی زندگی کو وہاں بن گئی تھی۔ شوہر کا خیال  
 اعتماد سے نہیں ملا۔ اس کے سنسار کا کچھ خواب بن چکا تھا جس طرح پہلے ہوئے ریگستان کو  
 پراسا سرباب کو دیکھ کر پانی بہتتا ہوا تھا۔ دیکھنے کے لئے دوڑتا ہے مگر قریب سے سرباب کی  
 نظر کرتی ہے۔ اسی طرح دیوہ نے دیکھا وہ سنسار کھٹکے کی تلاش میں کھتی رہی ہے مگر کھٹکے  
 کی قسمت میں نہیں تھا۔ جب جگت کی یاد اس کے ذہن کے قریب ہوئی اس کے دل کو اُنہیں  
 خشک محسوس ہوئی۔ لیکن اب جگت اتنا دور چاکا تھا جس طرف دیوہ کے خیالات ہی جا سکتے  
 وہ خود نہیں۔ شکوک شوہر اور چوکیدار چاچی نے اس کی زندگی جہنم بنا کر رکھ دی تھی۔ اب اس کی  
 کھٹکے بھی عجیب زخا تھا رہی تھیں۔ پہلے موہن سنگھ دوستوں کو کھر میں بلا کر اکٹھا تھا۔  
 سے بڑھ کر اب اُسے طوائفوں کے کھٹے پر جا کر ناچ گانے کا شوق تھا۔ چوہر کی لڑکے  
 رہنبر سنگھ نے جان بوجھ کر اُسے راستے پر ڈال دیا تھا۔ نفعے میں ایک دور میں موہن سنگھ کو



رہا ہوں۔ مگر وہاں اور میں یہاں دکھائی دے رہا ہوں۔“  
 ”تم اپنے گھر جانے کی بجائے دوسرے گھر آئے ہو۔“ ویرو نے سخت لہجے میں کہا۔  
 جواب میں اس کا ہلکا سا ہنسنہ سنا۔ ”تم نے مجھ سے یہ بات کی اس سے مجھے  
 ہوئی۔“ اتنا کہ کڑکھڑاتے قدموں سے آگے بڑھا مگر ویرو نے اس کے خسار پر ہنسنے لگا۔  
 ”یہ چائنا بھی نہیں پڑا آئے گا رنیر!“

اور اس سے پہلے کہ رنیر کوئی اور حرکت کرے ویرو نے کمرے میں جا کر اندر سے دروازہ  
 لیا۔ رنیر نے زور سے دروازہ کھٹکھٹایا۔ اسی لمحے چائی بچے آگے۔ ویرو ہاتھی ہو کر دروازے  
 کان لگا کر کھڑی ہوئی تھی۔ اُس نے سنا چائی اور رنیر ترسواں کر رہے تھے۔ چائی بھی  
 سازش میں شریک تھی یہ سوچ کر ویرو کھپکھپانے لگی۔ وہ ساری رات دروازہ بند کر کے اپنے کمرے  
 میں سوئی رہی۔ دوسرے دن صبح چپ چاپ گھر کے کام میں لگ گئی۔ اُسے اب اس گھرا  
 والوں سے نفرت ہو گئی تھی۔ چائی نے بھی پریشانی کا کام کیا۔

”بھوارات تم نے رنیر کو چائنا مارا تھا؟“  
 ویرو فوجی نظروں سے چائی کو دیکھنے لگی۔ ”صرف چائنا ہی مارا ہے۔ اگر گھر ہوتا تو میں  
 بھی اُس تک سے چیٹ میں مار دیتی۔“

”ویرو!“ چائی نے کمرے میں اس گرج کا کوئی اثر نہ ہوا۔ مگر وہ نرم لہجے میں ویرو سے  
 ”آدی نے میں سے کواں کر لیا ہے۔ گمراہ چائنا نہیں مارنا تھا۔“  
 ”میں نے بھی اُس کا شہ آؤ پڑنے کے لئے چائنا مارا تھا۔“

”ویرو بھئی! ذرا سمجھ سے کام لے۔“ چائی جیسے محبت مانی ہوئی تھی۔ ”تمہارا شوہر قرض  
 ڈوب گیا ہے۔ مگر اور محبت بھی اس کے پاس کر دی ہیں۔ وہ چاہے تو یہی عمل لگا سکتا ہے۔ پھر  
 بھکاری بن جائیں گے۔“  
 ”اس کے لئے میں کیا کر سکتی ہوں؟ اپنے پیچھے کوٹھار سے دے دیکے۔“ ویرو نے جواب دیا۔  
 ”ویرو! تم چاہو تو بہت کچھ کر سکتی ہو۔ عورت کا اپنے شوہر کے قرضے کو اپنا پنا نہیں  
 چائی آخری دن چھوٹی ہوئی ہو گی۔ مگر ویرو نے سرخ ہو گئی۔  
 ”چائی! گھر بیٹھے کی خاطر تم کو کمال کی محنت لینے پڑتی ہو گی۔ وہ گھر آئیں گے تو  
 تمہارا دبا ہوا ہتھ آئیں ہاؤں گی۔“

”مجھے دیکھا کہ دے رہی ہے؟“ چائی اپنے اصلی ڈوب میں آگئی اور بولی۔ ”تمہارا شوہر  
 نے یہ سودا منظور کر لیا ہے۔ میں کبھی ہوں خاموشی سے یہ سودا قبول کرے وہ نہ میں تجھے بری طرز  
 بدنام کر دوں گی۔“ پھر جاتے ہوئے آخری حربہ آزمایا۔ ”تم چودھری کے لڑکے دنیہر سے گھر  
 ہو یہ اعلان کرتا میرے لئے مشکل نہیں۔ اور تیرا شوہر اس کو گواہ بنے گا۔ بھی؟“

ویرو کا دل ڈھکی ہو گیا۔ اس کی حالت دیکھ کر دنیہر کے درمیان کھڑی ہوئی بھئی جی۔  
 سب اُس کی برداشت سے باہر تھا۔ یہ سب بیچ ہو کر اُسے برباد کرنے پر تھے ہوئے دکھائی دینا  
 تھے۔ ایک ہی راہ تھی اُس کے پاس اور وہ ”خودکشی“۔ خودکشی کر کے ان دونوں کے حوالے نہ

دیں کرنا چاہئے بلکہ بھگت کی مدد لینا چاہئے۔ کیا وہ دے گا؟ اُس نے سوچا۔  
 چائی درشن کے لئے کبھی گئی اور باہر سے صدمہ دروازے کی کھڑکی پر بند کر رکھی تھی۔ ویرو نے  
 جھپٹ لئے۔ اُس کا تکی چاہا یہ دیکھ کر اُن دن باندھے اُس نے نظریں اُس کا کھٹکھٹا چندن کو  
 بہت پرکھڑکی تھی۔ ویرو نے اُسے انتظار کرنے کا اشارہ کیا۔ ویرو کی اس حرکت پر چندن کو  
 نہ ہوئی۔

ویرو کے چہرے پر گھبراہٹ کے ساتھ جوش بھی تھا۔ وہ چنی بھینکا چائنا تھی۔ اُس نے اُس  
 صدمہ کو ڈالی۔ ایک چھوٹا سا پتھر تھاپ کر کے کھٹکھٹا کر دیا، پھر اس میں کاغذ لپیٹا اور چندن کو  
 انہ بھینکا۔ چندن کو یہ سب پر اسرار معلوم ہوا۔ اُس نے ویرو کی جانب دیکھا۔ ویرو نے پوچھ  
 کا اشارہ کیا۔ چندن نے پوچھ بھلا کر چندن شروع کیا۔ مگر اُس نے اُسے مخالف سمت سے ایک کچی  
 دی اور چندن وہ صدمہ دیکھ کر کہم لگی۔ وہ کھنکھ دیکھ کر ہاتھوں سے کھڑکھٹایا دینا ہوا اُسے  
 ٹکڑے کر کے چھوڑ دیا تھا۔ ویرو کے چہرے پر حیرت کا نظارہ آنے لگا۔

چندن لرز کر رہ گئی۔ اس سے خوفزدہ چندن کچھ سوچے مومن ہو گئے۔ نہ سمجھتے نہ کھلا ہوا دروازہ  
 کے بند کر دیا۔ چندن نے ہاتھ میں تھا ہوا پر چڑھا۔ اس میں لکھا تھا۔

”بھگت سکھ۔“ مجبور ہو کر کہیں خاک گھر بھی ہوئی۔ ذرا کی بازی ہار گئی ہوں۔ اب ہمت اور  
 بال تھم ہو چکا ہے۔ اگر تم آج سے تین دن کے اندر مجھے اس تھم سے نہیں لگاؤ گے تو میں اپنی  
 لقمہ کر لوں گی۔ اگر کسی وجہ سے ملنا نہ ہو تو میرا آخری سلام۔ چندن جیسی عورت کا بھی دل نہ  
 ایہ میری آخری گزارش ہے۔ جو کسی کی نہ ہو کسی اُس دیر کا سلام۔“

پوچھ کر کیا کرنا ہے؟ اس کے حلق سے جوشی ہوئی چندن مخالف سمت والے مکان کی  
 دیکھنے لگی۔ ویرو کے خلع نے چندن کو کراہنے بھینا لیا۔ وہ کھنکھ دیکھ کر ہاتھ میں کراہو  
 راج تھیں لے گیا تھا وہ صدمہ اور ویرو کے چہرے پر نظر آنے والے ڈھک ڈھک کثیف کا احساس  
 کے اُسے عورت کی عظمت کا اعجاز ہو گیا۔ ویرو کی طرف سے بھگت کو کھٹکے ہوئے خلع کے  
 اُس کے سینے میں کانٹوں کی طرح کھک رہے تھے۔ ”تین دن میں مجھے آزاد ہی نہیں دلاؤ گے  
 ہائے طور پر اپنی ذرا کی شرم کر لوں گی۔“

چندن گھٹنوں میں جھکی۔ اسی غیر کی اور عام طور پر غلامانی دشمن کی بیٹا کو انوکھا کر کے کا پیغام  
 بھیج دینے کی ذمہ داری اُس پر ڈالی گئی تھی۔ ویرو نے اس پر بدست انداز کیا اور تین دن  
 آت تک خلع نہ بچنے کی صورت میں اُس کا خودکشی کر لینا تھا۔ جس کے ساتھ ایک عورت کا  
 اپنی عورت پر اہمیت کا جائزہ لگ جائے گا۔ ایک عورت کی بداعتی دوسری عورت کی موت بن  
 گئی۔

”نہیں نہیں۔۔۔۔۔ میں اسی منتظر نہیں ہوں گی۔“ چندن لرز کر بولی۔ مگر پھر اُسے احساس ہوا کہ  
 ناپا والوں کو یہ بات معلوم ہوئی تو دنیا کیسے کی؟ کیا جانے گی؟ یہی کہ بھگت سکھ مجھ سے زیادہ  
 سے بچا کر رہتا ہے۔ یہی کہ چھوڑ کر میرا کوٹھار کر کے لے گیا۔ اگر اس نے خلع چھوڑ دیا تو اس  
 ت میں ویرو جیسے کے لئے ان کے درمیان سے ہٹ جائے گی۔ مگر ایسا خیال چندن کے ذہن

”بھائی! کام ختم کر کے جلدی لوں گا تاکہ جو کہ دل کو مطمئن ہو جائے۔“  
 ”بھئی! اگر نہ کرو۔۔۔ میں بھانجے کو کوہِ طور لٹاؤں گا۔“ ہزارہ سگھنے سے جواب دیا اور گھوڑے کو  
 ہٹا کر روانہ ہو گیا۔

آری پوچھتے پوچھتے ان کا کچھ پہنچ جاتا ہے، یہ بات سمجھ ہونے کے باوجود کوئی تلاش کرنے پر بھی  
 اڑوں تک نہیں پہنچ سکتا۔ باہمی ہو جا کر دیکھا ہوا کام ختم کرنے کے لئے ہزارہ ہر سمیٹ جھیلنے کو  
 بہتا۔ جگت تک پہنچنے کے لئے اسے کسی بڑا احتیاج و خبر کی ضرورت تھی۔ اس نے کہاں ملا جائے؟ خبر  
 چاہے یہ یقین نہ کرے کہ وہ جگت کا ماسوں ہے، اس پر اعتماد نہیں کر سکتا۔ پولیس کا خبر جان کر  
 ان سے کوئی اسے جگت کا پتہ نہ دے۔

ہزارہ کے ذہن میں ایک ترکیب آگئی۔ جگت جس گاؤں میں شادی کرنے آیا تھا وہاں اسے  
 مراد سے والا ایک شخص یاد آیا۔ وہ اسے جگت کے ماسوں کی حیثیت سے پہچانتا تھا۔ اس سے جگت  
 کو حلقہ معلوم ہو سکتا تھا۔ ساری رات بنگ کر اسے چار آدمیوں کا ہمارا لیتا بڑا عجب جگت کو اطلاع  
 کہ ماسوں اس کے لئے کوئی پیغام ملا۔ ہزارہ کو جگت سے گھر کے چکر کاٹنے پڑے، جب  
 کر اسے خیال ہوا کہ بھانجے نے پولیس سے پہنچنے کے لئے کیا انتظام کیا ہے۔ پھر بھی پیغام لینے  
 لئے جگت نہیں آیا۔ راسخوں نے اسے آنے نہیں دیا۔ یہ کام ختم ہوا۔ اسے  
 لپکا دیکر ہزارہ نے پوچھا۔ ”جگت کیوں نہیں آیا ہونا؟“

”میں ان کا نام بھتر نہیں تھا۔ میں اطلاع ملی ہے کہ پولیس ساری پارٹی کو گھیرنے کے لئے جال  
 پھری ہے۔ ہزارہ ایک دن میں ہم لنگھنا دے لئے والے ہیں۔ جگت ان چاروں میں لگا ہوا ہے۔“  
 ”ابن سے بتایا۔ ہزارہ یہ سن کر ناراض ہوا۔ اس نے جوان زری سے بولا۔ ”اما تم ناراض نہ ہو۔  
 میں میں قحط رہتا پڑا ہے۔ یقین رکھو، مجھے سے کہا ہوا ایک ایک لفظ جگت تک پہنچ جائے گا۔  
 یہی آپ کا بھانجا ہوں۔“

”یہ بات نہیں ہونا؟“ ہزارہ نے تفصیل سے کہا۔ ”چند دنوں کے خاص پیغام ایک ڈیڑھ میں  
 لے کر کے بھیجا ہے۔“ اتنا کہہ کر اس نے جیب سے ڈیڑھ نکال کر اسے دکھائی۔ اور میرے دھپس  
 نے تک وہ کھانا چھوئے کی قسم کھائے تھیں۔ اس نے سوچا اگر آپا ہوں تو جواب بھی لے کر  
 آں۔

”اسی کیا بات ہے؟“ ہونا نے سے جھب لکھ میں پوچھا۔  
 ”ہوا تو کچھ نہیں۔ البتہ چند کی انھیں اور گھبراہٹ کچھ ہونے کا پتہ دے رہی ہے۔ میں  
 مانے نہیں بتایا۔ پھر ہزارہ نے اسے یہاں تک پہنچنے کی تفصیل سنا دی۔ ہونا نے ہزارہ کو  
 ن کی خبر سنائی۔

”جس دن میں بھائی نے مجھ سے بات کی تھی، میں نے جگت سے کہا۔ اس دن نے اس کا داغ  
 لہ ہے۔ آپ ان سے جاکر کہنا کہ جگت اس پر ناراض نہیں ہے۔ اور اگر اس پیغام کا جواب  
 آئی ہے تو میں خوشگوار آ جاؤں گا۔ باہمی سے کہنا نظر نہ کریں۔“  
 ہزارہ کو جگت کے اڑے تک جانے کی خواہش ہوئی کہ مگر جا کر چند دن کو انھیں سے مراد کرنے

کو چھو کر گزر گیا۔ گاؤں میں پہلی ہوئی بڑی کوسیدھی سا دھبی بات پر اعتماد تھا کہ سچا یا تو وہ ہے۔  
 میں اپنا کچھ نہ جانے کے متعلق ذرا سا شک نہ ہو۔ کسی قسم کی بدامنی کا خیال نہ ہو۔ دونا  
 اسے کچھ بھی کہے مگر اس نیت کا تقاضا ہے کہ جلد سے جلد اسے خط کو جس کی امانت ہے اس  
 پہنچا دینا چاہئے۔ پھر اپنی سب تقدیر پر چھوڑ دیا مگر ہوگا۔ اس نے مضبوط فیصلے کے بعد دیر کا  
 چھوٹی کی ڈیڑھ میں رکھ لیا۔ وہ جس سرے سے روزانہ اپنی پیشانی میں سہاگ کا نشان ثبت کرتی  
 اس سرے کی ڈیڑھ میں وہ اپنے امتحان کا نشان رکھ بھی گئی۔

چند دنوں کا پیغام جگت تک پہنچا کہ انھیں کا شکار ہو گئی۔ وہاں سے جگت کا کوئی پتہ  
 آئے اس کا انتظار وہیں کر سکتی تھی۔ اور یہاں کی حکومت کے پتے کے متعلق کچھ معلوم نہیں  
 ماسوں کی بات کس طرح ہے؟ شاید وہ اس کے اقدام کی مخالفت کریں۔ ماسوں کی کوہِ طور سے  
 تھی اس کے باوجود ہوا کہ کھاتے جانے کے خطرے کے پیش نظر شاید وہ اس کی بات نہ مانے  
 سرور ماسوں کو اس بات کا پتہ لگے تو سمیٹ ہو جائے گی۔

”بھئی! آج تم انھیں سن کر ناظر آ رہی ہو۔“ ماسوں نے اپنا کچھ پوچھا۔ چند خاصا  
 سے سر جھکا کر سنی رہی۔ ماسوں نے دوسرا سوال کیا۔ ”کیا جگت کا خیال آ رہا ہے؟“

چند دن کا چہرہ شرم سے سر نہ ہو گیا۔ اس نے سوچا یہ سچ کی بات ہے۔ ”ماسوں!۔۔۔ چند  
 نے کہا مگر زبان تو لگی۔ پھر ہمت کر کے کہا۔ ”مجھے انھیں ایک پیغام بھیجنا ہے۔ ایک خاص  
 پیغام۔“ آخری الفاظ پر چند کا دواؤں ماسوں سے چھپ نہ سکا۔ انھوں نے کہا۔

”دو کاروں میں جگت کا پیغام آئے گا جب پہنچ دیا۔“  
 ”مگر ماسوں کی پیغام آج ہونا چاہئے۔“ چند نے جلدی سے کہا۔

”آج؟“ ماسوں نے عجیب سے کہا۔ ”ایسا کیا پیغام ہے؟“ پھر الفاظ کو سمیٹتی ہو  
 یوں۔ ”اگر میں بھی کسی جاں ہوں کہ ماسوں کی باتوں میں دل دینے لگی۔ ابھی بات  
 ہے۔ دو چہرہ ہزارہ کھٹکھٹا کھانے آئے گا جب کوئی صورت نکالیں گے۔“

دو پہر کے وقت ہزارہ، چند کو کام کرنے کی فریاد سے بڑھ چکا گھوڑا لے کر گھر سے  
 رواں دوا ہوا۔ جب ماسوں نے ہوبو سے پوچھا۔ ”ہوبو! جگت سے کہیں جو کچھ کہنا ہے، وہ اس ہزارہ سے  
 کہہ دوں؟“

چند نے کپڑے میں بندھی ہوئی ڈیڑھ ماسوں کے ہاتھ میں دھاری۔ ”یہ ان سے باتوں میں کچھ  
 جانے تو میرا کام ہو جائے گا۔“ اس کی اور ہزارہ ایک دوسرے کو جھب نظروں سے دیکھنے لگے۔  
 چند کے چہرے پر فکری کیسے آ گئے۔ ”اس نے بلند آواز میں کہا۔ ”اما تو کوہِ طور کی وجہ سے  
 تکلیف اٹھانا پڑتی ہے، اس کے لئے معافی چاہتی ہوں۔“ پھر رک کر کہا۔ ”جب تک ملا  
 سلامت واپس نہ لوں میں کھانا پانی کچھ نہیں گاؤں گی۔“

چند کے الفاظ تینوں کو عجیب سے دکھائی دیے۔ ماسوں نے غصہ کیا کہ ضرور کوئی غیبیہ  
 بات ہے جو ظاہر نہیں کی جا سکتی اس نے چند چھپا رہا ہے۔ اور جو بات چند کہنا نہیں چاہتی  
 اسے پوچھ کر پیشان کرنے سے فائدہ نہیں کیا۔ ہزارہ کی جانب کھم کھم کر یوں۔



بچن کو بہت دکھ ہوا۔ اُس نے جگت کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ ”مجھے محسوس ہے۔۔۔ مگر ایک شرط ہے۔“

”نہ ڈال۔“

جگت اُس کی جانب دیکھے بغیر بولا۔

”آخر تک تمہارا ساتھ ڈوں گا۔ اور دعا ہونے کی صورت میں وہ چار کو لے کر مرے گا۔“

”بیارے۔۔۔!“ جگت نے بچن کے زخماں چہم لئے۔ پھر بلند آواز میں بولا۔ ”جیڑی کرو!“

○○○

دو دن اور دو راتیں گزرنے کے باوجود جگت کی گھوڑی کی ٹانگیں سٹائی نہیں دیں۔ لہذا دوسرے دن میں چل ہوا امید کا چراغ بجھنے لگا۔ شاید چندن نے میرا پیغام ہی نہیں پہنچایا ہوگا۔ غیر محرمت کو انکار کرنے کے کام میں شوہر کا ساتھ کون بیوی دیتی ہے؟ اب اُس کے پاس صرف ایک راستہ تھا کہ اپنے آپ کو آگ کے بڑے ہونے شعلوں کے سپرد کر دے۔

دوسرے دو دن سے ایک کمرے میں بند کر دی گئی تھی۔ اسے بھی یہ قید پسند آئی۔ وہ چاہتی تھی کہ تین دن تک کوئی اسے نہ چھیڑے اور زندگی کے آخری لمحات میں کسی کے ساتھ جھگڑا نہ ہو۔ وہ طبعاً ناز سے مرنا چاہتی تھی۔ اُس کے بعد اس کے مردہ جسم کے ساتھ اُس کی چابی، شوہر اور ربیر نکھو کیا کریں گے؟ اُس کی اسے طلاق پرواہ نہیں تھی۔ مگر جل مرنے کے لئے کمرے سے باہر نکل کر اور پتی خانے تک پہنچنا ضروری تھا۔ تیسرے دن دو پہر کو دروازہ کھولا گیا اور چابی کمرے میں آگ لائی۔ اُس نے پیادہ پھرے لیے جھ سے کہا۔

”بھو! اس طرح ضد کر کے کیوں خواہ ہو رہی ہے؟ دو دن سے میں کھانا دے جاتی ہوں مگر تم نے چھوٹی تنگ نہیں ہو۔ میں جو کہہ رہی ہوں اسے مان لو۔ بھگوان نے تمہیں جو روپ دیا ہے، ہلکا ہوا جو بن ہے۔ مگر تمہارے شوہر میں باپ بننے کی قوت نہیں ہے۔ اس صورت میں تم کیوں کھاؤ گاری ہو؟ ربیر نکھو کے پاس گھر اور کھیت اور بہت سے مکان ہیں۔ وہ تمہارے نام ہو جائیں گے۔ مگر شرط یہی ہے کہ تم اپنے جوں کے چال میں ربیر نکھو کو پھنسا کر اسے دو گھڑی خوش کر دو۔“

دوسرے دن صبح چل اٹھا۔ اُس نے سوچا خود جل مرنے سے پہلے چابی کو جلا دے تاکہ دھرتی کا جھٹکا ہو۔ مگر ایسا کرنا ممکن نہیں تھا۔ اس کی بجائے اُس نے چابی کو دھوکہ دینے کا پروگرام بنایا۔

”مگر چابی! مجھے بند کر کے تم اپنی مونا چاہتی ہو تو یہ ناممکن ہے۔“

”اسکی بات نہ کر بھلا!“ چابی کی آواز میں دینا بھری مٹھاس مٹی ہوئی تھی۔ ”اگر میری بات مانو میں تمہیں راستہ دکھا سکتی ہوں۔ مومن نگہ رات گھر میں نہیں ہوگا۔ تم کہو تو میں ربیر نکھو کو اس کی درگزر دوں۔ وہ دستاویز کے کاغذات لے کر رات کو آ جائے گا۔“ پھر بیوی کی مسکراہٹ کے ساتھ لی۔ ”مرد اسکی سزا کے مستحق ہیں۔ ان بھوکے دردوں کو جگت کے چال میں پھنسا کر ہم عورتوں کو خوش ہونا چاہئے۔“

روزانہ مندر جانے اور نہیں مالا جانے والی دینا بھری مٹی کی یہ باتیں کرتی ہے۔ آدمی کا دل اندر سے کتنا کھرا ہوتا ہے؟ مگر چونکہ وہ دینی زندگی چمکھٹوں کے لئے مٹی لہذا اُس نے اپنے ذہن سے اپنی کی برائی نکال دی۔ ورنہ جہاں کہا۔

”اسکی بات ہے چابی۔۔۔ میں عورت کا اصلی روپ بتاؤں گی۔ آج آپ مجھے اپنے ہاتھ کا پکا

کہ گردار آواز میں بولا۔  
 "میں اسے اغوا کرنے کے لئے آیا ہوں۔ کہیں؟ کوئی مجھے روکے والا گھر میں موجود ہے؟"  
 چائی پیچھے ہٹ گئی۔ وہ چھپ جانا چاہتی تھی مگر جگت کی رائلز کی نال کو اپنے سامنے دیکھ کر اس  
 کے ہر ذہن سے چپک گئے۔ وہ دیکھتا ہے بونے ہاتھ جوڑ کر بولی۔  
 "آپ اسے لے جائیں۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں۔" ان الفاظ کے ساتھ ہی چائی کا بھاری جسم  
 زمین پر گر کر اوروہ لے ہوئی ہوئی۔ دیوہ نے اشاروں میں بتایا کہ مکان میں کوئی نہیں ہے۔ جگت  
 نے دیوہ کو گود میں آٹھا کر گھوڑی پر بٹھایا اور چلتے ہی کہا۔  
 "تم آگے بڑھو۔" میں آ رہا ہوں۔" پھر مخالف سمت میں اپنے مکان کے دروازے کو دیکھا  
 جہاں تالا پڑا ہوا تھا۔ جگت پر بھی کوئی نظر نہیں آ رہا تھا۔ گھوڑی کو ابڑا کر اس نے بلند آواز میں  
 کہا۔ "اس کے شور سے کہنا اگر مردے تو اپنی بیوی کو آزاد کر کے لے جائے۔"

گاؤں کے لوگوں کو کبھی انھیں اس کی چھوڑ کر جگت لے کر نہیں گھوڑی دوڑاتا ہوا نظروں  
 سے اوجھل ہو گیا۔ ضرورت پڑنے پر مقابلہ کرنے کے لیے میں مسلح آدمیوں نے دوپہر سے گاؤں کو  
 گھیر لیا تھا۔ مگر جگت کو دیوہ کے اغوا کے دوران ایک ایسی جگہ دھاوا کرنے کی ضرورت پیش نہ آئی۔  
 چند دنوں میں اس کی کوئی نہ گردوارے کا کرخوری جگت تھمارے گھر کے قریب آ کر کھڑا ہوا  
 ہے۔ دونوں سانس بدھتے رہا دوڑتی ہوئی مکان کی طرف آگئیں مگر وہاں کوئی موجود نہیں تھا۔ ڈوگر  
 میں اپنے گھوڑے دوڑتے ہوئے انھیں دکھائی دیے۔ پڑی اب کھڑکیاں دروازے کھولی کر دیوہ  
 کے مکان کی جانب دیکھ رہے تھے۔  
 چند دن دیکھا جی میں دیوہ کی چٹ چٹ لپٹی ہوئی تھی۔ اس نے اس کی کان میں کہا۔  
 "اس جی ادااری ڈاکو کا آگے۔" دیوہ بچ گئی۔

اس میں چند دنوں کے بعد دیکھنے کو نہ تھا۔ چند دن کہا۔ "میں نے انھیں یہ پیغام بھیجا تھا۔  
 بھولانے لا تھا رکھی۔" پھر چند دن اس کو پوری تفصیل بھاننے کے لئے گھر میں لے گئی۔  
 جگت دیوہ کو لے کر اپنی پارٹی کے ساتھ آگے راتے پر پہنچا، وہاں اسے اس کے ایک بھرنے  
 دکھایا۔

"ہمارے اڈے کو پولیس نے گھر لیا ہے۔ جلدی ہو چکی۔"  
 جگت نے ساتھیوں کو آواز دے کر کہا۔ "مستقر ہو کر پولیس کو گھیر لو اور اسے میں موجود ہمارے  
 ساتھیوں کو کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچنا چاہئے۔ ہم پولیس سے آخر دم تک لڑیں گے۔"  
 سب لوگ ہوشیار ہو گئے۔

پولیس ایسٹریوٹر سب سے پہلے ایک ڈیڑھ بجھنے سے پہلے گردوہ پر چھاپ مار کر اسے فتح کرنے کے  
 ان بنا رہا تھا۔ چھوٹی موٹی معمولی کارکنز اربوں کے ذریعے پرے کر دیوہ کو غم کرنا ناکمل تھا۔ جتنی  
 رانہوں نے جگت کے گرد گھیر ڈالنا چاہا جگت انھیں قریب دے کر اسے تمام ساتھیوں کو کھال لے  
 لیا۔ پولیس ڈیپارٹمنٹ بری طرح ہڈام ہو گیا۔ اب شیر کے غار میں داخل ہو کر شکار کرنے کا خطرہ

ہوا اچھا کھانا کھا لیں۔ اور صندوقوں میں سے میرا شادی کا جوڑا اور ہیر نکال دیں۔ آج تو زندگی  
 جوا چیلنے کے ارمان میرے دل میں رہے ہیں۔" دیوہ نے زندگی سے بھرپور مسکراہٹ لیوں  
 پھیلا کر کہا۔

"شاباش دیروہ! شاباش۔" چائی نے بدسرست اعلان میں دیوہ کی پشت چھتیائی۔  
 چند دن کی بھینٹ بھینٹ جاتی رہی۔ ذہن میں ہونے والی جگہ وہ کسی سے کہ نہیں سکتی تھی  
 دیوہ کی خوشی کا خیال ہر لمحے اس کے ذہن پر بکھو کے لگا رہا تھا۔  
 "چند دن تم ہمارے ہاؤس کے چکر لگا رہی ہو۔ کیا بات ہے تم کیوں پریشان ہو؟" اس جی نے  
 وہ دیکھ کر ہلکا سا چپک پچپکا۔  
 "ماں جی! دل کی شانتی کے لئے گردوارے جانے کو ہی چاہتا ہے۔" چند دن نے دل کی پاؤں  
 زبان پر نہ آنے کے ڈر سے جلدی کر کہا۔

"میں دیکھ رہی ہوں۔ میں دنوں سے تم مجھ سے کوئی بات چھا رہی ہو۔"  
 "اس جی! گردوارے سے واپسی پر آپ کو کب تک بتاؤں گی۔" چند دن نے ڈکے کے ساتھ کپڑ  
 شام کو پانچ بجے سانس اور دیوہ گردوارے جانے کے لئے گھر سے باہر نہیں۔ جگت گھر کے  
 بھی باہر گئے تھے لہذا صدر دروازے کی چھٹی کھڑکی کا تالا بند کیا۔ پڑی میں انھوں نے کہا  
 آگے گھسنے کے لئے صدر چابی ہیں۔ جگت کے ہاتھ جب آئیں تو انھیں بتا دیں۔  
 دوسری جانب دیوہ سانس کا گھٹا کر کے موت کی گود میں جانے کی تیاری کر چکی تھی۔  
 دیکھ کر وہ بعد میں بغیر گھر کو پہنچا دینے کے لئے جانے کے لئے کھڑکی کا پڑا دروازہ اندر سے بند کر  
 کے سب کچھ نریمانہ تھا۔ مٹی کے تیل کا آدھا ڈیکہ کر میں تھا۔ زندگی ختم کرنے کے لئے انتہا مسلمان کافی  
 تھا۔

"اچھا تو دیروہ! میں بھی جا رہی ہوں۔ چلے پے پر دال رکھی ہے، اس کا خیال رکھنا۔ جیتھیا  
 اعتراض نہ ہو تو میں صدر دروازے کو باہر سے تالا لگا کر چلی جاؤں؟"  
 چائی کو شاید خوف تھا کہ دیوہ جگت کے فرار نہ ہو جائے لہذا جانے سے پہلے وہ پکا کام کرنا  
 چاہتی تھی۔ مگر اسے گھر سے باہر نکلنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی کیونکہ ایسے صدر دروازے کو کسی  
 نے زور سے ٹھوکر ماری۔

"دروازہ کھولو۔" گردار آواز سنائی دی۔  
 چائی اور دیوہ ایک دوسرے کو دیکھنے لگیں۔ اسی لمحے کسی کی گردار آواز بھر سنائی دی۔

"دروازہ کھولو۔" آواز سن کر چائی کھینچی گئی۔ دیوہ کو یہ گرج کی سی پیار بھری صدا کی  
 طرح معلوم ہو رہی تھی۔ جگت کی آواز وہ پہچان چکی تھی۔ دو دروازے کھول دیے۔ گھوڑی  
 سوار جگت رائلز کا نشانہ بناتے ہوئے دروازے کی جانب دیکھ رہا تھا۔ گھٹیا گھٹیا ہوئی دیوہ کو دیکھ کر اس نے  
 نے رائلز کی نال بھکاری اور گھوڑی سے کھو گیا۔

"جگت ڈاکو آگیا ہے۔" کی آواز بھی جگت نے سنی۔ چائی نے پہلی بار جگت کو دیکھا۔ وہ جگت  
 چاہتی تھی مگر آواز طلق میں پھنس گئی۔ اس کی نظر کے سامنے جگت نے دیوہ کا ہاتھ تمام لیا اور چائی

مول لینے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں تھا۔

پولیس کی ناکامی پر لوگ خوش ہوئے تھے۔ چگا کی بہادری کے گیت پورے پنجاب میں گانے جاتے تھے۔ کھلے عام کہا جانے لگا کہ چگا کے آگے پولیس بالکل لاچار ہے۔ مگر سنا سنا تھا پولیس چوہدری جیپٹ کی خاطر یہ فرض انعام دے دی ہے جبکہ ڈاکو سر پر کھن باغہ کر ڈاکے ڈال رہے ہیں۔ اعداد میں پولیس کے طاقتور ہونے کے باوجود وہ ڈاکوں کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ کیونکہ ڈاکو کے ہر گھس انہیں اپنی زندگی پر مبنی ہے۔ جبکہ ڈاکو کھلی پر جان لے پھرتے تھے۔

مسلحہ ڈاکو کی طرح کم نہیں تھے۔ اس بارلی ناکاب اسول قہار ڈاکو کے لئے کے بعد چھاپوں کی خریدی جاتی، پھر ہر قدم پارتی کے تمام ساتھیوں میں تقسیم کر دی جاتی اور یہ کہ تم اس میں سے کران کے خاندانوں کی پرورش کے لئے بھیج دی جاتی۔ میں و آرام ان کے لئے حرام تھا۔ ہر ایما عماری اور باہمی اتحاد کے بندے نے چگا کے کرد کو مضبوط تر بنادیا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ سنا سنا ڈاکوؤں کی تلاش کے سلسلے میں چال آ رہی تھی۔ کسی ایسے شخص کی تلاش ہونے لگی جو انہیں ڈاکوؤں کے اڈے تک پہنچا سکتا۔ اخبار شہر چارہ ہے کہ پولیس سو رہی ہے۔ مگر ایسا نہیں تھا۔ سنا سنا چاکی رہا تھا۔ بڑی سخت کے بعد اسے ایک چلے گا۔

چند دنوں تک اپنے ساتھ کرا اور بھلا پھلا کر اس نے چٹان شیر خان کو اس کے لئے چاہا۔ شیر خان خود ایک مجرم تھا جو اپنے ہی پردہ پوشی کے لئے دلی سے فرار ہو کر پنجاب میں چھپا پھر رہا تھا۔ وہ چگا کے درمیں شامل ہو کر چگا کرنا چاہتا تھا۔ چارہ تک باہر وہ کر وہ چگا کے لئے چھوٹے بڑے کام کرنے لگا۔ مگر ایک بار بھی چگا تک پہنچنے کا اسے موقع نہیں ملا۔ وہ اپنی صورت حال سے آگاہ تھا تھا۔ وہ خود چگا کے بل کر اپنے لئے کوئی راہ نکالنا چاہتا تھا۔ اس کا غریب جوش مارنے لگا۔ چٹان نے سوچا پنجابی ایسے آپ کو کیا سمجھتے ہیں؟ آدی کو پوری طرح سمجھتے ہیں۔ مجبورہ کرنے کے لئے اتحادی عمر ضروری نہیں۔ چگا کا اصول یہ تھا کہ ایسے آدی کی بھرتی کی جائے جس کی پشت پر خاندان ہو، رشتے دار ہوں۔ اس کی نظر میں ایسا آدی وہاں ہی کی بہت تھی مگر سنا تھا کیونکہ غدا کی کرنے والے کے پورے خاندان کو قہم کرنے کے متعلق ڈاکوؤں کا اصول مشہور تھا۔ لہذا اگلے رہنے والے شخص کو پارتی میں شامل کرنے کے سلسلے میں اس کا دل نہیں ہلکا تھا۔

”جناب! چٹان! مجھے بھی سے وہاں نہیں کرتا۔ مگر چگا نے مجھ پر اہم نہیں کیا۔ اس کا بدلہ لینے کے لئے میں آپ کا ساتھ دے رہا ہوں۔“ شیر خان نے سنا ہے صاف صاف بات کہی۔ سنا ہے اس کے بدلے شیر خان کو اس کے شہر چارہ تک پہنچانے کی ذمہ داری اپنے سر لی۔

”شیر خان! سنا ہے وہ جن سے نہیں بھرے گا۔ دہلی کی حدود میں تھے جو جرم کئے، ہمیں ان کی پروا نہیں۔ تہناری مدد سے چگا کو قہم کر کے اور چھپیں انعام کی رقم دے کر چارہ چھپاؤں کو چھپانے میں مضبوط لیجے میں کہا۔

ساری رات چٹان کو سامنے بٹھا کر سنا ہے چگا کے اڈے کا نقشہ تیار کیا۔ کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کیونکہ ڈاکوؤں نے اپنا مقام بجا تھا۔ کھنے اور وہاں جگن کے درمیان چھاپی لیجے

پانی کھڑا تھا بھوت چوہلی میں دن میں بھی کسی کا داخل ہونا تو ڈر کی بات، قریب سے گزرنے کی بھی حس کر سکتا تھا۔ کیونکہ یہ بات مشہور تھی کہ اس طرف جانے والا زندہ واپس نہیں لوٹتا۔

بچپن میں سال پہلے اس چوہلی کو ایک وقت کے بادشاہ نے درملوں اور سینوں کے حکار کے بنوایا تھا۔ جب اس کے دل میں دونوں میں سے ایک کے حکار کی خواہش پیدا ہوئی تو وہ چوہلی میں سیم ہوتا تھا۔ اسے کہا کہ ہو کر تڑپے ہوئے جاؤ اور اچھے خاندان کی دو دیشہرو کو قہم کرنے کے بعد تڑپے کے منظر کو دیکھ کر بڑی سرت ہوتی تھی۔ ایک دو دیشہرو اس کے قابو میں نہیں آئی۔ اس کے حکم سے مسلسل تین روز اس کے سیم پر سے تمام لباس اتار کر جسم کے مختلف حصوں کو ہٹی ہوئی سلاخوں سے ڈالا گیا۔ اس کی دل بلا دینے والی بیچوں سے رات کا شنا درم برہم ہو گیا۔ تڑپ کر اس سیم اور مقدس دو دیشہرو سے مرزا پند کیا مگر اپنی صحت محفوظ رکھی۔ اس کے ہم چوہلی کے نیچے سرگ میں دفن کر دیا گیا۔ مگر اس کے بعد روز اندازت کو چوہلی میں اس کی چھین لگنے لگیں۔ بادشاہ بالکل ہو کر تڑپ کر سر گیا اور اس کے بعد تڑپ بچک بھوت بگڑ گیا۔

دوران کھڑا تھا چوہلی کی داستان میں کرنا تڑپ کر سرا گیا۔ چگانے بڑی محفوظ جگہ پناہ لی تھی۔

”ڈاکوؤں نے بھوت کو بچھا دیا ہو۔“ دوسرے کو جھنگ کر بڑایا۔ ”تھے اس بھوت بچکے میں نہیں دیکھ کر ڈر کر ڈر کا۔“ سنا تھا کیسے چٹان میں تھے۔ اس کو دے شعلے لگے تھے۔ پورے گرام پر تھا کہ

مر کے وقت نیلے کو گھیر لیا اور سورج کی بجلی کرن کے ساتھ ہی ڈاکوؤں کو پھینچ کر کے ریڈ ٹور کر دیا جائے۔ بھوت بچکے میں داخل ہونے کا راستہ بہت ٹھن تھا۔

چوہلی کی جانب سے ٹھن اطراف میں لیجے کی سیدی دیا رکھی۔ چوہلی چاہب داخلے کے

الانے کے قریب ایک گہرا تالاب تھا جو برسات کے پانی سے چمک رہا تھا۔

اس وقت کے بادشاہ نے کئی رانی کے لئے اسے خاص طور پر بنوایا تھا مگر برسوں سے استعمال

ہونے کے سبب اس تالاب میں کچھ بڑی طرح بچے سے باعث دلدل بن گیا تھا۔ ڈاکو اس دلدل

سے گزر کر کس طرح بھوت بچکے تک جاتے ہوں گے؟ یہ بھی سوچنے کی بات تھی۔ مگر چٹان نے سنا تھا کہ جو بچہ بتایا ہے سن کر سنا سوچنے کے بعد چٹان کو یہ بھی لوگ کسی کا رنگہ کی اور چال ڈاکے دکھائے

ہیں۔ تالاب کے دونوں طرف کادلوں پر بڑے درخت تھے جن کے ساتھ دو مضبوط اور موٹے

سے بندھے ہوئے تھے۔ گزر کر ڈاکو بھوت بچکے میں داخل ہوتے تھے۔ اسی طرح لوٹا

ہی۔ اسی وہ اسی راستے سے اتر لے جاتے تھے۔ مگر اس طرح رے پر چل کر ایک سرے سے

اگرے سرے تک پہنچنے والے ڈاکو بھی قیدی کی سرکس کے کھاڑی تھے۔ ایک بات سنا تھا چگا تھا

کہ چگا کا کردہ آسانی سے ٹھٹھک تسلیم نہیں کرے گا کیونکہ بے دلوں، بہتوں یا مینوں تک مقابلہ ہوتا

ہے۔ ان کے پاس بارود قہم ہونے پر ان کی ٹھٹھک نہیں ہوتی روز وہ مقابلہ کرنے میں جواب نہیں

دیتے تھے۔

دوسرے دن صبح کے وقت پولیس پارتی کو بھوت بچکے والے نیلے تک پہنچانے کے سلسلے میں

ہو چکا ہوا کچھ سنا ہے کہ سرے میں کل رہا تھا۔ اپنے دو ٹھن اچھوں کے علاوہ اس پر ورگام کے

حلق اس نے کسی کو پتہ نہیں ہونے دیا۔ پولیس پارتی کو صرف یہ حکم تھا کہ انہیں تیار رہا ہے۔

و دکائی دیتی ہوئی ہاتھوں کی ٹائیں آگ آگ رہی تھیں۔ جواب میں پولیس والے بڑے اُڑوں کی آؤ سے دندن گولیاں چلا رہے تھے۔

سنہا کی یہ چال تھی کہ ڈاکوؤں کو بچنے سے مشغول رکھ کر تین چار آدمی ٹیلے پر چڑھ جائیں۔ ڈاکوؤں کی گولیاں بڑے جھڑپوں سے ٹکرائیں چنگاریاں سمیر رہی تھیں اور پولیس کی گولیاں بچنے کے لئے زور سے ڈوب جاتی تھیں۔ کوئی گولی بچنے نہ جتنے پر نہ تھیں۔ خود سنہا کی جان بال بال بچ گئی جب ایک گولی اُس کے بہت میں سوراخ بنائی ہوئی آ رہی تھی۔

جگت نے ہونٹ اور بچنے سے کہا تھا کہ عقب سے حملہ کرنے میں جلدی نہ کی جائے بلکہ موقع کی کھوج کیا جائے۔ اس کے لئے میں پہلی گولی فائر کروں گا۔ تو ہم اس موقع کا انتظار کر دگے۔

جگت سر کھڑا ہوا سنہا سے میں بھیجیں گے کہ قاتلے پر پہنچ کر ایک اور ایک پتھر کی آؤ میں بیٹھ جائیں۔ ویرو س کے عقب میں بیٹھ گئے۔ وہ پہلا نشانہ سنہا کا لینا چاہتا تھا۔ ویرو کیوں کا جگت قاتلے سے سانس ہلک کر نکلتی ہوئی تھی۔ لیکن میں حمل کے دوران جگت اور چہرہ کو ایک ساتھ اسی طرح چھپتے تھے کہ آج نہ جگت کے بعد اس کی جگہ میں ویرو اس کا ساتھ دے رہی تھی۔

جگت نے سنہا کا نشانہ لیا۔ مگر اُس کے قاتلہ کرنے سے پہلے ویرو نے جگت کا ہاتھ دبا لیا۔

"جگت! آؤ پیلے پر دو آدمی چڑھ رہے ہیں۔"

جگت نے چونک کر دیکھا، دو پولیس والے پیٹ کے تلے اُپر کھینچے ہوئے اوپر پہنچ چکے تھے۔ اگر دھڑلے سے اُسکی غافل رہے تو اس صورت میں پولیس والے بچنے میں داخل ہو جائیں گے۔ جگت کو لہر محسوس ہوا۔ زندہ نہ تو بچ نہ دلائی ہوئی تو بہت نقصان ہوتا۔ جیسے ہی دونوں پولیس والے دوڑ کر ایک دوسرے پھر کے پیچھے چلے گئے، جگت نے نشانہ لے کر فائر کئے۔ ایک پولیس والا ہاتھوں کو دبا ہوا پیلے سے پھینکا۔

"ویرو! کہاں ہے؟" اس نے کہا؟ ڈاکو قاتلے میں موجود ہیں۔ پھر عقب سے کس نے پولیس پر فائر کیا؟" اُس نے بلند آواز میں کہا۔

"نو شہر! ڈاکو عقب میں بھی موجود ہیں۔"

سب لوگ خوفزدہ ہو کر محفوظ مقام کی گھر میں دوڑنے لگے۔ جگت کا دھماکہ سن کر ہجومان نے فائر کر کے ٹیلیک پیچھے والے دوسرے پاسی کو بھی نشانہ بنادیا۔

بچنے کے لئے کھڑے ہوئے پولیس والوں پر فائرنگ شروع کر دی۔ بچنے میں موجود ڈاکو پیلے گھبرا گئے تھے۔ مگر پولیس پر عقب سے فائرنگ ہوتے دیکھ کر سمجھ گئے کہ جگت اور دوسرے ساتھی دھکے لے آ گئے ہیں۔ اُن کا جوش بڑھ گیا۔ پھر کھوں میں پولیس والے گولیوں کی بارش میں مگر گرہ لگے۔

چند منٹ بعد جگت کے بعد ایک بھوت بچنے کی جانب سے فائرنگ بند ہو گئی۔ باج منٹ تک ٹاپا چھا گیا۔ اس غاصوش میں سنہا سمجھ گیا کہ بچنے والے ڈاکوؤں کے پاس اسلحہ تو ہو گیا ہے۔ اُس نے حریفین کے لئے دو تین فائر کئے مگر جواب نہیں ملا۔ وہ پھر بڑبڑا جوش لگے۔ انہوں نے پولیس پارٹی کی تکی ملک دھکے کے بعد پیچھے کا پیغام دیا تھا۔ اُس وقت تک ڈاکوؤں کو روکنا تھا۔

کہاں جاتا ہے؟ اس کی تفصیل سے سب لاعلم تھے۔ مقام کا نام لینے پر مگن تھا پولیس فورس کے لوگ روایتی راستان کی وجہ سے خوفزدہ ہو جاتے مگر دوسرے وقت شیر خان اچانک دوڑا تھا کہ قریب آ کر ڈاکا۔

"ڈاکو شاید اس منصوبے سے واقف ہو چکے ہیں جناب!" شیر خان نے مضطرب لہجے میں "وہ اپنا ڈاکو تبدیل کر رہے ہیں۔"

"کس؟" سنہا نے آکھیں پھیلاتے ہوئے پوچھا۔

"مگر جنرل میں مگر وہ بہرہاں کے سامان کی تبدیلی نوٹ کی گئی ہے۔ مقام بدلے سے پچا اپنا سامان بنادیتے ہیں۔"

اسکے سنہا نے اپنا منصوبہ ویرم برہم ہوتا محسوس کیا۔ وہ سوچ رہا تھا ڈاکو اس کے منصوبے کے اس طرح واقف ہوئے؟ لیکن اس کے باوجود ہر حرکت پر وہ یہ سوچ ہاتھ سے نہیں جانے دینا چاہتا تھا۔ وہ فراموش پولیس پارٹی کے ساتھ شیر خان کے ساتھ بھونکے کی جانب رواں ہو گیا۔ مگر قمر کے کھیل خالے ہیں۔ بچا اس وقت اپنے آؤ سے گرہ کر رہا اور دو گناؤں کے کیا تھا۔ اُس۔ صرف میں آدمی آؤ سے میں چھوڑے تھے مگر کہ وقت ہی بھوت بچھ چھوڑ دینے کا دھرم تھا۔ سنہا تھا۔ وہ لوگ تیار کیا کر رہے تھے۔ بچا، دو گناؤں کے کراہیں لہو تو اس سے خوشتر بھوت بچا پولیس کے گھر سے میں آچکا تھا۔ اگر جگت کا خوف راستے ہی میں انہیں اطلاع نہ کرنا تو انہما۔ میں وہ پولیس سے جا گھرا تھا۔ مگر اب چکا پولیس کو گھبرانے کا منصوبہ بنا چکا تھا۔ جگت نے اپنی پار سے نہیں بچے کر دیئے۔ بچن، ہجومان اور خود اپنے بچے ساتھیوں کے ساتھ تین اطراف سے کپڑے کے عقب میں پہنچ کر ایک محلہ کرنا چاہتے تھے۔

وہ پیٹ سے پولیس ک آئے کے اندر بچے کے تحت باقی ساتھی دوسری جانب مورچہ بند کر دیئے گئے۔ ویرو کو محفوظ مقام پر پہنچانے کے متعلق جگت نے کیا تو ویرو نے فحش کی۔

"آپ لوگ مجھے الگ کیوں سمجھ رہے ہیں؟ ماضی نہیں چلا سکتی مگر گولیاں تو سینے پر کھائیں ہوں۔"

"مگر ویرو! عورت کا یہ کام نہیں۔ یہ مردوں سے کھیل ہیں۔" جگت نے مسکرا کر کہا۔

"ہمم۔" کیا کوئی عورت اپنے مرد کا چھوڑ کر فرار ہوئی ہے؟ فرض کرو کہ میں بھی ڈاکو بچ گئی ہوں، وہ بھی اسی وقت سے تو؟" ویرو نے مضائقہ کہتے ہوئے کہا۔

جگت کا موقع نہیں تھا۔ نصف میل کے قاتلے پر کھڑوں سے آؤ کر پیچھے چھپاتے انہوں نے نیلے کے تینوں طرف سے ایک ہر حملہ کر دیا۔ زور سے راتھل کے پہلے دھماکے نے جگت کا اطلاع کر دیا اور دھماکوں نے دیوان کا خوفزدہ ہو کر بھاگنے کے خواہش پیدا کر دیا۔ بچہ پیچھے ہوئے فضا میں پکڑ کاٹے گئے۔ جنگل میں چاروں طرف جانور خوفزدہ ہو کر بھاگنے کے خواہش پیدا کر دیا۔ اُن کا پناہ چاہتا تھا۔ پیچھے مغرب کی سمت جھک رہا تھا۔ سورج غروب ہو گیا تھا۔ جگت نے شیر خان کو آؤ کر پناہ چاہتا تھا۔ پیچھے میں چکا کو ختم کرنے کا اُس نے چٹخ کیا تھا، وہ آؤ سے قریب نظر آ رہی تھی۔

جگت اس بچنے کی کھڑکیوں سے سر نکال کر سنہا کو قریب بلایا رہی تھی۔ مگر ساتھ ہی بچنے کی کھڑکیوں

ٹی اور اس کے ساتھ چلا وہ بچے سے الگ ہو کر چھوٹی جگت اس وقت بنوان میں گھر میں تھا۔  
بچے میں رہائش کے دوران ایک بار بنوان نے اس سرگ کا پتہ لگایا تھا۔ ایک کمرے کے  
بالوں پر سے پتھر کے نیچے سرگ کا راستہ تھا۔

دیکھو اس سرگ میں اس پاگل بادشاہ کا خزانہ ہے۔ بنوان نے انہیں بچائے ہوئے کہا  
اور سب بس دینے تھے۔ اندر جری سرگ جیسے کمرے کی کماندہ کچھ ہے۔ بنوان اندر جانے پر  
ہو گیا۔ میں اندر جا رہا ہوں۔ جو میرے ساتھ آئے گا خزانہ میں اس کا آدھا حصہ۔ بنوان  
بچھ گیا۔

سب نے اسے روکنا چاہا مگر وہ سرگ میں داخل ہو گیا۔ اس وقت جگت موجود نہیں تھا۔ وہ ان  
کے میں بنوان قلاب ہو گیا۔ مشعل کی روشنی غائب ہو گئی تھی لے کر بنوان اندر گیا تھا۔  
ن گھنٹوں گزرنے کے بعد بھی بنوان وہاں نہیں ہوا۔ سب لوگ گمراہ ہو گئے۔ اسے آواز دی مگر  
کے جواب میں ملا۔ سب لوگ گمراہ گئے۔ ایک شخص کو اس کے پیچھے بھاگتا دیکھ کر وہ چار  
اگر اس کا ہاتھ ہوا وہاں اٹھ گیا۔

حیران ایک گھنٹہ گزرنے کے بعد چاک بچے کے دروازے میں بنوان انہیں کڑا نظر آیا۔  
لے کر کمرے کے دروازے سے نکل گئے۔ سارا اس سیاہ ہوا ہوا تھا۔ بالوں میں جالا لگا ہوا  
پر چار چہرہ سیاہ ہوا تھا۔ سب جگت سے آئے دیکھنے کے اور نتیجے مار کر بٹھ گئے۔

سب کے پوچھنے پر اس نے بتایا کہ سرگ دراصل ایک راستہ ہے جو بچے کے آدھے فراگ  
پڑ گیا ہے۔ پھر اس نے بتایا کہ اس نے سرگ میں ایک خوفناک سیاہ ناگ دیکھا اور ایک  
بال کا زخم چاٹ رہی تھی اور دیکھا۔ میں دو گے بال بال بچا ہوں۔ جگت سوچ رہا تھا۔ آج پھر بنوان  
رک کر گیا ہے۔ اور اس کے بھائی کو لے کر آگے لگے۔ اچانک ایک فائر نے اسے چوڑا  
ایس نے فوڈا کر ٹک میں جاب پایا۔

اب صرف چوبیس بچے ہی بچ گویوں کے۔ وہ بچے جگت کی توجہ مبذول کرتے ہوئے کہا۔  
جگت نے فکر مند نظروں سے بچے کی جانب دیکھا۔ وہاں کوئی حرکت نہیں تھی۔ وہ لوگ کیا کر  
تے ہوں گے؟ جگت سوچ رہا تھا۔ وہ کھڑا تھا کہ بنوان کی طرح بچے میں کچھ جانتے۔ اور دوسری  
ف سنا دوسری ملک کا کھڑا تھا۔ اور وقت گزارنے کے لئے وقتے وقتے سے غائب کر رہا تھا۔  
ت کی نظر میں دور مشعل کی روشنی کو تلاش کر رہی تھی۔ مگر مشعل ابھی نظر نہیں آ رہی تھی۔

خف گھٹنے کے بعد بچے کی طرف سے ایک دھماکا ہوا۔ سنا ہوا تھا۔ جگت کے چہرے پر  
رہت جھلک گئی۔ بنوان بچھ گیا تھا۔ اس دھماکے کا بھی بیخام تھا۔ اس نے دیکھا بچے میں تین  
نٹیں چلنے لگیں۔ بنوان سب کو سرگ کے راستے نکالنے کی تیاری کر رہا تھا۔ سنا سب کچھ  
روشنی سے دیکھ رہا تھا۔ آخری دور کے بعد اچانک ایک دھماکے نے اس کا ذہن نافذ کر دیا تھا۔ وہ  
کوئی سختی نہ دے گا۔ مشعل کی روشنی نے اسے حیران نہیں کر دیا۔ اس نے بچے کی جانب  
جا کر فائر کے پھر جواب میں ملا۔ اب سنا تھا گیا۔ جنگل میں سے دھندوں کی آوازیں سنائی  
پڑ گئیں۔ شاید اگلی کوئی گولہ زور سے پھٹ گیا۔ اس علاقے میں درندے بہت تھے۔ پولیس

اس صورت میں اندر باہر کے ڈاکوؤں کو قابو میں کیا جاسکتا تھا۔  
اس طرف جگت بھی انہیں میں گھر گیا۔ وہ جانتا تھا وہ سپر کوئی اس نے اسلحہ اور ہتھیار  
ذخیرہ کی جگہ بچا دیا تھا۔ تو راہبیت تھا وہ اس کے ساتھیوں نے چھوٹ دیا۔ اب کیا ہو گا؟  
ہوئے ساتھیوں کو کس طرح بچایا جائے؟ اسی لئے اسے محسوس ہوا جیسے عتب میں پیٹ کے قطر  
رینکا ہوا آ رہا ہے۔ جگت نے چمک کر انٹل کے ٹرائیگر پر انگلی رکھ دی۔ مگر آنے والے نے  
بار بجت کر دوک دیا۔ میں بنوان ہوں۔

جگت گھبرا گیا۔ کیا ہوا بنوان آخری ہو گیا ہے؟ وہ کہہ دو ہیں روک کر وہ پیٹ کے قطر  
ہوا اس کے قریب آ گیا۔ کیا ہوا بنوان؟  
بچے کچھ نہیں ہوا۔ بالکل ٹھیک ہوں۔ ایک ترکیب میرے ذہن میں آئی ہے۔ بنوان  
بھیرے لے گیا۔ جگت کی آنکھیں جھپکے گئیں۔  
جلدی تیار۔

میں سرگ کے راستے بچے میں جا رہا ہوں اور سب کو وہاں سے لاتا ہوں۔ تم لوگ دیم  
آگے بڑھنے سے روکو۔

مگر بنوان اہارے پاس مشعل نہیں ہے۔ اس اندر میرے میں سرگ میں داخل  
خطرہ ہے۔ تم ایک بار دن کے وقت مشعل کے رکھنے تھے تو وہاں تم نے ساپ دیکھا تھا۔  
علاوہ اس طرف پولیس ہونے کی صورت میں دکان خطرہ ہو گا۔ اگر چاہئے ہے تو دونوں ساتھ  
گئے۔ جگت نے کہا۔

تم ہمارے سردار ہو۔ مگر اس وقت بحث کرنے کا موقع نہیں ہے۔ ہم دونوں جائیں اس۔  
بہتر ہے کہ تم ڈکن کو دیکھو۔ وہ تقدیر آؤنا ہوں۔ یہ کہہ کر بنوان جگت کے جواب کا انتظار  
بلیوٹ کیا۔ وہ روکے پاس آ کر جگت سے سر ہوا بھری۔

وہ موت کے سانس میں جا رہا ہے۔ سرگ سالہا سال سے وہاں ہے۔ پھر اس نے مزید کہ  
مگر اس کے علاوہ کوئی راستہ بھی نہیں ہے۔

پیلے پر سے پتھر کے کرنے کی آوازیں کر جگت چوڑا۔ کوئی پیلے پر چڑھ رہا تھا۔ اس نے فوراً  
کیا اور اس کے ساتھ دوسری جانب سے ایک سپاہی پیلے سے لٹکا ہوا پتھر لے کر۔ جواب میں سپاہی  
جانب سے جگت پر گولیوں کی بو بھانپا ہونے لگی۔ وہ جگت سے لپٹ کر جیسے کوئی تلے اپنے سارے  
درخت سے لپٹ کر ہوا۔ اس کے فولادی سینے پر اس نے ناگہا ہاتھ پھیرا شاید وہ جگت کے د  
کی حذر کر رہی تھی۔ وہ گھری سوچ میں ڈوب گئی۔ وہ گھبرے اندر میرے اور سرد ہوا میں بھا  
جیسے مرد کے پہلو میں گری محسوس کرنے لگی۔

وہ جگت کے سینے سے لگ کر زندگی کی تمام سختیاں بھول گئی۔ اس کا دل تیزی سے جڑ کا  
لگا۔ سیکانی انگلیوں نے گلے میں پھنسے ہوئے جگت کے خوب کو چھو لیا۔ جگت کی غمت کی آگ انہ  
کے دل میں بھڑکنے لگی۔ تو جگت کی زندگی کی حفاظت کے لئے خود اس نے گدیا دیا تھا۔ کسی کے  
سہاگ کو قائم رکھنے کے لئے شاید اس نے جگت کے گلے میں تو جیر پرتایا تھا۔ وہ روک چٹن کہ



”مجھے قہقہوں کی وجہ سے سب پر آفت آئی۔“  
 ”نہیں نہیں۔ ایسا تو کہیں دیر نہیں آتا۔“ بچن نے درمیان میں دھل دیا۔ ”ہم تو اس وقت کو ڈھا  
 پنے ہیں جب آپ کو غواہ کرنے کے لئے نکلے اس وقت پولیس نے ہمارے گھرانے کو گھیرا۔ ورنہ  
 آپ کا مشکل تھا۔“

”مگر وہ بہن! جو بھائی سگڑا کر کہا۔“ آپ کے انوار کے سلسلے میں ابھی خاصی بٹھ ہوئی  
 تو بچن سوچ رہا تھا کہ میں کڑا کر گرانے کے لئے پرچہ لکھ کر آپ نے سازش کی ہے۔“

ویرہ بچن کی جانب دیکھ کر سر ادا۔ اس سرگرمی میں کسی قسم کا تاثر نہیں تھا۔ بکت نے بابت کا  
 جواب دے کے لئے کہا۔ ”اے! الی الی میں یہ سوچا ہے کہ تم میں سے خداداد کو ہے؟ جس نے پولیس  
 ڈپری کی۔ پولیس کو بھوت بھنگے کی خبر کس نے پہنچائی؟“ بچرا کہیں نکلتا ہوا بولا۔ ”اس خداداد  
 کس کس نے اس خبر کو ہونا چاہئے۔“

بچن قہقہہ لگا کر غصہ دیا۔ سب جب سے ہو کر اُسے دیکھنے لگے۔ وہ بھائی کو کہی یا گوار کر دی۔  
 ”جی! اتم کی خبر کو کچھ نہ سنا۔“

”باہل۔۔۔ میں تو کچھ بھول گیا۔“ بھائی نے بھائی شہر خان سے غزری کر دی۔  
 ”بھائی۔۔۔“ بھائی نے دانت چیر لئے۔ ”وہ شیر خان؟ میں اُسے ذمہ نہیں چھوڑوں گا۔“

اُسے پہلے اُسے قسم کر ڈوں گا۔ ورنہ ہم تمام بھائی نہیں۔“  
 بھائی کا یہ زور دیکھ کر ویرہ بچن کی۔ ڈاکو جس پر اعتماد کرتے ہیں، اُس پر بھائی چھوڑ کر  
 چلے ہیں۔ مگر خداداد کو گولی مارنے میں ڈر اور نہیں لگاتے۔

”بھائی! اتم اُسے تلاش کرنے کہاں جاؤ گے؟ وہ تو پولیس کی حفاظت میں ہے۔“ بچن نے  
 میں بچرے ہوئے بھائی کو پچھرا۔

”بچن! اتم یہ کہہ کر مجھے روکا جا چکے ہو۔“ بھائی گرجا۔ ”میں سنا کہ گھر میں داخل ہو کر اُسے  
 اہل باروں کا ساتھ میں سوچ دیکھ کر سنا کوئی لٹاؤں گا۔“ بھائی سنا کہ خون کا پیا ساسا کا

مگر شاید تمہیں اُس کی تلاش میں قبرستان جانا پڑے گا۔“ بچن نے راز سے پردہ اٹھانے کی  
 دیا۔ سنا کہ۔

”قبرستان؟“ سنا کہ جواب سے اُسے دیکھنے لگے۔  
 ”ہاں قبرستان۔“ بچن نے زور سے سر ہلا کر کہا۔ ”میں نے فرار ہونے سے پہلے اُسے

لگانے لگا دیا تھا۔ لہذا اُس کی تلاش قبرستان میں ہی مل سکتی ہے۔“ بچن نے سیدنا کی کہا۔  
 سب خاموش ہو گئے۔ بکت نے بچن کی پشت تاشا کے طور پر سمجھائی۔

ویرہ نے بھائی کے ہاتھ سے رابطہ کرنے کی جگہ رکھ دی۔ بچن نے تفصیل بتائی۔  
 ”پولیس سے ابھی نظر آنے والے شخص کو میں نے غور سے دیکھا۔ اتم میرے میں بھی میں نے

سے پہچان لیا کیونکہ اس کا بھائی صاف نظر آ رہا تھا۔ میں سوچ کا انتظار کرنے لگا۔ مجھے اُس  
 ڈاکو کی حرکت کا انتظار تھا۔ اور مجھے سوچ مل گیا۔ میں نے یہ پہچان اُس کے سینے میں آثار

ہاں۔ وہ لڑکھارہ گرجا۔ کرتے ہوئے اُس کا ہاتھ سینے پر تھا۔ ”مگر بھائی سے بولا۔“ تو ب

والوں کے دل دھڑکنے لگے۔ کچھ وقت کے بعد بھنگے کی جانب سے تمہیں دھماکے سنائی دیئے۔ یہ  
 ہو جانے کا اشارہ تھا۔ بچرے بھنگے میں متھیں اب بھی جلی جلی تھیں اور کڑکوں میں مارتے تھے۔

ویرہ نے یہ دیکھ کر اس سلسلے میں بکت سے استفسار کیا۔ بکت اُس کی بات سن کر سر ہلا اور بولا  
 ”یہ پولیس کو بچرے دینے کا ہمارا طریقہ ہے۔ ویرہ وہاں نشانہ لے کر بیٹھے ہیں گے اور ہم کھسکا  
 جائیں گے۔“

سنا کہ ابھی یہی جاری تھی۔ کچھ قاز اُس نے صافوں کا نشانہ لے کر کچھ کر شاید تھا۔  
 خالی جا رہے تھے۔ ارد گرد سے قاز بگ بند ہوئی۔ اُس نے سوچا پورہ ڈروالے ڈاکوؤں کے پاس  
 شاید گولیوں کا ہونے ہوئی ہوں گی۔ اگر وہ اس طرح ہو جانے کی وجہ سے فرار ہو گئے تو بھنگے والے  
 ڈاکوئیں کس کسے۔ اُسے بھنگے میں گھرے ہوئے ڈاکوؤں سے زیادہ دلچسپی تھی۔ کیونکہ جانے کیو  
 اُسے یقین تھا کہ اُسے خاص کامیابیوں کے سواہر بھنگے میں ہو گا۔

چھپے چھپائے ہوئے انکسٹر سٹائل پر چڑھنے لگا۔ کیونکہ خطرہ مول کے بغیر کامیابی ناممکن تھی۔  
 مگر نصف پہنچ کر اُس نے گردن کھائی۔ ڈور سے مٹھوں کے جلوس کی شکل میں پولیس پارڈ  
 آ رہی تھی۔ اُس نے بھائی لڑکائی جس کا مطلب تھا۔ ”ڈور ڈر جاؤ۔“

چاروں سمت سے بھنگے کی گرجا کر سنا ہوا بھنگے گیا۔ ”اے آپ کو ہمارے حوالے کر دو۔“ بھنگے  
 قسم ہو گیا۔ ”سنا کہ بچ کر جواب غداروں کی مٹھائی میں نظر آنے والے مارتے گولیوں کی  
 بو چھڑے اٹ گئے۔ کسی قسم کی آواز نہیں ہوئی۔

”سب تم باہر آ جاؤ اور نہ بھنگے کو آگ لگاؤ گا۔“ سنا نے پھر بچ کر کہا۔ مگر اس مرتبہ بھی  
 کچھ اسکتا تھا۔ سارا بھنگے بھائی والے کے باوجود بھی ڈاکوؤں کا سراغ نہیں ملا۔ نہ ہی چند چھوٹی  
 موٹی چڑوں کے علاوہ کچھ ہاتھ لگا۔ ڈور بھنگے سے لڑکھوں کے روئے کی آواز آنے لگی۔ سنا کہ  
 دل بھی گھٹت کے سب دور دور تھی۔

بھائی نے کمال کر دیا تھا۔!  
 پولیس کے کھینچے سے نکل کر فرار ہونے والے تمام لوگ جب سنے لگے تو ہرچ ہوئے تو بھائی

کی تعریف کرنے لگے۔ غزائے کی تلاش میں بھائی سب میں داخل ہوا اور بکت میں کہ وہاں لوگ  
 تھا۔ اُس وقت اُس کا مذاق اڑانے والے اور اُسے دانے والے سامنے آج کان بچرے کی بات کر

رہے تھے۔ کاس سب اور بھائی کی بکت نے انہیں پہچان لیا تھا۔  
 ”مجھے افسوس اس بات کا ہے کہ سنا کو میں نہ سنا۔ اتم میرے میں کچھ نظر نہیں آ رہا تھا ورنہ

میں اُسے آزاد کرتا۔“ بھائی پیشانی کے زخم پر کسوا تھا ہوا بولا۔  
 سب میں داخل ہوتے وقت ایک نوکدار پتھر نے اُس کی پیشانی ڈھکی کر دی جس کی گرم پانی سے

صاف کر دیو چکی ہوئی تھی۔ پہلی بار ڈاکوؤں کے درمیان ایک عورت کے دانے سے انہیں  
 ایسا محسوس ہوا تھا جیسے بھائی سے وہ اُن کے ساتھ ہو۔ وہ مجھے ہوئے اتم میں کام کرنے

لگی تھی۔ بھائی کی پیشانی پر پانی کس کر ویرہ بولی۔

اعلیٰ میں ہوا نہیں؟

بنو مان سرست سے اچھل کر یولا۔ ”مگر تو آج اس خوشی میں محفل ہو جائے۔ غدا کی صو۔

سرت کی علامت ہے۔ لہذا وہیں نکالو۔“

سب بوجھے گئے۔ کیونکہ دیر کی موجودگی نہیں بھولا تھا۔ اُس نے دھجے لہجے میں کہا۔

”نہیں بنو مان! پھر کبھی۔۔۔ آج ہمارے ہاں مہمان ہے۔“

سب کی نظریں دیر کو دیکھ نکلیں۔ وہ بچے دیکھنے کی جگت کا مطلب بھی سمجھتی اور اپنے آواز پر

بولی۔ ”میری وجہ سے اپنی خوشی خراب نہ کریں۔ پھر میں اب مہمان نہیں رہی۔“

”دیر! انہیں خبر نہیں۔ بنو مان بچے کے بعد بے قابو ہو جاتا ہے۔“

جگت کے بعد بنو مان نے تائید کی۔ ”جگ بات ہے۔ دیر دیکھنا اگر آپ مجھے اس حال میں

دیکھیں گی تو مجھ سے نفرت کریں گی۔ لہذا ہر گرام بھڑکی۔“

”مگر میں تو ہمیشہ آپ کے ساتھ رہوں گی۔“

”نہیں وہ دیر! لیال ایک مینے کے لئے میں نے دوسری جگہ تہا دی رہائش کا انتظام کر۔

کے متعلق سوچا ہے۔ کیونکہ سہا اس پرے سے اپنے پاس آئے گا۔ میں یہیں پہنچیں پہنچی پڑیں گی۔

پھر جگت، جگن کی جانب متوجہ ہوئی۔ ”میں نے فیصلہ کیا ہے کہ ہم کل صبح دیر کو آچلا کے گھر چھوڑ آئیے

گے۔“ جگن نے آنکھ کے اشارے سے اثبات میں جواب دیا۔

دیر نے فوراً پوچھا۔ ”آچلا کون ہے؟“

”میں نہیں جانتی جاتے ہوئے راستے میں بتاؤں گا۔“ جگت نے مختصر کیا۔ وہ جانتا تھا کہ آچ

سے ملنے کی دیر کو دل ڈکھائے گی۔

اُس رات جگت، دیر اور جگن سوئیں گئے۔ جگن کو آچلا کی یاد ساری تھی جبکہ دیر اور جگت ایک

دوسرے کے خیال میں گم جا کر رہے تھے۔

چند دن کی اپنے بستر پر گریہ میں بدل رہی تھی۔ دیر کو آخرا کرنے کا بیٹام اسی نے جگت کی

پہچان کیا تھا۔ یہ سن کر اس کی خوشی ہوئی کی گرساس کو سکتے ہیں دیکھ کر چند کو عجیب سا جھکا لگا۔

ساس کو خیالات کی وادی سے نکالنے کے لئے چند نے انہیں بلایا چلایا۔ ”ماں۔۔۔ میں نے

فلاڈ تو نہیں کیا؟“

ماں کی دیر کو ایک سے دھمکی پر جبر، پھر بولیں۔ ”ہو بیٹی آج صبح کا پتہ ابھی کیسے لگتا

ہے؟ دیر دیکھے بھی پیاری تھی مگر۔۔۔“

”مگر کیا ماں؟“ چند کی آواز میں کھنکھائی۔ ماں کی ہنسا جاتی تھی کہ دیر و جگت کے ساتھ

رہے گی تو شاید تم شوہر سے ہاتھ جوڑو بیٹھو گی اور ہم جیسا گناہ دیں گے مگر اس بات کر کے وہ چند کا

دل ڈکھائیں جاتی ہیں۔ لہذا وہ بولیں۔

”چند! تم اپنے سر پر یا ناگوست تانا۔ ورنہ وہ تم پر فضا ہوں گے۔ تم نے ایک عورت کی وہ

کر کے نیک کام کیا ہے مگر مردوں کی نظر میں خوشی کا زہر بھر جانے کے بعد اسے آنا ناممکن ہو

ہے۔ تمہارے بڑے سر دیو کے نام پر ٹھوکتے ہیں۔“ ماں کی کچھ دیر تک دیکھیں۔ اُن کی آنکھوں

میں الجھن تھی۔ ”چند! اچھا کہ ہوا اس کی اب فکر کرنے کی بجائے اس بات کو پیش میں رکھ لیتا۔

ہر کو جگت کیوں آخرا کر کے لے گیا ہے ہم نہیں جانتے۔ کیس؟“

رات کو سون گئے مکان میں داخل ہوئے۔ چند کی جان آدمی ہوئی۔ وہ بیٹیا باہر سے کچھ سن

کر آئے ہوں گے۔ یہ اُن کے قدموں سے اظہار ہو رہا تھا۔ ہاتھ نہ دھو کر انہوں نے جا لی تہ،

اچھا۔ ”بہو کہاں ہے؟“

”باورچی خانے میں ہے۔“ ماں کی سوال کا مطلب کچھ کر بولیں۔

چند کا لگا کر سن رہی تھی۔

”جب اُس کو جگت نے آخرا کیا تم لوگ کہاں کی تھیں؟“

”گرودار سے درجن کر گئی تھیں۔“ ماں کی نے جواب دیا۔

”گاؤں میں سب کدہ رہے ہیں کہ دیر کی خوشی جگت کی گھوڑی پر بیٹھ گئی۔“ ماں کی خاموش

ہیں۔ ”سوئیں گئے پھر بولے۔“ ”بہو کو سب شائق گزرا ہو گا۔ اُسے دلا سو دینا۔ میں وہ یہ نہ کیے کہ

ہر اور جگت کے درمیان پرانی دوستی ہے۔“ ”سوئیں گئے دروازے میں لائین کی روشنی میں

جگن کی پرچا نہیں دیکھی اور کچھ گئے کہ چند دروازے کی اوٹ میں کھڑی ہوئی ہے۔ لہذا بلند

آواز میں بولے۔“ ”ڈاکوؤں کی چال بازی اپنے ذہن میں نہیں آتی۔ شوہر سے چلنے لینے کے لئے

ہی کو آخرا کرنے کی کیا ضرورت تھی؟“ پھر انہوں نے دیکھا کہ پرچا میں غائب ہوئی۔

ماں کی نے دم بدم لہجے میں سوئیں گئے کہا۔ ”ہماری بہو ایسی گرو داروں کی نہیں۔ اس کا اخلا

ہا کچھ برقرار ہے۔“

چند کو یہ اطمینان ہوا کہ جگت کچھ اُس کے سر کی ناراضگی سے بچ گیا مگر اُسے نانا کی بگڑتی۔

اس کی نے کہا تھا کہ وہ جگت سے بیٹا جگت ہوں گے۔ لہذا چند کو نیند نہیں آ رہی تھی۔

رات کے سنانے میں چند نے برابر والے مکان کے صدار دروازے کی دھجھکے کی آواز

نی کسی کی بڑا ہمت سنا لی دی۔ کھڑی ہو کر دیر کو کھڑکی کے پاس پہنچی۔ وہ تین آدمی دیر کے

مذازعے کے قریب کھڑے ہوئے تھے۔ شاید دیر کا شوہر آقا تھا کیونکہ چھوٹی کھڑکی کھلتے ہی وہ

ایک آدمی آدھی کے بازو قدام کر اترے گئے۔ چند نے کسی کو کہتے سنا۔

”میری غیر حاضری میں میری بیوی کو آخرا کر کے لے گیا۔ جگت۔ میں بھی اسے دیکھوں گا۔“

اِس شخص کے سننے کے لئے دیر کو کھڑکی کا گلاں نہ سننے کی خاطر چند نے کانوں پر ہاتھ رکھ لئے۔

و شاید بہت زیادہ ہی سننے میں تھا۔

چاہی تھیے کوئی دے رہی تھی یا اُسے بڑی ہمت تھی کیونکہ چند نے سنا وہ کہہ رہی تھی۔

”ایسی ذلیل عورت میں سے بھی نہیں دیکھی سوئیں گئے! ہاں! بے شرم۔ میری نظر کے سامنے

بٹے ہوئے وہ ڈاکو ہاتھ قدام کر گھوڑی پر چڑھ گئی رہی۔“ پھر کسی بھرے ہوئے بولی۔ ”وہ

تم میں جانے مگر انہوں نے یہ کہنا نہ دیا تھا کہ تم نے کیا کیا۔“

یہ سن کر چند سر آدھ بھری ہوئی کھڑکی سے ہٹ گئی۔ اب وہ سنا جاتی تھی کہ سامنے والے

مکان کے دروازے کی جانب سے سرگوشیاں سنائی دیں۔ کھڑکی کے قریب جا کر وہ غور سے سننے



چند دن کے اوپر دیکھا، میں جی مسکرا رہی تھی۔ سوہن نگہ بھی خود سے سن رہے تھے۔ چند دن کے خدا کا آخری جملہ چل رہا۔ ”محبت کرنے والی اپنی ساس کی کبریٰ طرف سے بہت سارے سلام۔“

چند دن کے خاموشی سے خدا دو تین بار اور پڑھا اور پڑھا۔

”خیر و شر تو کچھ نہیں ہے۔“

اسی لمحے سامنے والے مکان میں ایک خلاء دیا گیا۔ مومن نگہ خیمے میں بھرا ہوا اپنی چاچی کو سنا رہا

”میں اپنی مرضی سے کھرچھوڑ کر چاٹ لی ہوں۔ پریس میں چپ و پرٹ لکھوا لیا تو میری طرف سے تحریر کو ادیا کھرچھوڑ کر خض چکانے کی خاطر اپنی بیوی کی عزت بھلام کرنے والے شوہر سے تنگ آ کر بیوی خودکشی کرتی ہے یا باوجود اقرار اختیار کرتی ہے۔ اس عرصہ کے سلسلے میں دوسروں پر الزام دہرے ہوئے شاید تم لوگ اس دنیا میں جی جاؤ گے مگر اوروں کے ہاں کونسا کونسا جواب دو گے؟ زہب نے جسے شادی کے بعد جن میں جگڑ کر تہمارا عزت بتایا تھا، اُسی ہیانت سے تم بدمعاش کرنا چاہتے تھے۔ اس لیے تم انکا دل مرانے کے لیے خود بخود دھار دو گے۔ مجھے تہمارے پاپ میں حصہ دار نہیں ہونا۔“ میری طرف ”دوڑ“ لکھا ہوا تھا۔

مومن تنگہ دانت چیتا ہوا ہوا۔ ”مغرور عورت۔۔۔ مکہ اور نیکی کی باتیں کر رہی ہے۔ اُسے خبر نہیں کہ ایک دن میں اُسے اپنے قبضے میں لے کر ایسی سخت سزا دلوں گا کہ۔۔۔“ مومن تنگہ بڑی لڑج کھانسنے لگا۔ اور اس کے آخری الفاظ علیؑ ہی میں رو گئے۔

بھوت بچنے سے دھوکہ دے کر جب ڈاکو فرار ہو گئے تو منہائے محسوس کیا کہ چاکو قہقہہ کرنے کی گھبراہٹ کے ہاتھ میں نہیں ہے ورنہ دوبارہ قہقہہ کیا ہاتھ میں آیا ہوا مجرم بھگداشت نکل جانے میں کامیاب نہ ہوتا۔

لوگ کہتے تھے چچا کو کسی فقیر کی دعا ہے کہ تیری موت پولیس کی گولی سے نہیں ہوگی۔ سنہا اس بات پر غصہ دیتا۔ وہ اس کا یہ مطلب نکالتا کہ پولیس کی گولی سے نہیں تو پھانسی کے تختے پر موت ہو گی۔ چچا زخم بردہ کرتا رہا۔ اس سے انہیں خاصا انعام ملے گا۔

بہت جگہ سے خالی ہاتھ لوٹے ہوئے سہا سوج رہا تھا۔ ڈاکوؤں کے گھر جانے کے بعد  
 قلعہ سے اُن کی دودھوں کو لگ آئے تھے؟ چٹان نے قریب اطلاع دی تھی کہ پورا دودھ موت جگہ  
 میں موجود ہے۔ چڑھایا کیسے ہوا؟ ڈاکوؤں کو گھیرنے کا منصوبہ اس نے آخر تک کسی کو نہیں بتایا  
 تھا۔ کیونکہ وہ جانتا تھا کہ ڈراما میں حلقہ سے ڈاکو چھوڑ دے گا۔ چٹان کو ادا میرے میں بیان کر  
 ڈاکوؤں نے کسی کی جگہ سے اُن کی گرفتار کر لی۔ سہا سوج رہا تھا۔

چکا گوتم کرنے کے چوہا کہ کچھ گلاب صرف پختیس دن باقی تھے۔ کیا فیصلہ صیب بدنامی کے ساتھ رازِ غم کو کھلا دے؟ کیا اُس نے چمکی دُلمن کو ”تمہارا ساہگ سلامت رہے“ کی جو یاد دہانی تھی وہ قبول ہوگئی؟ کسے یہ قسمت کو کیا محسوس؟

گھر بیٹھے پر دیتا گاؤں سے آیا ہوا فوجدار اُن کا انتظار کر رہا تھا۔ اُس نے اطلاع دی۔

ماتے ان کی ایک نہ چلے گی سوچ کر وہ ماموش رہیں۔ انہوں نے اپنے شوہر کی جانب دیکھا مگر سونہیں سمجھ سکی جس بات میں ان کا ساتھ دینے کے لئے تیار نہیں تھے۔ دوسرے جھکا کر بیٹھے رہے۔

”تک جائے بابا!“ کہتی ہوئی چنن کمرے سے باہر آ گئی۔ ۱۱:۱۵ بجے قہقہے مچنے لگی۔ چنن نے جانے کیا کہہ دیا کہ.....؟ اس کی گہرائی ہوئی نظروں سے چنن کو دیکھنے لگیں۔

[illegible]

”بہو بیٹی! اگر تم کس حراج کی وجہ سے اگر کچھ خطہ گھبراہٹ ہو تو تم اس کا خیال نہ کرنا۔ میں تو تمہاری بھلائی کی خاطر اسے دھکی دینا چاہتا تھا۔ مگر اب مجھے کچھ یقین کہنا۔ میں ہزاروں سے بڑے بغیر دھرم چارہ دار ہوں۔ تمہارے سہاگ کی حفاظت کرنے والا انور موجود ہے۔ ابھی اُس کی مرضی آتا ہے اپنے ہاتھ بندھ کر دے گا۔ سوئے مگر ابھی سوئے ہے۔ مجھے میں کہتا ہوں چلے گئے۔“

تین چار دن بعد۔۔۔ دوپہر کے وقت ماں جی اور چدن برآمدے میں بیٹھی ہوئیں مگر کام کرنا  
 رہی تھیں، دروازے پر دستک ہوئی۔ ماں جی نے دروازہ کھول کر دیکھا ڈاکہ کھڑا ہوا تھا۔ ”ڈاکہ“  
 کہتے ہوئے اُس نے ایک ہندو لافا گھے بھاڑ دیا۔ ماں لافانہ ہاتھ میں لے کر غور سے دیکھنے لگی۔

سوتے ہوئے سوہن سنگھ اٹھ کر بیٹھ گئے۔ ماں جی نے لفافے پر نام پتہ پڑھا، پھر چوہن کو دیکھا  
 ہوئی پولیس۔ ”بھڑکا خط ہے..... شاید میکے سے آیا ہے۔“

چند دن کے لفافہ پھاڑتے ہوئے چچا باہر نکال لیا۔ ادھر لکھا ہوا تھا۔  
 "سوا ہجرتی ولی چندن ہین.....!" "اگر باقی اس نے لکھنے والے کا نام دیکھنے کے لئے خلاہ  
 فتح دیکھا۔" تمباہری ہیشہ کی اجابان مندویر....." لکھا ہوا تھا۔ چندن کے چہرے پر گرد رتے رنگ  
 کے چکر مانی جی کا تجسس بڑھ گیا۔

”چند دن اس کا خط ہے؟“  
چند دن کچھ دیر تک ماس کو دیکھتی رہی، پھر مجبوراً بولی۔ ”دوبارہ“۔ حجت کی اس نے جھٹکی۔  
گردن ہلا کر شوہر کی جانب دیکھا۔ سوچن لگے۔ ”جیسے سے دوسری طرف منہ پھیر لیا۔“

خط کی ابتدا میں ورد نے جنوں کا احسان مانا تھا، مگر جنت کو عیام بھیجے پر اُسے بچا لینے کے خواہش مند تھا۔ جنوں ان الفاظ کو سمجھ کر گمراہ ہو کر چلے گئے۔

”میں! میں تمہیں ان تقاضاؤں کو دلائی ہوں کہ تمہارے سماں میں حصہ لینے کا برا خیال تک نہ رہے۔“

”نہیں! لاؤں گی۔ ایک صورت کی طرح جسے تمہیں کبھی ہوں کہ مجھے برا محسوس نہ کرنا۔“

... یہ کہ اس سے پہلے وہ ایک اور شخص کے ساتھ تھے۔

”صاحب! غضب ہو گیا۔ چکا موہن سنگھ کی بیوی کو اغوا کر کے لے گیا۔“

”کیا؟ کب؟“ اس کی آفت نے اسے ہلکا کر رکھا تھا۔

”شام کے وقت۔“ فوجدار نے مختصراً کہا۔ اور یہ سوچ کر سر جھکا لیا کہ ابھی اسے سہا پھنگارشی پرانے لیٹر سکر سہا چکھ اور سوچ رہا تھا۔ وہ چکا کو گرفتار کرنے کے لئے جب اس ٹھکانے پر پہنچ کر ہاتھ اس وقت چکا رشتا میں عورت کو اغوا کرنے کے لئے کیا ہوا تھا۔ تو کیا واقعہ اس کے خلاف جاری ہے؟ اسہا کی خاموشی فوجدار کو کلک رہی تھی۔ وہ بولا۔

”جی اس وقت برابر والے گاؤں میں چدڑی کے سلسلے میں تفتیش کر رہا تھا۔ جب رات بچھا اس کی بیوی کو اغوا کر چکے تھے۔“

”کتنے ڈاکو آئے تھے وہاں؟“ سہانے سوال کیا۔

”صاحب! چدرہ سے میں سے قریب ہوں گے۔ لیکن موہن سنگھ کے مکان کے قریب میرا تین ڈاکو نظر آئے۔ مگر کچھ کسانوں نے چدرہ میں جیس گھڑسوار گاؤں کے ارد گرد کیے تھے۔“

”جب عورت کو ڈاکو اغوا کر رہے تھے اس وقت گاؤں کے کسی شخص نے مداخلت نہیں کی؟“

”سہانے فوجدار کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔“

”صاحب! لوگ کہتے ہیں گورت دہرا بچی مرضی سے خفی سرکاری اس کے ساتھ گھڑے سوار ہو گئی۔ پھر اپنی جاکا پالتے ہوئے کہا۔“ مگر صاحب اس نے رپورٹ میں درج کیا ہے کہ

چکا نے اسے زبردستی اغوا کیا ہے۔“ مگر سہا پر اس بات کا اثر نہ دیکھ کر وہ کھلی ہنسی چنے ہوئے بولا۔ ”صاحب! آج آپ کچھ مجھے بتائیے۔“

”صرف تمکا ہوا نہیں، ہارا ہوا بھی ہوں۔“ سہا کا دل بات کرنے کو نہیں چاہتا تھا۔ اس نے باوجود مختصر اجوت بنگے والا دفتر چادر کاڑھ کر بتایا۔ فوجدار نے افسردہ انداز میں کہا۔

”صاحب! اچھے ساتھ لے جاتے۔“

”اب سہا گرم ہو گیا۔“ کیوں؟ کیا تہیاری راتوں میں کوئی جادوی کوئی ہے جو عزمیر سے میں چکا کو تلاش کر کے اس کے سینے میں سوراخ کر دیتی؟“ فوجدار حیرت مند ہو گیا۔ سہانے سردار بھری۔ ”جگاڑن کی بیوی کے ساتھ پولیس کو بچاؤ دست کی منت بھی لے گیا۔“

”اس رات سہانے فیصلہ کیا کہ تینتیس دن وہ چکا کے قاتل میں دن رات ایک کروے گا۔“ اس کا خیال تھا کہ جب انجام قریب ہو تو آدمی کا ضبط کم ہو جاتا ہے۔ مگر وہ ایسا نہیں ہونے دے گا۔ وہ آخری لحات تک جدوجہد جاری رکھے گا۔

”بچپن میں سپاہیوں کے قاتل کے ساتھ روز سہا ڈاکوؤں کی تلاش میں نکل کھڑا ہوتا۔ گاؤں، کھیت، پھل، ہر جگہ جھکتے ہوئے مشکوک شخص سے پوچھ پچھتا کر اسے دھمکاتا۔ رات کو چھاپا سوچ ہوتا پر ڈاکو۔ اس طرح پانچ چھ دن گوم کر آرام کے لئے کھڑا رہتا۔ پھر سپاہی بدل کر

دوسری دست میں تلاش کے لئے نکل کھڑا ہوتا۔ ڈاکوؤں کے حلقہ سلووات جمع کرتا۔ کہاں جاتا ہے اس کے حلقہ کی کوئیں جاتا تھا۔

”اس ڈاکو نے اب کاٹھ بکن میں کیا ہے۔ اس لی بیوی پر بھارتی دیوی اُسے کہتی۔“ فرض لی جگہ سے مگر ہمارا بھی خیال کریں۔ ڈاکو کی گرفتاری پر آپ کو انعام ملے گا مگر ترقی ہوگی۔ لیکن اگر آپ کو کچھ ہو گیا تو ہمارا کون ہے؟ ہمارا بڑا خاندان نہیں ہے، ایک بیوی ہے۔ اُسے پر حاکیا کر دی دینے پر چاہا دیں، پھر میں سکون ہوگا۔ پھر آپ کیوں رات دن جان خطرے میں ڈال کر بھاگ دوڑتے ہیں اور پریشان ہوتے ہیں؟ بیٹھے بیٹھے کھا سکتے ہیں، اتنا بھوکا نہ دیا ہے یہی بہت ہے۔“

”بیوی کی آنکھوں میں چپکے ہوئے آنسوؤں کے کر سہا خاموش ہو جاتا۔ وہ بیوی کی حالت دیکھتا تھا۔ پھر اُٹا بہت زیادہ فکر کرتی ہو۔ نصیب پر احتجاج ہے تو سب کچھ اس پر چھوڑ دو۔ اب زیادہ دن اور نہیں۔ یہ سچین تم ہو گا اور فیصلہ ہو جائے گا۔ انسان کو بہادری سے مرنا چھینا جاتے۔“

”اس وقت اس کی چھ سالہ بیٹی، سہانے سوال کرتی۔ ”باپا! کیا چکا ڈاکو ہار گول نہیں کرتا؟“

”نہیں سہا! میں اپنی ڈاکو کو پوس سے چھینا جاتے۔“ سہانے صبح بچے میں جواب دیا۔ ”مگر باپ! ہم گلی میں چڑ پوس کیسے کیسے ہیں اس وقت چڑ نہیں بڑھا جاتا اور پوس تک جاتی ہے۔ اس وقت چڑ خود دھرتا ہے چلوں خود کھاتا ہے حوالے کرتا ہوں۔ مگر چکا تو آپ کے ہاتھ میں

تا۔“ رانی نے مصمم لہجے میں کہا۔

”میری چادری رانی! اچھوں کے میل میں ایسا ہوتا ہے۔ پھر بیٹی! ہم کب نہیں گیا اس لئے چکا اپنے آپ گرفتار ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔“ سہانے ہنسنے ہوئے کہا۔

”چکا کے لئے اب ایک بگ بھڑنا مشکل ہو رہا تھا۔ پولیس بری طرح اس کا قاتل کر رہی تھی۔ یہ خبر پتی کہ پولیس پارٹی نے چند میل دور کی گاؤں کے قریب پر ڈاکو ڈالا ہے اس لئے اُسے رات میں جگہ تبدیل کرنا پڑی۔ چائیس آدھیاں کا قافلہ، اسی مال اور دوسری چھوٹی بڑی چیزوں کی

بھرتی اور تیز رفتاری سے ایک جگہ سے دوسری جگہ تبدیل بہت مشکل ہو جاتی، اس لئے چکا نے پھر گردہ کو درھوں میں مقیم کر دیا۔ اُس نے اپنے ساتھ بھوان اور بچن کے علاوہ پندرہ سرفرازا

لئے۔ اور دوسرے حصے کے لئے ہوشیار اور کمال کو درازا کے لئے منتخب کیا۔ بچہ افراد اس حصے میں تھے۔ گردہ کے دونوں حصے الگ الگ علاقوں میں رہتے تھے۔ پھر بچہ ایک حصے سے رابطہ بدستور تھا۔ پولیس کے حلقہ اطلاع ایک دوسرے کو دے دی جاتی تھی۔ سہا کو

پتلا کرنے کے لئے چکا چلنے چلنے کے لئے گاؤں کو لوٹنے لگا۔ گاؤں کو ایک ہی رات بد وقتوں ستوں کے گاؤں میں ڈاکو ڈال کر ڈاکو سہا کو انھیں میں ڈال دیتے۔

اس سکیم کے جواب میں اچھوں سہانے بھی دودھے تیار کر لئے۔ اپنے اسسٹنٹ ارجن سنگھ کو سرے دستے کی ذمہ داری سپرد کی۔ ارجن سنگھ اور سہا کے ایک ساتھ کام کرتے ہوئے بھی اُن

ذہم کے طرے میں فرق تھا۔ ایک بہادری شخص اُس کا افسر ہے بات ارجن سنگھ کو کھتی تھی۔ وہ

تا۔

”بچائی ڈاکو بچائی ہی ختم کر سکتا ہے۔ یہ کام بہادری کا نہیں۔ ڈاکوؤں کے مقابلے میں انت کے کام لینے کی بجائے انھیں دھوکے سے پھنسا چاہئے۔ چالاک ارجن سنگھ دل میں یہ



”اس..... ابھی سے ہار مان لی؟“ بخت نے طعنیہ کیا۔ ”یہ تو کچھ نہیں..... میں آنکھوں پر ہاتھ کرنا نہ لوں گا۔ میری قہقہیں اعتراض نہیں ہے؟“

”ہاں..... یہ کچھ ٹھیک بات ہے۔“ ارجن نگہ نیکی کی مٹی نہلا۔

بخت نے آنکھوں پر پٹی باندھ کرنا نہ لیا، کوئی پتلی اور شی بھڑکی۔ ہومان جی اٹھا۔ ”شاہاوش!..... پھر خیال آیا، جیڑا جلدی سے بولا۔ ”گستاخی صاف حضور..... شاہاوش را بکار؟“

ارجن نگہ سے سر جھکا لیا۔ بخت نے صدمہ دیا۔

”خدا کو کفر سے ہو جاؤ! اب چور میں کہوں تم دی کرو گے۔“

ارجن نگہ پر گیا۔ بولا۔ ”میں بیٹیاں نہ رہا ہوں۔“

”مجھے سر دکا ناچ دیکھنے کا شوق ہے اور وہ بھی عزت کے لباس میں۔“ بخت نے سخت لہجے کہا۔ ارجن نگہ کو سخت ناگوار کر دیا۔ اس کا ہاتھ بہتولی کی جانب ہوا۔ بخت کر جا۔ ”خیر دادا! پتہ پر ہاتھ نہ رکھنا!“

”ہارنے کے بعد بدصasti کر رہا ہے..... ہومان نے بہتول جھین لیا۔

بخت نے ساز عدول کو ساز بجانے کا اشارہ کیا۔ بہتولی کے ٹرا جگر پر اٹھی رک کر ارجن نگہ کھڑا کیا اور رادھ کا سے بولا۔ ”اچھا دوسرے اس اوڑھا دیا“

ارجن نگہ شے سے سرخ ہو رہا تھا، مگر بھوری مٹی..... اس نے لایا کیا تھا، سپاہی مدد کے لئے آگے نکلتے تھے۔

”جب تک حکمت جاری رہے گا، بغیر زکے اگر قرض نہیں کیا تو پھر کتوں ڈوں گا۔“ بخت۔

دانت نہیں کر گیا۔ ارجن نگہ تو کھڑا ناٹا ہوا دی طرح ناچنے لگا۔ دیکھنے والے بڑی مشکل سے مٹی دیا کر دیکھ نہ تھے۔ دُش کرنے سے ہونے تک کر چور ہونے کے بعد ارجن نگہ قرض پر گیا۔ بخت نے کھڑے ہوا

ارجن کے چہرے پر شراب چھڑکی۔ اس نے آہستہ سے آنکھیں کھول دیں۔ اس کے سامنے ہوا کا نشانہ لے کر بخت کھڑا تھا۔ ارجن نے درحالیہ انداز میں ہاتھ چھوڑ کر کہا۔

”میں پار کیا کتور صاحب! آپ کسی سے نہ دیکھا۔ میری عزت جاسے گی اور میری ترقی ترقی ہو جائے گی۔“

بخت کا قبضہ کوٹ اٹھا۔ ”جس میں طوائف کے کوٹھے پر بیٹھ کر ترقی حاصل کرتی ہے؟“

زور دلا دلت مار کر بولا۔ ”جگا ڈاکو تم سے ڈور رہا نہیں ہے۔ کیوں ایسا نہیں ہے۔ آنکھیں کھول کر دیکھو کہ وہ تم جیسوں کو تھانے کے لئے خود جل کر آتا ہے۔“

”اوہ.....!“ کہتے ہوئے ارجن نگہ کے ہوش اٹھ گئے۔ بخت اور اس کے ساتھی سب کو کچھ مازہ چھوڑ کر پلٹ گئے!

سناہ کی جانب سے فوری بلا دیا، اس کی وجہ ارجن نگہ سمجھ گیا۔ جگانے اس کی جو بے عزتی اس بات کا اُسے پتہ چل گیا ہے۔ اگر سناہ نے کچھ غلط کر پورٹ کھ دی تو یہاں افسر نے کی اس کی ختم ہو جائے گی۔ اس بار کی طرح اُسے سناہ کو راضی کرنا تھا۔ یہی امید ہے وہ سناہ کے پاس گیا۔

”کفر سے کیوں ہو؟ بیٹے جاؤ.....“ سناہ نے ارجن نگہ سے کہا۔ پھر کاغذ پر کوئی نقش تر خیمہ بنے لگا۔

”بھتر چاہا۔“ کہتا ہوا ارجن نگہ بیٹھ گیا۔

کچھ دیر بعد پتلی ایک طرف رک کر اچانک سناہ نے اس کی جانب دیکھا۔ ”جگا کی کیا خبر ہے؟“ اس طرح پتہ چھوڑا تھا جیسے کسی رشتے دار کی خبر معلوم کر رہا ہو۔ مگر ارجن نگہ اس سے نظریں نہیں ملا اور جگا کر بولا۔

”صاحب! وہ کھٹک گیا۔“

سناہ کو اس شخص پر دم آگیا۔ انسان جب جرم کر لیتا ہے تو اس سے کوئی بات پر بھی جائے، اس انجمن ذہن وہی بات تصور کر لیتا ہے جس کا اُسے خوف ہوتا ہے۔ اُس نے عہدہ لے لیے میں سناہ

ارجن نگہ میں طوائف کے کوٹھے والی بات نہیں پوچھ رہا۔ ”پھر مجھ میں غلطی قبول کرنا ہوتا۔“ ارجن نے اپنا دفاع کیا۔

”ناچ پوچھو تو وہ تہا دی بھول نہیں، لا بر ذرا ہی گئی۔“ سناہ نے آخر کار کہا۔ ارجن سنے میں آ گیا۔

”ناچ کر یہ کیا۔“ پتہ چھا ہوا کہ جگانے نہیں صرف کیا کر چھوڑ دیا، ورنہ.....“

سناہ کے منہ کو ارجن نگہ نے اپنے ذہن میں پورا کر لیا۔ ”ورنہ تم اس وقت میرے سامنے زعمہ ہوتے۔“

موضع دیکھ کر ارجن نے ایک جھوٹ کھڑا۔ ”صاحب! مجھے اطلاع ملی تھی کہ رات کو جگا طوائف کو کوٹھے پر آئے گا لہذا میں نے ریک لینا مناسب سمجھا۔“

اب سناہ راض ہو گیا۔ غلطی قبول کرنے کی بجائے یہ فیصلہ بڑا پاک رہا تھا۔ اُس نے سختی سے کہا۔ ”آپ کو کسی نے غلط اطلاع دی ہوگی۔ جگا میں طوائف کے کمر نہیں جاتا اس لئے اُس نے بی ساتھیوں کو بھی منع کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اب تک سلامت ہے۔“

”صاحب! جگا کوئی مہانتا تھوڑی۔“

کمر سناہ نے اچھا اٹھا کر ارجن نگہ کو آگے بولے سے روک دیا۔

”نہ۔ بخت قسم کرو..... دیکھو! میں نے ایک نقش تیار کیا ہے۔ اس میں سب کے اندر جگا کی

ادری دونوں پارٹیاں چندہ میں مل کے قائلے پر ہوئی چابٹیں تاکہ خطرہ محسوس ہونے پر ایک سرے کو گھبرا کر دی جانے والے ہمارے لئے پہنچا جائے۔

"کیوں۔۔۔ سنہا کی دی ہوئی مہلت ختم ہو رہی ہے، اس وجہ سے کہہ رہے ہو؟" بنومان نے ٹوٹے ہوئے کہا۔ "وہ ہمارے سامنے آئے تو پھر ہم تائیں کہ اس کی بیوی کی چوڑیاں لٹوٹی ہیں یا نہیں؟" بنومان بہت زیادہ جوش میں نظر آ رہا تھا۔

"بنومان!۔۔۔" بھگت نے تنبیہ کیجے میں کہا۔ "ابھی تمہیں نہیں یوںنا چاہئے۔ مرد کسی کی عورت کو بھونٹانے کے لئے جنگ نہیں کرتے اور سر نے والے بہادر کی بیوہ کو دیکر بہادری سے سر جھکا نہیں دیتے، مرد یا نفرت نہیں جانتے۔"

"بھگت جی کتنا ہے بنومان!" بھگن نے بنومان کو سہایا۔ "اسی سنہا نے چندن بھی اسی کو اکھنڈ دیا، گدی کی زامادی تھی۔ ایسی بات چھوٹے ذہن اور دل کے آدمی نہیں کر سکتے۔"

"سمجھا۔۔۔ مگر کیا سنہا کی ہمیں آدنی اتارنی چاہئے؟" بنومان چڑ گیا۔ "وہ ہم پر گولیوں کی بارش کرے اور ہم بچنے ہوئے اس کا استقبال کریں؟"

اسی لمحے دور سے گھوڑا سوار آنا دکھائی دیا۔ بنومان خوش ہو کر بولا۔ "میرا پارٹیاں کے سامان لے کر چلائی آ گیا۔" دوندھے محسوس ہو رہا تھا کہ سنہا کا لیا ہے لہذا ہوا کا مرزا بن گئے گا۔

گمراہے والے کے چہرے پر گھبراہٹ کے نشانات تھے۔ اس نے خبر دی۔ "پولیس نے آگے آؤ ڈھولا ڈھالا ہے۔ میں نے شمشان میں مردہ لے جانے والے لوگوں کو آپس میں باہم کرتے سنا ہے اور وہیں سے لوٹ آیا۔"

"پولیس کتنے قائلے پر ہے؟" بھگت نے سوال کیا۔ "جائزہ پانچ مل کر۔۔۔ شاید اس سے بھی قریب۔" آنے والے نے جواب دیا۔

بھگت نے سر اٹھا کر رو کر دیکھا۔ سورج نصف آسمان پر چمک رہا تھا۔ ڈوہڑ کی ڈوہڑ چم سے بچنے کی بجائے پچا پچا تھی۔

نصف دن باقی رہ گیا ہے۔ پولیس بارہائی کا اس جانب آ جانے کا امکان زیادہ تھا۔ مقابلہ کے لئے بیک وقت تیار نہیں تھی۔ بھگت نے میں کوئی حکیم قریب دے رہا تھا۔ بنومان اور بھگن بھگت کے علم کے کھتر تھے۔

آخر کار جگا کچھ سوچ کر بولا۔ "پولیس ہمیں تلاش کرتی ہوئی اس مقام تک پہنچ جائے گی۔ اس سے پیشتر ہمیں یہ جگہ چھوڑ دینی چاہئے اور جھاز یوں کے درمیان اپنے آپ کو چھپا لینا مفید ہوگا۔ انہوں کی تعداد اور حال سے واقف ہونے کی صورت میں مقابلہ خطرے سے خالی نہیں ہوگا۔"

"مگر پولیس پارٹی یہاں آئے گی، اس بات کا کیا ثبوت ہے؟" بنومان نے مشکوک لیجے میں کہا۔

"شمشان جانے والوں نے ہمارے آدمی کو دیکھ لیا ہے۔ جب یہ لوگ مردہ جلا کر واپس لوٹیں گے تو پولیس ان سے پوچھ کر کھترے گی۔ ہو سکتا ہے ان میں کوئی اس جانب اشارہ کر دے۔ اس

دونوں پارٹیاں تیار ہیں۔ دو لوگ ایک رات سے زیادہ کھیں نہیں رکھتے۔ انہیں چھاننے کے ہمیں دن رات بھٹکانا پڑے گا۔ درمیان میں کچھ جنگ، جھڑپاں اور کھیت پھیلے ہوئے ہیں۔ کچھ میں چھت کے قریب اصل لڑائی ہے جس میں چھپنا ان کے لئے آسان ہے۔ ہمیں دونوں چاہئے

سے ان پر یاد ڈالنا پڑے گا۔ ساتھ میں پورا اسلحہ اور بارود ہونا چاہئے۔ آٹھ دن مسلسل کھیت اور کھیت پار کر کے آگے بڑھنا ہے۔ آپ مغرب سے آئیں، میں مشرق سے آؤں گا۔ درمیان آکر کھیت دو لوگ مل گئے اور ہنگامہ شروع ہو گیا تو راتھل کے دھماکے کن کر ایک دوسرے کی مدد لئے اور چاہا پڑے گا۔"

"اور صاحب! اگر اس کو ہم نہیں بکھرے؟" ارجن نے ٹک کا اظہار کیا۔ "پھر آنا سے کیا ہو، دن میں میری سیٹ پر بیٹھ جانا میں اپنے گھر میں بیٹھ جاؤں گا۔"

کوارجن کچھ کے سوال کرنے سے نفرت ہوئی۔ "نہیں صاحب۔۔۔ ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟ میں اسے جہاں میں گرفتار کروں گا۔" ارجن نے سینہ چھلا کر کہا۔ "جگا اس کی نظر سنہا کے عہدے پر رکھی۔"

"فیک ہے۔۔۔ بھگن میں کچھ راز نہ ہو جائیں گے۔ کسی اور کو آپ یہ منصوبہ نہ تائیں۔ بارود اسٹاک ہونا ضروری ہے۔" سنہا نے کہا اور دونوں مصافحہ کرنے لگے۔

سنہا اس بات سے سوتھکا۔ خاص کے کئی واقعات فلم کی طرح اس کی نظروں سے گزرنے لگے اس کا ذہن گہرے خیالات میں غرق ہو گیا۔ کچھ دیر بعد وہ ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ وہ میز پر سے اٹھا کر خط لکھنے لگا۔ خط پورا کر کے ایک لٹائے سے بند کر کے لٹائے پر اکھنڈ سوہاگینہ دے رہا ہوا۔۔۔ اکھنڈ سوہاگینہ دتی لکھتے ہوئے اس کے ہاتھ لرز گئے۔ شاید وہ اس صبح سے نہ لکھ سکے؟ اس نے اسی سبب وہ خط اپنی بیوی کے نام لکھا تھا۔

کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد اس نے دوسرا خط تیزی سے لکھا جس کے لٹائے پر ایک سوہاگینہ دتی چندن کو گھر پر کیا۔ اسے یاد آ گیا کہ اس نے ہی چندن کو کو "اکھنڈ سوہاگینہ دتی" زامادی کی۔ وہ میں سے کس عورت کا سہاگہا آجڑ جائے گا، کتنے عہدوں؟۔۔۔ شاید دونوں کے نام کا یہ تندرست مٹ جائے؟ اس نے سوچا۔

دونوں لٹائوں کو اکھنڈوں سے لگا کر سنہا نے انہیں الماری میں رکھ دیا، پھر اپنی آنکھیں شکا کر کے ہوئے راتھل صاف کرنے لگا۔

○

سوئے جاتے دن رات بھگت کے ذہن پر سنہا کے خیالات کا فتنہ ہوا تھا۔ پارٹیاں کا چھ اس کی نظروں کے سامنے آ جاتا۔ اس نے اپنے دل کو ٹھولا۔ اُسے یقین تھا کہ ایسا کسی ڈر کی ذرا نہیں ہو رہا، بلکہ یہ شاید کسی قسم کا ذہنی اشارہ ہے۔ کسی خطرے کے احساس کے طور پر اس ذہن اسے پہلے سے خبردار کر دیتا تھا اس لئے اس نے اپنی چھٹی حس کے اشارے پر غفلت نہیں

دینی۔ اس نے اپنے ساتھیوں کو ہوشیار کر دیا۔

"بھگن! بنومان! کچھ ہونے والا ہے۔ ہوشیار اور کڑ پال کو خبردار کر دو۔ وہ چھتے رہیں



اچھا۔ بہو مان چوٹک پڑا۔ پھر اس نے پوچھا۔

272.

جنت نے درخت کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ”یہ ہماری چوکی ہے۔ یہاں سے ہم آس  
اس کی عمرانی کر سکتے ہیں۔“

”واوہ۔۔۔“ کہتا ہوا جوان درخت پر چڑھنے لگا۔ وہ چاروں طرف کا جائزہ لینے کے بعد نیچے  
 نہنے کی بجائے اوپر ہی جم گیا۔ بھگت نے اُسے آواز دی۔

”زیادہ دیر بیٹھنے سے کسی کی نظر میں آ جاؤ گے۔ پولیس والوں کے پاس زور دینا ہوتی ہے۔“  
ہنومان نیچے آ گیا۔ ”حکمت! بہت زیادہ جھوک گئی ہے۔ خالی پیٹ سے لڑائی میں مر رہے ہیں آئے  
اگ۔ کچھ انتظام کرنا پڑے گا۔“

”تو کیا ایک دقت بھوکا نہیں رہا جاسکتا؟“ حکمت نے مسکرا کر کہا۔

ہجومان نے منہ ہٹالیا۔ "پارا بھوکے پیٹ تھریرا اچھی نہیں لگتی۔ راستے میں کچھ خرگوش ملے تھے مگر رائفل کا فائر منہ سے اٹھنا سہرا کرنا پڑا۔"

”مگر پیارے! حصار نے پرچی اسے نکالیا کس طرح جاتا؟ ہم یہاں آگ تو جلا ہی نہیں سکتے۔ لیکن آگ کے ساتھ دھواں بھی لازمی ہے۔ اور دھواں پولیس کی رہنمائی کے لئے کافی ہے۔ اس لئے تم کھانے کا خیال چھوڑ دو۔“ محنت نے ہنستے ہوئے کہا۔

”میں نے الحاح و غصہ سے کئی موڑ میں جھکے ہوں۔ میں انتظام کر لوں گا بڑا بھائی! تم اجازت دو“

”مگر پکاؤ گے کہاں؟“ جگت کے لہجے میں اُجھک چھٹی۔

آدمی منگوری مل گیا یہ سمجھ کر ہنومان کھڑے پر سوار ہو گیا۔ ”اس کی فکر مت کرو۔۔۔۔۔ مجھے  
 ذمہ سوجھی ہے۔“ ہنومان نے ہاتھ اٹھا کر کہا اور روانہ ہو گیا۔ سب کو بہنو کی جی جی ہندا ہنومان کا  
 جوش آنکھیں یہ بند آیا۔ محنت نے خوش ہو کر کہا۔

”اگر انجی مرضی پوری نہ کرے تو اسے ہومان کون کہے گا؟“

ڈبڈب گئے بعد ہیپے سے تر ہوا میں واپس لوٹا۔ اُس کے لباس پر خون کے دھبے تھے۔ مگھوڑی پر سے ہٹل اُتار کر سب کے درمیان رکھا۔ "لو! جنگل میں مشکل مناؤ پارو.....!" اُٹھ کھڑا ہوا دیکھ کر

سب کے منہ میں یانی بھرا آیا۔ محبت نے حیر

”یہ بعد میں بتاؤں گا۔ پہلے پیٹ بھر لو!“ جنومان نے ہاتھ اٹھا کر کہا اور سب آم کے بوے

ہوں کو تو ذکر ان پر گوشت رکھ کر کھانے گئے۔ پانی کی مشکیں اُن کے پاس موجود تھیں۔ پیٹ بھر کر کھانے کے بعد ڈکار لیتے ہوئے جنموں بولا۔ ”آج مجھے تھکائی اور باورچی دونوں بنا دیا۔“

فشنان کی چتا پر نگر پکایا تھا۔ کھاتے ہوئے دل خراب نہ ہوں اس لئے میں نے پہلے نہیں کہا۔ پھر جین بھلا کر کہا، "اب سہیا کو آنے دو..... دو دو باتھ کر لیں گے۔"

صورت میں پولیس اس جانب آئے گی۔ پھر کھوڑے کے قدموں کے نشانات بھی انہیں مار دکھائیں گے۔ "جگت نے انہیں سمجھایا۔

”ہمیں ہوشیار نگاہ اور کڑی پال سٹھ کو بھی ہوشیار کر دینا چاہئے۔ تاکہ اس جانب سے پولیس آ۔ تو وہ اس سے غصے کے لئے تیار رہیں۔“ بچن نے تجویز پیش کی۔

”ہاں..... اس کا مجھے خیال ہے۔ مگر میں ایک دوسری ہی حکیم بننا چاہوں۔“ اتنا کہہ کر گلجٹ، مگھوڑ سوار کو ہدایت دیتے ہوئے کہا۔ ”مغربی جان ب کپال کے اڈے پر جاؤ۔ اُس سے کچھ

شمال کی جانب جا رہے ہیں۔ وہ لوگ سیدھے آنے کی بجائے لمبا پتھر کاٹ کر شمشان کے چارے ساتھ ہو جائیں۔ اگر دشمن ناپادہ ہوئے تو ہم سب مل کر مقابلہ کریں گے۔ شام سے

راستہ کاٹ کر پہنچنا ضروری ہے۔“

گھوڑ سوار نے کہا۔ ”اچھا مردار..... میں جا رہا ہوں۔“ اور گھوڑا اپنی منزل کی طرف دوڑا۔

لگا۔ اُس کے جانے کے بعد محبت نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔

”چلو انسانان جمع کرو..... ہمیں بھی یہ جگہ چھوڑ دینی چاہیے۔ چلو ہومان اقم میری مایک کو نہ کرا گئے جاؤ۔ ہم تمہارے پیچھے پیڈل آ رہے ہیں۔ خطرہ نظر آنے پر چھپ جانا اور گھوڑی کو روکنا

ہم سمجھ جائیں گے۔ رائفل کا دھماکہ کسی صورت میں نہ کرنا۔“ جلت جاتا تھا کہ انچوٹوں نے ایک طرف سے حملہ کرنے کی حمایت نہیں کرے گا۔ ممکن ہو سکا تو دو پاتین طرف سے گھیرنے کا

کوشش کرے گا۔ شام تک مقابلہ ہونے کے امکانات تھے۔ ممکن ہے رات ہی ٹکراؤ ہو جائے۔ جبکہ ایک جہاز ہی میں داخل ہوتے ہوئے بچن سے بولا۔

”یاد ہے ہمیں ایک سال پہلے جب ہم فوج میں تھے اور اسی طرح فرار کی تیاری کر رہے تھے ہمیں ڈاکو نے ٹھیک ایک سال ہو گیا۔ یہی موسم تھا؟ مگر اس ایک سال میں کیا کچھ نہیں ہو گیا۔“

”ہاں جلت.....!“ چنانچہ اگلے ہی لمحے اس نے جواب دیا۔ ”گرمائی کی طرف دیکھنے کی بجائے ہمیں مستقبل پر غور کرنی چاہیے۔“

جنت خاموش رہا۔ وہ اپنی جگہ ڈک گیا۔ اسے دیکھ کر سب ہنسنے لگے۔ وہ ایک بڑے درخت کی  
 پھینکے گا۔ اس نے ایک ساتھی سے کہا۔ ”درخت پر چڑھ کر دیکھو اور دیکھا نظر آتا ہے؟“

نور ادا وہ کھل بندر کی سی پھری سے اُپر پہنچ گیا۔ چاروں سمت نظریں کھما کر اس نے دیکھا کہ ایک طرف لپکتے ہوئے کھیت تھے اور دوسری جانب کھلی زمین، تیسری سمت جنگل نظر آ رہا تھا۔

”سرور! یہ جگہ مناسب ہے۔ درخت پر سے بہت دُور تک دکھائی دیتا ہے۔ شمشان کی جانب

سے ہنومان ٹھوڑے پر واپس لوٹ رہا ہے۔ چمکا جلائے وا۔

”بھیک ہے..... میں پڑاؤ ڈالو!“ جگت نے صدمہ دیا۔  
 کچھ دیر بعد جنومان واپس لوٹا۔ اُس نے کہا۔ ”جگت اس جانب چڑیا کا بچہ بھی نظر نہیں آتا۔“

”مگر مردے کو لانے والے لوگ کتنی ہموں چتا چھوڑ کر کیوں چلے گئے ہیں؟“ جلتے

[illegible]

”جان چاری کے تودا پس لوٹ جاؤ۔“

عمر شہابی کی گولی نے اس کا پیچھل کر لیا۔ چہرہ کچھ دہرک گئے۔ انہیں جلدی نہیں تھی کیونکہ اعجاز احمد فائرنگ سے سوائے کار تو سب ضائع ہونے کے اور کوئی فائدہ نہیں پہنچے۔ پولیس کو اس وقت تک اطلاع نہ کرنا چاہیہا کہ وہ لوگوں کو گولیوں سے بچانے کے لیے ان کے بقیہ افراد کو گولیوں سے فائرنگ نہ کریں۔ پولیس کی جانب سے فائرنگ کی یہ غصوں کر کے سمجھ چکے ہیں اور جنہاں سے ان کو مخاطب کر کے پڑا۔

”پوسن کی فائزنگ کم ہوئے جس کی بیفہ منہا کی کوئی سوچی سمجھی حکیم کا راز ہے۔ ممکن ہے کہ وہ ہم سے پیچھے سے خطر کرنے کا منصوبہ بنا رہے ہوں اس لئے تم جیسے صاحبین کو اُدھر متھین کر دو“

اس دوران اس طرف سے بھی فائزنگ کی آواز آئی۔ لکھنیں بدھو کا اڈوں کا دوسرا گردہ چمپا ہوا تھا۔ جگت بیچہ گیا کہ ابھی مقابلہ شروع ہو چکا ہے۔

جسٹا بھی جھوٹیکارے ذرا کوئی نہ بھی۔ ایک سوچے کا کام کرنے ہیں۔ جنومان، سنہا کو قسم کرنے کے لئے سونگ کی تلاش میں تھا۔ اُس کی نظریں اُس درخت کے سے پرچی ہوئی تھیں جس درخت کے پیچھے سنہا چھپا ہوا نازک کر رہا تھا۔ سنہا کی ذرا سی بھی حرکت یا غفلت کا جنومان پورا فائدہ اٹھا جاتا تھا۔ اسی لئے تیسری سمت سے اچانک ایک گولی سنہانی ہوئی آئی اور جنومان کے اوڑھ بستی ہوئی شکل کٹی۔ بجکت اور بچنے نے فوراً اُس سمت نازک کیا۔ بجکت کی گولی ایک پولیس والے کی پینڈی کے پار رگل گئی۔ جنومان کا لبا جو عابیک گیا۔ مگر اُس نے بہتے ہوئے خون کی پرواہ نہیں کی۔

”ہو مان! تم زخمی ہو؟“ جگت نے پوچھا۔  
 ”یہ بہت معمولی زخم ہے۔“ کہہ کر ہومان نے سنبھا کا نشانہ لیا۔ ”میں آج سنبھا کے بیچے کو نہیں

”ہومان! تم جلد بازی مت کرو۔ ہمیں پہلے دشمن کی طاقت کا اندازہ کرنا ہے۔“ جگت نے نومان کو خوشدار کرنا چاہا۔ کچھ دیر کے لئے جگت اور سنہا کی پارٹیوں کے درمیان مکمل خاموشی رہی۔ مگر سنہا سو فتنے کی تلاش میں تھا اور جگت حالات کا جائزہ لے رہا تھا۔ کچھ دیر بعد اُس نے کہا۔

کے فرائض انجام دینے لگے۔ ایک ہر آدمے کہنے بعد درخت کے اوپر چڑھ کر ہر طرف کا جائزہ لے لیا تھا۔ چار بجے کے قریب درخت سے آواز سنائی دی۔

”پولیس والے نظر آ رہے ہیں۔ ہوشیار!“

جگت خود روشت پر چڑھ گیا۔ سب کے ہاتھ ایک دم اپنی اپنی راہوں پر پہنچ گئے۔ تقریباً دو سو دور کیٹوں کے درمیان آئے۔ خاکی لباس والے حرکت کرتے ہوئے نظر آئے۔ جگت نے آواز دے کر کہا: ”میرے اعزاء کے مطابق یہ بارود آ رہی ہیں۔ سب تھک سرف اٹے آ رہی ہیں لایا جا گا۔“

پولیس نے گہری نظروں سے اطراف کا جائزہ لیا۔ مغرب کی سمت بھی آئے۔ مشکوک قسم سرگرمی نظر آئی۔ اس نے نیچے اتر کر اپنے ساتھیوں سے کہا:

”میں طرزِ عمل کا مقابلہ کرنے کے لئے نہیں تیار رہتا ہے۔“ اس کے بعد چمکے جلدیاں جلدی اپنے تمام ساتھیوں کو مختلف جگہوں پر تعینات کر دیا۔ اُس نے ایسا کرتے ہوئے سستوں خیال رکھا تھا۔

اسپیکر مناجا ہوا یوٹیارے آئے آگے بڑھ رہا تھا۔ اُس نے اپنی پارٹی جن حصوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ کچھ نمبر کرب روڈ بین کے ذریعے اُس نے ابھی طرح جائزہ لیا تھا کہ مخالف دست و پا میں جھانڈیوں نے بار بار کسی کارکن کو کھائی دے رہا ہے۔ سادے لباس والوں کو اُس نے مختلف سبز میں دھڑایا۔ کھڑے کے قدموں سے شناخت کے اُس نے اعانہ لگا کر آگاہ کیا کہیں قریب ہی بیٹھے ہوئے ہیں، شام تک انہیں جاکر لینا چاہئے۔ اگرچہ کچھ کی پارٹی یہاں پہنچ جائے اس صورت میں چارپاؤں میں سے کچھ آگاہ کیا تھا۔ قریب کچھ کارکنوں سے اُسے کہیں تھی۔ اس لئے جن اطراف سے حملہ کر کے اچانک تیار کیا گیا۔ اگر ڈاکو چرکی بہت فرار ہوں گے تو اس صورت میں اگرچہ کچھ کے ہاتھ لگس گئے۔

پہلا دھماکہ ہوا اور جنگل پرندوں کے شرور سے گونجنے لگا۔۔۔ شمشان کی چائیب سے ایک سانپ  
وڑتا ہوا آ رہا تھا۔ جگرت اور اس کے ساتھیوں نے انہیں سیدھی کر لیں۔

”نہیں...!“

”تکتے ہیں؟“ جت نے پوچھا۔

اچھے کو بایا..... انہوں نے مجھے دیکھ لیا ہے۔ ٹرمس فائرسے فکریہ رپوں کیا ہوں۔  
وہ بری طرح بانپ رہا تھا۔ جگت نور انگوٹھی پر سوار ہوا اور آدمے ساتھیوں کو اپنے ساتھ لیا۔

مردوت پرانے پر موقع دیکھ کر انہیں اچانک ٹوٹ پڑا ہے۔

تھانہ کی مگر داخل ہونے کے بعد سنا حاکم کا ہو گا۔ راستہ پر گونا گونا بڑے رگھتے دستکار کے

درمیان ڈاکو آسانی سے چھپ سکتے تھے۔ عقب سے حمل ہونا ممکن تھا۔ ہر قدم پر موت اُن سے قریب ہو رہی تھی۔ صورت حال خاصی نازک تھی۔ سورج غروب ہونے میں ابھی دیر نہیں گزر چکی تھی۔

"ہجین، جنومان! ہم ایک ایک کر کے پیچھے سرک جائیں۔ ہمیں پیٹ کے مل رہیتے ہوئے پیچھے ہے۔"

اس کے ساتھ بحفاظت پیچھے ہٹ جائیں اس غرض سے جگت نے سنبھا والی سمت فائزنگ شر کردی۔ پھر وہ فائزنگ کرنا ہوا خود پیچھے ہٹا جاتا تھا کہ اسی لئے سنبھا نے اس پر فائزنگ ہو کر جنومان سے تقریباً پیچھے ہونے چکا کو تو کیا۔ "مسکلو گئی؟"

اور اس کے ساتھ جگت پہلو کے مل گھوم گیا۔ گولی اس کی پشت پر سے گزر گئی۔ ہجین نے سنبھا پر فائز کیا۔ اسی اور جگت ایک درخت کی آؤ میں ہو گیا۔ سنبھا نے سوچا ڈو کو فرار ہونا چاہی۔ اس لئے اس نے فوراً دم پیلد

"آہستہ آہستہ آگے بڑھو۔۔۔"

جگت اسے لے کر انحصار کر رہا تھا۔ جیسے ہی پولیس والے درختوں کے پیچھے سے باہر آئے، آ فائز کیا۔ ایک دشمن لپٹ گیا۔ جنودن سے بڑھ کر سنبھا کو فٹکانے لگنے کے لئے نکلتا۔ لیکن گھر اس سے پہلے سنبھا کی گولی اس کی پٹری کے آ پار ہو گئی۔ اس نے ذم کی پرواہ کئے بغیر سنبھا فائز کیا مگر گولی سنبھا والے درخت کے تن سے گھس گئی۔

"اس وقت ڈور سے ماسکوں کے تار فائز ہوئے۔" ہجین ہوائی فائز۔ فوراً ہی جگت بھگ گیا۔ کربال اور ہوشیار کی پادلی مدد کے لئے آ بھیجے۔ مگر سنبھا کھانا کھان کا دست آ گیا۔ جنودا جوش میں آ گیا۔ سنبھا نے سر باہر نکالا اور جنومان نے فائز کیا۔ اسی لئے سنبھا کی پٹری گھس گئی۔ جنومان کی پٹری میں سوراخ ہو گیا۔ وہ فائز کی کھاتا ہوا بچے گئے۔ جگت نے غصے سے کہا کہ نہ جنومان بے حد زخمی ہونے کی صورت میں مقابلہ کرنے کے قابل نہیں رہا۔ اس نے جنومان کو با طرف سمیٹا لیکن اس نے جگت کو ٹھیک لپٹا۔ پھر اس نے سنبھا پر فائز کیا۔ اس مرتبہ جنومان کی کو کا سر گئی۔ گولی سنبھا کے گلے میں آ کر چلی گئی۔ وہ بھی ٹوٹا اور گھر۔ جنومان دوسرا فائز کرنا چاہا تھا مگر جگت نے اسے پیچھے ہٹنے لیا۔ زمین پر خون کی لکیر بن گئی۔ پٹری پر ہاتھ دبا کر جنومان چپا "جگت! میری گھرمت کر۔ تم سنبھا کو فٹکانے لگاؤ۔ ورنہ۔۔۔ میں خود کھڑا ہو کر اس سے مقابلہ کروں گا۔"

سورج ڈوب رہا تھا اور آہستہ آہستہ ہر طرف اندھیرا پھیلنا جا رہا تھا۔ گولیوں کی بو بھاننا جانا جی۔ سخت زخمی ہونے کے باوجود سنبھا کے اداسان ابھی سنبھا تھے۔ اس نے سگم دیا۔

"خبردار۔۔۔ کوئی پیچھے نہیں پیچھے گا۔"

اور اس کے ساتھ ہی دو زخمی بھر کے باوجود ایک دم تن کر کھڑا ہو گیا۔

دوسری جانب ہوشیار اور کربال آجمن میں گرفتار تھے۔ دشمنوں اور ساتھیوں کا اندھیرے میں اندازہ لگانا مشکل تھا۔ کربال نے ایک ترکیب آزمائی۔ گواہ سے درخت کاٹ کر اس پر سبائے کپڑا کر کے مٹھل جانی۔ اسی ایک سنبھا ہوئی گولی مٹھل کی روشنی میں سے گزر گئی۔ مٹھل کو روشنی میں نہ دیکھا گیا اس والا صاف نظر آ گیا۔ کربال نگہ سے ہوشیار نگہ سے کیا۔

"دشمن سامنے کی سمت ہیں۔" یہ کہہ کر اس نے اپنی تائی ہوئی سمت فائزنگ شروع کر دی۔

جگت اندھیرے کا فائدہ اٹھا کر جنومان کو گھسیٹے لگا۔ اس نے ہجین سے کہا۔ "میں جنومان کو پیچھے ایک کھیت میں پھونکا تا ہوں۔"

جنومان تنہا بیٹھ ہو گیا تھا۔ اب تک اس کی پٹری اور پٹری سے بے حاشا خون بہہ چکا تھا۔ جگت کو ہار جیت کی پرواہ نہیں تھی۔ وہ اپنے پیارے ساتھی جنومان کو گواہ جیت قبول کرنے کو تیار نہیں تھا۔ آگے سے گھسیٹنے کی عادت کے بعد جگت جنومان کو گھماڑی کے پیچھے لے آئے اس میں کامیاب کیا۔ وہ آری طرح اپنے لگا۔ خون سے اس کا تمام لباس بھگ گیا۔

وہ سانس لینے کے لئے کھڑا، اسی وقت اس نے اندھیرے میں چپکتی ہوئی سنبھا گھڑی دیکھی۔ اس نے فوراً آواز دی۔ "ٹامک۔۔۔!" گھڑی فوراً قریب آ گئی۔ اس نے گھڑی کی پشت چھپتا کرکیت کی طرف اشارہ کیا، پھر ساتھیوں کو فرار ہونے کے لئے ہوائی فائز کر کے اشارہ دیتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ وہ جاتا تھا کہ پولیس پر فائزوں کی دعا کھانے کے لئے پہنچ رہی تھی۔

اس کے ساتھ ہی وہ اس بات سے بھی واقف تھا کہ وہ چار پولیس والوں کے مرنے سے دشمن کی فٹ کٹ نہیں ہوئی۔ جگت گھڑی کے پیچھے چلا ہوا کھیت میں داخل ہوا۔ چھوٹے آگے دھان کے کھیت میں پولیس کی فٹ کٹ آئے کا فطرت نہیں تھا۔ کچھ دور روشنی دکھائی دیتے ہی جگت اس جانب دھا۔ وہاں کسی کسان کا بیٹا چھوٹا موٹر گاڑی پر تھا۔ جگت نے گھڑی کوڑے کا نشانہ دیا، مگر اپنی پشت پر لوہے سے جنومان کو زمین پر پٹا کر اس نے چھوٹی زخمی کارروائہ نکھٹایا۔

"جگت نے آواز دی۔۔۔؟" جگت نے آواز دی۔

کچھ دیر بعد ایک عورت کی دہلی ہوئی آواز سنائی دی۔ "میں ہوں بھالی! تم جیسی ہوا اندھرا جاؤ۔ مجھے آنکھوں سے دکھائی نہیں دیتا۔"

جگت دروازے سے نکول کر اندر پہنچا۔ ایک بڑا چار پائی پر چڑی ہوئی تھی۔

"ماں! اڈم پر لگنے کی کوئی آواز ہے مگر میں؟"

"ہاں۔۔۔ سامنے چلی میں چڑی ہوئی ہے۔" بڑی سائے کہا۔ "کیا گولی لگی ہے؟"

"ہاں ماں جی۔۔۔" یہ کہہ کر جگت نے دیکھی جڑی بوٹی کی اور گھڑی سے باہر آ گیا۔ پھر اس نے وہ دو جنومان کے دشمنوں سے کہا کہ وہاں اس مختصر قسم کے خون کا کافی ٹھل کر زمین پر پھیل گیا تھا۔ پہلی کا زخم خلع کر تھا۔ جنومان کی یہ حالت دیکھ کر جگت کا دل بڑا آیا۔ ہر لمحہ جنومان کو موت سے قریب لے جا رہا تھا۔ وہ ابھی اپنے کام سے فارغ ہوا ہی تھا کہ اس نے زور ڈرج کی روشنی وحک کرتے دیکھی۔ وہ چلا۔

"پولیس قصاب کر رہی ہے۔۔۔" جگت بڑبڑایا۔ "شاید وہ یہاں تک خون کے نشانات دیکھتے ہوئے پہنچے ہیں۔"

اس کا کچھ دھبے سے سرخ ہو گیا۔ مگر اس کی کوئی بھی حرکت جنومان کی زندگی قسم کر سکتی تھی۔ اس نے اس نے خیل سے کام لیا۔ وہ فرار ہونے کے متعلق سوچنے لگا۔ اس کی نظر ایک چار پائی پر پڑی۔ اس نے چار پائی کے چاؤں پائے کاٹ دیئے۔ اس طرح چار پائی کو بائس کی طرح بنا کر

نورانی روزانہ سے میں ایک عورت نظر آئی۔ محترم اہل ہرادر کو دیکھ کر دواہن لوٹ گئی۔ جگت نے نوزی کو اور قریب لے جا کر کھرا اور دسی۔ ”یہ کون سا گاؤں ہے؟“

اس مرتبہ ایک مرد بڑا آیا۔ جھوٹے کے اندر سے باہر کی طرف آتی ہوئی دم روشنی میں اس نے جگت کا چہرہ دیکھا اور بولا۔ ”شاہ آپ لوگ کھڑا ہیں۔ کیا تھارہا اسامی زعمہ ہے؟“ اس نے تیرے لیے میں کیا۔ جگت کو اس کے لیے چہرہ اسامی کر کے میں کیا۔

”میں سوچ رہا ہوں یہ کون سا گاؤں ہے؟ یہاں کس کے ڈاکٹر لے گا؟“

”ڈاکٹر؟“ کہتے ہوئے وہ شخص سوچ میں ہو گیا۔ جگت کا دل چاہا کہ اسے گولی مار دے۔

”اس کا مطلب ہے آپ کا سامنی زعمہ ہے۔ اس شیطان کے بچے سے کوئی دواہن میں ہوتا۔“

جگت حریف ضبط نہ کر سکا۔ وہ راتقل سے اس شخص کا نشانہ لے کر بولا۔ ”میں جو سوچ رہا ہوں بات کا جواب دوا“ اس کے لیے میں ایک دم رندگی آگئی۔ ”رندہ کو ماروؤں گا۔ مجھے؟“

”بھائی صاحب! میں بھی یہی کہہ رہا تھا۔ مگر آپ جلد باز ہیں۔ ہمارے بچوں کاؤں کے یہاں ایک ہی ڈاکٹر ہے۔ دوسری جانب چچ کے قریب جاؤ دواہن کر جین ڈاکٹر ہے۔ وہ بغیر یہ علاج کرتا ہے۔ بہت زور لے آئی ہے۔“

جگت نے حریف زور کا سبب میں سمجھا۔ جو کہتے ہوئے کتوں کے درمیان سے گزر کر وہ آگے اچھے لگا۔ کئی جھوٹوں کے دروازوں میں سے لوگ جھانکتے ہوئے نظر آئے مگر جگت کو ان کی

باب دیکھنے کی فرصت نہیں تھی اس کی نظر چوٹے سے چڑھ رہے ہوئے کراس پر جمی ہوئی تھی۔ انہی کے خضے سے آجائے میں اس کراس کو دیکھ کر اس کے دل میں خشک ہو رہی تھی۔ چچ کے

میں ایک کوارٹر بنا ہوا تھا۔ جگت نے سوچا کر جین ڈاکٹر کا یہی مکان ہے۔ اندر چراغ جل رہا تھا۔ کھڑی پر سے جسے لگا کر وہ جہان کے قریب گیا۔ اس نے جہان کی ناک پر انگلی رکھی۔

میں انہی چل رہی تھی۔ اس نے ایمان کا سانس لیا۔ پھر ایک ہاتھ میں راتقل تھامے ہوئے اس نے روزانہ سے پردہ نک دی۔ کچھ پر ہوا دے سے آواز آئی۔

”کون ہے؟“

”مسافر ہو۔“ جلدی روزانہ کھولا۔ ”جگت نے یہ جین لے لیے میں کیا۔“

روزانہ کھلا ہاتھ میں لیے تھا۔ وہ ایک بڑا شخص سا تھا جس کی داڑھی نوچھ رہی تھی۔ ایک سیدھی۔ اس کی ہونٹیں انہوں میں چبکی تھیں۔ اس کے چہرے کی جھریاں اس کے ہونٹوں کی سکرابت کا ساتھ دے رہی تھیں۔ جگت کے ہاتھ میں راتقل دیکھنے کے باوجود

اڑھ سے چہرے پر کسی قسم کا تاثر نہیں ہوا۔ یہ دیکھ کر جگت نے راتقل شانے پر لٹائی۔

”ڈاکٹر صاحب! امیر اسامی دینی ہو گیا ہے۔“ اس نے یہ کہتے ہوئے جہان کی جانب ڈاکٹر

کو تیز مہذول لٹائی۔

”بھریاں کڑے میرا چہرہ کیا کر دے؟“ بھائی؟ پہلے اسے اندر لے آؤ؟“ ڈاکٹر کے لیے

میں تپہ کی تھی۔ پھر وہ خود بڑا آیا۔ جگت نے کھڑی کے ساتھ بندھی ہوئی رشتی کوئی۔ ڈاکٹر نے

اس نے جلدی سے جہان کو اس پر لٹا دیا۔ جھوٹی سے ایک مضبوط دتی لاکر اس نے جہان چار پائی سے باغھا، پھر اسی دتی کے دوسرے اس نے کسی کر کھوڑی سے باغھا دیے، پھر جگت لگا کھوڑی کی پشت پر سوار ہو گیا۔

”ناک!.....!“ اس نے کھوڑی کو اپنے لٹائی اور ناک بند دتی کی گولی کی طرح روانہ ہو گیا توڑے توڑے وقفے سے جگت جہان پر نظر ڈال رہا تھا۔ دو فرنگ لاک کے قاصد پر چلتے

ایک ایک پیچھے سے قازر ہو..... پھر تو چبے گولیوں کی بارش ہونے لگی۔ جگت دو دتی ہوئی کھوڑی پشت پر بیٹھے ہوئے جہان قازر ٹانگہ کرنے لگا۔ جگت کا تعاقب کرتے ہوئے جھوٹی تک کی

چلتے سہا کے ہر کارڈرشت اختیار کر گیا اور خود پر نہ کر سکا۔ وہ کھانڈی لگا کر گرا۔ کے باوجود اس کا ہتھول دن دن قازر ٹانگہ کرنے لگا۔ مگر اب اس کی آنکھوں میں اندھیرے کے

دائرے دھس کر رہے تھے۔ جگت کو قازر ہوتے دیکھ کر اس کا دل چنہ رہا تھا۔ اور اس وقت جگت دانت چیں کر یہ جھد کر رہا تھا کہ جہان سر کیا تو وہ اس وقت تک اپنے دوست کی چٹا نہیں چلا۔

گا جب تک سہا کو تپا نہ کر نہ مار دے۔

جگت کے ہلکے آجائے میں جگت تھری سے راتقل لے کر رہا تھا۔ پانچ سال پہلے اسے کھل کر:

نے کھوڑی روک لی۔ پولیس اب تعاقب نہیں کر رہی یہ یقین کرنے کے بعد وہ کھوڑی سے کودا۔ کھوڑی کے پیچھے اس پر چل کر چار پائی پر کھٹکتا ہوا جہان اب بھی پیش تھا۔ اس کی سانس چا

رہی تھی۔ مگر کھڑی سے محسوس کیا کہ سانس کی رفتار بہت سست ہے۔ جہان کے چہرے سے اس۔ گرد صاف کی، پھر اپنے کمر پہنا ہوا صاف پتھر اس سے حریف میں چار پٹیاں بنائیں۔ جہان

کی ہلی کا خون اب بھی بند نہیں ہوا تھا۔ اس نے یہ پٹیاں بھی اس کے دھم پر کمر کا ہاتھ دینے کی تکلیف سے جہان ترے لگا۔ اس کے چہرے پر شریہ تکلیف صاف جھک رہی تھی۔ جگت

آہستہ جھج گئیں۔ وہ بھرا سے ہوئے لیے میں بولا۔

”دوست! کچھ دیر جگہ کر لے۔ انہی میں تیرا علاج کر رہا ہوں۔“ اس کے صلیق میں الفاظ اچھے

رہے تھے۔ پھر وہ کھوڑی پر سوار ہوا اور ناک دوڑنے لگی۔

ہر طرف سناٹا چھایا ہوا تھا۔ راتقل سنان ہولے کی وجہ سے وہ جگہ سے گر گیا۔ کچھ رہا ہے:

مٹھنے ہوئے اس پر چر کی عجیب سی آواز کی دھک دہاچے دل میں محسوس کر رہا تھا۔ کبھی قریب سے

دھت سے کسی پرندے کی کچا یا پروں کی پڑ پڑا ہوا سے سخت دلا دلا ڈاکو پکایا جاتا۔ بار بار

خود کر کے لینے تھا کہ وہ دیکھ رہا ہو کہ موت کا فرشتہ اس کے دوست کی جان لینے کو نہیں آ رہا؟ وہ

روشنی نظر آ گئی۔ جگت کے دل میں امیدوں کا چراغ روشن ہو گیا۔ اس کے ذہن پر زور دیا کہ

کون سا گاؤں ہے؟ مگر جگہ یاد نہیں آ رہا تھا۔ شاید وہ پہلے اس طرف نہیں آیا۔

”جو بھی ہو۔“ وہ بڑ بڑایا۔ جہان کی جان بچانے کی خاطر وہ بڑے سے بڑا خطرہ مول لیا

کو تیار تھا۔

روشنیاں قریب آ گئیں۔ دو ایک کتے آئے دیکھ کر جھوٹے لگا کر وہ پڑا دے بغیر آگے بڑھ

گیا۔ ایک جھوٹے سے قریب پہنچ کر اس نے آواز دی۔ ”کوئی ہے؟“

”ڈاکٹر صاحب! میرے پاس رات بھر بے ہوش نہیں۔“ بکت نے جواب دیا۔  
”تم اس کی بجلی سے تو بے ہوش کی کوئی گلی ہے۔“ ڈاکٹر کا سوال اور اس کی نظروں کی تاب نہ لا  
رجعت نے سر جھکا لیا۔ وہ چپکے گیا۔ اُس کا بھوت بچکا گیا تھا۔

”کیا ایسے سچے آدمی سے یہاں بازی چل سکتی ہے؟“ بکت نے سوچا۔  
”جو کچھ نہیں ہو سکا وہ کچھ ایسے کیا دے گا؟“ ڈاکٹر نے دُغم میں دبا بھرتے ہوئے کہا۔ بکت کے  
ہاؤ ڈاکٹر کی بات لگ گئی۔

”ڈاکٹر صاحب! میں نے بھوت ہوا تھا۔ مگر آپ کا احسان چکانے میں بے ایمانی نہیں کروں  
میں۔ شکاری نہیں، ڈاکو ہوں۔ اسے میری گولی نہیں لگی، بلکہ مجھے گولی سے ڈھی ہوا ہے۔“  
”تسبب کچھ ایک سانس میں کمر گیا۔“

”تمہارا نام؟“ ڈاکٹر نے کسی تاثر کے بغیر پوچھا۔  
”بکت تنگ۔“ مجھے بچکا ڈاکو کے نام سے پکارے ہیں۔“ ڈاکٹر ایک جانب ہٹ گیا۔  
”کی راز کوئل کو کچھ ٹھکانے لگا۔ بکت نے پڑھ کر رات بھر کی نال اس کی بکت سے لگا دی اور  
رجعت۔“ خیر دار کوئی جھڑپا حل کرنے کی کوشش کی۔“

مگر ڈاکٹر کے چہرے پر گھبراہٹ کا تاثر نہیں تھا۔ اُس نے بیٹے ہوئے کہا۔ ”بھیا تو مجھے لینا  
دے گا بچکا کر تم جو جھوٹے ہو ایسا نہیں۔“ پھر اُس نے چھوٹی سوئی دکھاتے ہوئے کہا۔ ”یہ  
خیار میں کسی کے دُغم بڑھانے کے لئے نہیں بلکہ سینے کے لئے استعمال کرتا ہوں۔“ ڈاکٹر کے  
رہنے پر پھیلا ہوا اور دوسرے خونی کے ساتھ اُن کی آواز میں جھنجکی ہوئی سٹھاس دیکھ کر بکت ایک بار  
زیر بندہ ہو گیا۔ رات بھر دوسری جا پار پاری پر پھینکا ہوا قہر لپٹے میں بولا۔

”ڈاکٹر! آپ کو کبھی ہماری طرح موت کا ڈر نہیں تھا؟“  
”پھر کمر کر کے رہا۔“ ڈاکٹر نے دُغم میں فرق ہے۔ دوست! ڈاکٹر نے سر کھٹا کر کہا۔ ”ڈاکٹر دُغم میں رہا تھا۔  
رہی تو وہ دھکا کا کس نے کر گئی۔ اُس کے دوسرے ہاتھ میں ڈھل روٹی کا سلاخ نظر آ رہا تھا۔

”جیسے اتھوڑا کھا لے۔“ یہ کہہ کر اُس نے بکت کے ہاتھ سے لپ لے لیا اور ڈوہ کا گھاس  
ٹاڈا۔ میری کی آواز میں جھنجکی ہوئی سٹھاس نے بکت کو ماں کی یاد دلادی۔  
”میری یادیں کون ہے تم جانتی ہو؟“ ڈاکٹر نے اُپر دیکھے بغیر کہا۔ ”جکا ڈاکو ہے۔ جس کے سر پر  
چاندی جڑا اور انہم لگا گیا ہے۔ موت کی جانب سے۔“

جگانے کن انہوں نے دیکھا، یہ کن کر بڑھیا کے چہرے پر گھبراہٹ نہیں تھی۔ اُس نے اسی  
دس منٹا بھر سے لپٹے میں کہا۔ ”بچا ڈوہ دھکا ہوا جانے گا۔ لی لے!“

بکت نے سب عجیب سا محسوس ہو رہا تھا۔ وہ خونی ڈاکو ہے یہ جانتے کے باوجود دونوں میں  
کے کسی کو اس سے ڈر نہیں لگا۔ نہ صرف اتنا کہہ کر تے ہیں۔ یہ ایسے لوگ ہیں؟ بکت کو یقین نہیں آ  
”ہا تھا۔“ شاید ان دُغموں کی بے ہوشی کو جان ہو۔“ بکت نے سوچا۔ مگر جب بڑھیا نے تیسری  
ناستے ڈوہ دھل روٹی کھانے کی ہدایت کی تو اُس نے کہا۔

”نہیں ماں جی۔“ مجھے بھوک نہیں ہے۔ ڈاکٹر صاحب جب تک یقین نہ لا دس کر میرا

لیپ دکھ دیا۔ پھر دونوں جا پار ہوئے اسٹریچر کو اٹھا کر جنواں کو اندر لے آئے۔ اسی وقت ڈاکٹر  
کی بیوی اندر آ گئی۔ اُس نے جنواں کو اندر لے جانے میں اُن کا ساتھ دیا۔

”میری اتم پانی گرم کر۔“ یہ کہتے ہوئے ڈاکٹر نے جنواں کو کھیل پر لٹا دیا۔ پھر بکت کی چا  
دیکھے بغیر بچھا۔ ”جنگلی دورے سے اسے ڈی کیا ہے؟“

”نہیں ڈاکٹر! اسے کوئی گلی ہے۔“ بکت نے جواب دیا۔ ڈاکٹر کے ہاتھ برابر کام کر رہے  
تھے۔ بجلی کی بجلی کوئلے سے خون کا فوراً چھوٹ گیا۔ ڈاکٹر نے غیر جلدی سے بجلی کی دسی ساتی  
میں میری کی پینچن کا سامان اور دواؤں سے لے کر آگئی۔ ڈاکٹر سر جھکانے کام کر رہا تھا۔ وہ درمیان  
بکت سے بات کرتے جا رہا تھا۔

”گھر دُغم ہے۔ کس نے گولی ماری اسے؟“  
بکت جواب دیتے ہوئے جھنجکایا، پھر بولا۔ ”میں نے گولی ماری۔“ ڈاکٹر نے جھٹکے سے برآ  
کر اُس کی جانب دیکھا۔ بکت نے نظریں جھکائیں تاکہ اُس کا بھوت چھپا رہے۔  
”تم نے اسے ڈھی کیا اور علاج کرانے کی بجلی لے آئے۔ عجیب سی بات ہے۔“ ڈاکٹر نے اُٹھ  
ہوئے کہا۔

بکت نے تفصیل بتائی۔ ”نوں تو ہم دونوں گھر سے دوست ہیں۔ مگر شکار پر ہمارا جھگڑا ہو گیا  
میں مجھے میں اس کا اور یہ فطری ہو گئی۔ میرا بھوت میں بچتا ہوں ڈاکٹر! اسے چالو۔ میں زندگی!  
تمہارا احسان نہیں بھولوں گا۔ درخت زندگی بھر۔“

”جنگل میں سڑا جاوے۔“ کیوں؟“ ڈاکٹر نے اُس کا پھل کھل کر دیا۔ اس بار آواز میں کچھ  
تھی۔ ”جرم کے بعد بچتا نا اچھی بات ہے۔ مگر یہ بچتا ہو کچھ دو کا تم رہتا ہے سڑا انسان کو کچھ  
سے سبق لینا چاہئے۔“ بکت خاموش رہا۔ ڈاکٹر کمر پانی سے دُغم صاف کر رہا تھا۔ اُس نے کہا

”لیپ قائم کر کے رہو۔“  
بکت نے فوراً ڈاکٹر کے سینے پر چل گیا۔ جنواں آہستہ آہستہ ہوش میں آ رہا تھا۔ اُس کے ہونٹا  
متحرک تھے۔ اُجا بک وہ چیخا اور بکت کا پ گھبراہٹ میں تھا ہوا لب کر کے گرتے پچا۔

”میں پوری کوشش کر رہا ہوں۔ مگر بکت بہت مشکل ہے۔“ ڈاکٹر نے کہا۔  
”نہیں ڈاکٹر! اسے چالو۔ کسی قیمت پر اس کی جان چالو! بکت کو گزرانے لگا۔ ”آپ!  
طلب کریں گے ڈوہ گا۔“ بکت کی بات سن کر ڈاکٹر کے ہونٹوں پر مسکراہٹ دو گئی۔

”اگر میں اسے لے ڈاکٹر! پڑی ہوتی تو پھر مجھے اس جھل میں جھٹکے کی کیا ضرورت تھی  
ان بیٹے ہوئے پڑوں والے مٹل لوگوں سے مجھے کیا لینا ہے؟“

جنواں ایک مرتبہ پھر دُغم سے چیخا۔ ڈاکٹر نے اپنی بیوی کو ہدایت کی۔ ”بے ہوش کی دوا۔  
آؤ! بے ہوش کرنا پڑے گا۔ کوئی گلی گھبراہٹ میں ہے۔“

جنواں کو بیہوش کرنے کے بعد ڈاکٹر نے اُس کی بجلی سے گولی نکال لی۔ ڈاکٹر کے ماتھے پر  
پیسے کے قطرے چپک رہے تھے اور ہاتھ خن سے جھجک گئے تھے۔ ڈاکٹر کی نظروں پر گھبراہٹ گئی۔ اُکو  
نے بکت کی جانب دیکھے ہوئے بچھا۔ ”تمہارا بھوت لگا رہا ہے۔“

”میں ابھی اس کا فیصلہ کر دیتا۔ مگر پھر کبھی اسے نبھاؤں گا۔ کیونکہ دھماکے کر کے میں پولیس گاڑی

جب سے پاک واپس کمال کر ڈاکنے کہا۔ "تمیں بچے ہیں۔"

"پھر میں اسے لے جاتا ہوں ڈاکنے؟" بکت نے عاجزانہ نفردوں سے دیکھ کر کہا۔

"کیوں۔۔۔ اتنی کمال جلدی ہے؟" ڈاکنے نے پوچھا۔

"مج سے پہلے مجھے بھگتات اپنے ٹھکانے پر پہنچ جانا چاہئے۔"

"میں اسے لے جانے کا مشورہ نہیں دوں گا۔ تمہی جانتے ہو۔" ڈاکنے نے جواب میں کہا۔

"اور جی پلیس یہاں آگئی پھر؟" اس نے ڈاکنے کو ڈانٹنے کے لئے کہا۔ "یہاں تک پہنچنے کے

لئے انہیں کتنی سال جا سکیں گی۔ اور آپ جو ان کو پکس کے سپرد کر دیں گے۔"

ڈاکنے سوچ میں ڈوب گیا۔ "تمہاری بات سچی ہے۔ کیونکہ موت کے بچنے سے بچنا میرا فرض

ہے۔ مگر کانون کے بچنے سے نہیں بچا سکتا۔ جاؤ، اسے لے جاؤ! میرا حق اس کی حفاظت کریں

نہ کہہ سکتے ہوئے ڈاکنے نے گردن میں لٹکتے ہوئے کراس کو انھوں سے لگا لیا، پھر ہستہ بنانے کے

دھت اور ڈاکنے نے وہاں کو چار پائی پر لڑا دیا۔ کچھ دیر تک بکت ڈاکنے کو دھت رہا پھر کچھ یاد کر

لے اندر روانے کرے میں گیا کہ کسی سوتی ہوئی میری کے سامنے اس نے سر جھکا پھر میز پر پڑے

دئے دودھ کے گلاس کو پی گیا اور ڈھل روٹی کے دو ٹکڑے جب میں رکھ لے۔

"ماں جی سے کہنا دودھ بہت ٹھنکا تھا۔" یہ کہتے ہوئے بکت کی آواز بھر آئی۔ ڈاکنے نے اس

لے ہاتھ میں دو چڑیاں چھادیں۔

"یہ مریم زخم پر چار چار کھینے بعد لگا اور دو باج اسے دو عموں ہو پانی میں ڈال کر بنا دیتا۔"

ڈاکنے نے اسے دوڑا کے استیصال کا طریقہ بتایا۔ بکت نے جب کڑاکنے کے بعد چھوئے۔

"میں آپ کا احسان زندگی نہیں بخش سکتا ہوں گا ڈاکنے! بکت نے نیکی ہوئی آواز میں کہا۔ اس

لی انھوں نے کوئی نہ بیگ لے کر اور اپنے آنسوؤں کو چھپانے کے لئے وہ جلدی سے پشت پھیر کر

برک کا جب بڑھا۔ فوراً ہی ڈاکنے کی آواز نے اس کے قدم روک لئے۔

"تھمرو۔۔۔ تم نے کچھ کھانے کا دودھ کیا تھا۔ کیا بھول گئے؟"

"ہمیں خشک کر کے بکت ڈاکنے کی طرف دیکھنے لگا۔ وہ ایک کانڈ پر کچھ کھ رہے تھے۔ انہوں

نے اس کو تھک کر کے بکت کے ہاتھ میں چھادی۔

"کیا اس میں دودھ بھی ہے آپ نے؟" بکت نے پوچھا۔

"ہاں۔۔۔ مگر تمہارے لئے۔" ج آٹھ کر اور شام سونے سے پہلے اسے پڑھ لینا۔ پھر مجھے

جانور میں گیا۔" ڈاکنے نے مسکرا کر کہا۔ بکت کی آنکھوں سے حیرت بھانکے گئی۔ اُسے ڈاکنے بالکل

بورج سے نکال دیا۔ اُسے رہا تھا۔

"مجھے صاف کڑا ڈاکنے صاحب! میں نے آپ پر غلط شک کیا تھا۔ آپ عظیم ہیں۔" وہ زیادہ نہ

ال سکا۔ کیونکہ آواز میں اس کی ایک ٹپٹی تھی۔ پھر وہ جلدی سے باہر نکل گیا۔

بکت اور دو بکتوں کو بھگتات واپس آئے دیکھ کر ساسی مسرت سے چیخ اٹھے۔ بکت نے سب

سے پہلے پوچھا۔ "ہم میں سے اور کتنے زخمی ہوئے؟"

سب لوگ چپ ہو گئے۔ بچن نے کہا۔ "چھ زخمی ہوئے اور چار کام آگئے۔"

کی مٹھیاں کس جاتی ہیں اور بھاتوں کے شعلے پڑ گئے تھے۔ مگر۔۔۔"

ڈاکنے اپنے گھٹے میں پڑے ہوئے کراس پر انگلیاں پھیرنے لگا۔ وہاں کے ہونٹ ایک بار بار

متحرک نظر آ رہے تھے۔ ڈاکنے اور چکا دونوں اس کے قریب آ گئے۔ ڈاکنے نے اس کی ہنسی دیکھ

پھر سر پر ہاتھ رکھا۔ "دوا کا نشہ ٹوٹ رہا ہے اور بخار چھ رہا ہے۔" ڈاکنے نے سمجھ دیکھے میں کہ

اس کی پیڑی آرام کر سی پر پیٹنے بیٹھے سو رہی تھی۔ اس لئے ڈاکنے نے خود پانی میں کپڑا بھگو کر چونکا

کی پیشانی پر رکھا۔ بکت نے ڈاکنے سے کہا۔

"ڈاکنے صاحب! یہ کام مجھے ہی آتا ہے۔ آپ کچھ دیر آرام کر لیں۔"

ڈاکنے مسکرایا۔ "آرام نہیں ہو سکتا ہے!" ڈاکنے کی آواز میں فکر بھگت رہی تھی۔ "ابھی

خطرے میں ہے۔" بکت کا دل کا پتھر اُس کی اس کے ہاتھ کی مٹھیاں کس گئیں۔

"اگر اسے کچھ ہو گیا تو میں اسپتال میں لے کر آؤں گا۔"

"کسی کو قسم کرنے کے خیال سے تم اسے زندگی میں دے سکتے ہو بکت!" ڈاکنے نے ٹھہری ہو

آواز میں کہا۔ "مگر میں اسے زندہ رکھنا چاہتا ہوں۔ کیونکہ مجھے پورا معاوضہ دو گے۔" ڈاکنے

ہوٹوں پر پراسراری مسکراہٹ تھی۔ بکت نے ٹھنوس کیا ڈاکنے کی ایک بات بار بار دہرا رہا ہے:

مجھ سے کیا بدلہ چاہتا ہے؟ آخر اس نے مچھلوں کا اعزاز میں کہا۔

"ڈاکنے صاحب! اگر آپ مجھے گرفتار کر کے باج بڑا روپے وصول کرنا چاہتے ہیں تو۔۔۔"

کہہ کر وہ تکیا گیا، پھر چار پائی پر چڑی ہوئی راتھل اٹھا کر بولا۔ "پکس میری لاش کا بھی اتنا حق

انعام دے گی۔ اس لئے مجھے زندہ سپرد کرنے کی بجائے آپ مجھے گولی بار دیں۔" بکت کے گلے

میں ہارے ہوئے جارہی کا سا دکھ تھا۔

"تو تم میرے ہاتھ سے گل ہوتا چاہتے ہو؟" ڈاکنے نے عجیب سا سوال کیا۔

"ایسا نہیں تو پھر میں خود کو مار کر تم کو لوں گا۔" بکت نے پڑ جوش لے کر کہا۔

"خود کی کرنے سے زور کو نقصان ہوتا ہے بچے! اندام اناض ہوتا ہے۔ کیا نہیں نہیں معلوم؟"

بکت سوچ رہا تھا کہ وہ ہر بات میں شکست کھا رہا ہے۔ اس کی بھٹ میں ہی نہیں آ رہا تھا کہ

کیا جواب دے؟ مگر ڈاکنے کی طرح بے سوز نہ تھا۔ "تم بہت زیادہ جلد باز مت بنو! پہلے اپنے سامنے

کو فیک ہوئے دو۔"

کچھ دیر بعد چکا کو بیٹھے بیٹھے نیند آ گئی۔ اُسے کچھ احساس نہیں رہا۔ ڈاکنے نے اس کے شانسا

ہارے زندہ چونک کر جاگ گیا اور اس کا ہاتھ راتھل کے دستے پر جم گیا۔ مگر سگراتے ہوئے ڈاکنے

دیکھ کر مطمئن ہو گیا۔ "اب تمہارا سامنے خطرے سے باہر ہے۔ لہذا مزید باج کر لیت جاؤ! ڈاکنے

نے کہا۔

مگر جواب میں بکت کھڑا ہو گیا اور وہاں کی پیشانی پر ہاتھ پھیرنے لگا۔ ڈاکنے نے کہا۔ "میں

نے اسے نیند کی گولی دے کر سلا یا ہے۔ کیونکہ تکلیف سے یہ ہاتھ بڑھ چکا تھا۔"

"ڈاکنے صاحب! آپ نے مجھ پر بہت برا احسان کیا ہے۔" یہ کہتے ہوئے بکت نے دلی لاری

جانب دیکھا مگر گھڑی نہیں گئی۔ لہذا ڈاکنے نے پوچھا۔ "کیا قیامت ہوا ہے؟"

مجت غم میں ڈوب گیا۔ جیسا بار اس کی پارٹی کو اتنا نقصان ہوا تھا۔ اسے اپنی سب سے بڑی ہمت  
 گیا۔ جو مان کو کمرے میں لاکر وہاں آیا اور اپنے حاضری کے سرے میں سے ڈاکٹر کا دیا گیا  
 پر پھول کر پڑنے لگا۔ اس کی آنکھیں حیرت سے پھلنے لگیں۔ کھٹا تھا۔  
 انتقام لینے کے کچھ نہیں ہوتا۔ اسے اپنے دل میں ہی مایا چاہئے۔ بدو سچ کتا تھا کہ یہاں  
 کر رہا تھا۔

جہاں ڈاکٹر اور پولیس کے درمیان جھڑپ ہوئی تھی وہ جگہ ارجن سنگھ کی پارٹی کے پڑاؤ سے  
 چار میل دور تھی۔ دُعا اور بے ہوش سبھا کو لے کر پولیس اس جگہ تک پہنچی۔ اس وقت ارجن سنگھ کو  
 کر کے جوا پھیل رہا تھا۔ ایک شخص نے اسے اطلاع دی۔  
 "صاحب! سبھا صاحب جھڑپ میں۔۔۔۔۔"

اس وقت چوتھے ہوئے ارجن سنگھ نے کہا۔ "غم ہو گئے؟"  
 "نہیں۔۔۔۔۔ بری طرح دُعا ہو گئے ہیں۔" جواب میں کہا گیا۔  
 ارجن سنگھ نے اپنی سبھا کے دو اہم اساتذہ سوج لے گئے۔ ڈاکٹر کو اس کی گولی سے ختم یا بدنامی کے  
 ساتھ استعفیٰ۔ دُعا سبھا کی جیت نہ ہوئی۔ پھر بھی وہ شکست خوردہ نہیں کہا جاسکتا تھا۔ بے ہوش سبھا  
 کے چہرے پر ارجن سنگھ نے خون نہ دیکھا۔ دُعا سے چور سبھا بے یار تھا۔  
 "اس کا تعاقب کرو۔۔۔۔۔ اسے فرار نہ ہونے دینا۔"

ارجن سنگھ کی گولیاں فرار ہو گیا ہے۔ اس نے آنے والے لوگوں سے پوچھا۔ "ڈاکٹر کو کس کا سر ہلا  
 دیا گیا؟" سلامت نکل بھاگا؟"  
 "مہم تو چکا کوئی نہیں بچتا۔" اگر اپنی سبھا اس کا تعاقب کرتے ہوئے کہہ رہے تھے  
 "وہ چکا ہے۔" مگر وہ اپنے دُعا سبھا کو اٹھا کر فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا۔ سبھا صاحب دُعا کی  
 تاب نہ لاکر بے ہوش ہو گئے۔

"ڈاکٹر میں سے کتنے مارے گئے؟" ارجن نے پوچھا۔ وہ یہ جانتا جانتا تھا کہ سبھا صاحب  
 کتنا قاتل ہوا۔  
 "تین یا چار مارے گئے ہوں گے جناب! ان کی لاشوں کے لئے ہی سخت جھڑپ ہوئی۔ ڈاکٹر  
 اپنے ساتھیوں کے ہاتھ اور درمیں کاٹ کر لے گئے۔" اس شخص نے متذکرہ لہجے میں کہا۔  
 "بہت سے لوگ اپنے ہاتھ پر اپنا نام لکھوا رہے ہیں۔ مرنے والے کو ہاتھ پر لکھے ہوئے نام  
 چہرے سے پھان لیا جائے اس لئے ڈاکٹر نے جس ساتھی کی لاش نہیں لے سکتے اس کے ہاتھ  
 اور گردن لے جاتے ہیں۔ اس بات سے ارجن سنگھ واقف تھا۔ وہ کسی خیال میں غرق تھا۔ اس وقت  
 ایک پولیس کا فیشل نے مشورہ دیا۔

"صاحب! اگر آپ پارٹی کے ساتھ ڈاکٹر کا تعاقب کریں تو ہم آپہنیں گھیر سکتے ہیں۔ مشترکہ  
 ڈاکٹر میں سے کوئی ضرور ہاتھ لے گا۔ جیسا کہ اپنا دُعا سبھا سے لے کر پڑاؤ وہاں ہو گیا۔"  
 ارجن نے بات سمجھتا تھا۔ سبھا کا حساب ٹھیک تھا۔ مگر ارجن کی تین غریب سبھا۔ اس نے بھلا،

معنی غم سے بولا۔ "ہمارے صاحب اس حالت میں ہیں۔ اس وقت ہمارا فرض ان کا فوراً  
 ارجن کے ساتھ ہے۔ صاحب کو کچھ ہو گیا تو پولیس ڈیپارٹمنٹ کی عزت کو بدست نشان ہوگا۔"  
 ارجن سنگھ کو کچھ کرتا تو ڈاکٹر کی پارٹی ختم ہو جاتی۔ مگر ضرور ہاتھ آ جاتا کیونکہ وہ سبیل  
 اور کچھ ڈاکٹر کے گھر میں آجیں مل جاتا۔ مگر ارجن سنگھ کو ترقی چاہئے تھی۔ وہ اپنے اسرار کے  
 خفیہ کا شکر تھا۔ سحر کے وقت ہی ارجن سنگھ نے سبھا کی بیوی کو چکایا۔ ارجن سنگھ کے چہرے پر ہم  
 لگا کر وہ لرز گئی۔ بری خبر سننے کے خطرے کی وجہ سے ان کا دل دھڑکنے لگا۔

"صاحب! دُعا جی، اور ہسپتال میں بے ہوش پڑے ہیں۔ میں آپ کو بلانے آیا ہوں۔" ارجن  
 لہنے دیکھے لہجے میں کہا۔ ارجن سنگھ سے پرہادی دیوی کو پہلے سے نفرت تھی۔ جس شخص سے  
 زہت ہو، وہی نفس بری خبر لے کر آئے اس صورت میں وہ اور برا دکھائی دیتا ہے۔ ایک سرور اور مگر  
 لڑاؤ اپنی سوتلی بیوی پر نظر ڈالتی ہوئی تیزی سے بڑھ آئی۔ اس کا دل بھولانے سے پرہتتا کر رہا

تھا۔  
 "مجھے اور میری معصوم بیوی کو بے سہارا کر دینا بھولانے اہم نہ سمجھی کسی کا کچھ نہیں گاؤا۔"  
 پھر کچھ دیر بعد وہ بے ہوش شو رہے تھے پر سر رکھ کر جگ جگ کر رہے تھے۔ دل ہلکا ہونے کے  
 سبھا کی بیوی سے ڈاکٹر نے کہا۔  
 "مہم سخت! آج میں ہیں غریب سبھا کی اگلی گھنٹے میں کافی کبریٰ آ رہی ہے۔ انہیں بچانے کا  
 ریف ایک علاج ہے۔" اتنا کہہ کر وہ دنگ گیا۔  
 "وہ کیا؟" پرہادی نے دھڑکنے والے سے پوچھا۔  
 "ان کا کچھ کاٹا پڑے گا۔" ڈاکٹر نے جواب دیا۔  
 "اوہ۔۔۔۔۔" کہتے ہوئے پرہادی کی آواز میں کڑواہٹ تھی۔  
 "بھئی! اس وقت آپ بہت برا لگتے تو ہماری آج میں بڑھ جائے گی۔" ڈاکٹر نے تسلی دیتے  
 دئے کہا۔ "بھئی! انسان کو بچانے کی خاطر کچھ چھوڑنا پڑتا ہے۔ اس وقت ہم انہیں خطرے کی  
 بات دیکھ رہے ہیں۔"

"مہم جن بیروں پر کھڑے ہیں آپ وہی دیر کاٹ دینا چاہتے ہیں ڈاکٹر؟" پرہادی نے کہا جتنا چاہتی  
 تھی کہ اس نے صرف اتنا کہا۔ "جس طرح مناسب سمجھیں کریں۔"  
 پھر ڈاکٹر نے کام میں مصروف ہو گیا۔ شام کو جب سبھا کو ہوش آیا تو وہ بیوی کو برا بھلا  
 "اس کا تعاقب کرو۔۔۔۔۔" دیکھنا اکل کر جانے نہ پائے۔  
 پھر آنکھیں کھولی کر اس نے کمرے میں نظریں جمائیں، سامنے ڈاکٹر اور نرس کھڑے ہوئے  
 تھے۔ ان کے برابر اس کی بیوی اور ارجن سنگھ بیٹھے ہوئے تھے۔ پرہادی نے سبھا کی پیشانی پر  
 آجہو کر کہا۔ "سب! آپ کی آنکھوں کو دیکھ رہے ہیں۔"

وہ کچھ کیا کہہ سکا۔ "چہرے سے خون تو ہو گیا اور اس کی جگہ شبیہ تکلیف کے آثار  
 لائیں ہو گئے۔ آنکھوں کی چمک اٹھ رہی۔" مطلق خشک ہوئے۔  
 "آخر میں ہار گیا اور وہ جیت گیا۔" پھر پانی کا پیالہ لی کر بولا۔ "پولیس کی کوشش کا کام





۱۔ "چند کو نے عاجزانہ لہجے میں کہا۔  
"تمہیں جانتا ہے تو مجھے کوئی انکار نہیں۔" سوہن عکھ نے نیم رخصا مندی کا اظہار کیا۔ "مگر تمہیں  
اکی ڈائٹ ضرورت تھی بڑے گی۔"  
"ان سے بھی کچھ نہیں گے۔" مال جی نے مضبوط لہجے میں کہا۔

○  
"ریتا گاؤں سے دو عورتیں آپ سے ملنے آئی ہیں۔" سنبھا کی بیوی نے کمرے میں داخل ہو کر  
پناہ سے کہا۔ "میں انہیں اندر بلاؤں؟"  
"جتنے سے کون آیا ہے؟" سنبھا نے سوچتے ہوئے کہا۔ "انہیں بلاؤ؟"  
چند کو رادر اس کی ساس کو دیکھ کر سنبھا جھجھ ہو گیا۔  
"اے آپ لوگ آئی ہیں..... تحریف رکھیں! سنبھا نے جلدی سے کہا۔ بھراچی بیوی سے  
لا۔" یہاں اتم انہیں پکارتی ہوا یہ چکا کی ماں اور بیوی کی۔  
پر بھادتی نے انہیں ہاتھ جوڑ کر بیٹھے کہ اس کی آنکھوں میں عجیب سی الجھن تھی۔ جس ڈاکو  
نے اس کے شوہر کو جان سے مارنے کی کوشش کی ایاچ یاچ ہا کر اس کی زندگی کا تھ کر دی، اس کے  
شے دازوں کا یہاں کیا کام؟..... چند کو سے انہیں ملنے ہی پر بھانے سر جھکا لیا۔  
"آپ لوگ بھرتے ہیں مال جی؟" سنبھا نے ماحول کی کشیدگی محسوس کرتے ہوئے کہا۔  
مال جی نے بھی سانس لے کر کہا۔ "ہاں صاحب! ہم تو بھرتے سے ہیں۔ لیکن ہمیں اس کا  
لرس ہے۔" مال جی کا اشارہ سنبھا کے ڈیڑھی کی طرف تھا۔  
"مال جی! اریسا بھی ہوتا ہے۔" سنبھا نے سناٹ لکھے میں کہا۔ "جنگ لڑنے کے لئے میدان  
میں جانے والوں کو ایسے حالات سے بھی کرنا پڑتا ہے۔ ہمارا تو کام یہی تھا ہے۔"  
چند کو کے چہرے پر رونا پڑا تھا۔ "صاحب! سنا ہے آپ کا بھرا کاٹ دیا گیا ہے۔" چند کو نے  
کچھ دیر بعد دھکے کھے میں کہا۔

"ہاں، بہن! اس کے علاوہ جان بچانے کا اور کوئی راستہ نہیں تھا۔" سنبھا نے چادر ہٹا کر بھر  
دکھایا۔ "گوئی بہت گہری آنتڑ تھی۔"  
کچھ ہوا بھر دیکھ کر چند کو کے منہ سے آدھ کل گئی۔ پر بھادتی نے دیکھا کہ اس نے کچھ  
چھپانے کے لئے آنکھیں بند کر لی تھیں۔ پھر بھی چہرہ کھل کر ہاتھ کر آنکھوں میں آنسو ہیں۔ ساس  
بچے کے حلق پر بھرا کے دل میں جو برائی پیدا ہوئی تھی، ختم ہو گئی۔  
"پر بھادتی! ان کے لئے کچھ لے آؤ۔" سنبھا نے کہا۔ پھر مال جی سے پوچھا۔ "لکسی بیس کی آپ  
لوگ؟"

"بیس صاحب! آپ کین تکلیف کرتے ہیں؟"  
"اس میں تکلیف کی کیا بات ہے؟ آپ لوگ اتنی دُور سے میری عیادت کرنے آئی ہیں۔"  
پر بھادتی کمرے میں چلی گئی تو مال جی نے کہا۔ "صاحب! آپ ہماری نظر میں بہت نیک  
آدی ہیں۔ اس لئے ہم آپ سے جھوٹ نہیں پوچھیں گے۔ ہم صرف عیادت کرنے نہیں آئے۔"

ہولی منانے کے لئے بیسے گئی ہوئی چند کو گہرائی ہوئی سیرال لوٹی۔ اس نے پولیس کے ساتھ  
چگا کے کی سرکوں کی خبریں سنیں۔ وہ بری طرح بے چین تھی۔ اخبارات میں بھی یہ خبریں جاری  
ہوئی تھیں کہ پولیس سے تصادم کے دوران چار ڈاکو مارے گئے اور کچھ سخت زخمی ہوئے۔ چگا فریڈ  
ہونے میں کامیاب ہو گیا۔ لیکن خیال کیا جاتا ہے کہ وہ بھی شدید زخمی ہے۔ چند کو اس سے لگ رہا  
تھی کہ اگر واقعی چگا زخمی ہے تو اس کی نگہداشت کے لئے آگے چکا کے پاس ہونا چاہئے تھا۔ وہی  
نے بھی دوسرا خط نہیں لکھا تھا اور نہ ہی کافی دن سے چگا کا کوئی آدی آیا تھا۔  
گھر میں داخل ہوتے ہی اس نے دریافت کیا۔ "مال جی! ان کی کوئی خبر ملی؟"  
مال جی بھی ہنسنے لگے میں بولیں۔ "جی! ابھی تک کوئی اطلاع نہیں کہ وہ کہا ہے۔"  
"آپ نے سنا سنبھا کا بھرا کاٹ دیا گیا؟" چند کو نے مال جی سے کہا۔  
"ہاں..... اب انہوں نے تو کمری بھی پھوڑ دی ہے۔ ان کی جگہ ارجن عکھ کو متروک کیا گیا ہے۔"  
بیکار سے سنبھا کو ایاچ یاچ کا چگا کو کیا تھا۔ "مال جی نے سزا دے بھرتے ہوئے کہا۔ پھر اسے آپ کو کھلی  
دینے والے لکھے میں بولیں۔ "یہ ایسا ہوا کہ اس کی جان بچ گئی۔ ہمیں تو یہ تم جیسا کا پاپ ہو جاتا۔"  
"کیا ایک بات سوچ رہی ہوں کہ....." چند کو کچھ کچھ کہتے کہتے ڈنگ گئی۔  
"کیا سوچ رہی ہو چند کو؟" مال جی نے پوچھا۔

"میں ان کی عیادت کے لئے جانا چاہتا ہوں۔" چند کو نے بیٹھل کہا۔ شاید مال جی کو اس کی  
یہ بات پسند نہ آئی، یہ سوچ کر اس نے بات کا ٹوٹ موٹو دیا۔ "سنبھا صاحب سے ہی ان کے بارے  
میں صحیح خبر مل سکتی ہے۔"

مال جی اپنی بیوی آنکھوں میں دیکھنے لگیں۔ سنبھا اب پولیس انسپکٹر نہیں رہا تھا اس لئے مال جی  
کے خیال میں اس کی عیادت کرنے میں کوئی حرج نہیں تھا۔ اس کے علاوہ یہ کہ جب وہ پولیس انسپکٹر  
تھی تو اس نے اپنے ذہن چگا کی بیوی کو ڈعا دینے میں کئی قسم کے عمل۔ کام کام کیا تھا۔ اس  
لئے یہ بھی بات مال جی کے دل کو لگی۔

"مگر تمہارے سر شاہ ہماری بات سے اختلاف کریں گے۔" مال جی نے ٹک کا اظہار کیا۔  
"ابا کو میں سناؤں گی۔ بچے بیٹے کے مستقبل کے بارے میں وہ بھی بے چین ہوں گے۔"  
رات لکھا ختم کرنے کے بعد سوہن عکھ کے سامنے ہر گرام چٹکی کیا گیا۔ پہلے تو انہوں نے  
انکار کیا۔ "جگت نے جسے ڈی کر کے ایاچ یاچ دیا وہ ضرور تم لوگوں کو اپنے گھر میں داخل ہونے دے  
گا؟ عزی ہونے سے نہ جانا بھرتے۔" سوہن عکھ بولے۔  
"مگر باپو! وہ ایسے آدمی نہیں ہیں۔ پولیس انسپکٹر تھے جب بھی انہوں نے ہم سے غلط بات نہیں

"کچھ بھی کام میرے لائق ہو، آپ بے شک آجائیں۔ میں اب پولیس انسپکٹر نہیں رہا۔" سنبھا نے مسکرا کر کہا۔

پر بھادولی انہیں دو روزے تک وضاحت کرنے کے لئے آئی۔ باہر ہزارہ سنگھ کھڑا تھا۔ ماں جی نے اس کا تعارف کر لیا۔ "میرا بھتیجا بھائی ہے۔ ہم نے آپ کا مکان میں دیکھا تھا اس لئے اسے اچھے لے آئے۔"

"آپ اندر کیوں نہیں آئے بھائی؟" پر بھادولی نے ہزارہ سے پوچھا۔

ماں جی نے جھٹ کہا۔ "سنبھا صاحب نے اسے کھل بیٹھا تھا۔ شاید اس لئے ناراض ہے۔ مرد لڑی دیکھیں میں بھولے ہیں۔" پھر تینوں پر بھادولی کو میسے کمر کر آگے بڑھ گئے۔ پر بھادولی انہیں اگلے دیکھ رہی تھی۔

جب وہ لوگ گھر پہنچے کھڑکی باہر سے بند تھی۔ پردی ان کی جانب دیکھ رہے تھے، اس لئے وہ جھجھکیں کر کھڑکی کھول دی۔ اسی وقت جگت کے بڑے تانیا بھی دوڑے ہوئے آئے۔

"کیا ہوا؟" انہوں نے پوچھتے ہوئے پوچھا۔

"ہم تو کسی باہر سے آئے ہیں۔" ہزارہ نے جواب دیا۔

"مجھے کسی نے تانیا کو پولیس سون سنگھ کو لے گئی۔" تانیا نے بتایا۔

"مگر کس جرم میں؟" جگت کی ماں نے پوچھا۔

"چلو۔" گھر میں چلیں۔

اندر جا کر انہوں نے پورا مکان الٹ پلٹ کر دیکھا۔ سارا سامان بکھرا ہوا تھا۔

"معلوم ہوتا ہے ان لوگوں نے مکان کی تلاش بھی کی ہے۔" ماں جی کا دل بھرا ہوا تھا۔ ہزارہ سنگھ اس جی کے ہمراہ سنبھا کے یہاں گیا تھا، وہ بھی اس وقت ساتھ تھا۔ وہ ایک دم چمک گیا۔

"میں سمجھتا ہوں۔ یہ سنے پوٹیس انسپکٹر اربن سنگھ کا کام ہے۔ میں فوجدار کے پاس جا رہا ہوں۔ یہ سمجھنے لگا ہیں؟" ہزارہ نے دانت چن چن کر کہا۔

"ہزارہ! تانیا کو ساتھ لے جا۔ جوش میں آنے کی ضرورت نہیں ہے۔ پولیس سے دیکھی مول نہیں لینی چاہئے۔" ماں جی نے اسے بھگایا۔

تانیا اور ہزارہ کو کدو کھجور فوجدار بھیجا۔ اس نے صرف اتنا بتایا۔ "انسپکٹر صاحب خود آ کر سون سنگھ کو پکڑ لے رہے تھے۔ کچھ سے اوپر سے سم ہوا ہے۔ لوگوں کو ڈاکو تانیاں اور ان کے رشتے دار ہمیں سے دہلیں جا رہی ہیں جگت۔"

یہ سن کر ہزارہ گرم ہو گیا۔ "جگت کو پکڑ لیں سنگھ خود ہم نیٹے اور ہزارہن شہر میں پر اتار رہے ہیں؟" ہزارہ نے تلخ آواز میں کہا۔ مگر تانیا نے بات سنبھالی۔

"ہزارہ! اس میں فوجدار صاحب کا کیا قصور ہے؟"

"قصور کی بات بھی وہی جب جگت کو پکڑنے کا تو پنجاب میں طوفان آجائے گا۔" اتنا کہہ کر ہزارہ نیٹے سے کھل کھاتا ہوا باہر نکل گیا۔ ہزارہ کا جی چاہتا تھا کہ اگر اسے کہیں سے بندوقل جائے تو وہ

اربن سنگھ کو گولی مار دے۔

جگت کی ماں نے سر جھکا کر شرمندہ لہجے میں کہا۔

"کیا آپ پر پھر کوئی نئی مصیبت آگئی؟" سنبھا مسکرتہ لہجے میں بولا۔

"صاحب! ہم جگت کی خیریت بھی معلوم کرنے آئے ہیں۔ پولیس کے تعادم کے بعد اس کا اب تک کوئی خبر نہیں ملی۔ اخبارات میں پڑھا کہ وہ ڈبی ہو گیا ہے اس لئے ہماری جان آدمی ہو رہا ہے۔" ماں جی کی آواز بھرائی ہوئی تھی۔

"ارے آپ لوگ بیکار لگ کر رہی ہیں۔ اگر وہ ڈبی ہوتا تو اتنی آسانی سے فرار نہ ہو جاتا۔ مجھے یاد ہے آخر کب میں نے اس پر اعطاء و حذو کو لیا اس برس میں مگر بھگوان نے اسے بھالایا۔" سنبھا نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔ اس کی آواز بھاری ہو رہی تھی۔ ماں جی اور چندن کو کو اطمینان ہو گیا۔ پھر کچھ چندن نے قصوں کی مانند سنبھا انہیں خوش کرنے کے لیے ایسا کہہ رہا ہوا اس لئے اس نے ہنسنے لگا۔

"صاحب! آپ پر نہیں پورا اعتماد ہے۔ یہی تو ہم یہاں آئے ہیں۔ کیا آپ کو صبح معلوم ہے؟"

"ارے چندن کو! آج چکا میرے ہاتھ سے ڈبی ہوتا تو مجھے انعام و اکرام سے نوازا جاتا۔ میں کیوں جھوٹ بولوں گا؟" سنبھا نے مسکرا کر کہا۔ اس نے پر بھادولی کی کس کس لے کر آگئی۔ سنبھا نے کہا۔ "آپ لوگ کسی بیٹیاں ادل بھلا ہو گا۔" سنبھا کی چھٹی بیٹی رانی کو یہ چلا کر چکا ڈاکو کی ماں اور بیوی اس کی عداوت کرنے لگی ہیں تو وہ دوڑتی ہوئی کمرے میں آگئی۔ مگر ان دونوں کو دیکھ کر اپنی ماں کی پشت پر اس طرح چھپ کر جیسے ڈبی ہو۔ سنبھا بیٹا دیا۔

"ارے رانی بیٹی! سنبھا نے اس کا بازو پکڑ کر اپنی طرف کھینچا۔ "دیکھو! اسے گھر مہمان آئے ہیں۔ انہیں میسے کرو۔"

مگر رانی دونوں ساس بہو کا ناخوشگوار نظروں سے گھورتی گئی۔ چندن نے جھٹ سے اسے قریب بلایا۔ "بیٹی! آپ کا نام کیا ہے؟" پھر بھی رانی خاموش رہی۔ چندن نے دوبارہ کہا۔ "کیا تم ہم سے غما ہو؟"

رانی نے انہماں میں سر ہلا دیا۔ سب چونک گئے۔ وہ فرش کی جانب دیکھ کر بولی۔ "میرے باپ کو جگت نے گولی کیوں ماری؟"

"ارے اتنی بات میں ان سے ناراض ہو گئی میری بیٹی؟" سنبھا نے اس کے سر پر ہت تھکا۔

مجھے چکا کی کوئی نہیں لگی بلکہ اس کے سامنے کی گولی سے ڈبی ہو جاتا ہے۔" سنبھا کی ہاتھ سن کر جیسے رانی مطمئن ہو گئی۔ وہ چندن کی جانب دیکھنے کی جگہ کچھ سوچ کر اس نے اپنے باپ کے کان میں کچھ کہا۔ سنبھا قہقہہ مار کر ہنس دیا۔ پر بھادولی کا رخنا تھپتھپاتا ہوا نکلے ہوا۔

"یہ کہہ رہی ہے ان دونوں کو ہمارے کمرے میں بند کر دیں باپ! اس طرح بھی چکا پکڑا جائے گا۔ کیونکہ وہ ان دونوں کو پھنسنے سے ضرور آئے گا۔" لڑکی کی چالاکی پر سب ہنس پڑے۔ رانی شراب کر کے سے بھانگ لگی۔ یہ کہہ کر بعد چندن نے کہا۔

"ہم جانے کی اجازت چاہتے ہیں صاحب!"

"ابھی بیٹے! سنبھا کی بیوی نے بیل لگا کر کہا۔ مگر وہ کھڑی ہو گئیں۔

”نہیں جنوان! وہ لالچا محض نہیں ہے۔ تجھے یاد ہے جب ہم چھوٹے سے تھے تو فرشتوں کی نئی سنتے تھے جب انسانوں کی بھلائی چاہتے ہیں اور ان انسانوں کے لئے دعائیں بھی کرتے۔“ مجھے ڈاکٹر ایسا ہی کوئی فرشتہ نظر آیا۔“

جنوان نے سوچا جگت اس کا دل بھلائے کے لئے کہہ رہا ہے۔

”کیا تم جگت بول رہے ہو کہ اس نے مفت علاج کیا؟“

”میں نے اس سے کہا تھا کہ اگر اس نے تمہاری جان بچائی تو میں اسے سنا ہوا انہم زوں! اگر اس نے مجھے کوہط نہیں کیا بلکہ اس نے مجھے جگہ دیا ہے۔ یہ کہہ کر جگت نے اپنی جیب سے ایک کاغذ نکال کر چڑھا۔ ”انعام لےئے یہ کہہ نہیں ہوتا۔ اس جذبے کو اپنے دل سے نکال دینا اپنے۔“ کوشش کرو ایسوں کو تمہاری مدد کریں گے۔“

جنوان چونک گیا۔ پھر اس کا مطلب سمجھنے کے لئے کچھ دیر تک اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ مردہ اچانک زور سے چیخا۔ ”اس کاغذ کو مجازاً درجت! چمیک دوا ہے۔ بھول جاؤ اس نصیحت کو۔“ نوان کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔ آنکھیں پھر پھل آئی تھیں۔ بڑے جوش انداز میں اس نے مٹھیاں کس لی مگر دھم میں اس آہٹنے کی اور جسم بیسے سے برابر ہو گیا۔ جگت ہی طرح گھبرا گیا۔ اس نے نوان کی چیخائی پر ہاتھ رکھا پھر اس کا سینہ ہڑا ہڑا ہوتا سہلائے گا۔ اُسے کچھ یاد آیا اور ڈاکٹر کی ہی ہوئی چڑیا میں سے دوا نکال کر اس نے پانی منگوا لیا اور کہا۔

”جنوان! تم جذبات میں مت آؤ۔ تمہاری تہا جانی خاطر میں ہے۔ دوا لی لو۔“ جگت کا بہرہ بہت تھا۔

جنوان نے جگت کی جانب دیکھا۔ ”نہیں..... پہلے تم ڈاکٹر کی لکھی ہوئی نصیحت کو پیچیدہ دو۔“ وہ دھن تھمہاری کوئی بات نہیں سنوں گا۔“ جنوان کی آواز میں جوشی جھلک رہا تھا۔ ”جنوان! تم کچھ نہیں سمجھتے؟ اس کاغذ کو چاروں دے سے کچھ نہیں ہوگا۔ کبھی تک میں اس کے ارچہ چکا ہوں۔ اس پر لکھا ہوا ایک ایک لفظ میرے ذہن میں ہے۔ میں نے ڈاکٹر سے عہد کیا تھا کہ اس کا دیا ہوا کاغذ مجھے شام ضرور پڑھوں گا۔“

جنوان خاموش رہا۔ اُس نے دیکھا جگت کی آواز میں بھاری پن آ گیا ہے۔ اُس کی آنکھوں پر افسوس تیرنے لگے۔ جس شخص نے اسے بچانے کی خاطر اپنی جگت کی اس سے صرف ایک ذرا کی بات پر خند کرنا اور اپنی بات بھیجی۔ اُس نے سعادت مندانہ انداز میں دوا لی لی۔ کچھ دیر بعد جنوان نے اپنے ارور کر دیکھا۔ اُس نے اپنے ساتھیوں کا جائزہ لیا، پھر چونک کر بولا۔

”کیا کہاں ہے؟“ افساد کے دوران گئیں وہ۔“ جنوان کی آواز سے خوف جھٹک رہا تھا۔ ”نہیں نہیں۔“ جنوان! وہ بالکل سلامت ہے۔“ جگت نے اُسے اطمینان دلا دیا۔ میں نے اسے دیر کو لانے کے لئے بھیجا ہے۔“

جنوان نے آنکھوں کو کواپلہ انداز میں حرکت دی۔ ”تھرکیس؟“ ”تمہاری تھار داری کرنے کے لئے۔“ کیا خبر تمہیں کب تک بستر پر رہنا پڑے؟ وہ تمہارا انجی طرح خیال رکھے گی۔“ جگت نے کہا۔

جنوان نے ہوش میں آ کر سب سے پہلا سوال یہی کیا۔ ”کیسا فتنہ ہو گیا؟“ جگت اس کی صورت دیکھنے لگا۔ دھن اور انعام انسان کو کس قدر بالکل بتا رہا ہے۔ موت۔ قریب ہو کر بھی انسان اپنے ذہن کی موت کی خواہش کرتا ہے۔ کیا انعام کا زہر انسان کی دگہ میں آ کر جاتا ہے جو قریب الہرگ ہو کر بھی جین نہیں لینے چاہتا؟ ”جنوان!“ جگت نے نرمی سے کہا۔ ”ہم اس وقت تمہاری زندگی کی فکر کر رہے ہیں ان جہیں سنہایا آ رہا ہے۔“

جنوان نے جگت کی نظروں سے بچنے کے لئے آنکھیں بند کر لیں۔ بیہوش میں بھی وہ سنہایا موت کی خبر معلوم کرنے کا خواہش تھا مگر ہوش میں آنے کے بعد اسے مایوسی ہوئی۔ جسم کی تکلیف کی پرواہ کئے بغیر اُس نے کہا۔ ”جگت! تم خواہ مخواہ میں وقت پر درمیان میں آ گئے اور مجھے صحتیہ کر ڈولے گئے۔“ پھر کچھ دیر تک کہ بولا۔ ”اگر وہ ایک فاکٹر اور محک دیتا تو پھر میں کو اس کی لاپ لٹی۔“ جنوان پانچنے لگا۔ وہ خود کس قدر زخمی ہے اسے اب اس کا احساس ہو چکا تھا۔ جگت نے اُس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر یاد دہرے لیے میں کہا۔

”اسی الحال بحث بند کرو۔ سنہایا تمہاری طرح دھن ہو گیا ہے۔ ہمارے ساتھی نے اپنی آنکھیں سے اسے ترپے دیکھا ہے۔“ پولیس والے اُسے دھن حالت میں آغلائے گئے ہیں۔“

جنوان نے سر آہ بھری۔ ”پھر وہ دھن جانے کا۔“ سرنے سے پہلے میرے دل میں صرف یہ خواہش رہ جائے گی۔ اگر مجھے اُس کے سرنے کی خبر مل جاتی تو میں کتنے سکون سے سرسٹک تھا۔ ڈاکٹر اسے بچائیں جگت ہے!“

”جنوان! تو اسکی بات میں مت سوچا کر۔“ جگت نے کچھ بچی سے کہا۔ ”اس کا جو کچھ ہوتا ہے اس کی بات کوئی پرواہ نہیں۔ تم سچ مجھ سے لے لے گی بہت بڑی بات ہے۔ ڈاکٹر نے کہا ہے کہ مکمل آرا تھر کرنے سے تم جلدی ٹھیک ہو جاؤ گے۔“

”ڈاکٹر۔؟“ جنوان نے متوجہ نہ میں پر چھا۔ ”کون سا ڈاکٹر؟“

”تھرکیس ڈاکٹر۔ اُس نے ساری رات تمہارا علاج کیا۔ تمہارے سینے سے گولی نکالی۔“ یہ کہہ کر جگت نے پولیس سے افساد کے ہو کر تمام زہر ڈاؤن ساری۔ جنوان دھنکی سے متھارہا۔ اس طرح اُس کے درد کا احساس کم ہو گیا۔ یہ دیکھ کر جگت کو اطمینان ہوا مگر جنوان کو شک ہوا۔ ایک ڈاکٹر کا جان بچانے کے لئے ڈاکٹر نے اپنی جانفانی کیوں کی؟

”جگت۔! شاید ڈاکٹر کو یہ پتہ نہیں چلا ہوگا کہ ہم لوگ ڈاکٹر ہیں اور تمہارے سر پر پانچ ہزار انعام ہے۔“

”پہلے تو میں نے یہ بات چھپائی۔ مگر وہ بہت زیادہ چالاک تھا۔ آخر میں نے مان لیا کہ میں ڈاکٹر ہوں۔“

جنوان کے چہرے پر حیرت آجھڑائی۔ ”پھر بھی اُس نے میرا علاج کیا؟ شاید تم نے اُسے کم بڑی رقم کا وعدہ کیا ہوگا۔“

”کیا۔۔۔؟“ محبت نے چونک کر پوچھا۔ اُس نے بھی اس کے متعلق سوچا تک نہیں تھا۔ ”مگر

”کل شام نیا پولیس انسپکٹر ارجن سنگھ دو گھر آ کر انہیں گر فائر کر کے لایا۔“ خبر نے کہا۔  
محبت کی آنکھوں سے شیشے سے نکلنے لگے۔ جن نے خبر سے پوچھا۔ ”مگر کون سے جرم کے تحت  
پس نے انہیں گر فائر کیا ہے، اور انہیں کہاں لے گئے ہیں؟“  
”مجھے یہ نہیں معلوم ہوا جناب، مگر خاتمے میں نہیں ہیں۔ لوگ کہتے ہیں جگا کو بس کرنے  
لے لے ارجن سنگھ نے یہ پال بیٹی ہے۔“

سب لوگ اس خبر سے تحت سے تھین ہو گئے۔ جنوان جواب تک خاموش تھا، دانت ہیں کر  
لا۔ ”اُس ارجن سنگھ کو میں موت کے گھاٹ اتار دوں گا۔“ مگر پھر اسے اپنی حالت کا خیال آیا اور  
لکھری آواز میں بولا۔ ”اگر میں ٹھیک ہوتا تو پھر۔۔۔“  
”جنوان! احم اس کی نگرمت کرو۔“ محبت نے کہا۔ ”اپنے باپ کی عزت سے کیلئے والے کو میں  
اہل کا ذوقہ یاد کرنا ڈوں گا۔“ مگر بھڑکی جانب غمزدگ بولا۔ ”تم میرے گھر کا کہو اکیس قسم کی لگڑ  
اگریں۔ اور باپ کو کہاں رکھا گیا ہے، اس کے متعلق مکمل اطلاع جمع کر کے جلدی سے واپس آؤ۔“  
لرود خود ہی بوڑھایا۔ ”اُس ارجن سنگھ کو میں نے طوائف کے گھسے پر پھنچایا تھا۔ شاید وہ پہلا سبق  
لول کیا ہے بڑھیا۔“

محبت کا جنون دیکھ کر جنوان خوش ہو گیا۔ جنوان کو خوشی تھی کہ اب ڈاکٹر کی صحت چگا کے ذہن  
سے نکل جائے گی۔

○

”میں نے سن لیا کھاتے ہوئے انا ارجن سنگھ سے ملے بیچ گئے۔  
”آئیے۔۔۔ آئیے۔۔۔“ ارجن سنگھ نے عمارانہ لہجے میں کہا اور کڑے سے ہو کر انا کا استقبال کیا۔  
”اے چڑے سے لے کے آ کر مجھٹ گئے۔ ارجن سنگھ کی سرسراں دردم پور تھی، اسی رشتے سے اُس  
نے ”انا“ کہا تھا۔ ارجن انا کے گرم دباغ سے واقف تھا اس لیے وہ اُن کے سامنے چلا گیا سے  
ام لے رہا تھا۔

”مجھے یقین تھا کہ آپ انہیں آئے“ اُس نے نرم لہجے میں کہا۔  
”تم میرے دادا کو بغیر مجرم اٹھا کر لے گئے ظاہر ہے مجھے اُن تھا۔“ انا مسکرایا۔ ”انا مسکرایا۔ وہ  
بستے تھے کہ انہیں سارے علاقے کی پولیس کے چیف سے کام نکالنا تھا۔  
”کیا کریں انا؟“ انہیں بھی اُس کے علم پر کل کر پڑتا ہے۔“ ارجن سنگھ نے پوچھا۔  
”مگر جب تمہاری جگہ سنا تھا تو اُس نے بھی محبت کے گھر والوں کے ساتھ یہ سلوک نہیں کیا۔  
”اُن کو مارے آؤی ہو تم کسی تکہ ہو اور ہم بھی۔“ بیٹا باپ کو جانے تو اس کی سزا باپ کو روکے؟“ انا  
نے مکمل کی طرح پوچھا۔

”ڈاکو ہوتا تو کوئی خاص بات نہیں۔ مگر کسی کی ہو جی کو کو اگر کسی طرح جرداشت کیا جاسکتا  
ہے؟“ ارجن سنگھ نے انا کے چہرے پر بدلتے اثرات دیکھے۔ مگر مزید کہا۔ ”مواہن سنگھ آپ کا

جنوان سوچ رہا تھا، محبت اس کے لئے کتنا گھر مند ہے۔ یہ خیال آتے ہی اُس کی پلکیں جوڑ  
ہو گئیں۔ وہ دیکھ رہا تھا کہ محبت ہونے کے باوجود بھی شاید اُس کی زندگی بے صرف رہے۔ سارا  
زندگی اُسے کسی کے سہارے کی ضرورت ہوئی۔ اس سے تو خبر ہے کہ۔۔۔ اس سے آگے وہ نہ سو  
سکا۔ پھر اُس نے ذہن کھربے لہجے میں کہا۔ ”محبت! میرے لیے یہ سب کچھ کرنے سے بچ کر  
میرے سینے میں گولی مار دو! انا اس حالت سے چھڑکا رہا ہوں۔“  
اس کے الفاظ سنا کر وہ بے جا محبت نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔ ”کیوں بڑھ کر۔۔۔ تو۔۔۔ تو۔۔۔  
کمی ہمتی کی باتیں کرتا ہے۔“ بچہ کی آواز میں ایک عجیب سا ڈھنگ تھا، ایک عجیب سی محبت تھی، وہ دیکھ  
سے کھڑا ہو گیا اور جنوان کو متعلیٰ نظروں سے دیکھتا ہوا وہاں سے چلا گیا۔

شام تک سب خاموش رہے۔ سب کے دل پر کسی گھر کا پڑا تھا۔ چکا اوکری باتوں کسی نئے عجز  
پر پہنچی نظر آتی تھی۔ سناہنا سے گھر والوں کی زندگی کے غامضوں کا گم بھی انہیں سار پڑا تھا۔  
مرے ہوئے سناہنا کے گھر والوں کی زندگی کے غامضوں کا گم بھی انہیں سار پڑا تھا۔  
یہ انتقام تھا۔ اس کے باوجود جب بھی ایسے حالات پیدا ہوتے اس وقت ہر کسی کے ذہن  
میں یہ سوال گونجتا۔ ”کیا ڈاکو کی زندگی ایک ایسا راستہ ہے جس سے کوئی نکل نہیں؟“  
رات کو چنچن، دیرو کو لے کر آیا۔ اُس نے جنوان کے بارے میں سن کر ایک خوشخبری سنائی۔  
”سناہنا کی بھرت کیا۔“

جنوان تو اُس کی موت کی اطلاع سننے کا غواہ شد تھا، پھر بھی اُس کے دل کو المیانا ہوا۔ ”میں  
وہ کسی بڑی طرح گھر میں بیٹھ رہا ہے۔“ پھر دانت ہیں کر کہا۔ ”محبت کو چہ ماہ میں ختم کرنے کے  
خراب دیکھ رہا تھا۔“

محبت وہ دیرو کو لے کر آیا۔ اُسے دیکھ کر انا گھر چکا تھا۔ دیرو نے شرما کر سر جھکا لیا۔  
محبت نے پوچھا۔ ”تم اتنی کر دیرو کو ہونے ہو دیرو انا کیا دل کا چال نہیں سوائی نہیں آیا؟“  
دیرو کے ہونٹوں پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔ وہ کہا جا چکی تھی کہ اپنی بھائی نے مجھے اس حال کو پہچان  
دیا۔ مگر اُس نے کہا۔ ”یہ تو آپ نے مجھے کافی دن بعد دیکھا ہے اس لیے اب محسوس کر رہے ہیں۔  
پانی اچھا بہن کے یہاں مجھے کوئی تکلیف نہیں ہوئی۔ بہت اچھے لوگ ہیں۔ مجھے اُن کا بچہ بہت پسند  
لگتا ہے۔“ آخری الفاظ میں دیرو کے ماں بننے کی خواہش جھک رہی تھی۔

محبت کا جی چاہا کہ دیرو کو اپنی ماںہوں کے چلتے چلے میں سمیٹ لے۔ دیرو اُس سے قریب ہو کر گئی  
اُس کے لئے ڈور کھینچ کر اُس نے اپنی خواہش پر قابو پایا۔ چنچن اور دیرو جیسے دو بھٹے ہر طرف سے  
درمیان ہونے کے باوجود خود وہ جیسا تھا۔ جوانی کی یہ جیسا شاید اب بے دانت کرنا چاہتی تھی۔  
”دیکھا جائے گا۔۔۔“ اُس نے دل میں کہا۔ اب وہ نئے حکام کے متعلق پروگرام سرب کرنے کے  
متعلق سوچ میں ڈوب گیا۔ محبت اور اُس کے ساتھیوں نے ہولی کا تہوار منایا تھا کیونکہ وہ اُنکی  
اپنے ماں سے جانے والے ساتھیوں کا سوگ سار رہے تھے۔ دوسرے دن محبت نے ایک دل دیا

دینے والی خبر سنی۔  
”سناہنا کے باپ کو پولیس لے گئی۔“ خبر نے یہ کہہ کر سر جھکا لیا۔

خاندانی دشمن سے بھر بھی اس کی بیوی کو اغوا کرنا بہادری نہیں ہے۔ لوگوں کو ہم کیا جواب دیں گے؟  
 "نا تا کو اس بات کی توقع نہیں تھی کہ ارجن سنگھ یہ کہے گا۔ ویرو کے اغوا پر نا تا بھی بھکت ہے تو  
 تھے۔ بھر بھی دفاع کرنے کی غرض سے ہوئے۔" وہ عورت تو خود بھکت کے ساتھ تھی ہے۔"

"آپ سے کس نے کہا؟" ارجن سنگھ نے پوچھا۔

"لوگ کہتے ہیں..... یہ کسی نے نہیں دیکھا کہ عورت نے کوئی احتجاج کیا تھا۔"

"نا تا؟" ابھی کبھی لوگوں کی باتوں میں آگئے۔ وہ تو یہ بھی کہتے ہیں کہ ویرو اور بھکت کے  
 درمیان ناجائز رشتہ تھا۔ مگر اس پر کس طرح یقین کر لیں؟ "نا تا کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ اس سے پتا  
 کر دہ مسئلہ ہو جا رہا تھا۔ ارجن سنگھ نے کہا۔ "آپ یہیہاں کس کی طرح بدواہت کر سکتا ہے؟"

"اس کا مطلب ہے اس عورت کے بدلے میں آپ میرے داماد کو بند کر دے ہیں۔" نا تا نے  
 سخت لہجے میں کہا۔

"جیل میں کیسے بند کر سکتے ہیں نا تا؟ ہم نے انہیں بڑی حفاظت سے رکھا ہے۔ جب کبھی  
 اپنے آدمی کو اٹھالے جائے اس صورت میں کیا لڑائی ہے جگہ کے لیے یہ سخت ضروری تھا۔" ارجن  
 سنگھ نے آخری جملہ سخت لہجے میں کہا۔

"مگر تم تک سب کا اُسے نظر بند رکھو گے؟"

"یہ ہمیں کس طرح کہہ سکتے ہیں؟ آپ اپنے نواسے کو کھلوادیں کہ وہ ویرو کو داہیں بھیج دے۔"  
 ارجن سنگھ نے چال چلی۔

"تو تم سو دے انداز کرنا چاہتے ہو؟" نا تا کا ذہن زنا نے میں آگیا۔

"آپ اس طرح جلد بازی نہ کریں نا تا! ذرا دھیرے دماغ سے سوچیں۔ اگر ویرو اپنے کو  
 نہیں آتا جاتی تو یہ ممکن ہے کہ وہ پولیس قاتلے میں آکر کہہ دے کہ میں ارمی خانی سے گھر چھوڑا  
 آئی ہوں۔" ارجن سنگھ کی بات کا رد عمل نا تا کے چہرے پر دیکھنے لگا۔ نا تا خاموش رہے۔ ارجن  
 نے بھر کہا۔ "اوپر سے کسی قسم ہوئے ہیں۔ جلد یا بدیر سوہن سنگھ کی زمین ضبط کر لی جائے گی۔ مگر تم  
 نے آپ کی وجہ سے اس قسم پر غور واصل نہیں کیا۔"

"نا تا کھڑے ہو گئے۔ اب وہ شدید اُچھٹن میں تھے۔ ابھی کچھ ایسی باتیں کہہ کر وہ پولیس  
 چیف سے لگاؤ نہیں چاہتے تھے۔ شاید بات خراب ہو جائے۔ انہوں نے جاتے ہوئے کہا۔

"میں سوچ کر لوٹنا چاہتا ہوں گا۔"

اس جواب سے ارجن سنگھ کا ذہن بھی اُچھٹ گیا۔ نا تا کو جاتے دیکھتا رہا۔  
 نا تا بھکت کے گھر آگئے۔ ماں بھی، چندن اور ہزارہ خت میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ہزارہ نے  
 کمر سے تلواریں اُٹھائی، دل میں کوئی فیصلہ کر لیا تھا۔ ماں بھی اور چندن اسے سمجھانے کی کوشش کر رہے  
 تھیں۔ نا تا کو دیکھ کر جی کو اطمینان ہوا۔

"شکر ہے باپو! مجھے۔" پھر نا تا کو دیکھ کر پولیس۔ "باپو! اسے سمجھانے کی رات سے خند کر  
 ہے کہ میں ارجن سنگھ کو لے کر بھکت کے ساتھ ڈاکو بن جاؤں گا۔"

نا تا کے ذہن میں کھول ہوا غضب ابھرا گیا۔ لڑکے اگوار کو کھنٹی پر لٹکا دے۔ میں ارجن

بھکت کی باتوں سے بھر بھی اس کی بیوی کو اغوا کرنا بہادری نہیں ہے۔ لوگوں کو ہم کیا جواب دیں گے؟  
 "نا تا کو اس بات کی توقع نہیں تھی کہ ارجن سنگھ یہ کہے گا۔ ویرو کے اغوا پر نا تا بھی بھکت ہے تو  
 تھے۔ بھر بھی دفاع کرنے کی غرض سے ہوئے۔" وہ عورت تو خود بھکت کے ساتھ تھی ہے۔"

"کیا ہے؟"

"وہ کہتا ہے بھکت دشمن کی بیوی کو داہیں کر دے تو وہ بھکت کے باپ کو کمر بھیج دے گا۔"  
 "یہ کس طرح ہو سکتا ہے؟" چندن کی زبان سے نکل گیا۔ نا تا کی بات ٹھٹھکی گئی مگر انہوں نے  
 اپنی جگہ پر کھینچ لیا۔

"ایسا تم نے اوپر سے دیا ہے۔ دشمن کی عورت کو ساتھ رکھنے سے بہتر ہے کہ اسے قتل کر  
 دے۔ جان چھوٹ جائے گی۔" چندن کا دل بیٹھ گیا۔ ماں بھی خاموش رہیں۔ ہزارہ سنگھ تینوں کے  
 دل کے تاثرات چرچہ رہا تھا۔ "ارجن سنگھ کہتا ہے کہ عورت خود آکر پولیس قاتلے میں درج کر  
 دے کہ میں راضی خوشی گھر چھوڑ کر گئی ہوں، پھر اس بات کا فیصلہ ہو جائے گا۔" نا تا نے اُن لوگوں  
 کو دیکھا۔

چندن کو اس بات میں پولیس کی چال نظر آتی تھی۔ وہ کہتا جاتی تھی کہ ویرو صرف راضی خوشی  
 نہیں بلکہ شہر کے قلم سے تنگ آکر بھاگ گئی ہے۔ اس کے پاس اس بات کا ثبوت ہے مگر اس  
 خاموش رہتا مناسب سمجھتا ہے۔ بات نا تا سے کہنا بھی مناسب نہیں تھا۔ نا تا نے اپنا فیصلہ سنا دیا۔  
 اُسے چنانچہ بھیجا ہوں گی کہ وہ اپنے باپ کو چاہتا ہے تو ویرو کو داہیں بھیج دے۔  
 چندن کو یہ کہنا جانتی تھی کہ وہ کہتا ہے اُس سے کہا۔ "پھر تم اس بار کتنے نہیں روکو گی۔ اُس نے جو  
 کیا ہے وہ کسی طرح ٹھیک نہیں۔" چندن چپ رہی۔ اُس نے غصے سے کہا مگر میں جھگڑا شروع ہو  
 گیا۔ ہزارہ نے کھار کھنٹی پر تھک دی تھی۔

○

بھگت نے آکر بھکت کو مطلع کیا کہ پولیس کیا جاتی ہے۔ بھکت کے تہن بدن میں آگ بھگت گئی۔  
 "کیا ویرو کو داہیں بھیج دوں؟ اُس درندے کے ہاتھوں میں..... میں ایسا کسی طرح نہیں  
 "بھکت کی حضرات کس نہیں۔"

"مگر نا تا نے یہ کچھ بھیجا ہے۔" بھگت نے کہا۔

"بھکت کی آنکھیں سرخ ہو گئیں۔" نا تا..... بھکت نے سخت غصے میں کہا۔ "ویرو انہیں ہمیشہ  
 لٹکتی ہے۔ مگر اسے ملنے میں وہ ان کی کسی نہیں سنوں گا۔" بھکت نے صاف بات کہہ دی۔  
 "میری وجہ سے مصیبت آگئی ہے بھکت؟" ویرو کچھ کہتا جاتی تھی مگر بھکت نے ہاتھ اٹھا کر اسے  
 دیا۔

"ویرو! تجھے کچھ نہیں کہنا۔ میں اس سب کو مٹا دیتا چاہتا ہوں کہ ویرو کو ساتھ رکھ کر میں باپو کی کو  
 مانگے ہاتھوں سے چھڑا سکتا ہوں۔ اس قدر قوت میرے بازو میں ہے۔" پھر بولا۔ "باپو! کہاں  
 کیا ہے؟"

"سنا گاؤں کے برابر والے سکول میں۔" جیسوں نے کہا میں اس لئے سکول بند ہیں۔ چار چھ  
 سالوں کا سپرہ ہے۔"

دوسری شام کو پانچ بڑے آدمی شوہرا سنگ وکیل کو ساتھ لے کر ارجن سنگ کے پاس پہنچ گئے۔ دو آدمی گئے مگر چنگ کے باپ کو کوئی چھڑا نہیں آیا اس کی وجہ سے وہ سخت انجھن میں تھا۔ سات نو آدمیوں کو کھدہ ہو کر آتے دیکھتے ہی ارجن سنگ نے انہیں فطرا کرنے پاؤں کا رونا کرنے کا اہم فیصلہ کر لیا۔ کچھ دیر بحث ہوئی، دہلیس دی جائے گئیں۔ مگر وکیل نے قانون کی رو سے سونہ کے حراست میں لے جانے کو مستحکم کر دیا۔

”اگر تم ہماری بات نہیں سنو گے تو ہم اوپر فریاد کر دیں گے۔“ یہ بھی کہہ دیا گیا۔  
وہ رو کے خلاف کھڑا کر آئے تا کہ وہاں تک کیا تھا کہ ان لوگوں نے ذرا ذلیل نہیں دی۔  
”وہ رو کو جگت کے خوا کر لیا تو پھر اس سے نئے۔ سونہ سنگ کو درمیان میں لے کر گیا“  
”ات ہے؟“

حالات اور دیکھی کے بل پر چلے والے ارجن سنگ نے اپنی ذمہ داری پر سونہ سنگ کو حراست میں لیا۔ اگر بات اوپر کی تو اس صورت میں جواب دینا مشکل ہو جائے گا۔ جگت کے باپ کو حراست لینے کے بعد لوگ یہی کہتے کہ کہا اس سے اچھا تھا۔ ارجن سنگ کہہ چکے تھے کہ پھر بھی اپنی ذات کے بل کو پریشان کرتا ہے۔ اچھا کہلائے کی ارجن کی آرزو پر لوگوں نے پانی پھیر دیا۔ پھر بھی جلدی لکھنے کی خاطر اس سے سب سے کہا۔

”اگر آپ لوگ جگت کو کیوں نہیں سمجھتے کہ وہ دیر کو چھوڑ دے۔“

”مگر وہ اپنی مرضی سے جگت کے ساتھ نہیں گیا اس کا ثبوت کیا ہے؟“ وکیل نے دلیل دی۔

”میں یہی تو کہہ رہا ہوں۔“ ارجن سنگ نے جلدی سے کہا۔ ”ایک بار سامنے آ کر دیر کو کہہ دے“

”اپنی مرضی سے مگر چھوڑ گئی ہے، اس صورت میں جھگڑا ختم ہو جائے گا۔“

”اس کا ثبوت ہمارے پاس ہے۔“ چنانچہ جوش میں آکر کہا۔ ”اس کی سب سے کھے گئے“

”میں اس نے بتایا ہے کہ وہ اپنی مرضی سے مگر چھوڑ گئی ہے۔ اس کی سب سے خواہش کیا ہے۔“

”کس سے پراس نے خفا کیا ہے؟“ ارجن نے غصہ کر کر پوچھا۔ ”کیوں سے وہ خفا؟“

”انٹا شاید کہ دیں کے کہہ دیتے ہیں کہ وہ خفا کیا ہے، اس زور سے وکیل نے جلدی سے کہا۔

”انہی ہمارے پاس نہیں۔ ضرورت پڑنے پر اسے عدالت میں پیش کیا جائے گا۔“

”ارجن ہوٹ کاٹنے لگا۔ باڑی ہاتھ سے لٹکی ہوئی نظر آنے لگی۔ اسے معلوم تھا کہ دیر نے اپنے دیر میں سنگ کو کھدہ کی طرح کا خفا کیا ہے۔“

”کیا وہ خفا نہ لوگوں کے ہتھ لگا گیا ہوگا؟“ ارجن سنگ کا مگر نہ لگا۔ ”میں ابھی آ رہا ہوں۔“

”ارجن ارجن اندر والے کمرے میں چلا گیا۔ تیار وکیل کے سامنے کھڑا بیٹھے۔“

”اب دھلا ہوا۔“ وہ بڑبڑایا۔

ارجن سنگ نے لہاری کھول کر بوتل نکالی اور دو چار گھونٹ لے کر کوئی راستہ نکالنے کی انجھن پڑ گیا۔ کچھ دیر بعد اس کا ایک آدمی لے کر اس کے ہاتھ میں ایک لفافہ تھا۔

”مگر ایک شخص بیٹا لیا ہے۔“

ارجن سنگ نے جلدی سے لفافہ کھولا۔ اس کی آنکھیں حیرت سے پھٹ گئیں۔ پھر پڑنے لگا۔

”بس تو تیار کر دو ارجن سنگ کا دماغ درست کر ڈوں گا۔“ جگت نے دانت میں کرک  
ہونا یہ سب چپ چاپ دیکھ رہا تھا۔ انتقام کو بھول جانے کے حلقے دیا ہوا ڈاکٹر کے  
اثر جگت کے ذہن سے نکل گیا، ہونا کو یہ دیکھ کر کچھ حد صبر نہ ہوئے گی۔



تا، ماں ہی اور چندن کو سنجہ چھوڑ کر حرم پر چلے گئے۔ ساس بہو کے دل تھرا دے  
دیرو کی اداسی کی بات پر جگت کی قدر جوش میں آئے گا پھر گاؤں کا جھگڑا مگر میں آگ کا۔  
پھر پھر پس کی نظر بند میں جگت کے اپنے کمال حال ہوں گے؟ ماں کو بھی کفر میں۔ انہیں  
ہو رہا تھا شاید ان کی زندگی ختم ہو جائے کر اپنے شوہر کا چہرہ وہ نہیں دیکھ سکی گی۔

جگت کے تپا جب گھر آئے، ماں ہی چیتے چکر دوری میں۔ چندن باورچی خانے میں  
رہی تھی۔ تپا کے قدموں کی آہٹ سن کر ماں ہی نے جلدی سے آکر شوگر کر کے کمرہ آت۔  
دیکھ چکے تھے۔ ”میں کیا دیکھ رہا ہوں؟ جگت جیسے بہادر کی ماں آکر باہر سے۔“

پانی کا ٹونا رکھتے ہوئے ماں ہی نے کہا۔ ”یہ جگت کی ماں نہیں دوری بلکہ تمہارے بھ  
بیوی دوری ہے۔“

پانی چیتے ہوئے تپا ڈک گئے۔ گھونٹ حلق کے نیچے اتارتے ہوئے بولے۔ ”میں  
مطلب سمجھ گیا ہوں۔ چھوڑا ہائی پولیس کی حراست میں ہے اور ہم عورتوں کی طرح چیتے  
ہیں۔ یہی کہنا چاہتی ہو؟“

”میں جگت کی آپ اب نہ سمجھیں۔ میں تو کہہ رہی تھی ان کے خیال سے دل چیتے لگا ہے  
”تم مجھے مطمئن کرنے کے لئے کہہ ہو مگر میں جگت کا چنا ہوں۔ جگت کا تیار اور سونہ  
بھائی۔ سونہ اگر دو دن میں مگر نہیں آیا تو میں زندگی بھر نہیں دکھاؤں گا۔“

”تپا نے  
میں پانی لے کر مرید کیا۔ ماں ہی راز نہیں۔ چندن کی کپالہ رکھ کر دوڑنے کی آڑ میں کڑی  
تپا کہہ رہے تھے۔ ”ابھی میں نے اپنے گھر اپنی ذات کے پانچ سات بڑے آدمی بلائے  
ہیے کے گناہ کی سزا باپ کو لے کر فلم برداشت نہیں کیا جا سکتا۔ کل وہی آدمی اور کو پریشان کر  
ہیں۔ لہذا ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ ارجن سنگ کو کھدہ کیا جاتا تو اس صورت میں اوپر والے فیصلہ  
ہات کی جائے گی جس کے لئے شیخوہ کے وکیل شوہرا سنگ کو ساتھ لے جائیں گے۔ ضر  
پڑنے پر عدالتی کارروائی کی جائے گی۔ کی ارجن سنگ کے باپ کا راج ہے کہ وہ جیسے چاہے خا  
میں لے آئے۔“

”مگر جیو جی اپولیس چیف کا سامنا کر کے ہمیں کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔“ ماں ہی نے فکر  
لیجے میں کہا۔

”تم صرف دیکھتی رہو۔ سب قانونی طور پر ہوگا اس طرح کسی سے دینا ضروری نہیں  
نے کہا۔ پھر جاتے ہوئے وہ گھر کر بولے۔ ”میں رات تمہاری جھانی کو سونے کے لئے بیچو  
تم لوگ کسی بات کا فکر نہ کرو۔“ جیسے کہ ان الفاظ سے ساس بہو کو اطمینان ہو گیا۔ تا تا  
راستہ انہیں بھر دکھائی دیا۔

اُس کا حسن چہرہ اُس کی نظروں میں گھومتے لگا۔ وہ نشے میں پڑ گیا۔

"توقف موانع تھک اسی خصوصیت عورت کے لئے نہیں ہے۔" پھر منجھوں پر تاؤ دیتا ہوا کل کی رات دیکھیں ہو جائے گی۔" پھر لٹائے کو بوسہ دے کر جب میں رک گیا۔

پھر میں بچے سے پتیل کے درخت کے نیچے مادہ لباس میں پیس موجود تھی۔ پتیل کی کھٹی لٹائیں مسافروں کے آرام کا قدرت دینے انتظام کر دیا تھا۔ کالی پٹا پر درخت تھا۔ ارجن سنگھ رستے پہلے تاب تھا۔ چار بجے ہی اُس نے ہلنا شروع کر دیا۔ کئے درخت کی شاخوں پر کچھ پودوں پر پیس والے بھی ہوئے تھے۔ ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے کسی بڑے تصادم کی تیاری کی گئی ہو درخت میں پھول لے کر آنے والی تھی اس وجہ سے وہ جو کچھ تھے۔ ساڑھے چار بجے ارجن نے سب کاؤں میں چھپ جانے کا حکم دیا۔ ہر پانچ منٹ بعد وہ چھپے سے پانٹ واقع کمال کر لیا تھا مگر گڑھی کی سونہی سر میں تلخی کی طرح محسوس نظر آ رہی تھی۔

انچ بجے اور پشانی پر پتیلی کی آؤ کر کے اُس نے زور دیا کہ نظر دوڑائی مگر کوئی ریزہ مادہ کھائی دیا۔ بھارت گزرنے لگا اور مزید پینٹا پیس منٹ گزرنے پر اسے وقت حقائق آڑا محسوس لگا۔ اُس نے سوچا کہ جب لے کر وہ سامنے جائے مگر یہ بھی ممکن تھا کہ چنگا کے اُسے یہ خوف کی کوشش کی ہو۔ مگر پانچ بجے ہی زور سے ایک ریزہ مادہ کھائی دیا۔

پھر شیارہ جب تک ریزہ مادہ آؤ کر کے، جیسے رہو۔" ارجن سنگھ نے کہا۔ پھر جب ریزہ مادہ اُسے زور دیا تھا وہ پتیل کے رستے کے عقب میں چھپ گیا۔ یہ امکان بھی تھا کہ چنگا اس طرح اُس کی ہانپا تھا ہو۔

پتیل کے درخت کے نیچے آؤ کر رستے والے نے کام نہ سمجھ لیا اور ریزہ مادہ کھا گیا۔

ایک نظر سے ارجن سنگھ خوش ہوئی۔ ہاتھ میں پتیل تمام کراس نے آؤ اڑدی۔ "مال کو اس بچہ دو" ریزے والے نے متاثر کر کے کہا کہ اوروں یا ریزے والی عورت ریزے سے بڑھتا تھا کیا تھا کراس کی کٹاری زین پر رکھت رہی تھی۔ پھر میں چلے ہوئے اُس کے سپر نے۔ ارجن سنگھ کو اس کے سپر سے پتیل بھرنے لگا رہا تھا۔

خود دیکھ آ جاؤ۔" اُس نے سخت گریہ پھر سے کہا۔ وہ خود قدم دوڑی ہو کر جب اُس چھپ سے زور دیا تھا اور چار دانگل سپر باروں نے بڑھنے والی کٹاری اڑا دی۔ پانچ آؤ دینوں رستے کو گھیر لیا ریزے والے کے ہوش عائب ہو گئے۔ اُس نے تو یہ کہا تھا کہ یہ خاتون ایچ پی کی خاص مہمان ہیں۔ مگر اس کی بجائے یہاں بندو کی مال سے اُس کا استقبال ہوا جس سنگھ نے پتیل کی کٹاری پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

پھر اُسے پاس پتیل ہے تو اُسے ہاتھ نہیں لگاؤ گی۔ جس طرح گہوں اسی طرح میری بات کرنا نہیں؟" ارجن سنگھ نے گرد آؤ آواز میں کہا۔ پھر تدارک دیا تھا۔ ارجن سنگھ خوش ہو گیا۔ اپنے میں بیٹھا جاؤ۔" ارجن سنگھ نے کہا۔ "میرے کہنے پر عمل کر دی تو میں تمہیں کسی قسم کی پینٹا پٹیاں گا۔" بڑھنے والی کو جب میں سواہ ہوئے میں وقت ہوئی لہذا ارجن سنگھ نے

اُس کے چہرے پر مسرت جھلکے گی۔

"کیونکر دے لیا ہے؟ اسے مت جانے دو۔" یہ کہہ کر اُس نے اردلی دوڑایا، لٹاؤ جب رکھ کر بٹتا ہوا پرا گیا۔

"میں آپ کی مدد کر سکوں گا مگر مجھے ایک دن کی صہلت اور چاہئے۔ مجھے اپنے چیف کو پڑے گا۔ کل صبح غروب ہوئے ہی سونہی سنگھ اپنے گھر پہنچ جائیں گے۔" ارجن سنگھ نے نرم میں کہا۔

"میں صاحب! آپ کی ہمہ نرا۔" تیار نے خوش ہو کر کہا۔ "میں معلوم تھا کہ آپ ہمارا ہی نہیں گئے۔" سب جانے کے لئے کھڑے ہو گئے۔

ارجن سنگھ نے کہا۔ "مگر ایک شرط ہے۔ یہ بات شام تک کسی کو بتائی نہیں جائے گی۔" اس نے کہہ کر ہاتھوں کراس کا بڑے آؤ فکر کر چل گیا تو صاف غراب ہو جائے گا۔

"ہم اس کا یقین دلاتے ہیں جناب!" تیار نے ارجن سنگھ سے کہا۔ "ہم سات کے آؤ ہوں غصوں کو پڑھیں چلے گا۔" وہ کئے تو دروازہ بند کر کے ارجن سنگھ نے جب سے لٹاؤ کلام تیسری بار پڑھا۔ لٹاؤ تھا۔

پیس چیف ارجن سنگھ لگا

چنگا آؤ کر پڑا کہ تپا کہ دیر داگر تہا رے پاس آؤ یقین دلاؤ کہ وہ اپنی مرضی سے گھر آؤ کر گئی ہے تو اس صورت میں اُس نے میرے باپ کو چھوڑنے کا وعدہ کیا ہے۔ تم اس شرط پر چل کر گے۔ اس اعتماد کے ساتھ ہم کل شام پانچ بجے گاؤں کے باہر بڑے پتیل کے درخت کے قریں دیر کو پہنچ دیں گے۔ اس کے ساتھ ہماری صرف ایک شرط ہے۔ وہ تہا رے علاوہ کسی کو چھوڑ دھائے گی۔ وہ پھر تہا کہن کر پڑے میں آئے گی۔ تہا راکوئی آؤ اُسے ہاتھ نہ لگائے یہ چھو دیکھا ہے نہیں اطمینان دلائے کہ بعد وہ جہاں چاہے جا سکتی ہے تم اسے روکو نہیں۔ اُس کے پاس ایک پتیل بھی ہوگا۔ اگر تم اس شرط پر چل کر گے تو وہ کسی کو بھی بھون دے گی۔ اُس کی ذمہ داری تم پر ہوگی۔ کل شام پانچ بجے۔

ارجن سنگھ خط پڑھ کر زور سے اُس دیا۔ پھر یاد آئے پڑا دروازہ کھول کر اپنے اردلی کو بلا یا۔

زور سے پٹا ہوا پڑا تھا۔

"جناب! اپنا نام دینے والا شخص غائب ہو گیا۔" اُس نے ایک کر کہا۔

ارجن سنگھ کو اس کی پڑا وہ نہیں تھی۔ "انہ میں سب سے سخت لوں گا۔" وہ خط پڑھ کر ہی اُس نے تیار سے پڑیں کئے کہ بعد وہ کیا تھا۔ دیر کے قابو میں آئے کہ بعد سونگھت کو حراست میں لیا بیکار تھا۔ اسی وجہ سے تو اُس نے یہ بات ظاہر نہ کرنے کا وعدہ لیا تھا۔ کچھ دیر کے لئے اُس۔

سوچا یہ خط اُسے یہ خوف بنانے کے لئے تو نہیں لکھا گیا ہے؟

مگر اس میں کئی سی شرط لکھی تھیں کہ اُسے اطمینان ہوا۔ چنگا یہ سمجھا ہوگا کہ دیر اُسے اطمینان دلائے کہ بعد وہاں لوٹنے کی مگر شاید وہ ارجن سنگھ سے کبھی طرح واقف نہیں۔

مگر میں داخل ہو کر اُس نے ایک پتیل ملنے سے نیچے اتاری۔ دیر کو اُس نے دو ایک بار دیا



”یہ سچھ کھر خاموش رہیں۔“  
 لڑکھروا نے نظر مند ہوں گئے۔ ”سوہن سچھ نے کہا تھا۔“

”جنگاؤ کو نے مجھ سے فرار کیا۔۔۔ مجھے دعا دیا۔“  
مگر وہ اس چل کی وجہ کے متعلق سوچنے لگا۔ اے سوہن عکھ یاد آگیا۔ ”کیا جنگا نے اپنے باپ

"تم کون ہو؟ کس سے کام ہے؟" خوالدار نے غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔  
 "صاحب... صاحب..." وہ کچھ کہنا چاہتی تھی مگر کچھ نہ کہہ سکی۔ بھراؤ ندر کی جانب دیکھ کر پوچھا۔ "کوئی اندر ہے؟"  
 "کیا مطلب؟" خوالدار خشک ہو گیا۔ "اُس نے سخت لہجے میں کہا۔" تم کون ہو؟ یہ کون ایساں  
 اس کام سے آئی ہو؟"  
 "صاحب! پولیس انسپکٹر اندر ہیں؟ مجھے اُن سے کام ہے۔" اُس صورت  
 نے کہی۔  
 "پہلے تم اپنا نام اور کام بتاؤ! پھر میں جواب دوں گا۔" خوالدار کی آنکھوں سے جیس جھٹک رہا

ا۔ "میرا نام دیرو ہے۔" اُس صورت نے کہا۔ "میں چکاؤ کے پاس سے فرار ہو کر آئی ہوں۔"  
 "نہ کرو خوالدار میں ہو گیا۔ اُس نے پہلے دیرو کو بھی دیکھا جس کا قہر اب اس کام سننے کے بعد اُس  
 اور چھیننے سے زیادہ ضروری اُس کی بات سننا تھا۔ پتول ہاتھ میں لے کر وہ جلدی سے بولا۔  
 "میںان سمجھا اور آرام سے بات کروں۔" خوالدار نے اُسے چار پائی کے برابر دو تین پوچھنے کو  
 ہاتھ گردہ کھڑی رہی۔  
 "کیا آپ پولیس انسپکٹر ہیں؟"

"جیس میں خوالدار کو مار رکھتا ہوں۔" وہ اکثر کہہ بولا۔ "مگر جب تک تم مجھے پوری بات نہیں بتاؤ  
 ہا میں وقت تک پولیس انسپکٹر کی حق سے ملاقات نہیں ہوگی۔" خوالدار سوچ رہا تھا کہ دیرو اُس کے  
 قہر کی بے فزاسی سے کواُسے ممکن نہ ہو سکے گا۔ یہ ایک آجھس رہنا چاہیے۔  
 "آپ کے ساتھ آکھینے میں بات کرنی پڑے گی۔" دیرو نے نظریں جھکا کر کہا۔ پھر اُس پاس  
 اس نظروں سے دیکھتے ہوئے بولی۔ "اگر ڈاکو میرا تعاقب کرتے ہوئے ادھر آئے اور میں  
 قاتل دے گی، پھر..."

"خوالدار کھڑا ہو گیا۔ ڈاکو اگر اُس کے تعاقب میں ہوں تو اس شہرت میں انعام و اکرام سے  
 وہ خطرے کی قوت بھی۔" چلاؤ ہم اندر چلے کر باتیں کریں گے۔" دیرو کے آگے چلتے ہوئے  
 اُٹھارنے کہا۔ پھر سے پر موجود چار سچ پولیس والے خوالدار صاحب کے ساتھ ایک عورت کو  
 تے ہوئے تعجب نظروں سے دیکھنے لگے۔ خوالدار نے ایک شخص کو قریب بلایا پھر ان کے کان  
 کہا۔ "شاید ڈاکو اس طرف آئیں گے، اس لئے چھپ گئے رہو۔"  
 خوالدار دیرو کو کمر سے لے جا رہا تھا کہ اُس کے قدم زنگ گئے۔ وہ شرمناک بولی۔ "ہم  
 اُن کو اسکیے دیو کو کمر سے لے جا رہا تھا کہ اُس کے قدم زنگ گئے۔" وہ شرمناک بولی۔ "ہم

"خوالدار نے محسوس کیا یہ حسین عورت کافی چالاک ہے۔ دیرو، خوالدار کا چہرہ دیکھتے ہوئی اُس  
 اچھے کے تاثرات پر جھپٹنے لگی، پھر آہستہ سے بولی۔ "آج صبح کے وقت جگا کی باری کے ساتھ  
 رہی گی۔ بہت دن سے فرار کا موقع تلاش کر رہی تھی۔ صبح حادثہ کے زمانے کچھ زیادہ دیر نہ گئی۔  
 حلاج جا رہا تھا، اُس میں پیچھے سے سوار ہو گئی۔ جہاں رہے گا راستہ دوسری طرف چلتا تھا

"وہ فکر مند نہیں ہوں گے۔" ارجن سمجھنے لگا۔ "آپ کے سر کے ساتھ میری تفصیلی بات  
 بتائی جس کی رو سے جگت دیرو کو ہمارے سپرد کر دے گا۔ اس بارے میں وہ بھی سہمی ہیں۔"  
 "اس کا مطلب ہے اس عورت کی وجہ سے مجھے قید کیا گیا ہے۔" سوہن سمجھ دیو کا نام سن  
 سرخ ہو گئے۔

"آپ اس طرح غم نہ ہوں مجھ پر؟" ارجن نے انہیں غصا کیا۔ "منا خود کو کہہ رہے تھے  
 دشمن کی عورت کو جگت اپنے ساتھ رکھے اس بات سے انہیں سخت اختلاف ہے۔ جگت نے!  
 کیوں کیا؟ میری جگہ سے باہر ہے۔ مگر میں یہی ہونے کے باوجود قہر عورت کو اغوا کرنے سے  
 آپ کے خاندان کی بدنامی ہوئی ہے۔" پھر آہستہ سے کہا۔ "پولیس ڈیپارٹمنٹ کو بھی اس اغوا  
 کیس کو انجام تک پہنچانا ہے۔"

سوہن سمجھ پر ارجن کی بات سے کافی اثر ہوا۔ جگت کے تانا نے پولیس کا ساتھ دینا پھر انہی  
 کیا کہنا تھا؟ پھر بھی انہوں نے پوچھا۔ "پھر تم نے مگر کی تلاش کیوں کی؟"  
 ارجن نے عجیب سی سکراہٹ کے ساتھ کہا۔ "میں بھی مار کر رہا تھا۔" پھر جاتے ہو۔  
 بولا۔ "کسی طرح آپ کو تکلیف نہ ہو، خوالدار کو میں نے تباہ کر دی ہے۔" پھر اُن کے ہاتھ میں  
 ایک کتاب دیتے ہوئے کہا۔ "مگر کوئی دکان لایا ہوں۔" قاتلو بیٹھے ہوئے بھگانا کام نہیں۔  
 سوہن سمجھ کو پولیس چیف شریف آدمی دکان کی دکان سے ملازمت میں ایسا بھی کرنا پڑتا ہے۔  
 اس بات کا انہیں بھی تجربہ تھا۔ دشمن کی یہی کو اغوا کر کے جگت سے مفت کا جھگڑا مول لیا تھا ہا۔  
 محسوس کرنے لگے۔

چھپے دن دو پہران کے برآمدے میں خوالدار چار پائی پر بیٹھا تھا کہ بڑے چھانک کے قریب  
 کسی عورت کو پولیس والوں سے بات کرنے کی آواز سنائی دی۔ دونوں کے درمیان کچھ بحث  
 رہی تھی۔ پھر کچھ دیر بعد اُس عورت کو چھپ روک کر ایک سپاہی خوالدار کے پاس آیا۔

"صاحب! ایک عورت آپ سے ملنا چاہتی ہے۔"  
 "کون ہے؟ مجھ سے؟" خوالدار نے تجسس لہجے میں پوچھا۔  
 "صاحب! وہ اپنا نام نہیں بتاتی۔" پھر سے صاحب کا خاص کام ہے۔ جلدی ملتا ہے۔" سپاہی  
 نے بتایا۔

"جاؤ اسے بھیج دو۔" مگر نہ چھانک پر روکے۔ اور گہری غمائی کر دیا۔  
 خوالدار نے اپنی بڑی ٹھیک کر کے کمر پر پتول کا پتہ درست کیا، پھر آواز دہائی عورت کا قہر  
 کرنے لگا۔ وہ دوپٹے سے چہرے کا پتہ نہنگ کرتی ہوئی خوالدار کے قریب آگئی۔ جہاں  
 خوبصورت اور اچھے مگر کھلی عورت نظر آ رہی تھی۔ خوالدار نے سوچا کہیں جگا کی بیوی تو نہیں ہے؟ مگر  
 وہ کسی سلسلے میں آئی ہوگی؟ جگا کے باپ کی یہاں موجودگی کے متعلق اُس نے کسی کو نہیں بتایا۔ پھر  
 بھی وہ چرس ہو کر بیٹھا رہا۔ وہ اُس کے قریب کھڑی ہو گئی۔ خوب کی وجہ سے اُس کا سینہ چہرہ  
 سرخ ہو رہا تھا۔ ہاتھ کی وجہ سے اُس کے سینے کا اُٹھار نظر کو روک رہا تھا۔ قہر سے قہر سے دھتے  
 سے وہ گہراہٹ کی وجہ سے پیچھے دیکھ گیا۔

الدار نے اُسے سمجھایا۔

"ابھی بات ہے۔ مگر تم انہیں نہ بتانا کہ میں کون ہوں۔" دیو نے ہنسنے ہوئے کہا۔ مگھوڑا تیار  
دا کے حوالدار باہر آ جاتے ہوئے اُس نے پہرہ ہاروں سے کہا۔

"یہ عورت خالص اطلاع لے کر آئی ہے۔ اسے ادھر ادھر نہ ہونے دینا، نہ اسے پریشان کرنا۔  
مجھے اس کی سبھی صاحب کو لے کر آنا ہوں۔"

"ایک ایک سبھی صاحب کو لے کر آنا۔" دیو نے عرض کیا کہ وہ دو دیکر سے میں بند کر آتا تو اچھا تھا۔ مگر  
پہ وہیں لوٹنے کا وقت نہیں تھا۔ وہ آگے بڑھنے لگا۔ اگر وہ لوٹنا تو شاید بڑی آلت جانی۔

دیو چونک کر غور سے جائزہ دے رہی تھی۔ اُس نے سمجھ لیا کہ پولیس جس کمرے کے چکر لگا  
لی ہے وہیں جگت کے باپ کو کھانا گیا ہے۔ کچھ دیر تک وہ ہمارے میں بیٹھ کر کچھ گھبراہٹا تھا۔ میں  
فرگھٹنے لگی۔ پولیس والوں کو اُس کا ٹھیلہ دیکھ کر دلچسپی ہوئی۔ اتنی بڑی عورت کو ایک چھوٹی سی  
کی طرح مگر کی کا ٹھیلہ کیلئے دیکھ کر ایک سپاہی قریب آ گیا۔ اسے اپنی جانب متوجہ پا کر وہ مسکرا  
نہ وہ بالکل قریب آ گیا۔ دیو نے ترجیح غور سے دیکھ کر کہا۔

"مگر کی کیلئے گئے؟" سپاہی اُٹھ دیا۔ دیو نے اٹھائی۔ "مجھے چاس لگی ہے۔ پانی لے گا؟"  
"نہیں۔" کالٹھ سپاہی کو اچھا لگا۔ اُس نے چاسی غور سے اُسے دیکھ کر کہا۔ "مگھوڑا ہوں۔"

"نہیں۔" کالٹھ سپاہی نے اُس کی۔ "دیو مگر کی ہو کر پوئی۔"  
"مگھوڑا اندر والے کمرے سے۔ مگر تم وہاں جا نہیں سکتیں۔" سپاہی نے صاف صاف کہا۔

"اچھا۔" کیا کوئی مہمان اندر ہے؟" دیو نے مصمم لہجے میں پوچھا۔  
"ہاں۔" سپاہی نے مختصر سا جواب دیا اور پانی کا پالہ مگھوڑا دیا۔ وہ کوکرا بھین ہوئی۔ وہ جگت

لے پا کر اُٹھارہ کرنا چاہتی تھی کہ تیار ہوتا وہ لوگ آ رہے ہیں۔ پھر پانی پی کر اُس نے ہاتھ میں تھامی  
گھبراہٹ زور سے ایک کے بعد ایک سکول کی کھٹی دیوار پر پھینکی۔ اس طرح کیلئے ہوئے دو

دے پھر سکول کی دیوار پار کے پیچھے جگت میں گرے۔ یہ کیت سکول کی کھٹی دیوار کے پاس  
پہلے سے ملے گئے تھے۔ ہر دگرام کے مطابق جگت، چٹن اور دوسرے چار ساتھی وہیں جھپے ہوئے

ہوئے۔ دیکر اُٹھارہ ملنے کی کیت والی سمت سے دو آدمیوں کے آگے میں جھٹکا کرنے کی آواز آنے  
پہ۔ چوتھے ہونے۔ چوتھا بڑھ گیا۔ گالیوں سنائی دینے لگیں۔ ایک سپاہی اور دو پہرہ دار پاراد پر چڑھ

بند کیلئے جھٹکے کہ پیچھے کی دیوار ہو رہے تھے۔ یہ چوڑے والے دو آدمیوں نے ہتھیں بھر کر  
اُن کے حوت پر پھینکیں، وہ آٹھ لپٹیں ملنے ہوئے تھیں۔ اُن کی مدد کے لئے

چھو سپاہی آ گئے۔ اتنی دیر میں دوسری جانب سے جگت اور چٹن دیوار کو کرا اندر آ گئے۔ جگت نے  
الڑی۔

"مگھوڑا آکر کسی نے حرکت کی تو ہم پھونک دیں گے۔" اسی لئے دوسرے دو ساتھی اندر کو  
اندھن سے پولیس والوں کو گھبرا دیا۔ وہ جھٹکے اندر آ گئے۔ اُس نے دیکھ کر اُن کی آواز کو

فرگھٹنے لگے۔ مگر اُن کی چٹاک والوں کو گھبراہٹ پائی تھا۔ کمرے ہوئے سپاہیوں نے ہتھیار ڈال  
لیے۔ جگت اور دیو کو کمرے میں گئے۔ سو اُن کے حوت میں کر چمک گئے تھے۔ مگر انہیں معصوم نہ تھا کہ

وہ اسے اتر کر کچھ سات میل چھٹی چھائی اس طرف آئی تو مجھے پتہ چلا کہ اس سکول میں کوئی بڑے  
مہمان آنے والے ہیں اور یہاں پولیس کا ٹیکہ پڑا ہوا ہے۔ مجھے دو تھا کہ میں گھر تک پہنچ نہیں

سکوں گی۔ ڈاکو کے کسی چکر پورے چل گیا تو مجھے جان سے ماروے گا اس لئے پولیس کی حفاظت  
میں آئی ہوں۔"

دیو نے گھبرائے ہوئے لہجے میں تعجب سے سنا۔ حوالدار کمری غور سے اُس سے پھرے گا  
چازہ لینا ہوا اُس کی باتیں سننے لگا، پھر پوچھا۔ "پھر تم گھر چھوڑ کر چکا کے ساتھ کیوں فرار ہو گئی

تھیں؟"

"میرے خاندان سے چکا کی پرانی دشمنی ہے۔ آپ جانتے ہیں۔ میں نے فیصلہ کیا کہ چکا کا  
استاد حاصل کر کے اُسے کھانے میں زبردستی ڈال دیا اور اسے فرم سے لے۔" دیو کچھ دیر تک

مگلی۔ اُس کی آنکھیں چاروں طرف گردش کر رہی تھیں۔ "مگر چکا کی کا استاد نہیں کرتا اس لئے  
اُسے قسم نہ کر سکی بلکہ اپنی جھٹی لگی۔" دیو کی آنکھوں میں آنسو جبر نے گئے۔

"اس کا مطلب ہے تم ڈاکوؤں کے ساتھ جھٹک رہی تھیں؟" حوالدار نے پوچھا۔  
"جی ہاں۔" وہ کچھ ڈراما اور ایک گھبراہٹ سے۔ "دیو نے سر ہلا کر جواب دیا۔

"پھر تو تم ان کے متعلق تمام واقعات رکھتی ہو گی؟" حوالدار نے نرم لہجے میں پوچھا۔  
"کیوں نہیں؟ میں پولیس کے ساتھ دے کر اُسے قسم نہ کرنا دوں گی۔" دیو نے خوش ہو کر کہا۔

"پانچ ہزار کا انعام مجھے ملے گا۔"

"اچھا تو پھر یہ بتا دے کہ ڈاکوؤں کا اڈا کہاں ہے؟ وہ لوگ کتنے آدمی ہیں؟" حوالدار نے  
جلدی سے پوچھا۔ وہ مسکرا دیا۔

"پہلے مجھے انسپکٹر صاحب سے ملاو پھر میں اپنے شوہر کے سامنے سب کچھ بتا دوں گی۔"

حوالدار ہونٹ کاٹنے لگا مگر اس وقت وہ دیکھ کر مناسب نہیں تھا اس لئے اُس نے کہا۔  
"ابھی بات ہے۔ پھر میرے ساتھ جھٹک پورہ پولیس ہیڈ آفس چلا صاحب وہاں ملیں گے۔"

حوالدار نے اٹھتے ہوئے کہا۔  
"دیو بری طرح گھبرا گیا۔" نہیں نہیں۔۔۔۔۔۔ اُس نے کیلئے ہوئے لہجے میں کہا۔ "ڈاکو کچھ

لیں گے تو مجھے پھونک دیں گے۔ تم صاحب کو سبیلے آؤ۔ اُس وقت تک میں اسی جگہ بیٹھ رہوں  
گی۔" دیو کے ان الفاظ نے حوالدار کو بھین میں ڈال دیا۔ وہ سوچنے لگا کہ اُسے خود جانا چاہئے یا

کسی کے ہاتھ اپنا کچھ صاحب کو پیغام پہنچ دے؟ مگر نہیں۔ وہ ایسی خوشخبری خود لے کر جائے گا۔  
دوسرے کو نہ مدد کیوں پہنچایا جائے؟" حوالدار نے سوچا۔ پھر وہ تیار ہو گیا۔ "میں تمہاری بات پر

یقین کرتے ہوئے صاحب کے پاس جا رہا ہوں۔ تم نے کئی کوئی خطا حرکت کی تو یہ سپاہی جھپیں کوئی  
مار دیں گے۔ سمجھیں؟" حوالدار نے ویرو کو ڈرایا۔

"صاحب! آپ بھی دھمکی دے رہے ہیں؟ میں تو سوچ رہی تھی کہ ڈاکو کسی ایسے ہوتے ہیں۔"

دیو نے ایک ادا کے ساتھ کہا۔

"تم جی نہیں نہیں ہو۔ سپاہی حکم کے تابع ہوتے ہیں۔ انہیں شک ہو، ایسا کوئی کام نہ کرنا۔"

جکت انہیں آزاد کرانے آیا ہے۔ باپ بیٹا گئے۔ مگر جیسے ہی سونگن گئے کی نظر دیوہ پر پڑی ان کے ماتھے پر چل پڑے۔ وہ جکت سے ڈر ہٹ گئے۔

”پاپا! آپ نہیں رہے گا، میں سناہوں کو کھانے لگا کر تباہوں۔“ جکت نے کہا۔

پھر بھی وہ کچھ نہیں بولے۔ جکت کچھ کچھ کی دیر دو کی دیر کا پورا دنا ہی میں۔ دیوہ کو ساتھ لے کر وہ باہر آیا۔ اپنی دیر میں بچن کہیں سے ڈور حاصل کر کے تن پھینک دالوں کو بیٹھیلی سے باندھ چکا تھا۔ چوتھے جکت نے دھمکا۔ ”جو میں کہتا ہوں وہ کرو! ورنہ جان سے مار ڈوں گا۔“ جکت نے راکٹل تانے اور بچن کو تھوڑا بکڑے کھڑے رہے۔ پاپا کی گلیاں لگنے لگیں۔ جکت نے قسم دیا۔ ”باہر پہرے سے ہر موجود شخص کو یہاں بلاؤ، اُسے ذرا سا شاد کر دو، تو میں تمہیں کوئی مار ڈوں گا۔“ پولیس نے پہرے سے دارکو آواز دے کر کھانہ کا اشارہ کیا۔ جکت اور بچن دیوہ کی آؤ میں کھڑے ہو گئے۔ دوڑ کرتے ہوئے پہرے دار کے جوتے کی آہٹ سنائی دے رہی تھی۔ پہرے دار اندر داخل ہوا اور ابھی کچھ پوچھنا چاہتا تھا کہ اس کے پہلے بچن نے عقب سے اس کی گردن میں ہاتھ ڈال دیا۔ اُس نے غصہ کیا۔ ”بچن نے اُس کی پشت سے ڈھکے لگا کر کہا۔“ بندھو پتک دو!“ اُس نے مارشل پیٹک دی۔ فوراً ہی اُس کی دوڑ کر جلدی سے گھوڑی اندر لے آئے۔ جکت نے اندر جا کر تین سناہوں کو کمرے میں دھکیل دیا اور اپنے باپ کو کمرے لے آیا۔ بچن نے دو کھیمے سے باندھ دیا اور ان کے منہ میں پکڑاٹھوس دیا۔ سونگن گئے گھوڑے پر بٹھا کر جکت نے بیچ بچ گیا۔

”اسے کچھ سناہوں سے کہہ دینا چکا اپنے باپ کو آزاد کرانے لے گیا ہے۔ اب جو تم نے میرے کسی رشتے دار کو کھانہ لگایا تو میں اُس کے پورے خاندان کو قہقہہ کر ڈوں گا۔“ پھر بڑھ گیا۔ ”اے یہ بھی تا دینا کہ دیوہ یہاں اس لئے آئی تھی کہ تمہیں یقین ہو جائے کہ وہ بھی ہماری پارٹی کی ممبر بنی ہے۔“ پھر باہر آ کر بچن سے بولا۔ ”تم سب لوگ دو کمرے لے کر اپنے اڈے پر پہنچ جاؤ! میں باپ کو کمرے دینے سے غصہ کر رہا ہوں۔“ اور یہ سب کچھ کچھ کچھ کرتے ہوئے طوقان کی طرح بھاگا۔

بچنے نے پھر راج محل کے کرائیوں آزاد کرانے اُن کے سر سے کھینچ کر ان کے چہرے پر پھینکی نظر آنے لگی۔ جکت نے اُن سے بات کرنے کی غرض سے کہا۔ ”پاپا! آپ کو پولیس والے شک تو نہیں کرتے تھے؟“

”بالکل نہیں۔“ سونگن گئے یہ مختصر جواب دیا۔ جکت کو یہ اچھا محسوس نہیں ہوا مگر اُس نے بھی چپ سا دھلی۔ ریتا کی سمت جاتے ہوئے رچے میں، بٹھا کر اُس نے باپ سے کہا۔

”پاپا! اب بھی مجھ سے ناراض ہیں؟“ جکت کا محبت بھرا لہجہ دیکھ کر باپ کا دل چمک گیا۔

”مرد دیوہ کا خیال کرتے ہوئے بھران کے چہرے سے پتہ چلتی تھی۔

”تم نے مجھے آزاد کرانے اس سے خوش ہوئی۔ مگر تم دشمن کی ضرورت کو ساتھ کیوں لائے؟“

جکت نے دل و لہجے کے الفاظ سن کر ڈکھ اور مگر وہ نرم لہجے میں بولا۔ ”اب وہ دشمن کی صورت نہیں رہی۔“

”تو کیا وہ تہوار ہو گئی ہے؟“ باپ کے منہ سے اچانک نکل گیا۔ جکت کی آنکھیں پھل گئیں۔

”نہیں میں وہ کوہر نہ چاہتا تھا کہ ہاں! میری ہو گئی ہے۔“ مگر کچھ بولے بغیر ہوش کا ٹھٹھا ہوا گھوڑی پر

بٹھا گیا۔ پھر پیچھے منور کر دیکھے بغیر اُس نے گھوڑی دوڑا دی۔ سونگن گئے اُسے نظروں سے اوجھل و نہ تک دیکھتے رہے۔

○

حوالدہ کے ساتھ جیب میں آتے ہوئے ارجن سنگھ نے راتے سے موبن سنگھ کو ساتھ لینا بھری کھجا۔ کیونکہ اُس نے کہا تھا کہ اپنے شوہر کی جاعزری میں دیوہ ڈاکوؤں کے حلقہ اطلاع نہ کی۔ یہ بات اُسے حوالہ دے تائی تھی۔ پھر گڑا تو اُن کی راتے میں بیٹا تھا اُس لئے وقت مانع کرنے کا سوال نہیں تھا۔ گھر سے روانہ ہوتے ہوئے موبن سنگھ چاچی کو خوشخبری دینے سے خود لوشور ہو گیا۔

”چاچی! دیوہ پولیس کی حراست میں ہے۔ ڈاکوؤں کے پاس سے فرار ہو کر آئی ہے۔ میں سے لے کر ابھی آتا ہوں۔“ اُس کے کہنے پر چاچی سرت سے دیوانی ہو گئی۔ دکھار ہاتھ آ رہا تھا۔ ریتا سے آدھے میل کے فاصلے پر آتے ہوئے رچے کو کراس کر کے ارجن کی جیب تیز دکھائی دے دوڑتی ہوئی آگے نکل گئی۔ ارجن سنگھ یا حوالہ دے بیٹھ کر لڑھ بھری دیکھ لیا ہوتا تو انہیں پڑے میں سونگن گئے بیٹھے نظر آتے مگر کامیابی کا شہر جب چڑھ جاتا ہے تو آدمی کو کسی جاہد دیکھنے ابھی نہیں رہتا۔

سکول کے بچانک کے قریب آ کر جیب کھڑی ہو گئی۔ حوالہ دار کو تعجب ہوا۔ پہرے دار کیوں ہنسنے لگا؟ ارجن سنگھ نے طنز سے لہجے میں کہا۔ ”عورت کی خدمت میں اندر چلا گیا ہے کیا؟“

پھر جیب ڈکے ہی وہ لوگ زمین پر گر گئے۔ ارجن سنگھ دوڑتا ہوا بچانک میں داخل ہو گیا۔ وہیں سنگھ اور حوالہ دار اُس کے عقب میں دوڑ رہے تھے مگر اندر داخل ہوتے ہی ارجن سنگھ کے پاؤں کو کچھ زمین سے جکڑ لیا۔ کچھ سے دوڑنے والے بندے ہوتے ہیں کہ منہ میں کچھ

خشا ہوا تھا۔ وہ قہقہہ کر رہا تھا۔ حوالہ دار کے سامنے اُس نے آنکھیں پھیلا کر دیکھا۔ اُس کی آنکھیں

بھنے سے سرخ ہو رہی تھیں۔ ارجن سنگھ نے باپاں پر اٹھا کر اور حوالہ دار کے پیٹ میں ٹھوکر ماری

اٹھا۔ مگر پھر وہ کرچا دار آواز میں بولا۔ ”بڑے خفا ہے۔ مجھے خوشخبری سنانے دوڑ آیا تھا۔ یہاں اری عزت کا شلار کرا دیا۔“ حوالہ دار کے ہر کانپ رہے تھے۔ ارجن سنگھ نے پھر چیخ کر کہا۔ ”اب

ن کے منہ کھلونا کہ تہوار کی میری ناموسی کی داستان سننے کو لے۔“

سونگن گئے کا چہرہ سفید ہو رہا تھا۔ وہ یہ سوچ کر آتا تھا کہ دیوہ کو گھر لائے ہی سخت ترین سزا دے

ا۔ پولیس والوں کو دیوہ کی قید سے آزاد کرانے کیا تو انہوں نے سارا واقعہ بتایا۔

”ہاں۔۔۔ اب تم بھی مگر جا کر چڑیاں مچا لو!“ ارجن سنگھ کا فحشہ آسمان سے باتیں کر رہا تھا۔

”دوسرے تن سنا ہی کہاں گئے؟“ حوالہ دار نے پوچھا۔

”اُس کمرے میں۔۔۔ ڈاکو انہیں پاندہ کر بند کر کے گئے ہیں۔“

”اس کا مطلب ہے جگائے اپنے باپ کو چھڑانے کے لئے یہ چال کھیلی تھی۔“ ارجن سنگھ

اچھے ہوئے بولا۔

”جی ہاں جناب۔۔۔ آدھے گھنٹے پہلے جگائے لے گیا۔“ ایک پولیس والے نے بتایا، پھر اُسی

نے ارجن سنگھ کو جگہ کا پیغام سنایا۔ ارجن سنگھ کا ٹکا ہوا ہاتھ میاں کی پر آٹھ گیا اور ایک زوردار چاٹھ میاں کی منہ پر پڑا۔

”بزدل!... تم اس طرح نہ کرو کہ رہے ہو جیسے بہادری کی بات ہو۔“

ارجن سنگھ فوراً جب میں بیٹھ گیا، اوکوؤں کا تعاقب کرنے کے لئے حوالدار اور دو پولیس والے ساتھ لئے۔ سوہن سنگھ اعتوں کی طرح منہ بڑاؤے دیکھ رہا تھا۔ مگر پیچھے کے لئے اُس کے پیرو ہیں جان نہیں تھی۔

○○○

چانچا نے پندرہ منٹ میں پورے گاؤں کو بتا دیا کہ دیو اوکوؤں کے پاس سے فرار ہو کر پولیس کی حفاظت میں آگئی ہے۔ اُس وقت جگت کے گھر پر اُس کے تایا بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ ارجن سنگھ نے دھڑکایا تھا لہذا سورج غروب ہونے سے پہلے سوہن سنگھ یقیناً گھر آ جائیں گے اسی اطمینان پر تایا گھر آ کر بیٹھے ہوئے تھے۔ مگر شام ڈھلنے کے باوجود جب سوہن سنگھ کی آمد کا پتہ نہیں چلا تو وہ کافی بے چین ہو گئے۔ اسی دوران ویرودالی بات سنائی دی اس لئے سبھی اطمینان میں مگر تار ہو گئے۔ تایا نے سوچا، یقیناً ارجن سنگھ کو پتہ تھا کہ دیو پولیس کی حفاظت میں آ جائے گی سبھی اُس نے چوبیس گھنٹے میں سوہن سنگھ کو رہا کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ جب وہ ارجن سنگھ کے پاس تھے اُس وقت ایک پیغام سرخاس پیغام لے کر آیا تھا۔ یہ بات کرنے پر پوری کڑی لگ گئی۔ مگر چند دن بے چین ہو گئی۔ اُن کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ دیو نے ایسا کیوں کیا؟ جگت سے الگ ہو کر وہ بھاگ آئی ہو گی۔ ماں بی کا دماغ تو اس پتھر کو سمجھنے میں کام رہا تھا مگر چند دن سے جیسے ہی لائین چا کر دروازے کے درمیان لٹکائی تو اُس کے آچالے میں سوہن سنگھ برآمدے میں داخل ہوتے ہوئے نظر آئے۔ چند دن کیچے چہرے پر مسرت چھا گئی۔

”سوہن! وہ آ گئے۔“ تایا نے ہنس کر کہا۔ ماں بی جگت کے باپ کو نظر بھر کر دیکھنے لگیں۔ اُن کا خیال تھا کہ سوہن سنگھ کا جسم سوکھ گیا ہو گا۔ مگر وہ بالکل ٹھیک ٹھاک تھے۔ انہوں نے فوراً پانی کا لوٹا سوہن سنگھ کے قریب رکھا۔ سوہن سنگھ نے ہاتھ منہ دھو کر دو کھونٹ پانی پیا۔ چوڑی کھنٹی پر رکھ دی اور غار پانی پر بیٹھ گئے۔

”ارجن سنگھ نے اپنا وعدہ پورا کیا۔“ تایا نے بات شروع کرتے ہوئے کہا۔

”کون سا وعدہ؟“ سوہن سنگھ کی آنکھوں میں حیرت تھی۔

”تم کو رہا کرنے کا۔“

”مگر مجھے اُس نے رہا نہیں کیا، بلکہ جگت نے آ کر رہا کر لیا ہے۔“

”اچھا!...؟“ تینوں نے ایک ساتھ کہا۔ جگت کی ماں، بیٹی کی بہادری پر وادی ہو گئی۔ چند دن کا دل مسرت سے ڈولنے لگا۔

”کیاں تو ہم نے یہ سنا تھا کہ دشمن کی بیوی پولیس کی حفاظت میں آ گئی ہے؟“ تایا نے پریزیش لہجے میں سوال کیا۔

”تم نے غلط سنا ہے۔“ سوہن سنگھ نے غصیلے لہجے میں کہا۔ ”وہ جگت کے ساتھ مجھے رہا کرانے آئی تھی۔“ چند دن کے لئے یہ دھوکا مسرت تھی۔ مگر سر کے الفاظ سن کر اُس کے دل کو دم کا سا لگا۔ ”اب جگت آئے دشمن کی بیوی نہیں مانتا۔ میں نے اُس سے کہہ دیا کہ وہ دشمن کی نہیں تو کیا تیری

”دیرو! اس وقت یہاں؟“ چائے کے پلے اُجالے میں دیرو کو دیکھ کر محبت چٹکا۔ ”کیا نیند نہیں آئی؟“

”میں بھی آپ سے بھی پوچھنے آئی ہوں۔ میں ڈور کڑی ہو کر دیکھ رہی تھی کہ آپ بار بار پہلو پلٹ کر سونے کی کوشش کر رہے ہیں۔ شام کو بھی میں نے آپ کو اُداس دیکھا تھا۔ کیا بات ہے؟“

دیرو نے بے یقین لہجے میں پوچھا۔

محبت غور سے دیرو کو دیکھنے لگا۔ اُس کی آنکھوں میں عجیب سی چمک تھی۔ اُس کی آنکھوں سے دیرو اور عیاں جھلک رہا تھا۔ محبت خاموش رہا۔ لہذا دیرو بھر بولی۔ ”دیکھیں، آپ کو کتنا پسند آ رہا ہے۔“

دیرو نے دوپٹے کے پلوے محبت کا چہرہ خشک کرتے ہوئے کہا۔ ”ارے! آپ کا جسم تو کب رہا ہے۔ اتنا تیز بخار ہونے کا باوجود بھی آپ خاموش ہیں۔ مجھے کیوں نہیں بتایا؟“

”کہہ کر محبت کے سر کے قریب بیٹھ کر اُس کا سر دبانے لگی۔ دیرو کے ہاتھوں کی چوڑیوں کی جھنگر سناٹا دینے لگی۔ اُس ایک جگہ ایک عجیب سا چادو تھا۔ محبت کے سر سے اُس پر عجیب کیفیت طاری کر دی تھی۔ وہ

دیرو کی ہر چہرہ کی نظروں سے دیکھنے لگا۔ دیرو نے محبت کیڑے لہجے میں کہا۔

”کیا دیکھ رہے ہیں؟“

”پگھلے بندر کے لپٹ جائیں۔ ابھی بھڑا جائے گی۔“

محبت مسکراتے ہوئے اُس کی طرح محبت نے اُنھیں بندر کہیں۔ لیکن کچھ دیر بعد خود بخود اُنھیں مکمل نہیں ہو سکا۔ وہ مسکرا کر بولا۔ ”اُنھیں بندر کرنے کے باوجود بھی تم ہی نظر آتی ہو تو انھیں کلی آنکھوں سے کیوں نہ دیکھوں۔“

”محبت کی آواز میں شرارت تھی۔

دیرو نے اُس کا دھیان پانے کے لئے کہا۔ ”آپ نے مجھے بتایا نہیں کہ شام سے اُداس کیوں ہیں؟ کیا باپ سے کوئی بات ہو گئی؟“

”جیسے تم بھی سنی ہو تو کیوں پوچھتی ہو؟“

”مجھے آپ کی زبانی معلوم کرنا ہے۔“ دیرو نے کہا۔ ”باپو مجھے جن نظروں سے دیکھ رہے تھے کیا

تھی ابھی اسی غراب ہوئی محبت؟“

”تم کیوں دل مٹا کر رہی ہو دیرو؟“ محبت کا ہاتھ دیرو کی کلائی کی جانب بڑھ گیا۔ اُس کے ہاتھ لگ گئے۔ چوڑیوں کی جھنگر خاموش ہو گئی۔ محبت کی آواز میں کچھ کچھ تھی۔ ”ساتھ رہ کر جہاں کی جگہں دیرو۔“

”محبت نے دیرو کی پہلی کلائی کو اپنے بچنے کے درمیان دیا۔ محبت کے جسم میں برقی رو بڑھنے لگی۔ دیرو دانا ہاتھ نہ بچھڑا۔

”وہ لوگ تمہیں دشمن کی صورت کہتے ہیں۔ تم کو لوگ کرنا چاہتے ہیں۔ اُنہیں تم سے یہ سب فاسلے تم کرنا چاہتا ہوں دیرو! دلوں جذبات کی رو میں بہہ رہے تھے۔ اُنہیں ات کرنا بھی اُنھیں محسوس نہیں ہو رہا تھا۔

”محبت شکم۔“

”دیرو کے ہونٹ شدت جذبات سے کھپکپاتے۔ فاسلے کتے ہی کم ہوں مگر ظلم کی آگ کم نہیں ہوتی۔ اُس کے بعد وہ بھی سوچے رو کتے کہ انہیں کیا کرنا چاہئے؟ دیرو لڑنے سے بچنے میں صرف اتنا کہہ سکی۔ ”میں جب سے پیدا ہوئی ہوں محبت میرے گرد مڑنا ہی ہے۔ میرے جسم کے ہر مادہ ایک بھائی چھپکے سے مر گیا۔ باپ کا کھیت خلیہ ہو گیا۔ جس مگر لیا جاہ کر اُکڑا وہ مگر باد ہو گیا۔ اب میری چھ چھائی آپ پر۔“

یہی ہے؟“

تایا کو دوسری فکر لگ گئی۔ ”اب کیا ہوگا؟“ یہی سوال چند من کے دل میں ٹھک رہا تھا۔

سب سہمی خوش تھے۔ ارجن شکھ کو دوہری نکست کا سامنا کرنا چڑا تھا۔ چال کا سیاب ہوا تھی۔ پھر دیرو نے ہمت کر کے جس طرح حوالدار کو بیوقوف بنا کر محبت کے باپ کو چھڑانے میں کردار حسن و خوبی سے ادا کیا اس سے چکا کو اپنے کام میں آسانی ہوئی تھی۔ مگر محبت خود اس خوشی میں شامل نہیں تھا۔ دیرو کے متعلق باپ کے کہے ہوئے الفاظ اُس کے لئے سوا ہن زورع بن گئے۔ پہلے باپ دادا کے دشمنوں سے عداوت، پھر پولیس سے جنگ، اب کیا مگر والدین سے بھی؟

پڑے گا؟ کیا دیرو آسرا دینا چاہتا تھا؟ وہ ایک عورت کی مجبوری کیوں نہیں سمجھتے؟

نفس کر کے تمام سامھی بھٹکا ناچ میں مشغول تھے جب دیرو محبت جنومان کے ہستے کے قریب بیٹھے ہوئے تھے۔ جنومان کا دل بھی خوشی سے تیز پڑ گیا۔ اپنی حالت دیکھ کر اُس کا چہرہ اتر گیا۔ وہ ڈاکے ڈالنے میں اُن کا ساتھ نہیں دے سکتا تھا۔ خیالی بار بار اُسے پریشان کر رہا تھا۔ کیا اسے ساری زندگی دوسروں کے سہارے زندہ رہنا پڑے گا؟ کسی قسم کی دھڑ بھاگ نہیں۔ پولیس نے مقابلے میں گولیوں کی منشا ہٹ، ڈاکے ڈالنے کے لئے چھاپے ڈالنا یہ سب کچھ اب صرف ایک غراب بن گیا تھا۔ گولی کے قریب پھر گئے تھے مگر کوئی نہیں۔ وہ بے شکل بیٹھ گیا تھا۔ ساریوں کو سراسر ہو کر قفس کرتے ہوئے دیکھ کر اُس کے دل میں بھی حرکت کر رہی تھی۔ کب وہ کسی اسی طرح نفس بیک کر سکے گا۔ یہ سوچ کر اُس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ دیرو نے پوچھا۔ ”جنومان بھائی! آپ کی آنکھوں میں آنسو کیوں؟“

جنومان کے لبوں پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔ ”دیرو! میں! یہ تو مسرت کے آنسو ہیں۔ میرے دوسرے محبت کا نام مشہور ہو ہی پڑ گیا۔ اُنھیں ان سے ہر شے ہو سکے گا۔“ جنومان نے کہا۔

”بھادر دیکھ زبانی ہر قسم کی بات ابھی نہیں کہی جنومان بھائی!“ دیرو نے بھورا نہ لہجے میں کہا۔

”دیکھنا، میں نے دن میں تم کو کڑے ہو جاؤ گے۔“

سامنے بھٹکا ناچ ہو رہا تھا۔ برابر میں دیرو اور جنومان باتیں کر رہے تھے مگر محبت کی دوسری دنیا میں تھا۔ وہ چپ بیٹھا ہوا تھا۔ دیرو جاگتی کی محبت کے پلوے اُسے دیکھ کر مت بھیر گیا تھا۔ ار وقت سے وہ بھی دل ہی دل میں ڈر رہی تھی۔ اُس نے محبت کا گلہیں چہرہ دیکھ کر اعزازہ کیا تھا کہ بیٹے باپ بیٹے میں اس کے سبب خٹکھٹ ہوئی ہوگی۔ لیکن محبت سے اس کی تصدیق کرنے کے لئے تنہائی کی ضرورت تھی۔ موسم گرما کی رات نصف منزل سے گزر رہی تھی۔ اب رات میں کچھ کچھ بجی تھی۔ ٹھنڈی ہوا کی دھبی دھبی لہریں سونے والوں کو کچھیاں دے رہی تھیں۔ مگر محبت ہستہ ہستہ ترپ رہا تھا۔ وہ باپ کا پہلو بدل کر سونے کے لئے جدوجہد کرنے لگا۔ اچانک اُسے محسوس ہوا کہ اُس کی چار پائی پر بیٹھا ہے۔

”جکت! یہ اس وقت نشے میں ہیں۔ کچھ کام مناسب نہیں۔ صبح تمام حساب چکا لیں گے۔“  
 آخری الفاظ سن کر کربال لڑکھارتے ہوئے بولا۔ ”حساب لینا ہے تو دینا بھی پڑے گا۔ کیوں۔  
 ہوشیار! ہم تمام اطلاع صحیح کر کے لائے ہیں۔ کام ختم کر کے ذرا عیش کر لیا تو کب ہو سکا؟“  
 جین صاحب نے دلوں کو سلا کر چلا گیا۔ جین نے دلوں کو سلا کر حکیمانہ کی ساسن لی کہ مزاج  
 بڑھ گئے ہوئے والا ہے۔ یہ سوچ کر بے چین ہو گیا۔ ”خوہان رات والی بات سے بے خبر تھا۔ اس نے  
 جب صبح جین سے تمام واقعہ سنا تو وہ بھی بے چین ہو گیا۔ ”ابھی کتنی؟“ جین نے غصے سے کہا۔  
 یہ دلوں ہماری پارٹی کے کھڑے کر دیں گے۔ ہسٹر میں پڑے ہوئے ہیں کی بار انہیں باتیں کرے  
 من چکا ہوں۔ کچھ اور ساتھیوں کو بھی انہوں نے ساتھ ملا لیا ہے۔“ جو مان نے بتایا۔

جین نے یقین کر لیا۔ ہجر بھی اس نے جکت سے بات نہیں کی۔ کل رات والی غلطی کے حلقی  
 ہوشیار اور کربال بات صاف نہ کریں اس وقت تک وہ خاموش رہتا جاتا تھا۔ دوسرے ساتھیوں کو  
 دوسرا حشر کر کے جکت نے کربال اور ہوشیار کو بلایا۔ جو مان کے ہسٹر کے پاس چاروں بیٹھے ہوئے  
 تھے۔ دیر کو جکت نے باورچی خانے میں بیچ دیا تھا۔ کربال اور ہوشیار کے چروں پر تھوڑا تھا۔ جین  
 نے ہنر دیا۔ ”تو لوگ کیا خبر لائے؟“

کربال نے تمام حقیقت بتادی۔ جکت کو اس بات میں دلچسپی تھی جی لہذا وہ مزید پوچھ کر بیٹھا رہا۔  
 باورچی نے ہوتی کبیر سے کسی چٹائی کھا رہی تھی۔ ہوشیار بڑی تیزی نظروں سے جکت کو دیکھ رہا تھا۔  
 کربال کی بات سن کر ہوتی جکت نے کہا۔ ”بھر پینے کے لئے کیوں گئے تھے؟“

”کام پورا ہو گیا اس لئے خوشی منانے کو بیچا۔“ ہوشیار نے جواب دیا۔ دلوں میں سے کسی  
 کے چہرے پر ہنسنے کی نظر نہیں آ رہی تھی۔

”اور سوتی بانی کے کوئے پر بھی خوشی منانے گئے تھے؟“ جکت نے پوچھا۔

”نیکما بھو۔۔۔“ کربال نے بے ہوش کر کہا۔

جکت نے نظریں اٹھائے ہوئے کہا۔ ”تمہارے جواب میں بڑائی اور بے ادبی کی بو آ رہی ہے  
 کربال! ایک بار جرموں میں چکا ہے اس کو توڑنا مجھے کسی طرح پسند نہیں ہے۔“

کربال اور ہوشیار خاموش رہے۔ ان کی یہ خاموشی جکت کو گلے گئی۔ جین چاہتا تھا کہ بات مٹ  
 اچانک ہی ہڈا اس سے نہ بھگی۔

”ایک بار جکت سے میری بحث ہوئی تھی، جیسے یاد ہوگا۔ اس وقت میں جذبات میں الگ  
 فتنے کے لئے تیار ہو گیا تھا مگر جکت کی بات سن کر غصے میں جکت میں پھنسے  
 اپنے ڈاکوؤں کو کھٹے سے گرفتار کرنے کی پویش کی مثالیں موجود ہیں۔“ بھر مشہور لہجے میں کہا۔  
 ”بھر اپنا خیر و صل نہیں لے سکتے۔“

”جنگ کیسے ہو جین! اگر اصول کی پابندی سب کے لئے لازمی ہوتی ہے۔ ہماری جوانی بھی کبھی  
 اسی صورت کا شائبہ دیکھنے کے لئے تڑپتی ہے۔“ کربال نے غصے میں گلے کھا کر کہا۔

”کیا مطلب۔۔۔؟ تم کیا کہنا چاہتے ہو؟ کسی نے اصول کو توڑا ہے؟“ جین نے پوچھا۔  
 ”جی ٹوٹی میں صورت کو کیوں رکھا جائے؟“ کربال نے کہا۔

جکت نے جلدی سے دوسرا ہاتھ دیرو کے سرخ ہونٹوں پر رکھ دیا۔ ”دیرو! تم اپنے آپ  
 احساس کمتری میں کیوں مبتلا کر رہی ہو؟ مجھے یہ بات نہیں ملنی جیسے؟“ جکت کے ہاتھوں کے نیچے  
 دیرو کے ہونٹ کھینچا رہے تھے۔ اس کھینچا ہٹ میں بڑی پاس تھی جکت کی پاس۔ جکت کا ہاتھ  
 شانے تک پہنچ گیا۔ ان کی رنگوں میں کسی بڑی طرح خون دوڑنے لگا۔ جکت نے دیرو کا شانہ  
 دایا، پھر جذبات سے مغلوب ہو کر اسے بھٹکے سے اپنے قریب کر لیا۔ جکت کا چہرہ قریب ہوتے ہی  
 دیرو کی آنکھیں پر سے نکلیں۔ گرم آنکھوں کے قطرے جکت کے زخموں پر بہنے لگے۔ جکت کے ہاتھ  
 کی گرفت ڈھیل ہو گئی۔

”دیرو! تم روری ہو؟“

جکت کے ہاتھ کے بھٹکے سے پیسے ہی وہ اس کے سینے سے گرائی اس کی چوڑی چمٹا کے  
 ٹوٹ گئی۔ ٹوٹی ہوئی چوڑی کا ایک ٹکڑا فرش پر گرے ہی عجیب سا شور ہوا اور اس کی آواز جکت کو  
 دیرو کے دلوں کو بچھڑ گئی۔

”دیرو! جا سوجا۔“ جکت نے کہا اور پھلو بدل کر لیتا گیا۔ اس کی آواز میں دھچک رہا تھا۔  
 دیرو کمزوری ہوئی اور جکت کے دلوں میں دیر کو کچھ ہوتی ہوئی ہماری دھڑکنوں سے آگے بڑھ گئی۔ بالی  
 رات جکت اور دیرو نے جاگ کر گزار دی۔ صبح کے وقت دلوں کے دلوں اور جگہوں پر بوجھ تھا۔

کربال اور ہوشیار کو ڈاکے سے حلقہ خیر فراہم کرنے کے لئے صبح سے بھیجا گیا تھا، کافی رات  
 تک وہ دوا میں نہیں لوٹے تو جکت اور جین کا دل گھبرا نہ لگا۔ دلوں میں بدل کر گئے تھے ہجر بھی  
 انہیں خوف محسوس ہو رہا تھا کہ کہیں پولیس کے چکر میں نہ آجائیں۔ خانہ ڈاکہ کے ایک زیندار  
 کے گھر میں ڈاکو ڈالنے کا پروگرام بنایا گیا تھا۔ وہ بڑی آسانی سے لہذا کافی بات ہاتھ لگنے کی اُنہی  
 تھی۔ ساتھ ہی ہوشیار کی ضرورت بھی تھی۔ کیونکہ زیندار نے وہ دکھائی تھے باطلے ہوئے تھے  
 چار چھ لاکھوں سے زیادہ تھے۔ خود زیندار اچھا نٹا ہے۔ ہاتھ کربال اور ہوشیار کو مکمل مطلوبہ  
 حاصل کرنے کے لئے بھیجا گیا تھا۔ تقریباً چار چھ لاکھ دلوں دوا میں لوٹے۔ ان کے ہر لوگ  
 رہے تھے لہذا یہ سمجھنے میں مشکل پیش نہیں آئی کہ دلوں نشے میں ہیں۔ جکت اس حرکت کے بعد  
 خلاف تھا۔ باہر جا کر پارٹی کے کسی بھی شخص سے نہ لڑ کر صبح کا رونا کھونڈنے کی حالت میں گرا  
 کاٹھنا نہ بنا دے یا کسی دوسری مشکل میں نہ جکس جائے۔ کربال اور ہوشیار نے نہ صرف اس طرح  
 توڑا تھا بلکہ ان کی باتوں سے بچہ مل رہا تھا کہ وہ کسی سوتی بانی کے کوئے پر بھی رہے تھے۔ دلوں  
 میں کہہ رہے تھے۔ ”سوتی بانی حسن کی دیوی تھی۔ کیا اس کا جین تھا۔ شائبہ اس کے جسم سے  
 پھوٹ رہا تھا۔“

جکت کا دماغ گھوم گیا۔ اس نے آنکھیں کھالے ہوئے دلوں کو گھورا۔ کربال اور ہوشیار ان  
 کے غصے سے آگاہ ہو گئے لیکن ہجر بھی نشے میں اس کی پرواہ نہ کیے بغیر بھوکا جا رہی تھی۔ جکت نے  
 ہاتھ حرکت میں آ گئے۔ اس کا ہاتھ پکڑا کہ وہ انہیں ایک ایک پکڑا کر دے۔ مگر جین نے سنا  
 سنبھال لیا۔

مے سے پروگرام بنایا جا رہا تھا۔ "ہنومان نے کہا۔  
ہنومان کی بات سے ہوشیار اور کپال چونک گئے۔ وہ دیکھ فیصلہ نہیں کر سکی۔ اُس کی آنکھوں  
الو چاری ہو گئے اور رات نے چپاکر اُس کے زخموں سے اُس کو پتہ چھوڑ دیا۔  
کا۔

○

پتھاب کے گورے پولیس آفیسر نے شیو پورہ کے پولیس انسپکٹر ارجن سنگھ کو سخت ست لکھا۔  
"ڈاکو قبضے میں کرنا بچوں کا کام نہیں ہے۔ چکا کے پیشانی اب بہت زیادہ بڑھ گئی ہے۔ سنا  
عاشق پریش ہے تمہیں پولیس انسپکٹر بنایا تھا مگر تمہارے اعزاز پرورد کر میں اپنی بدنامی نہیں  
لے۔ مومن برسات قریب ہے۔ اس سے خوش رہ چکا کی تو لی کو قسم کرنے کی تمام تر تر نہیں آزار مانا  
جہاں پر روت بھیجے رہو۔ ڈاکو کی جنگی جانور نہیں کرتے جال بچھاؤ اور وہ سامنے آکر نہیں  
جاتا۔ اُن کا تقاب چاری رکھو جس سے وہ کسی ایک جگہ ٹہم نہیں۔ لوگوں کے دلوں میں سے  
اُن کا خوف دور کرو۔ انہیں یقین دلاؤ کہ پولیس ان کی حفاظت کے لئے ان کے ساتھ موجود  
ہے۔ خط کے آخر میں گورے آفیسر نے مزید تحریر کیا تھا جسے پڑھ کر ارجن سنگھ کا دل ڈوب گیا۔  
"جیسا ناہ تم آپ کام سے مطمئن نہیں کرو گے تو چار بن گئے کسی دوسرے کو دینا پڑے گا۔"  
ارجن سنگھ کو اپنی کرسی ڈھکی ہوئی محسوس ہونے لگی۔ سابق پولیس انسپکٹر سنا اُس سے ابھی کے  
ہائے۔ نہیں نہیں۔ میں چکا اور گورے آفیسر کو گاؤں کا چاہے کچھ نہیں چس پاس ساجوں کی  
داہنی پرے۔ مگر بھگے۔ یہ کارڈ میں چھپا ضروری ہیں۔ یہ کوئی نہیں کہ کارڈ کو اکے  
چاہئے۔ میں سنا کی طرح ڈاکوؤں کی گولی سے لاپتہ نہیں بننا چاہتا۔ ڈاکو قسم ہو جائیں اور بندہ  
تو رہے ایسی تر نہیں آزار مانا۔ شہید ہو کر مجھے میڈل حاصل نہیں کرنے بلکہ زندہ رہ کر  
لپٹیں ہیں۔ زرعی کا نہیں اٹھانا ہے اور۔۔۔

مگر اُس کی خرابی کو قسم کرتا ہوا اسی طرح چکا اور تپے ڈاکے ڈالے لگے۔ خان ڈوگرا کے  
بالر کا مگر لڑا، اُس وقت سارے علاقے میں خوف و ہراس پھیل گیا۔ دو حکامریہ تنوں اور  
بازوں کی پرواہ کئے بغیر چکا کی تو لی جتنی جہازات لے گئی۔ چکا نے خان ڈوگرا جیسے زمیندار کو  
لیا یہی سن کر سب سکتے ہیں وہ گئے اور بے سوچے گئے کہ چکا کو مارنے والا انہی پند نہیں ہوا۔  
لوجھن سنگھ کی سوچ چکا کا بل اتارنے لگا۔ آسمان پر سیاہ بادل چھانے لگے۔ پھر پہلی بارش نے دھرتی  
لوٹا۔ پہلی ہوئی عریاں شور چائے لگیں اور دھرتی نے اپنے سینے پر ہریالی کا فرش بچھا دیا۔ سب  
رسات سے خوش تھے مگر ارجن سنگھ محسوس کر رہا تھا کہ کبھی نا تو اسے اٹھنا ہوا یا پانی اُس کی تمام  
خون کو جہا کر لے جاتا ہے۔ گورے آفیسر کی طرف سے وارنٹ کل بھی گئی۔ اب اُس کی  
ہائی پر بھی برسات کا پانی چھپتا نظر آ رہا تھا۔ بچوں پر سے بپ بپ چھٹے ہوئے پانی کے قطرے  
کے دلی پر دنک دے رہے تھے۔ وہ دنک گھٹ کی دنگ بھی۔ پھر بھی اُس نے اپنی  
بٹ میں سخت قدم اٹھانے کی منگوری طلب کر لی بلکہ دوسری طرف سے اُس نے مزید چارہ مارا  
نہ طلب کی۔ اُس نے سوچا آخری کو کھسک کر لی جائے۔

جگت کی آنکھیں جل اٹھیں۔ مگر بچے نے کہا۔ "تم ویر کی بات کرتے ہو؟ اُسے یہاں  
کے متعلق ہم سب نے فیصلہ کیا تھا۔"  
"کرپال! انہاں سنبھال کر بات کرو۔۔۔" جگت گرجا۔  
"تم دھکی نہ دو جگت! میں تم پر غلط الزام نہیں دھرتا۔ یہ اس کا ثبوت۔۔۔" یہ کہہ کر  
نے جب سے چوڑی کا ٹکڑا نکال کر سب کو دکھایا۔ "میں یہ اس نے کہہ رہا ہوں کہ جگت کے  
میں ویر کی چوڑی کا ٹکڑا ملا ہے۔"  
ویر وڈی سے باہر چلی گئی۔ شاید وہ صورت حال نے اُسے غمراہ کیا تھا۔ اُس نے جانے کے  
جگت نے کرپال سے کہا۔ "کرپال! تم نے بہت غلط اعزاز لگایا ہے۔ میں دھکی کی قسم کھا کر  
ہوں کہ میں نے دیر سے ایسی کوئی حرکت نہیں کی۔" جگت کی آواز بھاری تھی۔  
"پھر پولیس کا خطرہ مول لے کر ہمیں اُسے یہاں رکھنے کی ضرورت کیا ہے؟" کرپال کا  
کی فریاد دیکھ کر اوپر چڑھ گیا۔  
جگت کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ "کرپال!۔۔۔" اُس نے چیخ کر کہا۔ "پولیس سے ڈرے ہو؟  
بننے کی ضرورت کیا ہے؟"  
"ڈاکو نے تمہارا ساتھ دینے کے لئے۔" مگر اب زیادہ دھکی بننے کی۔  
"بھئی؟۔۔۔" ہنومان نے دانت چرس لئے۔  
"یقینی یہ کہ میں نے اور ہوشیار نے ایک ہونے کا پروگرام بنالیا ہے۔" ہوشیار بولا۔ "مگر  
جھڑا کر کے ایک نہیں ہونا چاہئے۔ دھکی قائم رہے گی اور ضرورت پڑنے پر ایک دوسرے کی  
کرنے کے جہد کے ساتھ الگ ہوں گے۔"  
"مگر کرپال کی بات سے یہ محسوس نہیں ہوتا۔" جگت نے کہا۔  
اب چٹنے سے بلوانا ضروری سمجھا۔ "کرپال! تم نے کل جبکہ کیا اس کی صفائی مانگتے تو وہ  
بات ہوئی۔"  
"میں سوچ رہا تھا۔۔۔" کرپال نے مختصر سا جواب دیا۔  
"پھر تم بھی اس لوہا جب تک اس پارٹی میں ہوا اصول نہیں ٹوٹتا چاہئے۔" جگت گرجا۔  
"ٹھیک ہے مگر جسے ہمارا ساتھ دینا ہوا ہے پوری چھوٹ لینی چاہئے۔" کرپال نے ضرور  
جگت کے جواب دینے سے خوش ویر دکرے میں داخل ہوئی اور بھاری لہجے میں بولی۔ "ہم  
وجہ سے تم کو توں کو ایک ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں چلی جاتی ہوں۔ میرا جگہ ہوتا ہے  
رہے گا۔ مگر تم ہی جمل کر رہو۔"  
ویر نے جگت کی جانب دیکھا جیسے اجازت طلب کر رہی ہو۔ اُس کے چہرے پر عاجزی  
آنے لگی۔ جگت کھڑا ہوا اور اُس کے ہاتھ سے کپڑے کا بٹنل جھین لیا۔ "ویر! تمہیں چاہئے  
ضرورت نہیں۔ جب دل الگ ہو چکے ہیں تو تمہارے جانے سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ تم  
نے ویر سے کہا۔  
"جگت بات ہے ویر وہیں اتھارو کرپال نے نہایت بنالیا ہے۔ باقی الگ ہونے کے متعلق





فصل ہوگا مگر بزرگوں کی وجہ سے خاموش رہی۔ پہلی بار سادو نے جنت کی جہنم کنڈلی ہاتھ میں لے کر دیکھی، پھر چندن سے کہا۔

”بتی! اتنا ہاتھ دکھانا!“

چندن نے دائیں پہلی اس کے آگے بڑھا دی۔ سادو بھی کتاب، کبھی جہنم کنڈلی اور کبھی چندن کی ہنسی دیکھنے لگا۔ سب سانس روک کر بیٹھے تھے۔

”جب پوچھ لیا ہے تو کہنا پڑے گا۔“ سادو جی اتنا کہہ کر ڈک گئے، پھر کچھ حساب لگاتے لگے۔ سب لوگ خاموش تھے۔ آخر سادو بولے۔ ”لڑکا دوسری شادی ضرور کرے گا۔“

سادو کے یہ الفاظ سن کر سب اس طرح لرز جیسے آسمان ٹوٹ پڑا ہو، زمین ٹل گئی ہو۔ ایک لمحہ ایسی خاموشی چلا رہی تھی جگہ خاموشی، بڑ سکون سی۔ سوہن سنگھ چارپائی پر سے کھڑے ہو گئے۔ وہ عت نہیں کر رہا تھا کہ انہوں کی ہتھیلیاں آہٹیں میں تلے گئے لیکن سادو نے حالات کی پروا کئے بغیر اپنے الفاظ مکمل کر دیئے۔ ”لیکن تمہاری خواہش کے خلاف کچھ نہیں ہوگا۔“ یہ کہتے ہوئے سادو

بغیر سے ہو گیا۔ چندن نے سر جھکا لیا۔ پھر سادو نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ ”بتی! میں نے جو دیکھا تھا اسے تمہیں دکھانا اور تم کو دکھانا حیران کیا ان ہوگا۔“ بتایا سادو کچھ دینا چاہتے تھے مگر انہوں نے

فادر کر دیا۔ ”کسی خراب کو دینا۔“ انہوں نے کہا، پھر تباہ کے ساتھ باہر تلے گئے۔ اُن کی کھڑاؤں بائٹ کھٹ کھٹ کر دیواروں سے ٹکرانی اور ختم ہو گئی۔ مگر سادو نے جو شخص بتایا تھا اس کا شور

جتن سنگھ کے دل کی دیواروں سے بار بار گرجا رہا تھا۔ ”لڑکا دوسری شادی ضرور کرے گا۔“

جنت کی باس کے کانوں میں بھی سادو کے آخری الفاظ گونج رہے تھے۔ ”لیکن تمہاری خواہش کے خلاف کچھ نہیں ہوگا۔“ تو کیا چندن، وہ دیوانہ کی سوئان بنالے گی یا پھر اس نے پہلے سے سب

بگڑا کر رکھا ہے؟

دوسرا دن جتن جنت اسی موسم میں دروئے دیو لیکن سنگھ کو کل کرنے کے بعد مگر سے فرار ہوا تھا۔

سنگھ راج نے چار پانچ دن لوٹا لی تھا پھر پڑ کر غیب رخص کیا تھا اور ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اب کچھ دیر آرام کر رہا ہو۔ دوپہا پانچ گھنٹے گزرے تھے۔ دونوں کناروں سے چٹکتا ہوا پانی چھلکی ہو

بانا غار رہا تھا۔ چار پانچ دن کے بعد سادو کو چٹکانہ کی جگہ کر لوگ خوش تھے۔ صورت اور برادر میں

کوئی تبدیلی نہ تھی۔ مگر کھانا اقلتی جھنڈوں کی طرح لہرا رہے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کھانا

انہوں نے کھانے کی سرمت سے جوہر سے ہوں۔

کھانا کھا کر سوہن سنگھ مکان کے پچھلے حصے میں بیٹھی ہوئی بیٹھنے کو جا رہا تھا۔ رے تھے۔ ایک صدمہ دور دراز سے آواز دانی دانی دلا پھٹا تھا۔ اس کی جلدی صاحب نے اس کی ہنسی دال چلا

ہا۔ دوسرے وقت اس کی جلدی دال چلا تھا اس کی جلدی اس کے تائید کر کے پولیس وال چلا

لیا سوہن سنگھ نے اسے جلدی دالیں ہوتے دیکھا مگر کچھ پوچھا نہیں کیوں کیوں یاد کیا گیا ہے؟

بہن کا بلا داس کی آفت کا پیش خیمہ ثابت نہ ہو، سوچ کر ماں میں گرجا رہا ہو گا۔ چندن اوپر

کھانا کھا کر آئی۔ اُس نے بھی تاکہ وہ خاموشی سے اور جی خانے میں جا کر کام میں مشغول ہو

وہ سوہن سنگھ متحجب ہو گئے۔ یہ ان کے دونوں سرے ہوئے بیٹوں کی جہنم کنڈلیاں تھیں۔ چندن

کو ر کی جہنم کنڈلی دیکھتے ہوئے دوسوچ میں گم ہو گئے، پھر ہاتھ کی گیسر میں ملائیں۔ بتایا مگر نہ کر سکے۔

وہ بولے۔ ”مہاراج! ابھی آپ نے کہا ہے کہ ان کا پیرا گھر روشن ہے لیکن..... لیکن کیا ہے؟“

سادو ہانپنے لگا۔ ”لیکن جہنم میں بڑی بھڑائی ہے۔ قدم قدم پر کاتے بچے

ہوئے ہیں۔“ سادو ہانپنے لگا۔

”اس میں نے سزا دے مگر۔“ ان سے پوچھ کر بھی گود بھرے گی؟ کھر میں جھولاب آئے

گا؟ ”اس میں کی بات سادو میں سمجھ گئے۔ وہ کنڈلی دیکھنے لگے، پھر ہاتھ کے بغیر کہا۔

”سنان! کھ پورا ہے گا۔“ سادو نے اٹھ کر اٹھی کی پوروں پر کھٹے گئے۔ پھر چندن کی

جانب دیکھا۔ اُس کی جلی ہوئی پکڑوں میں بھی کی لڑائی تھی۔ چہرے پر بھی کی سکرانہ تھی۔ سادو

نے تبصرے میں کہا۔ ”ماں بیٹے کے لئے دھیرن رکھتی پڑے گی۔“ اس میں نے محسوس کیا جیسے وہ

بلندی سے ایک دم نیچے گر پڑی ہوں۔ وہ نہیں۔

”بتی! دھیرن رکھتی پڑے گی؟ کب تک؟“

مگر بتانے میں ان کی بات تھی۔ ”مہاراج! اب ہمارے بیٹے کا پانی ان کے پانی کی زندگی کے

محقق بتاتے۔“

سادو انہیں گھورتے ہوئے بولے۔ ”جو میرے سامنے بیٹھا ہے میں اُس کے حلق بتا سکتا

ہوں۔ اور ایک گھر کے ایک ہی آدمی کی قال نکالتا ہوں۔“

بتایا پانچ سو گئے۔ سوہن سنگھ نے بھی بات دوسرے طریقے سے پوچھ لی۔ ”تم تو ہو کے

سو بھگتے جا رہے میں جانا چاہتے تھے مہاراج۔“

سادو قہقہے دینے اور اپنی سفید داڑھی پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولے۔ ”ہو کے سو بھگتے بہت

سے ممکن لے آئیں گے۔ بار بار ان کی آگ پڑے گا۔“ یہ صرف اتنا ہی بتا سکتا ہوں۔“

اس میں پانچ سو گئے۔ سوہن سنگھ کا چہرہ پیکا پڑ گیا۔ پھر بھی چندن کو کہہ چہرے پر شامی دیکھ

کر سادو بولے۔ ”بتی! ان میں سے سوال کئے تم نے کچھ نہیں پوچھا۔ کیوں؟ معلوم ہوتا ہے

جہیں بھگوان کو پورا پورا درود ہے۔ بھگوان نے تمہارے مستقبل میں جو بھی لکھا ہے وہ جہیں حضور

ہے۔ زندگی پر اتنا برا اثر ہوتا ہے کہ انسانوں میں دیکھا ہے۔ تم جا ہو تو آخری سوال کر سکتی ہو

بتی! ”سادو کی آواز میں ہمدردی تھی۔ اسی لئے اُس کے سر نے اشارہ کر کے اُ۔ درک دیا۔ جو

چندن کو پوچھنا یا چندن جیسے تھا وہ انہوں نے پوچھا لیا۔

”مہاراج! میرا بچا جہنم کی عورت کو اٹھا کر لے گیا۔ دل میں دو رہے کہ کہیں وہ اُس سے

شادی نہ کر لے۔“ سادو نے یہ بات پوچھتے ہوئے شرابی ہے۔ ہم سب اس آئینہ میں دن

رات سے جہنم ہیں۔ کرنا کر کے اتنا دلدارہ دیتے تاکہ ان کو شامی ہو۔“ چندن نے جھٹکے

سر جھکا لیا۔ جو بات اُس کے دل میں بھی نہیں آئی اُسے یہ لوگ کیوں کھوٹا جانا چاہتے ہیں؟ اُس

نے سوچا، سادو سے کہہ دے کہ جیسے ایسا کچھ نہیں جانتا۔ میرا سو بھگتے اٹھتے ہے اس سے زیادہ میری

کوئی خواہش نہیں ہے۔ اس سو بھگتے کی کوئی حصے دارا چاہتے پھر بھی جو میرے نصیب میں ہے وہ کم

آواز بڑھائی۔ ”وہ مجھے بہت اچھی لگتی تھی۔ وہ ایک بار کہہ بھی چکی تھی کہ تہارے جیسی ساس مجھے ملی ہوئی تو۔۔۔ اس وقت مجھے اس کی بات اچھی لگتی تھی۔ مگر تیرے اوپر میں اس سے کمر میں نہیں آنے لڑوں گی۔ میں یہ کہہ دو جی ہوں۔“ ماس جی نے مجھے سے کہا اور باور جی خانے سے باہر چلے گئے۔ چونکہ دل ہی دل میں ملی ہوئی۔ ”بڑے جیسے زیادہ انہیں میری فکر ہے۔ ایسی ساس کو پانے کے لئے دوسری بھی آجائے تو مجھے کوئی فکر نہیں کرنی چاہیے۔“

○

اوپر سے بڑے صاحب کا حکم آیا ہے، اس لئے میں نے جنہیں بلایا ہے۔ ”ارجن سنگھ نے سونہن سنگھ کو بڑا الفاظ دکھا کر کہا۔ بھرتیا کی جانب دیکھ کر بولا۔ ”اچھا ہوا تم بھی ساتھ آگئے۔“ دونوں بھائی خاموش رہے۔

”گھر سے صاحب بہت خفا ہیں۔ جگت سنگھ جیسے شخص کو چھائی پر لٹکا دینے والی حکومت دیکھ کر کب تک برداشت کرے گی؟“ ارجن سنگھ نے دونوں کی جانب باری باری دیکھ کر کہا۔ وہ خاموش رہے۔ ”اب مجھے کچھ کام لینے کا حکم ملا ہے۔“ ارجن سنگھ کو دونوں کی خاموشی کھنگر رہی تھی۔ اس نے حرج دیا۔ ”میں تمہارا دکھ بھائی ہوں، یہ سمجھ کر تم کو کھنگرنا ہوں۔ مگر مجھ پر جو آئیے ضرر ہے اسے اس آیت سے کوئی غرض نہیں۔ وہ تو حرج مال میں جگا کو گرفتار دیکھنا چاہتا ہے۔ ورنہ مجھے ہٹا کر دوسرے لے آئے گا۔“ آخر میں بھی اوپر والوں کو جواب دہ ہوں۔

”جگت بات ہے۔“ بلاتی نامی نے کہا۔ ”انہوں نے لکھا ہے کہ جگا کے کچے خیزہ کرلو۔ راجستھان میں تہاری بڑی زمین ہے اس پر بھی اُن کی نظر ہے۔ سب خیزہ کر لینے کا حکم دیا گیا ہے۔“ ارجن سنگھ نے کہا۔ سونہن سنگھ کے سامنے کی تکریریں سن گئیں۔ تباہی نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا۔ ”اس کا مطلب ہے ہر کار کا بھی لوٹ چار دیواری ہے۔“

”جیسا بھی سمجھو۔ مگر تم تباہ ہو جاؤ گے۔“ ارجن سنگھ نے مزید کہا۔ ”اگر اس نے ویرہ کو ہمارے پردہ کر دیا تو اس ملک بدانتظامی نہ بگڑتی۔ اس کی بجائے اُس نے مجھے دیکھ کر ادھر اس عورت کے دُور رہنے کو کہہ کر دیا۔“

”مگر جیسے کے جرم کی سزا پاب کو کس طرح مل سکتی ہے؟ لیکن سا قانون ہے؟“ تاپا مضبوط لہجے میں بولے۔ ”یہ زمین جائیداد تو ابھی سونہن کی ہے۔ وہ زندہ ہے، جب تک جگت کا اس پر کوئی اثر نہیں۔“

”راجستھان میں تہاری جو زمین ہے اس کے بارے میں، میں نہیں جانتا تھا کہ کچھ کہوں۔ لیکن تم سننا چاہتے ہو تو سنو کہ تہارے باپ نے انور ڈاکو کی مدد کی تھی اور حکومت کو تاراجی میں رکھ کر ایک طرف انہیں لے انور ڈاکو سے ساز باز کر لی تھی، دوسری طرف حکومت سے بڑے لے لیا تھا کہ انور ڈاکو کو حکومت کو بریٹان میں کرے گا۔ اس کے سنے میں حکومت سے وہ زمین تم لوگوں کو تفصیل میں ملی تھی۔ مگر اب حکومت اُس زمین کو واپس بھی لے سکتی ہے۔“ ارجن سنگھ نے گرم لہجے میں ضرب لگائی۔

”جی۔ جب وہ ساموئل نکال کر گیا تھا، اُس وقت سے ساس اور سسر کی کبھی آپس میں سرگوشیاں کرتے نظر آتے تھے۔ چندن کو ساموئل کی بات سے اطمینان تھا۔ وہاں۔۔۔ جب سب ٹھیک ہوا ہے تو پھر بہت کیوں باری جائے؟“

سونہن سنگھ نے بگڑی سر پر دھک کر جاتے ہوئے ماس جی سے کہا۔ ”میں بڑے بھائی کو لے کر ارجن سنگھ کے پاس جا رہوں۔ تم فکر نہ کرنا۔“

اُن کے جانے کے بعد ماس جی نے صمد روڈا سے کی کوڑی بند کر لی اور باور جی خانے کی جانب بڑھیں۔ ”بھئی اتم سے ایک بات پوچھنے کوئی چاہتا ہے۔“ ماس جی نے کہا۔

”ضرور پوچھیں ماس جی۔“ چندن کے کمرے کے الفاظ ماس جی کو ابھن میں ڈال رہے تھے۔ کوئی غلط بات کہہ کر اس کے دل کو کیوں دکھایا جائے؟ وہ اس خیال سے خاموش ہو گئے۔

”کچھ نہیں۔۔۔ کوئی خاص بات نہیں۔“ یہ کہہ کر وہ لوٹنے لگیں مگر چندن نے انہیں روک لیا۔ ”ماس جی! کہہ دو کہ تو ماس جی کو بوجھ لگا ہوا ہے۔۔۔ کچھ دوسری باتیں کہہ کر چندن کے چاروں سے آپ مجھے دیکھ کر ابھن محسوس کر رہی ہیں مگر مجھ سے آپ کچھ بھی نہیں کہیں۔ آپ تو مجھے ڈانٹنے کا حق بھی رکھتی ہیں۔“ چندن نے مسکرا کر پیٹنے لہجے میں کہا۔

”اے میری بھولی بھوا! ماس جی نہیں دیں۔“ ماس نے کہا کہ میں جنہیں ڈانٹنے آئی ہوں؟“ ”مگر میں کوئی ڈانٹنے والا نہ ہوں تو ایسا کچھ بھی نہ کہتا ہے۔“ چندن نے کام کرتے ہوئے کہا۔

”تجاس کیا پوچھتا ہے؟“ ”چندن اتم کتنی کھسی ہو، یہ نہیں جانتی ہوئی۔ یہی وجہ ہے کہ تمہیں دیکھ کر دکھ ہوتا ہے۔“ ماس جی بھاری آواز میں بولیں۔

”دکھ کچھ میں ہم سب ساتھ ہیں ماس جی!“ چندن نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔ ”جی! اب تھ دوسری شادی کر لے کر گیا ہوگا؟“ ماس جی نے بڑی ہمت کر کے پوچھا۔

”کیا ہوگا؟ مگر میں دوسری بھو آئی۔“ ہم دونوں کی آپ کی خدمت کریں گی۔ مجھے تو ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے آپ مجھ اور پوچھیں گی۔“ چندن نے جتنے ہوئے کہا۔ اُس کے سوتیلے جیسے دانت چٹکے گئے۔

”چندن!۔۔۔“ ماس جی بولیں۔ ”مگر میں مانگن اچھی ہوتی ہے مگر مومن کی ہوتی ہے۔ تم میرا خیال کرتی ہو مگر اپنے خلتی بھی سوچا۔“

”سب تو میں ایک نہیں ہوتیں۔“ چندن کا قد رت پر اعتماد کافی مضبوط تھا۔ ماس جی ابھن آہستہ نظر دے چندن کو کیٹنے لگیں۔

”یہ تو ہم کس طرح تانتے ہیں بیٹی! کہ ویرہ۔۔۔ اس گھر میں آنے کے بعد ہمارے ساتھ کیا سلوک روا رکھے گی مگر۔۔۔“

”ویرہ!۔۔۔“ چندن کی آنکھیں پھلن گئیں۔ ”آپ سے یہ سُننے کے کیا کہ۔۔۔“

”کیسے گا۔۔۔“ میں جانتی ہوں کہ ویرہ کس کرنے کی خاطر جگت سب سے لارہا ہو مگر یہی کہے گا۔ ان دونوں کو ایک دوسرے سے بے پناہ پیار ہے۔“ ماس جی کی آنکھیں بیگم لگیں اور

"بھڑکیا کرنا چاہئے؟" سوہن نگہ نے گھبرا کر پوچھا۔  
 کچھ دیر تک ارجن نگہ انہیں گہری نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ پھر آہستہ سے بولا۔ "جکت سے کہو کہ  
 وہ خود کو قانون کے حوالے کر دے۔"

"مگر کیا کوئی باپ بیٹے سے یہ کہہ سکتا ہے کہ پٹائی پر چڑھ جائے؟" تابیائے پوچھا۔  
 "میں چٹائی پر چڑھنے کے لئے نہیں کہہ رہا بلکہ قانون کا احترام کرنے کے لئے کہہ رہا ہوں۔"

ارجن نگہ نے جواب دیا۔  
 "ہم کبھی نہیں، آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟"  
 "جکت حکومت سے معافی مانگ لے۔" ارجن نگہ آہستہ آہستہ اصل بات پر آ رہا تھا۔  
 "اگر حکومت معاف نہ کرے پھر؟" تابیائے حادہ انداز میں کہنے لگے تیار نہیں تھے۔

"اندرونی طور پر سب سمجھ لیا جائے گا۔ حکومت جکت کو بائبل تو خیر معاف نہیں کر سکتی البتہ چار  
 پانچ سال کی جیل جکت کو زندگی بھر کا حکم ہو جائے گا۔"

"اور آپ کو بھی اطمینان ہو جائے گا۔" تابیائے کہ میں میں یہ فقرہ آیا مگر وہ اذیت نہ کر سکے۔  
 "جکت کو ممانا مشکل ہے۔" سوہن نگہ نے سر ہلا کر کہا۔

"پھر اس کے عوض زمین چھینا اور اسے فریڈ اپنا باغیچہ بنواؤ گے۔ یہ حکم دلا نہیں جاسکتا۔ ابھی  
 وقت ہے مگر بعد میں سمجھتا ہے کہ اس طرح کی بات کیا وقت بھر ہاتھ نہیں آئے گی۔"

سوہن نگہ اور تابیائے ایک دوسرے کو سواہ نظروں سے دیکھنے کے لیے جیسے ایک دوسرے سے پوچھ  
 رہے ہوں کہ اب کیا کیا جائے؟ یہ جانتا مشکل تھا کہ ارجن نگہ کے دل میں کیا ہے؟ کیا خبر ارجن  
 نگہ اپنی بات سے کمر جائے یا حکومت جکا کو معاف نہ کرنے اور چٹائی پر چڑھا دے اس صورت

میں بیٹے ہاتھ میں اس طرح ارجن نگہ کے ہاتھ میں دیا جاسکتا ہے؟  
 "تم لوگ اگر میری بات پر سوچنا چاہتے ہو تو میں تمہیں کچھ وقت اور دے سکتا ہوں۔" ارجن  
 نگہ نے تباہی طلب کرنے والے انداز میں کہا۔

"ٹھیک ہے۔" ہم مگر جا کر سوچیں گے۔ مگر اس مسئلے میں جکت سے کس طرح ملا جائے یہ ایک  
 سوال ہے۔" تابیائے جگا، ارجن نگہ کیسے دیا۔  
 "تم لوگ جگا سے نہیں کہیں گے، میں یہ نہیں مان سکتا۔ پیغام کا تار کو ہونا ہوگا؟"

اب تابیائے جگا بال نہیں کہتے تھے۔ "جب سے مگر چھوڑ کر گیا ہے اس کے بعد سے میں نے  
 اس کا چہرہ نہیں دیکھا۔"

"تو پھر میری بات اسے سمجھاؤ۔ پھر میری زندگی وہ تہا میری نظروں کے سامنے رہے گا۔"  
 "جیسی بھلائی کی مرضی۔" یہ کہہ کر دونوں نے ارجن نگہ سے اجازت لی اور آگے بڑھنے  
 لگے۔ ارجن نگہ انہیں جاتے ہوئے دیکھ کر سوچ رہا تھا کہ اس کا تیر تیرنے پر لگے گا یا نہیں؟

باہر آ کر سوہن نگہ نے کہا۔ "میں جکت سے تابیائے بات کر لی چاہئے۔ اگر وہ یہ کام ہاتھ میں  
 لے لیں تو جکت کو ممانا جاسکتا ہے۔ مگر اس سے پہلے ارجن نگہ کی چال سمجھ لیتی چاہئے، لیکن وہ  
 ہمیں پھنسا رہا ہے۔" تابیائے گہری سوچ میں ڈوبے ہوئے تھے۔ آسمان پر سورج بادلوں سے مگر گیا

تھا۔ کسی بھی وقت بارش کے ٹوٹ پڑنے کا اندیشہ موجود تھا اس لئے وہ تیز تر قدموں سے مگر کی  
 جانب بڑھنے لگے۔

سوچتے سوچتے سوہن نگہ کی آنکھ نہ جانے کب گنگ گئی۔ چاروں نے وہ سخت الجھن میں گرفتار  
 تھے۔ باران کے ذہن میں ارجن نگہ کے ادا کے ہوئے الفاظ کو گونج جاتے جن میں دھکی بھی گئی  
 ابورولا بھی۔

دھرم پر جا کر انہوں نے سر کو ساڑھی کا قال اور ارجن نگہ کی پیشکش سے متعلق آگاہ کر دیا تھا۔  
 تابیائے ہوشیار آدمی بھی یہ باتیں سن کر الجھن میں پڑ گئے تھے۔

جکت کا پٹائی باز بنادو کر کے پولیس کا ناخ ہوا جائے یہ ناممکن تھا۔ پھر دشمن کی صورت کو مگر  
 میں بھڑائی بھی کسی طرح؟ جکت اگر دھرم سے شادی کر لے اس صورت میں ان کے لئے ان کا  
 نو سر کرنے کے برابر تھا۔ پھر ارجن نگہ کے کہنے کے مطابق جکت کو بنادو سے روک دینا کس

طرح ممکن تھا؟ جکت انہوں نے خود اس کے ذہن میں انتظام کی آگ بھڑکی تھی۔ اب یہ کس کس  
 طرح بھڑکی جائیگی؟ تابیائے دلداد سے کہتا تھا۔

"دیکھنا ہوں، شاید کوئی راستہ سوچ جائے۔ دشمن دن تک میں خود تہا رہے پاس آؤں گا۔"  
 مگر آج چوتھے دن بھی تابیائے آئے تھے اس لئے آج سوہن نگہ بڑی مشکل سے سوتے تھے۔  
 چٹائی پر آمد سے میں دھماکہ ہوا اور وہ چونک کر بیٹھ گئے۔ "کون ہے؟..."

"میں ہوں باپو۔" جکت کی آواز سنی دی۔  
 سوہن نگہ پر آمد کے پاس جا کر کھڑے ہو گئے۔ اس وقت نے انہیں پر نام (سلام) کیا۔  
 چٹائی ان کے منہ سے نکلا۔ "کبھی رو بیٹا۔" پھر انہیں یاد آیا کہ جکت جب انہیں پولیس کی

زبانت سے چڑھانے آیا تھا تو وہ اس سے باتیں ہو گئے تھے۔ جکت نے منہ سے نقاب الگ کر  
 لے کر جوتے ادا دے اور آہستہ سے پوچھا۔

"سب ٹھیک تو ہیں؟" سوہن نگہ نے سر جکا کر اثبات میں جواب دیا اور لائین کی لو کچھ اور  
 بڑادی۔ آج ادا ڈرا اور کھینچ گیا۔ ابا لے میں نے کچھ دیکھ کر انہیں مسرت ہو رہی تھی۔ انہوں  
 نے جکت کو انہوں میں سببت کیا۔

"بیٹا! تم جیسا ایسے ہی دم ابا لے آتے ہو۔ اور ابھی تمہیں جی بھر کے ہم دیکھ بھی نہیں  
 تے کہ تم آنکھوں سے اوپر مل جاتے ہو۔"

ماں جی دو روٹے میں کھڑی باپ بیٹے کا ملن دیکھ رہی تھیں۔ جکت نے انہیں دیکھا اور فوراً  
 ذہن چھوٹنے کے لئے ان کی طرف بڑھا۔ "اے! اس نے پکارا اور ماں کے بیٹے سے سر کا  
 لٹکا موش ہو گیا۔" ماں اس کی پشت پر ہاتھ بھیرنے لگی۔

"ارے بیٹا! ہوا آیا ہے۔ پہلے کپڑے تبدیل کر لے! میں کرنا مگر پرانے پکا کر لاتی ہوں۔"  
 سامنے چار مگر آواز میں کہا۔ "جکت مگر آیا۔"

"اے! آج مگر تک کوئی بھوکا رہتا ہے؟"  
 "بیٹا! میری دولت میں تو تم جب سے مگر چھوڑ کر گئے ہو بھوکے ہی ہو۔ میرے ہاتھ سے



باپ نے اپنا اور حورا جملہ مکمل کر دیا۔

”بہتر ہے۔“ ماں جی، باپ اور چندین پر نظر ڈالو ہوا جکت بولا۔

چندین بھی اوری کرے سے بچے کی گئی تھی۔ وہ تینوں جکت جاتے دیکھتے رہے۔ چندری کو بعد جکت کی گھوڑی کی ناچیں زور دہتی ہوئی سنائی دیتے لگیں۔

○

میں آوی، تیس رات گئیں اور تقریباً چار جھڑپوں کے لئے کافی رہنے والے کا توں اور دھوڑے اور حصے آتی ہوئی رقم اور دیواریات لئے کر کر پال اور ہوشیار جکت کے گروہ سے الگ گئے۔ جب غصے بنت رہے تھے اس وقت ہومان آداس نظروں سے اُن کو گول کو دیکھ رہا تھا۔

مکی سے سب کچھ ایسی نظروں سے دیکھ رہی تھی جسے اس کی وہ ذمہ دار ہو۔

”تم تم سے جدا ہو رہے ہیں۔ مگر ہمارے دل جدا نہیں ہوں گے۔ ہماری جائیداد میں ہاٹیں یا حصے دار آہیں میں بٹا رہا کروں ان کے درمیان عداوت نہیں ہوتی۔ ساتھ رہنے سے آگے دوسرے کے دل خراب ہوں اور کوئی غلط بات ہو جائے اس سے الگ ہو جانا بہتر ہے۔ ہمارے درمیان اتحاد قائم رہے گا۔“

”مے بٹنے کے بعد آخری کھانے پر ہوشیار اور کر پال ہوشیار اس طرح یقین دہانی کر رہے تھے۔

”تو سب موقع پر پتہ چلے گا۔“ مکی نے آخر میں کہا۔ ”ہم اپنے طریقے سے ڈاکے ڈال گے، تم لوگ اپنے طریقے سے کام کرو۔ مگر ہمیں یہ خیال رکھنا ہے کہ کسی غلطی کی بنا پر ہمارے درمیان ٹکراؤ نہ ہو جائے۔“

”ارے۔۔۔ یہ کیا بات کر رہے ہو؟“ کر پال نے وزن دار لہجے میں کہا۔ ”ہماری ایسی د دوستی کے بعد آپس میں ٹکراؤ کس طرح ہو سکتا ہے؟ ہم دوست ہیں۔ جبکہ پولیس ہم دونوں کی ڈ ہے۔“

”میں تو یہ کہتا ہوں کہ ضرورت پڑنے پر تمہاری مدد کو ہم لوگ دوڑ پڑیں گے۔“ ہوشیار یقین دلایا۔

”مگر پولیس ہمارے درمیان اختلافات کا فائدہ اٹھانے کی خاطر ہمیں آپس میں لڑانے کو شش کرے گی۔ یہ یاد رکھنا!۔“ مکی نے دلیل دیتے ہوئے کہا۔

اس دوران سب کو یاد آکر جکت نے اُن کی تک کوئی بات نہیں کی تھی۔ اُس کی خاموشی کر پا سکتے تھے۔ ”کیوں جکت انہیں کچھ نہیں کہتا؟“

جکت نے کر پال اور ہوشیار کو گہری نظروں سے دیکھا، پھر تجھے ہونے لگے میں بولا۔

”مجھے کچھ نہیں کہنا۔“ پھر چرائے میں نکلا جاتا ہوا بولا۔ ”اتنا یاد رکھنا جس بھی ڈاکہ ڈالو اور نام کا استعمال نہ کرنا اور نہ ہی ہمارے پیٹیا کو جھگڑنا۔ تم اپنے راستے پر چلتا ہمارے اپنے راستے پر چلے گئے۔“

اس کے بعد خاموشی چھا گئی۔ کر پال اور ہوشیار نے محسوس کیا کہ جکت ناراض ہے۔ ویرا بارے میں اُس نے جو طریقہ اپنایا تھا وہ جکت کو کھٹک گیا۔

”جکت اہم راضی خوشی سے الگ ہو رہے ہیں تو تم ایسی بات کیوں کر رہے ہو؟“ کر پال نے کہا۔

”دوست! اگ ہونے میں مجھے کوئی اعتراض نہیں۔“ جکت نے جواب دیا۔ ”مگر ویرا کا نام ہومان میں لا کر تم نے یہ زور مار کھلا ہے یہ بات میں نہیں بھول سکتا۔ ویرا کو تم کیا کچھ پیٹتے ہو؟ مگر کچھ نہیں۔ اس وقت جب ہم جدا ہو رہے ہیں تو میں نہیں جانتا کہ آپس میں کئی پیدا ہو اس لئے ایسا بات کہیں تک نہ رہے۔“ جکت کی آواز میں ناراضگی صاف جھلک رہی تھی۔

تھنک شب کو ہوشیار کو کر پال نے ساجی اور سامان لئے کر روانہ ہو گئے۔ کچھ دیر بعد جکت نے مکی سے کہا۔ ”ہم دیکھنے کے اندر یہ کچھ تبدیل کر دیں گے۔ کر پال اور ہوشیار پر مجھے مکمل اعتماد ہے۔ اُن کی اُس کے ایک دوسری قابل اعتبار نہیں ہیں۔ وہ اگ ہونے کے بعد سب سے پہلے ہمارے طبقہ پولیس سے تجزی کر دیں گے اس لئے ایسا کرنا بہت ضروری ہے۔“

جی جکت جی کر اور تمام انتظامات سے قادر ہو کر جکت ناٹے سے بٹنے کے لئے جانے کی تیاریاں کرنے لگا۔ مکی نے اُسے اکلا جانے سے منع کیا مگر وہ نہیں مانا۔

”تم فکر نہ کرو۔ کل وہ یہ تک لوٹ آؤں گا۔“

”جنگن وہاں سے فوراً چلا گیا۔ جکت اب اور ویرا کو کتنا مل گئی۔ ویرا نے کہا۔ ”میں نہیں بتاؤں گے نا؟“

”ویرا! میں نے بھی کوئی بات تم سے نہیں چھپائی۔ باپ نے صرف اتنا کہا تھا کہ جلدی ناٹا سے ہمارے ویرا کو میری سوچ میں غرق ہو گئی۔“ کیوں میری بات پر نہیں احتجاج نہیں ویرا؟“

”کیوں کیا کر رہے ہو جکت؟“ ویرا نے اپنی جھگڑا انہیں جکت کی آنکھوں میں ڈال کر کہا۔

”آپ کی بات پر مجھے احتجاج ہے۔ مگر میں محسوس کر رہی ہوں کہ نا ضرور میری بات کر دیں گے۔“

”تو کچھ نہیں بولا۔“ ویرا نے اُس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر کہا۔ ”آپ مجھ سے الگ نہ ہونے کے لئے اتنی خدشہ کن کرتے ہیں؟“

”انتظام اور محبت ان دونوں پر اثر! اصول چٹان کی طرح ہے۔“ جکت نے مضبوط لہجے میں کہا۔

”جکت؟“ ویرا دھمکے لہجے میں بولی۔

”ہاں ویرا! جی جی موت ہو جس سے میں نے ہوش سنبھالنے کے بعد مکمل بار محبت کی۔“ جی جی محبت پر اعتراض تو نہیں؟“

ویرا نے درد بھری ایک نظر جکت کے چہرے پر ڈال کر سر جھکا لیا۔ اُس کے سرخ ہونٹ لپٹنے لگے اور کسی جگہوں پر مسموئی لڑنے لگے۔ ”جو میرے فیصلے میں نہیں، اس کے لئے میں کر کے آپ کو اور دوسروں کو پریشان کرنے کی مجھ میں ہمت نہیں۔“ وہ کچھ دیر تک کر پال کے آپ کے پیادہ کی جوتی دار پہ اس میں، میں کس طرح حصے دار بن سکتی ہوں؟“ ویرا کی آنکھیں پانی سے بھری ہوئی تھیں۔

”ویرا! کیا یہ ارہمی کسی کی حق یا میری کچھ ہے؟“ جکت نے سوال کیا۔

”عورت اپنے شوہر پر پیار کا حق رکھتی ہے۔ میں صرف اتنا چاہتی ہوں۔“  
”مگر سب عورتیں ایسی نہیں ہوتیں اور اور چند عورتیں ایسی نہیں ہے۔“

دیر و جنت کو فورا سے دیکھنے لگی۔ ”یہ کس نے کہا؟“

”چند نئے۔“ جنت بولا۔ پھر دل کی بات کہہ دی۔ ”اگر تم نصیب کی بات کرتی ہو تو میرے نصیب میں دوسری عورت ہے۔ یہ بھی چند نئے سے ہی مجھے بتایا اور وہ بھی جتنے ہوئے۔“

”وہ شاید ہے۔“ عداوت کر رہی تھی۔ آپ کا زمانہ چاہتا ہو گی۔  
”نہیں اور! وہ کسی شہنشاہی سے قال دیکھ کر کہا ہے کہ میرے نصیب میں دوسری عورتیں ہیں۔ جی ہاں کہ چند نئے کے علاوہ مگر وہ انہی کے اچھے سے پریشان ہیں۔“ جنت نے مسکرا کر کہا۔ دیر و غما ہوئی۔ اس کی وجہ سے جنت نے کمر میں جھڑا شروع ہوا جانے کا اس خیال سے اس کا دل لرز گیا۔  
”آپ کو نانا نے شاید ہی لے لایا ہوگا۔“

جنت دیر و کی بات پر مسکرائی۔ ”میں نانا سے کہہ دوں گا کہ باجوں کی کیڑوں میں جو کچھ ہے اسے مٹانے کے لئے وہ کیوں بھڑکیں؟“  
”ایسا کہہ کر مگر دالوں بے بناؤت کریں گے؟“

”وہ تو کر چکا ہوں۔ عورت اگر مگر چھوڑ کر فرار ہو جائے تو اسے لوگ ڈاکو سے زیادہ خطرناک سمجھتے ہیں۔“

”اب مجھے نہیں ہوتا ہے کہ میں نے ظلم کی کمی۔“ دیر و کی آنکھیں پھر اٹھیں۔ ”کاش اب بجائے میں جل مری ہوتی تو آج آپ کی زندگی میں شے نہ بچرکتے۔ جس چند نئے مجھے چاہا کی خاطر آپ کو بیٹھ بٹھوایا میں اس سے خدائی کس طرح کر سکتی ہوں؟“ دیر و ہلک ہلک کر بولا۔  
”وہ زمانہ سے مجھ کو نہ کتنے کے باوجود جنت کے چار کی پیاس تھی۔ بڑی مشکل سے وہ اپنے آپ کو قابو میں رکھتی شاید اس کے کسی غلام قدم سے جنت کی زندگی آخر میں ہی ختم ہو جائے۔ سب فطم ہو جائے۔ وہ اس ڈر سے اپنے آپ کو روک رہی تھی۔ کچھ میرا فاضل رہی۔“

”مجھے یاد ہو..... میں جا رہا ہوں۔“ جنت نے کہا۔ دیر و کی سسکیاں ڈگ نکلیں۔  
”مجھے آپ سے یہ ایک بات پر پھنسی ہے۔ ابھی آپ نے کہا تھا کہ انتقام اور پیار میں آپ انتقام سے نہیں لپکتے۔“ دیر و نے جنت سے کہا۔

”ہاں دیر و.....“ جنت دیر و کی بات سننے کو بے تاب ہو گیا۔  
”اگر انتقام اور پیار آئے ساتھ ہوں اس صورت میں آپ کیا کریں گے؟“ دیر و نے کہا۔ اب جواب سننے کی باری دیر و کی تھی۔

”میں تہہ زاری بات نہیں سمجھا رہی۔“ جنت نے اُنھیں اُچھڑے لیے میں کہا۔  
”یہ سب کچھ کہ پیاد کی خاطر اگر آپ کو انتقام موقوف رکھنا پڑے تو کیا آپ انتقام لینا چھوڑا کریں گے؟“

”کس کے خلاف انتقام کی بات کر رہی ہوں؟“ جنت بڑبڑایا۔ وہ سوچ رہا تھا شاید دیر و اس شوہر کے خلاف انتقام نہ قبول جانے کی بات کر رہی ہے۔

”آپ سوچتے تھے اس کے لئے ہے کہ آپ انتقام کی خاطر اپنے پیار کو چھوڑنے پر تیار ہو جائیں گے۔“ دیر و نے ایک ایک لفظ پر زور دے کر کہا۔

”نہیں دیر و! میں یہ سوچ رہا تھا کہ تم کس سے انتقام کی بات کر رہی ہو؟“ جنت نے کہا۔  
”بہن! یہ انتقام کی بات کر رہی ہوں۔“ آپ اپنے نانا کے ساتھ جب گھر آئے، ہمارے گھر میں لوگ کہہ رہے تھے کہ نانا کا بیٹا آگیا ہے۔ گاؤں کے لوگ کہہ رہے تھے پرانی انتقام کی آگ پھر بھڑک اٹھی۔ جب میں نے آپ کو کوئی بار دیکھا تو اتنی وقت دل میں عجب کراہتا تھا کہ میں ایسا نہیں ہونے دوں گی۔“ دیر و سانس لینے کے لئے تکیا پھر بولی۔ ”آپ کے دودھ پانی اسی انتقام کی آگ میں جل گئے۔ آپ کی ماں سے مجھے محبت تھی۔ اب میرا بیٹا بھی اگر دشمنی کی بیجٹ چڑھ گیا تو اس صورت میں اُن کا دل بھٹ جائے گا میں یہی سوچ رہی تھی۔ مجھے یقین تھا کہ آپ کو بچھانے میں کامیاب ہو جاؤں گی۔ مگر اس سے پہلے آگ بھڑک اٹھی۔ میرے گھر کے لوگوں نے میری راہ نہ روک لی۔ پہلے چنگار پھیل کر پھیل کر پھیل کر آپ کے ہاتھوں تکن کا کل۔“ میرے تمام منصوبے خاک میں مل گئے۔

”نانا کہہ کر دیر و جنت کو دیکھنے لگی۔  
”مجھے تکن کو کس لئے قتل کرنا پڑا؟“ جنت نے پوچھا۔

”اس لئے کہ اس علاقے کی میری حرمت پامال کرنے کی کوشش کی تھی۔ آپ کو پتہ چل گیا۔“

”اب مجھے یہ بدلے سے جا کر دیتے ہیں یہ مجھے پتہ تھا۔ پیاد میں سہانی ہونا تھا میں جنت اُچھاٹوں وہ پیاد انتقام کی آگ بھڑکانے میں کام آیا۔ اسی لئے میں آج پوچھ رہی ہوں کہ پیاد کی خاطر آپ انتقام کو چھوڑ سکیں گے؟“

”تم تو اس کریمین ڈاکڑ جیسی بات کرتی ہو۔“ جنت نے ہنس کر کہا۔ ”مگر مخالف لوگ جب دشمنی پڑھا نا چاہتے ہوں تو میں ایسا کیا کر سکتا ہوں؟“

”آپ انکے نہیں ہیں۔ میں آپ کے ساتھ ہوں اور ہوں گی۔“ دیر و نے مضبوط لہجے میں کہا، پھر ابھری۔ ”یہ نانا سے میری وجہ ہے۔ جھڑا ڈاکڑ میں یہی کہنے کے لئے میں نے آج اتنی بات کی ہے۔“

”اچھا، پھر میں چلا۔“ یہ کہہ کر جنت نے دیر و کو پیاد بھری نظروں سے دیکھا۔ ”میری فکر نہ کرنا۔“

”اچھی بات ہے۔ آپ کی دہائی کے بعد فکر نہیں کر دوں گی۔“ دیر و نے مسکرا کر کہا۔

گھوڑی کی پشت پر کھڑے ہو کر وہ برآمدے کی دیوار پر چڑھ گیا اور اندر جھٹ لگا دی۔ آسمان صاف تھا۔ برآمدے میں ہی چار پائی چمکا کر نانا گھڑی بندھ سہ رہے تھے۔ دیر و ایک کتاب بھوک کر امول ہو گیا۔ دیر و کے رات کا سناٹا پھیلا ہوا تھا۔ جنت نے آگے بڑھ کر دیر و کے کونوں اور گھوڑی کے برآمدے میں داخل کر دی۔ پھر دیر و باز نہ کر دیا۔ دیر و نے آواز سے نانا جاگ اُٹھے۔

چند منٹ کی گھنٹوں کی روشنی نانا پر چلی گئی پھر چمکی گھوڑی کو دیکھ کر وہ کچھ گئے کہ کون آیا ہے۔ پھر

جہنم میں سے ہوئے۔ ”وہ تمہاری زمین و جانیدار قسم کرتا چاہتا ہے۔ اور تمہارے دادا کی زمین  
 اسی ان کی نظر ہے۔ کہے جاتے ہیں انور ذاکو کے دور پر وہ زمین اٹھیں گی۔ اسی چکا ذاکو کے بھانے  
 میں سے ہے۔“ ثانی کی آواز بلند ہو رہی تھی۔ اسی کے ساتھ باہر سے کچھ کڑواہٹ کی آواز سن  
 رہی تھی۔ وہ خاموش ہو گئے۔ پھر حرکت کیا بازو تھام کر ہوئے۔ ”چلو اندر چل کر بات کریں گے۔ یہاں  
 کی کوئی گڑبہ نہ ہو گا۔“ پھر اندر جا کر بیٹھ گئے۔ جیت نے کوئی بات نہیں کی۔ ثانی کو یوں اڑا۔

”تمہارے باپ کا مکان کی سڑک کرنے کی بات کر رہے ہیں۔“  
 ”اُن کے باپ کا مال ہے جو سڑک کر لیں گے؟“ جگت فیض نے ہنس کر بولا۔ ”مضبوطی لانے  
 ازخود سچ کر لیں جائے گا۔“ جگت محسوس کر رہا تھا جیسے باہمت آہی پولیس کی دھمکیاں دہرا رہا ہے۔  
 ”جگت! یہ اتنی جگت کی بدراشتی ہے باہر جی۔“ نانا اُچھی اُچھی دھمکیوں سے گھبرا گئے۔  
 ”جگت! اس گھر پر اپنے بھائی کے باپ کا مکان ہے۔ گھر کی مضبوطی لانے والے کو گھر کیل کر دو گے تو  
 کلین پولیس تمہارے باپ کو گھر کے جرم میں ملوث کر لے گی۔ اس کی حرکت کرنے کے لئے اُن  
 ہاتھ میں قوت اور قانون دونوں ہیں۔ اس کے بعد تمہارے باپ کو کھجھلی پہناتا اُن کے لئے  
 بات نہیں ہے۔“ نانا نے غصے سے ہاتھ لہسے کہا۔

[illegible]

”پھر بھی میں اپنی تمام تر طاقت کام میں لاؤں گا۔ سارا بختاب کہہ اٹھے گا جیسا کوئی ڈاکو“۔

بہ ناصائل بات برآگئے۔ ”ارجن ٹکھ نے دوسری بات بھی کہی ہے۔“ مگر جنت نے اُن کی پچھچھا کر ارجن ٹکھ کیسا چاہتا ہے؟ ”نانا نے کہا۔ ”وہ کہہ رہا ہے کہ جنت کو یوں دت سے روک دیں چارہ سال کی قید کر کے اُس کی جان چمڑاؤں گا۔“ باقی ساری زندگی آرام سے گزار سکے

’ہاں.....!’ جگت غصے میں کھڑا ہو گیا۔ اُس کی سانس تیزی سے چل رہی تھیں اور چہرہ سرخ  
 تھا۔ اُس کی منہاں کس کس نے... ہاں سمجھ گئے کہ شیر بگڑ گیا ہے۔ وہ خاموش رہے۔

اپنی جگہ اور وہی ہوتا تو کسی ایسی زبان پر بندھوں کی نال رکھ کر کہا ہوتا۔ "جنت نے  
 جیسا کر کہا۔ اُس کے چہرے پر پیسے کے قلعے جھگڑ رہے تھے جیسے اندر بھڑکی ہوئی آگ  
 بجاپ تاکہ باہر نکال دے گی۔ اُس نے سوجاؤہ پیش میں کچھ زیادہ ہی آگے بڑھ گیا ہے۔  
 چاہے تو آگے چاٹنا بھی مار سکتے تھے۔ مگر ٹانے نے اپنی آستین سے چہرے کا پینڈ خفگ کیا۔

خود ہی دھیسے لپچے میں ہوے۔

”اڈا کونسا؟ سو برس چودہ، تمہیں یاد دکر ہوا سو یا تھا۔“ حجت ہانا قدروں پر چکا  
نے اسے اٹھا کر بیٹنے سے لگا لیا۔ پھر ساتھ ہی چا پائی پر بٹھا دیا۔ ”آج بارش نہیں۔ یہ اچھا  
ورنہ تمہیں بھیٹے ہوئے آتے۔“ ہانا نے حجت سے کہا۔  
”کونسا؟“ حجت نے ہار سے لے کر موبیل فون ہے کیونکہ گھڑی کی گچھن سناں نہیں دیتی۔ ”حجت  
سکر کر ہانا۔“

نانا نے اب گھوڑی کی جانب دیکھا۔ "اے ہاں..... تاک کو کھینچنے کے خیال میں نہیں  
 دیکھو اس طرف آنے کے لئے کتنا زور لگا رہی ہے۔" نانا نے کہا اور جلی کر تاک کے پاس  
 پھر اس کی پیٹھ پر چارے ہاتھ پھیرنے لگے۔ تاک خوش ہو کر تاناکے جسم سے گردن اٹکڑنے آ  
 انہوں نے لاڈ کہا۔

”ماں! بہت دنوں بعد ملی ہے۔ کیوں؟ جنت کا پورا خیال رکھنا۔“ پھر وہ جنت کا پاس آ جیٹھ گئے۔ ”میں چلتے ہاں ہوں، بھڑکی ہوئی۔“ ”نانے جنت سے کہا۔ جنت جب چھوڑا تھا تو جنت سے دیکھ رہا تھا کہ کتنا کوکھڑی سے بہت محبت تھی۔ ایک بار وہ دوسرے کا کون چارے کی وقت کسی نے اُن کی کوکھڑی کو چھیل دیا۔ وہ فوراً بے اثر آئے اور اس شخص کو چاٹنا شروع کر دیے۔“ پھر جنت سے اس لئے اس پر ظلم کر رہے ہو؟“ پھر جنت کوکھڑی کی ہر حرکت کرتے ہوئے

”اس گونے جانور کو اپنے ساتھی کی طرح سنبھالنا۔ اگر یہ شدید زخمی ہو جائے تو اس صورت میں ایسے تڑپانا نہیں بلکہ فوراً گولی مار دینا۔ سمجھے؟“

کھوڑی کے لئے چنے لگاتے ہوئے ٹانا سوچ رہے تھے کہ جگت سے بات کہہ کر طرح طرح سے بچائے؟ آٹھ دن سے ایک ہی الجھا ہوا مسئلہ اُن کے ذہن میں گھبراہٹ ڈال رہا تھا۔ دو چکر لپٹ کر جسے جگت کہ بنادت کے راستے سے طرح طرح داہکی لائیں؟ اور یہ کسی کی بھلائی میں بھی۔

”پولیس اسپیکر اور جن سٹک ہم پر دھاوا ڈالنے کی کوشش کر رہا ہے۔ تیرے باپ کو اس نے بلایا تو ان کے ساتھ تیرے تایا بھی گئے تھے۔ پتہ چلا ہے کہ اسے انگریز افسر نے تختی کے اقدامات کرنے لکھ دیا ہے۔“

”اُس کی سختی سے کون زور ہے نانا؟“ جگت نے رُعب سے کہا۔ ”موت کا زور ہوتا تو بے جاوت“

”محرکات! اس میں اب تجھ اکیلے کی بات نہیں ہے۔ وہ لوگ تیرے سامنے خاندان کو برا بھلا کہتا ہے۔“

”کتنی؟“

”جب تک میں زندہ ہوں وہ کسی طرح میرے لوگوں کو کسی پریشانی میں مبتلا کر کے نہیں اُن کے خاندانوں کو نیست و نابود کر دے گا۔“



"نانا! میں ضرور سوچوں گا۔ مگر اگر جن تکھ جیسے بے ایمان فحش پر اعتماد کرو گے تو مجھے اپنے ہمت کے منہ میں دھکیل دو گے۔ اس سے بھرتی ہو گئی ہے کہ پولیس سے لڑتا ہوا بہادری سے اٹھیں۔ آپ مجھ سے سوچنے کے لئے کہہ رہے ہیں۔ میں بھی آپ سے سوچنے کی انتظار کر رہا ہوں۔ آپ کو صاف کرنے والے پولیس آفیسر میں نے نہیں دیکھے۔ ہاں، ایسا بہانہ بنا کر دیا دینے ضرور دیکھتے ہیں۔" جگت نے کہا اور تیزی سے باہر نکل گیا۔



"جگت! اچھا ہوا تمہارے دل میں جو حق تم نے کہہ دیا۔ تمہاری عمر میں اگر میرے باپ بھی یہ کہتے تو میں بھی یہی جواب دیتا۔ میں محسوس کر رہا ہوں کہ میرا خون فضا ہوتا جا رہا ہے ورنہ میں تم سے اس بات نہ کرتا۔" نانا کی آواز بھرا ہوئی۔ جگت نے انہیں چار پائی پر بٹھا دیا۔ کچھ دیر نظر کر کے جگتا کہ بٹھا رہا، پھر نرم لہجے میں بولا۔

"نانا! آپ کو جو کچھ کہنا ہے کہہ دیں۔"

"نواسے بیٹا! اس وقت مجھے تمہاری ماں اور اپنی بیٹی کے وہ الفاظ یاد آ رہے ہیں جب ایک بار وہ دکھ کے بوجھ سے کہہ اٹھی تھی کہ میں نے ہی اس کے بچے کو انتقام کے راستے پر لگایا ہے۔ اپنے جگر کے ٹکڑے کے ہوتے ہوئے مجھے کوئی ماں کہنے والا نہیں۔ اس کے دل کا دکھ اب میں سمجھ رہا ہوں۔ مجھے محسوس ہوتا ہے کہ میں نے تمہاری بیٹی کی زندگی بھی ویران کر دی۔ شوہر ہونے کے باوجود اس کا بستر سونا رہتا ہے۔ یہ سب میری جگہ سے ہوا ہے جگت! اس کے بجائے میں اکیلا تمام دشمنوں کو ختم کر کے جتنے ہوئے پاسی پالیتا تو ٹھیک تھا۔" نانا کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔

"نانا! آپ مجھے غم تو دیں۔۔۔۔۔ آپ کہیں گے تو میں چاہی کی کچھ بھی چڑھاؤں گا۔"

"نہیں جتنے۔۔۔۔۔ میں تم کو چاہی کی چڑھانے والے کے ٹکڑے آڑاؤں گا۔ جگت! ہم تو کبھی صحیح سلامت نہ رہا ہوں لانے کے لئے ہی دل جلا رہے ہیں۔" نانا نے جگت کو جگت سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"نانا! جاٹ کے بچے کو عزت پیاری ہوتی ہے یا جان؟" جگت نے پوچھا۔

"میرا سکھایا ہوا سبق مجھے ہی بتا رہا ہے؟"

"نہیں۔۔۔۔۔ میں آپ سے جانتی لے رہا ہوں۔"

"جگت! یہ نہ بھولو کہ میں نے تمہیں جو سبق سکھایا تھا وہ سبق چڑھ چکے ہو دشمن کی عورت کو اغوا کر کے۔"

"اس کا مطلب ہے آپ کو یہی بات ٹھک رہی تھی۔" جگت بھرپور گرم ہو گیا۔

"تم نے جب اس عورت کے شوہر کو زندہ چھوڑ دیا تو میں بھی سمجھ گیا تھا ورنہ جب قانون سے بغاوت ہی کرنی تھی تو میں نے ساتھ چلے کوئی قسم نہیں کر دیتے۔" نانا نے منہ بنا کر کہا۔

"وقت آنے پر اسے بھی ختم کر دوں گا۔" جگت نے دانت چبیں کر کہا۔

"وہ وقت کب آئے گا؟ میں جانتا ہوں۔ جب تمہیں اس کی بیوی سے شادی کی ضرورت محسوس ہوگی۔"

"آپ نے مجھے قصہ دلنے بلایا ہے نانا؟" جگت کھڑا ہو کر بولا۔ "اگر یہی بات ہے تو میں چلا۔ مجھے یقین تھا کہ آپ آخر یہی بات کریں گے۔"

"میں تمہیں نہیں روکتا ہوں اگر میری بات پر سوچنا ضرور اپنی زندگی سدا کرنے کے لئے نہیں تو میرے سفید بالوں کا خیال کر کے۔" نانا کی آواز میں انتہائی۔

اُن جیسے گرم دماغ شخص نے بھی اس لہجے میں بات نہیں کی تھی۔ جگت نے محسوس کیا کہ اس طرح گت خانہ طور پر چلے جانے سے ان کے دل کو نہیں لگے گی۔ اس نے یہی سوچ کر کہا۔

ہائے خود آ کر مجی کے اُس کے ساتھ بیٹے گا۔ آج وہ دعوہ پورا کرنے کا وقت تھا۔ جگت نے اسے کھڑی کرکھڑی روک لی۔ دوش نکلے کے کھیت کے درمیان ایک آم کا درختا تھا جو مختلف تلوں میں پھیلا ہوا تھا۔ اس کی شاخوں کے درمیان دوش نکلے کے چوٹی پر جیسی بنائی تھی۔ مل کے وقت وہاں چند کچڑ کپڑا بھی ہو سکتی تھی اور وہاں مہمانوں کو بھی نصیرا یا جاسکا تھا۔ دیکھا جھل میں دال ہوا تھا۔ دھکھوڑے سے اتر گیا۔ کھیت میں داخل ہوئے ہی ایک کتا دوٹکے لگا۔ اس کی پراد کے پیچھے دو بچہ کو کچڑ کی سٹ سے جا رہا تھا۔ دوسرے کتے بھی جو کھیتے تھے۔ سہرات اس طرح جا رہی تھی کہ ایک دھواں آگ کھڑی کی جانب پھینکا۔ وہ بچے کے گھر زور زور سے جھونکے گئے۔ کھڑی جھڑک کر کھڑی پر حملہ کرنے کے لئے زور کرنے لگے۔ مگر جگت نے اسے قایم نہ رکھا۔ اسی لمحے ایک کونے سے کسی نے ہانک لگائی۔

”کون کہتے ہیں تمہارے پاس وقت؟“ ”یہ درشن سنگ کی آواز تھی۔“  
 ”سہان ہوں۔“ ”جنت نے جواب دیا۔ سر جھٹکا اودھ کر ایک نوجوان لائین جاتھ میں  
 ڈبے ڈبے کر قرب آگیا۔ اُس نے لائین اُٹھائی کر کے جنت کا چہرہ دیکھا۔ اُس کے چہرے سے  
 جنت کا اظہار برہنہ تھا۔ ”دیکھ کر تمہارے بچے نے پوچھا۔“ ”درشن سنگ ہیں؟“  
 ”جی ہاں۔“ ”تمہارے بچے کون ہیں؟“

جگت اپنا نام نہیں بتانا چاہتا تھا۔ بلکہ جواب دینے سے کہیں لو جو ان کو شک نہ گزروے اس کے لئے کہلا۔ "ان کا دوست ہوں۔ مائے میں بادش نے آگھر اس لئے سر چھپانے کے لئے ادھر

”چاہا آسمانی جنگی میں سو رہے ہیں۔ مگر ابھی اٹھے نہیں ہوں گے۔“ نوجوان جگت کو گہری  
 روت سے دیکھ کر بولا۔  
 ”چلو..... ہم انہیں چمکائیں گے۔“ جگت بولا۔

”جس شخص کا چاچا کو تین سو فیصد جگایا جا سکتا۔“ منے ہو کر چاچا مارا رہے ہیں۔“  
 ایک شخص دیا۔ وہ گھڑی کو ساتھ لے کر آم والی جگہ کی جانب بڑھا۔ ”چلو! ساتھ ہوں۔  
 اپنے چھارے چاچا کے پاس نہیں گئے۔“ ایک نے کہا۔ جو ان کو یقین آ گیا کہ یہ سہانہ چاچا  
 خاص دوست ہے۔ مگر اس نے اپنا نام نہیں بتایا؟ پھر اس کے شانے پر دراصل گھبراہٹ سی جی  
 کے جو برسات کے پانی سے بنائے کی خاطر چڑے کے کورے ڈھک دیا گیا تھا۔ بچکے ہوئے  
 کے نیچے گاؤں کا کلیٹ صاف نظر آرہا تھا۔ جو ان کو دراصل براہِ کام پچھنے کی خواہش

”مہمان! آپ نے اپنا نام نہیں بتایا۔“ نوجوان نے پوچھا۔  
 ”تمہارا کام یہ ہے مجھے؟“ محنت نے اگلا سوال کر ڈالا۔  
 ”مگر نام لکھ۔“ اس نے کہا۔ پھر حریفہ کہا۔ ”آپ نے مجھے بتایا کہا ہے اس لئے مجھے اپنے  
 اپنا نام جانتا چاہئے۔“

گاؤں کے پیریدار نے تین کے گھنٹے بجائے، اس وقت بکثرت دھرم پور کی حد پار کر کے گھوڑی کو تیزی سے جنگل میں دوڑا رہا تھا۔ اس کے ساتھ ہی اس کا سانحہ چٹا چٹا ہوا تھا۔ ٹھنڈی ہوا کے جھونکے اُس سے ٹکرا رہے تھے۔ پھر بھی اُس کے چہرے پر پسینے کے قطرے تیر رہے تھے۔ ناک اُڑی چلی جا رہی تھی۔ ہمیشہ پانی وچ بند ہو کر اُس کی پشت پر بیٹھنے والا سواری آج صرف ٹھم ٹھام کر اُس کی پشت پر بس ہو کر تھم بیٹھا ہوا تھا۔ ورنہ غموغیہ ہوتا کہ وہ کبھی اُس کی پیٹھ چھتا چٹا نہ کی ایذا لگاتا۔ حفاظت خود اختیاری کی بنا پر اُنلے سپر سے راستے بدلے۔ کبھی ناک کو پیار بھری آواز میں جوش دلانا۔ ”شاہشاہ ناک شاہشاہ“۔ مگر آج وہ کسی جگر کے تراشے ہوئے ہے جس ٹھنڈے کی طرح بیٹھا تھا جیسے اُس کے دل میں بہت بڑا الاؤ دیک رہا ہو۔ اتانے اُسے قانون کے سامنے ہتھیار ڈالنے کے لئے کہا تھا۔ بھائی سے بچ کر گج سلامت گھر لوٹنے کے لئے۔ پھر انہوں نے مجھے اس خطرناک راہ پر کیوں لگا..... لوٹ، لوٹ، بھاگے، دوڑ بھاگ ان سب کا مطلب کیا؟ میرے سامنے کیا کہیں گے؟ یہ راہ اختیار کرنا آسان کھیل تو نہیں تھا۔ دو سوچ رہا تھا۔ بھاگ کے نام پر سب لوگ یاد دلا رہے ہیں اور غریب فکر کرتے ہیں۔ خود کو پھینک کے سپرد کرنے والے بھاگ کر یہ سب لوگ ایک پلکا نہیں رہیں۔ رہیں گے کیا؟ اُس کا کافی نہیں اُڑا سکیں گے۔ مگر وہ دھرم سے سر جھکا کر گھر میں چھپا رہے گا۔ نا تو کبھی سوچا؟۔ اُسے اُنی وقت تانا ہے کیوں نہیں کہہ دیا کہ ان کے مشورے پر عمل نہیں کر سکتا۔ جس بات پر وہ سوچا نہیں چاہتا تھا جس بات اُس کے ذہن میں بکرا رہی تھی۔

اچانک بارش ہونے لگی۔ وہ چونک پڑا۔ کھٹے پھرین میچ ہونے والی تھی۔ اس کا اس طرح کھلے عام جانا غصے کے بات تھی۔ اس نے لگام کھینچ کر کھوڑی کھیت میں ڈال دی۔ ابھی کافی راستہ باقی تھا۔ وہ اسکی آٹھاسی بی بیلا تھا کہ بارش کا زور بڑھ گیا۔ ساتھ ہی غشی بی ہوا زور سے پھیلنے لگی۔ کھوڑی کی رفتار کم ہو گئی۔ کھیت نے لگاتار کھلانے کہا۔ ”ناک“ ”پچھراستہ اور پارک لے۔“ پھر ہمیں آسام کریں گے۔“ کھوڑی رنگ میں آگئی کہ گردن بھکا کر وہ برسات اور ہوا کا مہلہ بد کرتی تیزی سے دوڑنے لگی۔ صبح محضوں میں اس نے طلوع ہونے سے پہلے اپنے مقام پر پہنچ جانا تھا جسے قاضی کاہر کی خندنگ اور اندر کی گرمی نے کھیت کی نشے کی خواہش بیدار کر دی۔ راستے میں درشن کھیت کا کھیت کا تھا۔ اس سے کھیت نے ایک بار پتہ کر کے بارش کا وعدہ کیا تھا۔ آج اس کو وعدہ نہ کر پورا کر کے کا خاں کیا تھا۔ ایک مرتبہ جب وہ ڈاکٹر کی کمرے پر ہوا تھا اس وقت درشن کھیت نے اسے آسرا دیا تھا۔ کھیت کا اصول تھا کہ ڈاکٹر ڈالے کہ سپر اسٹور سے کبک بیچنے سے پہلے نہیں کرنا چاہئے۔ درشن سمجھ نہ اسرار کی تو اس نے وعدہ کر لیا تھا کہ ایک بار سپر کی

نے کہا۔ "جنت عکہ۔"

گرم نام کے اس کی طرف دیکھنے لگا، پھر اس نے نظر پھیرا۔ پلے کے نزدیک آکر اس نے کہا۔ "آپ نیچے رہیں، میں چاچا کو جگاتا ہوں۔" گرم نام نے کہا اور درخت پر چڑھ گیا۔ جنت نے کھوڑی درخت کے تنے سے باندھ دی۔ چھوڑی تک پہنچنے کے لیے ایک میٹھی میٹھی۔ برابر میں ایک ڈور لٹک رہی تھی۔ بادشاپا دیکھی پڑ گئی تھی۔ جنت نے گرم نام کی آواز سنی۔

"چاچا! اٹھو۔ کوئی مہمان آئے ہیں۔"

"کون ہے؟" درخت سے جڑے ہوئے لیے میں کہا، پھر چلو بدل کر فوجوان کی بات سننے لگا۔

"جنت عکہ۔"

گرم نام کی زبان سے نام سننے ہی چاچا تیزی سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔ جیسے کو برا تعجب ہوا۔ چھوڑی کا دروازہ کھلا، جنت گردن بلند کر کے اس کا انتظار کرنے لگا۔ درخت سے اس کی نظر ٹھکرائی، دوسرے لمبے درخت عکہ اپنے ہماری جسم سمیت ڈور پر کڑ کر سر کا ہوا نیچے کو گرا اور "چکا" کہہ کر پلٹ گیا۔ دونوں ہاتھوں کے درمیان اس نے چٹا کو پھینک دیا، پھر زرخشا پر دوڑا اور۔

"جنت نے درخت کے کان میں کہا۔" اپنے پیچھے کے سامنے دلا دیکھا ہوا۔

گرم نام اپنی دیر میں بیٹھ گیا۔ درخت عکہ کو جیسے کا خیال آیا۔ اس نے گرم نام کو ڈانٹا۔ "اے بڑا! یہاں کھڑا ہوا کیا دیکھ رہا ہے؟ چاچا مہمان کے لئے گرم نام کی کی دو ڈھال لے آئے۔"

گرم نام دوڑ گیا۔ جاتے ہوئے اس نے دوبارہ پیچھے مڑ کر دیکھا۔ چاچا اور مہمان پلے پر چڑھ کر چھوڑی کی گھڑی میں جا رہے تھے۔ دونوں اندر داخل ہو گئے۔ چکے دیک کر گرم نام عکہ چھوڑی اور نیچے کھڑی ہوئی کھوڑی کو گورو سے دیکھتا رہا۔

"آؤ دوست جگاتا آج تم نے وہ دھڑ پورا کیا۔" درخت عکہ نے بڑبوش لیے میں کہا۔ مگر چکا سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔ درخت نے پھر کہا۔ "پڑا تیرا اوصان کھر ہے؟"

جنت چوک کر سرگراں ہوا، پھر بولا۔ "درخت عکہ! کیا تمہارے پیچھے پر اچانک کیا جا سکتا ہے؟"

"اے ابھی یہی سوچ رہا ہے؟" جنت نے پچھلے ہاتھ سے اشارہ کیا۔ "درخت عکہ نے کہا۔ پھر شراب کے دو بکے جنت کے سامنے رکھ کر مڑے بولا۔ "بھائی! بھائی! دونوں چٹک کی بیماری میں سر گئے۔ یہ میرے پاس ہی برا ہوا۔ دونوں بھائیوں کے خاندان کا ایک ہی وارث ہے۔ پھر بھی گاؤں کے لوگ اسے اٹلا سیدھا ساقی دیتے رہتے ہیں کہ تیرا بچا زمین میں حد نہیں دے گا۔ مگر میرا زعب ایسا ہے کہ میرے سامنے لی نہیں سکتا۔ آخر میری جائیداد کبھی یہی مالک ہو گا۔" خیر چھوڑ اس قہقہے کو۔ اب چٹا شروع کرو۔" درخت عکہ نے بے تکلف نیچے میں کہا۔ درخت عکہ کو پانی کی جگہ شراب پینے کی عادت تھی۔ ہماری جسم، بڑی بڑی سرخ آنکھیں، گرم دماغ اور چب ڈھان۔ گاؤں کا سب سے بڑا بھائی درخت عکہ کی عزت کرتا تھا۔ اس سے کوئی غلط بات کرنا تو کھڑی میں جیسی ہوتی جتنی فوراً بار بار جاتی۔

گرم نام عکہ کی کی روٹی اور چار رکھ کر چلا گیا۔ پھر دونوں کھانے پیچھے۔ درخت عکہ نے جیسے سے

نہیں کے کھانے کی فرمائش بھی کر دی۔ "مہمان کے لئے حمرے دار مرٹھی لگانا۔" گرم نام کے جانے پر جنت عکہ نے کہا۔

"دوست! کھانے کے وقت تک مجھے نہ روکو۔ میرے وہاں ساتھی ہے مہمان ہوں گے۔ سورج اوجھوٹنے سے پہلے واپس آنے کے لئے کہہ دیا تھا۔"

"شام سے پہلے جانے کی بات نہ کرنا۔" جیسے ہر بار ایسا موقع کہاں ملتا ہے؟" درخت عکہ نے ہنس نکلتا تھا۔

وہ پھر کو کھانا کر جنت پہلو کے تل لیت گیا۔ اب دن چھپنے کے بعد آگے بڑھنے میں آگئی تھی۔ اس نے تھوڑی نیچہ لہندہ ضروری تھا۔ گرم نام کچھ کام کا پوچھنے آیا تو درخت عکہ نے کہا۔ "ہاں۔ گاؤں جا کر دلائی شراب کی چار بوتلیں لے آ۔ ڈکاندار سے کہنا چھوڑا ابھی دے دینا کوئی بہت پانی۔ اب دلائی بھی پانی چاہئے۔"

جیسے اپنے آواز پر تھا۔ درخت عکہ پھر بولا۔ "اور دیکھو! ام گہری نیچہ میں سو جائیں، پھر بھی شاہ پہلے اٹھا دیتا۔"

"مگر نام نے کہا اور چلا گیا۔" درخت عکہ بھی جنت کے برابر لیت گیا۔

کھائی کی گرم نام گاؤں چلا گیا۔ چاچا جب بھی دلائی شراب اس سے منگواتا تو خوش خوش دوڑ لے لیکہ تو ڈکاندار پر غصہ ہوا کہ چھوڑی کرنے کو تھی، پھر مہمان کے جانے کے بعد تھوڑی بچہ شراب اسے بھی پھینکے کوئل جاتی۔ گرم نام ڈکان میں داخل ہوا۔ اسی لئے ایک باقی بھی ڈکان داخل ہوا۔ اس سے پہلے کہ گرم نام آؤر دینا، ساقی نے ڈکاندار کو اپنی چاب منجھ کر لیا۔

دوبارہ صاحب نے تیرین شراب منگوائی ہے۔" کھلی صاحب آگے آگے مہمان چکا ڈاکو تو نہیں گرم نام عکہ کے ذہن میں تھے سے بات گرم رہی کی کہیں چٹا کھانا چکا ڈاکو تو نہیں گاؤں کے لوگوں نے چٹا کے خلاف اس کے کافی کان بھرے تھے۔ لوگوں نے تو اس سے ہتک کہا تھا کہ تمہارے باپ اور ماں کو چٹک کے بھانے درخت عکہ نے قسم کیا ہے تاکہ باپ کی زمین کا کوئی اور حصے دار نہ بن جائے۔ اس لئے بڑے ہو کر اس کا انجی میں بھی بنو نا ہے۔

لے گرم نام عکہ دل ہی دل میں چٹا سے نفرت کرتا تھا۔ اگر بھی مہمان چکا ڈاکو نے تو پھر چاچا دل لینے کا یہ میٹھی موقع ہے۔ اس کا دل جنت سے عبادت پر آتا تھا اس طرح چٹا کی قسم ہو اور چاچا بھی چٹل کی سلاخوں کے پیچھے بیٹھ جاتا اور چٹا کے سر پر پانچ ہزار بھی آسے تل جائیں مگر اس نے یہ موقع کھو دیا تو وہ بھی چاچا کے خلاف سر نہیں اٹھا سکے گا۔ لیکن ہے چاچا کے

وہاں رہی جاتے۔

پانی شراب کی بوتلیں لے کر چلا گیا۔ گرم نام اُسے جاتے ہوئے دیکھتا رہا۔ ڈکاندار کی آواز سے چٹا دیا۔ "بول رہا تھا مجھے کیا چاہئے؟"

"میں۔" گرم نام نے چٹک کر کہا۔ "چاہتا ہے دلائی شراب کی چار بوتلیں منگوائی ہیں۔"

ڈکاندار نے مال نکال دیا۔ اس دوران گرم نام نے ذہن میں فیصلہ کر لیا۔ اس نے کہا۔ "ابھی اگلے گاؤں سے دو چار پیر میں جیسی ہیں وہ لے کر واپس آ رہا ہوں۔"

بچہ وہ صوبیدار کے گھر گیا۔ اس وقت اس کے بیڑ لڑکھڑا رہے تھے۔ مگر واپسی میں اس کے جسم میں بھری تھی۔ ارجن سنگھ نے اس کی بات سن کر اسے ولایتی شراب کے دو گھونٹ پلائے۔ گرام نامے جا بڑی سے ہاتھ جوڑ کر کہا۔ ”آپ کو اطلاع کر دی ہے اس کا پچہ پاپا کو نہیں چلنا چاہئے صاحب۔“  
 پولیس انسپکٹر نے اسے یقین دلایا۔ ”جران امت گھبرا۔ تیرا چاہا تیرا کچھ نہیں پٹو سکے گا۔“  
 اُسے ہتھوڑی ڈال دی جائے گی۔“ پھر اسے خبردار کرتے ہوئے کہا۔ ”جب تک ہم وہاں پہنچ نہ جائیں تو کوئی ایسی حرکت نہ کرنا جس سے انہیں شک ہو جائے۔ اسی طرح مشغول رہنا جیسے کچھ ہوا تھا نہ ہو۔“

○  
 اچانک گھوڑی تہبہائی اور حرکت نیرے سے چمک پڑا۔ جمو پڑی کا دروازہ کھول کر آؤہ سے دیکھا، مالک اسے دونوں پیروں پر الٹ کھڑی ہو کر گرام پر حملہ کر رہی نظر آئی۔ گرام کے ایک ہاتھ میں سڑے چمک والا کوئی ہتھیار تھا اور گھوڑی کی گردن کے ذمے سے خون بہہ رہا تھا۔ اس سے پہلے کہ حرکت شروع کرے کہ مالک کو روکنا، گھوڑی کے پیچھے سے گرام کے سینے سے گزرا۔ گرام کی چیخ دیکھ کر گوج بھی گئی۔ جگت فوراً کود پڑا اور گھوڑی کی لٹام پکڑ لی۔ گرام پر حملہ کرنے کے لئے زور کر رہی تھی۔ ہتھیار کی چیخ سن کر درجن سنگھ بھی جاگ اٹھا۔ جگت نے دیکھا گھوڑی کو تھمتے سے باندھنے والی ڈوری درمیان سے کٹی ہوئی تھی۔ گرام کھپکھپا رہا تھا۔ لیبر میں جگت سب کچھ سمجھ گیا۔  
 اس نے کہا۔ ”لڑاکو! گھوڑی کو کیوں پیچھا رہے تھے؟“

گرام کے ہونٹ بٹے، مگر آواز نہیں نکلی۔ گھوڑی ابھی غصہ ہی نہیں ہوئی تھی۔ جگت چمک گیا، ضرور کوئی خطرہ ہے۔ اب تو میں درجن سنگھ بھی نیچے آگیا۔ زمین پر چت پڑے ہوئے ہتھیار کے سینے پر ہیر رکھ کر بولا۔ ”پول! اس کیا کر رہا تھا؟“

مگر جواب دینے کی بجائے گرام کھٹک کھٹک کے کنارے کی جانب دیکھنے لگا۔ چاچا کا قصہ جاگ اٹھا۔ اس نے گرام کے جڑ سے پر لٹ اڑی۔ ”بیوقوف! وہاں کیا دیکھ رہا ہے؟“  
 جگت نے آخر کاروں کے پیچھے سے آگ کی آواز سن لی۔ وہ دروازہ کھڑی ہو سار ہو گیا۔ ”درجن سنگھ! اجیرے ہتھیار سے غدار کی ہے۔ میں جا رہا ہوں۔ اگر زہرہ راتو اس کا صاحب لینے واپس آؤں گا۔“ جگت نے کہا اور گھوڑی کو ابڑا لگا دی۔ ارجن سنگھ نے جب سے اترے ہی دیکھ لیا کہ جگت فرار ہو رہا ہے۔ اس نے فوراً دو قاترے گھڑے تھمتانے چلا گیا۔ دھکی گھوڑی کھیت پار کے تیز رفتاری سے دوڑ رہی تھی۔ ارجن سنگھ جب میں بیٹھ کر گر جا۔

”اس کا تھتہتہ کرنا آج اسے زہرہ نہیں جانے ڈول گا۔“ جیب جھنگے سے روانہ ہو گئی۔  
 ”مالک! ہمیری لاج تیرے حوالے ہے۔“ جگت نے عقاب میں آتی ہوئی جیب کو دیکھ کر گھوڑی سے کہا۔ پھر گرام سے ہتھوڑی کھینچ کر اُترنے والی آفت کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہو گیا۔ گاڑے بچڑ کو روک دینی ہوئی گھوڑی طوفانی رفتار سے دوڑ رہی تھی۔ جگت کی منزل تین چار فرلانگ کے فاصلے پر پہنچی ہوئی تھی۔ اگر وہاں تک سلامت پہنچے جاتا تو ارجن سنگھ کو ڈانچ دے سکتا تھا۔

نہر کے بعد چٹانوں کا سلسلہ تھا اور جب کے لئے دو رات بیتا رہا تھا۔ اس تین فرلانگ کے فاصلے پر دھنگی اور موت کا فیصلہ ہوا تھا۔ دو فرلانگ جگت نے پار کر کے مگر اب جب اور گھوڑی کا درمیانی فاصلہ بہت کم رہ گیا تھا۔ ارجن سنگھ اب رابہ ڈانگ کر رہا تھا۔ جگت نے ایک ترکب آڑنا ہی نہر قریب آ رہی تھی۔ دونوں کنارے چمک رہے تھے۔ نہر پر ایک لیل تھا۔ جگت نے حساب لگایا، پار جیت کی بازی اسی جگہ ہے۔ اس نے گھوڑی کے پیلو میں ایز لگا لی۔ ”مالک! اپنی پوری طاقت آزمائو۔۔۔“ اور مالک تیر کی طرح بڑھی۔

ارجن سنگھ پر پٹان ہو گیا۔ جگت نہر پار کرنے کی فکر میں تھا۔ جیب کے لئے دو رات بیتا رہا تھا۔ ارجن سنگھ نے سوچا جگت نہر پار کرتے ہوئے سیلاب میں بہہ جائے گا اس لئے اسے مل پر سے نکلنا پانا بہتر رہے گا۔ اس نے ڈرائیو روکنگ دیا۔ ”جب کوئلی کی طرف موڑ دو۔“  
 گھوڑی بہت لگا کر نہر میں کوئلی۔ جگت تو ازان پر برقرار رہنے کی خاطر گھوڑی کی گردن پر جبک لیا۔ کیا کرتے ہوئے اس کی پکڑی پانی میں گر گئی۔ گھوڑی سیلاب کا سیدہ چرتی ہوئی آگے بڑھنے لگی۔ وہ قادار جانور اپنے مالک کے خطرے کو محسوس کر چکا تھا۔ اس نے جان کی بازی لگا دی۔ ایک دو بار جگت گھوڑی کی پیٹھ سے گزرتے گئے۔ جگت نے کہا۔ ارجن سنگھ موقع کا فتنہر جب میں دوڑا آ رہا تھا۔ مگر پھر آخری ڈانچ منٹ میں چاچا دوسرا ہو گیا۔ گھوڑی نہر پار کے چٹانوں کے پیچھے غائب ہو گئی اور ارجن سنگھ آنکھیں ملتا رہ گیا۔۔۔ پھر بھی جگت کے لئے فرار مشکل تھا۔ آدھے گھنٹے ہی میں ارجن سنگھ لی پلائی ہوئی پولیس کے پاس کھیرا ڈال دیا۔ انھیں اتنا خوفین تھا کہ چکا کو یہاں سے باہر بڑے کسی سے نہیں دیکھا۔

جگت اس وقت ایک عمارت میں پہنچی ہوئی گھوڑی کے مقب میں چمک کر کھڑا تھا۔ غار کے آس پاس چٹانوں پر کھینچے ہوئے ہماری جوتوں کی آواز اسے تاراج تھی کہ اسے تلاش کیا جا رہا ہے۔ وہ انھوں کے درمیان والے غار میں سانس روک کر چھپا ہوا تھا۔ اس کی رائفل اور ہتھوڑ تیار تھی۔ چٹانوں کے درمیان عمارت میں چھپا جگت وہ تین گھنٹے تک سانس روکے چھپا رہا۔ غار سے باہر لہجے ہوئے پولیس کے ہماری جوتوں کی آواز سن اسے چھوڑا ہی میں۔

”پھچرو! والے راستے پر گھوڑی کے قدموں کے نشان پولیس والوں کو نہیں مل سکے تھے اس لئے جن کھنک کا ٹھک مضبوط ہو گیا کہ جگہ گرائیں ہو سکا۔ وہ اسی جگہ نہیں چھپا ہوا ہے۔ پھر اکیلا ہے غار سے ملے پولیس کے گھیرے سے زہرہ چھ کر نہیں پاسکا۔ پولیس انسپکٹر کے دل میں چکا کو قسم دینے کی خواہش زور کرنے لگی۔ آخر میں جب وہ اس پر قابو نہ پا سکا تو اس نے چکا کو تالچ ہوئے پیغام بھیجا تھا۔ چکا پیچھے خراب کا ڈوکو چاہے وہ بکارت نہ لکھیں تاہم اس کے لئے چاہئے تھی۔ عزت بھی جاتی جانے اور سیت بھی سلامت رہے اس نے یہی سوچا تھا۔ مگر آج چکا اچانک مالک کے چمک میں چمک گیا تھا۔ ایسا اچھا موقع چمک ملتا تھا؟ تلاش میں ناکام ہونے کے بعد ہم فٹلے ارجن سنگھ انجمن میں گرفتار ہو گیا۔ اس نے آگے پولیس کی حریصت کو گاؤں گھیر لینے کی پت دی تاکہ اگر چکا گاؤں میں کہیں چھپا ہوا تو پھر نکل سکے۔ مگر سوال یہ تھا کہ چکا سورج کی ٹی میں نظر خراب کر گاؤں میں کیسے داخل ہو سکا ہے؟ اس کی گھوڑی کہاں چھپانی جا سکتی ہے؟



کھینچا۔ ”مگر تم کسی سے سووے گی بات نہیں کر دگی۔ گاؤں میں جوان لڑکے کی موت ہو اور ہم باپ پار کریں لوگوں کو پتہ چلا تو برا اٹھے۔“ پھر کھینچا اسلئے سے لئے قاتلے چلا گیا۔  
 آدھی رات تک کھینچا ارض سنگ کی خدمت میں رہا۔ ارض سنگ پڑ پڑتین کچے میں بار بار کہہ رہا تھا۔ ”جگا گاؤں میں چھپا ہوا ہے۔ کل میں ایک ایک گھر کی تلاشی لوں گا۔ آپ کو کسی پر شک ہو تو شادہ کر دیتا۔ جنت کے آدنی تو ہر ایک موجود ہوتے ہیں۔“  
 ”صاحب! امارے گاؤں میں اس کا کوئی خبر نہیں ملے گا۔ یہاں وہ بھی ڈاکڑ لائے نہیں آیا۔“  
 ارضی آپ کہتے ہیں تو ہم ہر گھر کی تلاشی دیں گے۔“ کھینچا نے ارض سنگ سے کہا۔  
 ”وضاحت ہوئے وقت ارض سنگ نے کہا۔ ”کل صبح میں خود دیکھا ہے مگر آؤں گا۔ پھر ہم تلاشی زوردار کریں گے۔“  
 سنت سنگ کا دل دھڑکنے لگا۔ کہیں پولیس اس کیخ کو شک تو نہیں کر چکا اس کے گھر میں ہے؟

نانا سے ملاقات کے لئے جاتے ہوئے جنت نے وعدہ کیا تھا کہ صبح لوٹ آؤں گا مگر دوپہر تک اس کی واپسی نہیں ہوئی تو چنچا اور دروہر گھر نہ ہو گئے۔ جن مان بھی ہے جتن ہو گیا کہ کہیں کوئی لاپتہ تو نہیں ہو گئی؟ شام تک خبر کے انتظار کیا، پھر سب کے دل دھڑکنے لگے۔ دیو کے لادوہ جن مان بھی بار بار پتہ پتہ کی گئی کا اظہار کر رہے تھے۔  
 ”تم نے اسے کیا لکھ لیا جانے دیا؟ میں اپنا چاہوں اس لئے وہ میری بات نہیں سنتا۔ میں نے کسی کو اسے کیا نہیں بتا دیا تھا۔“  
 ”جنت کو کچھ ہوا تو چھپ نہیں سکتا۔ دن کے وقت نکل نہیں سکا ہو گا تو رات کو لوٹ آئے گا۔“  
 ننانے کہا۔  
 ”یہ دو دن بھر بھولی رہی۔ وہ آئیں گے تو میں کھائے گی کچھ لگاؤں گی۔ یہ چہ افسانے نے دل میں پالا تھا۔“  
 ”پولیس نے جنت کا قاتل پکڑ لیا ہے۔“ مہر کوں گھبرا گیا کیا ہے۔ دوسرے ڈھائی پولیس والوں کا وہاں پر آؤ۔“ پتیا پتیر نے بتایا۔ جن مان غصے میں بھر گیا۔  
 ”میں نہ کہتا تھا تم لوگوں کی لاپرواہی کسی اس کی جان لے لے گی۔“

”جنگن گھری سوچ میں ڈوب گیا۔ دیو اس کے پاس آکر کہنے لگی۔ ”چنچا بھائی! جس طرح ممکن آئے پولیس کے سچے سے چھڑائیں۔ جگوان چندن کو کڑا سہاگن برقرار رکھے۔“ یہ کہہ کر دیو غصے لگی۔ چنچا نے سب سنا سن کر کہا تھا کہ صورت حال تبھی تھی۔  
 ”آج ہمارا اہانتان ہے۔ جنت کو چھڑانے کے سلسلے میں ضرورت پڑنے پر ہم میں سے ہر ایک باغیانہ ہو کر کھیل جائے گا۔ سب لوگ ہمیں بدل لیں۔ دراصل جیسا کہ غریب گاؤں میں مشہور ہو کر گھومنا ہے۔ جنت کہاں چھپا ہوا ہے؟ اس کی اطلاع حاصل کر کے ایک دوسرے تک پہنچائیں گے۔ پھر چل کر آئے وہاں سے نکال لائیں گے۔“ آخر میں کہا۔ ”اور اگر جنت پولیس کے چنگل میں نہیں جاتے تو اس صورت میں اندھاؤ حد تک قہر کر کے اسے نکل جانے کا موقع فراہم کریں

گی۔ جنت کو یاد آ گیا۔ حالانکہ جنت نے اس بات پر توجہ نہ کیا تھا۔ مگر اس گاؤں میں ڈاکڑ ڈالنے موقع نہیں آیا تھا۔ اب اس صورت حال میں اسے سنت سنگ سے قاعدہ اٹھانا تھا۔ گاؤں کی طرف بڑھتے سوکاروں کے ساتھ وہ بھی چلنے لگا۔ اس نے کھینچا بالوں سے چہرہ ممکن حد تک چھپا لیا تو اور اب پتہ تو بھی اس کے ہاتھ میں نہیں تھا۔ پہلے جنت درمیان میں چل رہا تھا مگر آہستہ آہستہ سرکنا ہوا وہ گاؤں کے کھینچا کے برابر پہنچ گیا۔ گاؤں میں داخل ہوتے ہی جگ پولیس نظر آنے لگی۔ جنت سر جھکا کر چلنے لگا۔ اس سے پہلے کہ مرنے والے کا گھر قریب آئے اور سب منتشر ہو جائیں وہ اپنا مقصد پورا کر لیا جاتا تھا۔ جنت نے سنت سنگ سے پہلو میں ہلکا سا ٹھوکہ دیا۔ سنت سنگ نے اس کی طرف دیکھا۔ اسے یہ شخص انجی، دکھائی دیا۔ جنت نے ناک پر انگلی رکھ کر اسے چپ رہنے کا اشارہ کیا۔ کھینچا ہوشیار ہو گیا۔ جنت نے وہی حرکت آواز میں کہا۔  
 ”میں چکا ہوں اور آج تمہارا مہمان بننے کے لئے آیا ہوں۔ کیا تم پر اہانتا کر سکتا ہوں؟“  
 کھینچا سوچ میں ڈوب گیا۔ عجیب کشش کی نگاہ تھی۔ سارا گاؤں پولیس نے گھیرا ہوا تھا اور گاؤں کے کھینچا کی حیثیت سے پولیس کا ساتھ دینا اس کا فرض تھا۔ لیکن دوسری طرف ڈاکو اس سے پناہ دے گا۔ ہاتھ اس گاؤں والوں کو چھانے کی بھی سلیا تھا۔ اس احسان کا بدلہ گاؤں کی جانب سے چکانے کی فمردادی اس کھینچا پر آئی تھی۔ یہ سوچنے کا وقت نہیں تھا۔ اس نے صرف اتنا کہا۔  
 ”مے دھڑک میرے ساتھ چلو۔“ اور جنت کسی کی نظروں میں آئے بغیر کھینچا کے گھر میں داخل ہو گیا۔ گھر میں داخل ہوئی ہی کھینچا کی صورت نے کہا۔

”پولیس! پتھر صاحب! آج ہیں۔ وہ آج رات ہی گاؤں میں نہیں رہے۔ کہتے ہیں چکا ڈاکو گاؤں میں داخل ہو گیا ہے اس لئے اس کو کھانا کھا کر ان سے ملاقات کے لئے جاتا ہے۔“  
 سنت سنگ نے چکا کی جانب دیکھا۔ جنت نے کھینچا کی نظروں سے جھٹکنا ہوا تھا۔ پچھان لیا۔  
 ”کھینچا لباس تبدیل کر کے بیوی سے کیا۔“ ان مہمان کو میں گندم دکھاؤں۔ سودا کر کے پھر کھانا کھاؤں گا۔ نہر پران سے ملاقات ہو گئی تھی۔“  
 ”پھر میں مہمان کا کھانا بھی تیار کر لی ہوں۔“ یہ کہتی ہوئی وہ بارہی خانے میں چلی گئی۔ کھینچا کے گھر کے عقب میں گاؤں کے بیٹیں باندھنے کی جگہ بنی ہوئی تھی۔ اس کے برابر گندم اور اناج بھرے کالگری کا بنا ہوا گودام تھا۔ سنت سنگ چکا کو وہاں لے گیا۔ وہاں گندم کی لقیہاں بھریاں بھی ہوئی تھیں۔

”آپ یہاں چھپ جائیں! اگر وہ بندہ کی رہا ہے آپ کو آج نہیں آئے گی اور ہمارے گاؤں کی لاج رہ جائے گی۔“ پھر جاتے ہوئے مزید کہا۔ ”آپ کی مہمان نوازی کرنے کو بہت ہی چاہتا ہے مگر مجبوری ہے۔“  
 ”اسی فکر نہ کریں۔ مجھے تو اپنی ذات کا تحفظ مل جائے یہی سب سے بڑی مہمان نوازی ہے اس وقت۔ درہنہ جان جو کہوں میں ڈال کر ایسے شخص وقت میں کون ڈاکو کی مدد کرتا ہے؟“  
 اندر سے صورت کی آواز سنائی دی۔ کھینچا گودام کے دروازے بند کر کے چل دی سے اندر چلا گیا۔ مگر دانی کو کھانا دیا کہ بیوی چل دی میں تھا اس لئے کھانے کے لئے نہیں آیا۔ پھر آئے

گئے۔

نصف شب تک جوت کے تمام ساتھی نہر گاؤں میں داخل ہو چکے تھے۔ گاؤں کے حالات کافی خراب تھے۔ گاؤں کے لوگ ساری رات سوئیں سکے۔ گاؤں میں اتنی ساری پولیس بھی نظر نہیں آئی تھی کہ مگر کچھ گاؤں میں بائیں ہو رہی تھیں۔

صبح اٹھ کر کھانا خود بخود بیس دو بجے نہر گیا۔ مگر والی سے کہا۔ ”پولیس انسپکٹر صاحب ناشتہ یہاں کریں گے، لہذا جلدی جلدی دو چار اچھی چیزیں بنا دو۔“ پھر بڑبڑایا۔ ”ڈاکو کچلنے کے لئے پولیس بھاریے گاؤں والوں کو پریشان کرے گی۔“ پھر کھانے کیوں اپنی بیٹیس کی طرف دیکھ کر بولا۔ ”بھگولی! اچھے معلوم سے اس درجن کھانے کے لئے پیچھے کھڑے کر دیا۔“ جیتھا چکا ڈاکو کے بھائی پولیس کو خبر دے گیا تھا۔ پھر درجن کھانے کے طرہ زندہ رہنے دیا؟ یہ حقیقت ہے۔“

بھگولی بیٹیس کے بہانے دو جوت تک بے پیغام بھٹپھار تھا۔ ”کل کر کے پتھر فرار نہ ہو سکا۔ اب ساری زندگی جیل میں گزارے گی۔“ بھائی پر لٹکا دیا جائے۔ مگر کچھ بھی ہو، کچھ بچہ مہمان کی خاطر جان دے رہا ہے۔“ آخری جملہ اس نے جوت کو اطمینان دلانے کے لئے کہا تھا۔

دو طرہ کبہ رہا تھا۔ ”آج گاؤں کے تمام مکروں کی تلاقی ہوئی۔ مگر چکا گاؤں میں ہوتا اچھا ہے۔“ یہ سن کر تدمر کی پردوں کے پیچھے چھپا ہوا چکا مسکرایا۔ اچھا ہوا اس نے کھیا کے گھر میں دیا، لے لی۔ اچانک کھیا نے گودام کا دروازہ کھول کر اودھا پٹپٹا دوڑا اندر سر دیا۔ ”کل رات کے بھوکے ہو۔ کیا جانا۔“

اسی لمحے دروازے پر ارجن سنگھ کی آواز سنائی دی۔ ”کھیا کہاں ہیں؟“ پھر ارجن سنگھ سیدھا باڑے میں گیا۔ ”کیا حال ہے کھیا جی؟“ بائیں کر رہے ہو؟“ ارجن سنگھ نے پوچھا۔

کھیا ہوشیار ہو گیا۔ وہ دس کر بولا۔ ”آئیے آئیے صاحب! اس نے بائیں کر دیں گا کیا؟ ہمارا بھگولی کی یہ عادت ہے کہ کچھ بولے ہیں، اچھی طرح دودھ دیتی ہے۔“ پھر آدھی ہلکی ہوئی پائی آغا کر ارجن سنگھ کو گھر میں لے آیا۔ ”آئیے بیٹے!“ کھیا نے کہا۔ ارجن سنگھ ایک چارپائی پر بیٹھ گیا۔ کھیا کی گھر والی نے دودھ کا پانی دیکھ کر پوچھا۔ ”کیوں..... بھگولی آج صرف اک سا دودھ دیا؟“

”بھئی ابھی سو جاتا ہے۔ جانور بھی کس دودھ بھی دیتا ہے۔ کیا ہوا؟“ کھیا نے اپنی بیوی کو گھورتے ہوئے کہا۔

سارا دن تلاقی ہوتی رہی۔ کئی ٹھکوک لوگوں کو دھماکا کیا۔ کئی کو انعام کا لالچ دیا گیا۔ ”دیکھ اگر چکا تمہارے گاؤں سے بکڑا کیا تو اس گاؤں کا نام پورے پنجاب میں مشہور ہو جائے گا۔“ کہہ کر اُس نے لوگوں کو جوش دلانے کی کوشش کی۔ مگر اُن کی تمام باتیں بیکار ثابت ہوئیں۔ کھیا سوچ رہا تھا پولیس انسپکٹر تک کر لوٹ جائے گا مگر ارجن سنگھ نے بڑے یقین لہجے میں کہا۔

”جگا اسی گاؤں میں چھپا ہوا ہے۔ میں اُس کا پتہ نکالے بغیر نہیں گاؤں گا۔ دیکھو گا کتنے دن تک چھپا رہے گا؟“ کھیا پولیس انسپکٹر سے الگ ہو کر گھر جانے کی گھر میں تھا مگر اسے ارجن سنگھ الگ نہیں ہونے دے رہا تھا۔ ”تم کی اہلی میرا ساتھ دو! میرے ساتھ کھانا پیتا رہے گا۔ دونوں

بائیں کریں گے۔“ ارجن سنگھ نے کہا۔

کھیا نے سر ہلادیا۔ مگر اُس کا دل جھڑک رہا تھا۔ گودام کی چابی تو اُس کے پاس تھی اس لئے اسے اس بات کی فکر نہیں تھی۔ مگر چکا دہاں بھوکا پیاسا پڑا رہے گا اسے یہ بے چینی ضرور تھی۔ ارجن سنگھ یہاں سے بچنے کا پتہ نہیں لے رہا تھا۔

بچنے سے نہر سے پانچ میل دور بڑا ڈھلا تھا۔ ہر دو گھنٹے بعد پتا مہرا کر اطلاع دے رہا تھا۔ مگر حرکت کہاں چھپا ہوا ہے؟ اس کی اطلاع انہیں ابھی نہیں ملتی تھی۔ بچنے سے اندازہ لگایا جکت گاؤں ہی میں ہے۔ دوسرے درخورد ہو چکا ہے۔ بچنے کا پتہ نہیں ملتا۔ دو دن بیت گئے۔ پولیس نے کو تیار نہیں کیا۔ جکت باہر نکل نہیں سکا تھا۔ کچھ دن بھی گئے۔ دوسرے دن گاؤں کے تمام مکروں کی تلاقی ختم ہو گئی۔ اس کے بعد ارجن سنگھ نے کہا۔ ”جنگ سخت اب تمہارا گھرا گئی ہے۔“

کھیا بھڑک گیا، مگر فوراً اُس نے اپنے آپ پر قابو پایا۔ ”صاحب! امیر اور گھر کی آپ کا اپنا گھر ہے۔ آپ کے لئے دروازے کھلے ہیں۔ ابھی نہیں۔“

ارجن سنگھ دیر بھر مسکرا رہا تھا۔ اپنی دیر تک سخت سنگھ کا دل بڑا پڑا۔ آخر ارجن سنگھ بولا۔ ”کھیا! تمہارے گھر کی تلاقی ہو سکتی ہے؟ اگر ایسا ہو تو پورے گاؤں کا ناک کٹ جائے گا۔“ ارجن سنگھ کی بات پر کھیا نے اطمینان کی سانس لی۔

”صاحب! یہ آپ کی مہربانی ہے۔ ویسے چکا گاؤں میں ہو تو خالی اچھ آپ کو دابیں نہ لو گاؤں۔“ کھیا نے کہا۔ ارجن سنگھ پھر دوسری باتوں میں مشغول ہو گیا۔

بچنے سے تیسری رات ایک ترکیب آزمائی۔ نہر گاؤں کے گھارہ میل دور کے گاؤں پر ڈاکر ڈھلا۔ لوٹ کا مال لے کر جاتے ہوئے چکا گاؤں والوں کو اُس نے پیچھا کیا۔ ”اپنے پولیس انسپکٹر سے کہنا کہ چکا کو کچلنے کے لئے اُسے دھماکا پھینک لینا پڑے گا۔“

ڈاکے کی اطلاع ملے ہی ارجن سنگھ غصے سے پاگل ہو گیا۔ کچا چکا فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا؟ وہ تین دن سے دوسرے پولیس والوں کا پڑاؤ ڈالے یہاں پر انہو تھا اور وہاں سے صرف دس میل دور چکا گاؤں کو لوٹ کر چلا ہوا۔ جو چھ دن بچے ہوئے دل سے ارجن سنگھ نے کھیا سے کہا۔ ”تمہاری بات سچ تھی۔ چکا گاؤں میں نہیں تھا۔“ پھر پولیس وہاں سے نکالی گئی۔ رات جوت کو تدمر کی بیویوں کے پیچھے سے نکلا تو اُس کا جسم جل رہا تھا۔ بھوک پیاس اور چا گتے رہنے سے اُس کی حالت خراب تھی۔ جوت کھیا سے لپٹ گیا۔

”جنگ کھیا! تمہاری مہمان نوازی زندگی بھر نہیں بھولوں گا۔ تم نے جان کی بازی لگا کر میری حفاظت کی اس کا احسان میں ملے ہے چکا! انہیں بھولوں گا۔“ جوت نے بھاری لہجے میں کہا۔

”میں تو صرف گاؤں کی عزت بچانے کی کوشش کی تھی۔ چکا جیسا دلیر ڈاکو ہمارے گاؤں سے گرفتار ہوتا تو میں ڈوب مرنے کا پتہ نہ دیتا۔“ جوت سنگھ نے بڑے شوق آواز میں کہا۔ پھر ہاتھ میں تھپی ہوئی بیوی سی پٹی جوت کو تھمتا ہوا بولا۔ ”اس میں کھانا ہے۔ راتے میں پیٹ بھر لینا! بھوکے پیٹ مہمان کو زحمت نہیں کرنا چاہئے۔ میں اس صورتحال میں نہیں رہوں گا نہیں۔“ کھیا نے کہا۔





”ہاں“ چنانچہ جاب جانوروں کے پاؤں میں چھانڈو نکال دی تھی، رونے کی آواز سن کر دوڑتی ہوئی آئی۔ ”نانا کہہ رہے تھے۔“

”بیٹی! میں نے جگت کو سمجھانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ تم خیال تو کرو! جہارے باپ کا دل اتنا مضبوط ہے۔ اس نے آج تک اپنی موم چمک نہیں لگی ہوئے دی۔ تیرا خیال کر کے اور بہو کا سوا کچھ سلامت رہے اس کے لئے میں نے جگت کو لوٹانے کے لئے سر جھکایا۔ جگت کے سخت جھگڑے بھی تھے۔ اب بھی اگر وہ لوٹ آئے تو آسمان زمین ایک کرنے کو تیار ہوں۔“ نانا نے سر دھو لہر لکھا۔

”بھابھو! آسمان زمین ایک نہیں کرنے۔“ ماں روتے ہوئے بولیں۔ ”بیٹا اور بہو ایک ہوں تو بھونوں کی سب کچھ پایا۔ دوتہ بھونوں کے گھر کی گناہ بخونوں کی۔“

نانا بہت دیر تک خالوں میں گم رہے۔ اُن کا چہرہ تار تار تھا کہ وہ اس ابھی ہوئی تھی کو سلجھانا چاہتے ہیں۔ کھانا کھاتے ہوئے وہ بولے۔ ”میں کھانا کھا کر شیو پورہ جانا چاہتا ہوں۔“ نانا نے ہانسی کی ہے۔

”شیو پورہ کس کے یہاں؟“ ماں بی بی نے پوچھا۔

”گورے نرجن صاحب کے پاس۔ پولیس پر ان کا بہت اثر ہے۔ جگت پولیس کی بات پر اپنی جگت کرے گا کھرا بیبے بڑے آدمی کو درمیان میں رکھنے سے کچھ ہو سکے تو بہتر ہے۔“ نانا ہاتھ دھوئے ہوئے بولے۔

”نیری ایک اچھا ہے۔“ چندن گور جو چنڈہ پیرے کڑی تھی، بولی۔ ”ایک بار اپنے نواسے سے میری ملاقات کا انتظام کر دیں۔ میں انہیں سمجھانوں گی۔ شاید ان کا چلنا۔“

پانی کا گلا کر رکھ کر نانا بولے۔ ”بھو! تیری بات ماننے سے زیادہ وہ سن کر ہی موت کی بات سے گام۔“ پھر بولے۔ ”مخروڑ پڑنے پر میں اس عورت کے سامنے بھی ہاتھ پھیلائے کو تیار ہوں۔“

”جائے ہوئے کڑی بند کرنے لگے۔“ ان کی بھگلی ہوئی کمر کمر بھی ہمیشہ سیدتان کرا کر کڑھ چلے بالا۔ یہ محض آج حالات کے سامنے جھک گیا ہے۔

”کون؟“ دارائن سنگھ۔ ”آئے آئے۔“ گورے نرجن نے نانا کا استقبال کیا۔ ”بہت دنوں بھادھر کا خیال آیا آپ کو؟“ اس کے لیے میں گرجی تھی۔

”سلام کہہ کر نانا کمری پر بیٹھ گئے۔ تیری شخصیت کو دیکھ کر وہ کچھ اطمینان میں پڑ گئے تھے۔

”آج شیو پورہ آنا ہوا تو میں نے سوچا صاحب سے ملوں۔“ نانا نے کہا۔

”لازم کو کیا کہ صاحب نے کسی گھوٹالی پھر بیٹھی ہوئی شخصیت سے انگریز بی بی کہا۔“ ”اکڑا یہ

دارائن سنگھ ہمارے ساتھ فوج میں تھے۔ بہت بھادھر مکر داغ کے گرم آدمی ہیں۔ وفادار میں شک نہیں کیا جاسکتا۔“

”کی بی بی بہت دیر تک نانا نے انتظار کیا کہ وہ شخص وہاں سے جائے تو وہ صاحب سے بات کریں۔ مگر ان کا یہ خیال بیکار ہوا۔ ہوتے۔ دیکھ کر انہیں کہنا پڑا۔

”نانا کو کیا جواب دیا؟“ بچن نے جلدی سے سوال کیا۔

”جگت سکرایا۔“ نانا نے جواب نہیں مانگا بلکہ سوچنے کی بات کی ہے۔ لوسری جیسے بدشاہ، پیٹے جیسے جالاک اور کچھیرے جیسے دغا باز ارجن سنگھ پر اعتماد کرنے کے مطلق میں کسی سوچ بھی سکا ہوں؟“ جگت کے اس جواب پر بچن نے اطمینان کی سانس لی مگر دیوے بچن ہو گئی۔

”پھر تو نانا راضی ہو گئے ہوں گے۔“ دیو نے کہا۔

”ہاں۔“ مگر ارجن سنگھ نے جس طرح چار دن پر ظرف گھیرا ڈالا تھا یہ سن کر نانا کو خیال آ جائے کہ وہ کچھ زندہ بچرہ ڈالنے کا خرافا سمجھنے لگے۔ ”جگت نے سکرایا کہا۔“

”میری کچھ نہیں آتا کہ نانا جیسے مفروضہ نہیں ایسا مشورہ کیسے دے سکتے ہیں؟“ وہ کسی کی دھوکے، دھمکی میں آئے والے نہیں ہیں۔ ”ہندمان کہ ہے یہ سوچ رہا تھا کھرا سے سوال کرنے کا موقع نہیں ملا۔ ایک پیغام پر اپنا ہوا دل ہوا۔“

”اس نے پولیس کے تازہ اعلان کے بارے میں بتایا کہ پولیس نے نئے احکامات دیئے ہیں کہ چکا کو جہاں دیکھا جائے شوٹ کر دیا جائے۔ یہ سن کر چکا نے غصیل میں لیں، پھر وہ مگر چا۔“

”ارجن سنگھ نے اپنی مگھی پر عمل کیا ہے۔ لیکن میں بھی اسے مارنا کہ جواب ڈوں گا۔ آج سے ہر دو دن میں ایک ڈاک ڈالا جائے گا۔ دیکھا ہوں مجھے کون شوٹ کرتا ہے۔“

دیو جگت کے الفاظ سن کر گڑبگڑ گئی۔ جگت اور ارجن سنگھ ایک دوسرے کے خلاف ضد چلا گئے تھے۔

”اُن کی کارروائیوں سے بھی اندازہ ہوتا تھا۔“

پھر دیو ہوا جو کچھ چکا نے کہا تھا۔ ”دونوں نے گورے کر کسی گاؤں کے کولے جانے کی خبریں آئے لگتیں۔“

”اسٹیکلر ارجن سنگھ نے جہاں کارروائی کے طور پر چکا کے دھتے واردوں کو ٹھک کرنا شروع کر دیا۔“

”نئے میں دو ایک بار پولیس جگت کے کمر پر چھاپے ماری اور گھر کی ہر چیز اٹ پلٹ کر ڈالئی۔ اس کارروائی کا جواز ارجن سنگھ نے دینا کہ چکا نے ڈاکے کا مال یہاں چھپایا ہے اس لئے

تلاشی ضروری ہے۔ اس کے پاس یہ بہانہ موجود تھا اس لئے اسے اپنی تمام کا خوف بھی تھا۔“

اسی دوران اس نے ایک مرتبہ ایک صندوق سے چندن کو کڑی شادی کا جوڑا نکلا کر جلا دیا۔ اس نے اصرار لگایا کہ یہ لوٹ کا مال ہے۔ مگر کہہ سکی لوگ مجبور دے جس ہو کر اس شیطانی عمل کو

خاموشی سے دیکھتے رہے۔ پھر اس نے ایک رات سوئیں سنگھ کے کچیت میں آگ لگوا دی۔ تمام اصل

جہلی۔ پولیس خود غلط کر رہی تھی اس لئے فریاد کون سنتا؟

”بزارہ سنگھ کو نئے راستہ ان زمین کی دیکھ بھال کے لئے بھیج دیا تھا۔ پولیس کی اس پر بھی

نظر کی۔ بار بار کی تلاشی سے ٹھک آ کر چندن اور ان کی نانا کے گھر پہنچی تھی۔ سوئیں سنگھ کو

گاؤں سے باہر نہ جانے کی پولیس کو ہدایت بھی لہذا اپنے کچیت پر پڑے رہتے تھے۔ مگر ارجن

سنگھ کے پاس بہت راستے تھے۔ اس نے کرائے کے آدمیوں سے نصف شب کو اُن کے گھر کو آگ

لگوا دی۔ اچھا ہو کر نکلے والے دوڑ آئے ورنہ بہت کچھ ختم ہو جاتا۔ آگ کی خبر حرم پور پہنچی، اس

وقت جگت کی ماں کے طویل عرصہ سے ڈکے ہوئے آکر تمام ہڈیوں تو ڈکے رہے تھے۔

”پولیس دانے نہیں ربا۔ کہے بغیر اطمینان کی سانس نہیں لیں گے۔“ پاپو نے سب کب تک ہو

ہے۔ باقی سر پولیس کے تازہ حکم نے پوری کر دی ہے۔" ہانے موقع دیکھ کر تسخیل سے بتایا۔  
 "ارجن سنگھ نے کیا شرارت لگائی ہے؟" سرجن صاحب نے ہانے سے پوچھا۔ ڈاکٹر جوزف بھی بے  
 سننے کے لئے تجسس نظر آ رہے تھے۔ وہ کہ اس جانب کر کے سننے لگے۔ کیونکہ انہیں اب کم سنائی  
 تھا۔

"خراط بھی ہے کر جکت تامل ہو جائے۔ اس صورت میں کہیں کمزور کر کے پانچ سال کی قید  
 بنی تھا دیا جائے گا۔ وہ بھی کبہرہ رہے۔" ہانے بتایا۔

سرجن صاحب نے سلا جلا رہا اس کا ذہن اس کرے میں تباہی کو پھیلانے لگا۔  
 "آخر ابھی ہے۔ آپ کا کیا خیال ہے ڈاکٹر جوزف؟" سرجن نے پوچھا۔

"سرجن صاحب، انکی شرطیں زبانی ہوتی ہیں۔ اگر بعد میں پولیس زبان پلٹ جائے تو اس  
 صورت میں جگہ کے لئے چاکا کا چندا اگت نظر آئے گا۔" ڈاکٹر جوزف نے کہا۔

"میں بھی اسی وجہ سے ڈرتے ہیں۔" ہانے ان کا ساتھ دیا۔ "ہمارے ساتھ دھوکہ بھی ہو سکتا  
 ہے۔ جگت کو چاکا ہو جائے اور اس کا انتقام لینے کی خاطر اس عمر میں مجھے بھلائی کرنی پڑ  
 ائے۔" پھر اپنی سفید پگڑی پر ہاتھ جھیرنے ہوئے بولے۔ "آپ جیسے لوگ درمیان میں ہوں تو  
 بڑا سوچا جائے۔"

"ہوں۔۔۔۔۔" سرجن گہری سوچ میں فرق تھا۔ ناراض نگہ سے اُسے جت جی۔ طہری کی سرورس  
 کھدو دیا ہانے بھی اُس کی بات رد نہیں کی تھی۔ آج جب انہیں اُس کی ضرورت پڑی ہے تو  
 وہی راہ ضرور تلاش کرنی چاہئے۔ "انہیں بات ہے۔" سرجن ارمن سنگھ سے مل کر دیکھا ہوں۔ اُس  
 نے دل میں پاپ ہو گا تو چھپ چھپ نہیں سکے گا۔ آپ آج کی رات یہاں ڈک جائیں۔ رات ہتھال  
 ڈک گا، وہاں ارجن سنگھ کو پلا کر بات کروں گا۔ پھر ڈاکٹر جوزف بھی آج میرے مہمان ہیں۔  
 ہر دونوں ساتھ ہوں گے تو انکیلے چین کا احساس نہیں ہوگا۔" سرجن نے سسکا کر کہا۔

رات کا کھانا کھا کر سرجن صاحب سول ہتھال چلے گئے۔ پھر ناٹا اور ڈاکٹر بائیں کرنے لگے۔  
 گزیر جوزف کو یہ جاننے کی بڑی تمنا تھی کہ جگت کیوں باغی ہوا ہے؟ سب کچھ کس نے کیا۔  
 اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ اس کے دل میں انتقام کی آگ آپ نے بھڑکانی اور برائی کے راتے  
 نہ ہونے لگی آئی ہے آپ ہیں۔" ناٹا شرمندہ ہو گئے۔

"ہاں ڈاکٹر صاحب! اس وقت مجھے اُس کی ماں یا بیوی کا خیال نہیں تھا۔ اب اُن دونوں کی  
 رہتی تھی مجھے سب کچھ پتہ چلی۔ پھر جگت دشمن کی صورت کو غور کر کے لے گیا، اب وہ باغی پیری  
 نہ بھی سننے کو تیار نہیں۔"

"ناراض نگہ" ڈاکٹر نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔ "تم لوگ خون کا بدلہ خون کی روایت سے باہر  
 کب یہ دیکھو گے کہ انسان نے کس قدر تڑپ کی ہے۔ پہلے پیلے پیلے انسانی اور ظلم تم ہو گئے ہیں۔  
 اب ان کو لوٹا دو گے کہ ان کا جانی بھاری کیجئے ہو۔ اس صورت میں تم کی نسل کو کیا سکوا گئے؟"

"صاحب! آپ نے ہماری طرح ڈکہ بھیجے ہوں تو چہ چلے جو ان کو تارے لڑے مارے  
 ہیں، اُس وقت کیسا خون سوار ہوتا ہے۔ اگر ہم ہاتھ بانہ کر چیخ رہیں تو سر نے والے کی آنکھ

"سرجن صاحب! مجھے آپ سے کچھ کہنا ہے۔"  
 صاحب سسکا رہے۔ "میں غصوں کر رہا تھا کہ آپ کسی خاص کام کے سلسلے میں آئے ہیں۔  
 پولیس! کیا کام ہے؟" سرجن نے کہا مگر ناٹا انہیں شخص کی جانب دیکھ کر خاموش رہے۔ سرجن  
 سمجھ گیا۔ "ان کی آپ لگ رہے کریں۔ یہ بیکہ آادی ہیں۔" سرجن نے اطمینان دلایا۔

"ناٹا کچھ سوچ کر بولے۔" اور اپنی جگہ سے بیٹھ جکت کے لئے آپ کے پاس آیا ہوں۔"  
 "اودہ! اُس نے تو خوشی کھلا رہی ہے پورے علاقے میں۔ پھر آپ نے اُس کی  
 شادی بھی کر دی۔ اُس کی بیوی کا ہوگا؟ اُس کا کیا خیال ہے؟" ڈاکٹر نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔  
 "صاحب! آپ جانتے ہیں کہ ہم لوگوں کے دماغ پر خون سوار ہو تو کچھ نہیں سوچتے۔" ناٹا

نے کہا۔  
 سول سرجن نے اُس شخصیت سے کہا۔ "دو مشہور ڈاکو جگان کا فوارہ ہے۔"

یہ سنتے ہی اُس شخص کے چہرے پر ایک دم عجیب سے تاثرات ابھرے۔ ناٹا چونک پڑے۔  
 شاید انہماں شخص بات کا ڈرے گا مگر انہوں نے دوسری بات سنی۔

"یہ بات ہے۔ دو تو میرے یہاں ایک ایک رات گزار چکا ہے۔" اُس شخص نے کہا جس کا نام  
 جوزف تھا۔ دونوں جگت دودھ سے اُسے دیکھ گئے۔ اُس نے مزید کہا۔ "ایک بار اس کا سامنی پولیس  
 سے گھراؤں کر دیا تو وہ بھی ہو گیا تو وہ دے میرے گھر لایا تھا۔ اور میں نے ملایا کیا قات"

"اودہ! ناراض نگہ! پھر تو یہ تمہارے جگت کی جان بچان والے شخص ہیں۔" سرجن نے کہا، پھر  
 ڈاکٹر جوزف سے بولا۔ "آپ نے اُسے گرفتار نہیں کر لیا؟"

کر جگت ڈاکٹر کے چہرے پر دم کے جذبات ابھرائے۔ "یوں سچ سے کھانا ہے کہ انسان کو  
 معاف کر کے ہی اُس کی روت کو چکایا جا سکتا ہے۔ میں نے اُسے ایسی ہی عقل آموز سزا دی  
 ہے۔" ناٹا کو یہ سب باتیں عجیب سی سمجھیں ہو رہی تھیں۔ وہ یہاں جرم امید لے کر آئے تھے، اس  
 سے ان کے دل کو ڈھارس نہ بنی۔

"آپ نے اُسے کیا سزا دی؟" سرجن نے پوچھا۔  
 "آپ کے سامنی کے علاقے میں بدلے میں، میں نے اُسے انتقام کا خیال بھلا کر انسانیت کی

راہ اختیار کر کے قاتل بنا دیا۔" ڈاکٹر نے طہری کی آواز میں کہا۔  
 "تمہارا اس ان سبق کو بھلا دیا۔ وہ ناٹا کی سرگرمیاں اتنی تیزی سے نہ بڑھ جائیں۔"

"میں سرجن صاحب! سچ بولتے ہی پھل نہیں آتے۔" ڈاکٹر کی آواز میں یقین کی جھلک تھی۔  
 "سچ کو روز بانی دینا چاہئے۔ مگر مجھے تو غصوں ہوتا ہے کہ کسی نے اُسے پہلے سے انتقام کا زہر پلایا  
 ہے۔" یہ سن کر ناٹا نے سر جھکا لیا۔ سرجن نے اُن سے کہا۔

"اے! اچھا! آپ اپنے جگت کی کیا بات ہے؟ کسی آفت میں گمراہ ہے یا ذہنی ہو گیا ہے؟  
 دیکھتے ہی کوئی بار دینے سے حکم کے بعد دودھ زیادہ دیکھیں بلک سکے گا۔"

"صاحب! بگڑی کے کنارے پر مل چکے ہیں۔ ارجن سنگھ نے جگت سے مصالحت پر  
 رضامندی کا اظہار کیا مگر اُس کو ارجن کی بات پر اعتراض نہیں۔ اب پولیس گھر والوں کو تنگ کر رہی

ن کردہ ہنر سے آغوش گئے۔ مرجن صاحب ان کی صورت دیکھ کر مسکرا دیے۔ "نارائن سنگھ! آپ کا نام ہو گیا۔ اب جگت سے کہہ دو صاحب گت کر لے۔ ایسا موقع نہیں ملے گا۔" مرجن نے نانا سے لہلہ نانا خوش ہو گئے۔ انہیں کھیل کا انتظار تھا۔ مگر ڈاکٹر صاحب بولے۔ "نانتے کے بعد تفصیل اؤں گا۔" اور نانا سورج طلوع ہونے کا انتظار کرنے لگے۔

بہت دیر تک دیر اور جگت ایک دوسرے کی آنکھوں میں دیکھتے رہے۔ ہونٹ خاموش تھے مگر ان کی آنکھیں باتیں کر رہی تھیں۔ بارش ابھی بند ہوئی تھی مگر ہوا میں برسات کی ٹپ ٹپ ابھی آتی تھی۔ آسمان پر بدلیوں کے چوہے بڑے ٹکڑے تیرتے دکھائی دے رہے تھے۔ ستارے بھی آسمان کی بلندی پر موتیوں کی طرح چمکے گئے تھے۔ دیکھتے ہوئے درختوں کے پتوں پر سے گرنے والی پانی کی پوندیں جلنے لگیں۔ جگت کی نظر دیر کے حسین چہرے سے مٹ کر آسمان کی انہی آغوش گئی۔ اُس نے سر ادا ہو کر۔

"کیوں؟ کچھ بولے نا خاموش کیوں ہیں؟" "دوبو نہ کہا۔"  
 "تم بھی تو خاموش بیٹھی ہو۔ لیکن بعض اوقات خاموشی میں بھی لطف آتا ہے۔" جگت نے ہونٹ کی چڑیاں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔ دیر نے نظریں جھکا لیں، پھر دھمکے لہجے میں بولی۔  
 "آپ نے سر ادا کیا کیوں ہماری؟"

"دوبو....." جگت نے اُس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں قلم کر کہا۔ "تمہیں یاد ہے کہ ایک بار میں ہمارے گھر آ کر قلم تمہیں سونے کے ٹکڑے پہنائے۔" پھر کچھ دیر بعد بولا۔ "مگر تمہارا شوہر آگیا اور قلم تمہیں ٹکڑے میں پھینکا۔" اب بھی دیر خاموش رہی۔ مگر اب وہ زور پکڑ کر کہنے لگی۔ جگت نے ہاتھ۔ "تم نے وہ کونسا مقدمہ لڑنے کے لئے کوہا دیئے۔ مگر اب تمہاری خواہش پوری کرنے کوئی جتا ہے۔"

"مگر میں زبردستی کی ہوئی ہوں۔" جگت نے ہونٹوں کے ٹکڑے کی کوئی بات نہیں۔ آپ کے ہونٹ چپائی ہوئی کالج کی چڑیاں میرے لئے سونے کے ٹکڑے زیادہ قیمتی ہیں۔" وہو کے ذمے سے پیار جھلک رہا تھا۔

"مگر کالج کے ٹکڑے تو فوٹ جاتے ہیں وہو اور ہمارا پیار کیا زبردستی۔" جگت نے دیر کا ہاتھ ٹٹوٹے تک لے جا کر چومتے ہوئے کہا۔ ہوا کے ایک ٹکڑے سے جوہر کے لئے درو کے سینے سے پڑا ڈوا دیا۔ اُس کا سینہ سانس کے ساتھ حرکت کر رہا تھا۔ اُس کے دل میں طوفان کر رہی تھی۔ جگت نے دیر کا ہاتھ دیر کی ریختن پر رکھا۔ جگت کا ہاتھ اب اُس کی چپٹی پشت پر چل رہا تھا۔ دیر دوسٹ بیٹھی ہوئی تھی۔ اُس کی ٹھوکی پر جگت کا ہاتھ پڑ گیا۔ جگت نے دیر کی طرف دیکھ کر کہہ دیا۔  
 "ہو پھل ڈاڈا میں کہا۔" وہو دیر اب یہ شرم کب تک آئے گی؟"

دیر کے دل میں جگت کے چہرے سے میرے سر چھپا لینے کی خواہش بیدار ہو گئی۔ مگر اپنے لپٹاتے ہوئے جگم کو اُس کے حوالے کرنے سے پہلے اُس نے خود پر قابو پالیا۔ جگت نے اسے

کس طرح جینے کا؟" یہ کہتے ہوئے نانا جین میں آگئے۔  
 "اس عمر میں بھی آپ کا خون جلدی گرم ہو جاتا ہے نارائن سنگھ! ڈاکٹر پر ایمان انعام میں بولا۔

"ہاں! میں اپنے دل کے ذمہ تو کدوا نہیں چاہتا تھا کیونکہ میں اس کا عادی نہیں۔ مگر جب تم دھلا کہتے گے تو مجھے بھی جرابا بکھ کرنا پڑا۔"

کچھ دیر تک ڈاکٹر جوزف خاموش رہے۔ اُن کے چہرے پر ڈکھ کی پرچھائیاں دھل رہی تھیں۔ پھر وہ صدمہ لہجے میں بولے۔ "جگت! میں جس طرح آپ فوج میں تھے اسی طرح میرا فوج میں تھا۔ میرا بھی نظری میں تھا۔ ہمارا دل بیٹا اُس وقت باطل جگت کی عمو اور دہ کا تھا۔ وہ دلاعت میں تعلیم حاصل کر رہا تھا۔ میں اور اُس کی ماں میری، ہندوستان میں تھے۔ میری پریشانی ابھی چل رہی تھی۔ راجہ مہاراجہ میرے پاس علاج کی غرض سے آئے تھے۔ منہ لگائی دولت تھی۔ میں سرایہ دار بن کر دلاعت جانے کے خیال سے دن رات کام میں مگن رہا۔" ڈاکٹر جوزف نے غلطی سانس لی، پھر بولے۔ اُس وقت اُن کی آواز ٹپک رہی تھی۔ "غزلی کہ ایک مورچے پر جارح مارا گیا۔ اُس کے جسم سے ٹکڑے اڑ گئے۔ اُس کا چہرہ پچھانے کے قابل نہیں رہا۔ اُس کی ماں مدد سے بڑھ چلا ہوئی اور اُس کی حالت اب بھی بگڑی ہوئی۔ میں پیسے کے پیچھے ہٹ گیا۔ اب مجھے بھی ہوش آگیا۔ یہ سب کس کے لئے؟ زندگی میں ہمارا لگا ہوا حساب کس کام کا؟ پہلے تو بچے کو مارنے والے دشمنوں کو گالیوں دیں۔ میرا اہل چل تو انہیں قسم کر دیا۔ مگر آخر یسوع مسیح نے راستہ بتایا۔ انسان کا سب سے بڑا سرایہ انسانیت کی خدمت ہے۔ اُس وقت سے اپنی تعلیم میں لے کر لوگوں کے لئے استعمال جو چاہی ہیں، جن کے پاس سرایہ نہیں، کر لیں، پینے کے لئے پورے کپڑے نہیں۔" کرکین ڈاکٹر نے کہا۔ "میں کس کے لئے نا چھپ کر انہیں دیکھنے لگے۔ اُن کی آنکھوں میں ڈکھ کا سمندر کر رہی بدل رہا تھا۔ مگر ساتھ ہی انسانی ہمدردی اور دم کے جتنے بھی چھوٹ رہے تھے۔"

"ڈاکٹر صاحب! اعانہ کرنا۔ آپ کے ڈکھ سے میں واقف تھا۔ اس لئے انا سید صاحب گیا۔" نانا نے اُس کو اکھٹا کر لیا۔ ڈاکٹر صاحب ابھی کچھ اور کہنا چاہتے تھے۔ وہ بولے۔  
 "بھائی! میں نے تمہارے جگت کو دیکھا اور میں نے اپنا بیٹا جارح بنا ڈالا گیا۔ وہ اپنے ڈیڑھی ساچی کو لے کر لوٹ گیا۔ پھر میری بیوی میری نے کہا۔ اُسے جانے کیوں دیا؟ یسوع مسیح نے مجھے خواب میں بتایا دی کہ اسے میری تصویر کے سامنے لے آئے۔ میری کو قیامت سے یسوع مسیح کے کرم سے اُس کی زندگی برپا دی ہے سچ جاتے گی۔" ڈاکٹر کی آواز میں جگت کے لئے محبت تھی۔

ساری رات نانا کے ذہن میں کرکین ڈاکٹر کے الفاظ چوکے لگتے رہے۔ پہلی بار اپنے گے پر جگت اور ہاتھ۔ فٹلوں سے لٹکی ہوئی انسانی کی آگ میں جو انہیں اپنے اور دوسروں کو جھونک دینے کے باوجود انہیں سکون میں لٹا تھا۔ "ڈاکٹر سچ کہتا ہے۔ انسانیت کے علاوہ کوئی چیز انسان کے ساتھ نہیں ہے۔" انہوں نے سوچا۔

صبح کے وقت سول مرجن آگئے۔ اس وقت بھی وہ جاگ رہے تھے۔ اُن کے قدموں کی آہٹ

ہلادی اپنے مزاج پر قابو پایا۔ "ویرداتم جاتی ہو کہ میں بےادبیت ختم کر دوں؟"

ویرو نے سر ہلا کر کہا۔

"اس سے کیا ہے؟" جگت کی آواز میں نرمی دیکھ کر ویرو کی ہمت بڑھ گئی۔

وہ اس کی آنکھوں میں دیکھ کر بولی۔ "پوچھتے ہو اس سے کیا ہے، کسی ماں کو اس کا کھوپڑا ہانا چاہو کہ بیوی کو ناخوش کر دیا جائے گا۔"

"اور کسی کو سفرد بھجی دل جائے گی۔" اب جگت کے الفاظ میں طنز تھا۔

"جگت! آخر تم غلطی میں مبتلا ہو گئے۔" ویرو نے قائل نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "تم

دیکھتے ہو کہ میں اس کمر میں دایاں جاؤں گی، پھر پھر دایاں ہو کر کیوں آئی، صرف بدنام ہونے کیلئے؟"

"میں سبھی معلوم کر رہا ہوں کہ تم کہاں جاؤ گی؟ وہ جانو کہ میں ٹپکانے گا۔ وہ تمہارے جسم کو

دھڑکائے گا۔" جگت نے دانت چس کر کہا۔

"مگر میں اس کے ہاتھوں میں دایاں نہیں جاؤں گی۔" ویرو نے اپنی سوچ کا اظہار کرتے

ہوئے کہا۔ "میں تمہارے ساتھ جھل میں رہوں گی۔ میں نے بھی بےادبیت کی ہے، اس لئے مجھے

پتہ نہیں ہو سکتا۔"

جگت تجھ پر مار کر کہنے لگا۔ "بھلا! جھل کا عورت کا کام نہیں۔ بھرو وہیں میرے ساتھ جہی

بھی رہیں گے۔ کے خبر کہ وہ عورت پر دم کھا کر چھوڑ دیں۔ اس وقت تم کہاں جاؤ گی؟" جگت

نے کہا۔

"میں اپنے بیکے چلی جاؤں گی۔ اور تمہاری زبانی کا انتظار کروں گی۔ چندن، بین سے کہوں

لی تمہاری سوت نہیں، بلکہ بین بنا کر دوںں ساتھ رہیں گے۔" ویرو نے پیار بھرے لہجے میں کہا۔

اتنے کے بوٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ تھی۔

"تم نے سب حساب کتاب کیا ہے؟"

"ہاں! (ویرو نے توجہ نہیں دیا) دیکھ کر کہا۔

"اب اس کا مطلب ہے تم مجھے نہیں سمجھ کر رہی ہو، مگر کی جگت خوش مزاجی سے بولا۔

"پھر جھل سے دایاں آنے کے بعد نہ دوڑ دوپ، بلکہ لوٹ کچھ ساتھ نہیں ہو گا۔ اس کا خیال

رہی ہوئی تو دل میں خشک ہو جاتی ہے۔ جگت چپ رہا۔ ویرو پھر بولی۔ "اس وقت ایک ایک

بچہ خطرے سے دوچار ہیں۔ میں سب دیکھ کر گزار جاتی ہوں۔ آپ کو جب کبھی صحیح سلامت

بھی آتے ہیں دیکھی، دل کو دھڑکا سا لگا رہتا ہے۔ طرح طرح کے دسم گھیرے رہتے ہیں۔"

ت پھر میری خاموش رہا، پھر اس نے جگت کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ "کیوں، خاموش ہو گئے؟

راگینا اچھا نہیں لگا؟" ویرو نے پوچھا۔ جگت نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا۔

"نہیں ویرو! میں انجمن میں پر جاتا ہوں۔ اس رات سے کوئی نہیں جاتا۔ باقی بنے

لہو کو کبھی بھی شریف شری نہیں ہیں۔ مجھے تو اس بات میں بڑی نظر آ رہی ہے۔ پھر بھی سب

اپنا اس بات کو بھگتتے ہیں۔" جگت کی حالت دیکھ کر ویرو دل بھر آیا۔

"تم اسے بڑی دل کیجے ہو؟ میں بھی ایسی بات نہیں کروں گی جس سے تمہارے دل کو ٹھیس

ایک عورت کی جیا بکھ کر اپنے پہلو میں کھینٹ لیا۔ ویرو کے جسم میں برقی رو دوڑنے لگی۔ اس سے

پہلے کہ وہ کچھ کھسکے، جگت کے ہونٹ اس کے گلابی رخساروں کو چومنے لگے۔ وہ جواں جسم

ایک ہو گئے۔ ضبط کے کناروں سے جذبات کی لہریں ٹکرائیں۔ اب ان دونوں کناروں کو

توڑنے کے لیے صرف ایک سوچ مند تیز کی ضرورت تھی۔ ویرو نے خود کو سنبا لیا۔ اس نے

اپنا جسم کھینچ لیا مگر جگت سے قہار ہوا تھا۔ "ویرو! زندگی کا کوئی دوسرے نہیں۔ پھر بیاتے رہ کر کب

تک اس طرح ترپے رہیں گے؟ تمہیں کس کا خوف ہے؟ تم مجھ سے الگ کیوں رہتی ہو؟"

"جگت! میں نے اگر کسی کو چاہا ہے تو وہ تم ہو۔" ویرو دہپے کو بیٹے پر رکھتی ہوئی بولی۔ "میں

بھی اپنی آگ میں مل رہی ہوں مگر۔"

مگر اس سے جگت کے جذبات اور بھڑک گئے۔ اس نے ویرو کو بھر قریب کر لیا۔ وہ ویرو کے

اوجھڑے ہٹے کو نظر انداز کر کے بولا۔ "پھر ہمارے درمیان کوئی دیوار ہے؟ کیا تمہارا بڑول

شوہر ہے؟ تم کہو تو میں اسے آج ہی بھوک ڈوں۔" جگت نے ویرو کو پیٹنے سے لگا رکھتے ہوئے کہا۔

ویرو نے اپنا گورا بھوک جگت کے بوٹوں پر رکھ دیا۔ "ایسا نہیں ہے۔ بلکہ ہمارے درمیان وہ

وجہ ان رہا ہے جو میں نے چندن کو چاہا تھا۔"

"کیوں اس دن؟" جگت نے بے تاب ہو کر پوچھا۔ جسم میں ہلکے سے ہلاؤ سے اس کا

چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔ اسے یقین تھا کہ چندن کو اس کے اور ویرو کے درمیان نہیں آئے گی۔ شادی

سے پہلے چندن کو اس نے ویرو کے بارے میں سب کچھ بتا دیا تھا۔

"جب تم نے مجھے اچھا کے گھر بھیج دیا تھا تو میں نے وہاں سے چندن کو ایک خط لکھا تھا جس

میں میں نے اسے یقین دلایا تھا کہ اس کے سہاگ میں مجھے دایاں نہیں ہوں گی۔ اس نے مجھ پر

اعتماد کیا ہے میں اسے کیسے بھول سکتی ہوں؟" ویرو نے جگت کو تسلیل بتاتے ہوئے کہا۔

"مگر چندن نے مجھے ایسی کوئی بات نہیں بتائی ویرو! ہمارا ملاپ اسے بھی نہیں لگنے لگا۔"

"اسی لئے میں جلدی نہیں کرتا جانتی۔ میں تمہاری ہو چکی ہوں۔ مگر جیسا میں میری کرنا چاہتا

ہے۔" ویرو نے سر ہلا کر بھر کر کہا۔ جگت کا چہرہ اب بھی کم نہیں ہوا تھا۔

"کہاں تک میرا کرنا چاہتا ہے ویرو؟ میں ایسا نہ ہو کہ میری لاش کے ساتھ۔"

"ہمم ہم۔۔۔ ایسا لفظ نہ بولیں جگت!۔" ویرو نے لرز کر جگت کی بات کاٹ دی۔ "دل کی ایک

خراش ہے۔ بھگوان نے خراش کب پروری کرے گا، کے خبر؟" ویرو نے بولی۔

"ویرو! تم رورہی ہو۔ میں تمہارا کوئی ارمان اوجھڑا نہیں رہنے دوں گا۔ تم ایک بار مجھ سے

کہہ دو۔۔۔ صرف ایک بار تا دو کہ تمہاری کیا خراش ہے؟"

"تمہارے مزاج سے تو لگتا ہے۔ شاید تم میری بات سن نہ سکو اور میرا یہ غلط فہمی کی خبر دے

جائے، اس ڈر سے مجھ کو نہیں کہتی۔"

"پھر تو تمہیں بتانا پڑے گا۔" جگت نے ویرو کا سر اٹھا کر کہا۔ "آپ کب تک بےادبیت جاؤ

رکھیں گے؟" ویرو نے عجیب سا سوال کیا۔

"کیا مطلب؟" جگت کے ابرو کھینچے ہوئے تھے۔ اس سوال کا مطلب وہ کچھ چکا تھا۔ اس نے

سب سے ملیں گے۔"

جگت کا ذہن بری طرح الجھ گیا۔ "سب سے ملیں گے؟" پھر اُس نے اندازہ لگایا کہ معاملت کے علاوہ نانا کی اور کام سے خود نہیں آ سکتے۔ پہلے تو سوچا انکار کر دوں۔ مگر اُن کے ساتھ ڈاکٹر کون ہوگا؟ نانا کیا کام ہوگا.....؟

"تمہیں نانا پھر بجھانے آئے ہوں گے۔" جوانان نے کہا۔ "مگر ڈاکٹر کا یہاں کیا کام ہو گیا؟" "آئے دو۔۔۔ وہ آئیں گے تو پتہ چل جائے گا۔" "درو نے کہا۔ پھر اسے خیال آیا کہ ران کی تلاش میں داخلت نہیں کرنی چاہیے۔ بچن خاموش تھا۔ جگت نے اُسے دیکھا۔

"تجربہ سے نانا کے متعلق بہت سنا ہے۔ ایک بار انہیں دیکھنا چاہتا ہوں۔" بچن مسکرا کر بولا۔ "دیکھنا چاہتا ہوں" کا قہرہ اسے براہ راست ہوا مگر جگت کا موقع نہیں تھا۔ اُس نے بیٹا پھر کے ساتھ چار ماہی بیچے اور کہا۔ "ہوشیار رہنا! ممکن ہے پولیس ان کے قاتل میں یہاں تک متعلقہ جائے۔" جگت کی حیات سن کر وہ طے ہو گئے۔ بانی لوگ سوچ میں گم ہو گئے اور وہ جلدی کے جھماکوں کے کھانے کا انتظام کرنے لگی۔ نانا کے ساتھ اُسے والی شخصیت کے متعلق جگت نے اندازہ لگایا تھا مگر بچن جڈن ڈاکٹر کا کیسے مل گیا؟ وہ ایک دوسرے کو پہچانتے نہ تھے۔ مگر نانا کی آہ کے بعد یہ اندازہ صحیح ثابت ہوا۔ اُن کے ساتھ وہی ڈاکٹر تھا۔ اُن کا احتیال کرنے والوں کی آنکھوں میں حسرت کے ساتھ حیرت بھی کی جو ڈاکٹر کی نظر سے چھپ نہ سکی۔ جگت ان کی بات سمجھ کر جذبہ سے اس ڈاکٹر کو دھڑے دھڑا ڈاکٹر کو ساتھ لائے تھے۔ درود کو دیکھ کر دل میں جاگتی ہوئی فطرت کو چہرے پر نہ لانے کا نانا نے فیصلہ کر لیا تھا لہذا اُن کے چہرے پر کسی قسم کا ناشر بیدار نہیں ہوا۔ وہ دو دیکھ کر نانا سے نظر نہ ہٹائی۔ یہ دیکھ کر جگت کو کجب ہوا۔ کیا ڈاکٹر نے اُن کے دل سے فطرت نکال دی ہوگی؟ بچن کی تاش کے بغیر دونوں کو باری باری دیکھ رہا تھا۔ وہ نانا کے چہرے پر اُن کی آمد کا جھنجھوٹا حال کر رہا تھا۔ انہماک سے لوگوں سے ملاقات کے بعد جگت دروبسب خاموش رہے۔ آخر ڈاکٹر نے جوانان کو دیکھا۔ "یہ میرا سر بیٹا ہے۔"

جوانان کے ذہن میں روشنی ہو گئی۔ یہ وہی ڈاکٹر ہے جس نے اُس کا علاج کیا تھا۔ اسی نے جگت کو انتظام بھول جانے کا سبق دیا تھا۔ اب وہ نانا کے ساتھ اُس کے آنے کا مطلب سمجھ چکا تھا۔ لیکن یہ لوگ جگت کو کم سے پیدا کر کے رہیں گے مگر وہ خاموش رہا۔

"ڈاکٹر صاحب! بریض ابھی تک نرس میں ہی ہے۔ زار دیکھ کر بتائیے اس کا علاج ہے اسے ایک کیا جا سکتا ہے؟" جگت نے کہا، پھر دیکھ کر بھرے لہجے میں بولا۔ "اس بیٹے پھر میرے نفس کا اس دروازے سے رہنا تکلیف دہ ہے۔"

جوانان کو بچن ڈاکٹر کی جانب غور سے دیکھ رہا تھا۔ اُس کے دل میں اس شخص کے متعلق کوئی نئی بات نہیں کی مگر اسے دیکھ کر نہ جانتے کیوں اُس پر غصہ آ رہا تھا۔ ڈاکٹر نے جوانان کو ابھی راج دیکھا، پھر کچھ دیر کے لئے ایسا عجیب و غریب ایسے آوی کو دیکھنے پر لوگ آئے ہوں۔

ڈاکٹر جوزف نے کہا۔ "مگر اوپر سے مجھ گیا ہے مگر انداز ابھی تک اسی طرح ہے۔ اسے علاج ضرورت ہے۔ دیر کرنے پر۔۔۔ وہ لوگ گھر کے جگت کی سوائے نظروں کو دیکھ کر ہلکا سا مکمل کر دیا۔"

لگے۔ سامنے جا کر خود کو سرگردم پر بادل آوی کا کام نہیں ہے۔" درو نے کہا۔

"مگر درو! ماہر سے ساقیوں کا کیا ہوگا؟" جگت نے پوچھا۔

درو کے پاس اس سوال کا جواب نہیں تھا۔ اُس کی آنکھیں اب سینے سے بوجھل ہو رہی تھیں۔ اُس نے جہاں کی، اپنی جگت کی راتوں پر سر رکھ کر لیٹ کر اُس کی آنکھیں بند کر کے پر بڑائی جیسے خود کاٹی کر دی ہو۔ "ہر ایک اپنا اپنا نصیب لے کر دنیا میں آتا ہے۔" جگت اُس کے روشنی مختصرے بالوں پر ہاتھ پھیرنے لگا۔ اُسے گھبرا دیا گیا۔ اُس نے سوچا کہ کچھ پتہ پھر بھی گھر کے عورت کا سر اپنی گود میں رکھ کر بیٹھے ہوئے پیار کی باتیں کرنے میں کتنا غرور آتا ہوگا؟ وہ تو اس سے بھی زیادہ سکھ اٹھا سکتا ہے۔ کیا ران پر چند دن کا سر اور دوسری پر درو کا؟ دونوں کے سروں پر ہاتھ پھیرے ہوئے پیار کی گفتگو سن کر کیا لطف آئے گا؟ جگت نے نہیں سمجھا کہ کتنا بدلتے ہوئے خلاف اُس کے ذہن میں جو فطرت پیدا ہوئی ہے اس کی وجہ سے دینا کے لئے اُس کے دل میں خواہش پیدا ہوئی ہے یا درو نے اُس کی خواہش کو بیدار کیا ہے؟ درو دیکھنے میں سمرادی تھی۔ شاید وہ کوئی شخص خواب دیکھ رہی تھی۔ درو اور چند دن کے سکھ کی خاطر وہ کچھ بھی نہیں کر سکتا؟

جگت نے سوچا، پھر ابھی سے سوئی ہوئی درو کا سر ران پر سے ہٹا کر اُس نے پیار کی ہر دہا اور اس کے بارے لیٹ گیا۔ پھر اُسے جھوٹے اُسے گھنڈے ڈور لے گئے۔ اُسے چند نظر آئی جو کھڑکی کی سیالیں قدام کر کھڑکی کی راہ دیکھ رہی تھی۔ آسو بھائی سسکیاں لیتی۔ نہ جانے کتنی راتوں کی جاگتی ہوئی وہ تھک جائے گی۔ اُس کے خد کے بندھن ٹوٹ جائیں گے۔ اس کی نامی کا سینہ درو صلی جائے گا، پھر وہ کسی کی راہ کھنکے گی۔ جگت کا دل اب پیار کی حرارت پا کر نیا زوہ اختیار کر رہا تھا۔ تین چار دن سے اُس کا دل اس بات میں نہیں گلن تھا۔ ڈاکٹر ڈالنے جا رہا۔ وہ اپنے ساتھیوں کی سوچوں کے باوجود خود کو اپنا تصور کرتا۔ ذہن میں زبردست کشش اور جگمگ جاری تھی۔ وہ کوئی فیصلہ نہیں کر سکا۔ زیادہ ابھین ہوئی تو وہ اپنے دل کو بھلاتا، اب مصالحت؟ سوال کہاں؟ اگرچہ تنگہ ہمارے خلاف خد پر آ گیا ہے۔ نانا کو میں نے جواب نہیں بھیجا، دیکھتے ہی گولی مار دیتے یا گھم جاتی ہو چکا ہے۔ پھر مصالحت میں؟ سب نے اس بات کو بھلا دیا ہے، مگر میں کیوں اس خیال کو ذہن میں جکڑ دوں؟ پھر میری شام ایک بیٹا بھرا۔

"تمہارے نانا یہاں آ کر تم سے ملنا چاہتے ہیں۔ تین دن سے گھر سے روانہ ہوئے ہیں۔ خان ڈوگر کے میاں کے گھر پر پھیرے ہوئے ہیں۔" بیٹا بھرے بتایا۔

"کیا کام ہے، یہ بھلا کیا ہے؟" جگت نے پوچھا۔ جوانان اور بچن دھڑتیں انداز میں جواب انتظار کر رہے تھے۔

"یہ نہیں بتایا۔ صرف اتنا کہا ہے کہ خاص کام ہے۔ مشورہ کرنا ہے۔ اُن کے ساتھ کوئی ادا بھی ہے۔"

"ڈاکٹر؟" جگت سوچ میں پڑ گیا۔ پھر اُس نے اپنے ساتھیوں کی طرف پلٹ کر کہا۔ "تم سمجھتا ہوں، میں خود جا کر دیکھوں کیا بات ہے۔"

"دوسروں سے پہلے بیٹا بھر بولا۔ "وہ نہیں آئے گا کہہ رہے ہیں۔ انہوں نے کہا ہے کہ

کے درمیان میں ہونے کے بعد بے ایمانی کا امکان نہیں۔ کیونکہ وہ خود انگریز ہیں۔“ ڈاکٹر نے سمجھانے والے لہجے میں کہا۔ ”تو اُن کا ساتھ دیا۔“

”گھر سے نکلتے وقت تمہاری ماں اور چچن نے آنسو بھری آنکھوں سے التجا کی ہے کہ اب تم براہ چھوڑ دو۔“ پھر دلیس ہونے لگیں۔ ”کچھ کر ماری بھی ہوئی۔ تانا بھی فٹے میں آ جاتے مگر ڈاکٹر جیسے خشنے دریاغ والے فٹے کی موجودگی کے باعث اُن کی ذہنی صلاحیت نے بہت کام کیا۔ جب یہی جگت، ویرو کی جانب دیکھتا تو اُس کی آنکھیں جگت سے اٹھا کر تھیں، ماں جاؤ! ہم بہ کی خاطر مان جاؤ۔۔۔۔۔!“

گرم لوہے پر خضریں لگ رہی تھیں۔ جنوان جیسا شخص بھی پھٹنے لگا۔ شاید جگت کے لئے یہ اب اچھا ہو، پھر وہ کیوں بات پکا ذکر سب کی زندگیوں پر ادا کر دے؟ مگر چچن اب بھی مضبوط تھا اس لئے اُس کی مرضی معلوم کیے بغیر جگت ہاں کرنا نہیں چاہتا تھا۔ بات فٹم کرنے کے لئے اُس نے کہا۔ ”فیصلہ میں اپنے ساتھیوں پر چھوڑنا ہوں۔ آپ لوگوں کو آٹھ دن میں جواب مل جائے مگر ویرو کا کیا ہوگا؟“

”ہم نے اس کے خلیق سوچ رکھا ہے۔“ تانا فوراً بول اٹھے۔ ”اس کی سلامتی کی ذمہ داری ہم لے رہے۔“ جگت تانا پر اعتماد کرتے ہوئے ہچکچاتا تو ڈاکٹر نے کہا۔ ”اے ہم کسی کے سپرد نہیں کریں گے۔ سب کچھ اس کی مرضی کے مطابق ہوگا۔ مجھ پر یقین رکھو۔“

پھر جگت نے آخری شرٹ کے طور پر کہا۔ ”اس مصالحت میں میرے علاوہ کوئی پولیس کے خائنے حاضر نہیں ہوگا۔ یہ میری شرط ہے۔“

”نہیں۔۔۔۔۔ میں تو تمہارے ساتھ رہوں گا۔“ جنوان نے جج کر کہا۔ ”میری بھی شرط ہے۔ ورنہ تمہارے یہاں سے باہر جانے میں اپنی زندگی فٹم کروں گا۔“

ڈاکٹر نے موقع سے فائدہ اٹھا لیا۔ ”جگت! جنوان کو علاج کی ضرورت ہے جو اسے جیل کے قیام میں پیسہ آجائے گا اسے پکڑ کر پولیس سڑا دیں۔“

چچن نے اس کے خلاف کچھ نہیں کہا یہ دیکھ کر جگت کو حیرت ہوئی۔ وہ سمجھا گیا کہ اپنا چ جنوان جتنی کی فوٹی کے لئے ہو چرہ میں جائے گا ویرو کے بغیر کوئی اُسے نہیں سنبھالے گا۔

”مجھے سات دن کی سہلت دو ڈاکٹر صاحب! آج سے ساتویں دن اگر ویرو کالے کر میں آپ کے گھر آؤں تو مجھ کو لپکا کر مجھے مصالحت منکھو نہیں۔“

”اتنا دو اور ذکر بغیر کسی فیصلے کے دہیں جا رہے تھے۔ وہ کچھ ماہوں بھی تھے۔ جگت نے تو اسی لئے دل میں فیصلہ کر لیا تھا مگر جب تک اُس کے ساتھی فیصلہ نہ دیں اُس وقت تک وہ اپنا ارادہ قائم نہیں کرنا چاہتا تھا۔“

”اگر صحیح علاج نہیں ملتا تو اس صورت میں زندگی بھرا سے اسی طرح بستر پر پڑے رہنا پڑے گا۔“ جگت نے وہ بھری مگر جنوان گرم ہو گیا۔ ”نہیں۔۔۔۔۔ میں اپنی زندگی فٹم کر لوں گا۔“ جنوان نے کہا۔

”ارے جو ان! یہ کیا کر رہے ہو؟“ ڈاکٹر نے اُسے غصا کیا۔ ”اپنی دوسرے کی زندگی فٹم کرنا یورو سچ کے ہاتھ ہے جو انہیں تم کو فٹم کرنا ہوتا تو پولیس کی گولی پیلوں میں جس جانے کے بعد تم زندہ نہ رہتے۔“

تانا خاموش تھے۔ وہ سوچ رہے تھے کہ بات کی طرح شروع کریں؟ ویرو نے آکر اطلاع دی۔ ”کھانا تیار ہے۔“ اُس نے جلدی کھانے کا انتظام اس لئے کیا تھا تا کہ اگر جگت میں کڑی جائے تو اس صورت میں پکا اپنا ہوا سب کچھ بیکار نہ جائے۔ جگت نے تانا سے کہا۔

جگت کے سوال کرنے کا مقصد تانا سمجھ گئے۔ ویرو کے ہاتھوں کا کھانا کس کر دوسرے سوتے پر وہ اچھل جاتے۔ مگر تانا تانا فٹمے کو لپا رہے تھے۔ وہ نرم دکھائی دینے لگے۔ انہوں نے صرف اتنا کہا۔ ”کھانے کے درمیان بائیں ہوں گی۔“

کھانا شروع ہونے کے بعد بہت دیر تک خاموشی رہی۔ پھر تانا نے ڈاکٹر کو پکا سا ٹھوکہ دے کر بات شروع کرنے کا اشارہ کیا۔ یوزھا ڈاکٹر پر لب مسکرایا۔ ”جگت! تم سے جنوان کے علاج کا غلط حصول کرنے آ رہا ہوں۔“ ڈاکٹر جوزف نے بات کی ابتدا کی۔

جگت سمجھ گیا، پھر جی بولا۔ ”وہ میں آپ کو گھر بیٹھے بیچ دوں گا۔ یہاں آنے کی تکلیف کیوں کی؟ سستی رقم ہے؟“

”مل کی رقم دینا۔“ مل کی رقم دینے میں نے پہلے ہی دکھ دی تھی۔ مجھے یقین تھا کہ جلد یا بدیر تم ادائیگی کر دو گے۔“

جنوان سمجھ گیا، ڈاکٹر کو ن سائل مانگ رہا ہے۔ وہ درمیان میں بولا۔ ”آپ صاف کیوں نہیں کہتے کہ میری جان کے بدلے آپ جگت کی آن خریدنے آئے ہیں۔“

”لڑکے! تم ذرا صبر کرو۔ جگت کی آن کے لئے مجھے فٹم سے زیادہ مگر ہے۔“ تانا نے جنوان کی طرف دیکھ کر کہا۔ جنوان خاموش ہو گیا ایک بار بات شروع کرنے کے بعد تانا صبر کرنے کے عادی نہیں تھے۔ انہوں نے صاف صاف کہہ دیا۔ ”جگت! ارہن جگت بھی اب مصالحت کرنے کو تیار ہے۔ یہ تمہارا جواب لینے آئے ہیں۔“ جگت سوچ رہا تھا، اس دوران تانا نے جگت کو دو تمام

بائیں تاسیں کی پولیس والے گھر کے افراد کو کس طرح پریشان کرتے ہیں؟ وہاں کی کتنی خراب حالت ہے۔ چچن یہ سن کر فٹے سے مل کھانے لگا۔ ویرو رونے لگی۔ جگت نے صرف اتنا کہا۔

”ارہن میں غلط فہم کرنے میں دو نہیں لگاؤں گا۔“ ارہن سمجھ کر ڈاکٹر بولے۔ ”ارہن! تم کو فٹم کرنے سے پولیس فٹم نہیں ہو جائے گی۔ بات کا اٹلا کر دیکھ کر ڈاکٹر بولے۔“ ارہن سمجھ کر ڈاکٹر بولے۔“

اُس کی جگہ دوسرا آئے گا۔ اس طرح بات فٹم نہیں ہوگی جگت! ڈاکٹر کی آواز میں نرمی تھی۔ پھر انہوں نے جگت کو انگریز مول سرنجن سے ہونے والی گفتگو سے آگاہ کیا اور کہا۔ ”ان جیسے آدمی

ہوئے کیا۔

”دیوبند! آپ بغیر سوچے مجھ سے جو سوال کر رہی ہیں، اس کا کیا جواب دوں یہی سوچ رہا ہوں۔ آپ نے چچا کو کشمکش کا ”دوسرا“ کیوں لکھا ہوں؟ یہ تو چچا کو آپ میرے جواب کا انکار کر رہی ہیں۔ میں نے غلط تو نہیں کہا؟“ بچپن میں کبھی سکراہٹ کے ساتھ بولا۔

”تمی ہاں۔“ عمر میں نے ہنستا آپ کی آنکھوں میں ڈکھ دیکھا ہے۔“ دیوبند نے آہ بھر کر کہا۔

بچپن میں کبھی کسی کے ساتھ اسے دیکھتے تھے۔ مجھے محسوس ہو رہا ہے کہ قدرت کو کبھی منحور ہے۔ جن کو کشمکش اپنا چھتہ لگتا ہوں وہ بہت جلد جدا ہو جاتے ہیں۔ یہ کہتے ہوئے بچپن سے خوشی سانس لی، دیوبند اس کی آواز سے بہت متاثر ہوئی۔ ”اچھا اور کتنی میری زندگی تھی۔ اچلا کو تو کبھی پکا، اب بگڑ گئی ہے۔“ بچپن کا گھارندہ گھبراہٹ اس سے آگے بڑھ کر گنہگار نہ رہا۔

”بچپن بھائی! میں تمہارا ڈاکھوس کر رہی ہوں کیونکہ میں بھی اسی کشمکش کی مسافر ہوں۔“ دیوبند نے ہمت کر کے کہا۔ ”جنت سے جدا ہو کر کبھی ڈکھیں ہوگا؟ یہ آپ بھی جانتے ہیں۔ سچے میں پھر ان کے دل سکوں گی بھی یا نہیں۔“ عمر میں صرف اپنا خیال نہیں کرتی۔ مجھے چند دن اور جنت کے ماں کا خیال ستاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسے کھوئے کا نہیں مل ڈکھ ہوگا۔“ پھر دھکے لہجے میں غودکائی کے اعزاز میں بولی۔ ”ہم مجسوں کی تقدیر میں لٹے سے پہلے جدا ہونا لکھا ہے۔“ پھر وہ دونوں خاموش ہو گئے۔

دیوبند نے جوانان کو سمجھانے کی بھی کوشش کی۔ ”آپ ان کے ساتھ پولیس میں جانے کی ضد کیوں کر رہے ہیں جوانان بھائی؟ آپ کی اس ضد سے شاید وہ اپنا ارادہ بدل دیں۔“ دیوبند نے جوانان سے کہا۔

”دیوبند! میں جانتا ہوں کہ تم میرا فیصلہ بدلنے کے لئے دوسرے طریقے سے کوشش کر رہی ہو۔ مگر جو کچھ میں کہنا چاہتا ہوں اس میں تبدیلی ناممکن ہے۔“ جوانان کی قدر بخشی سے بولا۔ ”میری اور جنت کی دوستی زندگی بھر کی ہے۔ تم لوگ جیس جیس نہیں کر سکتے۔“

”مگر پچھلی والے آپ کو سنا رہے ہیں۔“ عمر نے کہا۔ ”آپ سے ہپتال میں تھیل کی زندگی نہیں گزاری رہی جائے گی۔“ دیوبند بھائی ہوئی بولی۔

”تم اسے زندگی کر رہی ہو دیوبند؟ تو ایک لاش کی طرح ہستہ میں پڑا ہوں مڑا ہوا جسم لے۔“ میری تو کم کہیں اتنی فکر کرتے ہو؟ میں جنت کے تمام جرائم اپنے سر لینا چاہتا ہوں۔ یہ پانچ بیس اس کے اور کسی کا نہیں آئے گا۔ اس لاش کو پولیس چاہے جیسا چھڑا دے۔ اگر تم لوگوں نے مجھے اس کے ساتھ جانے سے روکا تو اس صورت میں، میں خودکشی کر لوں گا۔ یہ میرا اکل فیصلہ ہے۔“ جوانان کی آنکھیں پینے لگیں۔ دیوبند آنکھوں کی پکڑ سے آنسو روکنے کی کوشش کرنے لگی مگر آنسو پکڑوں کی دیوار تو ذکر ہوئے۔ پیاردار چاہت کے بندھن کی کوشش سے نہیں ہونے دے خود بھی جانتی تھی، جیسیں پولیس جرم میں تھی اور لوگ چتر بدل ڈاکو کہتے ہیں ان لوگوں کے دل میں کتنی بھی جنتی؟ جنت نے جہنم کی نصف مدت کو تمام سانس بھی گئے۔ باہر طوفانی بارش ہو رہی تھی مگر اندر سب کے دلوں میں آگ بھڑک رہی تھی۔ جوانان کے کمرے کے ارد گرد سب کو لپکھ گول دائرے میں بیٹھ

بچپن بہت زیادہ اٹھن میں تھا۔ فیصلہ کرنے کے لئے اس کا ذہن گھڑی کے پڑولم کی طرما ڈول رہا تھا۔ جنت نے آخری فیصلہ اس پر چھڑا تھا اس وجہ سے اس فیصلے کی ذمہ داری کے سلسلے میں وہ اپنے سر پر بہت زیادہ بوجھ محسوس کرتے تھے۔ جنت کی دی ہوئی سات دن کی سہلت میں سے جن دن گزر چکے تھے۔ اس نے جنت سے بات نہیں کی۔ اسے اچلا یاد آئے گی۔ اگر زندگی میں اس کا ساتھ مل جاتا تو آج وہ ڈاکو کی زندگی نہ گزارتا۔ اچلا کے ساتھ پڑا اس کو کبھی زندگی گزارنے کے علاوہ اسے کوئی ترسیل نہیں تھی۔ کسی سے اسے دشمنی نہیں تھی۔ مگر اچلا ذہنی۔ وہ کسی اور کی ہو گئی اس نے بچپن غلط راستے پر چل لگنا۔ جنت کی دوستی میں اسے اطمینان نصیب ہوا۔ سات دن کی دوستی وہ صوب اور خدوں سے کیلتے ہیں اسے مزہ آتا تھا۔ وہ اس طرح دل کے غم کو بھلا رہا تھا۔ پہلے اچلا کو اس کے شوہر سے عین لینے کی امید تھی، وہ بھی غم ہو گئی۔ شاید اب وہ زندگی میں بھی اچلا کو نہ پاسکے گا۔ گراب جنت بھی اسے چھڑ جانا چاہتا تھا۔ وہ اپنی ماں اور بیوی کے پاس واپس لوٹنا چاہتا تھا۔ چھوڑ دیا گیا ہو جائے گا۔ وہ جنت کے بغیر اتنے سانس بھی ہونے کا باوجود اکیلا ہو جائے گا۔ مگر جنت کو کیوں لوٹنا چاہئے؟ اس کے دشمنوں سے انتقام لینے کے لئے تو وہ فوج سے فرار ہونے تھے۔ پولیس سے دشمنی مول لی تھی۔ اسی کے لئے سب کچھ ہوا تھا۔ اور اب وہی ہٹ جانا چاہتا ہے مگر کیا کیوں؟ نہیں، جنت بدول نہیں ہے کہ دوست کو خدا دے۔ ایسا بھی نہیں کر سوتے۔ وہ روتا ہو۔ وہ دوستی کے لئے جان پر کھیل جانے والا ہے۔ وہ اگر نہیں کہہ دے گا تو اس صورت میں جنت بھر سوچے بغیر اس کا فیصلہ ٹھول کر لے گا۔ اسے اس بات کا پورا یقین تھا۔ جنت بہت زیادہ اٹھن میں کھڑی تھا۔ اس دوران وہ دیکھی دو ایک بار بچپن کے پاس آئی تھی۔ ایک مرتبہ وہ بولی۔ ”بچپن بھائی! آپ نے کیا فیصلہ کیا ہے؟“

بچپن نے جواب دیا۔ ”مجھے کیا فیصلہ کرنا ہے؟ میں باقی ہوں اور باقی رہوں گا۔“ عمر کی دوسرے کی راہ نہیں رکھوں گا۔“

”مگر جنت غلط کو آپ دوسرے کیوں سمجھتے ہیں؟“ بچپن نے دیوبند کو نظروں سے دیکھا، دیوبند آنکھوں میں اسے دکھ نظر آتا۔ اچلا سے دیوبند نے بچپن کے حلق میں مٹھ کر لیا تھا کہ اچلا اسے لکنا چاہتی تھی۔ پھر بھی وہ اس کے لئے اپنے مجبور دے۔ یہ شوہر اور اپنے بچوں کو چھوڑنے پر تیار نہیں تھی۔ لوگوں کے غلط فیصلے دوسروں کی زندگی کی کشمکش کو طوفان میں چھڑا دیتے ہیں۔ دیوبند سوچنے لگی۔ بچپن کو اچلا سے کتنا پیار ہے اور اس نے بھی دوسری صورت کا خیال تک نہیں کیا۔ اور جو کسی اس کی نہیں ہو سکتی اس کی یاد میں زندگی گزارنے کی ضرورت ہے۔ یہی اس کی زندگی ہے۔

”کیا سوچ رہے ہو بچپن بھائی! خاموشی کیوں ہو گئے؟“ دیوبند نے اسے خیالات سے باہر کھانے

گئے۔ ایک کوئے میں غلط فہم کرنے کے لئے چلائے گئے اڈاؤں میں دو پرگنیاں ڈال رہی تھی جس سے شیلے بلند ہو رہے تھے۔ اس اڈاؤں کی سرخ پتلی روشنی پر نظر جتا کر جگت گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔ بہت دیر خاموشی کے بعد بولا۔ "میں اب لوگوں کا فیصلہ سنا چاہتا ہوں ساہیو!"

مگر سب خاموش رہے۔ کچھ نے سر جھکا لیا اور کچھ لوگ جگت کا چہرہ دیکھنے لگے۔ بچن ملتی صاف کرنے کے لئے نکلا۔ اس وقت سب کی نظریں اُس کی جانب محکم تھیں۔ جگت کے کان چنن کی بات سننے کے لئے تیز ہو گئے۔ وہ بھی قریب آگئی۔ مگر بچن خاموش تھا۔

"تم لوگوں نے کیا فیصلہ کیا بچن؟" جگت نے بھر پوچھا۔

"ہم نے فیصلہ کیا ہے....." بچن اتنا کہہ کر رک گیا۔ اُس نے تمام ساتھیوں کی جانب دیکھا پھر مزید کہا۔ "جگت! ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ تیرا فیصلہ ہم منظور کر لیں گے۔"

"کیا مطلب؟" جگت کی آنکھوں میں چمک آگئی۔ "میرا فیصلہ کیا ہے یہ میں خود نہیں جانتا۔ میں نے تو سب کچھ تم لوگوں پر چھوڑا ہے۔"

فورا ہی ہومان بولا۔ "اور ان سب نے تم پر فیصلہ چھوڑ دیا۔" سب لوگ سر ہلانے لگے۔

"مگر ہمارا اصول ہے کہ ایسے فیصلے مل کر کر رہیں گے۔" جگت نے جلدی سے کہا۔ "تم لوگ بغیر جھگے جو تیرے جھگے ہو کہ روادری فیصلہ پر فیصلہ ہوگا۔"

"مگر جب ہم کوئی فیصلہ نہ کر سکیں تو اس صورت میں سردار کی حیثیت سے فیصلہ کرنے کی تمہاری ذمہ داری ہے۔" بچن نے صاف کہے میں کہا۔

"سردار....." جگت نے آدھری۔ "میں تمہارا سردار نہیں رہا۔ جب میں نے مصالحت کی بات پر سوچنا قبول کیا، اُس وقت میری سرداری ختم ہو گئی۔" جگت نے دیکھے گرم مضبوط کہے میں کہا۔ "اس وقت سے بچن تم لوگوں کا سردار ہے اور تم لوگوں کی جانب سے اس کا فیصلہ ناخوشہ پرفرض ہے۔ سب لوگ بچن کو دیکھنے لگے۔ اس کے چہرے کے تاثرات بدل رہے تھے۔ اُس کی آنکھوں میں عجیب سی چمک ابھرنے لگی۔

"جگت! ابھر ہم سب تمہیں جتنے چہروں سے دوا کر رہے گے۔ مگر ہمارا ایک مطالبہ ہے۔" بچن نے فیصلہ سنا دیا۔

"جگت چمک گیا۔" مطالبہ؟" اُس کے لہجے میں حیرت تھی۔

"ہاں۔" تمہارا بے جانے کے بعد میری بیوی بیٹا ڈاکو کی ٹولی کے نام سے پہچانی جائے گی۔" جگت کا دل اچھل کر ملتی میں ایک لمحہ۔ وہ کچھ کہا جاتا تھا مگر دل بھرا آیا۔ الفاظ ڈک گئے۔ پھر بچن نے کہا۔ "تم ہم سے جدا ہو جاؤ، اس کی پروا نہیں۔ مگر تمہارا نام اپنے سے جدا نہیں ہونے دین گے۔" بچن کی آواز میں کھلی تھی۔

"تم تم لوگوں کی محبت سمجھتا ہوں بچن! تم اس مطالبہ کو کہہ رہے ہو؟ میری بھی ہوسکتا ہے کہ میں جہاں جا رہا ہوں وہاں سے مجھے لوٹ کر تم لوگوں کے پاس آنا ہے۔" تمک کے ہم لوگ میرے نام کو جدا نہ کرنا۔ میں اپنے آدھریوں، بلکہ تم لوگوں کی محبت پر فخر محسوس کروں گا۔" جگت نے ساتھیوں سے کہا۔ بھران کے درمیان سناٹا چھا گیا۔ یہ فیصلہ سن کر وہ دو کا دل دور سے دھڑکنے لگا۔ بچن کی جانب

اُس نے احسان منظر ہونے دیکھا۔ جواب میں بچن کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ دوڑ گئی۔ ہومان نے دیکھا تو وہ کچھ گیا کہ وہ برونے بچن کو سنا لیا ہے۔ ہومان بہت دیر سے کچھ کہنا چاہتا تھا۔ آخر اُس نے خاموشی توڑ دی۔

"تم لوگ میری ہی نہیں ہو شادی۔ مجھے ہوشیادہ۔ مجھے تو کوئی پوچھتا نہیں۔"

"جگت! اُس کی بات سن کر خنس دیا۔" ہومان اُم کی بات کی سننے ہو کر کوئی تم سے کچھ پوچھے؟"

"اس کا مطلب ہے میں تم لوگوں پر بوجھ ہوں۔" ہومان نے ناراضی سے کہا۔

"تم مجھ کو ہومان۔" پولیس تم پر ظلم کرے گی، یہ خیال میرے لئے بوجھ ہے۔" جگت نے سخت لہجے میں کہا۔

"مجھے ساتھ نہ لے جانے کا بہانہ مت بناؤ جگت! ہومان جوش سے چیخ اٹھا۔ اُس کی آنکھوں سے آنسوؤں کا سلاب بہنے لگا۔

"جگت نے اُس کا ہاتھ تھام لیا۔" دوست ہومان! میں تجھے ساتھ لے جانے کو تیار ہوں، اس کی ایک ہی بات ہے کہ تیرا اچھا چلا ہو۔" پھر فضا کی کشیدگی زور کرنے کی غرض سے ہنس کر بولا۔ "تم اچھے ہو جاؤ اور ہم جیل سے چھوٹیں اس کے بعد مجھے تمہارے لئے دکان بھی تو تلاش کرنی ہے۔"

"اور اگر تم بلاؤ گے تو تمہاری بات میں ہماری پوری ٹولی شریک ہو گئی۔" بچن نے مدافعت کیا۔

"اور تمہارے بچے کا نام چھوٹکی کی حیثیت سے میں رکھوں گی۔" سمجھے؟" وہ وہاں سر کر لیا۔

ہومان نے دانت تھیں کر دیو کی کھلی بھرنی۔ بظاہر وہ سب خوش نظر آ رہے تھے مگر اندر سے وہ عجب جدائی کے خیال سے ترپ رہے تھے۔ صرف تین آدمی ٹولی سے کم ہونے تھے۔ جگت، وہ اور اور ہومان۔

○

ساتویں دن کی شام کو جگت وہ دو کو چھوڑنے کے لئے جا رہا تھا اُس وقت ہومان نے کہا۔ "تم کل وہ چور تک واپس قتل ڈاکو کے ساتھ جاؤ۔" جگت نے مسکرا کر کہا۔

"کیوں، میری ایک دن کی جدائی برداشت نہیں ہو رہی تم سے؟ یا پھر اس وقت میں مجھ پر کشاید میں تمہیں چھوڑ کر چلا جاؤں۔" جگت نے مسکرا کر کہا۔

"یہ بات نہیں سمجھ! بلکہ جانے سے جیتر ہم سب ساتھ بیٹھ کر رات کو بیٹھیں گے۔ نہ جانے پھر کب چنے کو لے؟" اسی لئے کپڑے کا بڑل بیکل میں دبا کر وہ رو آگئی۔

"بچن بھائی! اُدھومان بھائی! میں جا رہی ہوں۔ اگر زندگی میں بھی ملاقات ہو تو مجھے پہچان ضرور جانا۔" کہتے ہوئے وہ دو بڑی طرح رونے لگی۔ سب لوگوں کی آنکھیں بھیگ نکلیں۔

"تم پہچان کی بات کرتی ہو؟" ہومان نے معنوی غصے سے کہا۔ "تم نے جس طرح میری خدمت کی ہے! کسی میری ماں کے علاوہ کوئی نہ کرتا۔" ہومان کی آواز بھرائی۔ "وہ بڑی اماں جہاں میں کی رہیں! آشیر باد سے رہی ہوں گی۔"

مگر بچن خاموش تھا۔ "کیوں بچن بھائی! آپ بھی مجھ سے خفا ہیں؟ میں نے آپ کو جگت سے جدا



مالع کر دے گا؟“ ڈاکٹر نے ٹھنڈی سانس بھری۔ ہاؤزور کی بارش کی آوازیں نہ سمجھ رہے تھے میں بولی۔

”میں نے تو دونوں کے لئے رات کا کھانا بھی تیار کر لیا ہے۔ بے چارے بری طرح بیمار ہیں گے۔“ یوزمے، بڑھاپے پہلو بدلے ہوئے مزید ایک گھنٹہ زرا دیا۔ اس وقت نصف ایت گزر چکی تھی اس ایک گھنٹے میں یوزمے ڈاکٹر نے ہمارے کمرے کی روشنی میں ایک واقع میں سناٹ رحہ وقت دیکھا۔ ڈاکٹر نہ آیا تو وہ بھی ایک دن ان کے ہجران کی وجہ سے چار بج کی طرح گولیوں سے ہٹی ہو جانے لگا۔ ڈاکٹر سوچ رہا تھا۔ کب تک آپس کا مقابلہ کرتا رہے گا؟ آخر ایک دن گھر ہو جائے گا اور اس کا ملحق ہمارے کمرے کی دور میں اک جائے گا۔ نہیں نہیں..... نہیں ہو سکتا۔ ”یوزمے“ خداوند کے مقدس بچے! اے بے نیکی کی راہ پر لا اس پر اپنا رحم کر۔“ ڈاکٹر خاموشی سے دعا سمجھ رہا تھا۔ صبح ہونے میں چار بج گئے تھے۔ بے چارہ زور زور سے چلنے والی ہوا کے ہموگے جب رختوں سے گراے تو ایسا عجیب ہوتا تھا جیسے بہت ساری بڑوں میں کچھ تپہ لگا رہی ہوں۔ جیسے ڈاکٹر وہ ڈاکٹر کی بے نیکی کا خفا آزار ہو۔ بار بار ہوا کے زور سے دروازے ہٹنے کی وجہ سے ڈاکٹر قائل دروازہ کھول رہا تھا جیسے کوئی اس کے کان میں کہہ رہا ہو۔

”یوزمے! بھگت کے دل سے نیکی ختم ہو گئی ہے۔ بھگت کی آزادی کا مزہ چھوڑ کر نیکی کی کھڑی ہنسی بند ہونے کے لئے دھکیں آئے گا؟ وہ نہیں آئے گا..... وہ نہیں آئے گا..... وہ نہیں آئے گا۔“ یوزمے ڈاکٹر نے اسے کانوں پر رو دھوں بتھیلیاں اس طرح رکھ سکے جیسے وہین میں گونجنے والی تحریک کی تمام آواز کو دبا رہا ہو۔ اور پھر ایسی وقت دروازے پر دستک ہوئی۔

یوزمے میری جلدی سے اٹھ کر بیٹھ گئی۔ کہیں اس کا وہم تو نہیں اس کا یقین کرنے کے لئے کچھ نیکی کان کان کر رہی تھی۔ پھر زور سے دروازہ کھٹکھٹانے کی آواز آئی۔ ”کھول رہی ہوں۔“ وہ کھڑی ہو گئی مگر ڈاکٹر نے شاید سنا نہیں تھا۔ اس نے سر تھمے بھرے لہجے میں کہا۔ ”ڈاکٹر..... ڈاکٹر..... ڈاکٹر.....“ پھر نزدیک جا کر بولی۔ ”دروازے پر دستک ہوئی ہے۔ یہ وہی لوگ ہوں گے۔“

”اچھا؟“ کہتا ہوا ڈاکٹر جلدی سے جست لگا کر دروازے کی جانب دوڑا۔ میری نے لپٹ کی روشنی بند کر دی۔ دروازے کی دھجھکی لگی۔ ہوا کے زور سے دونوں دروازے ایک دم کل گئے۔ سناٹے بگت اور دو کھڑے تھے۔ ڈاکٹر کے چہرے پر مقدس رونق نکلی تھی۔ ان دونوں کو لہجہ گرمی بھی برابر تھا۔ ”ڈاکٹر..... ڈاکٹر.....“

”ارے! اس طرح کیا کہئے ہو؟ انہیں اندر آنے دو۔ دیکھتے نہیں کتنے بیمار گئے ہیں۔“ میری نے کہا۔ ڈاکٹر اب بھی انہیں محبت بھری نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ دوپلا۔

”ہاں..... میں سبکی دیکھ رہا ہوں۔“ یوزمے صبح کی رحمت نے انہیں بھوکا دیا ہے۔ میرا خدا کتنا رحم ہے۔“ ڈاکٹر کی آواز جذبات کی شدت سے کانپ رہی تھی۔

”بچے! اچھا ہوا تم آگئے۔“ میری نے بھگت سے کہا۔ ”یہ دونوں سے اس طرح تمہارا انتظار کر رہے ہیں جیسے ان کا بیٹا بگت سے لوٹ کر آئے والا ہو۔“ ان کے جذبات سے دونوں ہی متاثر

کر دیا۔

”درو! ایسی بات دل میں نہ لانا بہن۔ ہمیں جدا کر کے تم کی کو ملانا چاہتی ہو، یہ میں بھی جانتا ہوں۔ بگت گھر جانے کا تو ایسا ہی اور چند دن بھائی کا دل خشکا ہوگا۔“ کہتے ہوئے بچپن نے بعض کی جیب سے سونے کا پار کال کر دیر کو دے دیے ہوئے کہا۔ ”لو! یہ اپنے بھائی بھائی کا تھکا کھلا“ دیر دو بائیڈی آنکھوں سے بچپن کی طرف دیکھنے کی ہیروں سے زیادہ اس کی آنکھوں میں دکھا۔ دیر دو ہار لیتے ہوئے پچھلے رہی کی، لیکن انکار کر کے وہ اس کا دل تو نہ نہیں چاہتی تھی۔ اسی لئے بگت نے کہا۔

”بچپن! تم جانتے ہو کہ دو کعدالت میں حاضر ہونا پڑے گا۔ اس وقت اس کے پاس سے لوٹ کا مال ہاتھ لگا تو اس صورت میں پولیس کو اسے پریشان کرنے کا موقع مل جائے گا۔“ بچپن، بگت کی بات سمجھ گیا۔ وہ ہار کی جانب مڑ کر دھڑوں سے دیکھنے لگا تو دیر نے کہا۔ ”ایسا کرو یہ ہار تمہارا بہن کو بھیج دینا۔ دو ہسپتال کر کے ملی۔ میں جب بتی چاہے گا ان کے پاس سے لے آؤں گی اور تمہاری یاد کی طرح زندگی بھر اس کی حفاظت کروں گی۔“

”بچپن.....“ کہہ کر بچپن نے ہار جب میں رکھا۔ دیر نے دیکھا اچلا کے نام سے بچپن کی بے چینی بڑھ گئی تھی۔ چاہے وہ دیر سے جوانا نہ کیا۔ ”بھائی! تم یہ سناچو کہ کچھان بھی دیر سوحت کا خیال رکھنا۔ بھگت انہیں جلدی لپٹ کر دیں گے۔“ پھر وہاں سے بٹنے کے لئے وہ اپنے جسم کو تھکیرا دھکیلی ہوئی آگے بڑھ گئی۔ دیر کے جانے کے بعد جوانان ٹپکے میں منہ چھپا کر کمر کر دیا۔ بچپن دونوں کو چھوڑنے کے لئے دوڑک ان کے ساتھ گیا۔ بگت، دیر کو کھڑے سے بٹھا کر خود بھی کھڑے ہو بیٹھ گیا۔

”میں اس کو دیر تک دابھیں لوٹ آؤں گا۔“ بگت نے کہا اور ذوق ہوئی شام کے ٹپکے اندھیرے کی چادر میں اس کا گھوڑا غائب ہو گیا۔ بچپن انہیں جانے دیکھا تھا۔ ”کے خیر کسی زندگی کی سزا پر پہنچی ہے؟“ وہ بڑبڑایا۔

”کون ہے.....؟“ ڈاکٹر جوزف نے میری ہینڈ سے جاگ کر کمز میں بیٹھے ہوئے کہا۔ ”مجھیں ہزار بار نہیں سنا لی رہتی ہیں۔“ ڈاکٹر کی ہوشیار بیوی نے جوابی لہجے سے کہا۔ ”ہاؤزور کی ہوا چل رہی ہے اس کی وجہ سے دروازے مل رہے ہیں۔ سو جاؤ! بگت آگیا تو دروازے بند دیکھ کر لوٹ نہیں جائے گا۔“

”میری! اچھے خیر نہیں آئے گی۔ شاید وہ دروازہ کھٹکھٹاے اور ہم بیدار نہ ہوں، اس صورت میں دھوٹ جائے گا۔“ ڈاکٹر نے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

”تم یہ سمجھتے ہو کہ میں سو رہی ہوں؟ میرے دل میں بھی گھبراہٹ ہو رہی ہے۔“ میری نے رضائی لپٹ کر کرتے ہوئے کہا۔ ”اس کی آہٹ سننے کے لئے کان لگا کر بیٹھی ہوں۔“

”مگر آج سناؤں روز سے ممکن ہے وہ نہ آئے۔ کیا وہ جان اپنی ساری زندگی لوٹ رہی میں

ہوئے۔

”محبت کتنا نصیب والا ہے۔ اس نے کتنے لوگ پیار کرتے ہیں۔“ دیر ہو چکے تھے۔  
دیرو کو کپڑے تبدیل کرنے کے لیے میری نے اپنا ہاتھ دیا۔ ”آپ لوگ کچھ دیر آرام کریں میں  
اتنی دیر میں کھانا گرم کر کے لاتی ہوں۔“ میری نے کہا اور باورچی خانے میں جانے لگی۔  
”نہیں ماں مجی ہم دونوں ساتھ کام کریں گے۔“ یہ کہہ کر دیرو باورچی خانے کے پیچھے جا کر کپڑے  
تبدیل کرنے لگی۔ ”ڈاکٹر صاحب جس بات کو کہنے کے لئے یہ بات تھا وہ بات اُس نے شروع کی۔  
”ہمارا اسی کچھ تھا کہ اُس نے پندرہ دو دن پہلے آئے تھے۔ انہوں نے پولیس سے مل کر پورا انتظام کر لیا  
ہے۔ تم جس دن پولیس خانے میں حاضر ہو گے وہ بھی سول سرجن کے ساتھ وہاں پہنچ جائیں گے۔  
جہیں کسی طرح کی تکلیف نہیں ہوگی۔“

”ڈاکٹر صاحب! اچھے اپنی پروا نہیں۔ جو ہو گا دیکھا جائے گا۔ مگر دیرو کو اگر کسی نے ٹھک کیا تو  
میں اس صورت میں آپ لوگوں کا خیال بھی نہیں کروں گا۔“ محبت سر کے پیچھے ہوئے بالوں کو کھولتا ہوا  
بولتا۔

”تم فکر نہ کرو۔ میں نے اُن سے وہ دن لیا ہے کہ وہ خود اسے عدالت میں پیش کریں گے۔“  
ڈاکٹر نے بڑے جوش محبت کو خفا کیا۔ کھانا ختم ہونے کے بعد جب ڈاکٹر نے چائے کا کٹ چا کر دیکھا،  
ڈھالی بنا چکے تھے۔ صبح ہونے سے پہلے محبت کو کھانا تھا۔ دیرو کا دل دھڑک رہا تھا۔ دھڑکی کی گڑباز  
قریب آتے گئیں۔ وہ ایک جگہ محبت کو دیکھنے جا رہی تھی۔ جگہ اور ڈاکٹر کے درمیان ہونے والی بات  
چیت کی طرف اُس کا دھیان نہیں تھا۔ چار بجے محبت کھانا ہو گیا۔

”کیا پولیس سیکپا لے گئیں۔“ اُس نے ڈاکٹر سے کہا۔ مگر اُس کی نظریں دیرو پر تھیں۔ دیرو نے سر  
جھکا لیا۔ اُس کی پولیس سیکپا لے گئیں۔  
”نہیں بیٹے! جانے سے پہلے ہمیں ایک بات ماننی ہے۔ ہمیں چرچ میں جا کر بیورو تک کے  
حضور سر جھکانا ہے۔“ میری بول اُٹھی۔ اُس نے ہنر پر ہنسی ہوئی تھی۔ ”اُس کی جانب بڑھائیں۔  
”انہیں جا کر بیورو تک کے قدموں میں رکھنا ہے۔“

محبت نے ڈاکٹر کی جانب دیکھا۔  
”ہاں محبت..... ٹھیک کام میں دیر نہیں کرنی چاہئے۔“ ڈاکٹر نے کہا۔

چرچ میں جا کر پہلے ڈاکٹر جوزف اور میری نے انہیں جلا کر سولی پر چڑھے ہوئے بیورو تک کے  
جیسے کے دونوں جانب رہیں پھر ایک ٹیبلت اور دوسری دیرو کے ہاتھ میں جمادی۔ میری نے کہا۔  
”انہیں جلا کر سولے سے پہلے تم جو آتش کرو گے تمہاری وہ خواہش پوری ہوگی۔“

لڑتے باقوں سے محبت اور دیرو نے انہیں جلا دیں۔ بیورو تک کے جیسے کے جیسے کے عقیدت مند  
نظروں سے دیکھتے ہوئے انہیں جلا کر کھینچے کے قدموں میں رکھ دیں، پھر انہیں بند کر کے گردن  
جھکا لے دوکانی دیر تک خاموش کھڑے رہے۔ دیرو کی ہڈیوں پر جگ جگ تھیں۔ پھر اُس کی نظر فرش پر  
اپنے اور محبت کے سامنے دیکھنے پر پڑی جو ایک دوسرے سے ملے ہوئے تھے۔

محبت نے دل میں عہد کیا۔ ”جس میں بھی اسیوں کا، دیرو کا سایہ میرے ساتھ رہے گا۔“

دیرو کے ہونٹ بھی مل رہے تھے۔

ہماری قدموں نے دونوں باہر آگئے۔ محبت نے بندے سے ہونے کے بعد اُس کے کھانے کے کھانے میں لی۔  
اُس نے چلنے سے پہلے دیرو کو دیکھا۔ دیرو کے منہ سے دلی سی کھل گئی۔ محبت اُس کے قریب گیا،  
اُس کے سر پر ہاتھ رکھا۔ ”کیا روتی ہوئی آنکھوں سے مجھے دوا کر دیو؟“ پھر خوشی تمام کر  
اوپر اٹھا تا ہوا کہ۔ ”ایک بار اُس نے۔“

دیرو کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ مگر اس مسکراہٹ میں دکھ بھی شامل تھا۔ اُس نے آنکھیں  
صاف کر کے کہا۔ ”اپنے آپ کو گھسیٹنا۔“

”ڈاکٹر صاحب! میں دیرو کو آپ کے اور ماں جی کے سپرد کر رہا ہوں۔ اس پر کوئی آج نہ آنے  
دیتے گا۔ محبت نے ڈاکٹر سے کہا۔

”جی! بھگوان سب کا ہمارا کرے گا۔“ میری ہماری آواز میں بولی۔  
”ڈاکٹر صاحب! میں برسوں دیر پر خان ڈوگر پولیس خانے پر ہومان کے ساتھ حاضر ہو جاؤں  
گا۔ نانا کو اطلاع کر دیتا۔ اُن کے علاوہ کسی کو چھ نہ چلے، یہ یاد رکھیں۔“

ڈاکٹر نے انہماں میں سر ہلایا۔ وہ دیکھ بول نہیں سکتے تھے مگر اُن کی آنکھیں اُسے دُعا میں دے  
رہی تھیں۔ محبت نے کھانے چھوڑ دی۔ کھانے کے قدم اُٹھ گئے۔ محبت نے پیچھے دیکھ کر دیرو سے کہا۔ ”ہم  
پھر جلدی نہیں گے۔“

دیرو نے ہاتھ اٹھا کر ان کو دوا کیا۔ محبت جب تک اُسے نظر اتار رہا وہیں کھڑی رہی۔

حرم پور گاؤں کی بھیجی نئی سورج کی تیش سے کھینچے گئی تھی۔ چند دن سے مسلسل برقی ہوئی  
ہمراہات کو کشمرا تیں بند ہو گئی تھیں۔ جس کی وجہ سے گاؤں کے لوگ دُھوپ لینے کی خاطر گلیوں اور  
چوک پر نکل آئے تھے۔ جاڑا پانی پر پہلے محبت کے نانا جو محبت میں اکثر گردن جھکا لیتے تھے پھر جلدی  
سے آنکھیں کھول کر اس طرح دیکھتے تھے جیسے کسی کی نظر کو تلاش کر رہے ہوں۔ محبت کی دلی ہوئی سات  
دن کی مہلت گزر چکے تھے باوجود کہ کچھ ڈاکٹر کی جانب سے کوئی اطلاع نہیں لی گئی تھی۔ اُس کی وجہ سے  
پورا گھر اُداس ہو گیا تھا۔ آخری دو راتوں سے تو کوئی اندیشہ بھی ساتھ چھوڑ گیا تھا۔ اُس کے علاوہ ڈاکٹر  
جیسے کے بھائی کے کتے رات بھر روتے تھے۔ محبت کی ماں اور چندوں کو کتوں کے روتے کی آواز کسی  
آفت کا پیشہ خیر نظر آتی تھی۔ نانا کا دل ڈر گیا۔ انہوں نے دُعا کی اٹھا کر کتے کو بھٹکا کر دے ہوئے  
کہا۔ ”کتے سے جاوڑا اب تو کچھ دھوئے دے۔“

محبت کی ماں نانا کی طرح کتے کو بھٹکا نہیں سکتی تھی۔ حالانکہ دونوں ساس بہو کتوں پر سخت  
غصہ آ رہا تھا۔ اس وقت کتوں کا دانا انہیں بہت براگ رہا تھا۔ صبح کا سورج بھی انہیں بھونکتے  
ہوئے کتے کی طرح نظر آنے لگا۔

”نانا! اگر سنا جا چاہے تو تو بڑا بھلا آدمی ہے۔“ نانا کو جھوٹے کھانے دیکھ کر برا دے میں اُپلے  
جاتی چندن بولی۔ ”کتوں نے رات بھر آپ کو سونے نہیں دیا۔“

کتے کے ہونٹوں پر پھیلی مسکراہٹ دہڑکی۔ وہ داڑھی کے سفید بالوں پر ہاتھ بھرتے ہوئے

”ہاں بھئی۔ یہی پکا آج۔“ ڈاکٹر نے قس کر کہا۔

چندن سرست سے قہقہہ ہو کر تقریباً ست لگتی ہوئی ڈاکٹر کے قدموں میں جاگری۔ بچہ جکی ہوئی چندن کے سر پر پڑھے ڈاکٹر نے کیا کیا ہوا ہاتھ رکھ کر بھرائے ہوئے کھٹے میں کہا۔ ”جڈ نہیں ہو“ پھر کچھ سوچ کر چندن سے بولے۔ ”بھئی! میں نے عادت کے مطابق انگریزی میں ڈیوڈاے دی۔ تم کیا سمجھیں؟“

چندن نے نظر اڑا کر اظہار محبت بھرے لہجے میں کہا۔ ”ڈاکٹر باو! آپ کی زبان نہیں سمجھ سکی مگر آپ کے ہاتھ میں چھوڑ چکا ہے کہکب سے اس نے مجھے بہت کچھ بھادیا ہے۔“

چندن کی مسکراہٹ دیکھ کر ڈاکٹر نے شفقت لہجے میں کہا۔ ”بھئی بھادیا ہے میری بھئی۔ بھگون اب تمہیں زیادہ نہیں ستائیں گے۔“

جدا کی کھینک گڑی آگئی۔ جگت اور بچن ایک دوسرے کو دیر تک ہاتھوں میں لے کھڑے رہے۔ ”بھئی زندگی مبارک ہو دوست!“ بچن کی آواز میں درد و تلک رہا تھا۔ ”پھر کون جانے کب ملاقات ہو؟“

اُس کا دل پلکا کرنے کے لئے جگت کو مذاق سمجھا۔ ”ڈاکٹر بچن سنگھ میرے گھر آکر ڈالنے آئے گا تو اسے میرے ہاں سے کوئی مال ہاتھ نہیں لگے گا۔“ جگت نے قہقہہ لگا کر کہا مگر اُس کی آنکھوں کے کونے ہلکے تھے۔

”تم غریب کیوں ہوں جگت؟“ بچن نے بیرون کے نیچے والا پتھر اٹھا کر کہا۔ ”تمہارے بھٹے کا مال ہم نے الگ کر کھا ہے۔ کم از کم بچوں بزار کا ہوگا۔ تمہارے جیسا مایہ دار گاؤں کا زمیندار بھی نہیں ہوگا۔“ جگت خاموش رہا۔ وہ بچن کو عجیب نظروں سے دیکھنے لگا۔ بچن کو جگت کے اس طرح دیکھنے پر تعجب ہوا۔ ”تمہارے یہاں سے خانے کے بعد ہم یہ مال تمہارے گھر پہنچا دیں گے۔ بچن نہ کہا۔

”اس کی ضرورت نہیں دوست!“ جگت نے اُس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ ”یہ تم سب لوگ آجیں میں تمہیں حکم کر لیتا۔ ڈاکٹر کی ایسا جڑا ہے جس میں سب کچھ جیت کر جیت کا مال زخم اور دھڑکنیں لپٹا جاتا۔“

”بھئی۔ تم کیا کہنا چاہتے ہو؟“

”میں اسی نے خالی ہاتھ جارہا ہوں کہ جب راتسل چھوڑ دی تو راتسل کی نال سے مل پر لوٹی ہوئی دولت کسی طرح ساتھ لے جا سکتا ہوں؟“ بچن کی آواز بھرائی ہوئی تھی۔ ”پھر جکی خالی ہاتھ نہیں جا رہا ہوں۔ تم لوگوں کی دوستی کی بے جا تلوہا دوست میرے ساتھ ہے۔“

بچن بحث کے باوجود جگت نے مال لینے سے انکار کر دیا۔ ”ہونا نے بھی جگت کا ساتھ دیا۔“

”میرا بھی کوئی کھانے والا نہیں دوست! راتسل سے دار، بھائی سب کچھ تم لوگ ہو میرے لئے۔“ سب لوگ کچھ دیر خاموش رہے۔ صرف آٹھیں لول رہی تھیں۔

”ویر چھا کر گیا ہے۔“ ایک ساتھی نے آکر خبر دی۔

بولے۔ ”بھئی! اینڈ آجٹ گی اس کا لوس نہیں۔۔۔۔۔ پھر سوار ہوا کرتے ہوئے بولے۔ ”زندگی سے ڈھکوس ہوئے لگے۔“ جگت نے میری عزت ڈاکٹر لگا دی ہے۔“

چندن کے ہاتھ کھٹے۔ جگت کے متعلق اگر کوئی غلط بات کہتا تو اُس وقت وہ شانے میں ڈوب جاتی۔ پھر ٹکڑے افراد اگر ایسی باتیں کرتے تو اسے اور خیال ہوتا۔ وہ بھئی کھٹا تا سب کی بھلائی کی خاطر یہ دکھ بھیل رہے ہیں۔ یہی وجہ تھی کہ وہ بار بار بڑبڑاتے ہوئے کہتے۔ ”میں نے اپنے ہاتھوں سے اسے بھلائی کی جانب دھکیلا ہے۔ اب یہی خیال میری زندگی کو ڈس رہا ہے۔ مگر اب اس کی فکر یاد میں سے جا کر کھول؟“

چندن کے زُور سے ہاتھوں کو تانا دھماکان کیا۔ ”بھئی! اب حالے میں ہے زبان! آٹنی سیدی بات کہ جاتی ہے۔ تم دل ملا کر نہ کرنا۔“ اُناس کی بات سمجھ گئے، یہ جان کر چندن کے ہاتھ تیزی سے چلنے لگے۔ اُٹے پلے جانے کے بعد خالی نوکری آٹھا کر وہ اندر چلی گئی۔ ہاتھ دھو کر تانا کے لئے کھانے لگا۔ آٹنی چار پانی پر رکھ کر جاتے ہوئے بولی۔ ”نانا بی! آٹھو ذابھت کالیں۔ جب تک نصیب میں برائی نہیں ہے، ہر داشت کرنی پڑے گی۔ اوپر والا بھی ضرور تم کی نظر کرے گا۔“ نانا چندن کی جانب دیکھتے تھے، پھر آہستہ سے بولے۔

”یہ دیکھنے کے لئے میں زندہ نہیں رہوں گا۔“ اسی لمحے چوچا کے بعد برآمدے میں کوئی مال جی نے تانے کا الفاظ سن لئے۔ ”زودیک آکر بولیں۔“

”کیوں باپ۔۔۔۔۔ آج کے وقت موت کو یاد کر رہے ہیں؟ بحر کے وقت کتے روئے تھے کہیں نہیں وچ تو نہیں؟“

”بھئی! موت خوشی سے آئے، مگر میری جگت کے شانے پر سوار ہو کر جانے کی خواہش اور حوری وہ جانے کی۔“ ابھی انہوں نے اپنے الفاظ پورے نہیں کئے تھے کہ صمد دروازے کی کھڑکی کھلی، سامنے کر بچن ڈاکٹر کھڑے ہوئے تھے، چوچا کو فرش آٹھا ہو۔ نانا چونک کر کھڑے ہو گئے۔ اُن کی کر میں درد کا جھکا کھسکس ہوا مگر اس کی پرواہ نہ تھی۔ صمد دروازے کی جانب دوڑے۔

”آئیے آئیے۔۔۔۔۔“ نانا کی بڑبڑاتی آواز سن کر چندن باورچی خانے سے دوڑتی ہوئی باہر آئی۔ پیلے ڈاکٹر، پھر ماں جی کی جانب آئیں کی نظر پڑی۔ ساس بھویک دوسرے کو اس انداز میں دیکھ رہی تھیں جیسے ایک دوسرے سے لپٹ جائیں گی۔ مگر اس صرست کا اظہار کرنے سے پہلے انہیں ڈاکٹر کی بات سننی تھی۔

”میں ہو یا کوہ۔۔۔۔۔ چندن کو رانا۔۔۔۔۔ تم سب لوگ ٹھیک خاک تو ہو؟“ ڈاکٹر نے چار پانی پر بیٹھے ہوئے چوچا۔

”ڈاکٹر صاحب! آپ کے قدم اس گھر میں آتے ہی ہم ٹھیک ہو گئے۔ آپ یہ بتائیں کہ کیا خیر لائے ہیں؟“ ماں جی کی آواز میں کافی بے چینی جھلک رہی تھی۔

ڈاکٹر خاموش رہے، وہ شاید کچھ سوچ رہے تھے۔ تینوں خوفزدہ ہو گئے۔

”تم شادی و دھرمو نہ کیا پانی ہو بھئی چندن۔“ بھئی میں اس کھانے کا نام بھول گیا ہوں۔“

”میرے ملوہ۔۔۔۔۔“ چندن جلدی سے بولی۔

جگت اور یکن ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ "خونام کو ریزے سے مل لیا وہ۔" بچن اتم میری لاشی اور اہل موقع ملنے پر گھر پر پھینکا۔ "جگت نے کہا۔

"بہتر۔" بچن نے کہا۔ اُس نے آگے بڑھ کر خونام کے زخراہ چوم لئے۔ خونام دل کو قابو میں رکھنا چاہتا تھا اس لئے بار بار ہونٹ چپا رہا تھا۔ وہ آدمیوں نے اُسے اٹھا کر ریزے میں بچھائے ہوئے بستر پر لٹا دیا۔

"دو میل کے بعد اس ریزے کو چلانے والا کھڑا ہو گا۔ وہاں تک تارا ساتھی ریزے سے ساتھ جائے گا۔" ایک ساتھی نے بتایا۔

"پھر بھی بچن اتم پر جملہ بدل دیتا۔ ممکن ہے اس کی اطلاع پولیس کو مل جائے۔" جگت نے بدانتہائی سے کہا۔

"تم ہماری فکر نہ کرو۔ خود کو سنبھالو اتم نے میرا کہا نہیں مانا۔ وہ آدمی چرکی تک ریزے سے کاغذ تاقب کریں گے۔ بغیر اسلحہ کے جان فیک معلوم نہیں ہوتا۔" بچن کے سچے میں گچھا کھنکھناتی مسکرا دیا۔

"نہیں۔۔۔ اس کی کو ضرورت نہیں۔ ضرورت پڑنے پر پولیس سے پیچھڑانے کا ان ہاتھوں میں پرواز رہے۔" پھر بچن کے قریب جا کر کان میں سرسختی کی۔ "دو روکا تمہیں خیال رکھنا ہو گا۔ اُسے عدالت میں پیش کریں گے اس کے بعد وہ خود اُسے پریشان نہ کریں۔ یہ دیکھنا تمہارا کام ہے۔" جگت نے کہا، بچن نے سر ہلایا۔

پھر دونوں آخری بار لگے۔ ان دو جگت ریزے میں بیٹھ گیا۔ بیلوں کے گلوں میں چھوٹی چھوٹی گھنٹیاں لٹکتی تھیں اور ریزے پر چار دائرے بنائی ہوئی منزل کی جانب بڑھتی ہوئی جگت کی سواری کو بچن اور اُس کے ساتھیوں نے آنسو بھری آنکھوں سے دیکھا۔ ریزے سے نشان ملتا ہوا ایک ساتھی ایک فرلا لگے سے واپس لوٹ آیا مگر زندگی کے راستے پر چڑے ہوئے نشان اتنی جلدی نہیں مٹائے جا سکتے۔



منزل پر آ کر ریزے پر جا کھڑا ہو گیا۔ اُس وقت آسمان کے درمیان سورج پوری آب و تاب سے چمک رہا تھا۔ جگت ریزے سے باہر ہو گیا۔ سامنے کوڑا لڑکا مکان پر بیڑا لگا ہوا تھا۔ "خان ڈوگر پولیس چرکی کی چلو کی کوئے سے چہرے کا کینڈہ پوچھتے ہوئے جگت نے بکری ٹھیک کی۔

"خونام! میں اندر جا رہا ہوں۔ وہ لوگ تجھے آکر ملے جائیں گے۔" نانا اور سول مرجن صاحب اندر بیٹھ بیٹھ گئے۔ "اُس نے جنو نا لگے۔ کہا۔ خونام نے کہا۔ جگت نے جواب نہیں دیا۔

ایک خطرناک ڈاکو اُسے آپ کو پولیس کے حوالے کرنے جا رہا تھا۔ جگت نے پولیس چرکی کی جانب قدم بڑھا دیے۔ اس وقت اُس کے دل کی دھڑکی تیز ہو رہی تھی۔ دل کو مضبوط کر کے وہ آگے بڑھا، پھر داخلی دروازے کے قریب آ کر رک گیا۔ اُس کی نظروں دشت کی چھاؤں میں کھڑے سنتری پر جم گئی۔ گردہ اس طرح لاشقی سے کھڑا تھا جیسے آٹے والے سے ناواقف ہو۔ دھڑکنے والے کو کاغذ میں کر کے جگت آگے بڑھا۔ سنتری اب بھی اسی طرح کھڑا رہا۔ جگت کو توجہ ہوا۔ "میری تلاش میں

ذمہ آسمان ایک کرنے والی پولیس مجھے نہیں جانتی؟" وہ بڑبڑایا۔ جگت نے راستے پر کھڑے ریزے کی جانب دیکھا۔ شاید اُس کی جھنسی حُسن سے اُسے لوٹنے کا اشارہ کر رہی تھی۔ "ابھی ریزے نہیں ہوئی۔ لوٹ جاؤ۔" جیسے کہ اُس کے گاندے سے کھربا تھا۔ اسی وقت سنتری نے اُس سے پوچھا۔

"کیوں۔۔۔ کیا کئی شخص کو ریزے میں لایا ہے؟" جگت کو اس کی مشکور نگاہ کر رہی۔ دانت بچن گردہ صبر کیا۔

"نہیں۔۔۔ صاحب اندر ہیں؟" جگت نے پوچھا۔ سنتری کو بات کرنے کا انداز کھٹک گیا۔

"اس طرح گفتگو کر رہا ہے مجھ سے؟ کون ہے تو؟" سنتری نے بے تحاشی سے جگت کو کہا۔ جگت چند لمبے لمبے گھورتا رہا، پھر اُس کی زبان بے کلام ہو گئی۔

"جگت کلمہ۔ جگت نے اپنا نام بتایا۔ گردہ پھر بھی نہیں سمجھا تو اُس نے کہا۔ "بچا ڈاکو۔۔۔"

"ہیں۔۔۔؟" پھر گردہ نے کھبرا کر کہا اور اُس کے ہاتھ سے داخل چھوٹ گئی۔ جگت زور سے آہن دیا۔ شرعہ سنتری نے داخل اٹھا لی، پھر چہرے پر بکری لٹا کر کہا۔ "پولیس ہاتھ نے میں ملاتی نہیں دیتا۔" جگت نے کہا، پھر گردہ نے بچا ڈاکو جیسا نہیں ہے۔ "پھر جہت سے بولا۔ "اگر اس وقت صاحب سے ملنا ہے تو چرکی پر جاؤ۔"

جگت نے جگت کی جیب میں دایاں ہاتھ ڈالا۔ سنتری کی لالچی نظریں جھٹکتی گئیں۔ گردہ شاید یہ لہجہ جانتا تھا کہ گردہ نے اُس کی خواہش دبانے کے لئے اُس نے جگت کی جیب میں ہاتھ ڈالا تھا۔

فاکی لباس میں سامنے کھڑے چہرے پر سنتری سے اُسے نفرت ہو گئی اور اُسے گولی مار کر دھاسا جانے لگی۔ چاہا یا نہی سمجھے داد آئی۔

"سنتری۔۔۔ کون ہے؟ اسے کیا کام ہے؟" سویدار کو دیکھ کر سنتری اٹھن شین ہو گیا۔ جگت سویدار کے قریب پہنچ گیا۔ سویدار اُس کے چہرے کو غور سے دیکھ رہا تھا جیسے یقین کر رہا ہو کہ یہ اسی ہے؟

تھکے ہوئے، دل لائے اور دشت جڑے والے سویدار کے چہرے کی جانب دیکھا وہ جگت سمجھ گیا کہ وہ آٹے پیکانے کی کوشش کر رہا ہے۔ اردن سمجھنے سے اس علاقے کی پانچ چوکیں کو تائید کی گئی کہ جگت کی جگہ کاغذ ہو سکتا ہے۔ لہذا تیار ہو۔

"تمہارا ساتھ ریزے میں کون آیا ہے؟" سویدار کی آواز نے جگت کو چڑکایا۔

"پہلے۔۔۔ تمہیں کہنا تھا کہ اور سول مرجن یہاں آئے ہیں؟" جگت کے سوال کی بے چینی سے سویدار سمجھ گیا۔ اردن سمجھ کی بات کی کہ جگت جب پولیس چرکی پر آئے گا، اُس کے نانا اور سول مرجن صاحب بھی وہاں آئیں گے۔ سویدار کو یقین ہو گیا کہ جگت کی جگہ حاضر ہو گا۔ گردہ یہ سوچ رہا تھا کہ کیا کچھ نہیں جگت ہے؟ جگت کو کتا جاق دو چہرے نظر آ رہا ہے؟ شاید جگت کا ساتھی ہو گا۔ جگت ریزے سے مل گیا تھا۔ اُسے بڑی جالاری اور مٹائی سے کام لینا تھا۔

"وہ لوگ آ جائیں گے۔ اگر آپ اُن سے ملنے آئیں تو اندر بیٹھیں۔" سویدار نے اچھے بھانے سے بات کی۔

جگت سویدار کے عقب میں چلا آؤں میں داخل ہو گیا۔ وہ تین کردوں کے بعد وہ ایک چھوٹی لالچی میں داخل ہوئے۔ سویدار کی پانچ چوکیں۔ اُس نے میری مخالف سمت نیچے ہوئے بچر

جگت کو بیٹھنے کے لئے کہا۔

”تمہارے ساتھ درجن میں سے جو بھی ہیں، اندر چلاؤ“ صوبیدار نے کہا۔

جگت مسکرایا۔ وہ جگہ کیا کہ صوبیدار اب بھی انہیں میں ہے۔ ”درجن میں میرا پانچ ساتھی ہے۔ دو آدمی بھیج کر آئے اٹھا کر لانا پڑے گا۔“

صوبیدار ایک ہنگامے سے کھڑا ہو گیا۔ اب اسے یقین ہو گیا کہ سامنے بیٹھا ہوا شخص جگا ہے۔ اور درجن میں اس کا ساتھی جودان ہے۔

”میں ابھی آدمی بھیج کر آئے اندر جانے کا انتظام کرتا ہوں۔“ صوبیدار نے کہا۔ اس کے چہرے پر جوش جھلک رہا تھا۔ انھوں میں عجیب سی چمک تھی۔ اسی وقت تھانے میں چار پولیس والے نظر آ رہے تھے۔ شاید دوسرے کھانے کے لئے گئے ہوں گے۔ جگت نے سوچا کہ صوبیدار جب وہاں لوٹا اس کے قدموں میں تیزی تھی۔ چڑاسی کو لگا کر دو گلاس پانی منگوا لیا۔ جگت نے پانی پیئے سے انگار کر دیا۔ صوبیدار دونوں گلاس پانی کیا۔ پیئے میں اس کے ہونٹوں کے کناروں سے پانی بہہ کر اس کی پوٹھارم پر گر گیا۔ اسی لمحے ایک کاغذی داخل ہوا۔ صوبیدار کے کان کے قریب منہ لے جا کر اس نے سرگوشی کی۔ صوبیدار کے چہرے کا رنگ بدل گیا، پھر پولیس والے کو باہر بھیج دیا۔ وہ بدحواس انداز میں جگت کو کہتے ہوئے بولا۔

”نارمانی ٹھکرا اور درجن صاحب مسٹر بلوچ پولیس تھانے پر ہیں۔ اس لئے ہمیں جلدی وہاں چلنا ہے۔“ پھر وہ کھڑا ہو گیا۔ جگا ٹھٹک ہو گیا لہذا وہ اسی طرح بیٹھا رہا۔

”مگر میرے ساتھی کا کیا ہوگا؟ ہم نے انہیں پیش ہونے کا فیصلہ کیا ہے۔“

”جگا ڈو کا یہ بات نہیں چنٹ کی مرضی پر ہے۔“ صوبیدار نے سخت لہجے میں کہا اور جگا جھپٹ کر کھڑا ہو گیا۔ اُس کی آنکھیں سرخ ہو گئیں اور ہونٹوں تن گئیں۔

”زبان استعمال کر بات کرو! مجھے جگت کچھ چاہیے ہے۔“ مگر اس سے پہلے کہ وہ کچھ حرکت کرے، صوبیدار کے اشارے پر دو پولیس والے اندر جھپٹ پڑے اور جگت کے سر پر لاٹھی کی چٹکی ضرب لگائی۔ جگت جھپٹے ہی سب ہو گیا۔ جگت کا سر چکر گیا۔ سر پر سے پکڑی اڑ کر دور جا گئی۔

پھر جگت کے منہ سے پہلے اس نے صوبیدار کے پہلو میں خوفناک جھڑپ ماری۔

”بے ایمان۔“ اس نے چیخ کر کہا۔ مگر اس کی ہاتھ پر پٹنٹ پر لاٹھی کی ضرب دی گئی۔ وہ فرش پر گر گیا۔ نیچے گر کر زور تو بڑا لاٹھی مارنے والے پولیس کا پیروں اور پولیس میں منہ سے تلے فرش پر گر گیا۔

مگر لاٹھی کی تیسری شدید ضرب نے جگت کے ہونٹ کاغذ کر دیئے۔ اسے بیہوشی میں مبتلا سمجھو ہوا جیسے کچھ آدمیوں نے اسے اٹھا کر جیب میں ڈالا اور انجمن کی آواز کو سنتے ہی۔

○

انکھوں پر پانی چھڑک کر جگت کو ہوش میں لایا گیا۔ اُسکے کھولے پر اسے سب کچھ پکارتا ہوا محسوس ہوئے۔ لگا چار پولیس والے اسے انکھیں تانے کھڑے تھے۔ جگت کو ایک آواز سنائی دی۔

”صوبیدار! اسے اس قدر زخمی کرنے کی کس نے ہدایت دی تھی؟“

”صاحب! یہ فرما رہا ہوتا تھا۔“ صوبیدار نے بھانپا کیا۔

جگت کا ذہن صاف ہو گیا۔ اُسے بخشا گیا تو اُسے پتہ چلا اُس کے سامنے بڑا آفیسر کھڑا تھا۔

”جگا! تمہارا استقبال کرنے میں کچھ جلدی ہو گئی۔ زیادہ جوت نکلیں گی؟“ اُس نے مسکرا کر پوچھا۔ دو پولیس والوں نے سہارا دے کر اُسے کھڑا کیا۔

”تم کون ہو؟“ جگت نے پوچھا۔

”میں مسٹر بلوچ تھانے کا خارجہ کتبہ ہوں۔“ وہ منہ پر ہاتھ دیتا ہوا بولا۔

”پہلے اس بات کو یقین کیا جائے کہ میں اپنے ساتھی کے ساتھ پیش ہوا ہوں۔ پھر آپ میرے ڈانا اور سرجن صاحب کو لائیں ان کے بغیر میں کوئی بات نہیں کر دوں گا۔“

کتھ کی ہنسی گونج گئی۔ اُس کی ہنسی میں عجیب سا تاثر تھا۔ ”بہت جلدی ہے تمہیں۔ سب کچھ آہستہ سے ہو جائے گا۔“ پہلے تمہارا استقبال کریں اور خان ڈوکر کا صوبیدار کی فٹنی کا سدباب کر لیں، پھر سب ہو جائے گا۔“

جگت کو اب خیال آیا کہ اس کے ہاتھ پٹنٹ پر بندھے ہوئے ہیں۔ اُس نے کتھ کی جانب دیکھا۔ ”مجھے کیوں اپنے حاکم ہے؟“ اُس نے پوچھا۔

”یہ تو صوبیدار کی کتبہ تھی۔“ جگت کی ہنسی کچھ کم ہو گئی۔ کتھ نے ہاتھ سے گلے کیا۔

جاؤ! اس بات کو یاد رکھو کہ تاراج کیا۔“ جگت کو اور موجود تھے۔ سامنے میرے منظر آ رہی تھی۔ اُس میز پر اُسے بخشا دیا گیا۔ جگا تجسس نظروں سے سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ ”لوگ کیا کرنا چاہتے ہیں؟“ جگانے سوچا۔

”میز پر دونوں پاؤں پھیلا کر بیٹھا جاؤ! ایک سہیلی نے سخت لہجے میں کہا۔

جگا کھنکھار گیا۔ ”میرے ساتھ سیدھی طرح بات کرو اور مذاق مارڈوں گا۔“ جگانے سخت لہجے میں کہا مگر جواب میں اُس کے پیٹ پر ہٹا پڑا۔ ..... وہ جگہ کیا تو زبانی پٹنٹ اور پہلو میں دو آدمیوں نے گھونٹے مارے۔ ہاتھ بندھے ہوئے تھے لہذا اُس نے یہ نہ اٹھانے چاہے مگر یہ پہلے سے جکڑے گئے تھے اور دھڑکی کے دھڑکروں میں جا بھڑکے گئے۔

”حرام خورد گوئی کیا کر رہے ہو؟“ جگت چخا۔ ”ایک ایک کون کر ڈوں گا۔“

اُس کی آواز تن کر کھنکھارے دوڑ دیا۔ ”ختم کرنے کی بات کی ہے؟“

”میں نے یقین دلانی پر آمنا ہے۔ آپ کو کوئی کام ہے۔“ جگانے کہا۔

کتھ قہقہہ کر دیا۔ ”لو! پولیس تھانے میں ایک رواج ہے۔“ ”تمہیں فریب نہیں؟“

”دعا باز۔“ جگت نے ہاتھ چمڑا لے کے بے زور لگایا۔ کتھ گھبرا گیا، شاید دھڑکی نہ ٹوٹ جائے۔ اُس نے حکم دیا۔

”بھڑکھل دوا“

جگت جھجکا کہ پولیس اُسے ایسی مزاحیہ باتیں کہ جس کے نشان نہ ملیں، دھڑک نہ ہوں اور آؤنی کے جڑواں کہ ہوں۔ پولیس کی یہ ڈگری سب سے زیادہ خطرناک ہے۔ میز پر پھیلائے گئے

بیوروں کی پٹنٹوں پر بندھے ہوئے دھڑکی کے کنارے میز کے عقب میں بیٹھے ہوئے آدمی کے ہاتھ

میں تھے۔ اُس نے ایک فٹ کی لمبائی سے دھڑکی کو بل دینا شروع کیا۔ تل چڑھنے کے ساتھ گھٹنے اور

نارائن سنگھ کو اس پر چکا ہے۔ وہ بڑا بڑا۔ بھر اس نے لاش کی ناک پر ہاتھ رکھا۔ سہا بہت دھیمی دھیمی آہیں بھی باقی تھیں۔ نارائن سنگھ نے اس پر بھی کوئی احسان کیا تھا۔ وہ احسان اسے یاد آ گیا۔ اس کے جڑے سے گھٹے گئے۔ وہ حسرت لگا کر باہر آ گیا۔ عقب کے بازو سے من سے گھوڑے پر سوار ہو کر برقی جھادی سے روانہ ہو گیا۔ گھوڑا دوڑانے میں اس نے اپنا تمام زور صرف کر دیا تھا۔ دوکیل زور جانے کے بعد ایک کار کو ڈرائی آئی طرف آئی نظر آئی۔ علی بخش کو اس پر غصہ کیا۔ اس نے گھوڑے کی رفتار کم کر کے راستہ دے دیا۔ کار تیزی کے ساتھ اس کے قریب سے گزری۔ مگر اندر پیٹھے ہونے شخص پر اس کی نظر پڑی۔ وہ چپکا۔

نارائن سنگھ بھر جاؤ۔

بریک کی طویل سیج کے ساتھ کار ڈک ٹی۔ علی بخش کار کی طرف چھپا۔ "نارائن سنگھ اچلدی کرو۔ جہاں راجت کر رہے کر رہے۔ وہ دم توڑ رہا ہے۔ شاید اس کی لاش لے گی۔ جلدی کرو خدا کے لئے جلدی کرو۔" علی بخش نے ہاتھ ہونے آئیں چکا کے بارے میں بتایا۔ نانا کا چہرہ آگ ہو گیا۔ ہلکا پیٹھے ہونے سول سرجن کا چہرہ آگیا۔ علی بخش کار ڈرائی برقی رفتار سے دوڑتی ہوئی کار کو گھوڑے پر بیٹھا سہا ت اعزاز میں دیکھنے لگا۔ اسے محسوس ہو رہا تھا پیٹھے زمین کی گردش رک گئی ہے۔ جگت کے سہا ت جسم کی طرف۔

علی بخش کے مکان کے صمد دزدانے کی لڑکی کھول کر نانا اور سول سرجن اندر داخل ہو گئے۔ اس وقت دونوں کے سہا ت کاپ رہے تھے۔ ان کے چہرے علی اور پیٹھے سے جڑے گئے تھے۔ سسوں میں کرم خون جوش اٹھ رہا اور گردش کرنے لگا۔ دل اڑھ کئے گئے۔ جیسا کہ صدمے سے تاب کی کر ٹوٹ گئی تھی۔ وہ جگت کی لاش کو دیکھ کر چپن کر اور اس کی کور کا سامنا کر کے کہیں گئے؟ ذہن سے خیالات فحاش کی طرح نکلا رہے تھے۔ سرجن سے تھے۔ وہ ہفت گھنٹے کے جڑے سے ہم سے چادر ہٹا دی۔ ان کے چہرے پر پٹی آگئی۔ جگت کی گردن ایک جانب دھلک گئی تھی۔ چہرہ ساہو پر گیا تھا اور دونوں فرخون ہم کیا تھا۔ ان گھول کی چٹیں بندھیں۔ خدا دھکا کھلا ہوا۔ انھیں محسوس ہو رہا تھا پیٹھے صوت اس کے جسم میں داخل ہو چکا ہے۔ نانا چپ۔

"سہا راجت" اور عاجزی بھری نظروں سے سرجن کو دیکھنے لگے۔ مگر سرجن نانا کی موجودگی اٹھ کر اپنے کام میں لگ گیا۔ اس نے جگت کی پیش دھیمی۔ اس کی پیشانی پر ٹیکریں سی بھر آئیں۔ علی کی رفتار بھیاں سی لے دی تھی۔ دل پر ہاتھ رکھا۔ سانس بھی شاید رک گیا تھا۔ جب اس کے ہاتھ جگت کے پھروں پر گردش کرنے لگے تو اس کے دل کو چوٹ سی گئی۔ بیروں میں جان نہیں تھی۔

"سرجن صاحب آپ خاموش کیوں ہیں؟ کچھ تو بولیں۔ میرا دل بیٹھا جا رہا ہے۔" نانا کہنے لگے۔

"نارائن اچلدی کرو۔ غم سے پاس سے آٹھالو میں میرے قہار تاسا ہوں۔" سرجن کی آواز علی کی تھی۔ اسے کار کے لئے جانا ہے۔ جلدی کرو!"

شانے کے پاس سے جگت کو اٹھاتے ہوئے نانا کے ہاتھ کپکپاتے گئے۔ ان کی آنکھوں سے آنسو پھٹے۔ انھیں سیج کے وقت دہتا ہوا یاد آ گیا۔ ان کے ہاتھوں میں طاقت نہیں رہی۔

جوز میں سخت زور شروع ہو گیا۔ دونوں بیروں مخالف سمتوں سے کھینچے جا رہے تھے جس کے ساتھ گھٹنے کے جڑوں پر زور دیا پڑا تھا۔ میرے کنارے پر پھیر دے گئے۔ راتوں کی نہیں کھینچے گئے۔ جگت کے چہرے پر درد کی گھنا چھائی تھی۔ تکلیف کا قابل برداشت ہوتی جا رہی تھی۔ اس نے سر اٹھا لیا مگر پیٹھے کا فیصلہ اپنی جگہ اس تکمرد کی لہریں اس کے سارے وجود کو لٹا دے والی تھیں۔ یہی کی نہیں کھینچ کر ٹوٹی محسوس ہونے لگیں۔ یہ شیطانی اسے سنبھلے ختم کر دیں گے۔ وہ کیوں چلائی کی راہ پر چلے کو تیار ہو گیا؟ نانا کہیں ڈاکٹر اور سرجن بڑی بڑی باتیں کر کے کہاں غائب ہو گئے؟ تکلیف کی شدت سے اس کی آنکھیں باہر پھٹی پڑیں تھیں۔ اسے جاس محسوس ہونے لگی اور دل گھمرا لے لگا۔ جگت خلیا نہ کر سکا اور گالیاں کھینے لگا۔ اس کے ذہن پر اندھیرے کی چادر چھا رہی تھی۔ اس کے نام سے لڑنے والے آج اس کی یہ حالت کر رہے ہیں۔ اسے محسوس ہو چاہیے وہ بیوقوف ہو جائے گا۔ اس نے کندھے کے منہ پر تھوکر کہا۔ "سارے۔۔۔ کتے۔۔۔" اور عقب میں ٹکڑے ہوئے پولیس میں نے ڈھٹا اٹھا کر ضربیں لگائیں۔ ایک دھم۔ کھنک کا قہقہا اس کے کانوں میں گونج گیا۔

"تیری گندری زبان کا بھی میرے پاس طلاق موجود ہے بیوقوف!" کندھے سے سرخ ہو کر کہا۔ "اس کے چہرے پر پٹی باندھ دو!"

جگت لڑ گیا۔ خاکی وردی پہننے والے اس قدر فوج اور مدد حاصل ہو سکتے ہیں؟ پانسانے کے ڈپے سے ایک شخص منہ پکڑا لے آیا۔ اسے دیکھ کر جگت کو آٹھالو سی آئے لگیں۔

"باندھ دو اس کے منہ پر۔۔۔" اور سہا ت ہٹا دے۔ ہونے شیر کے سارے منہ جیسا آدھی بھی بہار بن جا تے۔ دو آدمیوں نے جگت کے شانے قہار لے اور ایک آدمی نے گندرا پکڑا اس کے منہ پر باندھ دیا۔ ناک پر بوسے سڑنے لگی۔ اسے اٹھائیاں آئے لگیں۔ ساتھ ہی اس کے جڑے چھینے پڑے جا رہے تھے۔ بڑیوں کی لڑیاں لوٹنے لگیں اور ایک جگت سے سر شانے پر گرا۔ اسی لئے ایک پکڑا لے دوڑا ہوا آ گیا۔

"کھن صاحب! خان دوڑا کر اسے اطلاع آئی ہے کہ نارائن سنگھ اور سول سرجن اسی طرف آ رہے ہیں۔" کندھے کے ماتھے پر ٹیکریں سی بھر آئیں، بھر دوڑا۔

"جلدی کرو۔۔۔ اسے جگت میں ڈال کر بیاں لے لے جاؤ!"

اس طرح دو تین چار تھانے گھوما۔ اور اب دھب دم ہو چکا تھا۔ زور بھرا اور جن سنگھ دلیات بھیج رہا تھا جن پر پوری طرح عمل ہو رہا تھا۔ گاؤں کے چکر دار علی بخش کے گھر میں چار پولیس والے ہاتھ ہونے داخل ہوئے۔ سید سیکڑے کے میں پہلی ہوئی کوئی بھی چیز انہوں نے زمین پر دھکی۔ علی بخش ان کی ہراساں حرکت سے متحجب ہو گیا۔ "یہ کیا لے ہو؟"

"ایک لاش۔" پولیس والے نے دھیمے لہجے میں کہا۔ "ایک رات اسے چھپا ہے۔ یہ بڑے صاحب کا حکم ہے۔" پھر چاروں غائب ہو گئے۔ علی بخش لڑ گیا۔ پولیس کو جب کسی کی لاش غائب کرنی ہوئی ہے تو ایسا کیا جاتا ہے۔ اس کے صمد دزدانہ بند کر دیا۔

"کوئی کم نصیب ہے۔" علی بخش جھٹک کر نہ پا سکا لڑنے سے ہونے ہاتھوں سے اس کے لاش پر سے پکڑا بنایا۔ دل کو کھٹ بھکا لگا۔ "جگا۔۔۔؟" اس کے سارے جسم سے پینہ چھوٹ گیا۔ یہ تو



”میں آپ سے ملاقات کے لئے گھر گیا تھا۔ مگر پچھے چہ چلا کر ایک خاص کبس کے سلسلے میں آپ ہسپتال میں رک گئے ہیں۔“ ارجن سنگھ نے خاموشی کی ہر توڑی۔

”تمہارے پولیس ڈپارٹمنٹ کا کارنامہ ہے۔“ سرجن نے ارجن سنگھ کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔ ”مگر پولیس انکسٹر اتم نے یہاں تک آنے کے سلسلے میں تکلیف کیوں اٹھائی؟“

”میں جگا کا قبضہ لینے آیا ہوں۔“ ارجن سنگھ کو کہنا پڑا۔

اب سرجن غصے سے بے قابو ہو گئے۔ ”زندہ کمرے ہوئے جگا کا قبضہ؟“

”میں سمجھا نہیں سرجن صاحب۔“

”تم سب کچھ بتاؤ۔ ہوائی جگا کے ہوش میں آنے کے بعد کچھ جاؤ گے۔ اس وقت تک میں تم سے بحث نہیں کروں گا۔“ سرجن نے گارڈز وصال ارجن سنگھ کی طرف اجمال دیا اور ارجن سنگھ وصال ہانے کے لئے ہاتھ ملانے لگا۔

”مگر صاحب اودھ خراب کا قصہ ہے۔ ہوش میں آتے ہی فرار ہو جائے گا۔“

سرجن قبضہ دار کر دیکھنے لگے۔ ”تمہارا تجربہ ہونے کے بعد اسے یہی کرنا چاہئے۔“ ارجن سنگھ کچھ کہنا چاہتا تھا مگر سرجن نے اسے موقع نہیں دیا۔ ”ابھی دو ممبر اس میں سے ایک ہوئے کے بعد سپرد کروں گا۔ مگر تمہارے اہتقوں میں نہیں۔“

”پھر کس کے سپرد کریں گے؟“ ارجن سنگھ انھیں پھیل کر بولا۔

”میں اس کشتہ کے سپرد کروں گا۔“ انھیں میں نے فوراً بلایا ہے۔ کل دو ہر یک دہا جائیں گے۔ پولیس کشتہ کا نام سن کر ارجن سنگھ کا چہرہ اتر گیا۔ سرجن اس کے چہرے کو دیکھ رہے تھے، پھر وہ دھتے لیجے میں بولے۔ ”اسی وقت تک تم شیو پور پولیس کے انسپلر ہو۔“

ارجن سنگھ کو کڑی ذوقی دکھائی دینے لگی۔ اچھے اچھوں کو لڑا دینے والا ارجن سنگھ خود لرزے لگا۔ ”صاحب اب میری لاپٹی میں ملے ہوئے۔ میرا کوئی قصہ نہیں۔“

سرجن صاحب کا دل چاہا کہ چلے ہوا سگارا اس کی بھولی زبان پر رکھ دیں، مگر ان کی شرارت نفس اڑنے لگی۔ وہ اٹھ کمرے ہوئے، جیسے وہ اس کا پھر زیادہ در بیک در دیکھنا چاہتے ہوں۔

”میں راولپنڈی پر جا رہا ہوں۔ تمہارا کام ہو گیا؟“ سرجن نے کہا۔ ارجن سنگھ بادل خواہستہ کھڑا ہوا۔

”صاحب! اگر آپ کو اسٹیشن پر ہو تو دو مسلح پولیس میں گھرائی کے لئے بھیج دوں؟“ ارجن سنگھ کے لیجے میں عاجزی تھی۔ سرجن نے اس کی جانب دیکھا، لہذا وہ سر جھکا کر بولا۔ ”اس کی گھرائی کرنا میری ذمہ داری ہے۔“

سول سرجن کچھ نہیں بولے مگر وہ درباری کے فقار پر مڑ کر ادا دیئے۔ زعب سے آیا ہوا ارجن سنگھ پاپس قدموں سے لوٹ گیا۔ یلہ میاں اترتے ہوئے اس نے غصوں کیا کہ وہ پولیس چیف کے عہدے سے ہٹا جا رہا ہے۔ گھس۔ اگر بے ہوش جگا کی زبان پر تالا لگ جائے تو۔۔۔؟“ اس نے سوچا۔

اجا انھیں یہ انہوں نے اپنے آپ کو سنبھالے ہوئے تھے۔ لیکن سانس لی۔

”آئیں تم لوگ؟ میں تم لوگوں کا ہی انتکار کر رہا تھا۔“ ان کی آواز بھاری ہو گئی۔ وہ کھکھارے ہوئے کھڑے ہو گئے۔

”کون ڈی ہو گیا؟“

”تم پہلے بیٹھو۔۔۔ سب کچھ اچانک ہو گیا۔ سرجن صاحب کو ایک ضروری آپریشن کرنا تھا لہذا پولیس چمکی جانے میں لیت ہو گئے۔ وہ ڈر گئے۔ مائی جی اور چند ان کے بچے ہوئے ہوتوں کو گھوری تھیں۔ چندن کا دایاں اڈا تھ سینے پر قابو ہے اس کے دل میں درد ہو رہا ہو۔ مگر پھر میں وقت پر پہنچ گئے۔“ ہاتھ اندر دھنکھ کر دھتے لیجے میں کہا۔ ”خاکم پولیس والوں نے اسے بہت مارا ہے۔“ مائی جی زیادہ ضبط نہ کر سکیں۔ ان کا سچہ کھپکا نے لگا۔

”مائی جی! اودھ صبر رکھو۔ جگت کو کچھ نہیں ہوگا۔ سرجن صاحب اس کا علاج کرو رہے ہیں۔“ ہاتھ نے اسے دلا دیا۔ مائی جی چندن کی گردن میں گر گئیں۔ ہونے لڑنے ہوئے دل کو مضبوط کیا مگر آنکھوں پر قابو نہ ہوا۔ ”نا اس کے آئندہ نہیں سکے۔ نظر جھکا کر بولے۔

”بھئی جی! تمہارا اہل بزم ہوں۔ مگر بہت نہ ہارنا۔ اوپر والا میری بات ضرور سنے گا۔ میری باقی زندگی کے لئے مگر اسے زندگی بخش دے۔“

”مگر وہ کہاں ہیں؟“ چندن ہنسنے لگی۔

ہاتھ نے عقب کی جانب اشارہ کیا۔ ”اپریشن تھیں میں۔ ڈاکٹر ہمیں بلانے گا۔“ ہاتھ بولے۔ چندن سر جھکا کر ملاں کی جگہ سے کھڑے ہو گئے۔

رات گیارہ بجے پولیس انسپلر ارجن سنگھ بیٹھے اور ہاتھ میں سول ہسپتال میں داخل ہوا۔ جگت کے ہاتھ، ملاں اور چندن کو کھنٹ نظر لگے۔ یہ گھوڑا ہوا سرجن صاحب کے کہیں کی جانب بڑھ گیا۔ جگت کے ہاتھ نے دانت چبیں لے اور دل میں درد چا رہا لگایا۔ میں گھر خاموشی بھڑ بھڑا کر چپ ہو رہے۔

ارجن کی چال میں پولیس کا زعب دکھائی دے رہا تھا۔ اور لی نے سلام کر کے مین کا دروازہ کھول دیا مگر سرجن کی کرسی خالی تھی۔ ”بوسے صاحب نہیں ہیں؟“ کہیں میں داخل ہو کر اس نے اور لی سے پوچھا۔ ”کہاں گئے ہیں؟“

”سریلیں آ کر کیئے۔ کس سیریل معلوم ہوتا ہے۔“ اور لی نے بتایا۔

”کیا آج شام آیا ہے؟“ ارجن نے جلدی سے پوچھا۔ ”کتنے گھنٹے گئے؟“

اور لی کتب بولنے کے لئے کھل کر سرجن کی آواز سن کر وہ چپ ہو گیا۔ ”کیوں۔۔۔ سرجن کی بہت گر ہے۔“ سرجن نے طنز سے لیجے میں کہا۔ ارجن سنگھ گیا۔ اس نے کھڑے ہو کر مصلحتی کے لئے ہاتھ پر جھانک کر سرجن نے اس کی جانب توجہ نہیں دی۔ وہ کرسی پر بیٹھ گئے۔ شرمندہ سارا ارجن سنگھ قہقہہ لگتا ہوا یہ ہنک سہہ گیا۔ ”مجھے معلوم تھا کہ تم آؤ گے۔“ گارڈ کا ٹیکٹ کھولے ہوئے سرجن بولے۔ ارجن کو گارڈ چن کر کے کھنٹ لگے بغیر انہوں نے ٹیکٹ بند کر کے رکھ دیا۔ ستانے میں آیا ہوا ارجن سنگھ خاموش رہا۔ وہ گرجا جاتے ہوئے سرجن کے غصے کا اندازہ لگا رہا تھا۔





”غلط.....“ جگت گرجا۔ ”وہ ایاج تھا مرادھ مو نہیں۔“

”تم زیادہ تکلف مت اٹھاؤ مجتہد“ سرجن صاحب نے اُسے ٹوکا۔

"مرا جواب آپ میری فکر نہ کر س۔ جلدی جا کر ہومان کو دیکھیں۔" پھر دانت میں کر پولا۔

”اس کا اعتماد کرنا۔ اس اعتماد کر کے کچھ تارا ہوں۔“  
پولیس کسٹر کمرے ہو گئے۔ ”ہلو خان، دو ڈگر پولیس کھانتا۔“ اور ارجن سنگھ کے چہرے کی روشنی  
بچھ گئی۔

پولیس کسٹر کمرے ہو گئے۔ ”چلو خان ڈوکر پولیس تھانہ۔“ اور ارجن نگہ کے چہرے کی روشنی بجھ گئی۔

○○○

جب بتانا نہ ارجمند تھکے کس بات سے آگاہ کیا تھا کہ رحمت اپنے ایک ساتھی کے مراد میں ہو گا تو اسی وقت اس کے مراد زمین سے پورا منصوبہ تیار کر لیا تھا۔ مشکل صرف ایک تھی کہ رحمت کس پولیس تھا نہ میں حاضر ہو گا؟ یہ بتانے نہیں بتایا۔ مگر پھر اگر تین جا رہا رہا نے پورا چھانگنا کے ذمے سے بات نہ نکال سکا۔ بتانے بڑی عرصے سے بات ٹال دی۔ مجھے بھی رحمت یہ بات آخری وقت میں بتائے گا۔ میں رجن صاحب کے کردہاں حاضر ہوں گا۔“

اور جن سنگوں کو بھی کاٹنا ٹھیک رہا تھا۔ وہ جو کچھ کرتا پھرتا تھا اس کے دوران سرجن صاحب کی حاضری آئے ہری لگ رہی تھی۔ محبت جہاں نہیں ہو پاؤں تھا اور سرجن صاحب کو در سے پہنچنا چاہئے۔ آئے اس کی تحریک کرنی تھی۔ دوسرے لگا۔ اُس نے مشورہ طالع کی یا کچھ بڑی چوکیوں کے انچارج بنائے اور کہا۔ ”جنگ کا ایسا استعمال کرو کہ آئے زندگی بھر یاد رہے۔ ایک چوکی میں آئے آئے گھسنے سے زیادہ نہیں رہنا چاہئے۔ اور چار چھ گھنٹے میں معاملہ ختم ہو جانا چاہئے۔“ اُس نے انہیں ہدایات دیں۔

ناما اور سرنجن ایک چوکی سے دوسری چوکی تک دوڑا لگے رہیں گے مگر جا نہیں زندہ ہیں۔  
گا۔ دوسرے دن صبح گاؤ کاڑکی لاش کھینچے مل جائے گی اور پولیس مرے ہوئے ڈاکو کا قبضہ لے  
گئے۔ خبر خرس نے اُسے اُٹھ کر دیا؟ ارجنن سمجھ نہ سوا، وہ کہنے لگا کہ جی نہیں ہوا۔ اُس  
کے سامنے کیا کیا تھا؟ اُس نے یہ بھی سوچ رکھا تھا۔ اُس نے تڑپا تڑپا کر معلومات حاصل کرنا  
تھیں کہ چنگا کی ٹوٹی کہاں چھپی ہوئی ہے؟ پولیس کا قلم وہ زیادہ دیر سہ نہیں لگے گا۔ بس بھر پوری  
ٹوٹی چلائی جائے گی۔ دوسرا لے پولیس خرس کی تلاش کے لئے بھگ رہی تھی، دو کام ایک ہفتے  
میں ختم ہو جائے گا اور اس کی تمام مشرت ارجنن سمجھ لوئے گی۔ یہ خود بڑا ایسی ہی گورنر صاحب  
اُسے اعزاز دینے کے لئے بکلاں گئے۔ ایسا سوچ زندگی میں بھی کسی آتا ہے، اسے کیوں جانے دیا  
جائے؟ مگر یہ سب اسی وقت ہو سکا تھا کہ سرنجن صاحب اُس تک رہے سے پہنچے۔ انہیں روکنے کے  
لئے ارجنن سمجھ نے ایک خطرناک داؤ کھلایا۔ اُس نے شیخوپورہ کے ایک بدعاش کے سپرد وہ خاص  
کام کیا۔ ٹھیک گیارہ بجے اُسے دوسرے بدعاش کو کھانا میں جیلانے کی حد تک بھجوا کر کہا تھا۔ وہ اُس  
پوری چاقو کے پانچ سات اور کر لئے تھے۔ اتنا خیال رکھنا ضروری تھا کہ دوسرے نہیں کھڑے ہو کر دام  
ہو جائے۔ یہ پینٹ کی انتہاں بھی یاد رکھنا آئیں تو پورا نہ آئیں۔ یہ سب ہونے کے بعد پولیس پہنچے  
تھوڑے پہنچے تھے۔ ڈیڑھ گھنٹہ کی پہچان میں بھیجا جائے۔ اس طرح سرنجن کو مصروف رکھا جائے۔  
قرض اور ادا رسانی ہو جائے گی۔ مگر یہ سرنجن کی خطرناک کھیں سے نہ نہیں موڑ سکتا تھا۔ کم از کم  
کم ذیک گھنٹہ خراب نہ تھا۔ اور ایک گھنٹے میں وہ سب کچھ اوپر نیچے کر سکتا تھا۔

ایرانی پر ہوا ہوں۔“

ہوئی کھینچی لے کر ایک شخص احمد داخل ہوا۔ اس کے عقب میں لوہے کی سلاخ لے کر اور آگنی داخل ہوا۔ کھینچی میں گئے ہوئے انگارے پر ہونام کی نظر جم گئی۔ صوبیدار نے بان چلائی۔ ”اس کی تو شروعات ہے ہونام! انگنی ہوئی سلاخیں گلیں گی تو اس وقت تم خود بول فوگے۔“

گھڑ کر صوبیدار صاحب! میں اپنی ماں کے دودھ کی لالچ مگول گا۔“ ہونام بولا۔  
لوہے کی سلاخیں کھینچی کے انڈارے پر مچی گئیں۔ انہیں سرخ ہوتے ہونام دیکھنے لگا۔ پھر مٹی بول کر کہنے کے لئے آگھیں بند کر لیں۔

”آگھیں کھول کر دیکھو ہونام! ابھی وقت ہے۔ سرخ سلاخ تیری رشتے دار ہاتھ نہیں ہو نا۔“ ہونام کی آنکھیں کل گئیں۔ چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ دوڑنے لگی۔

”یہ کہنا ہے گا کہ انسان کو تیرا بڑا کارہے کا طریقہ تم لوگ ابھی طرح جانتے ہو۔ تم سے ادا کو اچھے ہیں۔ جس کو کہنا ہوا ایک گولی اور اس کا ختم۔“

انگنی ہوئی سلاخ قریب لائی گی مگر ہونام چٹان کی طرح اٹھ تھا۔ کھلے ہوئے سینے کے قریب لالچ دیکھ کر اس نے سلاخ تھامنے والے شخص کو دیکھا۔ اس کی نظریں کبہری گئیں۔

”دیکھ کر کیا ہے نا گاؤنے۔“

”گاؤ۔“ صوبیدار گرجا۔ اس گرجے کے ساتھ ہی کمرے میں ایک طویل چاق گونج کر رہی۔ ابھی چاق نہیں کھینچی ہوئی تھی کہ اوپر سے تین چٹیں گونج گئیں۔ ہونام کی آنکھوں کو کھلے

پل گئے۔ جسم کے بال کھڑے ہو گئے۔ منہ سے لال کھینچی گئی۔ صوبیدار کے ماتھے کی کبیریں تن گئیں۔ کپڑے کے ٹکڑے سے چہرے پر پھیلا ہوا پسینہ نکل گیا۔ اسے اپنے چپ کے حکم کے

لاٹنی دوپہر سے پہلے تمام معلومات حاصل کرنا ہیں اور یہ بہت ایک لمحہ نہیں بڑا تھا۔  
”اسے اٹے سر پانی میں نکال دو اور آگیاں لگاؤ۔“ صوبیدار نے حکم دیا۔ اور باہر مٹی بولنے کی

فکر کرے سے چلا گیا۔ اسے اٹے اس کے کان میں آواز نہائی دی۔  
”جیرا آگ سے نہیں ہوا وہ پانی سے ہو گا؟“ ہونام کی آواز میں پڑاؤں کی سی مٹی بولی تھی۔

ہونام نے سبیر پانچہ کر لانا لگا دیا۔ صوبیدار پھر کمرے میں داخل ہوا۔ ہونام کو اٹا لٹکے

پر جو تکلیف ہو رہی تھی، وہ اس کے چہرے پر صاف نظر آنے لگی۔ بڑی ہونے کے بعد وہ بھی

نرا آگھیں ہوا تھا اس کے لئے جو تکلیف ناقابل برداشت تھی۔ بیرون سے بندھی ہوئی دھکی کا

براسرا چھت کے کنڈل سے گزرا کر گلی کی پتھر میں الجھا دیا گیا تھا۔ پتھر کھٹانے کے ٹولائی

لے کے پاس ایک سیاہ رنگ کا پیلوان نما آدی کر اہوا تھا۔ اس کے چہرے پر دشت ناک

لڑاہٹ تھی۔ اس کی بڑی بڑی خوناخاک آنکھوں میں پینچ تھا۔

”یہ دودھ لٹی لگاتے ہی تجھے مٹی یا آد جاسے گی۔“

گلی ہوئی آنکھوں سے ہونام نے نیچے پڑے ہوئے ڈرم کو دیکھا۔ پانی سے بدبو آ رہی تھی۔

تے لٹکائیاں آگئے تھیں۔ ”پولیس کے لباس میں شیطان جج ہوئے ہیں۔“ وہ بڑبڑایا۔

شام تک سب کچھ اس کی توقع کے مطابق ہوتا رہا۔ جب اسے یہ اطلاع ملی کہ چکا آخری

سائیس لے رہا ہے اور صرف کھنڈے دو گئے کہ سہان ہے اور اسے کہاں چھپا گیا ہے تو ارجن کو اپنی

خاک میں پھر اعزاز کا تحفہ نظر آنے لگا۔ اسے گورنر صاحب نظر آئے۔ ان کی آنکھوں میں ارجن کے

کے لئے بہت کچھ تھا۔ ”ارجن کھڑے تھے۔“ ارجن کھڑے تھے جیسے اختر پولیس کے صرف

بجانب نہیں بلکہ پورا ہندوستان فر کر سکتا ہے۔“ وہ کہہ رہے تھے۔ ”تمہاری بھاری اور چالاکی

پورے ملک کے پولیس افسران کے لئے مثال ہے۔“ مگر گاؤں کے دو گئے کے چوکیدار نے

ساری بازی اٹھ لی۔ گورنر کا تحفہ تحریف اور ترقی سب کچھ ریت کے گلی کی طرح ہوا میں اڑ

گیا۔ اس کی وجہ پولیس کی حماقت تھی۔ وہ یونیفونڈ چگا کے نانا کا شاسا کیسے لٹکا کر علی بخش کا سرجن

صاحب کی کار سے سنا کیسے ہوا؟ اگر کھنڈے دو گئے اور یہ نہ ہوتا پھر سالے علی بخش کو چگا کے کھل

میں گرفتار کیا جاتا پانچ ہزار کا انعام اس کی زبان بند کرتا۔ یہ سب ہو جاتا۔ مگر ہائے نصیب، چگا

سچتاں پہنچ گیا اور ساری بازی بڑ کر اٹھ گئی۔ پھر بھی ہونام ہاتھ میں تھا۔ جا جو کچھ ہوتا ہے

اس کی پرواہ کئے بغیر ہونام کے درپے بازی جیتی جا سکتی تھی۔ ارجن کھنڈے دو دروازہ لگا دیا۔

اس سے پہلے کہ پولیس کو صوبہ صاحب امرتسر سے پہنچیں، ہونام کا منہ اگل کا منہ چاہئے۔

”اسے کسی طرح دیکھنا ضروری کرو۔“ جرم صاف کر دیئے گا اور مگر معلومات حاصل کرو۔ اگر

اس طرح کا سیال نہ ہو تو مار ڈیٹا۔“ ظلم کرو۔ ہر طریقہ آزمائے۔“ اس کا حکم تھا۔

”نان جا ہونام! اخیر سے تمام جرائم صاف کر دیئے جائیں گے۔“ خان ڈوگرا کا صوبیدار اسے

سہانا لگا۔

”صاف کرنے والا اوپر موجود ہے۔ اس کے انصاف پر مجھے اطمینان ہے۔“ باقی تم لوگ زبان

دے کر پھر جانے والے ہو۔“ ہونام بولا۔

”تم کو بتاؤں ابھی لوگ دیتا ہوں، تم نے کوئی جرم نہیں کیا۔ یہی نئی شرع کر کے کے لئے ہم

تمہاری روپے پیسے سے مدد کریں گے۔“ پولیس افسر کہہ رہا تھا۔

ہونام نے زور سے تہنید کر لگایا۔ ”صوبیدار صاحب! تم اپنا وقت ضائع کر رہے ہو۔ تم بھول

گئے ہو کہ میں جگا ڈوگا کا باپ ہوں۔ چوڑی گردو کے پھر بھی تمہارے جال میں نہیں

چھنوں گا۔“ پھر ہونام کے منہ پر ایک چاٹا بڑا صوبیدار گرم ہو گیا۔

”جیسے تمہا جب تمہاری زبان ٹھک جائے گی تو ہاتھ اٹھاؤ گے۔ اور ہاتھ کھٹنے کے بعد۔“

مگر اسی لمحے ہونام کے چپٹ میں ٹھوکر لگا۔ اس کے منہ سے میناک چاق گلی نکلی۔ ٹھوکر کسی

نازک جگہ پر لگا تھا۔

”بس۔“ ایک گھونے میں جھک گیا؟“ صوبیدار نے اسے ٹھہر دیا۔ ”چگا کے داہیں ہاتھ

میں اتنی ہی طاقت ہے؟“

مگر ہونام دردم ہونے تک خاموش رہا۔ پھر تیز نظروں سے صوبیدار کو دیکھتا ہوا بولا۔

”طاقت آزمائی تھی تو مقابلے پر آتا تھا۔ تمہارے سہیا باہر چمیدنے والا میں ہوں اسی لئے

اغور دروازے پر آٹھ ہوئی۔ دولوں آگے بڑھے۔ دیکھا تو دروازہ باہر سے بند تھا۔ سنسان ہوئی دیکھ کر دہم صاحب کی پھیلائی پرگیں سر اُجڑ آئی تھیں۔ ارجن سنگھ نے دروازہ باہر سے کھلا کر عرصہ کا ستغرد کدو کھڑے کیا۔..... سویدہ اُور لنگ رہا تھا۔ رشی کے دوسرے سرے پر سوئے آئی تھی۔ سچ بندے ہوئے تھے۔ اُس کے سر پر خانی ڈھم اُٹا کر کمر میں ایسا ف کر دیا گیا تھا کہ وہ بے

”کیا ارادہ ہے تمہارا ہنومان؟“ سو بیدار نے آنکھیں پھیل کر پوچھا۔ ہنومان خاموش رہا۔ سانس اتنی دیر سے چل رہی تھی کہ آواز نہیں نکل سکتی تھی۔ سو بیدار کی آس بندھی شاہ کچھ دھلا ہوا

میرے اہل و عیال کو پس پچھائیں گے۔ "سرجن کی آواز گھرائی ہوئی تھی۔

"صاحب! اس میں آپ کا کیا قصور؟" جگت سرجن کے گلے میں جھولنے ہوئے ایشیو سکوپ کی جانب دیکھنا ہوا۔ "میں آپ کا احسان زدگی پر مجبور ہوں سنا۔ آپ نے مجھے غی زدگی دی ہے۔" کچھ دیر تک دونوں خاموش رہے۔ سرجن صاحب کو جو کہنہ قاتلہ دل میں سوچ رہے تھے۔ حرکت نہ کی! ان کی آنکھیں سمجھ گیا۔

"میں خیال میں تم کو مجھے سرجن صاحب؟" جگت نے مسکرا کر پوچھا۔ سرجن صاحب نے اس کی جانب دیکھا۔

"تم کو صحت مند ہونے میں تمنا میں نے کیس گئے۔ اس وقت تک جہیں یہاں رہتا ہے۔ مہری دیکھ بھال رہے گی۔" سرجن صاحب نے سجدہ کر کے کہا۔

"کیا آپ یہ سمجھ رہے ہیں کہ مجھے شل جانے کی جلدی ہے؟" جگت نے مسکرا کر کہا۔

"یہ بات کب تک! بلکہ مجھے ڈر ہے کہ....." سرجن کچھ کہتے کہتے دنگ گئے۔

"انہیں دیکھ کر جگت کی آنکھیں چمکے گئیں۔ "آپ کو ڈر ہے کہ میں فرار ہو جاؤں گا۔ آپ بھی سوچ رہے ہیں؟"

سرجن مسکرا رہے تھے۔ "تمہارے ساتھ بدسلوکی، بدعہدی اور زیادتی کی گئی ہے اس لئے میرا یہ سوچنا کہ صحت تک بھی ہو سکتا ہے۔" سرجن نے کھلا کر کہا۔ "مگر تم جب تک یہاں ہوتے ہو تو میری ذمہ داری مجھ پر ہے۔ تم اگر واقعی بھی سوچ رہے ہو تو اس خیال کو دل سے نکال دو۔ جیسے اگر غی زدگی کی ہے تو اس سے فائدہ اٹھاؤ! بدلہ لینے کی خواہش کو مکمل دو۔"

جگت کچھ دیر تک خاموش رہا۔ کیونکہ واقعی وہ بھی سوچ رہا تھا کہ اگر اُسے فرار ہونے کا موقع مل جائے تو وہ اس سوچ سے ضرور فائدہ اٹھائے گا۔ سرجن نے اُس کے دل کی بات جان لی تھی۔

یہ سوچ کر اُسے جرت تھی۔ کچھ سوچ کر بولا۔ "اگر مجھے فراری ہونا ہوگا تو میں یہاں سے فرار نہیں ہوں گا۔ آپ بے فکر ہیں سرجن صاحب! اگر فراری ہونا ہے تو میں بھی تو ذی جاکتی ہے۔ مگر یہ

بیوقوفی بات ہے۔ اس وقت تو میں ہونام کی فکر مٹا رہی ہے۔ پولیس نے اُسے بھی نہیں بخشا ہوگا۔ اور اگر اُسے کچھ ہو گیا تو....." اتنا کہہ کر جگت کی تمغیاں کس گئیں۔

اس نے اُسے سرجن اور دوڑتی ہوئی آئی۔ "صاحب! آؤ! ڈنڈا دار ڈکی ایک مریض کی حالت خاصی

خفگاہ ہے۔ جلدی پھیل! "ایمزن" نے کہا اور سرجن باہر پلٹے گئے۔

چند من بعد آگئی۔ وہ بھی سے تھائی کی منتظر تھی۔ وہ سٹول کو بستر کے قریب ٹھیک کر بیٹھ گئی۔

مگر شوہر کے سر پر ہاتھ پھرنی ہوئی ہوئی۔ "کیا یہی طبیعت ہے؟"

جگت اُس کے چہرے کو بیکار مہری نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ وہ اُنس دیا۔ "تمہارے ہاتھ کے اس سے ٹھیک ہو گیا۔" اُس کے گلے میں محبت کی مناسبت تھی۔

چند من سے رہا تھا۔ وہ بلک بلک کر رونے لگی۔ کسی بدلتی کے بعد پہلا دن کی روشنی میں اٹھا۔ اُس کے آنسو مسلسل بہ رہے تھے۔

"میں نے انہیں بہت ڈنگی کیا چند من! "جگت نے اُس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ "مجھ سے

ہوش ہو گیا تھا۔" نکلے ہوئے صوبیدار نے اُس سے صاحب کو سلیوٹ کیا۔ یہ دیکھ کر کسی حالت میں بھی کھنکھارے ہوئے نہ ہو سکے۔ صوبیدار کے منہ پر کچھ ایسا ہوا دیا گیا تھا۔ اور جن نگاہ اُسے آڑا دیا۔ تب وہ اپنا ہوا روئے ہوئے گلے میں بولا۔

"ڈاکٹروں نے چاہا۔ مارا اور اپنے ساتھی کو اٹھا لے گئے۔" اور جن نگاہ کے بعد فرس سے چپکے گلے کھنکھارے ہوئے۔

"اور جنہیں یوں نمائش کے طور پر لٹکا گئے۔ شرم۔ شرم۔ شرم۔"

میرا کے کمر سے بے باج پولیس والے بے ہوش نکالے گئے۔ صوبیدار نے میرا نے ہونے گلے میں تسلیل بتائی۔ "ان لوگوں کے پاس بے ہوش کر دینے والی دوا تھی۔ سوچتے ہی ہوش عام ہو گئے۔"

"پانی چھڑک کر انہیں ہوش میں لاؤ! ورنہ یہ سر جاتی گئے۔" کھنکھارے قوت پھرے گلے میں

کہا اور پھر طنز یہ گلے میں بولے۔ "اور یہ اپنے ہونام کا سر ڈوم سے باہر نکالو!" صوبیدار اپنے

السرہ کو تسلیات سے آگاہ کر رہا تھا۔ اچانک اُسے کچھ یاد آ گیا۔ وہ چپک کر بولا۔

"صاحب! وہ مجھے بے ہوش کر کے نکال رہے تھے تو میں نے اُن کی ٹھیکوٹی مٹی۔"

"اچھا یہ بہادری بھی نادر۔" کھنکھارے صوبیدار نے بولے۔

"ہونام کسی سے کہہ رہا تھا کہ جگت کو سرکاری ہسپتال میں رکھا گیا ہے، اس کی جہیں خیر ہے۔

تو دوسرے نے کہا تھا کہ ہاں! لیکن کچھ مہینوں کے ساتھ اُسے چھڑانے کے لئے وہاں بھیجا جا رہا ہے۔"

اور جن نگاہ نے فرس پر چڑھنا۔ "تم اچھی بات بنا رہے ہو؟" اُس نے صوبیدار سے

کہا۔ پھر کھنکھارے صوبیدار نے بولا۔ "صاحب! جلدی ہسپتال میں۔ ورنہ جگہ کے ساتھی اُسے اٹھا کر لے جائیں گے۔" پھر چپ کر ڈاکٹر آئی داکٹر دوز نے گئی۔ کھنکھارے صوبیدار نے جگت کو ڈانٹ دیا۔

"تھے۔" تمہارے پاس اتنا انداز میرے۔ حراست میں رکھے کہ شخص کو ڈاکٹر چھڑا لے گئے، وہ بھی پولیس چوکی سے؟" پھر بڑبڑائے۔ "تو پھر ہسپتال سے چگا کو لے جانے سے انہیں کون روکے گا؟"

اور جن نگاہ مشکل بولا۔ "میں نے میں سنا پایا ہسپتال کے گرد پیرے پر ضرور کوڑے تھے۔"

"جہیں اب بھی ایسے آدمیوں کا راجہ ہے؟" کھنکھارے صوبیدار نے گلے میں بولے۔ کچھ من بعد اُسہ دے گلے میں بولے۔ "اور جن! تم اپنی چال میں خود پھنس رہے ہو۔ اور ساتھ ہی مجھے اہل

بے عزتی میں صدمہ دار بنا رہے ہو۔" سول ہسپتال تک جیب پکچے پکچے اور جن نگاہ کو بند دیکھنا تھا۔ اُس کی پوری بازی آنت بھی نکلی۔

شیر پورہ کے سول ہسپتال میں جگت کا بیان لینے کے بعد پولیس کھنکھارے صوبیدار اور جن نگاہ خدان دوا کر،

تھا نے ہونام کی تلاش میں گئے۔ پھر سرجن اور جگت اکٹھے ہو گئے۔ "جگت! پولیس نے تمہارا

جو حالت کی ہے اس کے لئے مجھے افسوس ہے۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ یہ لوگ اس طرح

ی سانس لی۔ چند کھڑی ہو کر تیزی سے باہر چلی گئی۔ سرجن نے جگت کے قریب جا کر کہا۔  
 "صاحب ہونام کی خبر لائے ہیں۔"  
 "ہونام کیسا ہے؟" جگت نے کھینچے کے بل پیچ کر کہا۔ مگر دونوں میں سے کوئی کچھ نہیں بولا۔  
 اس نے ہمزہ ہرایا۔ "ہونام کی طبیعت کیسی ہے؟"  
 "اس کے بارے میں تمہیں کچھ نہیں بتایا جا سکتا۔" سرجن نے کہا اور اس سے پہلے کہ وہ کچھ  
 اور کہنے جگت چلا۔  
 "اب اس کا مطلب ہے ان لوگوں نے اُسے قتل کر دیا؟"  
 "نہیں جگت! ہونام پوئین چلی ہے فرار ہو گیا۔ اس کے ساتھی اُسے اٹھالے تھے۔" اُسے  
 خبر دی گئی۔  
 "اوہ!" جگت نے کہا اور اس کے چہرے کی حرکتی زور ہوئی۔ اس کے چہرے پر خوشی کی  
 چمک آگئی۔

"جگت! صاحب کو ڈھاکہ وہ لوگ جنہیں بھی یہاں سے فرار کرنا چکے ہوں گے۔" سرجن نے  
 غصے سے کہنا تھا مگر کچھ یقین تھا کہ ایسا نہیں ہو سکے گا۔ "اب ارجن تنگ خاموش زور سا۔"  
 "جگت فرار ہو سکے اسے غرض ہے میں نے یہاں کے گرد پولیس کا جال بچھا دیا تھا۔"  
 جگت کے چہرے پر نفرت انگیز مسکراہٹ دوڑ گئی۔ "اب بھی تمہارا غرور کم نہیں ہوا ارجن؟"  
 اپنے انتقام میں بڑا احماد ہے۔" جگت کے چہرے پر نفرت بھری مسکراہٹ دوڑتی دیکھ کر ارجن  
 تنگ بھڑک گیا۔

"جگت! ابھی تک یہاں موجود ہو، یہ اس بات کا ثبوت ہے۔" اپنے چیف کی موجودگی  
 غرور میں کر کے ارجن تنگ قبضہ لگا کر کہیں دیا۔ اس کی اس حرکت سے جگت کا ذہن الجھا۔ اس  
 کی پشیمانی پر گہر میں ابھرا آئیں۔ ٹیلا ہونٹ دانتوں تلے جا کر اس نے کھینچے کے ٹپے سے ہتھول  
 نکال لی۔ وہ دم و دم دیکھ بیٹھ گیا۔ قبضہ لگاتے ہوئے ارجن تنگ کا منہ کھلا رہ گیا۔ جگت کے ہاتھ  
 میں تھا وہ ہتھول کا نشانہ ڈان کی جانب تھا۔ جگت کی انگلی بہن پر چڑھی۔ سرجن بھڑک اٹھے۔ وہ  
 تنگ کہنا چاہتے تھے مگر اس سے پہلے جگت دانت چس کر بولا۔  
 "یہ ہتھول کس بات کا ثبوت ہے ارجن؟"

"سرجن ہے جن کو ہو کر بولے۔" کھینچی کا یہ کیا ناگ بیٹا ہے جگت؟"  
 جگت نے ایک ہاتھ بلند کیا۔ "سرجن صاحب اپنا منہ مہر کریں۔ آپ سے اپنا کیا ہوا احمد  
 کچھ یاد ہے۔" پھر جگت نے ہتھول ڈالا اور تنگ بھڑک گیا۔ "وہم صاحب! آپ فتنی جلد بازی نہ کریں  
 اور اپنا ہتھول نکالنے کی کوشش نہ کریں۔ مجھے ارجن تنگ سے حساب چکانا ہے۔"  
 ارجن تنگ صراپا زور کر رہ گیا۔ پھر بھی چہرے پر ہلا پر داسی کے آثار پید کر کے اُس نے اپنے  
 دائیں ہاتھ کو حرکت دی۔ اس کی اس حرکت پر جگت نے ہتھول کی دالی سے اُس کے سینے کا نشانہ لیتے  
 ہوئے کھینچی سے کہا۔ "چلا کی رہنے دو۔" ورنہ جان سے ہاتھ دھو نہ پڑ جائیں گے۔" جگت کی  
 گرفت آواز اس کر ارجن تنگ کھینچا کھڑا ہو گیا۔ وہم صاحب اُسے تیز نظروں سے دیکھنے لگے۔

یاد کر کے تم نے سکھ دیکھا تک نہیں۔"  
 چند نے اپنا ناکہ بچھت جگت کے ہونٹوں پر دھک دیا۔ "اس وقت یہ بات نہ کریں۔ میں سب  
 کچھ جانتی ہوں کہ آپ نے جان کا خطرہ ہے میں ڈال کر خود کو کیوں پولیس کے حوالے کیا۔ صرف ہم  
 سب کے سکھ کی خاطر۔" ہونٹوں پر رکے ہوئے ہاتھ کو جگمگاتے ہوئے۔  
 "سکھ تو نہ جانے کب آئے گا۔ ابھی تو جی جیل کا کافی ہے۔ باقی تھا تو جی جی چاہتا تھا مگر آ  
 جاتا تھا۔ مگر اب جیل کی دیواریں ہمارے درمیان وہیں ہیں۔" جگت نے سر دھاک بھڑک کر کہا۔ "نہ جانے  
 کتنے سالوں کی جدائی ہو گئی۔"  
 "ابک دن آپ پہنچے تھیلے کھرا آ جائیں گے۔ اس امید پر ہم کی سال کاٹ لیں گے۔" چند  
 نے جواب دیا۔ "جیل میں آج صبح سلامت ہوں گے یہ یقیناً تو رہے گا۔ باہر تھے تو ہر رات  
 خوف کی پرچھائیاں گھیرے رہتی تھیں۔" چند نے کچھ دیر خاموشی سے جگت کا سر دہائی رہی۔ دیر کے  
 متعلق پوچھنے کو بھی اس کا جی چاہتا مگر سر پرچ پوچھا جائے؟ کیا پوچھا جائے؟ اسی دوران ایک  
 نرس کمرے میں داخل ہوئی۔ وہ جگت کے ہم کمرہ پرانی سے دیکھتے ہوئے قریب سے صاف کرنے آئی  
 تھی۔ چند نے خود پر خدمت انجام دینے کے لئے کہا مگر نرس نے کہا کہ یہ اس کا فرض ہے۔ نرس  
 جگت کے جسم پر کپڑا پیچھے رکھتی گئی تو چند کھڑی ہو کر بولی۔ "آپ یہ کام نہیں۔" اس وقت تک  
 میں پھل لے کر آئی ہوں۔"

آدھے گھنٹے بعد جب چند پھل کی توڑی لے کر اندر داخل ہوئی۔ نرس جا چکی تھی۔ کمرے میں  
 کوئی نہیں تھا۔ پھر بھی اُس پاس دیکھ کر اس نے جگت کے کان میں کچھ کہا۔ جگت کی آنکھیں کھینچے  
 لگیں۔ "وہ بھرتی سے آئے کچھ بیٹھا گیا۔" وہ کہاں ہے؟" جگت نے پوچھتی سے پوچھا۔  
 "دروازہ کے پاس پھلوں کی توڑی آٹھا کر آیا ہے۔ میں نے اُسے اس جگہ لٹکا کر رکھا  
 ہے کہ مزدوری کے پیسے لے کر اٹھی آئی ہو۔" یہ کہتے ہوئے چند کی آواز بھرا گئی۔ وہ جگت  
 کے شانے کو دبا کر بولی۔ "نہیں میری قسم ادا ہوئی کی بات نہ کرنا۔"  
 جگت نے لمبی سانس لی اور آنکھوں کی پٹیوں کو کش دینے لگا۔ پھر کچے کے سہارے تک کر  
 بولا۔ "ٹھیک ہے۔ اسے میری خوشخبری دینا۔ کہ تمہارے آنے کا خبر کب دوتی جیانی مگر میں ساتھ نہ دے  
 سکا۔"

چہرے کا بیہوش رنگ کھل کر ہوئی چند نے خود قس سے باہر چلی گئی۔ جگت آنکھیں بند کر کے  
 سوچ میں ڈوب گیا۔ چاک کچھ یاد کر کے اُس نے پھلوں کی توڑی کوئی، دو چار چمک ٹالے۔  
 اسی لمحے اُس کے ہاتھ کی تخت پیز سے ٹکرائے۔ اُس نے تیزی سے وہ چیز کچے کے نیچے چھائی  
 اور توڑی چار پائی کے نیچے سرکاری چم سے پھینک دی۔ مگر یہ سوچ میں کہ ہو گیا۔ اُس کے  
 کان چند کے قدموں کی آہٹ پر گھلے ہوئے تھے۔

○

کشتہ زلم اور ارجن تنگ پورے زور سے کمرے کا دروازہ دیکھتے ہوئے اندر داخل ہو گئے۔  
 بستر پر لیٹے کشتہ کے کی چاک کھاتے جگت کو دیکھ کر ان کے چہرے پر روشنی آگئی۔ کشتہ نے سکون

کی آنکھیں جگت کی بات سن کر جرت سے پھل گئیں۔ جگت اُن کے جواب کا انتظار کئے بغیر پھر بولا۔ "یقیناً میری بات سن کر آپ کو تعجب ہوا ہوگا، مگر یہ شخص جس کو آپ ان لوگوں نے جگت کا منہ دیا ہے کس حد تک سچ ہے اس کا انکشاف تو خود اسی سے ہو چکا ہے۔ میں سچ کہہ کر ایک غلطی سے اُن کے حکم پر اپنے دوسرے ساتھی کو چاقو سے حملہ کر کے شدید زخمی کر رہا تھا۔ پھر پروگرام کے مطابق اسے ہسپتال بھیج دیا گیا تاکہ آپ کو یقین دہانہ ہو کہ وہ صرف دیکھا جائے۔ اگر میں جھوٹ بول رہا ہوں تو آپ خود اس سے پوچھ لیں!" جگت کے الفاظ میں حیرت تھی۔

جگت کی بات سن کر سرنج کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا اور کھنکھارنے کے انھوں کی مضامیں بچھ گئیں۔ گھر گئی کے کچھ کہنے سے پہلے جگت کی آواز ایک بار پھر گونجی۔

"مجھے تسلیم ہے میں مجرم ہوں۔ آپ مجھے میرے جرائم کی نفرت بھی سناتے ہیں مگر پولیس کی غما کی وردی پہن کر طاقت کے لئے میں قانون کے ساتھ غداری کرنے والے اپنے ان نکالوں کے حکم اور جرائم کی کوئی سزا ہے آپ کے پاس؟" ارہجن نگہ کی خاموشی اس بات کا مکمل ثبوت تھی کہ واقعی وہ مجرم ہے۔ جگت کے الفاظ نے اُس پر جیسے ستہ مار دیا تھا۔ اچانک اُس کے زخموں پر جوتے مٹنے آئے۔

"ارہجن! اردو نے کچھ نہیں ہوگا۔" کھنکھارنے کے بعد اُس نے کہا۔ "میں تمہیں ابھی اوری اور بوقت ملازم سے سکڈش کرنا کہتا ہوں۔ اپنی کمر سے چلت اور پھول کو لے آئے۔ وہ..." جگت نے اطمینان کی سانس لی۔ اب اُس کی انگلی ریموڈ کے ڈرائیگر سے ہٹ چکی تھی۔ اُس نے کھنکھارنے کا مطالبہ کیا۔

"صاحب! میرا پھول اپنے اچھے پاس رکھ لیں۔" کھنکھارنے نے ایک ہاتھ سے ارہجن اور دوسرے ہاتھ سے جگت کا پھول لے لیا۔ "صاف سمجھے گا مجھے زبردستی کرنا پڑی۔" جگت نے غصے سے کہا۔ "مالا کہ میرے پھول میں ایک بھی گولی نہیں تھی۔ آپ خود کھول کر دیکھ لیں!" جگت کی بات سن کر کمرے میں موجود تینوں افراد چونک پڑے۔ جگت نے اپنے لباس سے چھ گولیاں نکال کر سرنج کے ہاتھ پر رکھ دیں۔ "مجھے! میں نے آپ سے وعدہ کیا تھا اس لئے پھول خالی کر دی۔" جگت نے سسکا کر کہا، پھر ارہجن نگہ کی طرف نفرت بھری نظروں سے دیکھ کر بولا۔ "ایسے بزدل جن کے لئے مجھ سے بھی بڑے پھول کی ضرورت نہیں پڑتی۔"

ارہجن نگہ کا چہرہ سنبھل گیا جیسے اُس کے جسم میں غصہ خوں نہ ہو۔ سرنج جگت کو حسین آمیز نظروں سے دیکھ رہے تھے۔

"جگت! اب مجھے یہ بتاؤ کہ پھول تم تک کیسے پہنچا؟" کھنکھارنے سوال کیا۔ اُن کے ذہن میں کافی دیر سے یہ سوال گردش کر رہا تھا۔

"صاحب! آپ پھر قانون کا پال پیلا رہے ہیں۔" جگت نے سسکا کر جواب دیا۔ پھر نیم ہوا ز ہوتے ہوئے بولا۔ "فیوول جو مان کر آؤ آؤ کر سکتے ہیں کیا وہ جگت کا پھول نہیں پہنچا سکتے؟"

جگت کی بات سن کر کھنکھارنے کے چہرے پر ابھرنے کے آثار نمودار ہوئے جنہیں دیکھ کر جگت نے کہا۔ "آپ نیکی بات جانتا چاہتے ہیں کہ پھول کہاں سے آیا؟"

جگت کا یہ زوہ دیکھ کر وہ سمجھ چکے تھے کہ ذرا سی غلطی اس ڈاکو کو کٹھن دلا سکتی ہے۔ سرنج بھی اس صورت حال سے خوفزدہ نظر آ رہے تھے۔ انہیں خبر تھا کہ اگر کچھ گڑبگڑ نہ ہو تو اُس کا کٹھن دلا سکتی ہے۔

"ارہجن نگہ! تو سب کا بھی ہو کر آؤ بزدل نکلا۔ تو اپنا سر اور داڑھی منڈا دے۔ بلکہ کو بہادری سے کٹنی چاہئے، بے ایمانی نہیں۔" جگت کی آواز میں جوش جھلک رہا تھا۔ "میں تجھے تیری چال بازیوں کے اقرار کے لئے صرف پانچ منٹ کا وقت دیتا ہوں۔ اگر تو جھوٹ بولا تو اس صورت میں میرا پھول بھی خاموش نہیں رہے گا۔" جگت کا لہجہ سرد تھا۔

ارہجن نگہ کو پیلا پڑ گیا۔ "میں کس کی چال بازی؟" اُس نے نرودہ کی آواز میں کہا۔

"مجھے کچھ خبر نہیں۔" ارہجن نگہ کے کپکپاتے ہوئے ہونٹ دُک گئے۔ کیونکہ جگت کی سرنج آنکھیں اُسے گھور رہی تھیں۔ "مجھے ایک گلاس پانی چاہئے۔" اُس نے کھنکھارنے کا جواب ملتایا۔ نظروں سے دیکھ کر کہا۔

"ارہجن!" جگت گرج اٹھا۔ "پانچ منٹ پہلے سے ہونے کے بعد تو کسی کو پانی آواز سنانے کے لئے ذمہ دہن رہے گا۔ جلدی مٹاؤ! میں چرکی میں حاضر ہونے کی صورت میں مار پیٹ کرنے کا تو بے حکم دیا تھا؟" ارہجن نگہ نے سر ہلایا۔ "مجھے تیری زبان سے سنتا ہے۔ کھنکھار صاحب کو بھی سنتا ہے۔ جلدی زبان کھول!" جوش اُس کی آواز سے گالی تک دی۔ جگت نے دانتوں کے درمیان زبان دبا کر سرنج صاحب سے کہا۔ "گستاخی صاف کرنا! اگر وہ کھنکھار بولا تو اس صورت میں مجھ پر میرے پھول کو پھولنا پڑے گا۔"

"ارہجن نگہ! آنکھیں جو کچھ کہتا ہے جلدی سے کہہ ڈالو۔" کھنکھارنے خبیثے لہجے میں کہا۔

"صاحب!" ارہجن نگہ نے دہانے لہجے میں کہا۔ "مجھے اپنی غلطی تسلیم ہے۔ میں قصور وار ہوں۔ جو کچھ ہوا وہ میرے ہی حکم پر ہوا ہے۔"

"لیکن اسے بزدل شخص اتارنے تو مجھ سے مانتے میں کچھ اور کہا تھا کہ اس میں تیرا کوئی ہاتھ نہیں۔" کھنکھارنے دانت چب کر کہا۔

"جگت! اب پھول رکھ دو۔ سرنج میں جگت کا شانہ چھینتا ہے ہوئے کہا۔ جگت نے پلٹ کر ایک لمحے کے لئے سرنج کی طرف دیکھا اور بولا۔

"میں صاحب! ابھی دیر ہے۔ آپ کو اس شخص کی خیانت کا اعزاء نہیں۔ ابھی کچھ دیر میر کریں۔" جگت کے ہونٹوں پر خشک مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ پھر اُس نے کھنکھار صاحب کے کہہ

"آپ صرف اتنا ہی سن کر اپنے پولیس ڈیپارٹمنٹ کی کم طرف سے گھبرا گئے۔ ابھی تو آپ کو بہت کچھ سنتا ہے۔" ارہجن نگہ گھبرا گیا۔ وہ دم طلب نظروں سے جگت کی طرف دیکھنے لگا جیسے کہہ رہا ہو

خدا کے لئے اسے حریف بے ہمدرد کیا جائے۔

"سرنج صاحب! آپ پولیس چرکی پر دیر سے بیٹھے اور اس کا سب ایک خطرناک کس قتل ہے تاہم کیا بات؟" جگت نے دوبارہ سلسلہ کام جاری رکھتے ہوئے سرنج کی طرف دیکھا۔ سرنج





فیصلیہ کیجے میں بلا۔

”میں پولیس کے انتظامات کو خاک میں ملانے کے لئے اپنی جان تک کی پرواہ نہ کرتا مگر اس سے پہلے میرے دل کو ایک عورت کے آسروں نے پھلایا۔“  
”عورت؟“ کہ پال چوک کر بولا۔ ”میں جدا کرنے کا سبب بھی ایک عورت تھی۔ اب بیان بھر عورت؟“ کہ پال، دیوہ کے متعلق کہہ رہا تھا۔ بچن سمجھ گیا۔ اُسے کہ پال کی اس بات سے اختلاف تھا کیونکہ وہ بات سننے سے پہلے داخلہ کر دیتا تھا۔

”کہ پال! میں چندن کو کر کی بات کر رہا ہوں۔ بھابھی کو پہلی بار دیکھا، کیسے حالات میں ملاقات ہوئی؟“ بچن وہ پیر کے واقعات کو ذہن میں ترتیب دیتا ہوا بولا۔ ”ہمارے چچا کو آدھی بجیں بدل کر سرکاری ہسپتال کے ارد گرد چکر لگ رہے تھے۔ میں ہسپتال کے دروازے کی گھرنی کرتا ہوا ہوٹل میں بیٹھا ہوا تھا اور موقع ملنے پر اندر داخل ہونے کے پکر میں تھا۔ چاروں جانب سب پولیس کھنڈ رہی تھی۔ کچھ سادہ لباس والے ہر صورت کا جائزہ لے رہے تھے۔ ہسپتال کے پیچھے انڈیا کا سٹی گھوڑا لے جا رہا تھا۔ پولیس کشتور اور انسپکٹر اندر سے ہوتے تھے ان سب کے باہر نکل جانے کے بعد میرا ارادہ اُس کے قدم بڑھانے کا تھا۔ اسنا سٹی کھنڈ کی سر میس کی عیادت کے بہانے اندر چکر لگا آتا تھا۔ اُس نے آکر مجھے اندر کی تفصیل سے آگاہ کیا۔ اس کے بعد میں نے جنت کے فرار کی ترتیب سوچ لی۔“ بچن تھک چپ ہو گیا۔ کیونکہ یونان بے ہوٹی میں بڑبڑا رہا تھا۔ توڑی دھ خاموش رہنے کے بعد وہ بھر بولا۔

”پولیس کشتور اور انسپکٹر جب میں بیڑہ کر چلے گئے تو میں کھڑا ہونے کے متعلق سوچ رہا تھا۔ اسی لمحے وہ پولیس والے ہوٹل میں داخل ہوئے۔ کسی کو ٹھک نہ کر رہے اسی لئے میں نے چائے منگوائی اور اخبار کے پیچھے منہ چھپا کر ان کی باتیں سننے لگا۔ ابتدا میں کوئی مطلب کی بات نہیں ہوئی۔ مجھے محسوس ہوا کہ وقت ضائع کر رہا ہوں۔ چائے کی دکانی ہوٹلوں پر دوکر پہلا کھنڈ لگے سے انجان تو مطلب کی بات بنائی دی۔“

”میں سمجھتا ہوں کہ اُسے بھابھی ہو گئی۔“ ایک سپاہی نے زور سے کہہ کر۔

دوسرا اُسے ڈانٹ کر بولا۔ ”اُسے ہسپتال میں رکھا گیا ہے۔ بات ہم لوگوں کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔ مگر اُسے بھابھی نہیں ہوگی۔ درنہ خود پولیس کے سپرد رکھیں ہوتا؟“  
”تم اچھی سمجھو میرا پولیس کا کام نگاری جیسا ہوتا ہے۔ چالاک جاوڑو کوئی سے نہیں مرتا تو اس صورت میں جال بچلا کر کوٹھ میں کیا جاتا ہے۔“

”ہاں یہ سچ ہے۔ وہ ذمہ دار ہے یہ اُس کی عورت کا نصیب ہے۔ نہیں تو ہسپتال کی بجائے شریان میں ہوتا۔“ درمیان میں چائے کے کھنڈ لیجے ہوئے کچھ الفاظ دب جاتے تھے۔ میں اُس وقت چوک پڑا جب ایک سپاہی نے کہا۔

”اُس کی عورت کو تم نے دیکھا ہے کسی جوان سے۔ میری تو حالت خراب ہونے لگی۔“ مجرہ آگے بڑھا۔ ”اس عمر میں بچپانی بڑھ ہو جائے گی۔“ اُسی لمحے دوسرے نے کہا۔  
”دیکھو۔ وہ باہر آ رہی ہے۔“

میں چوک پڑا۔ ہسپتال کے دروازے سے ایک عورت باہر نکل رہی تھی۔ چائے توڑی باقی تھی اُسے چھوڑ کر میں نے کاؤنٹر پر بیٹھنے چکا ہے اور خاموشی سے باہر آ گیا۔ بھابھی کے موز پر جانے کے بعد میں نے تیزی سے قدم بڑھا دیئے۔ دل دھڑک رہا تھا۔ جنت کی بیوی سے ملنے کی جلدی کے ساتھ دل میں یہ دھڑکی تھا کیونکہ مجھے پچھان لیں گی؟ میری بات سنیں گی؟ انجانے آدھی سے بات کریں گی؟ دوسری جانب پولیس کا خطرہ تھا۔ چندن کو پر غصہ پولیس کی نظر رہے گی۔ کوئی ضرورت ان کی حرکات کوٹھ کر رہا ہوگا۔ پھر میں انجان خاص اُن سے بات کروں تو اس صورت میں پولیس کی نظروں میں آ جاؤں گا۔ لڑی تھا۔ پولیس کو یہ شک ضرور ہوگا کہ جنت کو فرار کیا جانے کا باجنت خود قرار ہونے کی کوشش کرے گا درنہ اسے سخت انتظام کی ضرورت نہیں تھی۔ میری میٹھ کے چپے چپے یور کا پتھول تھا۔ پولیس کو ٹھک نہ ہوا اس لئے ایک چوٹی دے کر ایک ڈکان سے ٹوکرا خریدا تاکہ چل میں ٹوکرا دباؤ دیکھ کر لوگ مجھے ضرور سمجھیں۔ چندن بھابھی نے میری باریکٹ کے قریب چال ست کر لی۔ میں سوچ رہا تھا وہ خریداری کے لئے جا رہی ہیں، لہذا میرے بھی قدم سٹ بڑھنے لگے۔ اُسی لمحے کسی کی آواز سنائی دی۔ ”اے نوکرے والے!“ میں بھڑک گیا۔ گردن ٹھک کر دیکھا آواز دینے والا سپاہی نہیں تھا بلکہ دو کوئی بڑی باری دکھائی دیتا تھا کیونکہ اُس کے پاس زمین پر اگڑے کا چھوڑا سا بیڈل رکھا ہوا تھا۔ وہ بیڈل کی جانب اشارہ کر کے بولا۔ ”اے اٹھا کر ساتھ چلو اور پیسے گئے۔“ یہ عجیب سی گفتگو والی بات تھی۔ ضرور کسی اداکاری ضروری تھی۔ لٹ بھری نظروں سے دیکھ کر میں نے کہا۔ ”دیسے میں اتنا وزن؟ سیلوٹا خودی اٹھاؤ، پیسے پچھیں گے۔“

اُسے غصہ آ گیا۔ ”میرے بچے! اگر تھے ہیں ضروری اور مزاج تو ایسا کا ہے۔“ میں چاہا اُسے چاکا مارا ڈوں مگر اپنا کر سنا صاحب نہیں تھا۔ میں سنی ان سنی کر کے آگے بڑھ گیا۔ چندن بھابھی فروٹ والے کی ڈکان پر کھڑی ہو کر چلوں کے بھاؤ پوچھنے لگیں۔ اُن سے کچھ دُور شانے پر ٹوکرا رکھ کر میں کھڑا ہو گیا باریکٹ کے درمیان میری جانب تیز دوڑنے نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ اُن کی نظروں کہہ رہی تھیں یہ باہر کا آدمی ایک دوسری چھیننے کے لئے کہاں سے آگیا؟ اُنکےں بچلا کر مجھے ڈرانے والے انداز میں اُن کو ضرور میری جانب بڑھا۔ مچلاؤ ہونے کا امکان تھا مگر اس ناڈک موقع پر قوت آ کر اُن کو درست نہیں تھا۔ چندن کو کر کی جانب اشارہ کر کے میں نے نرم کچھ میں کہا۔ ”اُن کے ساتھ چلو۔“ ڈکاندار چل کر تول رہا تھا۔ میں نے ٹوکرا اُس کے سامنے رکھتے ہوئے کہا۔ ”اس میں ڈال دو۔“ چندن کو چوک پڑیں۔ ”مجھے ضرور کی ضرورت نہیں ہے۔“ انہوں نے گہلا بڑی ناڈک صورت تھی۔ میں نے ہتھ کر کے کہا۔ ”میں ضرور نہیں ہوں۔ مجھے نہیں پچھانا بھابھی؟“ وہ غور سے میری صورت دیکھنے لگیں۔ ”اُجھن بڑھ رہی تھی۔ میں نے مزہ کیا۔“ مجھے بھول گئیں؟ میں یونان کا بھائی بچن ہوں۔“ آخری الفاظ میں نے سرگوشی میں ادا کر کے تھے۔ شاید بچنے کے نام سے وہ مجھے پچھان نہ سکی لہذا یونان کا نام استعمال کیا۔ ان الفاظ کا فوری اثر ہوا۔ وہ مجھے پچھان گئیں کہ میں اُجھن اُجھن میں دیکھ رہا تھا کیونکہ اُن کے چہرے پر کھرباہت کے اثرات ابھرا کرتے تھے۔ ڈکاندار نے اُجھن اُجھن سے کہا۔ ”انہوں نے جلدی سے چل نکوئے، مجھے بھی اپنا کام جلدی فرمنا تھا۔ میں نے کہا۔“ ہسپتال تک چل پہنچا ڈوں گا۔“ پھر میرے کہا۔



مجسٹریٹ نے دیرو کی درخواست کو غور سے پڑھنے کے بعد مجرم کے گھر سے میں کھڑی ہوئی دیرو کی جانب دیکھا۔ دیرو نے سر جھکا لیا۔

”میں! کیا یہ درخواست تم نے پڑھی ہے؟“

”جی نہیں صاحب! میں نے لکھا ہی ہے۔“

”ابگر پڑی میں لکھوائی ہے؟“

”جی ہاں حضور..... آپ جلد ہی سیکھیں اس لئے۔“

مجسٹریٹ کو محنت چالاک نظر آئی۔ پھر بھی انہوں نے یقین کرنے کی خاطر اس کا۔ یہ درخواست تم نے اپنی خوشی سے لکھوائی ہے؟ یا پھر کسی نے تمہارے ساتھ دزدی کی ہے اور تم سے وعدہ کرا لے ہیں؟“

”حضور! جو کہ لکھا ہے، میری مرضی کے مطابق ہے۔“ دیرو کو کہیں ڈاکٹر نے سمجھا دیا تھا کہ عدالت میں مختصر جواب دینے چاہئیں۔ مجسٹریٹ نے بغالی میں درخواست پڑھ کر مٹانے کا حکم دیا۔ کارکن فوراً درخواست کو تڑپے کے ساتھ پڑھنے لگا۔

شوہر کے قلم سے شک آ کر گھر چھوڑی گئی۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو یقیناً خود بھی کر لیتی۔ ”عدالت میں موجود لوگ میری نظروں سے دیرو کو دیکھنے گئے مگر ان کے لئے مزید حجت آگے موجود تھی۔“

”حضور والا کہ گرو مزید پر عرض کرتی ہوں کہ میں اپنی مرضی سے ڈاکوؤں کے ساتھ رہی ہوں۔ انہوں نے میرے ساتھ شرفاً نہ بڑا کیا مگر میرے گھر میں شریف کیے جانے والے میرے رشتے داروں نے مجھ پر قلم کیا۔“

اس لئے دیرو نے اپنا پچھلا ہونٹ داغوں سے دبایا لیا۔ عدالت میں ہلکا سا شور بلند ہوا۔ مجسٹریٹ نے کھڑکی کا حضور ایمر پر مار کر آڈر، آڈر کر کہا اور ہال میں سناٹا پھیل گیا۔

”مجھے حضور والا سے کہنا ہے کہ گھر چھوڑ کر جانے اور ڈاکوؤں کے ساتھ رہنے کی سزا دینا چاہیں تو مجھے اختلاف نہیں مگر اس وقت تک کہ پولیس اور میرے شوہر کی ذمہ داری سے میری حفاظت کی جائے۔“

مجسٹریٹ انہیں میں پڑ گئے۔ ایسا عجیب کیس ان کے پاس پہلے بھی نہیں آیا تھا۔ انہوں نے شام تک کسی فیصلے پر پہنچنے کی خاطر دیرو کے شوہر اور پولیس ڈیپارٹمنٹ کے نمائندے کو عدالت میں حاضر ہونے کا حکم دیا۔ دیرو کے باپ کو بھی بلایا گیا۔ دیرو شام تک عدالت کی بیچ پر بیٹھی رہی۔

پولیس ڈیپارٹمنٹ کی جانب سے مقدمہ تیار کرنے کے لئے مہلت مانگی گئی۔ فقیرا مجسٹریٹ نے دیرو کو ایک مہر زدگی کی ضمانت پر چھوڑنے کا فیصلہ کیا۔ مومن سنگھ اور دیرو کے باپ کے سر جھک گئے۔ ایک دھن سے کڑی سے ہو کر کہا۔ ”دیرو کا شوہر ضمانت دینا چاہتا ہے۔“ دیرو چلی۔ اس نے کن انکھیں سے اپنے شوہر کی جانب دیکھا، پھر بولی۔

”حضور والا! میں اپنے شوہر کے ساتھ جانا نہیں چاہتی۔“

”ضمانت پر چھوڑنے کے بعد تم جہاں جی چاہے جا سکتی ہو۔ مگر جب کیس شروع ہو، عدالت میں حاضر کرنے کی ذمہ داری ضمانت دینے والے پر ہوگی۔“

دیرو سوچ میں ڈوب گئی۔ مومن سنگھ نے اپنے وکیل کے کان میں کچھ کہا۔

”صاحب! خاتون اپنے والد کے گھر جا سکتی ہیں۔“ مجسٹریٹ نے دیرو کی سمت دیکھا۔ دیرو اپنے باپ کی جانب دیکھ رہی تھی۔ مگر وہ اپنے باپ کی آنکھوں سے اس کے ذہن کو پڑھنے میں کامیاب نہیں ہوئی۔ کچھ دیرو سوچ کر بولی۔

”حضور! مجھے شک ہے۔ میں اپنے والد کے گھر جانے کو راضی ہوں۔“

میں دن بعد عدالت میں دیرو حاضر ہوئی۔ اس کے خلاف کوئی مقدمہ تیار نہیں کیا گیا تھا۔ پولیس ڈیپارٹمنٹ نے کہا کہ دیرو کا ڈاکوؤں کے ساتھ جرم میں شراکت کے متعلق ہمارے پاس کوئی ثبوت نہیں ہے۔ مومن سنگھ نے عدالت سے کہا۔ ”جو عورت ڈاکوؤں کے ساتھ رہ کر خراب ہو چکی ہے اس کی پرچھاں میں بھی اپنے گھر میں پسند نہیں کرتا۔“

مجسٹریٹ کو مومن سنگھ کی بات پر تعجب ہوا، پھر اس نے اپنی بیوی کو ضمانت پر دیرو کو بھی شوہر کی اس عجیب سی بات پر انہیں میں پڑ گئی۔ عدالت نے فیصلہ سنا دیا۔

”دیرو پر کسی قسم کا جرم نہیں ہے۔ لہذا داد آزاد ہے اور جہاں چاہے جا سکتی ہے۔“

دیرو کے ہونٹوں پر پچھلی سی مسکراہٹ دوڑ گئی، جہاں مجھے جانا ہے وہاں کون جانے دے گا؟ باپ نے ان میں سے دو ریمانٹ لئے دے دے کر اس کا ذہن الٹ دیا تھا۔ اس کے لئے دو نئی راستے تھے۔ ایک جیل، دوسرا گھر۔ مگر جیل کے دروازے نہیں کھلے اور جت کے گھر کے دروازے؟ فی الحال تو وہ بھی بند ہے جب تک کہ عدالت آزاد نہ کروا دیا جائے۔

○

پولیس چیف ارجن سنگھ کو برطرف کرنے سے خوش چھٹی پر پہنچ دیا گیا۔ اس کی جگہ مضبوط ہاتھ والے پٹھان لاوار خان کا تعین کیا گیا۔ لہذا، پھر اہم اور بڑی بڑی آنکھوں والا لاوار خان پولیس کھنڈر کا خاص آدمی تھا۔ تو پھر کڑے انداز کر ڈیڑھ چلے جانے والے انتہائیوں کو کچلنے کے سلسلے میں لاوار خان نے اہم کردار ادا کیا گیا۔ محنت سنگھ کو بھی کچل دینے کے بعد انتہائیوں کی اہم سرور ہو گئی تھی۔ اس نے کھنڈر صاحب کی سرکاری سے لاوار خان کو خوش پڑھ کر پولیس چیف کا عہدہ ملا۔ جس جس پولیس چوکی میں جت پر قلم کئے گئے ان چوکیوں کے صوبیداروں کے عہدے کم کر دیئے گئے۔ ان کا تبادلہ چھوٹے چوکیوں میں کر دیا گیا۔ ایک دن کے قیام کے دوران یہ سب کام قضا کے بعد لاوار خان کو لئے گئے۔ کھنڈر دہم سرجن صاحب کے ساتھ رات گئے تک بیٹھے رہے۔ جت کے نامی سے واقف ہونے کے بعد اس ملائے نے کھنڈر کی دلچسپی بڑھائی تھی۔

”پھر بھی سرجن! اس کے نام پر جو جمل و عداوت، ڈاکے اور لوٹ مار ہوئی ہے وہ کچھ کم نہیں ہے۔“ دھکی کا کھونٹ ملنے سے اُٹارتے ہوئے پولیس کھنڈر نے کہا۔ ”چار چودن میں سرجن کی جگہ میں نہیں داخل کرنا ضروری ہے۔“

سرجن صاحب تشدد کو کسی حد تک برداشت نہیں کرتے تھے۔ ان کا خیال تھا تشدد کے ذریعے کسی شخص کو زیادہ راست پر نہیں لایا جا سکتا۔ غیر قانونی تشدد کرنے والے مجرموں پر انصاف کے نام پر تشدد کرنے کا طریقہ انہیں اچھا نہیں تھا۔ مومن سنگھ کے دعووں کو ہوا میں منتشر کرتے ہوئے وہ کھنڈر

کی جانب دیکھنے لگے۔

”قانون ہاتھ میں لینے والا مجرم جب قانون کے چال میں پھنس جاتا ہے تو اس سے انتظام لیا جاتا ہے۔ یہ بات ہم بہت عرصے سے سنی کر رہے ہیں۔“ سرجن نے کہا۔

”مگر مجرم کو سزا نہ ملے تو پھر جس مجرم کی جانب راجب ہو جائے گا۔ آپ یہ کیوں بھول رہے ہیں سرجن؟“ کشر نے مسکرا کر کہا۔

”سزا پر مجھے کوئی اعتراض نہیں۔“ سرجن نے بڑے غصے سے جواب دیا۔ ”مگر سزا ملنے سے انسان کو اور راست پر آ جانا چاہئے۔ پھر اگر وہ اپنے دل سے انسان کو اچھا شہری بنانا انصاف دیکھ دالوں کا فرض ہوتا ہے۔ اس بات کو آپ بھی تسلیم کریں گے کشر صاحب!“

”صرف میرے قبول کرنے سے سب کچھ بدل نہیں سکتا۔ یہ بھی سمجھ رہا ہوں۔ اگر آپ کچھ میں نہ پڑتے تو اس صورت میں خطر کا کچھ ڈاکو زندہ پولیس کے ہاتھ بھی نہ آتا۔ پولیس نے اس کے ساتھ جو ہتھ ڈال دیا ہے، وہ غلط ثابت ہو گیا۔“ سرجن، کشر کی بات غور سے سن رہے تھے۔

”لیکن“ کے لفظ پر کشر رک گئے۔ ”سرجن نے کشر کو تیز نظروں سے گھورا مگر کچھ نہیں بولے۔“ ہمیں تو اب اسے انصاف کے حوالے کرنا ہو گا۔ اس کے خلاف قتل کے چار مقدمات درج ہیں انہیں نہیں بھلا یا جاسکتا۔“

سرجن کی بھنور میں گھبراہٹ ہوئی۔ ”سرجن نے دبا ہوا دم مارنے کی حد تک کھینچ لگے۔ اس کی راہ سرجن نے چاندی سے ایٹھڑے میں جھار دی۔“ پھر پولیس ڈیپارٹمنٹ کی جانب سے دہلائی گئی تھیں وہاں؟ کیس کو درور کے سزا والے کی ضمانت کا کیا ہو گا؟ میرے درمیان میں آنے کا مطلب کیا ہوا؟“ سرجن صاحب نے کہا۔

”بس یہی غلط ہو گیا ہے۔“ اپنے گلاس میں دیکھی اڑھیلے ہوئے کشر کہنے لگا۔ ”ہر جن کچھ دراصل ایسا نہیں چاہتا تھا۔ اسے تو کسی بھالے اپنے راستے کا کاٹا دوڑ کرنا تھا۔“

”ارجن کچھ کا ذکر کر کے ہمیں آج کی شام کا کھانا کھا لیتے ہیں۔“ سرجن نے ہراساں منہ ہٹا کر کہا۔

”پھر مجھے عدالت کی کارروائی میں دخل دینا ہو گا۔“ دم بڑھایا۔

”میرا مقصد ہرگز یہ نہیں ہے۔ مگر میں آپ سے انصاف کا طالب ہوں۔“ اب سرجن غاص کھتے پر آ گیا۔ ”مجھے یہ انصاف قانون کی کتابوں سے نہیں چاہئے۔ ایک انسان کے دل سے چاہئے۔“ کشر اس انسانیت دوست ڈاکو کی باتیں سننے لگا۔ ”آپ کی پولیس نے پہاڑی کا مظاہرہ کر کے جیسا کوئی غارت گریا ہوتا تو ہم کا سوال ہی نہیں تھا۔ وہ خود آپ کے پاس آیا۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو نہ جانے ابھی اس کے ہاتھوں کتنے لوگ مرے اور نہ کہ گرفتار کرنے کے پتھر میں آپ کتنے آدمی اپنی جانیں گناتے؟ ان سب خفیروں سے ہم بچ گئے۔ اس کے بدلے میں اسے چار سالہ جیل کا انصاف ہو گا۔“

”دلیہ صاحب نے آؤ پر تلے تین گھنٹے ملنے کے نیچے اٹار لئے۔“ تمہاری بات میرے دل کو گتھی ہے۔ کل ہسپتال میں ہاتھ میں پتھول ہونے کے باوجود اس نے کمال شہید کا مظاہرہ کیا۔ یہ بات

ثابت کرتی ہے کہ وہ دلیر جوان ہے۔“ کشر نے جواب دیا۔ ”پھر سر ہلا کر یو لا۔“ نہیں نہیں..... قانون کو اس طرح خد نہیں ہونا چاہئے۔“ سرجن کی آنکھیں پچھنے لگیں۔ ”عدالت میں کیس چلنے دو۔ میں گورنر صاحب کو اس سلسلے میں سمجھاؤں گا۔ اگلے ماہ ان سے ملاقات ہو گی۔“ کشر نے مضبوط لہجے میں اپنا فیصلہ سنا دیا اور کھڑا ہو گیا۔

”میری کا پیڑ آف ہو کشر۔“ سرجن نے دلیہ سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ ”حضور والا! گورنر کی خدمت میں میری طرف سے بھی عرض کیجئے گا۔ مجھے امید ہے کہ وہ آپ کی بات سمجھائیں گے نہیں۔“ کشر مسکرا دیا۔

اس کے بعد کشر باہر کی جانب بڑھا۔ سرجن اسے گیت تک چھوڑنے گئے۔ دونوں نے ایک بار کچھ گونجی سے مصافحہ کیا۔ لیکن کشر کے ساتھ جپ شامٹ ہوئی اور پھر دوڑنے لگی۔ سرجن چلتی ہوئی جپ کی سرخ جلی کو دیکھنے لگے۔ کشر شاید دونوں کو یہ پتہ نہیں تھا کہ قدرت کے کھیل نیا رہے ہوئے ہیں اور یہ ان کی آخری ملاقات ہے۔!

○○○

ذخیر میں بکڑے ہوئے جگت کو دیکھ کر اس کا خون گرم ہو گیا۔ "اُس دن اگر چندوں ہماری دیرمیان میں نہ آ جاتیں تو اسے دوست کا یہ حال نہ ہونے دیتا۔ کسے پتا اب وہ کب ان ذخیروں سے چھٹکارا جائے گا؟ نہیں نہیں یہ برداشت نہیں کیا جائے گا۔" وہ سر ہلا کر بڑبڑایا۔ "میں سوچنے پر اسے چھوڑی اور بیڑی کی سمیت اٹھالے جاؤں گا۔ اگر نہیں مانے گا تو بے ہوش کر کے لے جاؤں گا۔ چاہے کوئی مداخلت کرے، مجھے اس کی پروا نہیں۔" بچن کی آنکھیں شعلے اگل رہی تھیں۔

عدالت میں ہال کا ساؤرہ بلند ہوا اور خاموشی چھا گئی۔ بڑے مگر کی عورتیں چکا کو دیکھ کر ایک دوسرے سے ڈک بھرے لہجے میں کہہ رہی تھیں۔ "ارے یہ تو بالکل نوجوان ہے۔ کیا اس نے قتل کئے ہوں گے؟" دن دیکھانے ڈاکے ڈال کر ساہوکاروں کی تجوریوں خالی کرنے والا بھی چکا ہے؟"

مجسٹریٹ، ہال میں داخل ہوا۔ سب نے کھڑے ہو کر اس کا احترام کیا۔ بھری ہوئی عدالت میں ایک نظر ڈال کر اس کی نظریں غم پر جم گئیں۔ وہ بھی آج صبح سے ایسے خطرناک مجرم کو دیکھنے کے لئے ہے جہن جتنا جگت اُس کی جانب دیکھ کر صرف مسکرا دیا۔ اُس نے ذوق سلام کیا، ذہنی اپنا سر جھکا۔ انجمن کے کنبہ سے میں کھڑے ہوئے جگت نے ٹکلی دار عدالت میں موجود لوگوں کو دیکھا۔ چلی بیچ رہا، باپ، ماں، بھائی، بہن، سہیلیاں، دوست، دشمن، سب شہر پر مومن سنگھ کو دیکھ کر اُس کی آنکھیں سرخ ہو گئیں۔ مومن سنگھ نے سر جھکا لیا۔ کارروائی شروع ہو گئی۔ الزامات پڑھ کر سنائے جانے لگے۔

"مجبت نہ صرف چکا ڈاکو اور سونے سنگھ قوم جاٹ رہا بلکہ راجا کا مرنے کا بھی سال۔ تین سال پہلے جڑوں میں رہائش پزیر مومن کے بھائی کو قتل کر کے مارا ہو گیا اور زوردار سنگھ کا قتل نام اختیار کر کے فوج میں شامل ہوا۔ راجا کی فریڈنگ حاصل کر کے تین فوجی ساتھیوں کے ساتھ فوجی جیب میں فرار ہوا۔ اپنے گاؤں آکر آدھی رات کو گھمے رہا۔ آخر جہت میں چھپ کر سوئے ہوئے مومن سنگھ کے دو بھائیوں اور بھتیجے کو گولی بار دی۔ اس سے بعد باقاعدہ قانون شکنی کی راہ اختیار کر لی۔"

سب لوگ غور سے ایک ایک لفظ سن رہے تھے۔ ہر ایک کی آنکھیں جگت کے چہرے پر ابھرنے والے حادثات تلاش کر رہی تھیں مگر انہیں جگت کے چہرے پر لا پڑا وہی کے سوا کچھ نظر نہیں آیا۔ ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے وہ ان سب باتوں کے لئے تیار ہو کر کمرے میں کھڑا ہوا تھا۔ بڑسکون اور لا پرواہ۔ پھر کارڈی وکیل نے اُس کے ڈاکوں کا حوالہ دینا شروع کیا۔ اُس کے ڈالے ہوئے ڈاکوں کی تفصیل ثانی شروع کی اور لے ہوئے مال کی رقم بتائی جانے لگی۔ پولیس کے ساتھ جہازوں کی تفصیل بتائی گئی۔ اور پولیس کے مطابق اُس کے ہاتھوں کے مجسمے ملنے کی تفصیل بتائی گئی تو اُس وقت جگت کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ چکا کے چہرے کے پھسے کے راز ظاہر نہ ہوئے۔ اُس کے ہونٹ ہنچ گئے اور آنکھیں سرخ ہو گئیں۔ کنبہ نے پراس کے ہاتھوں کی گرفت مضبوط ہو گئی۔ سوالیہ نظروں سے اُس نے وکیل صفائی کی جانب دیکھا۔ اُسے نظر سے ہی جواب دیا گیا۔ "مستقل ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔" اس کے بعد جگت نے پہلے کی طرح چہرے پر لا پڑا وہی طاری کر لی۔

عدالت میں ابھی خاموشی چھل رہی تھی۔ باہر بھی اڑواہم تھا۔ سلیج پولیس کا سخت پھر لگا ہوا تھا۔ صرف شیو پورہ کے ہی نہیں بلکہ اطراف کے دیہاتوں سے بھی لوگ چکا ڈاکو کو دیکھنے آئے تھے۔ "چکا ڈاکو پولیس کے حوالے ہوا ہے۔" یہ خبر اخبارات میں شریں میں چھپی تھی۔ اس خبر سے پورے پنجاب میں چلچل مچ گئی۔ بہت سے لوگ یہ بات ماننے کو تیار نہیں تھے۔ زمینداروں، ساہو کاروں اور سربراہی داروں نے ایمپنٹ کی سانس بھی پورا نہیں نہیں تھا۔ انہیں یقین تھا کہ ضرور اس میں ڈاکوؤں کی کوئی چال ہے کیونکہ اُس کی پارٹی بھی ڈاکے ڈال رہی تھی۔ چکا کسی وجہ کے بغیر اٹھلا اپنے آپ کو پولیس کے سپرد کرنے سے رہا۔ چکا ڈاکو کا نام احترام سے لینے والے لوگ بھی اس والے کو پڑا اور ابھڑے تھے۔ طرح طرح کی قیاس آرائیاں ہونے لگیں۔ بہت سے لوگ یہ بھی کہہ رہے تھے کہ دیو نے اُس کا ذہن پلٹ دیا ہے۔ کوئی یہ بھی کہہ رہا تھا چکا اپنے شاگردوں سے لڑ کر پولیس کے حوالے ہوا ہے۔ پولیس اس سے تنگ ہو گئی تھی لہذا اُسے معافی کا بہانہ کر کے اپنے جیل میں پھنسا لیا۔ باقی کس وجہ سے بھڑکھا ہے؟

عدالت کے ہال میں داخلے کے لئے خاص اجازت لینے ضروری تھی۔ نوجوان کو کایس سے کوئی حلقہ نہ تھا وہ بھی اس ہال میں نظر آ رہے تھے۔ بہت ساری عورتیں بھی ہال میں موجود تھیں۔ عدالت میں غوروں کی اتنی بڑی حاضری کا یہ پہلا موقع تھا۔ ہر آنکھ میں تجسس جھلک رہا تھا وہ دیکھنے چکا کیسا دکھائی دیتا ہے؟ ہر دل میں چکا کو دیکھنے کی خواہش تھی۔ سینکڑوں آنکھیں ٹیکل تھیں جب پولیس دین میں سے ایک جوان جیل میں جیل میں ہونے کے بعد جودکھا۔ جیل یوں کی ٹھکاناٹ سے داخل میں سنا چھایا۔ ہر زبان پر ایک ہی لفظ تھا۔ "چکا۔"

سب کے ذہنوں میں ڈاکو کی تصویر بھی اُس کے مطابق چکا کو بھرے ہوئے قد اور خوناک چہرے، سرخ آنکھوں اور بڑی بڑی مونچھوں والا خوناک انسان ہونا چاہیے تھا۔ مگر یہ تو اس سے مختلف تھیں اور پھر عمر کا تھا۔ کیا اس نے سارے پنجاب کو ہلا دیا تھا؟ پولیس کو جس نے دوسرا تک ناکوں سے چبڑائے تھے، یہ وہی چکا ڈاکو ہے؟ ہر ذہن کی سوچ رہا تھا کہ اس کے حلقے جو کچھ سنا تھا، اسے دیکھ کر کج دکھائی دینے لگا۔ کئی شرافت ہے اس کی وقار میں۔ معمولی مسکراہٹ کے ساتھ وہ سب کو کیسا دیکھ رہا ہے؟ اسے کس پولیس کی پروا نہیں۔ نہ عدالت میں ہونے والی سزا کا خوف ہے۔

تیا پولیس چیف دلاور خان دین کے اگلے دروازے سے باہر آیا۔ جگت اُن کے عتب میں عدالت کی بیڑیاں لے کر نکلا۔ جیل میں ایک خصوصی آپگ کے ساتھ بیٹھ گئیں۔ جگت کو جاتے دیکھ کر بچن کی آنکھیں بھرا گئیں۔ اُس کے منہ سے آٹھ ٹکلی۔ چھوڑی اور بیڑی کی

دوسری بات جگت عدالت کے کمرے میں حاضر ہوا۔ آج بھی جہم تھا۔ ہر طرف منشی بجلی ہوئی تھی۔ ماحولم کیا ہو گا؟ جگت کے کانا اور باپ بھی آئے تھے۔ وہ کراؤ شہر بھی حاضر تھا۔ وہی اس کیس کا اہم گواہ تھا۔ مجسٹریٹ کے ہال میں داخل ہونے سے پیشتر دلاور خان سرکاری وکیل سے گفتگو کر رہا تھا۔ پھر کچھ دیر بعد مجسٹریٹ آگیا۔ اُس نے اپنی کرسی پر بیٹھ کر فائل کو ملی، پھر اُس کی نظر سر عدالت کے ہال کا جائزہ لے لیں۔ اُس نے جرم کی جانب دیکھا مگر جگت کے چہرے پر کسی کم کا اثر دکھائی نہ دیا۔ کارروائی شروع ہو گئی۔ سرکاری وکیل نے گواہوں کے نام لے۔ مومن سنگھ، سائی پولیس بیف منہا، ارجن سنگھ، راجا گاؤں کا موسیٰ اور اس کے علاوہ کچھ انجانے نام لے گئے۔ "پندرہویں صفت بعد جگت کو سمجھا دینا وہ کوئی ایسا قدم نہ اٹھائے جس سے پولیس ڈیپارٹمنٹ کلکٹ جاسے جو ہو رہا ہے اسے خاموشی سے دیکھتا رہے۔" سرجن نے اُن سے کہا: "اُن سر ہلانے لگے۔"

"نہیں جو! ان سے مجھ سے برداشت نہیں ہوتا۔ میری جگہ تم ہوتے اور جگت کو اس حالت میں دیکھتے تو وہاں لاشیں بچھا دیتے۔" بچیاں اُتھائی فٹے میں سے کھڑا تھا۔ جو ان نے اُسے جگت کو دیکھتے ہی سمجھا تھا۔ اُس نے کہا تھا: "ایک بار تم جگت کو دیکھ آؤ! میں تمہاری آنکھوں سے اُسے دیکھنے کی تسکین حاصل کر لوں گا۔ کون جانے قسمت میں اُسے دیکھنا لکھا بھی ہے یا نہیں؟"

"جتنی بھرا وہاں دیکھ لو! اور خود کرنے لگا۔" میں اُسے پولیس کے چپے سے چھڑا کر ہی دم لوں گا۔ "اس طرح جلد بازی نہ کرو بچیاں!" جو ان سے بھرا ہے ہوئے سمجھ نہیں کہا۔ "ایسی کوئی حرکت نہ کرو جس کی وجہ سے سب مشکل میں پھنس جائیں۔ پولیس یہ سمجھ رہی ہوگی کہ جگت کے ساتھی اُسے آزاد کرانے کی بھرپور کوشش کریں گے اس لئے ظاہر ہے انہوں نے تمام انتظامات کئے ہوں گے۔ اور جگت کو اس صورت میں چھڑا کر لانا بچوں کا کیل نہیں۔" "تم کچھ اشتعال دلاتا چھوڑ دو جو ان ایکٹہ بار میں اپنی عقلی کا فضا زہ بھرت چکا ہوں۔" چندن بھاسمی نے دریاں ہی سے سمجھے واپس کر دیا۔ ایک جگت دوسری بار عدالت سے سیدھا یہاں آئے گا۔

ایک سیاسی باپتہا ہوا ہال میں داخل ہوا۔ اُس نے دلاور کے کان میں دیکھ کہا: "پولیس چیف فوراً ڈنک کر سیدھا ہو گیا۔ سرکاری وکیل کو قریب بلا کر اُس سے بھی دلاور کے دیکھ کہا۔ اُس کا چہرہ اتر گیا۔ وہاں سے بات مجسٹریٹ کے کالوں تک پہنچی۔ وہ بھی چرک گیا۔ عدالت میں جانا چاہیے تھا۔ کچھ اتھوئی بات ہو گئی ہے شاید۔ وکیل اور عدالت میں موجود لوگ ایک دوسرے کی حوصلہ دینے لگے۔" کیا ہوا؟ "کیا ہوا؟" اندر اندر سرگوشیاں ہونے لگیں۔ مجسٹریٹ نے میز پر ٹکڑی کا تھوڑا بجا کر "خاموش خاموش" کی آواز لگائی۔ سب چپ ہو گئے۔

اس کے بعد ثبوت پیش کرنے کے لئے مہلت مانگی گئی۔ وکیل صفائی نے کوئی اعتراض نہیں کیا۔ مجسٹریٹ نے ایک صفحے کی تاریخ دی۔ کمرے سے ہٹ کر باہر جانے سے پہلے جگت نے اُن کی جانب ایک بار دیکھا۔ اُن کا چہرہ پیکا نہ گیا۔ اُن جگت سے آنکھیں چاڑھ کر کے عدالت سے اُن سیدھے سرکاری ہسپتال پہنچے۔ سرجن سے ملاقات کے لئے انہیں خود انتظار کرنا پڑا۔ جگت کو قتل میں رکھا جا رہا تھا۔ "مجھے یقین تھا کہ آپ آئیں گے۔ کیا عدالت میں نہیں شروع ہو گیا؟" سرجن نے منظرے ہوئے لمبے میں چہا۔ انہوں نے اُن کا سر چہرہ دیکھ لیا تھا۔ پھر بھی لا پرواہی کے اظہار کے طور پر سگار جلانے لگے۔ "صاحب! انہوں نے سب الزامات جگت کے سر رکھے ہیں۔" اُن کا ضبط کا مظاہرہ کرتے ہوئے پولیس گروہ زیادہ دیر ضبط نہ کر سکے۔ "مجھے محسوس ہو رہا ہے کہ پولیس ڈپٹی چال چل رہی ہے۔" میں اُجھڑا چہرے میں رکھ کر دوا انا کا مکر کر رہی ہوں۔ "آپ جگت پر لگائے ہوئے الزامات کن کن مفصل ہو گئے ہیں شاید۔" سرجن سگار کا دھواں فضا میں بکھیرتے ہوئے بولے۔ "مکراس میں کوئی خاص بات نہیں ہے۔" "کیا مطلب؟" اُن نے سوالیہ نطروں سے دیکھ کر کہا۔ "مطلب یہ کہ تمہارے نوٹس کے کارنامے سچے ہوئے نہیں ہیں۔ پولیس آفس میں اور الزامات کے صفحوں پر اس کے علاوہ لوگوں کی زبان پر چڑھے ہوئے جرائم کو اس طرح چھپانا ممکن نہیں ہو سکتا۔" سرجن نے اُنہیں سمجھایا۔ "میں سمجھا نہیں صاحب۔ جب پولیس یہ الزامات لگا چکی ہے تو سزا کیسے ہو گی؟" "الزام لگانا تو آسان ہے مگر انہیں ثابت کرنا یا انہیں ہوتا ہے۔ پھر کالوں کی موجودگی بھی ضروری ہوتی ہے۔ قانون انعاموں کو نہیں مانتا بلکہ اسے کٹوتی جانتی ہے۔" پھر بھی اُن خاموش رہے۔ انہیں اس بات سے کوئی نہیں ہوئی۔ سرجن نے مزید کہا: "ہمارے وکیل کو خلاف پارٹی کے کردار پر ثابت حاصل کر کے صفائی پیش کرنا ضروری ہے۔" "اس کے باوجود پولیس کے پاس طاقت، دولت اور اثر سب کچھ ہے۔ شاید فیصلہ ہمارے خلاف ہو جائے۔" اُن کا جملہ پورا نہیں کر سکے اور اُن کا قسم اُتھانے خوف سے لرز گیا۔ "اس کے لئے انتظام کیا جا چکا ہے۔" سرجن نے کہا۔ پھر اگر دکر دکر میں کھڑا کر بولے۔ "بات دل میں رکھنا۔ پولیس منشیہ ذرات خود گورنر صاحب کو اس سلسلے میں سمجھائیں گے۔ پھر کیس اتنی حد تک آگے نہیں بڑھے گا۔" سرجن کے آخری الفاظ پر اُن کی تسکین ہو گئی۔ "تمہارے ٹھیک ہے۔ وہ نہ میری تو جان کل بھی گئی۔" اُن کا بڑے ہوشوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"ایسی سمجیدہ بات میں اس طرح کی جلد بازی ٹھیک نہیں۔ ہنر باقی ہے۔ میری یہ آخری کوشش ہوگی۔ چاہے مجھے اس کے لئے اپنی جان کی بازی ہی کیوں نہ لگانی پڑے۔"

پولیس کمشنر دہلی کے قتل کی خبر نے سول سرجن کو کچھ گھنٹوں کے لئے صدمت کر دیا۔ وہ کو مضبوط کرنے کے لئے انہوں نے ایک ایم ایس پی این ہاتھ میں لیا مگر مریض کے پیٹ کو چاک کر کے چھو ہی انہوں نے دوسرے ہتھیاروں کی جانب ہاتھ بڑھانے ان کے ہاتھ کپکانے لگے۔ نرس اور ڈاکٹروں نے سرجن کو اپریشن ٹیبل پر لیٹی کا ڈروئی نہیں دیکھا تھا۔ اسسٹنٹ سرجن کے سپرد کس کر کے وہ اپریشن روم سے باہر نکل گئے۔ بے چین دل سے وہ گھر لوٹ گئے۔ میجر پر پڑی ہوئی ڈاک پر نظر پڑی۔ تین چار الفاظوں کے ساتھ ایئر میل والا اتفاقاً لکھ نظر آ رہا تھا۔ آسٹریلیا میں تسلیم حاصل کرنے والے پتے کا خط پڑھنے کی خوش دل میں جاگی، مگر میر دل بھر آیا۔ وہ جس کرسی پر بیٹھتے تھے اسی جگہ ایک اہلے دہلی نے ان کے ساتھ بیٹھ کر شام گزار دی تھی۔ آخری ملاقات کی یاد

اُس کے نام پر غر کر رہا ہے۔"

"جگت! تمہیں پتہ ہے؟ کشمر صاحب گورنر صاحب سے مل کر تمہارے لئے سفارش کرنے جا رہے تھے۔ اسی وقت۔"

"مجھے کچھ نہیں پتا۔" نانا جرت سے جگت کو دیکھ کر جا رہے تھے۔

"مطلب یہ کہ تم ہمیں بولے بھی نہیں دو گے؟" نانا بھسے میں بولے۔ "تم تمہارے بچاؤ کے لئے خون کا پانی کر رہے ہیں اور تم دروازہ یا بات پر بھڑک اٹھتے ہو۔"

"آپ کو یہ بات ڈراما لگی ہوگی۔" جگت نے لمبی سانس لے کر کہا۔ "مگر نانا! گورنر صاحب نے آپ کی طرح ایک نانا ہیں۔ میری طرح اُس کے بھی باپ ہیں۔ مجھے صرف دو بچے ہیں۔

میں بڑا ہوا ہوں۔" جگت ڈانٹ گیا۔ پھر بلند آواز میں بولا۔ "مگر میری طرح باپ دارا کی دھنکی کا ہتھام لینے کے لئے وہ ہائی نہیں بلکہ اگلے دن کی آزادی کی خاطر برطانیہ جیسی عظیم حکومت سے

بھڑکی ہے۔ آپ یہ بات کیوں بھول رہے ہیں؟" ایک خدیا جاک ڈاکو کی زبان سے ایسے الفاظ سن کر پولیس والا چرک گیا۔ اُس نے دنی کے

بھائی کو کھینچ کر کہا۔ "چکا! آہستہ بول۔"

"اب دوسری بات میں بھڑک کر تم کام کی باتیں کریں۔" وکیل نے مداخلت کرتے ہوئے کہا۔

"دھنکی کے لئے ہماری جانب دو مضبوط گواہ ہوں تو کام آسان ہو جائے گا۔"

"جگت سوچ میں ڈوب گیا۔ وکیل نے اُسے سمجھایا۔ "مومن کچھ کے عین بھائیوں اور بھینے کے

قل کا کس خطرہ ہے۔ اب ان کی دشمنی مشہور ہو رہی ہے۔ پہلے جیلمی مار دھاڑ ہو چکی تھی۔ چاہے

تمہارے ہاتھوں انہیں گل ہوئے کسی نے دیکھا نہ ہو مگر حالات اور واقعات ہمارے خلاف جاتے

ہیں۔"

"اس سلسلے میں آپ ہی کوئی راہ نکالیں۔" قانون کی حدوں کے متعلق ہم بالکل انجان ہیں۔"

"جگت نے کہا۔

"وکیل کو جگت ہوا۔ عین اسی حال پر وہ اندر پر سکون میں ہے؟ اُس نے پھر دھسے لیے میں سمجھا یا۔

میںال کے طور پر پیپل کے وقت میں گاؤں میں موجود ہیں۔ تم اپنے نانا کے گھر تھے لی ہوا

لی کے مومن کچھ نے تمہاری عداوت کا فائدہ اٹھانے سے تمہیں ازم تراشا۔ تمہیں پتہ چلا تم

رہے ڈر کے نانا کے گھر سے فرار ہو کر فرخ میں بھرتی ہو گئے۔ نانا بھی گواہی میں یہی کہیں گے۔"

ملی کر رہا تھا۔

"جگت جس دیا۔" واقعی بڑی اچھا اور بات تلاش کیا ہے۔"

"وکیل نے ہوتوں پر اُٹھ کر کہا۔ "آہستہ بولو! پھر وکیل نے کہا۔" اب رہی دوسرے عین

لوں کی بات۔ اس میں تم اکیلے نہیں تھے۔" وکیل آگے دھر کر بولا۔ "تمہارے عین ساتھیوں نے

ٹی کیا تھا۔ ان کے نام سے دو۔ اس طرح صفائی مکمل ہو جائے گی۔"

"یہ نہیں ہو سکتا۔" جگت نے اٹکار میں سر ہلا کر کہا۔

نام بتائے نہ ہی اُس کا پتہ بتایا۔ اُس جگہ اُس کے ہونے کو جان کا آخری لمحہ بھی آزادی تھا۔

پولیس چیف ارجن سنگھ کی ہدایت پر چکا ڈاکو اُس کے سامنے پر دو مقام ہونے سے کن کر میں

نے اُسے جنگی کہا تھا۔ مگر یہ خط پڑھ کر تمہارے ذہن میں بھی میرے لئے یہی لفظ آئے گا۔ میرا

خبر میرے سے کہہ رہا ہے کہ یہ سب لوگ اپنے ملک کی آزادی کے لئے قربانیوں دے رہے ہیں۔

وطن کی آزادی حاصل کرنے کے لئے موت کو گلے سے لگا رہے ہیں مگر انہیں قتل کر تو کیا حاصل

کرنا چاہتا ہے؟ کچھ نئے القابات، اونچی کرسی اور کچھ؟ اپنے خبر کے سال کا میرے پاس کوئی

جواب نہیں ہے۔ کی بار گورنر صاحب کے نام اٹھتی لکھ کر میں جانا چکا ہوں۔ یہ کچھ کل جب

میں اُن سے ملنے جاؤں گا تو میرے کوٹ کی جیب میں اٹھتی ہو گا بھی یا نہیں؟ اگر اٹھتی تو میں

کچھ لینا کہ میں نے یہ سب کچھ بند میں ڈوب کر کھٹا تھا۔ ہاں، تمہارا سپرد کیا ہوا کام ضرور

کروں گا۔ چکا نے اب تک وہ حقیقت کھنے کے کل سے بڑھ جاتا ہے۔ چکا کی سزا سننے کی کے دوسرے

کے بعد ہی میں گورنر صاحب کو اپنا اٹھتی پیش کروں گا۔ آپ حقیقی فکر نہ کریں۔ اگر اٹھتی جھگڑو

کیا تو کچھ دن کے لئے تمہارے ہاں آرام کی غرض سے آؤں گا۔ پھر میں اپنے وطن لوٹ جاؤں

گا۔ مجھے وطن کی یاد بہت تازہ ہے۔ تمہارا دلیک۔"

خدا ہمارا کرتے ہی سرمن کی آنکھیں برسنے لگیں۔ دو چہرے سے روکا ہوا آنسوؤں کا سیلاب بہہ

لگا۔ ایک سوڈ پر آ کر پولیس کشمیری زندگی کا چراغ گل ہو گیا۔ کشمیری موت سے سرمن کے دل پر

بہت اثر ہوا تھا۔ اُس نے بڑی احتیاط سے خدا کے کہنے کی عزت دل میں دھک دیا۔ پھر کچھ دیر بعد وہ

دلیک کی بیڑہ سے تھرتے کے سلسلے میں لاہور روانہ ہو گیا۔

دوسرے دن نانا وکیل کو لے کر پولیس چیل میں جگت سے ملاقات کے لئے۔ وکیل صفائی کو

کس کی قیادی کے سلسلے میں جگت سے ملنے کی اجازت مل گئی تھی۔ دونوں کو ملاقات کے کمرے

میں لے جایا گیا۔ چھوٹے سے کمرے کے درمیان دونوں دیواروں کے کمرے کوئی ٹوپی کے کمرے

جالی تھی بولی تھی۔ ٹوپی کی جالی اس طرح کی بولی تھی کہ لڑائی اور قیدی کے درمیان چھوٹ کا

فاصلہ ہے۔ نانا کی نظریں جالی کے پار دوڑ رہے تھے بولی میں۔ جگت کچھ دیر بعد آیا۔

ہاتھ بیروں میں ہماری زنجیریں پڑی ہوئی تھیں۔ دونوں پاؤں پر دھکی کس کر باغی کی تھی

جس کا سر اٹھام کر ایک سٹری دروازے میں کھڑا ہو گیا۔ ٹوپی کی جالی پر دونوں ہاتھ دھک کر جگت

سکراتا ہوا کھڑا رہا۔

"مگر یہ سب ٹھیک تو ہیں؟" اُس نے گھر کے حالات پر دھسے پھر گلے میں بندے سے ہونے

توہین پر ہاتھ پھیلتا ہوا بولا۔ "ہاں کوہت دلا۔" کہا تمہارے بچے کو کچھ نہیں ہوگا۔"

"میں سوچ کر ہم نے جگت سے کہی ہے۔" نانا بولے۔ "مگر جگت کو دخل کو کس سوچ پر ہم بھیکتا

ہوگا۔" جگت کی آنکھیں جرت سے جھلک رہی تھیں۔ مہران میں صدمہ جھٹکے گا۔"

"نانا! اُس کے خلاف بات کرنے کے لئے آپ کی زبان نے کیوں حرکت کی؟" مارا دلیک



[illegible]

”مگر وہ تین تہارے ساتھ تھے یہ بات سب جانتے ہیں۔ پولیس بھی جانتی ہے۔ میرا نام لینے میں کیا اعتراض ہے؟“

”اتر اترے، دیکھ صاحب! “جنت نے مضبوط لہجے میں کہا۔ ”جن لوگوں نے ساتھ دیا، میں ان پر الزام رکھ کر کس طرح فروماہی حاصل کر سکتا ہوں؟“

”مگر جنت! انہیں اُن کے جرائم کی سزا ملنے کا کافی اہمال سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔“ تانا نے اُسے بھانپا جا۔

”بھریجی میں اُن سے غداری نہیں کر سکتا۔“ جنت نے خند کرتے ہوئے کہا۔

”دیکھ پرتیان ہو گیا۔“ اپنا کردے کو تہاراد قاض کس طرح ہو سکے گا؟ مجھے محسوس ہوتا ہے کہ جیسے عریضہ یا بھاری کا ڈر نہیں۔“ دیکھنے سے سخت لہجے میں کہا۔

”اپنا کہہ کر آپ مجھے بھلا نہیں سمجھیں گے، دیکھ صاحب! میں جانتا ہوں کہ آپ لوگ میرے لئے کتنی محنت کر رہے ہیں۔ بھریجی زہر دہرے کی خاطر بے ایمانی نہیں کروں گا۔“

”تو پھر ہم کیسے کریں؟“ تانا نے پوچھا۔

”آپ پولیس سے کہیں کہ انہوں نے جو دھوکہ دیا ہے اُسے پورا کر دیں۔“

”ملاقات کا وقت ختم ہو گیا۔ دیکھ لے نہا تے ہوئے کہا۔“ بھریجی جنت نگاہ احم سوچتا۔ شاید میری بات تہار دی بھم میں آ جائے۔“ وہ لوگ چلے گئے۔

”گھر کا کرنا تانا زہر اور دوا دہرے پر اپنا غصہ اتارنا۔“ اُس لڑکے کا زہر کھوم گیا ہے۔ اپنے مفاد کو نہیں سمجھتا اور جہاں جہاں پر خند کرنے لگتا ہے۔“ چند دن دھڑکتے ہوئے دل سے اندر والے کمرے میں بائیں سر رہی تھی۔ ان حالات میں گھر کے لوگ دھڑکتے دل سے دلن گزار رہے تھے۔ سب کے سر پر فیصلے کی تلواریں تھیں۔ تانا کو سب سے زیادہ بے چینی تھی کیونکہ اُن کے ہی ایماء پر جنت نے اپنے آپ کو پولیس کے حوالے کیا تھا۔

”بس بات کی خند کر رہا ہے میرا جنت؟“ ماں بی نے اپنے اپنے باپ سے پوچھا۔ تانا نے پوری تعمیل تانی کی گردن پیش کی بات کی تانی۔

”مگر وہ خلیں کا نام لیا تو دھڑکتے ہوئے لگا۔“ کچھ دیر تک مضامین کتے ہوئے تانا چلتے رہے۔

”مضامین کے لئے گواہ کھڑے کرنے ہیں۔ ابھی تک تو میں ایک ہی ہوں۔ اور دیکھل کہتا ہے کہ میں اس کا شے دار ہوں پتہ دار عدالت میری گواہی کا تاؤ وزن نہیں دے گی۔ گواہی کے لئے بٹھنے دار نہیں تو کیا دشمن انہیں سمے؟“ تانا بڑبڑاتے ہوئے اُجاگ کھڑے ہو گئے۔ اُن کے چہرے پر اُجاگ مسرت جھلکنے لگی۔ کچھ دیر سوچتے رہے، پھر دھڑکتے لہجے میں بولے۔ ”مایا کو زہر ادا کر ایک ایسی دکن بھی ہے جو جہاؤی طرف سے کوئی دیکھ دیتے آئے گی۔“

”کیون؟“ ماں بی اور سوکان سگھنے کو پوچھا۔

”دور دور!۔۔۔“ تانا نے جواب دیا۔ ”ویر۔۔۔ جس کا نام لینے ہوئے بیٹھے تانا غصہ آ جاتا تھا اب وہ نام انہیں اُجاگ دلا تھا۔ اُن کی بات من کر سب چمک گئے۔

”دور؟“ سوکان سگھنے نے کہا۔ ”وہ کوا گواہی دے گی؟“

"میں تو اپنی کہانی سنانے بیٹھی تھی۔ پہلے مجھے یہ بتاؤ کہ کجست گھگہ کے کیا حال ہیں؟"

جواب دیتے ہوئے چوڑھ چہرے نے گھر میں چاروں طرف دیکھا۔ "کیا اور کوئی گھر میں نہیں ہے؟"

"نہیں۔۔۔ بالکل پتہ نہیں ہے۔۔۔ چھوٹی بہن ماموں کے پاس رہتی ہے۔۔۔ کچھ گھر کی بیوی"

کی وجہ سے کوئی اس کا ہاتھ نہیں تھا۔ اس نے ماموں نے رشتہ تلاش کرنے کا کام اپنے ذمے

لے لیا ہے۔" یہ کہہ کر وہ ڈگ کی، بھر پولی۔ "مگر ان کے کیا حال ہیں؟"

چند نے دیکھا دیو کو کجست کے حلق بڑی ترنگی۔ "دو ٹھیک ہیں۔ میں ہسپتال میں ان کے

ساتھ رہی مگر اب وہ دل میں ہیں۔۔۔ چند نے پہلو ہلکے ہوئے کہا۔

"مگر یہ تو کچھ دن کی بات ہے چند؟" دیو نے اس کی بات بندھائی۔ "فیصلہ ہونے کے

بعد وہ گھر آئی جائیں گے۔"

"کسے معلوم؟" چند نے سر اٹھا کر پوچھا۔ "تم ان کے حلق بے چین ہو اس طرح

انہیں تھماری لگ رہے۔ مجھے یقین تھا کہ تم ہسپتال آؤ گی۔۔۔ چند آگے بڑھ کر ہوئے ڈگ کی۔

دیو نے یہ سن کر سر ہچکایا۔ مگر اس نے جب نظریں اٹھائیں تو اسے چند کی آنکھوں میں جی

سوال نظر آیا۔ اس نے کہا۔

"عدالت نے مجھے روک لیا۔ وہاں سے میری خبر بہت معلوم کرنے کے لئے آنا چاہتی تھی مگر۔۔۔"

"مگر کیا؟" وہ چپ ہوئی تو چند نے سوال کیا۔

"تمہارے نانا نے انکار کر دیا۔ کہنے لگے تمہارا اس سے کیا رشتہ ہے؟" یہ کہتے ہوئے دیو

روٹنے لگا۔

"نانا نے ایسا کیا؟" چند نے بڑبڑائی۔ بھر دل میں سوچا۔ "اب میں اس سے کس منہ سے گواہی

دینے کے لئے کہوں؟"

"کیا سوچا رہی ہو چند؟" دیو نے اس کے ذہن کو بیدار کیا۔ "نانا کی بات کا میں نے برا

فہم کیا۔ میری وجہ سے تمہارے گھر میں کافی بھڑکا ہوا۔ اب اس بھڑکے کو بڑھانا ٹھیک نہیں

تھا۔ چند کا کافی دیر تک خاموش رہی۔ دیو اس کے لئے کسی نے آئی۔ "رات کا کھانا کھا کر ہی

جاؤ گی۔" دیو نے بڑے غصے سے کہا۔

"میں دیو بہن! کسی کے دو چار ٹھونٹے کر چہرے نے کہا۔" تمہارے باپ کے آٹے

سے پہلے ہی میں چل جاؤں تو تبز ہے۔ میں تم سے کچھ چھپانا نہیں چاہتی۔ میں تمہارے پاس

ایک کام کے سلسلے میں آئی ہوں۔"

"میں پرانی ضرورت ہوں مگر دشمن نہیں۔ جو کچھ کہتا ہے بلا شک کہ چند! کہیں غلطی ہو گی تو

معافی مانگ لوں گی۔"

"نہیں بہن! معافی کی کوئی بات نہیں۔" چند نے جلدی سے کہا۔ "میں تمہارے پاس کچھ

لے آئی ہوں۔"

"میرے پاس مانگنے والی بات نہیں، بلکہ مجھے جو نہیں دیتے۔" لے لے کر ہمیں حق ہے۔"

اب چند کو اطمینان ہوا۔ "دیو بہن! تم جانتی ہی ہو کہ عدالت میں ان پر تمہارے دیو

کے قس کا مقدمہ چل رہا ہے۔ ان کی معافی کے لئے گواہوں کی ضرورت پڑے گی۔" چند رنگ

گئی۔ دیو دھڑکتے دل سے سن رہی تھی۔ "نانا اور باپ کی گواہی کا وزن نہیں پڑے گا۔ تمہارے پاس

کوئی باہر کی۔"

"کیوں پچھل رہی ہو چند؟" دیو نے کہا۔ "میں گواہی دینے ضرور آؤں گی۔"

"مگر تمہارے شوہر اور باپ وہ قحط۔"

"مجھے کسی کی پروا نہیں۔ شوہر کا کچھ چھوڑ چکی ہوں۔ ضرورت پڑنے پر باپ کا گھر بھی چھوڑ

ڈوں گی۔" دیو نے جوش لے کر کہا۔ "انہوں نے پہلا ہی میری وجہ سے کیا ہے۔" دیو مسکرایا

نے کمرہ لگے۔

چند نے اس کی پشت پر ہاتھ پھیرنے لگی۔ "بہن! میں سب کچھ جانتی ہوں۔" دیو چونک

پڑی۔ وہ آکھیں خشک کر لی ہوئی چند کو غور سے دیکھنے لگی۔ چند نے پھر کہا۔ "ہاں دیو بہن!

میں سب کچھ جانتی ہوں۔ تم دونوں کے درمیان کئی محبت ہے وہ کسی میں جانتی ہوں۔" چند کے

الفاظ میں غمزدگی تھی۔

دیو دلزدہ لگی۔ یہی محبت ہے۔ یہ جاننے کے باوجود چند نے کچھ میں کسی قسم کی بڑداشت نہیں

تھی۔ جو بات اس کے دل میں چل رہی تھی وہ ہونٹوں پر آگئی۔ "چند! اپنے شوہر کے ساتھ کوئی

پرانی محبت تھا کہ اس کے ساتھ طویل عرصے سے بھر چکی۔" دیو نے زبان ڈگ کی۔

"بھر کسی مجھے کوئی اثر نہیں ہوا۔ یہ کہنا چاہتی ہو کہ دیو؟" چند نے ہنس کر کہا۔

"اگر ہو ہی ہو گا تو بھی تم کا نانا اسے بڑداشت کر لیتی ہو گی۔"

"تم بھول رہی ہو دیو بہن! تمہارا بیٹا نام میں نے ہی پہچاننا تھا انہیں۔" چند نے کہا۔ "بھر

جلدی سے بولی۔ "مگر یہ سب باتیں فرصت میں ہوں گی۔ آج تو صرف اتنا پوچھنے آئی ہوں کہ

ضرورت پڑنے پر گواہی دینے آؤ گی؟"

"چند! تم کو گواہی دینے کی بات کرتی ہو؟" دیو نے بڑبڑائی۔ "ضرورت پڑے۔

پر میں ان کے کسے جان دینے سے نہیں نہیں پچھلاؤں گی۔"

"بہن! ایسا وقت بھگوان کرے نہ آئے۔" چند کھڑی ہوئی ہوئی بولی۔ "فی الحال یہ خیال

دے کہ بات باہر نہ جائے۔ کسی کو بچہ چلا کر تم گواہی دینے جا رہی ہو تو پڑیٹا لی بڑھ جائے گی۔"

"تم نے نظر ہوا میں سب مصیبتوں کا مقابلہ کر کے عدالت میں آؤں گی۔" دیو نے مضبوط

لہجے میں کہا۔ چند نے اسے پہلے اس سے پرت گئی۔

"بھگوان ہم سب کی مصیبتوں کا نظریہ سنا کر۔"

چند نے گرجے جانے کے بعد دیو بہت دیر تک بیٹھی ہوئی یادوں کے سیلاب میں بہتی رہی۔

تین ماہ کے طویل انتظار کے بعد فیصلہ کا دن آچکا۔ باہر بار پڑی ہوئی تار بجیں جیسے فیصلے کے

ان کو بڑھ کر تھی محسوس ہو رہی تھی۔ مگر یقیناً یہ تاریخ فیصلے کے قریب تر ہو رہی تھی۔ گواہیاں

لیکھیں۔ قانونی تھیں، ان سب نے جج کی قسط کو ڈانٹا ڈانٹا ڈال کر دیا تھا گاؤں گاؤں، گھر

گھر اس کی باتیں ہو رہی تھیں۔ کچھ لوگوں کا یہی اندازہ تھا کہ پچاس کی عمر قریب ہوگی۔ کچھ بڑے امید نظر آ رہے تھے۔ عدالت میں پہلی بار مقدمہ رکھنے والی ماس اوری اور چنوں کو درودوں کی علیحدہ صف پر جسم سیکڑ کر بیٹھی ہوئی تھیں جیسے بچہ کی دوتاہی ہوئی صورتیں ہوں۔ جکت کو بڑی سزا ہوئی پھر اس خوف کے برابر انہوں نے تینیں اور تہیں پر گزارے تھے۔ وہ عرصہ عمر قید سے زیادہ تکلیف دہ تھا۔ دن رات اٹھتے بیٹھتے یہی جینا یک خیال اُن کے ذہن کو ڈس رہا تھا۔ بڑی تھیں مائیں، لاکھ کوشش کرنے کے باوجود وہی اگلی حالات میں غفلان رہتا تھا۔ دونوں کو عدالت میں آنے کے لئے نانا نے بہت کھمایا۔ ”ذہان غفلتوں کا کام نہیں۔ اگر غلط فیصلہ ہو تو برداشت نہیں ہوگا۔“ نانا نے دونوں سے کہا تھا۔

”اپو! اگر غلط فیصلہ ہوا تو گھر بیٹھے بھی دل ڈوب جائے گا۔ آنکھیں بھر ہو جائیں گی۔“ ماس اوری نے بھراہی ہوئی آواز میں دہل دی۔ ”اس سے بہتر ہے کہ جکت کی صورت دیکھ کر سر چاؤں تو زور کوشش کر ہوگی۔“

چنوں نے دوسرے طریقے سے دلیل دی۔ ”ناانی شاید وہ رہا ہو جائیں گے۔ اس صورت میں میں دوسرے خبر ہو کر ادھار کی جان آدھی رہ جائے گی۔ چلنا ہمارا وہاں جانا ضروری ہے۔“

”بہتر ہے۔ تم لوگ آجاؤ۔“ نانا نے ٹھگ آکر کہا۔ ”مگر دل مضبوط رکھنا ہوگا۔“

یہی وجہ تھی کہ دونوں بچہ کی سورتیں کی طرح بھی ہوئی نظر آ رہی تھیں۔ گیارہ بجے سے پہلے عدالت پوری طرح بھر گئی۔ نانا کے برابر سوتھن ٹھک اور ہزارہ بیٹھے ہوئے تھے۔ کرچن ڈاکٹر جکت کے دیکھنے سے کوئی مشورہ کر رہے تھے۔ پولیس چیف اور جن ٹھک اور دیو کا شہرہ آفاق میں سرگوشیاں

کر رہے تھے۔ درمیان میں ہنس دیتے۔ پولیس کی جانب سے سب سے مضبوط گواہی آئی دونوں کی تھی۔ اور جن ٹھک اپنی ذلت کا بدلہ لینے کے لئے کوئی موقع تھا جسے نہیں جانے دینا چاہتا تھا۔

کشمکش فلم کے گیس کے بعد وہ جوش میں آئے۔ عدالت کے کٹھن سے اُن کے لئے کھڑے ہو چکے کو اس نے غریبی، جیوان، ڈاکو ٹھہرایا۔ اُس کے ہاتھوں لوگوں پر کئے گئے ظلم اور تشدد کے علاوہ جیسے کہ

نظارہ روں پر رکھے گئے ظلم کا بیان اُس نے زار مانی انداز میں کیا کہ سننے والوں کے دلوں کو ٹھنڈے کرے ہو گئے۔ بغیر یہ دیکھ جب اُس نے کہا کہ پولیس کی کوئی سے بیخ جانے والے اس راکشش کو

قانون کے نیچے سے نہیں چٹا چاہتے تب مجسٹریٹ نے اُس کو ڈانٹ دیا۔ ”اور جن ٹھک! تم گواہ ہو، دیکھ نہیں۔ پولیس چیف کی حیثیت سے تم چونہ کر کے اسے اس کا جلا ہی مت کرو۔“

مجسٹریٹ کے ان الفاظ سے عدالت میں موجود لوگ ہنسنے لگے۔ اس طرح اور جن ٹھک کی زوردار گواہی کا اثر آدھارہ گیا۔ ”وہ دے شوہر نے روٹی صورت بنا کر بیان دیا۔“ میرے تین

بھائی اور بیٹھے کا قتل چھ گے سوا کسی نے نہیں کیا۔ اس کا مجھے یقین ہے۔ میری بیوی پر بھی اس کی بری نظر تھی۔ میری غیر حاضری میں میرے گھر آکر وہ اسے بھکا تھا، جھوٹا لالچ دے کر وہ میری

بیوی کو گھر سے انواء کر کے لے گیا۔ اب بھی اس کی وہ جھیلوں کی وجہ سے دیو بھی بات کرتے نہیں کہہ سکتی۔ مجھے عدالت میں گواہی دینے سے روکنے کے لئے اس کے دو ساتھیوں نے موت کی

دھمکی دی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ میں نے پولیس کی حفاظت مانگی ہے۔ دیو کو اس شخص سے بھی سکھایا

تھا کہ میرے کھانے میں زہر ہے۔ مجھے اس کا پتہ چلا، لہذا میں نے دیو کو سزا دی اور اس پر بکری نظر رکھا تھا۔“ شوہر کی ایسی جھوٹی گواہی سن کر دیو شیرینی کی طرح بھڑکی۔ اُس نے دل میں فیصلہ کر لیا کہ مجسٹریٹ صاحب پر چاہو کہ جکت کو بولنے کی قسم کھا کر بھی خود بخود جھوٹ بولوں گی۔ دیو کی گواہی

عدالت کے ہال کی بجائے مجسٹریٹ کے جیڑ میں لی گئی۔ جکت کے گھر سے اپنے اپنے تعلقات کا ذکر کرتے ہوئے وہ بولی۔ ”جکت کی ماں نے میرے ساتھ جن صحت کا اظہار کیا تھا اسکی صحت مجھے

میرے گھر والوں سے نہیں ملی۔ جکت نے حرم پر دے دہاں آنے کے بعد بھی کبھی ہم سے دشمنی نہیں ہوئی۔ میرا شوہر مجھ پر ظلم کرتا جب وہ داخلہ کرتے، اس کی وجہ سے میرے شوہر کو اس پر

غصہ تھا۔ میرا شوہر اس حد تک جس مزاح تھا کہ مجھے میرے دیووں کے ساتھ بھی گھر میں اکیلا نہیں رہنے دیتا تھا۔ میرے گھر میں شرابی دوست جھانپتے تھے۔ اُن کی کچھ بری نظر تھی۔ اس کی میں جب شکایت کرتی، وہ مجھے جانوروں کی طرح مارا۔ گردی رکھے گئے مکان اور کھیت چھڑانے کی خاطر میری صحت کا سودا کرتے ہوئے بھی میرا شوہر نہیں بچھڑایا۔ وہ اور اُس کی چاہی مجھے برباد

کرنے پر تیار ہو گئے۔ تب مجھے گھر چھوڑنا پڑا۔“

”مگر بھرات کی رات کو تمہارے دیوہ کا قتل جکت ٹھک ہی نے کیا تھا؟“ سرکاری دیکھنے والے

سوال کیا تو دیوہ نے چپکے سے کھانوں ہو گئے۔ پھر گھر سانس لے کر بولی۔

”فکس۔“ وہ قتل میرے شوہر کے ہاتھوں ہوا تھا۔“

سننے والے چونک گئے۔ مجسٹریٹ اور دوسرے حاضر لوگوں کے علاوہ خود جکت لرز گیا۔ وہ جکت

کہنا چاہتا تھا کہ مجسٹریٹ نے اُسے روک دیا۔ دیو نے جان بوجھ کر جکت کی طرف نہیں دیکھا۔

”ایک ڈاکو کو قتل کرنے کے لئے خاتمہ شہر پر اُس کے گیسے بھائی کے لگا اٹھام لگا رہی ہو۔“

سرکاری دیکھنے والے نے جکت سے کہا کہ مجسٹریٹ سے جواب دے۔ ”مضربوں اعدالت کو غلط راہ

پر ڈالنے کے لئے یہ عورت جھوٹ بول رہی ہے۔ لہذا اس کی بات کا ٹولہ نہ لیا جائے۔“

”جہیں حضور والا!“ جکت کا دیکھ فوراً بولا۔ ”اس کی پوری بات سے بغیر ایسا اندازہ قائم نہیں

کرنا چاہئے۔ میں کہہ دو سوالات کرنے کی اجازت چاہتا ہوں۔“

مجسٹریٹ نے منظور دی دے دی۔ پہلے لڑکی صفائی کے لئے لئے والے اسے مضبوط پابند

کے متعلق دیکھ صفائی سے سوچا یہی نہیں تھا۔ وہ جوش میں آ گیا۔ اُس نے دیو سے سوال کیا۔

”ہمم۔ تو اس رات تمہارے دیوہ کا قتل تمہارے شوہر نے کس طرح کیا تھا؟“

سرکاری دیکھنے والے نے پھر قانونی پابند آف آرڈر اٹھایا۔ ”جنا اب! دیو کے شوہر نے کس

طرح قتل کیا تھا اس طرح کا سوال نہیں کرنا چاہئے۔“ مجسٹریٹ نے یہ پابند منظور کر لیا۔ تب

جکت کے دیکھنے سے سوال دوسری طرح کیا۔

”اس رات تمہارے دیوہ دیکھ کھن کا قتل کن حالات میں ہوا تھا؟“

سرکاری دیکھنے والے نے جکت سے لگا۔ ”دیو نے کس جانب دیکھ کر کہا۔“ لیکن اُس شام چیت

ڈیکھنے کا بہانہ کر کے کھیت سے گھر آ گیا تھا۔ میرا شوہر مومن کی پہلی بارش کا نشہ کرنے گیا ہوا تھا۔

جب میرے دیوہ پھیل میں تھے، لیکن نے مجھے بھرات میں نہانے کی غرض سے چھت پر بچھنا دیا۔

گھر اس کی باتیں ہو رہی تھیں۔ کچھ لوگوں کا یہی اندازہ تھا کہ پچاس کی عمر قریب ہوگی۔ کچھ بڑے امید نظر آ رہے تھے۔ عدالت میں پہلی بار مقدمہ رکھنے والی ماس اوری اور چنوں کو درودوں کی علیحدہ صف پر جسم سیکڑ کر بیٹھی ہوئی تھیں جیسے بچہ کی دوتاہی ہوئی صورتیں ہوں۔ جکت کو بڑی سزا ہوئی پھر اس خوف کے برابر انہوں نے تینیں اور تہیں پر گزارے تھے۔ وہ عرصہ عمر قید سے زیادہ تکلیف دہ تھا۔ دن رات اٹھتے بیٹھتے یہی جینا یک خیال اُن کے ذہن کو ڈس رہا تھا۔ بڑی تھیں مائیں، لاکھ کوشش کرنے کے باوجود وہی اگلی حالات میں غفلان رہتا تھا۔ دونوں کو عدالت میں آنے کے لئے نانا نے بہت کھمایا۔ ”ذہان غفلتوں کا کام نہیں۔ اگر غلط فیصلہ ہو تو برداشت نہیں ہوگا۔“ نانا نے دونوں سے کہا تھا۔

”اپو! اگر غلط فیصلہ ہوا تو گھر بیٹھے بھی دل ڈوب جائے گا۔ آنکھیں بھر ہو جائیں گی۔“ ماس اوری نے بھراہی ہوئی آواز میں دہل دی۔ ”اس سے بہتر ہے کہ جکت کی صورت دیکھ کر سر چاؤں تو زور کوشش کر ہوگی۔“

چنوں نے دوسرے طریقے سے دلیل دی۔ ”ناانی شاید وہ رہا ہو جائیں گے۔ اس صورت میں میں دوسرے خبر ہو کر ادھار کی جان آدھی رہ جائے گی۔ چلنا ہمارا وہاں جانا ضروری ہے۔“

”بہتر ہے۔ تم لوگ آجاؤ۔“ نانا نے ٹھگ آکر کہا۔ ”مگر دل مضبوط رکھنا ہوگا۔“

یہی وجہ تھی کہ دونوں بچہ کی سورتیں کی طرح بھی ہوئی نظر آ رہی تھیں۔ گیارہ بجے سے پہلے عدالت پوری طرح بھر گئی۔ نانا کے برابر سوتھن ٹھک اور ہزارہ بیٹھے ہوئے تھے۔ کرچن ڈاکٹر جکت کے دیکھنے سے کوئی مشورہ کر رہے تھے۔ پولیس چیف اور جن ٹھک اور دیو کا شہرہ آفاق میں سرگوشیاں

کر رہے تھے۔ درمیان میں ہنس دیتے۔ پولیس کی جانب سے سب سے مضبوط گواہی آئی دونوں کی تھی۔ اور جن ٹھک اپنی ذلت کا بدلہ لینے کے لئے کوئی موقع تھا جسے نہیں جانے دینا چاہتا تھا۔

کشمکش فلم کے گیس کے بعد وہ جوش میں آئے۔ عدالت کے کٹھن سے اُن کے لئے کھڑے ہو چکے کو اس نے غریبی، جیوان، ڈاکو ٹھہرایا۔ اُس کے ہاتھوں لوگوں پر کئے گئے ظلم اور تشدد کے علاوہ جیسے کہ

نظارہ روں پر رکھے گئے ظلم کا بیان اُس نے زار مانی انداز میں کیا کہ سننے والوں کے دلوں کو ٹھنڈے کرے ہو گئے۔ بغیر یہ دیکھ جب اُس نے کہا کہ پولیس کی کوئی سے بیخ جانے والے اس راکشش کو

قانون کے نیچے سے نہیں چٹا چاہتے تب مجسٹریٹ نے اُس کو ڈانٹ دیا۔ ”اور جن ٹھک! تم گواہ ہو، دیکھ نہیں۔ پولیس چیف کی حیثیت سے تم چونہ کر کے اسے اس کا جلا ہی مت کرو۔“

مجسٹریٹ کے ان الفاظ سے عدالت میں موجود لوگ ہنسنے لگے۔ اس طرح اور جن ٹھک کی زوردار گواہی کا اثر آدھارہ گیا۔ ”وہ دے شوہر نے روٹی صورت بنا کر بیان دیا۔“ میرے تین

بھائی اور بیٹھے کا قتل چھ گے سوا کسی نے نہیں کیا۔ اس کا مجھے یقین ہے۔ میری بیوی پر بھی اس کی بری نظر تھی۔ میری غیر حاضری میں میرے گھر آکر وہ اسے بھکا تھا، جھوٹا لالچ دے کر وہ میری

بیوی کو گھر سے انواء کر کے لے گیا۔ اب بھی اس کی وہ جھیلوں کی وجہ سے دیو بھی بات کرتے نہیں کہہ سکتی۔ مجھے عدالت میں گواہی دینے سے روکنے کے لئے اس کے دو ساتھیوں نے موت کی

دھمکی دی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ میں نے پولیس کی حفاظت مانگی ہے۔ دیو کو اس شخص سے بھی سکھایا

تھا کہ میرے کھانے میں زہر ہے۔ مجھے اس کا پتہ چلا، لہذا میں نے دیو کو سزا دی اور اس پر بکری نظر رکھا تھا۔“ شوہر کی ایسی جھوٹی گواہی سن کر دیو شیرینی کی طرح بھڑکی۔ اُس نے دل میں فیصلہ کر لیا کہ مجسٹریٹ صاحب پر چاہو کہ جکت کو بولنے کی قسم کھا کر بھی خود بخود جھوٹ بولوں گی۔ دیو کی گواہی

عدالت کے ہال کی بجائے مجسٹریٹ کے جیڑ میں لی گئی۔ جکت کے گھر سے اپنے اپنے تعلقات کا ذکر کرتے ہوئے وہ بولی۔ ”جکت کی ماں نے میرے ساتھ جن صحت کا اظہار کیا تھا اسکی صحت مجھے

میرے گھر والوں سے نہیں ملی۔ جکت نے حرم پر دے دہاں آنے کے بعد بھی کبھی ہم سے دشمنی نہیں ہوئی۔ میرا شوہر مجھ پر ظلم کرتا جب وہ داخلہ کرتے، اس کی وجہ سے میرے شوہر کو اس پر

غصہ تھا۔ میرا شوہر اس حد تک جس مزاح تھا کہ مجھے میرے دیووں کے ساتھ بھی گھر میں اکیلا نہیں رہنے دیتا تھا۔ میرے گھر میں شرابی دوست جھانپتے تھے۔ اُن کی کچھ بری نظر تھی۔ اس کی میں جب شکایت کرتی، وہ مجھے جانوروں کی طرح مارا۔ گردی رکھے گئے مکان اور کھیت چھڑانے کی خاطر میری صحت کا سودا کرتے ہوئے بھی میرا شوہر نہیں بچھڑایا۔ وہ اور اُس کی چاہی مجھے برباد

کرنے پر تیار ہو گئے۔ تب مجھے گھر چھوڑنا پڑا۔“

”مگر بھرات کی رات کو تمہارے دیوہ کا قتل جکت ٹھک ہی نے کیا تھا؟“ سرکاری دیکھنے والے

سوال کیا تو دیوہ نے چپکے سے کھانوں ہو گئے۔ پھر گھر سانس لے کر بولی۔

”فکس۔“ وہ قتل میرے شوہر کے ہاتھوں ہوا تھا۔“



جڑیاں تھکنکناہیں۔۔۔۔۔ سب چونک گئے۔ ماں غمی کا دل دھڑکنے لگا۔ تین ماہ سے بیٹے کی حضورت دیکھنے کے لئے رستی ہوئی آٹھوں میں ایک آنٹی بخت کیے قد برسوں سے چلتا ہوا کتھرہ سے من واصل ہوا۔ ماں کو دیکھ کر اُس کے لب مسکرائے۔ ملیں جیسے نکلیں۔ باں بی تو پ نہ گئیں۔ اُن کے لب ہنسیکا نے اور انھیں بر سے نکلیں۔ بخت نے سر بالا کر اشارہ کیا۔

”باں! اوپر دیکھو، سب چمکا گیا ہے۔“

جملہ عیث، ولیک اور دوسرے لوگوں کی فتنہ پر محسوس کرتے ہوئے ماں می نے سر جھکا لیا۔  
 "یہ لوگ اس کے جگر سے کلے کے کچی بھر کر دیکھتے بھی نہیں دیتے۔" ماں کی نال رو رو ہاتھا۔  
 جملہ عیث نے فیصلہ کے کاغذات میز پر پھیلانے۔ سب لوگ ہرمن گوش ہو گئے۔ ..... ماں می  
 بیگلی اکھوں سے بار بار جھٹکی کی جانب دیکھ کر ہی تھی۔ چدن نے دھڑکنے والے سے جملہ عیث کیا  
 چڑھ رہے ہیں ہے جھٹکی کی کوشش کی تھی۔ میری سہیلی کی بیٹی جیسے ماہر کی بات تھی کیونکہ وہ انگریزی زبان  
 میں فیصلہ دے سکتی تھیں۔ "میراں میں سہیلی کی، دیکھا کہ ماں می اتنا بار۔" سننے والے چپکے گئے۔  
 قانونی چیزیں کیاں شروع ہونے پر وہ ہر اس طرح بیٹھ جاتے۔

کرسچن ڈاکٹر گرو سے ٹھہرے جوئے ابدال میں فیملے کا ایک ایک لفظ نہ رہے تھے مگر وہ بھی اعزاز نہیں کر سکتے کہ آخر میں جھڑپے اپنے طور پر کرنا فیصلہ دیں گے؟ ایک کے بعد ایک درجہ آگے جا رہا تھا۔ برو کی گواہی کا جب ذکر آیا تو موہن ٹھکے رو گیا۔ مگر جھڑپے نے اس کی گواہی کو زیادہ اہمیت نہ دینے کے متعلق کہا، چنانچہ اسے اطمینان ہو گیا۔ برو کی گواہی کے مطابق فیملے کا کل موہن نے کیا ہے یہ بات ان میں خفیہ جا چکی۔ گواہ کے کہنے کے شوہر سے تعلقات اب بگڑ چکے ہیں یہ صورت حال عدالت کے درجہ میں جا چکی۔ یہ فیملے کا کل تین سال پہلے ہوا تھا پھر برو نے اب تک اس بات کو پوشیدہ کیوں رکھا؟ اس سوال کا اس کے پاس کوئی جواب نہیں۔

سنہا کی گواہی کی تہذیب کرنے کے بعد انہوں نے یہ خیال بھی خاہر کیا کہ ممکن ہے ایک وقت میں مختلف رانکوں سے مل کے گئے ہوں۔ لیکن اس کے لئے بھی جگا ذمہ دار ہے۔ یہ کہہ کر نے والوں کے ساتھ آئے عداوت تھی۔ فیصلے کا آخری صلہ آ گیا۔ تب عدالت میں حاضر ہوا گیا۔ ججسٹریٹ نے گہرا سانس لے کر ہڈا سنوار دیا۔

”جنت نگہ جگہ کے جرائم خلیفہ کا ہیں۔ اسے شک کا کا فائدہ دے کر ہر کار کا منہ نہیں لٹاؤں میں ایسے مجرموں کے لئے سزا کی گنجائش ہے۔ ایک ساتھ اس لئے کہ اور اڑنے کے ڈالنے والے کے لئے موت یا عمر قید کی سزا دینی چاہئے مگر۔۔۔“ مجسمہ عدالت میں ہر مذکر کے۔۔۔ نئے دلوں کے دل میں حق آگئے۔“ ہر سب ہوئے کے باوجود ثبوت مکمل نہ ہوں تو انصاف کا کافی مشکل ہو جاتا ہے۔“ پھر جیو گاہیاں دی گئی ہیں ان کو کورسہ دیکھتے ہوئے تھیل کوئی کا لم 302 کی رو سے ہر جرم جنت نگہ عرفہ جاسوں کے گناہ کو شہادت کے قریب کر دیتا ہے اور انہیں جاسوں کے جرم میں ہر جرم کے کا پانچ سال کے سبب سے کل میں سزا خلیفہ کا سزا کا حکم کرتا ہوں۔“

عدالت کا ہال کانپ آٹھا۔ "اوہ۔۔۔۔۔ اوہ۔۔۔۔۔" کی آوازیں ابھریں۔ ماں جی جی مار کر چدن سے لپٹ گئیں۔ بھوساں کے شانے پر سر رکھ کر بلک بلک کر رونے لگی۔ دوات پر سے قلم اٹھا کر

جسٹریٹ نے فیصلے کے کاغذات پر دستخط کرنے کے بعد دروازے کھول دیے۔ یہ دیکھ کر چند دن کا دل بیٹھنے لگا۔ جسٹریٹ نے مجرم کی جانب دیکھا۔ سزا سن کر جگت کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا جو آہستہ آہستہ اصلی حالت پر لوٹ آیا۔ پھر وہ جسٹریٹ کی جانب دیکھ کر بڑی نفرت انداز میں مسکرایا۔ کٹہرے سے اُس کا ہاتھ بلند ہوا۔ تب سب نے سمجھا کہ وہ جسٹریٹ کو سلام کرے گا۔ مگر وہ اپنی پہلی سوچ کے کنارے کو مل دیتے ہوئے دانت چیں کر جسٹریٹ کو گھورنے لگا۔ کڑبین ڈاکٹر جلدی سے کھڑے ہو گئے اور جگت کے وکیل کو لے کر مجرم کے کٹہرے کے پاس گئے۔

”افسوس جگت! ہمارا اندازہ جھوٹا ثابت ہوا۔“ وہ بھرائے ہوئے لہجے میں کہہ رہے تھے۔ ”مگر تم ہمت نہ ہارنا۔ ہم ہائی کورٹ میں اپیل دائر کریں گے۔“

جگت چپکے چپکے انداز میں مسکرایا، مگر کچھ بولا نہیں۔ دلاور خان تیز قدموں سے چلتا ہوا وہاں پہنچ گیا۔ باہر عدالت کے میدان میں شور مچ گیا تھا لہذا اُسے فکر ہو رہی تھی۔ جگت لکڑی کے کٹہرے سے باہر آ کر مسلح سپاہیوں کے درمیان چلتا ہوا وہاں سے باہر جا رہا تھا۔ یہ دیکھ کر ماں جی بے تاب ہو کر کھڑی ہو گئیں اور ہاتھ پھیلا کر رولی ہوئی اُس کی جانب بھینسیں۔ کڑبین ڈاکٹر اور چند دن نے انہیں بازوؤں سے تمام لیا تب وہ زمین پر گر پڑیں۔ موہن سنگھ کے علاوہ سب کی آنکھیں ماں کی تڑپ دیکھ کر بھیگ گئیں۔

دوسرے دن ماہور کی جیل کا دیو بیکل دروازہ کھلا، بیڑیوں سے جکڑے ہوئے جگت ڈاکو کو دیکھنے کے لئے جیل کے لوگ اکٹھے ہو گئے تھے۔ دروازہ بند ہو گیا۔ تب سب کو یقین تھا کہ بیس سال سے پہلے جگت یہ دروازہ کھلا نہیں دیکھ سکے گا۔

جگت کو پتہ نہیں تھا کہ کچھ دن پیشتر کٹہرے کے قتل کے مجرم کو درجنش کو پھانسی کی سزا سنائی جیل میں رکھا گیا ہے۔

”جگت سنگھ جگا“ کی یہ بھی داستان  
ابھی جاری ہے، یقینہ واقعات کے لئے  
جلد دوم کا مطالعہ کریں.....

دوستوں کو جلت سنگھ جگا کی دوستی پہ ناز تھا  
اور ویر واس کے پیار پہ قربان تھی !

# جگت سنگھ جگا

شمیم نوید

②

اشکات :-

مکتبہ القریش © سرکسر روڈ  
اردو بازار، لاہور۔ ۲۔ فون: ۷۶۶۸۹۵۸

بیس سال..... مجسٹریٹ کے یہ الفاظ چندن کو کراہنے لگے۔ فیصلہ سنے دو دن بیت گئے تھے پھر بھی اسے معلوم ہوتا جیسے کچھ لمحات پہلے سنا ہو۔ عدالت ایک فرد کو سزا دیتی ہے مگر اس فرد کے ساتھ بندھے ہوئے دوسرے افراد کو بھی ایک یا دوسری طرح وہ سزا پہنچتی ہوتی ہے، اس کا کوئی خیال کرتا ہے؟ دو دن سے گھر میں چولہا نہیں جلا تھا۔ ماں جی کی آنکھوں سے آنسو خشک نہیں ہوئے۔ ہر بات میں سرد آہ بھر کر کہتی ہیں۔ ”بھگوان! اب تم مجھے کب تک زندہ رکھنا چاہتے ہو؟ ابھی مجھے کیا کیا دیکھنا باقی ہے؟“ جیسے جوان بنا مر گیا ہو اس طرح گاؤں کی عورتیں ماں جی کے پاس تعزیت کرنے آرہی تھیں۔ چندن کو درمجنہ لگتی۔ وہ سب اس کی جانب ہمدردانہ نظروں سے دیکھتی ہیں۔ وہ نظریں جیسے اس سے کہہ رہی ہیں۔ ”بھن! تیری زندگی خراب ہو گئی۔ تیرا جو بن ویران ہو گیا۔ خالی گود اب بھی نہیں بھرے گی۔ بیس سال کے بعد تم ماں پیٹنے کے قابل نہیں رہو گی۔“

دن کو آنسو پی کر چندن رات کی خاموشی میں کھلے دل سے رو دیتی۔ کبھی مکان کے باہر نظر میں جمائے ٹھنڈوں کھڑی رہتی۔ کھڑکی کی سلاخیں اسے جیل کی یاد دلاتی تھیں۔ اس نے کبھی جیل دیکھی نہیں تھی پھر بھی سنی ہوئی باتوں کے اندازے پر جیل اس کی نظروں کے سامنے آ جاتی۔ سیاہ پتھر کی بلند دیواریں، بڑے بڑے دیوہیکل دروازے، چھوٹی کوشٹیاں، لوہے کی سلاخوں کے دروازے، اندر بند کیا ہوا قیدی لوہے کی زنجیروں میں جکڑا ہوا، بندھے ہوئے ہاتھوں سے سلاخیں تھامے کھڑا ہوگا۔ جیل کے خبرا دینے والے اندھیرے میں گھروالوں کو یاد کر رہا ہوگا۔ مگر نہیں..... کہتے ہیں جیل میں سخت مزدوری کرائی جاتی ہے۔ سارا دن چکی چیں کر، پتھر توڑ کر تھکا ہوا شخص کسی کی یاد میں کس طرح جاگ سکتا ہے؟.....

سردی میں بھی چندن کی پیشانی پر پینے کی پوندیں تیرنے لگیں۔ کھڑکی کی سلاخوں میں سے اس نے اپنا سر اٹھا کر آسمان کی جانب دیکھا، بے شمار ستارے لرزتے ہوئے نظر آئے۔ چندن محسوس کرنے لگی جیسے آسمان ایک بڑی جیل ہے اور ستارے اس میں بند کئے ہوئے قیدی۔ چاند



ان سب کی جو یکداری کہتا ہوا آسمان میں بکھر رہا ہے۔ بے چارے ستاروں نے وہ سخت مزدوری کر رہا ہے۔ ذرا ایک تار کا اور چند لرزگی تو سنا سنا کر آیا، پھر جاک بچ گیا۔ آسمان کی تیل والوں نے اسے پھانسی دی ہوگی۔ چندین بے خیال برداشت نہیں کر سکیں گے۔ گھبرا کر اس نے کھڑکی بند کر دی۔ سرتاپا دار اور کھڑکے کر لیت گئی۔ کچھ اس کے کانوں میں کسی کے بکڑے ہوئے الفاظ سنائی دیئے۔ سوہن سنگھ کی جھگڑاواچی چھت پر کھڑکی بند آواز میں کسی سے کہہ رہی تھی۔ "ہائی کورٹ میں جانے سے اس کی سزا کم ہو جائے یہ کس نے کہا؟ ہمارے گاؤں میں ایک آدمی سزا کم کرانے کی لالچ میں ہائی کورٹ میں گیا، وہ بیچارہ مارا گیا۔ سزا بڑھ گئی اور پھانسی پر چڑھ گیا۔" ایسے زہریلے الفاظ چندین کے دل میں زخم کھینچ گئے۔ اس نے اپنی دونوں ہتھیلیاں اٹوں پر دبا لیں۔ مگر اس وقت اس کے ذہن سے وہ الفاظ اٹھوڑنے کی طرح ٹکرا رہے تھے۔ کان دبانے سے کیا فرق پڑتا ہے؟ اسے سب برداشت کرنا پڑے گا ورنہ بیس سال بعد کھڑک آدمی چھوٹ کر جب واپس لوٹے گا تب تک کھڑکے افراد ذرا اٹھیں ہی چکے ہوں گے۔ جس کھڑکے کا پانے کی خاطر وہ اپنے آپ پولیس کے سپرد ہوئے اور سزا بھگت رہے ہیں وہ کھڑکے جیسا بن جائے گا۔ اس صورت میں اسے کیسے کیسے بچے گا؟..... کرکین ڈاکٹر فیصلے کن کھڑکے آئے تھے۔ تب باں جی سے انہوں نے کہا تھا۔

"جگت کی باں! تیرا سب بھگوان برا امتحان کر دے۔ سب اس پر چھوڑ دو۔ اس کی سزا کم کرانے کے لئے تم جو کچھ ہو سکتا ہے کریں گے۔ انسان جرم کرے تو اس پر بدلہ ملتا جائے۔ یہاں کی عدالت میں نہیں تو آسمان کی عدالت میں بدلہ ضرور ملتا ہے۔" پھر جاتے ہوئے انہوں نے کہا۔ "جگت سنگھ جب رہا ہو کر آئے گا تو اس کے سامنے جرم واصل ہو چکے ہوں گے۔ وہ ایک سخت مند انسان بن کر کھڑکے گا۔ کیا یہ کم حسرت کی بات ہے؟"

"یہ سن کر باں اپنی بڑا اٹھیں۔" مگر یہ کہنے کے لئے میں زندہ نہیں رہوں گی ڈاکٹر صاحبہ!" "نہیں نہیں مایا کو....." کرکین ڈاکٹر اپنی جھڑیوں دار ہتھیلیاں باں جی کے سر پر رکھتے ہوئے بولنا۔ "یہ بھی بھگوان کے ہاتھ کی بات ہے۔ انسان نہیں، بلکہ امتحان مضبوط ہے۔" کچ جب بیدار ہوئی تو چندن کو کراہت سمجھا ہوا تھا کراہی میں اسے معلوم پھر کر خوش ہوئے گی۔

رات کو تیل جیسا دکھائی دینے والا آسمان صبح میں نظر آنے لگا۔ طوطے جوتے ہوئے سورج کی ستیری کرکین ایسے کہہ رہی تھیں کہ انسان نہیں، یقین مضبوط ہے۔ جسم کی سستی اور دل کی مایوسی جھٹک کر وہ بچنے لگی۔

نئی کے سنگے میں گولا گھومنے کی آواز سن کر باں جی چونک گئیں۔ مگر خاموشی سے ہنس میں پڑی رہیں۔ کچھ دیر بعد باور پئی خانے میں ہر کون کھٹے گئے۔ چوہا چلا اٹھا تو ایلے کے ڈھویر کی بدولت آنے لگی۔ آج کچھ بند کھٹے لینے ہوئے ہیں باں جی سورج دیکھیں۔ "ایک کھڑک میں زندگی کہاں سے آگئی؟" اسی لمحے چندن کو چیلنے لے کر آگئی۔ "باں جی! اٹھئے۔ رات پل بچتے۔" چندن کی آواز میں انوکھی بات تھی۔ باں جی انکار نہیں کر سکیں۔

شانے تمام کر چندن کے باں جی کو بٹھایا اور جلدی سے پانی کا ٹوکا اور پڑی سی پلٹ لائی۔ "بچے! جڑ صاف کر لیجئے۔" جیسے باں جی کو پیار سے ڈانٹ رہی ہو، اس طرح چندن کہہ رہی تھی۔ باں جی مگر..... مگر کتنی دیریں مگر چندین نے زبردستی انہیں راب پلا دی۔ سوہن سنگھ کو کسی کا پیالہ دھرا کر اسی طرح لے گیا۔ "میں پراٹھے بنا لائی ہوں۔ بغیر کھانے آپ باہر نہیں جائیں گے۔"

گردوارے سے واپس لوٹ کر چندن نے ساس سر کر ناشتہ کرایا، تب باں جی بول اٹھیں۔ "بھو بیٹی! تم بھی ساتھ کھاؤ!" "میں باں جی! میرے لئے الگ ناشتہ بنا ہے۔"

سوہن سنگھ اور باں جی ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ بہو کی حرکت انہیں آج برسرِ اُردو نظر آنے لگی۔ مگر پچھاری بہو کا دل بڑھ گئے اس نے وہ کچھ بولے نہیں۔ چندن ناشتہ کرنے بیٹھی جب باں جی باور پئی خانے میں جا کر دیکھنے کا جتنس روک نہیں سکیں۔ بہو کی قہالی میں دو پراٹھے، پیاز کے دو ٹکڑے اور ٹھوڑا سا نمک دیکھ کر وہ پھٹا گئیں۔ "چندن! اجیری اور دال کھانے کی پکائی تھی جو اس طرح زور کے پراٹھے کھانے کی ہے؟" پھر ڈانٹ کر بولیں۔ "اور کسی سبزی بنائی ہے۔ پراٹھے پر کھن لگانا بھول گئی کیا؟"

جیسے چوری پکڑی گئی ہو اس طرح چندن نے گردن بھجائی۔ مگر خاموش رہنا مناسب نہیں تھا۔ "باں جی! اجیری اور دال بہت ہے۔" کھن بگھا ہے۔ "چندن نے کہا۔

"پھر.....؟" باں جی نے تعجب کیجے کچھ کہا۔ "آپ ناراض نہ ہوں!" چندن دھمکے کچھ میں بولی۔ "آج سے میری سبزی خوراک رہے گی۔"

"مگر کیوں؟" "باں جی نے بلند لہجے میں پوچھا۔ "ہم یوں زموں کو اچھا کھا کر تم زو کھا کھانا چاہتی ہو تو یہ نہیں چلے گا۔ تمکھیں؟ باں ایک ادھ چڑی منت لینے کی ممانعت نہیں ہے۔" چندن زو کھا پر اٹھا چوٹی بولی۔ "اس میں منت کی بات نہیں باں جی! تیل میں آپ کے بچے کو ایسا کھانا کھانا ہے۔"

اب باں جی کو خیال آیا کہ اپنی خوراک الگ پکانے کا چندن نے کیوں کہا تھا۔ پانی کے گھونٹ سے ناولد طاق میں آنداری ہوئی چندن سے انہوں نے پوچھا۔ "جس میں کس نے کہا تیل میں ایسا کھانا کھانا ہے؟"

"میں پوچھ آئی ہوں۔" چندن نے سر جھکا کر کہا۔ باں جی دیوار کا سہارا لے کر بیٹھ گئیں۔ "کس سے پوچھ کر آئی ہو؟" "گردوارے سے واپس لوٹنے ہوئے سیکڑے چاچی کے گھر کی تھی۔" "سیکڑے مگر اسے کیا خبر؟" "ان کا بیٹا چھو سات سال کی تیل کلا کر آیا ہے۔ تیل والے روٹی اور پیاز کے دو ٹکڑے

یہ سن نرجاتِ حیرت زدہ رہ گیا۔ برابر والی کونفریں میں گرو بخش بند ہے؟ ذخیر کو جگت کی طرف دیکھنے کی فرصت نہیں تھی۔ یہ اچھا نکلا۔ ورنہ ایک دوسرے کی جات پہچانے والے فخرناک قیدیوں و زائرین میں رکھنے کا خطرہ وہ کبھی مولیٰ نہ لیتا۔ جگت کو اب خیال آیا کہ اس کا نام سن کر برابر والا کیوں

بابر کے دروازے کا کالا کھڑکا۔ کھانا دینے والا میٹ بھل میں روٹی کا ڈوب دیا ہے اس لئے کھڑا تھا۔ شہزی نے تار کھنوا۔ بزرگ فخری کے باہر کھلا چوک جیسا حصہ ہوتا ہے جس کے اوپر مضبوط سلاخوں کی جھست ہوتی ہے۔ جو یہیں گھنٹے بند کی کوئچ و شام و دھا آ جا کھنڈ اس چوک میں چلنے کی

کر کے ناک پر بے لگجی جٹانے کی کوشش کی مگر کامیابی نہیں ہوئی۔ اس طرح کی حرکت کرنے سے ذودھ کی دھواں اس کے زخماں پر پڑے گی۔ جگت کچھ بھینسی اُس کی سوچ بچک گئی۔ دماغی تو اس نے ہم بچنے سے پہلے ہی صاف کرادی تھی۔

آدھا چال ڈودھ اُس کے پیٹ میں گیا ہوگا کہ گردِ دھن بری طرح مشتعل ہو گیا۔ اُس نے ہاتھ بڑوں کا ایک ساتھ ڈور لگا کر ڈاکٹر کو ذور دھکیل دیا۔ اُس کے دھکے سے ڈیڑھ میلے کے برابر بڑی ہوئی باپنی آلت پڑی۔ سارا ذودھ قرش پر پھیل گیا۔ گردِ دھن کے چہرے پر بڑھ مندانہ سکرابٹ دھس کر پڑی۔ ڈاکٹر نے جٹانے کا پینڈہ خٹک گیا۔

”جہان! اگر تم ہاتھ نہ کرو گے تو ہمیں ہاتھ بڑھ کر جھیں خرابا کر دینا پڑے گی۔“ ڈاکٹر نے سخت لہجے میں کہا۔

”اگر ایسی زبردستی کرو گے تو میں زبان داجوں میں کل کر مس جاؤں گا۔“ گردِ دھن نے جوابی دھکی دی۔ ڈاکٹر اور ڈیڑھ آترے ہوئے چہرے سے ایک دوسرے کی جانب دیکھنے لگے۔ اُن کی آنکھوں میں سوال تھا ”اب کیا کریں؟“

شام کے وقت جگت کو اُس کے تپلے سے ٹپلے کی خاطر ہار لگا گیا۔ سلاخوں کی چھت سے اُس نے آسمان پر پھیلی ہوئی شوق کی سرخی دیکھی جیسے آسمان پر بگالی رنگ ٹیغہ دو پایا ہو۔ دن میں دوبار اُسے آسمان دیکھنا صیب ہوتا تھا۔ شجرے میں بند شیر کی طرح وہ اس چھوٹے سے پارہ فٹ کے چمک میں ٹھٹھا ہوا نظر آتا تھا۔ برابر والی کوٹھڑی کا دروازہ کھلا اور جگت کے کان چمک گئے۔ سنتری دوسری کوٹھڑیاں کھولے گئے۔ اسی درمیان اُس نے دیکھے سبجے کہا۔

”گردِ دھن!“

”بڑا جگت۔“ اُس نے دیوار کے قریب آکر کہا۔

”یہ جھوک جڑاں کا کیا دار ہے؟“ جگت نے بے چینی سے گردِ دھن لہجے میں پوچھا۔ کچھ دیر تک جواب نہیں ملا۔ سنتری اب آخری کوٹھڑی کھول رہے تھے۔ جگت نے پھر سوال کیا۔ ”جلدی بتا دیا کیا دار ہے؟“

”جگت! یہ دار نہیں، ترکیب ہے۔ فرار ہونے کی ترکیب۔ تم خاموشی سے دیکھتے رہو! جہاں سے بھی آجائے گی۔“ گردِ دھن نے کہا۔ اُس نے سنتری کے قدموں کی آہٹ سنا لی۔ وی۔ ”جگت! اب کام کر جانے کا چھوڑ دے۔ یہ جھوک جڑاں۔“ جگت، گردِ دھن کو ڈانٹنے والے لہجے میں بولا۔

گردِ دھن بغیر تھکاب دے خاموشی سے چلنے لگا۔

گردِ دھن کی جڑاں نے جیل میں بائبل پڑا کر دی۔ چوری، لوٹ، خون جیسے جرائم کی سزا سمجھنے والے جیل کے قیدی انتھالی کی عبادت سے چلنے لگے۔ اندر ہی اندر سرگوشیاں ہونے لگیں۔ ”ناپنا دھن بند ہو اس طرح جھوک سے تڑپے، اس حالت میں ہم کو کھانا کس طرح بھاتا ہے؟ ایسا کہنے والوں کے جواب میں جھوک جگت کھینچتی تھی کرتے کرتے“ اسے جھاک کی سزا مل چکی ہے۔“ مینے دو مینے میں جھانکی جگ جانے گی۔ پھر اسے تھوڑے عرصے کے لئے کھانے پینے کی یہ لڑکائیوں کی عیادت کر رہا ہے؟“

میب ہو گیا تھا۔ دودن سے پرانے دوست پردہ ہی ہونے کے باوجود دودن میں سے کسی کو اس کا خیال نہیں آیا تھا۔ گردِ دھن کی صورت دیکھنے کی اسے خواہش ہوئی۔ گردہ کیوں جھوک جڑاں کر رہا ہے؟ اسے چھائی دینے کا دن مقرر ہو گیا ہے۔ یہ سب جاننا پڑے گا۔ اس کے باوجود جی کو یہ پتہ نہیں چلتا چاہئے کہ گردِ دھن سے اس کی گہری دوستی ہے۔ اب یہ کوٹھڑی چھوڑ کر اس سے دور بھی نہیں جاتا۔ کچھ دیر بعد داخل ہر سکون ہو گیا۔ لہذا جگت اپنی اور گردِ دھن کی کوٹھڑی کی دوسری طرف دوجا سے گنا کر کھڑا ہو گیا۔ اس طرح اس دیوار کو تھپتھپا جیسے جگن کی محبت میں اس کی جھٹکی کی ہوئی قربانی کی یاد دہا رہا ہو، ساتھ ہی جھٹکی کی زنجیر کھٹکنا لی۔ اُسے ذور دوسری جانب سے اسی طرح کا جواب ملا۔ جگت کی آنکھیں قرشی سے چمکے لگیں۔ اُس نے پھر دیوار پر ذور دہا ہاتھ مارا۔ پردوں سے جواب ملا۔ وہ اس طرح دیوار سے پیڑ لگا کر کھڑا ہو گیا جیسے لمبے عرصے کے بعد اپنے پیارے دوست سے مل رہا ہو۔ پندرست انداز میں اُس کا دل دھڑکنے لگا۔ شام کو تپل پر سنڈنٹ میگلین صاحب آئے۔ انہوں نے گردِ دھن کو بہت سمجھایا۔ سیاسی قیدی کی حیثیت سے انتظام کے مطالبے کے لئے درخواست کیلئے کی تجویز بتائی۔ چار چار دن میں اوپر سے جواب آئے، اسی صورت میں ممکن حد تک چھوٹ چھٹا دینے کی تیاری بتائی۔ مگر گردِ دھن اپنی بند پر اُٹھ رہا۔ اسے درخواست نہیں لکھنا چاہتا۔ تم کو دے ہمارے دھکے میں آگ میں بیٹھے ہمارے جہاں سے سامنے نہیں جھکاؤ گا۔ جب تک میرا معاملہ منکدر نہیں ہوگا اُس وقت تک جھوک جڑاں جا رہے گی۔

سر سنڈنٹ صاحب سر جھٹکے ہوئے چلے گئے۔ جیل کا معمولی قیدی مگر اسطراز ایک کا جھتھار اٹھالے تو جیل والے بولا جاتے ہیں جبکہ دو تو انتھالی قیدی تھا۔ چھوڑ بھی چھائی والا۔ سو پر صاحب کی نیند حرام ہو گئی۔ انہوں نے دارنگ دے دی۔ ”پات باہر نہیں جانی چاہئے ورنہ اخبار والے رائی کا پرست کر دیں گے۔“ روٹی کے وقت جیل کا ڈاکٹر جیمس کے جھتھارے کر آئے۔ کچھ دیر کا پتھر کے ہاتھ میں ذودھ کی بوتل تھی۔ دوسرے ہاتھ میں جالی دار کنوڑی تھی۔ اُن کے ساتھ ڈیڑھ میلے اور ایک میٹ تھا۔ گردِ دھن کی کوٹھڑی کا دروازہ کھلا۔ اُسے باہر چمک میں لایا گیا۔ قرش پر اُسے لایا بیٹھانے کے سچے لک کے لئے بارڈانے کا جھپٹا کر کے لگایا۔ میٹ نے اُس سے پھر مقام لئے۔ گردِ دھن نے پیر اچھال کر اُسے ذور دھکیلنے کی کوشش کی مگر اُس کے دھڑوں ہاتھ جی بری طرح چٹڑے ہوئے تھے۔ جیل کے ڈاکٹر نے اپنا کھٹنا اُس کے ایک شانے پر رکھ کر اُسے دیا۔ گردِ دھن شوکر گئے۔

”نہیں نہیں۔۔۔ میں ایک قہرہ بھی مزہ نہیں جانتے ڈول گا۔“ یہ کہہ کر اُس نے دانت بند کر لئے۔ جگت اپنی کوٹھڑی کی سلاخیں تمام کر دھڑ سے تلے سے سر رہا تھا۔ وہ کچھ دیر نہیں سکا تھا۔ دھن کچھ کر سکا تھا۔ اُسے افسوس ہونے لگا کہ گردِ دھن نے دانت بند کر لئے مگر جیل کے ڈاکٹر کو اس سے ذرا تکلیف نہیں ہوئی۔ انہیں تو ناک کے سامنے خرابا کچھ پیٹ میں دوا نہ کرنا تھی۔ جالی دار کنوڑی کے ساتھ بڑی ہوئی گردِ دھن کی دوسرے کنارے پر دو حصوں میں غلی ہوئی تھی۔ گردِ دھن کے ناک پر انہیں جھاک کر اُس نے ڈیڑھ جھوک کہا۔ ”اب کنوڑی میں آجیکٹ ڈالنا شروع کریں۔“ اغڑے اور کسی کے رس اور ذودھ تلے میں بیٹھ گئے۔ ناک میں آجیکٹ کیا تو گردِ دھن بولا اٹھا۔ اُس نے ذور

”گر دہشت کی ہمدردی میں ہم بھی جھوٹ بڑا بل شرد و کر دیں۔“ اس پر اشارہ بھی ہوا، اس پر اختلاف بھی ہوا۔ سارا دن سخت محنت مزدوری کر رہے ہیں اور جھوٹے کس طرح رہ سکتے ہیں؟ آدھا گھنٹہ روٹی لیت ہو جائے اس صورت میں جھوٹ کے نام سے گالیوں کا طوفان چاٹنے والے جھوٹ بڑا بل کس طرح کر سکتے ہیں؟

سب سے بڑا ڈھنچا انہی کا۔ جیل کے قانون کے مطابق ہر تال کوئی معمولی جرم نہیں تھا۔ جن قیدیوں کے ایسے چال چلن سے ان کی سزا میں تھوڑی بہت راحت ملی ہو ان پر کس کا کٹناں لگ جاتا ہے۔ دو مہینے رشتہ داروں کا سزا دیکھنے اور ان سے دو باتیں کرنے کا راستہ بھی بند ہو جاتا ہے۔ نیلگر کی آنکھوں میں آ جاتے ہیں۔ اس صورت میں چوری جیسے بڑی یا دوسرے جیسے کی عادت ہونے پر پکڑے جاتے پر سخت سزا جیسے کی باری آ جاتی ہے۔ گر دہشت جیسے چھائی کے قیدیوں کو چاہے نقصان نہ ہو مگر جو جیل میں دن کی گڑبگڑ کے طبع کاٹ رہے تھے اور وہاں لوٹنے کی خواہش میں زندہ تھے ان کے لیے یہ ناقابل برداشت بات تھی جیسے راستہ چلتے ہوئے سائب کا ہاتھ میں پکڑ لیا جائے۔

اس طرح قیدیوں کی حقدہ جھوٹ بڑا بل کی بات ہوا میں دیکھ رہی تھی مگر اس سے ایک فائدہ ہوا۔ ایک ماہ میں جیل کی نفاذ میں سستی پھیلا دی۔ جیل افسران کی ہاک قیدیوں میں بغاوت کی بو باکر پھیلنے لگی۔ ”گر دہشت کی حقدہ کے سامنے کبھی فی اختیار کرنے میں ہمارا کیا بڑا ہے؟“ انہی دہشتیں دی جانے لگیں۔ اگر یہ سو پر صاحب کی نیند اور جھوٹ حرام ہو گئی تھی۔ کیونکہ اختیار ان کے پیچھے پر چکے تھے۔ ”ناہور جیل میں محبت دن گر دہشت پر تنقید ہو رہا ہے۔“ ”بڑا بھگوانے جیل پر شہنشاہ سلطنت کی حاکمیت۔“ انہی گریہی جیجی جیجی شام سو پر صاحب کے دل پر چڑھنے لگے تھے۔ اس کے باوجود گورنری اختیار کرنے کو راضی نہیں تھا۔ پولیس کمانڈر دیکھ کے قائل سے نرم ہوا۔ ”اگر دہشت کی حقدہ کے جواب میں اس نے چھائی کا دن جلدی مقرر کر دیا اور ہم سب نامہ شدہ کر دیے۔“ آج سے بارہویں دن اسے چھائی دی جائے۔

جیل کے ہر شہنشاہ صاحب سے اسے اس قسم سے مشکلات بڑھ گئیں ہم جان قیدی کو چھائی کس طرح دی جائے؟ ہمیں سے چھائی کے دن سے پہلے ہی گر دہشت کا مہم فوٹ جائے؟ اس صورت میں سخت آفت آ جائے۔ جیل کوڈ کا اصول ہے کہ جسے گلے میں دسی ڈال کر چھائی دی جانی ہو اسے کسی اور طرح سے نہیں مرنے جانی۔ اسے تو اس پر خاموش قیدی ہی جاتی ہے۔ چھائی کا قیدی تو بدلی یا غیر قدرتی موت سے پیسے مر جائے اس صورت میں قانون کا شکار نہیں جاتا۔ دو سال سبیلے کس کے جرم میں چھائی کی سزا مانتے ہوئے ایک قیدی نے نہ جانے کس طرح رشتی کا انتقام کر لیا۔ دو جیل میں ہی ٹنگ گیا تھا۔ مگر سو پر صاحب کے نصیب ایسے تھے کہ اس کی جان بچ گئی۔ سسٹری نے اسے دیکھ لیا۔ فوراً ہی اس کا مینڈیکل رٹرنٹ کیا گیا۔ اسے صحت یاب کرنے کے لئے نیلنگھن صاحب بھلا گئے تھے جیسے وہ اپنے گئے جیلے کو موت کے منہ سے جھٹکا چاہتے ہوں۔ ایک ہفتہ بعد اسے چھائی دے کر ان کی فریاد ادا کرنے والی روح نے حج کا فخر عطا کیا۔

جیل میں چھائی پر شہنشاہ صاحب کو گر دہشت کی گھڑ ساری تھی۔ بارہویں دن چھائی دینے کا حکم

ٹانے کے لئے دو تیر دھنوں سے چلا ہوا گر دہشت کی کوٹھڑی پر پہنچ گیا۔ پہرے پر موجود دو سسٹریوں نے فوراً در سلوٹ سے گر سو پر صاحب کا استقبال کیا۔ اپنی کوٹھڑی میں بچل بیٹے ہوئے جگت کے ہاتھ ڈک سے جھڑکی کی آہٹ سے اسے بڑے چل چلا گیا۔ بڑے صاحب آ رہے ہیں۔ گر دہشت کی کوٹھڑی کی جانب چھوٹے بڑے صاحب کی بار بار آمد ہو رہی تھی۔ دو لوگوں کی بات بچت اور چروں کے تاثرات سے حالات کا اندازہ لگا رہا تھا۔ آج ہر شہنشاہ صاحب کے ہاتھوں میں سرکاری کاغذات دیکھ کر اس کا تجسس بڑھ گیا۔ پھر ہر شہنشاہ صاحب نے اشارہ کیا۔ اسی لمحے ایک سسٹری نے اس کے ہاتھ گر دہشت کے کھل کا دروازہ کھول دیا۔ ہر شہنشاہ صاحب کے جوتے کی آہٹ چوک کے فرش پر ہوئی مگر کھل اوڑھے ہوئے ہوئے گر دہشت کے جسم میں کوئی حرکت نہیں ہوئی۔ ہر شہنشاہ نے آواز دی۔ ”قیدی نمبر سو اٹھادھن آڈر آ رہا گیا ہے۔“

مگر اس کی بات کا کوئی جواب نہیں ملا۔ جب اسے خوف محسوس ہوا۔ اشارہ کر کے اس نے سسٹری کی دروازہ کھولنے کا حکم دیا۔ سب میں داخل ہو کر ہر شہنشاہ صاحب سے گر دہشت کے چہرے پر سب کھل اُتار دیا۔ ”شکر ہے سانس چل رہی ہے۔“ ”دوبہ بڑا بڑا۔“ پشانی پر ہاتھ رکھا، وہ بری طرح جل رہی تھی۔ پانچ دن کی جھوٹ بڑا بل سے اس کے چہرے کی ہڈیاں نکل آئی تھیں۔ اسے ہلایا جلیا۔ جب وہ جلی آواز میں سرگراہ سو پر صاحب کہنے لگے۔

”تمہاری چھائی کا حکم آ چکا ہے۔ آج سے بارہویں دن۔۔۔ سمجھے؟ میں چڑھ کر مٹا ہوں۔“ مگر کوئی جواب نہیں ملا۔ ”بارہویں دن اس کی لاش کوئی چھائی دینی پڑے گی۔“ وہ بڑا بڑا ہوا بار نکل گیا۔ اسے پیچھے چلتے ہوئے جھوٹا اس نے حکم دیا۔ ”جاؤ جلدی سے ڈاکٹر میں کو ملاؤ۔“ ”جگت چوک گیا۔ ہر شہنشاہ صاحب کا چہرہ بتا رہا تھا کہ معاملہ کافی پیچیدہ ہے۔

”صاحب! اس کی حالت کسی ہے؟“ یہ الفاظ اس کے لبوں پر آ کر وہاں لوٹ گئے۔ اسے گر دہشت کی گھر سے اس بات کا سو پر صاحب کو بھی پتہ چلنا چاہئے تھا۔ اس نے دوسرے طریقے سے کہا۔ ”میں صاحب۔۔۔ پانچویں دن اٹھائی بجے خطا پڑ گیا۔ سالا چھائی سے ڈر گیا۔ لہذا میرے ہر تال کا فرما کرنے لگا۔“ سو پر کو اس کی بات سننے یا جواب دینے سے روکھی نہیں تھی۔ وہ دل ہی دل میں بڑا بڑا۔ ”چھائی کا سہے ڈر تھا تو پھر اس نے تاج کو رجم کی اپیل نہیں کی؟“ مگر قیدوں جانی۔ اس صورت میں زندہ تو رہتا۔ ڈاکٹر میں کو اس نے تاج زیادہ دیر نہیں کی۔ اسے دھوئی کرتے میں دیکھ کر سو پر سمجھ گیا کہ وہ پھر کی تیند پھوڑ کر دوا آ رہا ہے۔ دوسری صورت میں ڈاکٹر کا یہ دیکھی لباس سلطنت صاحب کو ٹھکرا۔ میں کے ”گڈ آفٹرن“ کے جواب میں سو پر کہا۔

”اچھا ہوا آپ نے کپڑے تبدیل کرنے میں وقت ضائع نہیں کیا۔“ پھر ہاتھ میں تھا سے ہوئے کاغذات دکھاتے ہوئے بولا۔ ”قیدی کو چھائی کا حکم بارہویں دن آ رہا تھا مگر۔“

ڈاکٹر میں زیادہ دیر سے بجائے سب میں داخل ہو گیا۔ جھوٹ کے ہاتھ سے بیگ تے کر اس میں سے اسٹینڈ ایکسٹیکٹنگ کر گڈلی سے سر میں کو دیکھنے لگا۔ گر دہشت کا حکم گرم ہو رہا تھا۔ سانس کی رفتار بڑھ رہی تھی۔ بیس کی رفتار کم ہو گئی۔ سو پر سے بیس نظر دے ڈاکٹر کی جانب دیکھ رہا تھا۔



کریجین چرچ کے بڑے پادری کا ستافرش خطا جعلی و متخلفوں کے ذریعے پایا۔ چرچ کی جانب سے جیل کے ہسپتال میں خدمت کی عرض سے ڈاکٹر دیکس بھیجی جاتی تھیں۔ سائنس پر عمل کرنے کا پتہ نام گروہنٹنک اس کے عمل میں کس طرح پہنچایا گیا یہ بات اب تک راز میں دی ہے مگر تیسرے دن گروہنٹنک نے منصوبے کے تحت ہجوک ہڑتال شروع کر دی۔ اس وقت سے سونا جیل کے ہسپتال میں اس کی آمد کی منتظر تھی۔ چار باچ دن سے اس کے کام کو کیے کر ڈاکٹر کریجین فرخ ہو گیا۔ "میں رات نام نرس سے زیادہ ڈاکٹر بننے کے لائق ہوں۔" مین نے کہا۔ سونا کو ڈر لگا کہ مین یہ ایجنٹر عمر ڈاکٹر اس سے محبت شروع نہ کر دے۔

○

مجھ میں نہ آنے والی ہے جتنی نے محبت کو گھیر لیا۔ گروہنٹنک سے متعلق معلوم کرنے کی غرض سے اس نے دوپہر سے شام تک مین چار بار مختلف طریقوں سے گفتگو کی۔ اسے گروہنٹنک سے رشتہ دینی تھی، مگر اس کی کہیں نہیں ہونے دیا جاتا تھا۔ "وہ انتہائی باجی بھی زندہ ہے؟" اس نے سٹری نے پنے چچا گروہنٹنک سے لاپرواہی سے کہا۔ "ہجوک ہڑتال پر آتے ہوئے قیدیوں کی میں کچھس ہول تک زندہ رہنے کی مثالیں موجود ہیں۔ تھو سوا اٹھاون کو آگئی پانچواں دن ہے۔" "دولی دینے کے لئے آئے ہوئے مین سے محبت نے طرے لیے تھے مین کہا۔" "اب تو پادری کو ایک قیدی کے لئے کم نکاتا چڑھا ہوا اس کی ہجوک ہڑتال کی وجہ سے۔" "جیل میں بیٹھا ہوا ڈاکٹر کسے عجیب خیالات رکھتا ہے یہ سوچ کر مین سسٹرا۔" "ارے بھائی! یہاں تو روز باچ دن بھر کی ہو کر آتے ہیں۔ ایک قیدی کی ہجوک ہڑتال سے کھانا کھیں ہو جاتا۔"

"مگر تہہ راز کیا خیال ہے ڈاکٹر وہ رہے گا؟" "جکت ہے پختے بغیر نہ پایا گیا۔ اے عجیب سا جواب ملا۔ "زندہ تھے دن رات رہے گا؟ پادری پانچواں دن اسے مرنے پانے کی پرچائی ہو جاتا تو زور کو کھینک لیتی۔" یہ سن کر جکت کا دل بھٹکا۔ "کھانے کی دولی اس نے ایک کونے میں رکھ دی۔ گروہنٹنک کا ایک جلا اندھری کوٹھری میں گونجے لگا۔ "یہ تو قرار ہونے کی تکیب ہے۔ تہہ راز سے بھی کام آئے گی۔" نہیں نہیں۔ گروہنٹنک اتم نے جلدی کر دی۔ مجھے اشارہ کرتے تو میں نہیں راستا جاتا۔ دوست اتم ایکلے جیل کے سخت انتظام سے کیسے گزارا ہو سکے۔؟

جیل کے برابر ہی ایک قبروں کے کنارہ تھے۔ ڈاکٹر کریجین ہمارے میں آرام کر رہی پر لینا ہوا تھا۔ مین ماریا اس کے ذہن سے ٹوٹ گئی ہو رہی تھی۔ پانچ دن کے ساتھ سے اس خوبصورت لڑکی کی تصویر نہیں سال سے خالی چڑے ہوئے دل پر نقش ہوئی تھی۔ اس پر محبت کی بات کرنے کو ڈاکٹر کا دل چاہنے لگا۔ "حسین ہونے کی باوجود غور نہ ہو، اللہ ظالمی امرت تک رہا ہو، مگر کریجین ہونے کی باوجود حرکات و ہندوستان ہونے کی وجہ سے ڈاکٹر کے دل میں اس سے کھر کر گیا تھا۔ ڈاکٹر کو رہا تھا۔ "شیلہ اس کی بہن دوستانی تھی اور وہ مین ہونے کے باعث کریجین بناتی تھی ہوگی۔" ڈاکٹر کا جیس بڑھ گیا۔ اس لڑکی کے ماں باپ کے متعلق معلومات حاصل کرنی چاہئیں۔ چرچ کے پادری سے مل کر اس کے متعلق اطلاعات فراہم کی جائیں۔ پھر۔ پھر۔ ماریا کے رشتے کی بات۔ ماریا کے متعلق خواب دیکھے ہوئے ڈاکٹر کریجین آرام کر رہی ہے سو چھٹے۔

صورت میں میری ضد جاری رہے گی۔" ڈاکٹر کے پاس اس کی بات کا جواب نہیں تھا۔ یہ اس کے بس سے باہر کی بات تھی۔ اسی لمحے سے کہ قہقہوں کی آہٹ سنائی دی۔ اس کے ہاتھ میں کاغذات نظر آ رہے تھے۔ گروہنٹنک کو ہوش میں دیکھ کر اسے اطمینان ہوا۔

"دولی۔۔۔ میں اپنا فریضہ پورا کرنے آیا ہوں۔" اس نے کہا۔ مگر گروہنٹنک کو اس کی پرواہ نہ تھی۔ سو پرے کاغذ پھیلا کر چھائی کا آواز رستا۔ ڈاکٹر کے چہرے پر تجلی کی چھا گئی۔ نرس کے پیروں سے گئے۔ اس کے دل کی دھڑکن بڑھ گئی۔ مگر اس نے چہرے پر لاپرواہی کا نقاب ڈالے رکھا۔ سو پرے سونا جکتا کر چھائی کاغذ سے مین قیدی کی قیدی رے گے، ہاتھ بڑھائے گا۔ کم از کم وہ ضرور مگرے گا۔ مگر اس کی بجائے گروہنٹنک کے لبوں پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔ جب سو پرے کو سخت دھچکا لگا۔ جب اللہ کی سات فح مجھے۔ رات کی ڈولی والی نرس کرے میں داخل ہوئی، تب ڈاکٹر سین سے سونا سے کہا۔ "ماریا! اتم اب جانتی ہو۔"

جکت نے ڈاکٹر! "کہہ کر ماریا نے قدم بڑھائے۔ جات وقت ایک نظر گروہنٹنک پر ڈالی۔ گروہنٹنک نے انھیں بند کر لیں اور سونا کے سینوں کی ڈور ہوتی ہوئی آواز سننے لگا۔ چھائی کی تیر سے سونا کے حصوں دل میں محسوس کے بعد سے کی روتی ہوئی آواز دو سینوں کی آہٹ میں محسوس کر رہا تھا۔ محبت انسان کو کسی بھی قربانیاں دینے کا عزم بخشتی ہے؟ چار سال پہلے سونا لاہور کے کاغذ میں انٹر سائنس کی طالبہ تھی۔ اس وقت اس نے جیلی بار گروہنٹنک کو دیکھا۔ ڈیلا سا، آؤ تھا تھا آکھوں میں سے پھٹی، آواز میں اور دہری محسوس۔ سونا نے دل میں گروہنٹنک سے کہا۔ "سوئی گروہنٹنک نے چہرے پر عزم جھٹکے لگا۔" مجھے اس کی پرواہ نہیں۔ میری ڈاکٹر بننے کی خواہش ہے۔ جب تک میں صبر کر چڑے گا۔" اس نے مضبوط لیے تھے کہا۔

چھ ماہ کے دوران ہی ایک چاک ایک نیا مڑا گیا۔ گروے کاغذ کا بند کر دیا۔ وہ انتہائی کی کوئی میں شامل ہو گیا۔ "سوئی! میری راز بدل گئی ہے۔ اب دل میں کی آزادی تک میں من کا انتظار کرنا چڑے گا۔"

چار سال بیت گئے۔ سونا میڈیکل کاغذ کے تیسرے سال میں پہنچ گئی۔ سرماہ دار باپ نے اسے ڈیپٹی سے لاہور تعلیم کی غرض سے بھیجا اور وہ پہل میں دھکی گئی۔ لہذا گروہنٹنک کی اغڑ و گراؤٹ سرگرمیوں میں ساتھ دینے لگی۔ انتہائی دبی ہوتے پانچ بار ہوتے ان کا علاج کرتی۔ اس کی وجہ سے دوسری رات لڑکیاں جس اسی خطرناک مین میں شامل ہو گئی تھیں مگر پہلے پختہ پختہ ہوئے۔ سونا نے گروہنٹنک کو قرار ہو گیا۔ تب اس نے محسوس کیا کہ اس کے پیار کے چہرے میں کچھ غم ہے۔ اس نے فیصلہ کر لیا کہ گروہنٹنک کوئی جانے والی چھائی دیکھنے کے لئے دو زندہ نہیں رہے گی۔ جب مرنے سے تو ایک بار آخری کوٹش کیوں نہ کر لی جائے؟ جس دن گروہنٹنک جیل میں داخل کیا گیا سونا بھی اسی دن ماریا این کرئیل کے ہسپتال میں داخل ہو گئی۔ کریجین نرس بننے کی غرض سے گروہنٹنک کے کن پندے لینے سا دوسری باتوں کو کاٹ دیا۔ مجھے مین کراس نہیں لیا۔ گروہنٹنک کے ساتھ میں نے لاہور کے

اُس نے اپنی حیرت جلدی سے سمیت کر سکر کر جواب دیا۔ ”گندارنگ ڈاکٹر!“ وہ پھولوں کے نیچے کو پتہ پر پہنچائی ہوئی بولی۔ ”آج جلدی آگئے ہیں؟“ ڈاکٹر کی نظریں سونپا کے راسے کا جائزہ لے رہی تھیں۔ اُس کے ہاتھ میں تھاے ہوئے پھول پر نظریں ٹھہر گئیں۔ نرم مکرہبت کے ساتھ کہہ دیا۔

”ہو! آج کچھ زیادہ خوش نظر آ رہی ہو۔ پھول لے آئیں۔“

”اوہ.....!“ سونپا نے پی نازی سے کہا۔ ”میں تو بھول گئی تھی۔ آپ کے لئے یہاں کے باغیچے سے تو کچھ لا رہی تھی۔“ یہ کہہ کر اُس نے پھولوں والا ہاتھ بڑھایا۔

ڈاکٹر نے مسکرت نگاہوں سے سونپا کی سرسبز آنکھیں دیکھتے ہوئے پھولوں کا چمکھ لے لیا۔ شباب کی تازگی اور چرخہ بھرے کس سے ڈاکٹر کی لبوں کا خطہ خون تیزی سے گردش کرنے لگا۔ سونپا نے خفت سے ہاتھ نیچ کر نظریں جھکا لیں۔ ڈاکٹر کو اس حرکت میں کنواری شرم کھائی رہی۔ اُس نے بھی سانس لے کر پھولوں کو سونپا۔ ”آپ..... کبھی بھی خوش ہوئے۔“ جیسے تیزا دل سوگڑا ہوا رہا، ایسا محسوس ہو رہا ہے۔ ”وہ کسی انداز کی شاعری طرح بیڑا لیا۔ سونپا نے ہنسنے کے لئے رست واچ کی طرف دیکھا۔

”مجاہد! میں جاری ہوں۔ وقت ہو گیا۔ مس گارانی کو قاریخ کروں۔“ اور وہ تیزی سے اندر جانے لگی۔

”ڈونٹ بی فائل مار!“ اُس کے کانوں سے ڈاکٹر کا جملہ گرجا۔ ”نہیں، میں کہہ چکے۔“ ڈاکٹر کی بات کوئی اثر نہ کرتی ہوئی وہ جلدی سے غائب ہوئی۔ گرد و پیش کے کمرے کا دروازہ ادھ کھلا تھا۔ باہر بیٹھے ہوئے سپر مار جانا لے رہے تھے۔ سونپا کو دیکھ کر ان کی آنکھوں کی چمک تیز ہوئی۔ فراک پہنے ہوئے لڑکی کے ڈھلے جوئے بیروں کی گول اور مسین پڑ لیاں دیکھتے ہوئے دونوں نے ایک دوسرے کی جانب دیکھا۔ سونپا سرسری بولی اندر چلی گئی۔

گرد و پیش کے بیٹے کے ہاتھ ڈور دیوار کے سہارے ستول پر پھینچی ہوئی مس گارانی نے سونپا کے قدموں کی آہٹیں سن کر سر اٹھایا۔ ”اوہ.....!“ کتاب بند کر لی۔ سونپا کو کھڑکی ہو گئی۔ سونپا کی بے چین گردش پر ہم گیم گارو فرار ای گارانی کے خیال سے وہ ہوشیار ہو گئی۔

”کریٹش کیسا ہے؟“ اُس نے عام انداز میں پوچھا۔ ”دراہمی حقیقت نہیں دی۔ ساری رات سو رہا ہے۔“ یہ کہہ کر گارانی نے کتاب دکھائی۔ ”لہذا یہ جاسوسی کہانی پڑھ کر وقت پاس کر رہی تھی۔ بدشاہن کی قید میں پھنسا ہوا جاسوس فرار کے لئے چلان بنا رہا تھا۔ یہ پڑھ رہی تھی کہ تم آنکھیں۔“ کتاب کو پھیل میں دبا لیا ہوئی وہ بولی۔ ”اب کھر ج کر پڑھوں گی تب قلمی ہوگی۔“ دیکھیں جاسوس کس طرح فرار ہوتے ہیں؟“ یہ سن کر سونپا کا چہرہ اتر گیا۔

”اچھی بات ہے پڑھ کر کل بتانا کہہ کر میں کیا ہوا؟“ اُس نے ایسے ہی کہا۔

”نہیں، جیسی.....! جاسوسی کہانی کا انجام کبہ دینا چاہئیں۔“ نہیں دیکھی ہو تو کل کتاب لاؤں گی۔ تم پڑھ لیتا۔“

”رے باپو.....“ سونپا خوفزدہ انداز میں بولی۔ ”مجھے ایسی کہانیاں پڑھتے ہوئے خوف

پہل سے نہیں مل کے قاصطے پر لاہور کی کبھی آبادی والی گلی میں چار منزلہ ایک بلڈنگ کمرے میں بیٹھ کے اُنہاں نے اُنکھوں کی بینک بوری تھی۔ سونپا کی رپورٹ سن کر سب چہروں پر اُنکا اُنکا کھیل گیا۔ گرد و پیش کا سب سے قریبی ساٹھی بڑا بول اُٹھا۔

”کچھ کی یادوں باتیں ہیں۔“ ہم اُسے چاروں میں فرار کر رہی ہیں۔ کیوں نہیں؟“

”جی ہاں۔“ آج چھپہ ہے۔ سام آگم کے بعد آسمان کا اندھیرا ثابت ہوگا۔“

”مگر سونپا کی حالت ڈیوٹی اتوار کو ہوگی۔“ گویا نے یاد دلایا۔ ”اتوار کی صبح کمرے جنوں جرح جانا ہوتا ہے۔ لہذا اندیشہ نہ کرو۔“

”یہ اچھا ہے۔“ ایک ساتھ دو دھماکے کر پڑے۔ ”مجاہد! سب سے پہلے میں بولا۔“ مجھے اطلاع ملی ہے کہ کوئی کمرے کے وقت گرد و زخم میں دہلی چائیں گے۔“

سب کی آنکھیں جوش سے چمکنے لگیں۔ ”مہرا نے چلان سمجھایا۔“ گرد و پیش کو ایک اور دوپہے درمیان ہسپتال سے فرار کر رہا ہے۔ لہذا اور دیکھیں۔“ چار منٹ ڈاکٹر کی بیڑا لیا ہے۔ وہاں گورنر کی فرین کو آت دیتا ہے۔“

”دو چار گھنٹوں کے لئے سب کے سانس تک گئے۔“ مہرا بولا۔ ”سونپا! کل صبح گرد و پیش کو چلان دینا۔“ چاروں میں اُسے کھانی کر طاقت جمع کرنی ہوگی۔ اتوار کو رات ایک بجے۔“

”اُسی لمحے ہوا کا جھونکا کمرے میں داخل ہو گیا اور میں سمجھ گئی۔ اس عجیب اندھیرے نے سب خاموش کر دیا۔ سونپا کا دل دھڑکنے لگا۔ کیا وہ کسی ایک چمک انجم کا اشارہ تھا۔؟

تیز قدموں سے چلتی ہوئی سونپا ہسپتال کے کیمٹ میں داخل ہوئی۔ پوچھ کر اب اُسے کچھ نہ تھا۔ لہذا پاس دکھانے کی ضرورت نہیں تھی۔ شب بیداری اور تپ کے باعث صبحی ہوئی آنکھیں گرد و پیش کا پڑنے والے کے لئے ترس رہی تھیں۔ یہی وجہ تھی کہ وہ سات کی ڈیوٹی ہونے کے باوجود پوسٹ سات بجے آئی تھی۔

بلند دیوار والے بے کیمٹ میں داخلے کے بعد ان والا میدان آ۔ میدان کے درمیان گول چھوٹا سا باغ تھا۔ قیدیوں کے آگائے ہوئے پھولوں کی نرم پتیوں پر اُنکی چشم کے اندر سے جھلک رہے تھے۔ یہی بات دیکھ کر سونپا کے پھولوں کو جو جتنے دیکھ کر وہ رنگ گئی۔ جبکہ گارن نے مگر سب کے پھولوں کا ایک جملہ بازی خاں مگر کے کی تازہ کنواری

خوشبو اپنے سانس میں سونپا کی ہونے والی آہٹ سے بڑھنے لگی۔ برسوں کی عادت کے مطابق اُس کا ہاتھ موگر کے پھولوں کو بالوں میں لہرانے کے لئے بڑھا کر اُنکھیاں کھلی ہوئی لٹوں کو چھو گئیں۔ اس وقت دل کو دھچکا ماسوس ہوا۔ وہ سونپا کی جگہ بار بار نہیں ہے۔ یہ حقیقت وہ لمحہ کر کے لئے بھول گئی تھی۔ اب اُسے خیال آیا کہ اندر جلدی چمک جانے میں اُس کی جلد بازی خاں ہو جائے گی۔ اُس نے

جلدی سے رست داچ کے گانے کو پندرہ منٹ آگے بڑھا دیا۔ دوسرا دروازہ دے کر کہ وہ ہسپتال کی سڑکیاں سے گزرتے ہوئے۔ اُسے لے ڈاکٹر کی استقبال آواز سنائی دی۔ ”گندارنگ! مارے.....!“

اور مارا سنا نے میں آگئی۔ روز تھ بیجے آئے والا ڈاکٹر سین آج جلدی آ گیا تھا اور کس مارا ہے

نام سے پکارنے کی بجائے آج صرف مارا کہا تھا۔

”دیری فائنٹ.....!“ ڈاکٹر مین اپنے علاج کی تعریف کرتا ہوا بولا۔ ”چوبیس گھنٹے میں تمہارا قہقہہ چلنے لگے گا۔“

”اے کب خرداک دیا جائے گا؟“ سوہنے پر دہرہ اسواں کیا۔  
 ”نی الحال تو اے آجیکٹ دیا جا رہا ہے۔“ ڈاکٹر کھڑک کر بولا۔ ”ہاں صاحب! یہ بار بار کہہ رہے ہیں کہ اگر مجھے پھر ہی کوٹھڑی میں بند کیا تو اس صورت میں خوراک نہیں لوں گا۔ اس کا یقین ہو جائے پر وہ خوراک لے گا۔ مگر ضرور ہے۔“ ڈاکٹر نے بتایا۔  
 ”اے صحت مند ہونے میں کتنا وقت لگے گا؟“

”اگر اے خرداک لے تو چار پانچ دن میں چلے گا۔“ پھر بغیر پوچھے پر مسرت لہجہ میں ڈاکٹر نے کہا۔ ”سر آپ گلز نہ کریں۔ چھاپی کے دن سے پہلے میں اسے ”میڈیکل فٹ“ کا سرٹیفکیٹ دے سکوں گا۔“  
 ڈاکٹر کی یہ یوشیاری منگلین کو کھینک کر انگریزوں کی تہذیب کے زیر اثر مسکرانے لگا۔  
 ”ڈاکٹر! تم میری طرف سے اسے یقین دلاؤ کہ اے آخر کب ہسپتال میں رکھا جائے گا۔ تمام سہولتیں دیں گے۔“ اتنا کہہ کر وہ ابھٹ لٹ گیا۔

سوہنی کی چار سار بات اور حرکت نے ڈاکٹر کے ذہن کو سوچ اُپر اُٹھیں میں گرفتار کر لیا۔ ایسا سخت آدمی اچانک اتنی نرمی اختیار کرے ضرور اس میں کوئی امر ہے۔  
 اسی لمحے منگلین اپنے جیل کے آفس میں بیٹھا اس معرکہ کو حل کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ ”وہ انقلابی ہسپتال میں رہنے کی غلطیوں کر رہا ہے؟ ضرور اس کی کوئی چال ہوگی۔“ وہ سوچنے لگا۔ پھر اپنی ٹھنڈی پر خوش ہوتا ہوا بولایا۔ ”مگر کوئی ٹرپس۔“ ڈاکٹر کے یقین دلانے پر وہ جلد اُٹھا ہو جانے لگا۔ اس کے فوراً بعد چانک ہی جاتی ہے جیل میں ٹرپس کر ڈون گا۔ چھاپی کا قیدی زیادہ تر آخری دن قرض ہوتا ہے۔ اس کی بہت خوش حالی ہے اور وہ اپنی نجاحت میں خود کوئی کی کوشش کرتا ہے۔ مگر میں اس انقلابی بے گناہ کو ایسا سوچ ہی نہیں دوں گا۔ بیٹے! ہم انگریز ایسے احمق نہیں۔ ورنہ تم لوگوں پر اتنا غرور حکومت کی طرح کر سکتے تھے؟

○

جگت بھی چلکا پھرتا ہوا گروہش کے خیالات میں گم تھا۔ آج صبح یہاں لانے والے مجددانے کہا تھا۔ ”اب تمہارا کام آدھا کر دیا گیا ہے۔ صاحب تم سے بہت خوش نظر آ رہے ہیں۔ وہ کہہ رہے تھے اس انقلابی سے ڈاکٹر اٹھا جو رام بھی گز بنیں کرتا۔“ مگر جگت کو سوہر صاحب کی بات سن کر خوشی نہیں ہوئی۔ وقت آنے پر وہ بھی اپنا پتھر بتانا نہیں بولے گا۔ تب اس کی بیچھ میں آنے کا گڑبگڑاؤ کی گز ہو جائے گی جیسے انگریز کو پینڈہ لاسکتی ہے۔ لی حالانکہ اسے گروہش کی فکر تھی۔ جی۔ جی۔ ہسپتال کے کچھ سہولیات فراہم ہوئے۔ بہت پر وہ گروہش کے فراہم کر تکیہ سکتا تھا۔ مگر اس سے پوچھا جائے؟ کس طرح پوچھا جائے؟ بہت زیادہ جس کی صورت میں مشکوک ہو جائے گا اور یہ تھا کہ گروہش نے ہسپتال سے فراہم ہونے کے لئے یہ داؤ لگایا ہے۔ گروہش کی فکر اس کے ذہن کو سکون نہیں دے رہی تھی۔ چلکی پیٹنے میں دہل میں لگ رہا تھا۔

”دروپک لڑکی۔“ کا خطاب دے کر گارانی روانہ ہو گئی۔ سوہنے نے اطمینان کی سانس لی۔ دروازے پر بیٹھے ہوئے بہریداروں کو دیکھا، پھر گروہش کے بیڈ کے قریب سرک آئی۔ سوہر کے کے چھوٹوں سے گروہش کے زخماں جھنجھٹا کر اُسے جگانے کا منصوبہ بنایا تھا وہ ڈاکٹر مین نے خراب کر دیا تھا۔ کام انہوں نے بہریدار۔ نرم سس سے گروہش کے لب مسکرا دیے۔ چھوٹوں کی چٹوں پر چسکی ہوئی ختم کی طرح اس کے پلٹے پر روش تھے۔ سوہنے کو وہ بچم لینے کی خواہش ہوئی مگر رادیا کے جھبے نے اُسے روک لیا۔ ایک غلط قدم مارا پلان ختم کر دے گا۔ اُس کو خوف محسوس ہوا۔  
 ”دروپک لڑکی آگئی؟“ گروہش نے ٹیکس جھپکاتے ہوئے کہا۔ سوہنے چپک اُٹھی۔ وہ لاڈ کرتی ہوئی بولی۔

”اچھا۔“ سوہنے کی اداکاری کرتے ہوئے جاسوس کی طرح کس گارانی کے ساتھ میری بات چیت سن رہے تھے؟“  
 ”گارانی نے تم سے غلط کہا کہ میں ساری رات گہری نیند سو رہا تھا۔“  
 ”پھر.....؟“ اُس نے اطراف میں نظریں گھماتے ہوئے پوچھا۔  
 ”نصف شب سوچ کر اور باقی نصف شب یاد کرتے ہوئے گزار دی۔“ گروہش نے چپتے ہوئے کہا۔ ”گارانی کے ساتھ نہیں، بلکہ خواب میں تمہارے ساتھ رات بسر کر دی۔“  
 یوں تو سوہنے بھی اسی حالت میں رات گزار لی تھی، پھر بھی گروہش کی بات نے اُسے کچکا دیا۔ حالات آخری چار سالوں سے اُن کے درمیان دیوار بنارہے تھے۔ یہ دن فرض کی دیوار بلند تر ہو رہی تھی۔ شیل کی دیواروں سے بھی زیادہ بلند اور مضبوط۔  
 ”خپ کیوں ہو میں سوہنا.....؟“ گروہش نے اُسے خیالات سے بیدار کر دیا۔ سوہنے چونک کر گھڑی دیکھی۔ ڈاکٹر کے راؤ ڈاکوٹ ہو گیا تھا۔ ”وہ اچانک آجائے گا۔ لہذا ہم اشارے سے بات کریں گے۔ میرا دل دھڑک رہا ہے۔“ اُس نے کہا، پھر کام کرنے کی اداکاری کرتے ہوئے کہا۔ ”اتوار تک سب ٹھیک کر لیا ہے۔“  
 ”پان مکمل ہو گیا ہے؟“ گروہش کی آواز بدل گئی۔ نرمی کی جگہ سختی آ گئی۔ ”مجھے خطر نہ دے۔ تاکہ میں سوچ سکوں۔“

”ابھی نہیں۔“ سوہنے نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ ”بہریداروں کی ڈیوٹی بدلنے کے بعد پھر بات کریں گے۔ انہیں شک ہو جائے گا۔“ اور سوہنے میں کچھ کرانے کے لئے سانان لینے کرے سے باہر بیٹھی۔ ڈاکٹر مین اُن کی انتظار کر رہے تھے۔ صبح سے ایک سجدہ بات پوچھنے کے متعلق اُن کے ذہن میں ٹھنکس ہو رہی تھی۔ دس مضبوط کر دے کہ کہنا چاہتا تھا اُسے شیل میں شہر نشین منگلین اپنے خاص قیدی گروہش کی حالت معلوم کرنے آ گیا اور ڈاکٹر کے ذہن میں گھومتی ہوئی بات دوہرا رہی۔  
 ”ڈاکٹر اس کا پرہیز کر میں کیا ہے؟“ سوہنے سوال کیا۔



”جوئیں مسکا؟“ جنت کی آنکھیں جھپک گئیں۔  
 ”اگلے آگیا ہوا تھا۔“ سنتری زیر لب مسکراتا ہوا بولا۔ ”جیل کی طرح اُس نے دنیا سے بھی  
 ہلکا رہا لیا۔ بے چارے نے دہر لیا۔“  
 ”اوہ۔۔۔“ جنت نے آہ بھری۔ چھکارے کو اُس نے کیا مطلب لیا تھا؟ اسی لئے جیل کا  
 ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پر آگیا لہذا سنتری انہیں سن ہو کر دوڑنے پر مجبور کیا۔

○

”جوان! تمہارا مطالبہ سو صاحب نے منظور کر لیا ہے۔“ ڈاکٹر سین نے راکھ لگاتے ہوئے  
 گردن دیکھ کر بے چارے کو قریب جا کر کہا۔ ”تمہیں آخر وقت تک اسی جگہ رکھا جائے گا۔ اب تو تم بھوک  
 پر تال چھوڑ دو گے۔“  
 گردن دیکھ کر سوج میں مذہب گیا۔ مگر ڈاکٹر کے عقب میں سریش کا چارٹ لے کر کھڑی ہوئی سونا  
 نے اشارہ کیا، لہذا گردن دیکھ کر کہا۔ ”اچھی بات ہے۔ میں بھوک پر تال ختم کر دوں گا۔“  
 وہ آقا سانی سے مان جائے گا اس کی ڈاکٹر کو امید نہیں تھی۔ ”مگر بوائے!“ اُس نے گردن دیکھ  
 کا شان چھپتے سے سر سے اٹھا لیا۔ ”ماریا! سریش کے لئے نفرت جس جگہ کا آؤ  
 دے۔ وہ۔۔۔ شام چاول کے ساتھ۔“ سوج میں جا کر۔ ”جنگ کی سرکارت میں لیڈر پر پھیلا ہوا مین جاگیا۔ پھر اُس کے  
 الفاظ فوراً ہی ہوئی سونا بولی۔ ”مگر بوائے! ڈاکٹر صاحب تم پر بہت خوش ہے۔ جوانی کی طرح  
 مہمان نوازی کر رہا ہے۔“ پھر آنکھیں چٹائی ہوئی بولی۔ ”کیا خیال ہے، جوانی ہو گئے؟“  
 ”سوئی۔۔۔ یہ تھائی کی مہمان نوازی ہے۔“ پھر دانت بیس کر بولا۔ ”نکل کرنے سے پہلے  
 گھر کے کوئلہ ملا کر تازہ کیا جاتا ہے۔“  
 ”مگر ڈاکٹر کو کبھی اسی خانے سے فرار ہو جائے گا۔ پھر پکارے سر پر کر دیں گے۔“

پھر دونوں خاموش ہو گئے۔ کچھ دیر بعد سونا کو یاد آ رہا تھا۔ ”آج کرنے کا بلی غصہ اور ہاتھ۔ بیڈی  
 آؤ میں بارشیں دیکھ کر پانی میں سکیں بھوکہ آج کرنے میں مشغول ہوگی۔“ پھر کچھ دیر بعد گردن دیکھ  
 کے جسم پر گردش کر رہا تھا اس کس سے سونا کے دل میں گونگی ہوئے گی۔ اپنے محبوب کی  
 خدمت کرنے کا بلی بارشوں سے ملا تھا۔ انتہائی کس سے میں شامل ہونے کے بعد گردش سے بہت کم  
 ملاقاتیں ہوئی تھیں۔ یہ بھی سونا پائوس ہوا تھا۔ ”اگر دیکھ چھوڑ کر نہیں جائیں گے اور وہ اس خیم  
 میں گردش سے نہیں لی سکے گی۔ پھر دل میں بیگناہ سے کہتی۔ ”بیگناہ! اگر اسیا ہو تو  
 دوسرے جتن میں احوال سے ارمان ہوئے کرنا۔“ چار سال کے بعد گردش کے ساتھ رہ کر چار دن  
 کے لئے اُس کی خدمت کرنے کا موقع ملا۔ اس سے پورا فائدہ اٹھانا تھا جس بھی۔ یہاں سے فرار کے  
 بعد نہ جانے کب گردش سے ملاقات ہوگی؟ غائب ہوئیں اُس کی گرفتاری کے لئے زمین آسمان  
 ایک کر دے گی۔ پہلے کشتہ کٹل اور اب گورز کے کٹل کے لئے۔ سونا کے ہاتھ ڈک گئے۔ گردش  
 نے نظر پھر کر دیکھ رہا تھا۔

”کیا سوج وہی ہو سوتی؟“ پچھنے کے باوجود وہ خاموش رہی تو کھلے سینے پر گردش کرتے  
 ہوئے سونا کے ہاتھ کو دیکھ کر کہا۔ ”تمہیں محسوس نہیں ہو رہا کہ تم بہت زیادہ خطرے میں ہو؟ فرض

سنتری اودھم کھٹے باہر کھڑا قیدی کی بے چینی دیکھ رہا تھا۔ ”اوسے نو سو ساٹھ! جیل میں دان  
 ڈالے بغیر چلا رہے ہو۔ ذہن کیاں لگا ہوا ہے؟“ جنت چوک چک گیا سر کھا کر دیکھا۔ اودھم کھٹے  
 بزرگ چرنے کی خبریں سن کر ادھی تھیں۔ ”کیوں! گھر یاد آ رہا ہے؟“ قیدی کو نام نہ  
 پکارنے پر باندی کے باوجود سنتری کے لیے میں اپنا ہی تھی۔ پیشانی کا پینٹنگ شک ہوا جگہ سطر  
 کے دو دروازے پر آگیا۔  
 ”چاچا! تمہارا بھیل خانے نے پینے کی ایسی عادت ڈال دی ہے کہ دانے قلم ہونے سے  
 باوجود بھیل نہیں رہا۔“

”ارے ہاں۔۔۔۔۔ مجھے پتہ چلا کہ تمہارا کام نصف کر دیا گیا ہے جو تم نے فوراً ختم کر لیا۔“  
 ”کیوں تو مصیبت ہے چاچا۔۔۔۔۔“ جنت نے سنتری کو اٹھا دیکھ لیتے ہوئے کہا۔ ”اب وقت کمر  
 طرح کھلے گا؟ البتہ تم دو گھنٹی کا تھک کر نے میرا ساتھ دو وقت تک کھٹک جائے گا۔“  
 اودھم کھٹے بھی جیسے اس وقت کا منتظر تھا۔ بولا۔ ”جگا بات تو یہ ہے کہ دو تین دن سے میں  
 سے کچھ پر چھٹا جا رہا تھا۔“ جنت کا دل دھڑکنے لگا۔ ”وہ کیا ہو گئے گا۔۔۔۔۔“  
 ”مگر بھولا کو تو پتا ہے کہ چاچا آپ جگا ڈاکٹر کو پوچھتے ہیں پھر مجھے اُس کی بہادری کی کہانی  
 کیوں نہیں سناتے؟ لڑکا اپنے سکول کے بچوں سے خیر یہ کہتا ہے کہ میرے باپ جیل میں جگا کا پیرا  
 دیتے ہیں۔“

جنت خوش ہو گیا۔ جیل کے سنتری کا لڑکا اُس کے نام پر فخر کرتا ہے کسا عجیب لیکن اچھا محسوس  
 ہو رہا تھا۔ اودھم کھٹے جگا کی کہانی سننے کے لئے تھیں تھا۔ اُسے یقین ہو گیا تھا۔ لہذا جگا بولا۔ ”چاچا!  
 میں اکیلا ہوتا رہوں اس میں لطف نہیں۔ آپ نے بھی تیس سال جیل میں چوکیداری کی ہے۔ آپ  
 کے پاس بھی بہت کہانیاں ہوں گی۔“

”گھر بھائی! میری باتوں میں بارہوازی کی گری نہیں ہوگی۔“  
 ”کیوں نہ ہوگی؟ یہاں ہر جسم کے قیدی آتے ہیں۔“ جگا نے کہا۔ پھر کچھ دیر ڈک کر بولا۔  
 ”مب کوکوں نے جیل پوری نہیں کالی ہوئی۔ کوئی ضرور جیل تو ڈک کر بھگنے کی کوشش کر چکا ہوگا۔“  
 دوسری جوشن میں قیدی کا پینٹنگ اودھم کھٹے کو چاند چکر کے کارٹا سے نئے کی ہوس میں  
 آئے شک محسوس نہیں ہوا۔ وہ ڈاکٹر تھا بولا۔ ”ہاں۔۔۔۔۔ کچھ دنوں کے لئے ہوتے ہیں۔ ایسی چاہ  
 پہلے کی بات ہے۔ چار سال کی قید پر آیا ہوا جوان جیل کے باغیچے میں کام کرتا ہوا فرد ہو گیا، ساتھ  
 ہی بیچارے ہسپتال کے چوکیدار کی ملازمت بھی لیتا گیا۔“

”مگر کیا کیسے ہو گیا؟“ جگا کا تجسس بڑھ گیا۔ ”ہسپتال میں بھی جیل جیسا سخت انتظام ہوگا۔  
 وہاں سے کس طرح فرار ہو سکا؟“ پھر جنت نے محسوس کیا کہ اُس نے جلد بازی کی ہے کیونکہ اودھم  
 کھٹے جگا گیا تھا۔ جواب کے لئے جنت کو انتظار کرنا پڑا۔

”ہسپتال سے فرار اس وقت آسان تھا اور قیدی نے ہجرتیں ترکیب آزمائی۔ باغیچے کی گھاس  
 لے جانے والی گاڑی میں چھپ گیا۔“ سنتری کہہ رہا تھا۔ ”مگر اب ہاں انتظام سخت کر دیا گیا  
 ہے۔ دیواریں بلند کر دی ہیں۔ چھکارے کا ایک راستہ ہے جو آگئی ڈالیا جاسکتا ہے۔“

”ہم“۔ ”مگر دُش پر خیال کیجے میں بولا۔“ ”ہار گئے کے بعد مجھے کسی پہرہ ارکی رات نقل چھین لینی چاہی۔ جس کے سہارے پیدھا جاہر کا کھول گا۔“

”جی ہوتے تک کی کو پیدھا چاہئے کہ تم قرار ہو چکے ہو۔“ ”سو نیا نے مضبوط لپے میں کہا۔ مگر دُش قہر سے اُسے دیکھنے لگا۔ سو نیا کام کے بہانے ہار دُش کے پیچھے دوڑ گئی۔

”ہار بہرہ ارکیس ہار ہار رہے تھے۔ مگر دُش کے قریب آکر سرگوشیا نہ کیجے میں بولی۔

”خیر کو کھر کے وقت گورز پھیل ڈھیں سے دلی جا رہا ہے۔ وہاں دھماکہ کر کے میں پورے ہندوستان کو فینڈے پیدھا کر رہا ہے۔“

مگر دُش پھینکا۔ اس کی آنکھوں میں شعلے دیکھتے تھے۔ مگر زور قہم کرنے کی خواہش اسے پوری ہوتی نظر آئی۔ ”شاہا مہاراجہ نے غضب کا پلان بنایا ہے۔“

مگر سو نیا کو بنیادیں پات لکھی جاتی تھی۔ ”میںی وجہ ہے کہ تمہارے لئے جیل کی دیوار چاندنے کا انعام کیا گیا ہے۔ اس کا پڑا نقشہ تمہیں سیکڑی سچ ایک لکھنے میں میرے پاس سے مل چکے گا۔ اسے ذہن میں بٹھا کر کاغذ پانی میں ڈھونڈ کر صاف کر دو گے۔“

”اس کی فکر نہ کرو۔ ضرورت پڑنے پر میں کاغذ کھا بھی سکے ہوں گا۔“ مگر دُش کے جسم میں پھرنی آگئی۔ مگر سو نیا نے اُس کا شانددہ کر لٹا دیا۔ ”اور مگر دُش انھیں اتوار تک جسم میں کھڑو کی اداکاری جاری رکھنی چاہئے۔“

”دوسرا کوئی قسم؟“ مگر دُش نے مزاحاً پوچھا۔

”ہاں۔ جیل کی دیوار کے اوپر پتھر کے قہم کیے اترنے سے پہلے ٹیلی سمٹ میں ساتھیوں کے شکل و نظر رکھنا نہ بولنا۔“ ”سو نیا نے کہا۔

”کھلی؟“ ”کس بات کا شکل؟“

”نصف شب کو روٹنی کی چنگ۔ نصف فلاک کے دو صلی پر گھٹے درخت پر سے سبز روشنی پھیلے گی۔ یہ سلاش کا شانددہ ہوگا۔ دو لوگ وہاں بیٹھ کر تمہارا انتظار کریں گے۔ جب وہاں سے دوڑے گا تو اس کی سرک پر غائب ہو جائے گی۔“ ”سو نیا ایک ہی سانس میں بولی۔

”اور پھر ہم کا دھماکہ۔“ ”مگر دُش بولا۔“ ”اب میں اتوار کی نصف شب کا انتظار کروں گا۔“

سو نیا جیسے انداز میں سرگراہو وہاں سے چلی گئی۔

○

بدھ کو ڈاکٹر سین نے سو نیا سے کچھ کیسے کی بہت پیدھا کر لی۔ ”دہاربا اتوار کو تم کی کر گی؟“ تب سو نیا روتی۔ ”کیا اُسے اتوار کے پلان کا پیدھا چل گیا ہے؟ ڈاکٹر نے تفصیل سے کہا۔“ ”میں یہ کہہ رہا تھا کہ اتوار کو اگر تم فری ہو تو میرے ہاں کھانے کا پروگرام رکھا جائے۔ پچھنی کا دن اکیلے پور کرنا ہے۔ تم جیہ کچنی دو گی؟“

سو نیا کھڑو دھال کرنے کے لئے کہنا پڑا۔ ”تھیکس ڈاکٹر اتوار کو پورا دن مجھے جھج جھج گزرا دے گا۔“ ”بائل جھج جھج ہوں۔“ ”یہ سن کر ڈاکٹر کی سرست بھگی۔ لہذا سو نیا نے جلدی سے کہا۔ ”مگر صاحب! پورے کھانے کو خیر و آؤں گی۔ یہ ہسپتال سے فارغ ہو کر فری رہتی ہوں۔“

کردار مگر تہا رہی اصلیت کا پیدھا چل جائے پھر کیا ہوگا؟“

”مگر! اچھے اپنی فکر نہیں۔ میں نے میرا سے کہہ کر خود یہ کام اپنے سر لیا ہے۔ شاید اس میں بھی قسمت کا کوئی اشارہ ہو۔ دیکھو! تہا رہی خدمت کا ہی بہانے سوچ ل گیا۔“ ”سو نیا کے الفاظ میں محبت کی جانتی تھی۔ مگر دُش محبت کے جوش کو نہیں روک سکا۔ اُس نے سو نیا کا تھیلوں پر رکھ کر اُس کی انگلیاں چم میں۔ سو نیا کا دل دھڑ دھڑاتا ہے دھڑکنے لگا۔ پیاری بے خودی میں ڈوب جانے کا اُسے ڈر محسوس ہوا۔ اُس نے پھرنی سے اپنے ہاتھ پٹا کر اکتھ شروع کر دیا۔ پادشہ کی آؤ میں اُسے اس سے زیادہ کام کرنا تھا۔ مگر دُش کو اتوار کی رات کا پلان کھانا پیدھا تھا۔

”خود سے مٹنا۔“ ”سو نیا نے کہا۔“ ”میں مر رہا یا کہ نہیں ہونے کی وجہ سے اتوار کو جھج جاتی ہوں۔ مجھے ناخوشی ملے گی۔ سروری کی انصافری رات ہوگی۔ رات کو بارہ بجے جگر مارا ڈھڑ بٹھٹے گا۔ چوکیدار اُس وقت تک انھیں نہ رہیں گے۔ ایک بجے ہسپتال کے پہرہ ہاروں کا چائے کا وقت ہوتا ہے۔ جب وہ ہار دی سڑے والے ہار پڑی ناٹنے سے چائے چاہیں گے۔ تم ناخوشی ہو گی۔ والوں کو بھی وہیں چائے پتی ہوتی ہے۔ اتوار کی رات کی چائے روز کی طرح نہیں ہوگی۔“ ”سو نیا سانس لینے کے لئے ڈکی۔ مگر دُش خود سے نہ رہا تھا۔ ”بارہ بجتے ہی میں تمہارے کمرے سے چلی جاؤں گی۔ اُس رات چائے بنانے میں خودی دیکھنی لوں گی۔ مجھے چائے میں ٹینڈل لانا والا پاؤڈر ملنا ہے۔ چائے دالوں پر اس کا اثر اُسے کھٹے میں ہوگا۔ لہذا چوہ بجے تمہارا کام شروع ہوگا۔“

”بہت اچھے۔“ ”مگر دُش خمیں اخیر نظروں سے سو نیا کو دیکھنے لگا۔ وہ انتھائی کسے ساتھ رہ کر مضبوط دل والی بن چکی تھی۔ یہ سب کہتے ہوئے اُس کی آواز میں لرزش نہیں تھی۔ ”مگر سو نیا کمرے سے باہر جانے کا راستہ اس کھڑکی کے درپے ہوگا؟ اس کی سلاش مجھے کھٹک رہی ہیں۔“

”یہ کام آسان ہوگا۔ کمرے میں کل دوا دینے کے لئے روزیج شام آدھا گھنٹہ لڑکی کوئی جاتی ہے۔ کل سے میں کھڑکی بند کرتے دیکھتا ہوں۔ کمرے سے خود کو اٹھو! ایسے پھرنی کر رہوں گی۔ دریاں کی تین سلاشیں دیکھنی کرنی پڑیں گی۔ اتنی چنگ نہ ہوگی؟“

سو نیا سنجیدہ انداز میں سر پوچھ رہی تھی۔ مگر دُش نے مذاق میں کہا۔ ”بائل۔ میں زیادہ سوتا نہیں ہوں کچنی۔“ ”ویسے میرا خیال یہ ہے کہ تمہارے دماغ کی پیدادار ہوگی۔ اُس نے تم سے سلاخوں کے درمیان فاصلہ طے پوچھا ہوگا؟“

سو نیا نے انہماں میں سر ہلایا لہذا مگر دُش نے مزید کہا۔ ”میں بھی یہاں۔“ ”میں انہماں لگا رہا تھا۔ میں نے سوچا تھا دو سلاشیں کافی رہیں گی۔ اب مجھے محسوس ہوا ہے کہ سلاش کی کمی خاطر پیدادار ہونا چاہئے۔ مگر ایسے روز خود کو اٹھو! کیوں ڈالنا چاہئے؟“

”میرا سے میں نے کچنی سوال کیا تھا جب تم چلا کر اُس کا حساب کتاب صحیح تھا۔ اُس نے ٹھیک کہا تھا کہ سلاشیں اتنی ڈکھنی نہیں چاہئیں کہ جیل کے آدھین کو شک ہو جائے۔ پھر جیل کے پہرہ ہار بھی ڈور سے کھڑکی کی سلاشیں دیکھتے رہیں۔ انھیں آخر تک سلاشیں بھی نظر آتی چاہئیں۔ مہرا کو اندر کے متعلق اس قدر ایک ایک پچے کی خبر ہے کہ مجھے قہر ہوتا ہے۔ میں روز یہاں آئی ہوں پھر کچنی اندر کیا ہوا ہے اس کی اُسے مجھ سے زیادہ خبر ہے۔“ ”سو نیا نے بتایا۔



کرے میں داخل ہوا۔ پہرے داروں کو انگریزی میں گالی دے کر بولا۔ "خوش اس کرے سے کون باہر گیا تھا؟"

"نرس۔ کریمین نرس۔" ایک پہرے دار کھپکھپاتا ہوا بولا۔

"کیا اس سے وہ؟" سو پرے سے حکم دیا۔ "اُسے پکڑو"

سارا ہسپتال کھال ڈالا گیا مگر سونا نظر نہیں آئی۔ ڈاکٹر سین کا چہرہ اتر گیا۔ اسی لمحے ایک پہرے دار دوڑ رہا تھا۔ "ساحب! اچھو دم کا دروازہ اندر سے بند ہے۔ مگر کیا پھر کوئی جواب نہیں دے رہا۔ تھی دروازہ کھولتے ہیں۔"

"دروازہ تو دروازہ ہے۔" میکلین کا چہرہ صریح ہو گیا۔ "جلدی۔"

دروازہ کھولا۔ ایک سنگ مرمر کی سفید زمین پر سفید لباس والی نرسی جھٹولیں میں سر دیے پڑی ہوئی تھی۔ ڈاکٹر نے اُس کی ناک کے پاس اٹھتی رہی۔ سانس ابھی کچھ ہانپتی تھی۔ چہرے پر موت کے سامنے مثلاً رہے تھے۔ برابر میں ایک بوسل پڑی ہوئی تھی۔ اُس پر "زیر" کا ٹیبلٹ لگا ہوا تھا۔ ڈاکٹر سین کا دل بھرا گیا۔ بھرتے ہوئے لمحے میں وہ ہنسنے لگا۔

"اسے اٹھا کر اندر لے آؤ۔ جلدی۔"

میکلین کے جڑ سے اٹھ کر آئے۔ دوسرا نکلا بھی اچھو سے نکل رہا تھا۔ نرس کے جب جسم سے نظریں ہٹا کر وہ بولا۔ "ڈاکٹر! اسے مرنے دینا۔ ہر طریقے سے اسے بھالو" اُس کے آخری جملے میں ایسی عاجزی تھی جیسے ایک باپ اپنی اکلونی بیٹی کی زندگی بچانے کی کوشش کر رہا ہو۔ مگر ڈاکٹر اس کا مطلب سمجھا۔ ماریا کے پاس سے اٹھنا ہی گروپ کی اطلاع حاصل کر لی تھی۔ اس سانس میں اس اور کون شال سے؟ اُس کی کڑی خاموشی کا سامنا کرنا تھا۔ ڈاکٹر سین نے ماریا کے اس اقدام سے اُسے سخت صدمہ پہنچا تھا۔ بار بار بار بار اسے غور کیا تھا کہ اسے دے یا نہ دے گی ہوئی تو یہ

وقت نہ آتا۔ پھر بھی اسے بھالنا چاہتے تھے۔ اُس نے زہریلی پوری شیشی حلق میں اٹھ لی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ جلدی اثر ہوا تھا اُس کے گلابی چہرے پر موت کی سیاہی چھائی جا رہی تھی۔ ہاتھ دیر خطے سے ہورے تھے۔ چہرے پر زندگی کی جھلک نہیں تھی۔ اُس کے چہرے پر درد کی کھیر تک نہیں تھی۔ کیا زہریلی کھلیف کا اسے احساس نہیں ہوا تھا؟ کتنے مضبوط دل والی لڑکی۔ کیسا بے پناہ اقدام کرتی تھی۔ مگر اس نے خود بھی کیوں کی؟ مرقاری کے ڈر سے؟ ماریا کو موت کے چنے سے بچرانے کے لئے ڈاکٹر تیزی سے علاج کرنے لگا۔ پینٹ میں سے زہر نکالنے کے لئے اٹلیوں

کر لیں۔ انجکشن لگایا جس کے کس نے ڈاکٹر کے جسم میں سرت بھری دی۔ اسی ماریا کے خندے جسم پر ایک ہاتھ چھو جاتا تو ڈاکٹر کا جسم کھپکھپانے لگا تھا۔ سونا لے کچھ حرکت کی۔ برابر میں مٹیاں کس کرکڑے ہوئے جسم میں آگئیں۔ چمک اٹھیں۔

اسی لمحے گرد و خشت کا مژدہ جسم خون سے لٹ پڑا۔ سبز پڑا ل کر لایا گیا۔ ڈاکٹر کی توجہ اندر ہٹ گئی۔ ابھی شام ہی جاتے ہوئے اُس نے مسکرا کر گرد و خشت سے کہا تھا۔ "جنگ میں! اب تو پھر دیگر جنگ دہری دیں۔" (تو جوان اتم تیری سے صحت یاب ہو رہے ہو) تب مریض کس طرح نری سے مسکرا گیا تھا۔

ہر دوش پر ایک کاغذ لٹائی گئی تھی۔ بجت کتک کا نام لے کر گرد و خشت کاغذ میں بھر کا انگوٹھا لگا کر بڑی ہوشیاری سے کتب بند پوار پڑنے لگا۔

آخر نیل پر شذیت سے مکین کو دیکھیں، آدھی سی اچانک کچھ ہونے کے خطرے کے پیش نظر شام سے اُس کا ذہن محوم ہوا تھا۔ وہ بستر سے اٹھ گیا۔ کیا باورہ بستر چھوڑ کر باہر نکل جاتا۔ یہی وجہ تھی کہ نیل کے پہرے دار غیبی چمکانے کی صحت نہیں کر سکتے تھے۔

ایک ہاتھ میں اپنا پتول اور دوسرے ہاتھ میں نارنجی قلم کر وہ باہر نکلیا۔ ڈاکٹر ایک پہرے دار کو اوجھٹ کر کھڑے کر دیا۔ نارنجی قلم لے کر اُس نے نارنج کے سوچ پر اٹھ لی۔ اسی لمحے چتر سے گھبرا کر زنجیر کی کھنکی آواز سنائی دی۔ وہ چوک گیا۔ دیوار کی بلندی پر سفید لباس کا دیوار نظر آیا۔ گرد و خشت سے بلندی پر پہنچ کر دیکھا اُسے باہر نکل کر ایک جانب نصف قلم لگا کے قائلے پر سبز روئی نظر آئی۔ سامی اُسے شکل دینے کے لئے حاضر تھے۔ اب اُسے ڈور کھینچ کر دوسری جانب لٹائی تھی۔ پھر دیکھ جاسکتا تھا۔ ڈور کھینچنے کے لئے وہ دوڑے جھکا مگر۔

اسی لمحے رات کی سیاہ چادر کو چھری ہوئی سفید روئی کی ٹیکر اس پر چھائی۔ گرد و خشت لڑکھڑا گیا۔ بچے کو نرس کے لئے وہ تیار ہو گیا۔ اسی لمحے میکلین کے پتول سے سنائی ہوئی گولی گئی۔

گرد و خشت سے بھر لڑکھڑا۔ مگر مٹیوں کی اس نے سنبھالا۔ اپنا پتول سے نکل ہوئی دوسری گولی خالی گئی۔ زمین پر زور کر کے باہر کی جانب پیچک دیا۔ میکلین کی پتول سے نکل ہوئی دوسری گولی خالی گئی۔ زمین پر وزن دار چیز کرنے کا دھماکا سنائی دیا۔ سنبھال چیل پیل دھماکے سے، پھر الارم سے گونجنے لگی۔

چپے لڑا لڑا ہوا اسی طرح دوڑ بھاگ اور دوشور لگایا۔ پہرے داروں نے صدمہ دروازہ سنبھال لیا۔ قیدی آگئیں ملے ہوئے۔ "کیا ہوا؟ کون فرار ہوا؟" کی پوچھ بچھ کرنے لگے۔ جانتے ہوئے جیت کے منہ سے اچانک نکل گیا۔ "گرد و خشت۔"

گرد و خشت کو گستاخ کر دیکھ کر میکلین نے کچھ سوچے بغیر باہر کی جانب دوڑ لگائی۔ فرار ہو رہے ہوئے قیدی کو گولی مارنے کے لئے پتول اس کے ہاتھ میں تیار تھا۔ نارنجی اسی طرح مل رہی تھی۔ مگر دیوار کے عقب میں دیکھنے ہی اس کے چہرے میں آدھی روئی میں اُس نے گرد و خشت کو پہچان لیا۔ کون میں اسے پت نہ پڑے ہوئے جوان کو دیکھ کر اچھر پر میکلین کا کھیل کیا۔ پھر چتر سے گھرانے کی وجہ سے نصف کھو پڑی ٹوٹ چکی تھی۔ نیچے چمک کر میکلین نے اُس کی تہن دیکھی۔ گرد و خشت کی مٹی میں دلی ہوئی زحول آہستہ آہستہ نکل رہی تھی۔ اُس کا منہ کھلا ہوا تھا۔ سید و خشت کی طرح چل رہا تھا۔ زبان کو ٹکڑا رہی تھی۔ "انتخاب۔" انتخاب اُس نے اٹھائی کے حصے سے باہر آ کر تھا مگر زندہ

پاؤں تک وہ زندہ نہیں رہا۔ ابھی چمکی آئی، جسم گر گیا اور گرد و خشت کی اور دوڑ نکل گئی۔ میکلین نے اُس کا بے جان ہاتھ چھو دیا۔ وہ صرف آتا ہوا۔

"فرار ہو گیا۔"

دوڑ کر آئے ہوئے چمک داروں نے لاش کو قید میں لے لیا تو میکلین دروازے کے اندر داخل ہو گیا۔ ہسپتال میں سنبھال چکی۔ ڈاکٹر سین دوڑا ہوا تھا۔

"ہر ایک کی تلاشی لو کوئی باہر نہ جائے۔" سو پر گرجا۔ سبز رزگے۔ میکلین، گرد و خشت والے

ڈاکٹر اوس کرلیٹ گورنور۔۔۔ (جی ہاں ڈاکٹر اس کا سبب آپ کا علاج ہے)  
مگر اس گرد بخش کا مردہ جسم، خون سے لے پت چہرے کو دیکھ کر ڈاکٹر لرز گیا۔ مگر یہ سو پر  
موجودگی کے باوجود وہ بڑ بڑایا۔  
”یہ ہو گیا۔“

”ڈاکٹر دیکھو! وہوش میں آ رہی ہے۔“ سو پر نے اس کی قید پر اس کی جانب مرکوز کی۔ سونا،  
پلکیں حرکت کر کے کچھ اوپر اٹھیں۔ سو پر اور ڈاکٹر نے جین ہو گئے۔ انھیں کسی کو تلاش کرنے  
والے انداز میں گردش کرنے لگیں۔ شاید اسے وہندہ نظر آرہا تھا۔  
مگر زمین پر گرے ہوئے اس پر پڑے ہوئے گردن پر نظریں غمہ گئیں۔ اس کی آنکھوں  
میں زندگی کی چمک آگئی۔ زور کر کے اس نے گردن اٹھائی۔ ڈاکٹر کو بتانا چاہتا تھا ”نارایا! نارایا!۔۔۔“  
اس کی گردن کی رکیں کھینچ گئیں اور وہ بستر پر گر پڑی۔ جس میں جھکا جاتا تھا۔ دھڑکتے ہوئے سینے  
دکھا ہوا اس لرز و لرز غمہ گیا۔ سونا کی زور چلی گئی مگر انھیں کھلی رہ گئیں۔ آگھ کے کونے۔  
مرکتے ہوئے دو آئینہ زخا پر پڑے ہوئے بستر پر گرے۔  
”اگھ!۔۔۔“ یہ لکھن باجھ دتا ہوا لہا۔ ”ہم نے اسے بھی کھو دیا۔“

ڈاکٹر سین سینے میں زور کر کے اٹھتے ہوئے درود دہانے کے لئے ہونٹ بٹکے کھڑا رہا۔ ابر  
کی نظر سونا کی بندھی پر جم گئی۔ وہ چمک گیا۔ دائیں ہاتھ کی مٹھی میں سے کوئی سفید چیز نظر آ رہی  
تھی۔ دیکھا کی طور پر اس نے مٹھی کھلی دی۔ اندر سے تھمکے ہوئے اور سر جھکا ہوا کاغذ باہر نکل آیا۔  
یہ لکھن بھی چمک گیا۔ لڑتے ہوئے ہاتھ سے ڈاکٹر نے چمکول کر پڑنا شروع کیا۔

”اگر انگریز کے دل میں انسان کی آخری خواہش کا احترام ہو تو میرے آخری مسکار ہند  
طرے سے کرنا۔“ مجھے دیکھا تھے۔ ”گرد بخش کی سونا۔“

ہندو طریقہ۔۔۔ گرد بخش۔۔۔ سونا۔۔۔ ڈاکٹر بڑ بڑایا۔ دل میں بٹھائی ہوئی ماریا جیسے اسی لئے  
دم توڑ دیتی ہو۔ ڈاکٹر نے دل میں تانا جھانکنا۔ لکھن نے دیکھا پھرے اور اور ہسپتال کے لوگ اپنے  
چہروں پر پچھلا ہوا سوگ چھپانے کی کوشش کر رہے تھے۔ وہاں کھڑا مردہ سنا۔ گورنور اس پچھلے  
سے آگاہ کرنے کے لئے جانا ضروری تھا۔ اس کے قدم تیزی سے اٹھتے گئے۔ گورنر صاحب کو سر  
کے وقت دہلی جانا تھا اس سے پیشتر انہیں اطلاع کرنی چاہیے۔ گرد بخش کے شوٹ ہونے کی خبر  
عوام میں گڑ بڑ چا رہی تھی۔ طوفان ہوں گے۔ مگر اس وقت لکھن کو گرد بخش کے بھائی کے  
پہلے سے نکل جانے کا افسوس تھا۔ پھر اسے دوسرا بیانیہ خیال آیا۔ تب وہ بھبرا گیا۔ گرد بخش کی  
گوئی مارنے والے کا انتقام لینے کی خاطر گوئی کا انتقام لینے کے لئے جھڑپا سے ہوشیار رہتا ہے۔ مگر  
گورنر صاحب اس کے کام سے خوش ہوں گے یا پھر اس سادگی کے آئے آخر تک یہ نہیں آئی اور  
کے لئے اسے ڈانٹیں گے۔ جاتے ہوئے لکھن مختلف قسم کے خیالات میں غرق تھا۔ گرچہ نہیں  
اسرار اسے زیادہ ہے لیکن بتا رہا تھا۔!

جس طرح آج ایک آیا ہوا طوفان چاہی لانے کے بعد گورنر جائے، اسی طرح جیل کا شور مچ گیا۔  
جیلر، ڈپٹی جیلر، سنتری، جھدار، میٹ سب آج ایک آئی ہوئی آفت کی دہ سے ہوشیار ہو گئے۔ وہ  
اب سب سلاطین کا سانس لیتے ہوئے گز رہے ہوئے حالات کے تانے بانے میں لاپ رہے تھے۔ ہر ایک  
کو ہسپتال کے پہرے داروں پر دم اڑا رہا شخص نے غافل رہے ہر انہیں سزا ہوئی تھی۔ قیدی اپنے  
ٹپٹ کے پاس سے اطلاع حاصل کرنے کے لئے بے چین تھے۔ ”اٹھائی قیدی فرار ہوتے ہوئے  
شوٹ کر دیا گیا۔“ اس خبر نے سب کے دل دہلا دیے۔ جب اندھیرے میں ایک چٹ چٹانی دی۔  
”میں نے مارا گرد بخش کتا میں اسے قتم کر ڈوں گا۔“ سناٹا چھائی۔ ساری جیل خاموش ہو گئی۔ ”یہ  
دھمکی کس نے دی تھی؟ سو پر صاحب اس کی کھال آٹا رہ گئے۔“ خطرناک قیدیوں کے سہل کی  
جانب سے آنے والی آواز ”چکا ڈاکو“ کی گئی۔ سنتری اور ہم سب گھم دوڑنا ہوا آیا۔ جگت کے سہل میں  
چار چٹ کی روشنی چمکی۔ ہاتھ کی ٹھیلیں میں سلاطین قاضے کھڑے ہوئے جگت کا پیرہ دیکھ کر وہ ڈر گیا۔  
روشنی نے جگت کی آنکھیں بند کر دیں۔ اور ہم سب گھم گئی آواز سنائی دی۔  
”چکا! چکا! کیا کچا پان ہے؟ اس کا دھمکی دی جاتی ہے؟“

دوسرا سنتری بھی آ گیا۔ ”کمال ہے۔۔۔ یہ روز اس انتہائی کوگالیاں دیتا تھا۔ اب اس کی  
موت سے پھر اٹھا ہے۔“

”تم سب خدا ہو۔ دیش کے دشمن ہو۔“ جگت کا خون شیلے برسا رہا تھا۔ ”ایک جوان دیش کی  
خاطر قربانی دے کر شہید ہو گیا اور تمہارے خون میں گری نہیں آئی؟ چھڑا نہیں لوتم لوگ۔“  
”جوان نے بھی نہیں لڑا کی نے بھی قربانی دی ہے۔“ سنتری بول اٹھا۔ ”کچھ ہیں انتہائی کو  
چھڑانے کے لئے وہ لڑکی کرچیں جس کی ہسپتال میں داخل ہو گئی۔“ کچھ مرد و زن کر بولا۔  
”اُس نے چاروں نے ذہنی پر خودکشی کر لی۔“ اور ہم سب گھم گئے دیکھا ہے سن کر جگت سینے میں آ گیا۔  
اس کے چہرے کا کھنڈاؤ آہستہ آہستہ کم ہونے لگا۔ سلاطین برسر دکھ کر وہ چپ چاپ کھڑا رہا۔  
ایک ایک کسی کھنڈاؤ سنائی دی۔ پھر راج کی روشنی میں دیکھا۔ جگت کی آنکھوں سے آنسو بہ رہے  
تھے۔ وہ سب بھرا کر آئے دیکھنے گئے۔ یہ ڈاکو انتہائی کی موت پر چھوٹے بچے کی طرح تک بلک کر  
ورہا تھا۔

ڈپٹی جیلر آ گیا۔ ”کون چٹ رہا ہے۔؟“ اس نے سخت لہجے میں کہا۔ سنتری اور ہم سب گھم  
اٹھیں تو کوئی نہ کر سکی۔ سیوٹ کیا۔ ڈپٹی کچھ کہے، اس سے پیشتر اس نے اشارے سے نو سو ساٹھ نمبر  
کے قیدی کے سہل کی جانب اشارہ کیا۔ کسی کے بروئے کی مدد آواز آ رہی تھی۔ اسے بھی سخت  
نہت ہوئی۔ پھر جیسے یہ عام بات ہو اس طرح تلا۔ ”ایسے جہر دل کے لوگ روکتے ہیں۔ جبکہ ہم



میں جکت سے بات نہیں کر سکیں گے۔ مگر یہ کہہ کر بھوکا کیوں دکھایا جائے؟ جاتے ہوئے انہوں نے دل سے فیصلہ کر لیا کہ وہ اب اس نونے کے بعد جکت سے حلقہ صرف اپنی بائیں تاجیں گے۔ البتہ انہوں نے اتنا کہا: "بہو! بھل کی فیصلہ ایک دن میں نہیں ہو جاتا۔ میں نہیں کی۔ اور اس پہلے بار بار جکت کا چہرہ دیکھنے کو ملے گا۔"

دیواری کی گلیز میں نظر نہ آئیں اس کے لئے چند دن سے سر پر سیاہ مکمل اوڑھ لیا۔ انھیں بند کر کے سوئے کی کوشش کی۔ شاید اُسے کھینچنے میں سوجانی کھراچا یک ماسے پر کسی کی آہٹ سنائی دی۔ وہ مکمل چہرے سے بٹا کر نئے کی کوشش کر لے۔ "میں..... گاؤں کا چکر لگا رہی تھا۔ اگر وہ ہوتا تو بار بار زمین پر ناچی مار دیتا۔ پھر کون کا؟" پھر یہی اگلیاں کرتے کے لئے آٹھ منی۔ فانوس کی روشنی بڑھانے کے لئے ہاتھ بلند کیا مگر پھر دھکی۔ کھڑکی کے پاس کھڑی ہو کر اس نے راستے پر نظر کی۔ جگے آجائے میں ایک سایہ حرکت کرتا ہوا نظر آیا۔ وہ چوکی ہوئی۔ ضرور کوئی ہے۔ اُس نے ذہن میں سوچا کیا وہ تو نہیں ہوئے؟ میں اب وہ فرار ہو کر کھر نہیں آئیں گے۔ کوئی چور ہوگا۔ مگر اب نہیں ہو سکتا۔ اس گھر میں چوری کرنے کی کوئی بات نہیں کر سکتا۔ پھر..... ہم سراسر طرح کی بے چینی دل میں ابھل جانے لگی۔ ایک ایک آئے خیال آیا کہ سر گھر پر نہیں ہیں۔ ہم سراسر بہرہ ور ہو رہے ہیں۔ اس بیچن کا فائدہ اٹھا کر کوئی دشمن گھر کو بدنام کرنے کی چال تو نہیں کر رہا؟ چند دن کا سینہ دھڑکنے لگا۔ پیچھے پا کر ساس کو چگانے کا خیال آیا۔ مگر ایسا کارنا مناس نہیں سمجھا۔ پہلے یقین کر لینا چاہئے۔ ممکن ہے پچھن بھائی چھپ کر ملے آئے ہوں۔ چھت کے دروازے کی دھجیر کھول کر وہ باہر نکل آئی۔ جڑ میں نظر اٹھا کر چھت کے ساتھ جھپک میں حالت میں وہ چھت کی گھر سے قریب پہنچی۔ اُس نے نظر اٹھا کر مجھ کو نہ دیکھا۔ گلی میں کون کھینچا ہوئی وہ واپس لوٹنے لگی۔ اسی لمحے ایک سایہ نظر آیا۔ باؤں کے دیوار سے پچھا ہوا کیوں کھڑا تھا۔ گھر اس کا سایہ چھپ نہیں سکا۔ مگر وہ حرکت نہیں کر رہا تھا۔ چند دن کے دھبے لگے میں پکارا۔ "کون ہے؟" پھر مجھ جاب میں ملا۔ سنا وہ ہیں جتا رہا۔ چند دن کے سامنے والے گھر کے دروازے کی جانب دیکھا۔ وہاں تالا تھا۔ ان کے گھر کا کیا دشمن موہن سنگھ جاچکی کے ساتھ کچھ دن جیتر بارے کے امر تر گیا ہوا تھا۔

چند دن انھیں میں پر مٹی۔ کیا کرتا جائے؟ خور کے سب کو چگانے؟ مگر نہیں۔ اس سے قائم سے زیادہ نقصان کی توقع تھی۔ "گوئی ہو....." چند دن ہو پڑائی کرے میں واپس لوٹ گئی۔ چھت کے دروازے کی دھجیر مٹیوں کے بند کر دی۔ فانوس کی روشنی کچھ تیز کر دی اور سبز پر کر دت کے بل بوتے گئی۔ "جائے سوچ کر دھکی۔" اسی ارادہ سے وہ انھیں مٹی اور دھکی تیز دھک کر پڑی دی۔ کچھ دن گزرنے کے بعد باؤں کی گھاس پر کسی کے گرنے کی آواز سنائی دی۔ چند دن چھک کر بیٹھ گئی۔ کسی کے چھلانگ لگنے کا دھماکا تھا۔ باؤں سے چھت کے برابر کھڑے ہوئے درخت کے پتے کھڑکرائے۔ اب اسے یقین ہو گیا کہ ضرور کوئی گھر میں دھک رہا ہے۔ آٹھ کر وہ کھڑکی بند کرنے کے لئے تیزی سے پہنچی۔ اسی لمحے کوئی چھت پر چڑھا۔ "کھڑکی بند کر کے پوچھا۔" "کون ہے؟" مگر جواب میں کوئی دے دھکوں سے دروازے کی چھت کی طرف جتا ہوا محسوس ہوا۔ چند دن کا جسم پیسے سے بھیک گیا۔ اُس نے پھر پوچھا۔ "کون ہے؟" دروازے کے

قریب آ کر باہر والے نے جواب دیا۔

"میں..... میں..... میں ہوں۔" زبان کو کھڑا ہی تھی۔ باہر سے دروازہ کھینچنے کی کوشش کی گئی۔

چند دن کھڑکی۔ اُس نے بہت جھجک کر کے پوچھا۔ "تم کون ہو؟"

"میں چکا ہوں۔ جلدی کھول!" اُس نے جلدی سے کیا۔ پھر پوری قوت سے دروازہ کھینچا

گیا۔

چند دن آواز بھائی پائی۔ کچھ لے کے اُسے نیچے جا کر ماں کی کو چگانے کا خیال آیا مگر اس میں خور تھا۔ سوچے کا وقت بھی نہیں تھا۔ زنجیر پر تالا دھانے کا خیال پیا ہوا مگر اُس کے دروازے کے اوپر سلاخوں اور اسٹی لیز میں سے کسی کا ہاتھ اندر آ جا ہوا نظر آیا۔ وہ ہاتھ دھجیر کی جانب بڑھ رہا تھا۔ چند دن پھر مٹی سے برابر والے کمرے میں دوٹوٹی۔ بد اعتمادی کھول کر اندر سے کھار اٹھا لائی۔ سامان میں سے چھکی ہوئی کھار باہر نکالی۔ اس دوران اُس شخص کا آنکھ دھجیر کو چھو رہا تھا۔ چند دن کا ہاتھ نرزنے لگا۔ کھار ہاتھ سے گرتو نہیں جانے کی۔ مگر لمبے پھر میں اس کا زور پ دہل گیا۔ ہونٹ مٹیوں سے بند کر کے اُس نے کھار بند کر لی۔ زنجیر کرانے کے لئے زور کرتے ہوئے انگوٹھے پر زور سے کھار مارے ہوئے آٹھیں بند کر لیں۔ "کھڑا کھٹ....." کی آواز ہوئی اور ایک بھلی جی چنگ سنائی دی۔ اس کے ساتھ ہی فرار ہوتے ہوئے شخص کے دھکوں کی آٹھیں، درخت کی شاخوں کی کھڑکھٹا ہٹ اور باؤں کے دیوار سے پچھن کوٹے ہوئے والا دھماکا دھک سے کچھ چند دن کے بند آنکھوں سے سنا۔ جب بہت کر کے آٹھیں کھولیں تو کھار پر خون کے دھبے دیکھ کر خوفزدہ ہو گئی۔ چٹائی پر پیسلے ہوئے پیسے کو ساف کرنے کے لئے ہاتھ بھیرا مگر پھیل میں خون کی سرخی مل گئی۔ دھجیر پر نظر ڈالی وہاں میں خون نظر آ رہا تھا۔ فرش میں سرخ پھیلنے پڑے ہوئے تھے مگر کچھ ڈور کیا پڑا ہوا تھا؟ قریب جا کر دیکھا وہ کسی کے ہاتھ کا کٹا ہوا انگوٹھا تھا۔ اُس کی آنکھوں کے اندر اسی جگہ لگا دھماکا کھوٹے لگا پائل کی طرح دوڑتی ہوئی اوپری منزل کی پڑھیاں لے کر کے پیچھے پہنچی۔ "ماں....." "اب بی....." "اُس نے ماں کی کو پکارا۔ اُس کی گھبراہٹ ہوئی آواز سن کر ماں کی جلدی سے اٹھ کر کچھ گھبرا۔ ہاتھ پر مٹی ہوئی کھار تھا۔ کھڑی ہوئی چند دن کچھ کر ڈی گئیں۔

"کیا ہوا چند دن..... کیا ہوا؟" "ماں کی نظر کھار پر مٹی ہوئی تھی۔ اب چند دن کو خیال آیا۔ کھار کو فرش پر پھینک کر وہ ماں کی سے چھت کی اوڑھن کے سینے میں چھپ کر بیک بیک کر دتے لگی۔ ماں کی کو دھکی دیا۔ "کیا ہوا؟" "تو کھینچ....." "ماں کی سے لے کر کچھ دھک چند دن بول نہ لگی۔ آٹھوں سے ماں کی کا وہ پچھ بھیک گیا۔ وہ جھپ نہ کر سکیں۔" "اُسے لگی اٹھے بھی قوت۔ میری جان آدھی ہو رہی ہے۔" "ان الفاظ کا فوری اثر ہوا۔

چند دن نے سر اٹھا کر بھٹک کر کہا۔ "ماں کی کو کئی ہمارے مکان میں کھس آیا تھا۔"

ماں کی کی آنکھیں پھیل گئیں۔ وہ جلدی سے کھڑی ہو گئیں۔ "ہمارے مکان میں.....؟"

"جی ہاں۔" چھت پر آ کر کوئی دروازہ کھولنا چاہتا تھا۔ "چند دن کی گھبراہٹ ابھی باقی تھی۔

ماں کی نے دانت جھپ لے۔ پھر مٹی سے نیچے پڑی ہوئی کھار اٹھا کر گھر میں۔ "اس مکان میں داخل ہونے کی بہت کرنے والا کون ہے؟" یہ کہہ کر وہ اوپری منزل کے درجے پر چڑھنے لگیں۔ ان کی

”نہیں۔۔۔ وہ بچتا رہے نہیں تھا ماں! میں نے سب بچا لیا تھا۔ وہ شخص ہر صورت میرے  
فرسے میں گھسے آیا تھا۔ وہ جانے والا ہوگا۔“ بیٹھا اُسے پتہ ہوگا کہ کھر میں سرسبز موجود نہیں ہیں۔“  
انگریز چٹکا کر بولی۔ ”اور آپ کی منزل پر میں آئی ہوں۔“  
”مطلب؟“ کہتے ہوئے اُن کی آنکھیں پھیل گئیں۔ ”دشمن انگریز عورت پر ہاتھ  
اڑائے آیا تھا؟“ غصے میں اُن کے کب تک کیا نہ لگا۔ ”ہو! اگر میں بیدار ہوتی تو انگوٹھے سے اُسے  
پھانک دیتا۔ گردن اُتار لیتی اس حرام زنا سے کی۔“ پھر کچھ دیر میں پر سکون ہو کر چندن کے سر پر  
بانو بچھرنے لگیں۔ ”تم نے جو چھو کر اچھا کیا۔ اب وہ کچھ تو ہوا کہ باٹ کے گھر کی عورتیں بھی  
انھار اٹھنا جاتی ہیں۔ تمہارے سر تریش سے تو اُس کی جان نہیں چھوڑ دیں گے۔ بغیر انگوٹھے کے  
فہم کو کبھی سے حاشا کر لیں گے۔“

”نہیں ماں!۔۔۔ سر سخی یہ بات نہیں سنیں گے۔“ چندن نے مضبوط لہجے میں کہا۔ ”ان کا بیٹا  
لڑکی کا سزا بھگت رہا ہے۔ اب باپ کو کیسے بھرم جائیں؟ بہتر ہے کہ یہ بات ہم دونوں کے علاوہ کسی  
نہ سنا۔“

”کھر۔۔۔ ماں! میں کچھ کرنا چاہتی تھیں مگر انھیں اللہ تعالیٰ سوچ رہا ہے۔“ پھر بھی کہہ ڈالا۔  
”انہی بات کھر کے آدمی سے پوشیدہ کھر طرح رکھی جاسکتی ہے؟“

”میں سن چاہتی ہوں۔ پوشیدہ کھر کہ باپ میں پر جاؤں گی ماں! جی اگھر یہ بھی کرنے کو تیار  
ہوں۔ ایسا کیا سن کر مردوں کا خون جوش مارنے لگتا ہے۔ پھر وہ ضبط نہیں کر سکتے۔“ چندن کچھ  
دیر تک گئی۔ ”اُسے جو کچھ کہنا تھا وہ کہنے کا موقع تھا۔“ تمہارے بے کو پتہ چل گیا تو وہ جیل تو ذکر  
انتقام لینے آ جائیں گے اور۔۔۔“ پھر وہ بول نہیں سکی۔ ماں میں سب کچھ سمجھ گئیں۔ چندن بہت زور کی  
سوجھی گئی اس سے انھیں سرت ہوئی۔ اس واقعے کو یاد دہانا پھر تھا۔ رانی کا پرت ہو گیا تو اس  
کے ذہن سے پورا خاندان چل جانے لگا۔

چندن نے فرش پر پر اُڑا اور گھٹا اٹھایا۔ جب اُس کی آنکھوں سے نلرت برس رہی تھی۔ ایک انچ  
پتلا مردہ نگرا ہوئے کے باوجود چندن کے جسم میں خوف کی لہریں دوڑنے لگیں۔ اُسے اپنا کئی ہونے  
پڑا۔

”ہو! اسے کیا دیکھ رہی ہو بھئی؟ لاؤ اسے ماں! ہر پھینک دوں۔“ ماں جی نے کہا۔  
چندن غور سے انگوٹھا دیکھ رہی تھی۔ ”دیکھا ماں! جی! ناخن پر پھنسی لگی ہوئی ہے۔ کٹھ پاندو  
خس نہیں رہ گئے۔“ کیا اُنے والا مسلمان ہوگا؟“ چندن نے کہا۔

”ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟“ ماں میں اُس کی اب دل چاہی لینے لگیں۔ ”ہمارا ایک ہی دشمن ہے وہ سامنے  
رہتا ہے۔“ وہ خاموش ہو گئیں۔ پھر اندازہ لگائی ہوئی بولیں۔ ”مکھن سے سینے گاؤں میں بدنام  
کرنے کے لئے کوئی کرانے کا آدمی بھیجا ہو۔ اُس کی بیوی ویرز جگت کے ساتھ فرار ہوئی جس اس کا  
انتقام لینے کے لئے اٹھ اٹھ کر حرکت کی ہو۔“

”کچھ بھی ہو۔۔۔ میں سنا ہوا انگوٹھا سنبھال کر رکھوں گی۔ ذہب میں رکھ دوں گی۔“ چندن نے  
فیصلہ کن لہجے میں کہا۔ ماں میں چندن کو حیرت سے دیکھنے لگیں۔ ”مردہ کبر رہی تھی۔“ مکھن ہے کبھی یہ

بنیادی اور بڑھا چھتے نہ ہو کیا تھا۔ چندن ابھی کچھ کہنا چاہتی تھی اسی لمحے وہ اُدھر پہنچ گئیں  
چندن بھی پیچھے دوڑ گئی۔ وہ سانس کی بھاری دیکھ کر حیرت زدہ ہو گئی۔ ذرا بھی نیچا کھٹ کے بغیر  
جی نے چھت کے دروازے کھول دیئے۔ اُن کی آنکھوں میں خون اُترا ہو گیا تھا۔ گوار تھا ہے ہو۔  
بڑھی کا تیل کی سرسختی کی تھی۔ وہ کسی کو پہنچ کر چاہتی تھیں کہ چندن اُن کے پاس پہنچ گئی۔  
”نہیں ماں!۔۔۔ وہ فرار ہو گیا۔“ چندن نے جلدی سے کہا۔ پھر ماں جی کے ہاتھ سے کتو  
لے کر کہا۔ ”وہ اپنی نشانی چھوڑ گیا ہے۔ دیکھئے! چندن نے فرش پر پڑے ہوئے انگوٹھے پر کتوار  
نوٹ رکھتے ہوئے کہا۔

ماں جی بھی خون خھر سے انگوٹھے اور کبھی چندن کو مستحب نظروں سے دیکھنے لگیں۔ اب اُن کی تو  
زہین پر خون کے پھینٹوں پر پڑی۔ ”ہستہ۔۔۔ ہستہ۔۔۔ اُن کی سمجھ میں بات آ گئی۔ ہوئے کتوار کا وار کدو  
تھا۔ چندن کی ہمت اور پھر لڑی پر وہ واری گئیں۔ ”عجب بات ہے۔۔۔ اکتا کچھ ہو گیا پھر بھی میر  
سوئی رہی۔ چندن! اتم نے مجھے بیدار کیوں نہیں کروایا؟“

”مجھے کبھی محسوس ہوا ہے کہ آپ کو چٹائی تو بہتر تھا۔ مگر اوقات نہیں تھا۔ وہ شخص ذرا خیر کھول  
اٹھ جائے گی کوئی کوشش کر رہا تھا۔“ چندن نے جواب دیا۔  
ماں جی ہمت پر چٹکارا کر لوت آئیں۔ ”کھر وہ کون تھا؟ کس نے آیا تھا؟“

چندن کو اس سوال نے ابھن میں ڈال دیا۔ ”کون تھا یہ تو پتہ نہیں چلا۔ کیوں آیا تھا؟ یہ اندازہ  
لگا جاتی تھا۔“

”مکھن سے چوری کرنے آیا ہوا۔“ ماں جی نے اندازہ لگا دیا۔  
”نہیں۔۔۔ چوری کی نیت سے نہیں آیا تھا۔“ چندن نے نیچے لہجے میں کہا۔ ”چوری کی نیت سے  
آئے والا شخص کھر کے لوگوں کو دیکھ کر فرار ہوتا ہے۔ مگر میں نے اُسے آواز دی تھی۔“

”اُسے آواز دی تھی؟“ ماں جی نے حیرت زدہ لہجے میں پوچھا۔

”جی ہاں۔۔۔ میں نے پوچھا کہ کون ہے؟ اُس نے جواب دیا، میں ہوں۔ میں نے پھر پوچھا  
تم کون ہو؟ اُس نے جواب میں کہا میں کچھ نہیں۔ جلدی کھول!“

”یہ سن کر ماں جی لڑ گئیں۔“ وہ دیکھنے بغیر کتوار واری۔ ”مکھن ہے جگت جیل سے فرار ہو  
کر۔“ ماں جی کتوار کہنا جاتی تھیں مگر چندن نے انھیں روک دیا۔

”نہیں۔۔۔ ماں۔۔۔ نہیں۔“ چندن بڑبڑاتے ہوئے بولی۔ ”وہ نہیں تھے۔ میں اُن کی آواز بھی  
نہیں پہچانتی کیا؟ وہ وہ بھی کھر کے لوگوں سے اپنے آپ کو کچھ کہہ کر بتاتے نہیں تھے۔ آواز اور  
بوئے میں صاف عبادت جھک رہی تھی۔“ چندن کچھ دیر تک کبر بولی۔ ”وہ کچھ ہوا کھا کھر میں اکثر  
بن جاؤں گی مگر سر کدو جسم چھو چکی ہو اُس مرد کا سانس تک صورت پہچان لیتی ہے۔“ چندن سر  
جھکا کر بول رہی تھی۔

”ماں! جی کو اب بھی یقین نہیں آ رہا تھا۔ وہ کچھ دیر تھیں کبھی کوئی غلطی ہو جاتی ہے۔ وہ ابھن  
میں پڑ گئیں۔“ جگت نہ ہوا اور مکھن سے اُس کا کوئی سامی ہو۔ کسی کام کے سلسلے میں چھپ کر آئی  
ہو۔ پھر وہ پتلا رست کی حالت چھوڑی ہوئی۔“



اور اُس سے کال پیر ہادی اُس کی فکر رکھتا ہے۔

”اور کیا بات ہوئی؟“ چندن نے دل کی بات مان جی کے لبوں سے نکل آئی۔

”گورٹ میں ہم اُس سے بات نہیں کر سکتے۔“ سوبن کچھ نے افسوس بھرے لہجے میں کہا۔

”جو کچھ ہے پوچھنے کے حلق کبہری بھی تھی کبھی مجھے معلوم تھا۔ مگر پیٹ میں پاپ رکھ کر میں ہاں

کرنا رہا۔ یہ ایسا ہوا کہ اس کی جیل کال پیر ہادی کیس سننے آیا تھا اُس سے بہت کچھ معلومات

حاصل ہوئیں۔ کچھ تو مجھے جوت بولنا پڑتا۔“

چندن کی آواز نکل گئی۔ دوسرے کا دل رکھنے کے لئے انسان کو اکثر جوت بولنا پڑتا ہے۔ رات

والے اُنجانے شخص کی بات دل میں رکھنے کے لئے اُس کا ذہن کھلنے لگا۔ ماس جی نے دوسرا سوال

کیا۔ ”جیل کے پیر ہادی نے جگت کی کیا بات بتائی؟“

”کچھ نہ بتا تھا۔ آپ کی بات کی فکر نہ کریں۔ میں بیٹے کی طرح اُس کا خیال رکھتا ہوں۔ کھانے

کو زیادہ دیتا ہوں۔ کچھ نہ ہندو کو کھڑی کی بجائے رک میں دوسرے قیدوں کے ساتھ رہنے لگے

گا۔ وہ بیچارہ یہ بھی کہہ گیا کہ جگت کی رہائی کے لئے اُس نے منت مان لی ہے۔ وہ ضرور رہا ہو جائے

گا۔“

گورٹ والے کیا کہتے ہیں؟“ چندن نے سوال کیا۔

”ابھی کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ یہ بیٹی!۔“ سوبن کھڑکی کی آواز زم ہو گئی۔ پھر فوراً ہی بڑبوس لہجے میں

بولے۔ ”ہمارے وکیل نے زوردار دہلیس کی ہیں۔ ہمیں تو کچھ نہیں آتا مگر کچھین ڈاکٹر ساتھ

تھے انہوں نے بتایا کہ شروعات اچھی ہوئی ہے فیصلہ ہماری فیروز میں آنا چاہئے۔“ پھر درمیان میں

جھکی کر بولے۔ ”کچھین ڈاکٹر نے جگت کو مت بھی دلائی تھی کہ کچھ بیٹا میں تجھے رہا کرنا کہہ

لوں گا۔“

تینوں خاموش ہو گئے۔ چندن کو سوچنے لگی۔ ”صرف اتنی بات؟ اس سے بہت کچھ پوچھ لینے

کا جی چاہا مگر کس طرح پوچھتی؟ ابھی وہ سمجھے بارے آئے تھے زیادہ پریشان نہ بہرہ نہ تھا۔ پھر بھی

اُس نے ایک بات پوچھ لی۔

”پاپ! ایشل میں رہتے داروں کو بلا قات کی اجازت دی جاتی ہے۔ یہ سنا ہے؟“

سوال اور اصرار تھا کہ سوبن کھڑکی کا مطلب کچھ گئے۔ جگت سے ملنے کی خواہش نے یہ بات

اُٹھ دی تھی۔ ”ہاں۔۔۔ میں نے معلوم کیا تھا۔ وہاں میں ایک بار بلا قات کی اجازت دی جاتی

ہے۔“ سوبن کھڑکی نے کہا۔ چندن کی آواز نکل گئی کہ میں سوبن کھڑکی کے درمیان دب کر رہ گئی۔

”تو ان کے بعد جوت ہی ہے۔“ بات کو ختم کرنے والے انداز میں بڑبوس کر اُنکھیں بند کر کے

سوبن کھڑکی نے جگت کی بات اور سوبن سے بہت کچھ چھپایا تھا۔ یہ بات اُن کی ہند

جگن میں کھڑکی کی طرح نہ رہتی تھی۔

جگت جب عدالت کے کتھرے میں کھڑا ہوا اُس کی سرخ آنکھیں دیکھ کر وہ اور انا بھڑک

اُٹھے تھے۔ جگت اُن کی جانب دیکھ کر سرگراہ تھا کہ اُن کی مسکراہٹ میں عینک تھی۔ عدالت کی

کارروائی کے دوران وہ پہلی کی نسبت زیادہ لاچار واد نظر آ رہا تھا جسے اپنے فیصلے کی بالکل پرواہ نہ ہو۔

بات اُنہیں بتائی پڑے۔ جب یہ نشانی دکھائی دی۔ ماس جی کے جواب کا انتظار کچھ بصر چندن نے

کنا ہوا انگوٹھا ذہین رکھ کر ذہین مندرق کی تہہ میں چسپا کر رکھ دی پھر سلطان کا سانس لے کر کہا۔

”اب میں جلدی جلدی خون کے داغ وجود دیتی ہوں۔ آپ فائوس تمام دیکھیں۔ چھت پر بھی اور

بچے بازے میں بھی دیکھ لیں۔“

ماس جی چندن کی بے چینی سمجھ گئیں۔ جب جگت کے پاؤ آئیں اس وقت جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو

اس طرح کرنا ضروری تھا۔ ماس اور بہو کا ہم رنگ گئیں۔ بازے میں کھاس کے دھڑ پر خون کے

چھینٹے پڑے ہوئے تھے۔ دونوں نے دل کر کھاس کو اوپر لٹکے کر دیا۔ اُنجانے میں کوئی جرم ہو گیا ہو

تھے چسپانے کی کوشش کر رہی ہوں ایسی پر اسرار حسرتیں گئی نظر آتی تھیں۔ ماس جی نے ایک بار کہا

بھی۔ ”چندن! ایشل کبہری ہوں کہ یہ کچھ کر کے جگت کے پاؤ کو تاج و بہرہ پہنچا رہے گا۔ ہم

خود میں اسرا بصر ہات کو چپیت میں نہیں رکھ سکتے۔“

”نہیں! ماس جی۔۔۔۔۔ آپ کے پیر پکڑی ہیں۔“ چندن گونگڑائی۔ ”اس کام کا انجام ایسا برا

ہوگا کہ ہمیں زندگی بھر جھجھ پڑے گا۔“

ماس اور بہو جی تک جا گئی رہیں۔ دونوں کے دھڑوں میں ایک ہی سوال گونج رہا تھا۔

”وہ انجانے کی بات کون تھا۔۔۔؟“

کھڑکی کے سر نے باجک دی جس کا کافی دیر بعد دروازے پر دھک ہوئی۔ جگت کی ماس

کھڑکی کو ملے کے لئے اٹھ رہی تھیں جب چندن کو رے اُنہیں روکا۔ ”ماس جی! آپ رہے وہی۔“

میں کھڑکی کو کھڑکی ہوں۔“ سر اور پینے پر دو پھول کا چندن کھڑکی کو مل رہی تھی۔ اس وقت سر سے

بہت کچھ جان بٹنے کا کٹھن زور کر رہا تھا کہ اُن کو جگت کا پاپ!۔ کھڑکی کی دیکھ کر کھڑکی نے بولے اُسے

ایسا انگوٹھا مسکرت محسوس ہونے لگا۔ چندن ایک جواب بھی نہ گئی۔ سر کے اندر داخل ہوئے اُس

نے کھڑکی بند کر کے دیکھ کر چڑھا دی۔ ماس جی برآمدے میں کھڑکی تھیں۔ سوبن کھڑکی کو توجہ ہوا۔

”ماس! ہوا اس وقت جاگ رہی ہیں؟“

اسی کسے چندن پکڑی سے پانی کا ٹوکھا بھر کر لے آئی۔ اُس نے ماس کا جواب غور سے سنا۔

”آپ آئے کو تھے۔ اپنا تینڈا ڈنگی۔“ پھر مزید بولیں۔ ”بہو کو ساری رات میں سوئی۔“

چندن کو زور محسوس ہوا ماس جی شاید رات کی بات کر دیں گی۔ مگر سوبن کھڑکی نے اس کا دوسرا

مطلب نہ کلا۔ ”میں چڑھا ہوں۔ بہو کو تھینے کا انتظار ہے۔“ تب چندن کو اطمینان ہوا۔

اتحاد میں دھوکا بڑی کھڑکی پر دھک کر جگت کے پاؤ چا پائی پر لپٹ گئے۔ ایک بڑی بھڑائی لی۔

ساری رات فرین میں جاگ کر کھا گئی۔ چندن کو زور دروازے میں کھڑکی اور ماس جی چا پائی کے

برابر جیسی تھیں۔ سوبن کھڑکی نے راستے پھر فرین میں بات بتائی ماس جی پھر بھی شروعات کرتے رہے جو

گئی۔ ماس جی کا ضبط چھوٹ گیا۔ وہ بولیں۔ ”جگت! اچھا تو ہے؟“

”بالکل۔۔۔“ سوبن کھڑکی نے شروع کیا۔ ”ہم نے اُسے جیسا چھوڑا تھا وہی رہا ہے۔ بلکہ مجھے

کچھ اور صحت مند نظر آیا۔ مرنج صاحب کی سفارش سے اُسے جیل میں زیادہ کام نہیں کرنا پڑتا۔

سہن سکھ کو تھوڑا سا غصہ آ گیا۔ اکیلے لانے کے لئے اسے پیسے خرچ ہو رہے تھے۔ فیصلہ آنے کا اُس وقت وہ قرض دار بن چکے ہوں گے۔ مگر جگت کی آنکھیں اتنی سرخ کیوں تھیں؟ انہوں نے عدالت میں نظریں نہ اٹھائیں اور ایک شخص کو دیکھا جو اُن کی جانب غور سے دیکھ رہا تھا۔ پھر جب وہ اُس جانب دیکھتے اُس شخص سے کانپیں کھڑی تھیں۔ اُس کی سفید داڑھی موچھ اور جھروا والی چہرہ سر پر راجستھانی پٹوڑی کی غصی کوٹھی دکھائی دے رہی تھی۔ اُس نے اُن کی طرف اشارہ کیا۔ وہ پھر کوچہ قائم کے دوران کوٹ کے میدان میں درخت کے نیچے بیٹھ کر وہ ٹانگے ساتھ کھانا کھا رہے تھے جب وہ شخص شرماتا ہوا اُن کے قریب آ گیا۔ سہن سکھ نے اُس کی جانب دیکھا تب وہ ہلکا سا مسکرایا۔ کچھ دیر تک وہ دونوں رہا پھر ہوا۔

”کیا آپ جگت کے باپ ہیں؟“ ناٹا بھی پسینہ بہا رہا تھا۔ دونوں کو اس سوال میں الجھن نظر آئی۔ اُس انجانے شخص نے کہا۔ ”میں جیل کا کیدار ہوں۔ جگت کی کوٹھڑی پر میرا پہرہ ہوتا ہے۔“

”سہن سکھ کی دلچسپی بڑھ گئی۔ ”یہاں آئیے۔ ہم ساتھ کھانا کھا لیں گے۔“ سہن سکھ نے کہا۔ ”تاؤ کوٹھڑی کی بات سن کر وہ شخص اُن کے پاس بیٹھ گیا۔“

”میرا نام اودھم سنگھ ہے۔ تمہارے بیٹے نے بڑا نام پیدا کیا ہے۔“ اُس شخص نے کہا۔ مگر دونوں نے اُس کی بات کا نوٹ نہ لیا۔ تب اودھم سنگھ قہر سے جھینپ گیا۔ ”یہ بزرگ بھی جگت کے رشتے دار ہوں گے۔“

”ہاں۔۔۔ میں جگت کا ناٹا ہوں۔“ ناٹا نے اپنی پچکان خشک لہجہ میں کہائی۔ سہن سکھ کی زبان کچھ کھینچا اُٹھی تھی۔

”بھائی! آپ عدالت میں کس سلسلے میں آئے ہیں؟“

اودھم سنگھ نے براہِ اُچھا جاتے ہوئے کہا۔ ”جگت کا کس نے اپنا تھا۔“ پھر اس نے غصوں کی طرح انہیں گھب ہوا ہے۔ لہذا ہوا۔ ”اُس کی رہائی کے لئے میں نے منت مان لی ہے۔“ جیل کے پہرہ دار کے منہ سے یہ بات سن کر دونوں نے اُس کے سامنے آ گئے۔ یہ شخص انہیں اتنی تو تھیں تار ہا؟ مگر اودھم سنگھ بڑے بظرف کہہ رہا تھا۔ ”اُمی میری رات کی شفٹ چلا رہی ہے لہذا یہاں آنا کس ہوا۔ کچھ دن جگت کو تکلیف کا احساس رہا مگر اب میں ٹھیک ہے۔ کام بھی آدھا کر دیا گیا ہے۔“

سہن سکھ نے دیکھا کہ وہ شخص خود بس باتیں بتا رہا تھا تو اسی سے کہنا نہ کچھ معلوم کیا جائے؟ ہسر پینڈ کس کریں گے پھر بھی پوچھا۔ ”بھائی! اُس کی آنکھیں اتنی سرخ کیوں ہو رہی ہیں؟“ پوچھتے ہوئے باپ کی آواز بھرائی۔

”کل رات وہ بہت روئے۔“ اودھم سنگھ نے کہا۔ اسی لمحے ناٹا کے ہاتھ سے نوالہ گر گیا۔ سہن سکھ آنکھیں پھیلا کر اُسے دیکھنے لگے۔

”روئے تھے؟ مگر کیوں؟“ اُن کی سمجھ میں یہ بات نہیں آ رہی تھی۔ جگت جیسے شخص زندہ نہیں سکتا تھا۔ ”آئے کیا ذک ہو گا؟“

”وہ انتہائی قیدی سخت کر دیا گیا اس کی وجہ سے جگت کو ذک بچا۔“ اودھم سنگھ نے بتایا۔

”اس میں اُس کے باپ کا کیا کیا؟“ ناٹا گرے مگر انجانے آدمی کے سامنے بولنے کی غلطی انہیں محسوس ہوئی۔ ”جیل سے فرار ہونے کی صورت میں جیل والے اُس کی آدمی کو تھیں اُتاریں گے۔“

”میں بھی آپ سے یہی کہنا چاہتا تھا۔“ وہ ارد گرد دیکھ کر ہوا۔ ”جگت کے ذہن میں فرار ہونے کے خیالات گردش کر رہے ہیں۔ اُس نے مجھے نہیں بتایا۔ مگر اسے ساروں سے جیل میں کام کرنا ہوں۔ لہذا۔۔۔“

”پھر انہیں شک ہو گیا ہے۔“ ناٹا گرم ہو گئے۔

اودھم سنگھ کو یہ بات کھلی کھری سہن سکھ کا آتما ہوا چہرہ دیکھ کر اُس نے برا نہیں مانا۔ ”بھگوان کرے میرا لشک ہی ہو۔“ پھر آپ کو کچھ دیر کر دیا۔ مجھے اُس سے بے نیکی محبت ہے۔“ کہتے ہوئے اودھم سنگھ کی آواز بھگ گئی۔

ناٹا غصے سے بچے۔ سہن سکھ کو کھانا نہیں بھایا۔ ناٹا پانی پینے کی خاطر کنویں پر گئے تب سونج تھمت جان کر جگت کے باپ نے اودھم سنگھ سے کہا۔ ”میرے سر کا مزاج ڈرامے ہے۔ ان کے لئے کاہنہ ماننا۔ پھر جب سے ایک روپے نکل کر اُس کے ہاتھ میں دے دیے ہوئے کہا۔ ”بچوں کی مطالعہ کے لئے دے رہا ہوں۔ جیل میں میرے بچے کا خیال رکھنے والا کوئی ہے؟ یہ جان کر کیجئے رات نہ ہوئی۔“

اودھم سنگھ نے دیر سے اُنکار کیا۔ ”مجھے نہیں چاہیے بزرگ! مگر سہن سکھ کے بہت زیادہ صبر دار کرنے پر وہ انکار نہیں کر سکا۔ ”بھڑے۔ میں آپ کا احترام کرتے ہوئے نے رہا ہوں۔ مگر میں نے آپ کو ہوشیار کر دیا ہے۔ یہ بات کسی کو نہ بتائیں کیونکہ میری ملازمت چلی جائے گی۔ کچھ برسوں بعد جیل پر جانا ہے۔ وہ بھی نکارا ڈال گا۔“

”ختم کر دو۔“ سہن سکھ اس سے گھر کے آدمی کی طرح بات کر رہے تھے۔ ”جگت کو انرا کچھ سوچنے کا موقع نہیں آئے گا۔ اکیلے فیصلہ نازی نازی نہیں آئے گا۔“

عدالت پر غور سے ہونے کے بعد اودھم سنگھ کبھی نہ جیل میں آئے۔ اُن کے پاس آئیں۔ سہن سکھ کو کبھی بھلا آدمی دکھائی دیا مگر اُس کی بات سننے کے بعد اُس کے دل میں فکر پیدا ہو گئی۔ مگر وہ کسی سے نہیں کہتے تھے۔ پھر کبھی ان کو شہر کا رکارڈ پڑا تھا۔ ”آپ جگت کے کان میں کر دیں کہ فیصلہ نازی نازی ٹھوس ہے۔“

اگر یہ باتیں جگت کی ناس اور چند دن کو مسموم ہوئیں تو وہ تباہ اُٹھیں گی۔ یہی وجہ تھی کہ انہوں نے سڑکی کھن کے بہانے عدالت کی بات کھن کر کے سہن سکھ کے مزید تنوالت سے نہایت حاصل کر لی تھی تاہم کر کے انہوں نے کیا۔ ”میں اوپر کی منزل پر سونے جا رہا ہوں۔ مجھے ”پہرہ طے آٹھا جاتا ہے۔“

چند دن گزرے مگر۔۔۔ رات والے واقعے کی کوئی نشانی اُن کے ہاتھ تو نہیں مل جائے گی۔۔۔

چند دن کو ڈول بھلانے کی خاطر گھر کے کام میں لگ گئی۔ سچ کی منسوب بڑھرت جیل میں تھی۔

لہاک دروازے کی زنجیر کھلی۔ جلی میں پوچھا جیسے جیسی میں لہا چند دن دروازہ کھولنے سے

”جسے چندن نے اٹھلاتے ہوئے کہا۔ ”مگر آج کی طرح برفہ اودھ کرنا نا۔ کیونکہ چہرہ دیکھے بغیر استعمال نہیں ہوگا۔“ چندن ہنسنے لگی مگر اس کی جہرے پر تنقید کی چھائی رہی۔  
وہ دیکھی تنبیہ ہو گئی۔ ”اور کوئی طریقہ نہیں تھا۔“ کئے عام آبی تو اس صورت میں سارے گاؤں کی آنکھیں پھیل جائیں۔ زبان دروازہ ہو جاتی۔ میرا نام تو بدنام ہو ہی چکا ہے۔ میں اس مکان کی طرف تکتی تکتی کرنے کا کسی کو سوچ دینا نہیں چاہتی۔“ ”دیر نہ بھرانے ہوئے کیجئے میں بولی۔“ غلغلہ کے ٹھکر کا پاپے سے ہمارے کے آئی ہوئی۔ چندی مسلمان خانقاہ سے برفہ مانگ لیا۔

”دیر نہیں! یہ سب کرنے سے بھر تھکا کھجے یا نہیں۔“ میں فوراً آجاتی۔ ”چندن کہہ رہی تھی۔ اسی لئے ماں ہی پوچھا کرتے کہ ان کے قریب آئیں۔“ ”دیر ان کی حجاب دیکھئے گی۔ ان کی آنکھوں کے کونوں میں اسے ناخوشی نظر آتی۔“

”سب لوگ تھکے تو ہوں! پاپی کی گھر میں ہیں؟“ ”دیر نہ پوچھا۔“  
چندن کا کالوا بھر کر لائی۔ ماں تیار ہو کر آئیں۔ وہ دیر کی آنکھوں سے اس کے دل کا حال معلوم کرنے کی کوشش کر رہی تھیں۔

”سرسری ہیں۔“ وہ دیر کے کمرے میں سوتے ہیں۔ سر کی ٹھنکن اور بیداری کی وجہ سے انہیں تیز آتی ہے۔“ ”لوگ تو مگر چندن کے جواب دیا۔“

”ارے ہاں۔۔۔ میں پوچھتا ہی بھول گئی۔“ ”دیر نے آواز میں جیسے کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ ”کل جراثیم میں کیا ہوا؟“ اس کے سوال نے دونوں کو حیرت میں ڈال دیا۔ چندن کی آنکھیں پھیل گئیں۔ ماں جس کے سب بند ہو گئے۔ عدالت میں کیس کی تاریخ کے حقائق بھی دیر کو معلوم کرنے۔ ”دیر نے تقریریں پھاٹکیں مگر اس سے جیش نہاں ہی اس کا کارواں تھک گئیں۔ وہ غیر معلوم کرنے سے۔“ ”دیر کی آئی کی سب سے بھی پریشان ہو کر۔“

”تم ہاتھیں ہی کرو گی یا پکانے میں بھری مدد بھی کرو گی؟“ چندن دیر کا ہاتھ تمام کر باور ہما خانے میں لے گئی۔

ماں ہی چار پائی پر لیٹ گئیں۔ ”اُن کی نظر میں دروازے پر ٹپکتے ہوئے دیر کے ہاتھ پر چڑھ گئیں جبکہ کان باور ہی خانے کی جانب لگے تھے۔ اب انہیں وہ پہلے کی طرح بھولی نظر نہیں آتی اور چندن میں ہلاکی کی کی نظر آ رہی تھی۔ وہ سالوں سے بچھڑی ہوئی دو سٹیوئین کی طرح پناہ دیتے سے ہاتھیں کر رہی تھیں۔ مگر کی وہ بھڑوں کی طرح جل جل کر کام کر رہی تھیں۔ وہ بچھڑیں! ماں ہی نے دل کو ڈانٹ دیا۔ نہیں نہیں۔۔۔ وہ خود خواہ و برون پر شک کر رہی تھیں۔ وہ ایسا نہیں کرے گی نہ ہی ایسا ہونے دے گی۔ کبھی بھی طرح نہیں۔۔۔“

کانی دیر بھڑو دیر کے میں آئی۔ دروازے پر سے برفہ اتار کر ماں ہی کی چار پائی کی کنار پر چڑھ گئی۔ ”آج آپ بالکل خاموش ہیں ماں ہی! مجھے دیکھ کر فکر مند ہو گئیں۔“ ”دیر نے مسکرا کر کہا۔“

ماں ہی کچھ جھینپ گئیں۔ وہ دیر کی اس عادت سے واقف تھیں کہ وہ جو کچھ محسوس کرتی ہے کہہ ڈالتی ہے مگر دل اس کا صاف ہوتا ہے۔

لے باور ہی خانے سے باہر آگئی۔ اس نے سوچا شاید دوسرے آئے ہوں گے۔ دروازہ کھولا۔ ہی وہ بھجک گئی۔ ایک سا دیر ہاتھ سے اُڑاتے مورت کھڑی تھی۔ چندن سے کچھ پوچھنے سے خوش رہی وہ سیدی مکان میں داخل ہو گئی۔ دروازہ بند کرتے ہوئے چندن کو دے ذہن میں ایک خیال گزرا۔ اودھ کر دیر کی رات گھر میں کھسنے والا خلیس مسلمان تھا۔ وہی تو برقعے میں نہیں آیا ہوگا؟ چیخنے کو دل چاہا مگر دن دہانے سے ایسا کرنا بیہوشی تھی۔ اب تو سر بھی گھر میں تھے۔ بہت کر کے برقعہ پونچر عورت کے پیچھے بڑھانے کی طرف بھجی۔ ماں ہی نے آہٹ نہی لہنا مالا بھیرا ہوا اُن کا ہاتھ تھم گیا۔ ”پیشے ڈھینے انہوں نے! آواز دانی۔“ ”کون ہے؟“

آنے والی نے تیزی سے چہرے سے نقاب ہٹایا۔ ماں جس ہی ہو گئیں۔ ”ارے دیر تم۔۔۔؟“ ”ماں ہی کے حیرت سے ٹکے ہوئے منہ سے نکل گیا۔“

چندن کا خوف غرق میں بدل گیا۔ وہ دیر سے لپٹ گئی۔ ”تم نے تو ڈرامی دیا تھا۔ اچھا ہو چکی نہیں۔“

”بہت اچھا ہوا۔۔۔“ برفہ اتار رہی ہوئی وہ بولی۔ ”لوگ جمع ہو جاتے اور میری پرل کلر پاتی۔“ ”اور ماں ہی کی جانب متوجہ ہوئی۔“ اس کے چہرے میں اُٹھ رہے تھے کیونکہ ماں ہی کے چہرے پر پہلے ہی سسرت نظر نہیں آ رہی تھی۔ وہ برفہ چمن کر خاموشی سے آئی اس وجہ سے ناراض ہو کر کی۔ ”دیر نے سوچا اور ماں ہی کے سر میں جھک گئی۔“

”ماں ہی نے لڑائی ہوئی آواز میں ڈھادی۔“ ”تہہ ہا سو بھائی۔۔۔؟“ ”ماں ہی کھم بھڑک گئیں۔“ ”سلامت رہے۔“ ”انہوں نے اپنا چہرہ لپکا۔“

”پوچھو۔۔۔ اسکی سازش کی اس میں سونہا رہی تھی سلاسی کی دعا کچھ عجیب ہی معلوم ہو رہی تھی۔ پھر ماں ہی کی آواز میں وہ دیر بھڑکی نہیں کی چہرہ پر سلاسی کی۔ ماں ہی نے پہلے اس کی بہت دکر تھی۔ اس کی ماں ہی کی جانب سے ایک جھٹکے پڑاؤ سے اس کا دل ٹوٹ گیا۔ وہ سوچنے لگی۔ ”شاید جوان بننے کی بیس سال کی قید کے قید سے ایسا ہو رہا ہے؟“

”کیا سوچ رہی ہو تو یہ بہن؟“ ”کہہ کر چندن نے اسے سوچ سے چوٹ دیا۔ وہ بچہ شرمندہ ہو ہو کر چہرہ پر کھنکھائی مسکراہٹ بکھڑی ہلا کر بولی۔“

”بیٹے ہوئے دن یاد رہا ہے۔“ ”بھڑکان میں خادوں حجاب دیکھی ہوئی ہوئی۔“ ”تب یہاں صرف ماں ہی اور پاپی تھے۔ تم دونوں نہیں تھے۔ میں زور دھکے کا کام ختم کر کے یہاں آجاتی۔“ ”چوٹا کر خانی! چوٹا دل کا بچہ بھڑک کر پھوٹا لٹاتا ہے جاتی۔“ ”دیر کے دل کی حرکت کرتے تھے۔ گھر گھر کی کھینچ ماس کی یا کڑواہن کے پردے پر ابھرتے دیکھ رہی تھیں۔“ ”اب ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے سب بچہ بدل گیا ہے۔“ ”سانے والا مکان ہمیشہ سے لے کر بند ہو گیا بلکہ میں نے خود بچہ کر دیا۔“ ”اب صرف میں ہی رہ گیا ہوں۔“ ”اگر استعمال سے کام تو آؤں گی۔“

ماں ہی چونک گئیں۔ ”کیا دیر آسرا حاصل کرنے آئی تھی؟“ چندن کو دیر کی بات میں کوئی اسرار نظر نہیں آیا۔

”یہ تہہ را گھر ہے دیر وہیں! یہاں آپ کو بہت عزت ملے گی۔“ چندن نے کہا۔ ماں ہی دکر

مجھے تو تیری فکر ہو رہی ہے لڑکی! ماں جی نے سوچا۔ ”جو کچھ کہتا ہے کہہ دوں۔“ تم اس طرح بے آسرا تک رہو گی؟“

دیرو کے چہرے پر درد جھلکے گا۔ ماں جی کی محبت سے اس کا دل بھرا آگیا مگر جگت کی ماں کچھ اور ہی کہنا چاہتی تھی۔ ”عورت کو سرسرا لے کے بغیر نہیں سکون نہیں ملتا ورنہ خد چھوڑ کر سامنے والے مکان میں داخل لوٹ جا۔“ دیرو کے چہرے کے تاثرات بدل گئے۔ سب کچھ جانتے ہوئے ماں جی یہ کہہ رہی تھیں۔

وہ بڑے خوف کی طرح تنوکھل گھر کر بولی۔ ”یہ اب کس طرح ہو گا ماں جی؟ میرا اب اس دنیا میں کوئی نہیں۔“ بھڑاواز میں سنبھلی پیدا کر لی ہوئی بولی۔ ”میں نے طلاق حاصل کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔“

”طلاق؟“ ماں جی کا جسم لرز اٹھا۔ طلاق کو کیا کرے گی؟ یہ پوچھنا چاہتی تھیں۔ اس گھر میں آنے کی خواہش ہے تو وہ خواہش بارود یا کہنا چاہتی تھیں مگر ماں جی اتنی سنگدل نہ ہو سکیں۔ انہوں کے ساتھ صرف اتنا بولیں۔ ”دیرو! بغیر سوچے پوچھے یا ہوا قدم اکثر بہت سے لوگوں کی بربادی کی وجہ بن چاتا ہے۔“

پھر دیرو کی واپسی تک ماں جی خاموش رہیں۔ چند دن دیرو کو وار کرنے دو اور ان سے شک آئی۔ کھڑکی کھلنے سے بیشتر برتنے کے پردے کے عقب سے دیرو بولی۔

”اُن کو جیل میں ملے سے بیشتر مجھ سے ضرور ملا کرتا چندان!“

چند دن نے اُس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ ”تم نہ جانتیں تب بھی میں آنے والی تھی۔ وہ مجھ سے تمہارے متعلق پر ریاقت کریں گے۔“ بڑھتی کی نقاب سے دیرو نے دیکھا چند دن کے چہرے پر غلوس جھلک رہا تھا۔

”بہتر۔“ کہتی ہوئی دیرو باہر چلی گئی۔ گلی کے کونے پر غوڑنے تک چند دن اُس کی پشت کا جب دیکھیں رہی۔ دیرو نے کئے سمجھ رہی ہے اُس کا دل بھر گیا۔

پولیس چیف دلاور خان کو سزا سے تین مہینے کی محنت کا پھل قریب نظر آنے لگا۔ جین اور ہوشیار سنگھ کی کارروایاں اب بے شک کر رہی تھیں۔ اُس نے سچے ہمارے اندر اندر دن پر قابو پانے کا فیصلہ کر لیا تھا لیکن پچھلے ایک مہینے سے ہوشیار کی پارٹی کی سرگرمیوں میں اُس کا اضافہ ہو گیا تھا۔ وہ سرعام ڈاکہ ڈالتے اور اس کے بعد زندگی سی سی جگہ اپنی کارروائی کا جشن برپا کرتے۔ کپال خروڑ سے کہتا۔ ”پولیس جھگ مارتی ہے۔ یہاں موت کی پروا دی کوئی کرتا ہے؟“

حالات کے لوگ بھی کپال کی تاہم کرنا کتب آٹھتے تھے۔ وہ بہت خطرناک بننا چاہ رہا تھا۔ اخبارات میں پولیس کے خلاف ڈاکوؤں کی آٹھتے لکھیں تھیں۔ پھر کچھ دلاور خان نے لاپرواہی کا مظاہرہ جاری رکھا۔ لوگوں کی تنقید یا اوپر والوں کی ڈانٹ کا اُس کے پاس ہمیشہ ایک ہی جواب ہوتا۔ ”سب ٹھیک ہو جائے گا۔“ اسے یقین تھا کہ کپال کا غرور اُسے یقیناً لاپرواہ بنا دے گا۔ تب وہ اُس پر پھر پورا دھمکے گا اور وہ دن قریب آگیا۔

کپال نے ایک طوائف کے کونے پر آنا جانا شروع کر دیا تھا۔ وہ چار دن میں جب تک وہ باہر کا ایک پکڑ نہ لیا اُسے جتن نہ آتا۔ آخر پولیس طوائف میکا کو اپنے ساتھ لانے میں کامیاب ہو گئی۔ ایک دن جب اُسے اطلاع ملی کہ آج رات کپال ضرور آئے گا تو اُس نے پولیس کو اطلاع کر دیا اور دلاور خان چھاپے مارنے کی تیاری کرنے لگا۔ اُس نے سارا گئی اور دلاور خان کی جگہ اپنے آدمیوں کا انتظام کر لیا۔

شام کی سرخی نہایت کمرور مغرب میں غروب ہو چکا تھا۔ طوائف میکا کے مکان کا جھومر روشنی سے جھلکے لگا۔ مکان میں کپال کا تھا کمر اُس میں جاگتی کی جڑائی دھس کر لی تھی۔ دلاور خان کی میکا ہائی کو کونے کا کاروبار سنبھال رہی تھی۔ کوئی کہتا جاگتی میکا نے گودیا ہے۔ کسی کا خیال تھا کہ اسے خرید لیا جائے۔ ممکن ہے دونوں باتیں سچی ہوں۔ مالک کی طرح میکا حکم دیتی اور جاگتی کے ہر قدم کئے تھے۔ دار کے سر جاگ آتے۔ میکا کے اُس کی طرح سنبھل دیتی۔ ”جاگتی! آگیا کپال؟“ وہ سر کو پلانے کا تاہم کاروبار ہے۔ کھلنے سے بھی کسی کو توجہ نہ دیتا۔ ”جاگتی! اس سب کا مطلب کچھ سچی۔ طوائف کے لئے ماں جی بہتر نہیں۔ جس قدر توجہ جن کی حفاظت کی جائے اسی قدر زیادہ ملتا ہے۔“

آخری دو ماہ سے کپال نے اس در پر آنا شروع کیا تھا۔ گاؤں کے سرے پر الگ جگہ چھوٹی سی کھڑکی میں آنے جانے کی آسے بہت تھی۔ میکا کو پہلے کپال سے خوف محسوس ہوتا تھا۔ مگر کچھ دن فرج کرنے والا یہ ڈاکو اسے سو دنہ نظر آیا۔ الٹ الٹ اس کی ایک خد کا خیال رکھتا۔ ”میں مکمل میں آؤں اُس وقت دوسرا آگاہ نہیں ہوتا جائے۔“ وہ اس حد تک کہتا کہ ”دوسرے آگاہ کی ضرورت ہی نہیں کیا ہے۔ تم ماں جی کا فرج میں پورا کر دوں گا۔ مجھے تو ایک ہاتھ سے جھین کر دوسرے ہاتھ سے دیتا ہے۔“ ڈاکو کی زندگی کا بھروسہ کیا؟ میکا سوچتی۔ پولیس کی نظر میں آجائیں تو کاروبار خراب ہو جائے۔ بہر حال اُس نے کپال کو سنبھال لیا۔

”جہاں اچھا آدمی کیلئے سے اطلاع سمجھو گا اور دوسرا کوئی اس مکان میں نظر نہیں آئے گا۔“ پھر جاگتی کپال کی جانب بھٹکتی گئی۔ ایک دن بھی وہ نہ آتا تو وہ بچپن ہو جاتی۔ دوسروں کے سامنے دھس کرنے اور گانے میں اُسے پہلے کی طرح دیکھیں نہیں رہی تھی۔ ایک دو بار کونے پر بھی میکا کی بات کا اُس پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ تب میکا کیلئے کو کفر ہوئے گی۔ لڑکی ہاتھ سے کئی تو کمالی کا دیلہ بھی ختم ہو جائے گی۔

گزشہ شام جاگتی نے ایک اور جھگڑا دیا۔ اُس نے پیب چاہ دو ایک آٹھیاں کر لیں۔ میکا کا دل گئی۔ کیا وہ کپال سے اس قدر قریب ہو گئی تھی؟ اُس سے پوچھو کہ کد۔ ”جاگتی سے پوچھا۔ اُس نے بڑی صفائی سے یہاں نہ پایا۔ ”ماں! مجھے کچھ نہیں۔ تم خزانہ وہ شک کر رہی ہو۔ پیب میں گڑبڑ ہو رہی ہے اس لئے ایسا ہوا۔“

میکا نے دھن پر بہت زور دیا۔ اُس نے کپال کے ساتھ جاگتی کو تہہ کی میں رہے نہیں دیا تھا۔ ”... اور وہ گڑبڑ کی۔ ہاں ایک ماہ پہلے۔ اُس کا سر درد کر رہا تھا لہذا محفل اجماعی چھوڑ کر وہ سو گئی۔“

”اس کے ساتھ تھے لوگ آتے ہیں؟“ دادو خان نے میکے کے پوچھا۔  
 ”جاریا باجی، مگر وہ لوگ نیچے شراب پیئے یا ناش کھیتے رہتے ہیں۔“ میکے نے انکھیں اداہ کھل کر کہا۔  
 ”رائیس ساتھ رکھتے ہیں، خیال رہے۔“  
 ”ابھی بات سے تم حاکم اہم دیکھ لیں گے۔“

گھر مجرب کوئی میں جا کر دیکھا تو کربال پتھری سے اندر میرے میں دوڑ رہا تھا۔ دور ایک درخت کے نیچے پانچ گھوڑے کھڑے نظر آئے۔ جب دلاور خان آگم ہوا تو انہیں پہلے سے گھوڑوں کا لب لباب نہیں آیا؟ اندر میرے میں گھوڑے پر سوار ہوئے کربال پر اس نے فائرنگ کر کوئی خطا ہوگئی۔ پتھری میں اب صرف ایک کوئی باقی تھی۔ ننانوے کے کردہ فائرنگ کرتا چلتا تھا قمر جاگلی اپنا ایک عقب سے چھٹی اور اس سے لپٹ گیا۔

”ما صاحب! آئے نہ تارا۔۔۔ وہاں پہنچی ہوئی ہوئی۔“ میرے چیخ میں اس کا بچہ ہے۔“

دلاور خان اس کی مداخلت پر بھڑک گیا۔ نوے پندرہ اے دھکا دیا اور جاگلی دوڑ جا کر۔ دلاور خان نے فائرنگ کیا جب کربال دوڑ کر کل چکا تھا۔ اس کا عقب کب کرتے ہوئے پولیس چیف پتھری سے دوڑا۔ ایک ہاتھ میں رائل اور دوسرے میں کھمبے کے لئے زور لگا تھا۔ پھر اسے کوئی پریشان نہیں کر سکتا تھا۔ مگر مجاہدی کے قریب پہنچنے سے پہلے ہی اندر میرے میں جا رہے مشعلیں جلتی نظر آنے لگیں۔ اس نے گھوڑے کو روک لیا۔ ”کیا پولیس مجاہدی میں بھی چھپ کر ٹھہری ہوئی ہے؟“ ہوا میں مشعلیں اڑ رہی تھیں۔ کربال نے فائرنگ کرتے دانت جیسے کے ڈھکی سے دھکی۔ ”گھوڑے کو چلنا کرو۔ دوسری سمت دوڑنا۔۔۔ پھر مجھ کو اس سے سوچا کہ مکان پر واپس جا کر بیٹھا اور جاگلی کو پھونک دے مگر اس وقت حساب وصول کر کے کا موقع نہیں تھا۔ عقب سے فائرنگ ہوئی اور کربال نے مجرب بڑھائی۔ گھوڑا اڑا دیا اور دوڑ رہا تھا۔ اس کی پشت کربال کے خون سے بھگ گئی تھی۔ مگر نصف فائرنگ کے لئے کرتے ہی مخالف سمت سے مشعلیں نظر آئیں۔ تیسری سمت پہنچنے کا مگر ایک سن کر کرنی ہوئی گولی آئی اور کربال بھڑک گیا کہ پولیس نے چاروں اطراف سے آئے گھر لیا ہے۔ کربال دوڑ جا کر۔ حریف دوڑنے کے گھوڑے کو گھیر کر دیا۔ زمین پر گرے ہوئے کربال نے آڑ لینے کے لئے اطراف میں نظر دوڑائی۔ چاروں جانب جاتی ہوئی مشعلوں کا گھیرا دیکھ کر اس نے قہقہوں کیا کہ موت کا فرشتہ اس کے قریب ہو رہا ہے۔ بالیاں بہن ہوں ہو گیا تھا۔ زمین پر پھٹا ہوا وہ دس گز دور والے درخت کی جانب بڑھا۔ مشعلیں نزدیک آ رہی تھیں۔ اس نے سوچا اگر وہ ان کی نظروں سے باہر کل جائے تو کچھ سکا ہے۔ پولیس شاید کچھ مان رہی ہوگی کہ میں گھوڑے کے قریب چڑھا ہوں۔ کچھ ایک آسٹریڈ میں سے کل پر کربال نے پھر مہر کی۔

بڑی مشکل سے درخت پر چڑھ سکا۔ ڈیڑھ پتھری سے فرار ہونے میں مدد نہیں دے سکتا تھا لہذا پولیس کی نظروں سے بچنے کے لئے ایسا کیا۔ پھر اسے یہ بھی خیال ہوا کہ وہ اوپر رہ کر وہ آسانی سے نکلنے پر فائرنگ کر سکتا ہے حالانکہ اس ارادے میں وہ زیادہ پرچم نہیں لکھتا تھا۔ وہ اٹھ گیا اور مقابلے پر بہت ساری پولیس تھی۔ درخت پر چڑھتے ہوئے خاموش کھڑکڑائیں اور سن کر کرنی ہوئی گولی چھٹی۔ اب مقابلہ ضروری تھا۔ اس نے فائرنگ فائرنگ شروع کر دی۔ مگر ایک پولیس کی رائل میں خاموش ہو گئیں۔ کربال کو حیرت ہوئی کہ اس نے دلاور خان کی گرج سنائی دی۔ ”کربال! اب ضد بیکار ہے۔ تم دوڑ چکے ہیں کچھ کو سکو۔“ فٹنڈا نے آپ کو ہمارے مہر کر دو۔“

مگر وہ خاموش رہا۔ پھر دلاور خان نے کہا۔ ”تو باقی ہو جاؤ اور نہ فائرنگ کرتا ہوں۔“

تھ۔ پائل کی جھک رہی آسانی سے کام انجام دیا جائے گا۔ ایسا اس کا حساب تھا۔ آجھ سیاسی سا لے کر مخالف سمت والی جمادی سے باہر آ گیا۔ ”خبردار! میرے حکم کے بغیر کوئی وادیوں میں نہ آئے۔“ اس نے زور کرنا کر رہا تھا۔ ”اس نے اپنے آدھوں سے کہا۔“

کربال کے چار ساتھی آئے سانسے پیٹے ہوئے فالو اس کے آچالے میں چار پائی پر تاش کچھ رہے تھے۔ شیر چار پائی کے نیچے چھپ کر بیٹھا ہوا تھا۔ کربال کو اس سے پر تھا۔ اسی وجہ سے آئے کئے کا نام شیر رکھا تھا۔ وہ جب پھر تاش پر طرح ہتھالے پر ہم جاتا تھا۔

دلاور خان کے عقب میں ہر کئے ہوئے سیاسی مکان کی بھی سمت میں آگئے۔ مکان کی کچھلی کھڑکی کی طرف دلاور خان دو بیٹھے لگا۔ وہاں سے مکان میں داخل ہو کر یہ دھاوا پری منزل پر چھ مارنے کوئی چاہا مگر جلد بازی بہتر نہیں تھی۔ پہلے نیچے بیٹھے ہوئے لوگوں پر تاش پانا ضروری تھا کہ پال کے چاروں ساتھیوں کے شانوں پر ایک ساتھ رائلوں کا دباؤ دیا گیا۔ وہ بھڑک گئے۔ آ کے منہ محل سے مگر رائل اٹھا کر مقابلہ کرنے سے روک دیا۔ دلاور خان پتھری کا نشانہ بنے سانسے کھڑا تھا۔ اس کی چٹائی آنکھوں سے خون چھوٹ رہا تھا۔ ”خبردار! اگر آواز کی۔ اس صورت میں۔۔۔“ دلاور خان نے آہستہ حرکت کی جس میں کہا۔ ”چاروں کو پھونک دوں گا۔“

آجھ ساتھیوں میں گھر سے ہوئے چاروں کے ہوش کم ہو گئے۔ رائلیں چمن جانے کے بعد مجبور ہو گئے۔ مگر اس لیے چار پائی کے نیچے سے اچانک کتے کے بھونکنے کی آواز سنائی دی۔ چھپ کر باہر آئے ہوئے کتے کو دھک دلاور خان دوسرے پیچھے بہا گیا۔ ایک سپاہی نے سونگ کی نوا کر سمجھ کر کتے کے سر پر رائل کا کندہ مارا اور کتا لٹکا کر گر گیا۔ اس کی دور میں ڈوٹی ہوئی چنگ کلنگ کربال کے ہاتھ سے شراب کا شیشہ چٹک گیا۔ نئے میں ڈوٹی آنکھوں میں غصہ بھڑک اٹھ۔ جھٹ کر رائل اٹھی۔ اس لیے کتے کی گھٹک تھم گیا۔ اس کے دھکے دھکے کے ہاتھوں سے شیشہ ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ کتے کا جب رائل دلاور خان سے لپٹ گیا۔ اسی کے دوران سے وہ رائل سے کتے کا شیر جھٹ کر اندر آ گیا۔ اس کے عقب میں کوئی اور منزل کی چیز یہاں نہیں سے لے کر رہا تھا۔ کربال ہوشیار ہو گیا۔ جاگلی اور میرنگ کی جانب دیکھ کر اندت چیتا ہوا۔ کھلی ٹوکری کی جانب جھپٹا۔ میرنگ کھلی سگڑائی مگر جاگلی کر ڈھکی۔ اس کے پیروں کی پائل اس کی کچھلی بہت کی چٹکی کمانے لگی۔ کربال نے کچھڑی سے جست مگانے کے لئے جیسے ہی سونگ کو بلند کیا، اسی لمحے دلاور خان دروازے میں نظر آیا۔ اس نے فرار ہونے سے بھاگ کر دھک دے لئے پتھری کا فائرنگ کر دیا۔ سن کی آواز کرنی ہوئی کوئی کربال کی ران میں ٹھس گئی۔ کربال کے عقب میں جاتا ہوا کتا لٹکا کر آواز دے پلٹا۔ کتے کا پتھری کتے کو پتھری دلاور خان نے کچھ نہیں دیکھا تھا۔ سر میں سے خون بہہ رہا تھا پھر اس نے خوفزدہ بن کر دلاور پر جست لگائی۔ پولیس چیف نے کھڑکی سے جست لگاتے ہو۔ کربال پر ایک اور فائرنگ ہو کر کتے کی جھپٹ بنے نشانہ خطا کر دیا۔ چٹان کا قصد بھڑک گیا۔ تیسری گولی اس نے کتے کو سے کتے ہوئے تھم گئی۔ شیر آچھل کر کھڑے کے دیوار سے گرا۔ ساری اور پھل۔ جاننے والے سینے سے بھگ گئے اور کچھ لپٹے۔ جاگلی کے پیٹے سے گرا گئی۔ دلاور خان نے کربال کے کرنے کا حاکم ستاد اس نے سوچا نیچے مگر تے ہی وہ ڈھیر ہو جا۔

”ہاں۔۔۔ آپ آگئے؟“ پھر انہیں خیال آیا کہ یہ سوال بیکار تھا۔

مادی رات ساس اور بھو نے امید و ہم کے درمیان جھگوڑے لکھا کر گزار دی تھی۔ امید و کو مادی رات سے فیصلہ ضرور سن چکا تھا۔ جبکہ خوف بھوتہ پڑنا تھا جس کے سزا کم نہ ہو۔ پھر؟ چوبے کو کھانے کے لئے بلی جینا مارے اور اسے دبا لے اسی طرح خوف دونوں صورتوں کے دل کا تار پار کرنا محراب جنت کا فیصلہ سن کر آنے والے باپ کو دیکھ کر ساس اور بھو کی ایک آنکھ میں امید کا دیا جل رہا تھا تو دوسری آنکھ میں خوف کے سامنے سڑا رہے تھے۔ ان دونوں کی بے چینی کا مقابلہ کرتے ہوئے سوسن سنگھ مکان میں خاموشی سے داخل ہوئے، ہاتھ نہ دھو کر پانی پیا اور چارپائی پر بیٹھ گئے۔ ماں بی اور چندن کو رکھی آنکھیں انہی پر لگی ہوئی تھیں۔ دونوں ایک ہی انداز میں سوچ رہی تھیں کہ نکوار کی تیز دھماکی طرح خاموشی جب ٹوٹنے کی اس دہشت میں کتنے دل کے گھوڑے تو نہیں ہو جائیں گے؟ سوسن سنگھ کھڑے بھر گئے سے اعجاز میں مسکرا کر کہا۔ ”فیصلہ کیا۔“

ماں بی کے حلق سے پھسل کر آواز نکلی۔ ”کیا؟“

”سزا کم ہوگئی۔“ سوسن سنگھ نے زبردستی مسکراتے ہوئے کہا۔ ”آؤں ہوگئی۔ میں میں سے دس مال کم ہوگئی۔“ اتنا کہہ کر جنت کے باپ دونوں کو دیکھنے لگے۔ انہوں نے دیکھا کہ ساس بھو ابھین میں چڑکی بیٹھا۔

پھر چندن نے چہل کی۔ ”بھگوان نے اتنی تو میری مائی کی۔“ یہ کہہ کر وہ ماں بی کے تاثرات چاہنے کے لئے ان کے قریب گئی۔

جنت کی ماں نے سسکی لی۔ خود بخود آنکھوں میں آنسو برآمد۔ دونوں میں سے کسی کی جانب دیکھتے بغیر بولیں۔ ”بھگوان! تم نے جرم کیا مگر آج میں انہیں رات دی مگر ایک ہاتھ سے۔“

اب سوسن سنگھ کو دل سے دینے پھٹی ہمت آگئی۔ ”جنت کی ماں! بھگوان دوسری غلطی اب کھولیں گے۔ میری ہم کو جنت سے درخواست ہے۔“

ماں بی کو دیکھ کر خاموش رہ کر بیڑا ڈھیں۔ ”جنتی! میں دوسرے فیصلے کا انتظار کرنا پڑے گا؟“

چندن کو ڈر دھسوں ہونے لگا کہ جس ساس کی ہمت دروٹ جالے۔ وہ بولی۔ ”جی! ماں! بھگوان جس قدر چاہے اسے اتنا لے۔ دیکھیں تو کسی کو یہ ہم سے کتنا ملنا چاہتا ہے؟“

”شباباش! بھو بیو!“ سوسن سنگھ جیسے اسی ہمت کے شہر تھے۔ ”پرہم کو جنت میں کس لئے لائے گئے تھے مکان اور کھیت فردوس کرنے پڑے۔ جب میں میں نہیں بچاؤں گا۔“

ماں بی کو ساس بات سے اطمینان نہیں ہوا۔ وہ دل نہ کھول کر رونا چاہتی تھیں۔ ابھی جنت کے نانا آتے ہوئے تو ان سے لپٹ کر دل کا بوجھ پھر کر لیتیں۔ اس خیال سے انہیں پوچھنا یاد آیا۔ ”باپو ساتھ کیوں نہیں آئے؟“

”وہ سخت پورہ گئے ہیں۔ سرجن صاحب کو فیصلے کی خبر کرنے۔“ سوسن سنگھ چارپائی پر لیٹ گئے۔

”پرہم کو جنت کے لئے کسی بڑے دیبل کو روکنا پڑے گا۔ یہ سب کام ننانا کر جنت کے نانا یہاں آئیں گے۔“

”جنت پر اس فیصلے کا کیا اثر ہوا؟“ ماں بی نے پوچھا۔

”ایک شرط سے تابع ہوتا ہوں۔ مجھے ایک قتل کی اجازت دی جائے۔ میں اس مرضی مگی جا لینا چاہتا ہوں۔“

دلاور خان کو ایسی امید نہیں تھی۔ ”وہ ہر قیمت پر کربلا کو زخمہ چکونا چاہتا تھا۔ فوراً جواب دو۔“

”پاکل نہیں! اس کی کوکھ میں تیرا بچہ ہے۔“

کربال کے سر پر برق گرئی۔ چاکلی اس کے بچے کی ماں بننے والی ہے اس خیال سے اسے دل دہل گیا۔ قدرت نے اس سے بڑا غلط فہمی کیا تھا موت کے سامنے میں اسے یہ خبر ملی تھی۔

”بول کربال! ادھت کا وقت دے رہا ہوں۔“ دلاور خان کی چیخ سے کربال کپکپا کر رہ گیا اسے پہلی بار موت کا ڈر سوسن ہوا۔

”اگر زندہ رہے تو جیسی بچے کی صورت دیکھنے کو ملے گی۔“ بھولیں چیخنے لے لایا۔ دیا۔ مگر کربال کا دل ٹپک مانتا تھا۔ لیکن اسے اپنے بھڑائے کے لئے یہ چال ہو۔ زخمہ چک کر چیخ خف لینا چاہا۔

”دلاور خان کی اس بات سے اس نے فائز کیا مگر بہت سے قازر سے جواب ملا۔ آخری چیخ۔“

ساتھ اس کا ہمراہ کیا۔ مگر زندہ نہیں ہونے سے جنت اس کی زبان نہ کھلا۔

”درست جنت! تم جی کہتے تھے۔ تم میں طوائف کے کوٹھے پر تھیں مرا۔ یہ سن کر جیسے اطمینان ہوا۔“

جہاڑی طرح پھیں کے تابع نہیں ہوا۔۔۔۔۔ اور اس کی ٹپکیں بھڑکے کے بند ہو گئیں۔

○

ہائی کو جنت کا فیصلہ سن کر لاہور سے شام کے پانچ بجے سوسن سنگھ روانہ ہوئے اور صبح کے پانچ بجے راجا گاؤں پہنچے۔ اس وقت تک وہ یہ فیصلہ نہیں کر سکتے تھے کہ کو جنت کا جبر فیصلہ لے کر کھڑے رہے۔ وہ خوشی کا بیٹھا تھا باپ کی خبر؟ رات پہلے ہوئے نہیں کو چاکل اگر کوئی چہل جائے اور اس کا ذہن ابھین میں چڑ جائے کہ یہ کالج کا گھڑا ہے یا پھر سے کالج؟ یا بل جی حالت ان کی تھی کھڑکی کے دروازے پر دوڑ رہی تھی۔ اس وقت وہ فیصلہ نہیں کر سکتے تھے کہ انہیں پھر سے پر مسکرا ہوا دھکیل چاہئے یا آوازی؟

جنت کی ماں اور چندن کو بے چینی سے برآمدے میں بیٹھی ان کا انتظار کر رہی تھیں۔ جنت گھڑی کا انتظار ہو وہ گھڑی سامنے آ جائے اس وقت انسان جس طرح گڑبڑا جاتا ہے اسی طرح دروازہ کھولنے کے لئے ساس اور بھو ایک ساتھ جھپٹیں۔ مگر کھڑکی کے قریب پہنچتے ہی ان کے سر ٹپک گئے۔ ہاتھ لڑنے لگے۔ دونوں کو محسوس ہوتا تھا جیسے گھر کا نہیں ان کی قسمت کا دروازہ کھل رہا ہے۔ ماں بی کی ممتا اس قدر بڑا امید کی کہ وہ سمجھ رہی تھی گھر کے آنکھ میں وہیں تین افراد داخل ہوا گئے۔ جنت کے باپ، نانا اور جنت خود۔

چندن نے دروازہ کھولا۔ سامنے سوسن سنگھ اکیلے کھڑے تھے۔ بڑائی کی شرم کا خیال رکھتے بغیر چندن ان کے چہرے کو غور سے دیکھنے لگی۔ سر کے بل گمراہ رہے تھے۔ مگر ان پر سرت کی جھلک متفقہ تھی۔ انہیں چپک رہی تھی مگر ان میں بیداری کا ڈون لہا ہوا تھا۔ چندن بچپن کا وہ قدم پیچھے ہٹ گئی۔ ماں بی کی بڑائی انہیں جنت کے باپ کے چہرے پر فیصلہ جتنے کی غرض سے گھورنا لگیں مگر وہ انہیں سر سے نہیں سمجھتے تھیں۔ ماں بی پوچھنا پھانسی میں کھیلنا کیا؟ اس کی بجائے

”امید کے خلاف“۔ سوہن سنگھ بولے۔ ”اُسے سزا کم ہونے کی امید نہیں تھی۔“

”جب وہ خوش ہوا تو۔“ مان بی کی سنا تجس ہو رہی تھی۔

”ہاں۔“ خوش ہوا تھا۔ سوہن سنگھ نصف صبح بولے۔ ”وہ ہماری طرح صحت ہارنے والا تھ ہے۔“ وہ چار پانی پر بیٹھے ہوئے بولے۔ ”اور ہاں یہو۔۔۔ ہمیں اُس کے ملاقات کے لئے؟ جانا ہے۔ میں انتظام کر کے آیا ہوں۔“

چندن کو سرت ہوئی۔ ”مان بی کو کبھی ساتھ لے جاؤں گی۔“

”نہیں۔“ جیل والے ایک شخص کو ملاقات کرنے دیتے ہیں۔ سوہن سنگھ نے کہا۔ ”اور تمہاری ماس کو لا ہو کر کے سڑک میں شکل ہو گی۔ تمہارے لئے میں نے ساتھ تلاش کر لیا ہے۔ ہمارے ویل کو کافی لینے کو رت جانا ہے۔ اُس کے ساتھ ہو آؤ۔“

”بھرتو آج میں دوسرے دن آؤں۔“ چندن بول رہی تھی۔

مان بی کو یہ بات پسند نہیں آئی۔ ”جیسے سرتے صاحب لے میں ہو چکا۔“ ”کیوں؟“

چندن کچھ ہچکچاتی۔ مان کی جانب ایک نظر دوکھ کر بولی۔ ”فیس کے خیر دے آؤں۔ بے چارہ بے یقین ہو گی۔“

دو دن میں سے کوئی کچھ کہ اس سے خوشہ و تیزی سے کمرے میں چلا چکی۔ سوہن سنگھ۔ برائے لی اور مان بی کی آہ لگی تھی۔

○

”جگا! تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ سزا کم ہوئی اس کی سرت کا اظہار کیا مگر جواب نہ دیا۔ جیل۔ افسران صاحب ہو گئے۔ قیدی خوش ہو گئے۔ محرم خاصوٹ ہو۔“ اووم سنگھ جیل کی کوٹھڑی میں ٹھ ہونے بجت کو مٹا رہا تھا۔ عدالت سے لوٹنے کے بعد وہ دونوں سے وہ آتش فشاں کی طرح آؤ۔ بڑنسون مگر اندر سے جوش دار ہوا تھا۔ اُس کے دل کا حال معلوم کرنے کے لئے اووم سنگھ نے گوش جاری رکھی۔ ”جگا! قسمت والے ہو۔ سزا میں سال سے کم ہو کر دس سال ہو گئی۔“

جھلنا ہوا چکا کہ گیا۔ اووم سنگھ سے ملنے بلیئر نہیں مانے گا یہ سوچ کر تیرے نظروں سے اُس جانب دیکھنا پھر منہ میں دس نہیں بڑایا۔ ”تمہیں سرت ہو رہی ہو گی۔ اس کی کوٹھڑی میں دس سا دے رہے ہیں۔ بعد کو بڑھا ہو گا۔ باہر آؤں گا۔ جب میرے ہاؤڈوں میں ملاقات نہیں ہو گی۔ نہ تو جوش خستہ پڑ چکا ہو گا۔ پھر اُس نے دانت جین کر کہا۔ ”دس سال میں تم جیل والے میری بچھا سال کی ملاقات یقین لو گے۔ یہ میں جانتا ہوں۔“

”میں بھی جانتا ہوں کہ تمہارے دماغ میں کیا چل رہی ہے جگا!“ اووم سنگھ بلند آواز دے بولا۔ ”پھر آس پاس نظر گھما کر بھراے ہوئے لےجے میں کیا۔“ جیٹا فرار ہونے کی کوشش کرنے دا۔ سو میں سے ایک آواز نہ نہ کل بھاگے۔ ”جیٹا کو توں کے قصیدوں میں جنم کی تکلیف اور برا انتظام آتا ہوتا ہے۔ فرار ہوتے ہوئے جو پکڑا جاتا ہے اُسے کسی سزا دی جاتی ہے اس کی شاید جیسا خیر نہیں گی۔ کمرے کے گوشے کے کوٹھڑے سے نکل آئیں اس حد تک تک جیکے ہوئے کوڑے مارے جاتے ہیر پھر اندر جری کوٹھڑی میں بند کر کے رکھا جاتا ہے جہاں بڑی مشکل سے سانس لی جاسکتی ہے۔ سوہ

لی روشنی کا دہاں گزر نہیں ہوتا۔ قیدی کو باہر کے کسی فرد کا چہرہ دیکھنے کو نہیں ملتا۔ دروازے کے بچے سے روٹی پانی دیا جاتا ہے۔ کچھ دن میں ہی آدمی گھبرا کر پاگل ہو جاتا ہے۔ بڑے بڑے صحت ہارنے والے قیدیوں کو دیوار سے رگڑا کر مار دھونے ہوتے ہوئے کچھ چکا ہوں۔ ایک ہی سانس میں گردھے لے جے میں اووم سنگھ گھٹ جکھ گیا۔

بجٹ چٹائی پر پلنے والے اُسے دیکھنے لگا۔ اُسے حیرت ہوئی کہ بھولے بھالے جو چیکر کو کسے چکا کر وہ فرار ہوئے کی گھر میں ہے؟ ممکن ہے وہ جس قدر بکھر رہا ہے اووم سخت بھولا نہ ہو؟ ”مگر آؤ۔۔۔ یہ سب آپ مجھے کیوں سنا رہے ہیں؟ کیا آپ مجھے میں میں ڈر جاؤں گا؟“

”نہیں۔۔۔ تم جتنی دے، ایسا میں مانا ہوں۔“ جیٹا جہ جہ کہ میں تمہیں خیر دار کر رہا ہوں۔ گروٹس کا نتیجہ ہمیں معلوم ہے۔“

”مجھے خیر دار کرنے کی بجائے جیلر کو ہوشیار کیوں نہیں کرتے؟“ بجٹ نے اووم کو سمجھنے کے لئے پوچھا۔ ”مگر چیکر خاصوٹ نہیں رہا۔“ کیوں۔۔۔ میرے سوال کا جواب نہیں دیا آپ نے چاہا؟“ ”تمہارے سوال کا جواب۔“ اووم سنگھ نے آؤ مگر کہا۔ ”تم مجھے چاہا جیتے ہو اور میں تمہیں جیٹا کہتا ہوں اسی میں آ جاتا ہے۔“ چیکر کے بھراے ہوئے لےجے میں عمت کی جھک تھی۔

بجٹ جھنجھ گیا۔ جو جس اُس کی رہائی کے لئے منت مانے، یکس منے کے لئے عدالت میں آؤ گئے پہلے ہی آؤ بھیرے اور یہ کہ میں فرار ہونا چاہتا ہوں یہ بات جانتے ہوئے بات دل میں اُسے رکھے اُس کی عمت نہ سمجھ کر بجٹ جھنجھ گیا۔ ”مگر وہ بول نہیں سکا۔ کیونکہ ڈی جیلر راز ڈھیر آؤ لکھا۔ اووم سنگھ انہیں نہیں ہو گیا۔

بجٹ کے سبل کے پاس آ کر ڈی جیلر نے کہا۔ ”تو سوا منڈ! تمہاری بیوی کا نام چندن کو ہے؟“

بجٹ کو حیرت ہوئی، پھر جیٹا سر جھکا کر ”ہاں“ کہا۔ جب دوسرا سوال پچھا گیا۔ ”تم اُس سے ملنا چاہتے ہو؟“ بجٹ انہوں کی طرح اُس کی صورت دیکھنے لگا۔ عدالتی سوبل کا سڑک پر کے صورت ملاقات کے لئے آئے اور کیا مرد ملاقات کرنے سے انکا کردہ ہے؟

ڈی جیٹے اُسے سمجھایا۔ ”میں نے اُسے ملاقات کی منظوری دے دی ہے۔ مگر جیل کا قانون ہے کہ تمہاری مرضی معلوم کرنی ہے۔ بہت سے لپٹی ہوئی سے ملنے سے انکار کر دیتے ہیں۔“

”ساج! میں انکار نہیں، بلکہ انتظار کر رہا ہوں۔“ بجٹ نے اُس کو کہا۔

ڈی جیٹا چلا تو اووم سنگھ اس کا قریب آ گیا۔ ”جگا! اب میری ایک بات کا مان رکھنا۔ مگر دانی آئے تب مگر آ کر اُس سے بات کر۔ تمہارا بھرتا چہرہ وہ دھانک اُس سکون سے جینے دے گا۔“

بجٹ نہیں دیا۔ اسی لئے ملاقات کا وقتہ ہوا۔ عام طور پر ملاقات کے لئے جیل میں ایک جگہ ہوتی ہے جہاں قیدی کو لے جاتے ہیں۔ مگر بجٹ کو لے کر بھرتا کے بغیر کوٹھڑی میں ملاقات کا انتظام کیا گیا۔ جیٹا اپنا جیل کی دکان میں چندن کو کوٹھ سے ملاقات کی سرت ہونے کے باوجود انہاں بیچش میں وہ گھبرا گئی۔ ایک مستری کے مقب میں نظروں جھکا کر چلتی ہوئی چندن کوٹھڑی



جگت کہہ کر بغیر کوٹے میں جا کر جلدی سے پرچی پڑھنے لگا۔

"جگت سنگھ۔۔۔ جیل والے رشتے داروں کے علاوہ کسی کو لئے نہیں دیتے۔ اور میں تمہاری رشتے دار نہیں ہوں۔ لہذا انصاف کی آنکھوں سے لی رہی ہوں۔ دوسرے کے سکھ کی خاطر تم کو جیل میں دے گا۔ وہ اس میں حصہ دار نہیں ہیں مگر اس کا مجھے افسوس ہے۔۔۔ میری فکر نہ کرنا۔ ہاں ایک بات میں تمہاری اجازت چاہئے۔ میں نے طلاق لینے کے متعلق فیصلہ کیا ہے۔ تمہارا جواب ملنے کے بعد مل کر دلی کی۔ ایک انتظامیہ ہے جو قدم بڑھایا ہے اس سے واپس نہ لوں گا۔ سب کا امتحان ہے اس پر پورا اتارنا پڑے گا۔ کوئی نہیں کہیں کیے گا مگر میں کیے بغیر نہیں رہ سکتی اگر جیل تو ذکر باہر آئے تو میری صورت نہیں دیکھو گے۔ اور رہا ہو کر آئے تو مجھے آپ کے پاس آنے سے کوئی روک نہیں سکے گا۔ دل کا قول ہے۔ اس سے زیادہ کیا کہوں۔" وہ رو۔۔۔

جگت نے پھر پرچی پڑھی۔ اس نے سوچا چدن نے بھی یہ پرچی پڑھی ہوگی۔ ممکن ہے اس نے چدن سے یہ عیوضی ہوگی۔ جگت نے غصے سے کہا کہ جیل کی پھر کی دیواروں کو لاد دی دروازوں پر ہاتھ دیکر کی دیواروں سے زیادہ مضبوط بندھن میں وہ جکڑا گیا ہے۔ دوسرے بندھن تو ڈلنے کی فالت ہونے کے باوجود اس سے بندھن نے اسے ایسا جکڑ لیا تھا کہ جیل کی سزا بھگتے بغیر نہیں بھٹ سکتا تھا۔

"پرچی پڑھ لی جگت۔؟" اودم سنگھ اس کا چچا نہیں چھوڑنا چاہتا تھا۔ اس نے پوچھا۔ "کیا کھسا ہے؟"

جگت دروازے کے قریب آیا۔ آنکھ مار کر بولا۔ "چاچا! تمہاری جیت ہوگی۔ اب دس سال تک تمہاری نظر میں جکر رہوں گا۔ اسی کو فطری میں۔۔۔" وہ غیر معمولی انداز میں آنکھیں پھلکا کر جگت کو کہنے لگا پھر سسکا کر سفید دالھی پر ہاتھ پیرتا ہوا سسکا کر بولا۔ "میرے ان سفید بالوں سے زیادہ ان سیاہ بالوں کا تم پر اثر ہوگا۔" اسی لئے شام کی کتنی کا ٹھنڈا سیراب سورج چھپنے سے پہلے آسمان کے کناروں پر شفق کی سرخی نے آسمان پر گلابی رنگ محو کر دیئے تھے۔ ایک بچی بچہ پھلکا کر آسمان کی پینڈی پر اڑ رہا تھا۔ جگت کو لاد دی سلاخوں کے پیچھے سے دکھائی دیتی ہوئی شفق کی سرخی بھی نظر آ رہی تھی!

○○○

کی جانب بڑھنے لگی۔ منتری رک گیا تب اس کی نظر بلند ہوئی۔ سامنے سلاخوں کے پیچھے کڑا ہوا جگت نظر آیا۔ سارے جسم میں سرت بھری کپکپات ہو رہی تھی۔ آنکھیں میس، جگت کے لبوں پر جھلکی ہوئی مسکراہٹ چدن کے دل پر گر کر اسے خیال ہو کہ جو کچھ اُسے غور سے دیکھ رہا ہے تب آخر نے نظریں جھکا لیں۔ منتری نے اودم سنگھ سے کہا۔

"صاحب نے ملاقات پر کڑی نظر رکھنے کا کہا ہے۔" پھر منتری لوٹ گیا۔

جگت نے اشارہ کر کے چدن کو دروازے کے قریب ملا۔ چدن شرابی، ہچکچاتی ہوئی قریب ہوئی۔ اس نے ملاقات کے دوران بہت سی باتیں کرنے کے متعلق سوچا تھا۔ باریک باریک لفظ تک یاد رکھ لئے تھے جب سامنا ہوا تو ایک چپ کر رہ گئے۔

"چدن! اٹنے آئی ہو اور سر جھکا کر خاموشی کڑی ہوئی ہو؟" جگت اسے سرتا پادیکھ کر بولا۔ "کچھ دیر بعد وہ منتری نہیں واپس لے جائے گا۔"

چدن نے ہنسنے سے سر اٹھایا۔ اس کی پکڑ پر آنسو چمک رہے تھے۔ دونوں ہاتھ سلاخوں پر جھکا کر کھڑے ہوئے جگت کی جانب اس نے لڑتا ہوا ہاتھ بڑھایا مگر جو کچھ اُس کا خوف غصے سے کہے ہاتھ ہٹا دیا۔ اودم سنگھ گھٹ گیا۔ وہ پشیم چکر کر کڑا ہو گیا۔

"میں! میں نے اب نظر پھرنی ہے۔" وہ بولا۔ "چدن جو چمک گئی۔ جیل میں بھی اُسے بیٹی کہتے والا کوئی ہوگا جس کا اسے گمان کی نہیں تھا۔ اس کی کپکپات سمجھ ہوگی اس نے جگت کے ہاتھوں پر اپنے سر میں ہاتھ رکھ کر دینے۔ اس سس سے دونوں کے دل دھڑک اٹھے۔

چدن نے دھچکے لیے بھی نہیں کہا۔ "آپ کیسے ہیں؟"

"بہت خرابے میں۔" جگت نے کہا اور اس کا یقین کرنے کے لئے اس نے جگت کی آنکھوں میں دیکھا نہیں۔ وہ وہاں نہیں کر رہا تھا۔ ٹھوڑی بہت باتیں ہوئیں۔ جگت نے سب کے متعلق پوچھا۔ چدن نے دیکھا کہ اس کا دھیان جواب سننے میں نہیں تھا۔

"وہ دیکھ گیا خبر ہے؟"

"خبرے میں ہے۔ میں اسے مل کر آ رہی ہوں۔ تمہارے لئے پرچی لکھ کر دی ہے۔" چدن نے دوپٹے کے کوٹے میں بندھی ہوئی پرچی نکالی۔ اسی لئے آواز آئی۔

"ملاقات میں کسی چیز کا دین کرنا ہے۔" اودم سنگھ نے پشیم چکر سے پھر کیا۔

چدن ڈگری کر جگت نے اشارہ سے کہا۔ "اؤ! اچھے دو۔" چدن نے ترجیحی نظروں سے اودم سنگھ کی پشیم پر دیکھ کر کپکپاتا ہوا ہاتھ سے پرچی جگت کے ہاتھ میں سر کا دی۔ پھر بات کرنے کا سونپ نہیں لی سنا۔ کچھ دیر بعد منتری آیا۔ چدن کو وہ موت کا فریضہ نظر آیا۔ تڑپتی ہوئی ایک نظر سے اس نے دیکھا کہ کچھ بکھا۔ "بھیل کر رہنا! ہماری فکر نہ کرنا۔" اس قدر کہتے کے بعد چلی گئی۔ اودم سنگھ انہیں سن کر اڑا ہو گیا۔ چندر منتری کے عقب میں چلی گئی، تب جگت اور اودم سنگھ خاموش رہے۔ پھر اودم سنگھ نے چمک کا دروازہ کھولا، پھر بند کیا اور اندر جا کر کوٹھری کا تالا لگایا۔

جگت کے اندر جانے کے بعد اس کی پشیم پر اودم سنگھ کی آواز سنائی دی۔

"پرچی پڑھ کر پھاڑ دینا۔ کسی کو پینڈ چلا تو میری ملازمت جائے گی۔"



اور جانے سے پہلے ایک بار دیو سے ملاقات کر آؤں گی۔" ساس خاموش رہیں۔ اُن کی خاموشی میں انکار جھلک رہا تھا۔ چندن نے گڑگڑاتے ہوئے کہا۔ "آخری بار جیل میں ملاقات کے لئے جا رہی ہوں لہذا اُن کا دل نہ دکھانا چاہیے بات نہیں ہوگی۔ خط اس انہوں نے پورے وزن سے کہا ہے کہ وہ اس ملاقات کو اتنا نہ بھولتا۔"

"ابھی بتائی تھی کہ جیل میں کون سا دروازہ دکھائے کہ۔۔۔" اُن بی بی نے آہ بھر کر کہا۔ "دیو سے کہنا کہ رات رہا ہو کر آئے اُن سے یہاں دودھ نہ دے۔" ساس کے اس حکم کا چندن نے راجا بے دودھ سے لگی۔ دوسرا بار روٹی مگر وہ دیو سے یہ بات نہیں کہنے کی اس کا اسے یقین تھا۔



دس دن کے بعد جب چندن کے کچہرا کر آئی، تب دیو سے ملنے بھی گئی۔ دوپہر ماں جی چندن کے لئے تھن تیار کر رہی تھیں جب وہ باہر نکل گئی۔ رات کی ٹہن سے چندن کو لاہور روانہ ہونا تھا۔ ساتھ میں جات کا ناما چارہ کھانا چارہ تھا۔

"آگئی چندن۔۔۔ تمہارے پاپے کیسے ہیں؟" اُن کی مائی نے پوچھا۔

"ٹھیک ہیں۔" چندن نے ٹھیک سا جواب دیا۔ ماں نے دیکھا چندن کا چہرہ مہربان تھا۔ مگر جب گئی، بڑی خوش گئی۔ جگت سے ملاقات کے لئے لاہور جانے کو بے چین ہو رہی تھیں۔ پھر اسے اپنا ٹک ٹا بھوکا؟ یا کسی سوچ رہی تھیں۔ اس لئے چندن کی کسی خانی کی اور وہ چنگ ٹک۔ اُن کی ہاتھ خشک کر رہی ہوئی باہر آگئیں۔ زمین پر چرائی کے کنارے سر ٹکا کر چندن رو رہی تھی۔

"کیا ہوا چندن۔۔۔؟" انہوں نے پوچھا۔ مگر جواب نہیں ملا۔ تب انہیں یاد آیا کہ وہ دیو کے گھر جانے والی تھی۔ شاید اُس سے جھگڑا ہوا ہوگا۔ "دیو سے جھگڑا ہوا؟" ماں جی نے پچھچکاتے ہوئے پوچھا۔ دوڑتے ہوئے چندن نے انکار میں سر ہلادیا، مگر کربو لگی۔

"دیو دھن کی نہیں۔"

"اس میں دوڑنے کی کیا بات ہے بہو؟" ماں جی پوچھتی سے بولیں۔ "دیو جیسے لی تو آسان نہیں مٹاؤں بڑے کا مہر۔ جگت سے کہنا میں اس کے گھر کی مگر وہ نہیں گئی۔" ایک تب چندن نے سراٹھا کر ماں کو کھینچ دیکھا تھا۔ اُس کی سسکیاں اچانک ٹرک گئیں۔

"آسان تو کیا ہے چکا ہے اُن؟" پھر پھر دیر تک کہہ رہی تھیں۔

"دیو مگر سے بھاگ گئی۔۔۔" اور پھر چارپائی پر سر رکھ کر دل کو ٹھک کر رو رہی تھی۔

ماں جی دہل گئیں۔ دیو بھاگ گئی یہ بات نہ ماننے والی تھی۔ وہ رو دیا نہیں کہے گی۔ یہ دلیل دل میں بیدار ہو کر انہوں نے دل کو سٹاپ کیا۔ وہ کیوں انہیں ایسا کر سکتی؟ ایک بار جگت کے ساتھ بھاگ چکی ہے۔ ایک بار عورت کا بچہ دردناک سے باہر نکل جائے مگر وہ کہاں کے گئے؟ نہیں کہا جاتا تھا۔ انہیں اس کے لئے بے چین نہیں ہونا چاہیے۔ چندن کو اس طرح روڑنے کی کیا ضرورت ہے؟ جگمگانے اس کے راستے کے ایک پتھر کو ہٹا دیا ہے تو خوش ہونے والی بات ہے۔ مگر یہ سب چندن سے کہنے کی اُن میں بہت تھن تھی۔ انہوں نے اتنا ہی پوچھا۔ "کیوں بھاگی؟ کس کے ساتھ بھاگ گئی؟ دردناک نہ کہ جسے متاؤ تو کسی؟" ماں جی پائی کا خیال کر لے آئیں۔

لہان جیل سے میرا آخری خط ہے۔ آنے والے مہینے میں مجھے لاہور بھیجنا چاہئے گا۔ میں پھر وہاں صرف ایک ماہ رہوں گا۔ سو مہینے بعد میری رہائی کا حکم آ گیا ہے۔ پھر کسی کا میرے ہونے کی جلدی سے مگر لوٹنے کے لئے دل بے چین ہو رہا ہے۔ چڑا ہوا مانگے ماں یہاں ملاقات کے لئے آئے تھے تب کہہ رہے تھے کہ باپ قرض ادا کرنے کے لئے دن رات مشقت کرتے رہے ہیں۔ اُنم نفع قرض باقی ہے اس کی انہیں بہت غم ہے۔ مگر اب باپ کو معلوم ہو کر میں گھر آ کر انہیں بھگت نہیں جانے دوں گا۔ دو فصلیں ابھی ہوئیں تو قرض کا پورا ہوجہم ہو جائے گا۔ جسے اس کے علاوہ اسے کرنا بھی کیا ہے۔

نانا بھی اب ٹھیک نہیں رہے ہیں کہ انہوں ہوا۔ انہیں بکھودا اپنے گھر لا کر بھیج کر طبیعت سنبھال جائے گی۔ تم لوگوں نے میرے لئے بہت تکلیف اٹھائی ہے یہ میں جانتا ہوں۔ مگر اب دس دن ختم ہو رہے ہیں۔ سب ساہرہ رو کا کام کر کے قرض کا پورا ہوجہم ہو گیا ہوگا۔ ماں سے ملنے کوئی چاہتا ہے۔ انہیں اب سادات کو لینا چاہی ہوگی۔ بڑا ہوا مانگے کے لئے لڑائی تلاش کر لیں پھر آئے والی سردیوں میں ایک کی شادی کی خبر سے ماں جی کے دل میں جھلک اٹھ کر ملاقات کی اجازت ہوگی تو چندن اُسی لئے آجانا۔ ختم ہونے کے خیال اس کا دل پرانی کڑواہٹ جھٹک رہی ہے۔ چار سال جیل کا آنا جگت کھا کر جسم بھر گیا ہے۔ پورے اور دوسری ایک خاص بات۔۔۔ "اچانک چندن ڈک گئی۔

ماں جی سر سے دیکھ رہی تھیں۔ "بہو بڑی ڈک کیوں گئی؟ کیا خاص بات تھی؟" وہ بڑا ڈاڈا "چندن نے دل کی دل میں بڑھ لیا تھا اسی وجہ سے ڈک گئی تھی۔ ساس کو پتہ نہیں آئے کی ایک بات تھی ہوئی تھی۔ ماں جی نے پھر کہا۔ "خط پورا کر چندن؟" اور چندن کو پھر پورا پڑے گی۔

"آخری تھن چار ماہ سے دیو کی اطلاع نہیں کی۔ اُسے یہاں سے علاقہ ماں ہوں وہ لی تھی رہے ہوں گے انہیں، یہ بھی نہیں جانتا چندن؟" اُنم لاہور آئے سے جو خبر دیو کی خبر ضرور لائے۔

دلخاشا چنگ زوروں پر ہو رہی ہے، اکیس چار گریں لی رہی ہیں کربس کہہ رہے ہیں کہ میں لڑانے کی ضرورت نہیں ہے۔ ماں، باپ، نانا، اماں اور تیا کے کربس خوش ہوں گے۔ سب کو بچے گردناک۔ جب لاہور آ کر میرا تپا ہوا کام نہ بھولنا۔ یہاں تک کہ ختم ہو۔

خط پڑھ کر چندن نے سر اٹھایا۔ ماں جی کے چہرے کے تاثرات خشک نظر آ رہے تھے۔ وہ کچھ گئی کہ جگت سے دیو کی خبر جگمگائی تھی لہذا انہیں یہ بات پہنچنی آئی۔ پہلے دو تھن بار ساس بھو کے درمیان کافی جگہ جگہ ہو چکی تھی۔ ماں جی کہہ رہی تھیں۔ "اب دیو کی معیت کیونہی مول رہی ہے؟" چندن کو غصہ ہو رہا تھا۔ "ماں جی! آپ ہی اسے جیجی کی طرح پیار کرتی تھیں اب اسے معیت کہہ رہی ہیں؟" مگر ماں جی کو چندن کا سوال پہنچ نہیں تھا۔ "بہو تم میری بات نہیں سمجھیں مگر عمر بھر بچتاؤ گی۔ شوہر کو دوسری عورت سے محبت ہو جائے یہ کوئی ناقص عورت ہی برداشت کر سکتی ہے۔" چندن اس وقت خاموش ہو گئی مگر ساس بوڑھی تھیں۔ "اس دن اُس نے طلاق لینے کی بات کی تھی تب ہی اس نے بھگت کر تیرے گھر میں دوہلی چلائی تھی۔" جگت نہ مانے کہ ہمیں کہہ دیتی ہوں کہ اُس نے اپنے پہلو سے نہیں لگاؤ گی۔"

ماں جی کے چہرے کے تاثرات چندن سے کچھ کہہ رہے تھے پھر مائی اُس نے کہا۔ "ماں جی! میں

کہیں گی کہ اس کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے اس کی بجائے میں جاری ہوں۔ یہی جھوٹ مجھے جگت سے بھی بولانا پڑے گا۔" میں جی سانس لینے کے لئے نکلیں۔ "مگر کوئی پروا نہیں۔ بیٹے کی بھلائی کی خاطر میں لاکھ بار جھوٹ بولنے نہیں ہچکچاؤں گی۔"

ان کا دل فیصلہ کن چرچن خاموش ہوئی۔ میں جی لا اور جانے کی تیاری کرنے لگیں۔

"جگت تنکھ ایتھن تم مجھے کچھ بتانا نہیں چاہتے۔" سننے لڑی ہو کر یہودیہ تانھ نے جگت کو آفس میں باؤ کاب میں تمنا کو بھرے ہوئے چھا۔ جگت سرکراتا ہوا سانس لگتا تھا۔ ہفتے میں چوٹی بار ڈنٹی بلبرے آئے تھے۔ اس نے کبھی سوال کیا تھا۔ کیدار تانھ کو جرموں کی نفیحات معلوم کرنے کا شوق تھا۔ اصل بہار کے رہنے والے تھے مگر آخری ایک سال سے لاہور جیل میں ان کا تانھ اور اوتھامان جیل سے ہکا بکا سزا کا آخری مہینہ گزارنے کے لئے آنے لگا تھا یہی جگت سے آتا تھا یہی آتھیں انھوں نے جیل کی قائل سے اس کا پکاؤ نکال کر چمک کیا۔ جیل کے پرانے قیدی اور چوکیدار سے بھی اس وقت کے ڈاکو کے متعلق معلومات پوچھ گئے۔ انھیں دو سوال ستارے تھے۔ "جگت کیوں ڈاکو ہوا؟ کون کی چوٹی جس سے کہ وہ چوٹیں سے تعلق ہوا؟"

"جگت تنکھ ایتھن تھیں کافنی معلومات لی ہیں۔" کیدار تانھ نے باپ کا کٹھن لے کر احوال متشور کرے ہوئے کہا۔ "تمہارا وقت کے شیو پورہ کے اسپیکر سنہا سے بھی ل آیا۔" کیدار تانھ نے دکھایا کہ سن کر جگت کی آنکھیں چمکے لگیں۔ انھوں نے مزید کہا۔ "سنہا صاحب بھی بہار کے ہیں۔ باپ دادا کی دشمنی کی وجہ سے تم ڈاکو بنے یا تھیں سنہا صاحب نے بتائی۔ محرم تم پولیس کے سپرو کیوں ہونے یا سپرناؤ میں مل نہیں کر سکا۔"

"سنہا صاحب غائب میں ہیں۔" جگت نے پوچھا۔ "نہیں بھڑ ہاتھ کیا پانچ ہو کر وہ اپنے وطن لوٹ گئے ہوں گے۔" کیدار تانھ نے دکھا جگت سنہا کے لئے نفرت کی بجائے ہمدردی سمجھے میں ات کر ہاتھ ڈالنے چلیں۔ ایک آہمیری۔

"سنہا صاحب ایک بھر سے پانچ تھے۔ اب ان کا کھف جسم بھی قافلے سے سن ہو گیا۔ دوسرے پلے ان کی بیوی سرگئی۔" جگت کے ہاتھ کی زنجیر ٹھنکائی۔ کیدار تانھ کہہ رہے تھے۔ "اب وہ بھی غائب نہیں چھوڑا کر گئے۔ چارہ سڑے کہہ کر اسے مرنے کی پانچ ہوا۔ بیوی کی جدائی بھی ہوئی۔ اب بدنگی نہیں گزار دوں گا۔ بچا کہہ کر وہ سال کی لڑکی سے آئے جاؤ کر بھارے اسکے بڑھاپا میں گئے۔" جگت نے گہری آہمیری۔ "سنہا صاحب کے ساتھ آخری لڑائی بھی محروم بد نصیب تھے۔ ان کی طرح میرا بھری سامنے بھی پیشہ کے لئے پانچ ہو گیا۔" جگت کو خونین یاد آ گیا۔ "مگر کین ڈاکو نہ ہو کر بنا تو اس کی جان بھی بچ سکتی تھی۔" جگت رو میں بول گیا کہ بھر ہویشا ہو گیا۔ "خیر جانے دباؤ گی۔" ابھی یہ سب یاد کرنے سے قاعدہ بھی کیا؟

"نہیں جگت تنکھ ایتھیں بتانا پڑے گا۔" کیدار تانھ باپ کو ایش ٹے میں اُتتے ہوئے لے گئے۔ مجھے یہ معلوم کرنا ہے۔

"معلوم کر کے آپ کو کیا کرنا ہے؟" جگت بھول گیا کہ وہ جیل کے ڈنٹی سے بات کر رہا ہے۔

چند دن کا روٹا کھم کیا۔ اس نے اُنکھ کر وہ پھر ایک گھنٹ پانی پیا۔ ماں جی جنس غمروں سے آگے نہ بڑھی تھیں۔ نظر جھکا کر چند دن ہوئی۔ "دیروہین کے باپ سے میں نے پوچھا کہ وہ کھرجو کیوں چلی گئی تو انھوں نے بے زنی سے جواب دیا۔ "وہ اُسی سے جا کر پوچھ لو۔" میں نے عاجزا لپکے میں اُن سے معلوم کرنے کی کوشش کی تو مجھے برے الفاظ میں ستار دیا۔

"کیا بولا دیروہ کا پ؟" ماں جی بلند آواز میں بولیں۔ چند اب اُن کے سامنے دیکھ کر بولی۔ "دیروہین کے باپ نے کہا۔" وہ تمہارے شوہر جیسے ڈاکو کے ساتھ بھاگ گئی۔ میرے سامنے دروازہ دوسرے بند کر دیا۔

"اُس نے تمہیں ایسا کہا۔؟" ماں جی کو جوش آ گیا۔ مگر سارا جوش انھوں نے دیروہ ڈالا۔ "تمہیں کہہ رہی تھی کہ اس کی حرکات اچھی نہیں ہیں۔ دیکھا آخر بھاگ گئی کی ڈاکو کے ساتھ۔" ماں جی کا فہرہ حد سے بڑھ چکا تھا۔

"مگر ماں جی! میں انھیں کیا کہوں؟ یہ سن کر وہ ایک دن بھی جیل میں نہیں رہ سکیں گے۔" چندر کی آواز بولی۔ "بے بھکان اگنارے آئی ہوئی تھی ڈوب جائے گی۔"

"نہیں نہیں چندن۔" ایسا نہ بول۔ "ماں جی نہیں۔" دیروہ کا جو کچھ بھی وجوہت ہراس کا زخم تھ بڑے ڈوں کی۔ میں راستہ کر لوں گی۔ تم لاہور جانے کی تیاری کرو۔" ماں جی نے مضبوط لپکے لپکے کہا۔ "جگت معلوم کرے تو کہنا دوسرے میں ہے۔"

چندن آنکھیں پھپھار کر سانس کو کھینچے گی۔ وہ آہستہ میں پڑ گئی۔ اب مضبوط بے پھر چھٹا مارا مشکل تھا۔ "میں جی! میں اُن سے جھوٹ نہیں بولی سکتی۔"

"شوہر کے کھنکی کی خاطر عورت کو جھوٹ بولنا پڑتا ہے بھو؟" ماں جی بولیں۔ "آج تک میں نے جنس میں بیٹی بھڑ کر دکھا ہے مگر آج سانس بن کر رہی ہوں کہ جنس جگت کو کچ بات کسی قیمت پر سمجھتا بتائی۔"

"پھر میں اُن سے ملاقات کے لئے نہیں جاؤں گی۔" چندن نے ہچکچاہے بغیر کہا۔ سانس کو آنکھیں کھلیں۔ چندن کو کہہ چہرے پر مضبوطی نظر آ رہی تھی۔ وہ جانتی تھی کہ چندن جگت سے جھوٹ نہیں بولے گی، اسی لئے جگت سے ملنے سے انکار کر رہی تھی۔

"اگر تم نہیں میں تو جگت کی بھی جانے والے سے ضرور پوچھ گئے کہ چندن کیوں نہیں آئی؟" کیا جواب دوں؟

"جس طرح مناسب سمجھو۔۔۔!" چندن نرم آواز میں بولی۔ "کہہ دینا بتانا ہو گئی ہے۔"

"وہ بھی جھوٹ ہی ہوگی۔" سانس کی آواز کا قطر چندن کھنکی۔ وہ تڑپ کر روئی ہوئی بولی۔ "پھر کیا کروں ماں؟ میری بھتیجی نہیں کھنکی آ رہا ہے۔"

"میں جاؤں گی چندن۔۔۔!" ماں جی نے تیزی سے فیصلہ کیا۔ "پاپہ مجھے دو آدمیوں کے ساتھ پھر جوت بولنا پڑے۔"

"دو کون، ماں جی؟" چندن سانس لے رہی تھی۔

"ہاں۔۔۔ ایک تیرے سر جو مجھ سے پوچھیں گے کہ آخری لمبے پھوٹ نہیں جاری؟" آنکھیں

”میری مدد کرنے والوں کو یہ بیان کرنا ہے کیا؟“  
 کیدار ناتھ کی گردن کانٹنی جگت سے چہرے کے سخت تاثرات دیکھ کر وہ اس کا مزاج کچھ گھٹے  
 ”ارے..... تم بہاری غلام کی تھی۔ تم ڈاکو سے اب بڑا سن بھری اور ابھیے اسان بن جاؤ گے یہ جاپڑ  
 کر گھٹے خوش ہوئی ہے۔ مجھے تم سے یہ اطلاع نہیں چاہیے، وہ معلوم کرنا چاہتا ہوں۔“ کچھ دیر ڈاکو  
 کر بھر پوچھا۔ ”کیا تم موت کے دوسرے پولیس کے طالب ہوئے؟“  
 ”کیا کہا؟“ جگت کا جوش بڑھ گیا۔ ”موت کے ڈر کی بات کرتے ہو یا بولی۔“ پھر پڑا  
 کاغذ نکالنا ہوا تبھی مارا کٹس دیا۔ ”میں اب تک زندہ ہوں اس بات کا مجھے کچھ ہے۔“  
 مگر کیدار ناتھ اس طرح چھوڑنے والے نہیں تھے۔ ”پھر تمہیں زندگی سے محبت ہے پولیس کے طالب  
 لے آئی۔“

جگت کچھ دیر تک ذہنی جھڑکی آنکھوں میں دیکھا رہا۔ وہ کسراہٹ نہیں روک سکا۔ ”باورچی ادا  
 پڑے گئے موت کی بات کا جھگڑنا نہ بیٹھ جاتے ہو۔ میں کیوں طالب ہوں اس کی مجھے خود خبر نہیں ہے۔  
 میں نے اپنے آپ سے کبھی یہ سوال نہیں پوچھا۔“  
 ”جگت بات جگت گنگو پولیس سے معاہدہ کرتے ہوئے تمہارے ذہن میں کس کے خیالات تھے؟“  
 کیدار ناتھ کی خند بھی جاری تھی۔  
 ”ذہنی بابو! آپ ابھی کمال ہیں۔“ جگت اس کا کہہ کر ڈک گیا، پھر کچھ سوچ کر بولا۔ ”اس وقت  
 میرے ذہن میں تین غور فوں کے خیالات تھے۔“  
 کیدار ناتھ کی آنکھیں سوالیہ انداز میں پوچھنے لگیں۔ ”کون سی؟“  
 ”ایک تو میرے لئے ترقی ہوئی ماں، دوسری مجھ سے بڑا کر دہائی کر دہشت کرتی ہوئی میرا  
 بیوی اور میری.....“ جگت ڈک گیا۔ لہذا کیدار ناتھ نے فوراً پوچھا۔  
 ”اور تیسری کون؟“  
 جگت نظر جھکا کر بولا۔ ”میرے دشمن کی بیوی۔ جو میرے ساتھ بھاگ آئی تھی۔ دیر و خند  
 کرتی تو آج بھی میرے ہاتھ میں ڈھیر کی جگہ رات اٹھ رہی ہو۔“ پھر خفا میں بولا۔ ”اور آپ مجھ سے  
 کچھ معلوم کرنے کی ہمت نہ کر سکتے۔“  
 ”عجب بات ہے۔“ پھر پوچھا۔ ”میرے ہاتھ مارے ہوئے کیدار ناتھ ہوئے۔ دشمن کی عورت نے جھینر  
 ٹھیک کر دیا۔“

”میں مجرا ہوا بھی نہیں تھا۔“ انہیں درمیان میں روک کر جگت بولا۔ ”اور سہرا ہوا بھی کچھ  
 ہوں۔ جیسا تھا ویسا ہی ہوں۔“ پھر اس نظر فوں سے ذہنی آنے دیکھنے لگے۔ اسی لمحے اردلی اندر آ  
 گیا۔  
 ”صاحب! قیدیوں سے ملاقات کے لئے آنے والے لوگوں کی درخواستوں پر دستخط کر دیں۔“  
 انہیں یہ دخل اندازی پسند نہیں آئی۔ مگر دیوار کیرنگ کے چار بجائے لہذا وہ جلدی سے دستخط کرتے  
 گئے۔ جگت کو یاد آیا کہ اس سے کوئی ملاقات کرنا آج آیا ہوگا۔  
 ”نمبر نو سو ساٹھ!“ صاحب ایک خط پر دستخط کرتے ہوئے ڈک گئے۔ ”چھا ہوا تین غور فوں

”جگت کیوں گئی؟“ جگت نے یہ بیان آواز میں پوچھا۔  
 ”ہاں..... تین دن کے لئے باہر نہیں آسکتی تھی۔“ ماں نے نظر جھکا کر کہا۔ جگت سمجھ گیا۔ وہ بار بار  
 ایک ایک کی خبر پوچھ رہا تھا مگر دیو کے متعلق معلومات حاصل کرنے کے لئے اس کی زبان نہیں اٹھ  
 رہی تھی۔ ماں کی کوئی اس سوال کا ڈور تھا۔  
 انہوں نے بات کو کھینچنے کے لئے کہا۔ ”جگت! تمہارے لئے کپڑے لائی ہوں۔ مگر جیل  
 والوں نے دروازے پر رکھ لئے۔“

پیشانی پر سزا کی عمر کا کھرا حال روز سے مجرم کو چل بھٹکتا ہے۔ پھر اسے نمبر سے پہچانا جاتا ہے۔ سزا ختم کر کے جانے والوں کو کارخانے ان کے پرانے پکڑے اور جیسے سزا کے دوران حوروں کی ہوئی رقم لوٹا ہے ہیں جس کے ساتھ تھیکہ کی گواہی نام بھی دیا جاتا ہے۔ پختائی کے اس واقعہ کے لئے کیا جانے والا شخص کہاں جائے؟ اس کی نیلی والوں کو نہیں ہوئی۔ لیکن یہ وہ پھر چیل:

جانب دیکھا نہیں تھا۔ وہ کہہ رہے تھے۔ ”رہا ہونے پر ہر قیدی انہیں سلام کرنے جاتا ہے۔ صاحب نصف گھنٹے میں آ جائیں گے۔ انہیں اچھا محسوس ہوگا۔“

جگت کے بڑے حریف تھے۔ گرو بخش کو شت کرنے والے مہلکین کو وہ سلام کرنے  
 پائے۔ ان کی آنکھیں سرخ ہو گئیں۔ سوہن بھگتہ جیسے انہوں نے معاملہ سن لیا۔ ”صاحب!  
 ” بھیر بڑت میں پڑا ہے۔ اودھ کا کھڑوہ کا سوئچ نہیں ہے۔ ” گانے لگنے کی آواز میں جا رہی تھی۔  
 ” کئی گز تیرے صاحب کو مل جائے گا۔ ” بھیر بڑت کا دویان لگنے کے لیے کافو میں لپٹے ہوئے  
 جوتے نکال کر کہا۔ ” جگت نہیں نہیں کر دیکھو اوروں میں ہر مروت آ رہی ہے؟ ”

جیل کے حساب دان نے فوسو ساٹھ نمبر قیدی کے حساب کی رقم تیار کر رکھی تھی۔ ”تمہارے کھاتے میں ایک سو پچیس روپے سات آنے اور تین پانچ جمع ہے۔“ یہ کہہ کر اُس نے کاغذ اور قلم بھونکا۔

جنت نے دے دیا تھا کہ انگوٹھا بڑھا یا۔ حساب دان سمجھ گیا۔ لہذا انگوٹھے کا نشان کا قلم تھامہ میں لیتے ہوئے جنت کو عجیب سا محسوس ہوا۔ لوٹ میں ہزاروں روپے کی جہیز چھیر کرنے والے کی سخت جھڑپوں کی۔ پہلی کمانی تھی۔

”بڑا بے رحم لو!“ حساب دان نے کہا۔ تب وہ مسکرایا۔  
 ”گنتی کی ضرورت نہیں ہے۔“ پھر کچھ دے پوئے میز پر رکھ کر بولا۔ ”میری جانب سے پیروپے سب  
 کو تقسیم کر دیتا۔ ان میں سے سواروہ پیوے لوہار کو دیتا ہے بھولنا۔“

جنیل کے بڑے دروازے کی کھڑکی کھلی۔ جگت کے باپ اور ماما پہلے باہر نکلے۔ ڈیڑھ سو پر جگت کو رخصت کرنے دروازے تختہ آئے۔ جگت نے ہاتھ جوڑے جب اُس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر وہ مہرائے ہوئے لہجے میں بولے۔ ”جگت نکلو! گھر جا رہے ہو تو گھروالوں کے ہو کر رہنا۔ برائی دشمنی کو

بھول جاتا۔ ”خیر چارے بٹت چھتہ تیار کر لے۔“ جاؤ! چھینا دیر ہو گی۔“  
 پھر کھڑکی کی سے باہر نکلے کے لئے کھٹک کو جھٹکنا پڑا۔ باہر کی مٹی کی نظر آئی۔ بلند  
 گھٹ پر کھڑکی ڈال کر اُس نے پتھر لپک لیا۔ اُس کے ہاتھ پھول گئے مگر سانس نہ کھلا آسمان دکھا اور  
 چہرے پر ہوش آگئی۔ بیڑی باہر سے داخل ہو کر پھر باہر آئے۔ کچھ دیر تک معلوم ہونے لگے۔ دوڑ کھڑے  
 ہوئے۔ زور اور دھڑکاؤ کا پھر کچھ نہ کچھ یاد آئے۔ مگر یہ سب ان کی جانب ہی ہو گیا۔

رہتا گاؤں میں جگہ جگہ بھی بچٹ جاری تھی۔ کوئی کہتا: "شام کو دیکھا رہا ہو کر آ رہا ہے۔ کہتے ہیں کہ اب ٹھیک ہو گیا ہے۔" بابا کا روہ چمن کو کر کے لئے سوئے گا سورج طلوع ہو گا۔ یہ جاری دودھوں جھونکوں سے ہو گا۔ یہ وہ کہنا ہے۔ یہ تو اطمینان سے اپنے شوہر کا پہلو بھی کر رہی تھی۔ آخر بھگوان نے اُن کی جانب دیکھا۔

کوئی چہانِ دُشمنی کو یاد کر کے بول اُٹھتا۔ ”جھٹوان کسی کو ایسا دُشمنی کے چکر میں نہ ڈالے۔ دونوں خاندانوں نے ایسی خوارِ اُٹھائی۔ مہربان سنگھ کے تو نصیب ہی چھوٹ گئے۔ تین جوان بھائی ماہرے مگے اور بیوی نے طلاق لے لی۔ جگت کی نظر میں نہ آنے کی خاطر بے جا رومگر اور کھیت فروخت کر

”جینا کچھ دیر عمر جا اس تیری آئی اُمادوں کی۔“ بکت ابرو گردو کھینچے گا اور چپٹن پر نظر جا کر کھڑا ہوگا۔ اس جی آسو میری آنکھوں سے بکت کی دُن آئندہ کی ہیں۔ ایک بار اس کی نظر سارے والے کاٹھن پر بھی پکڑ کر کرلوں گی۔ وہاں تالا لٹکا دے کر جمت سے رو ڈھائی رو پیادے آجی کی ہری کٹان میں اس کی نظر ایک ہی جوت سے چرے کو دھکے نہیں لگائے۔ مگر وہ نہ صرف ایک ہی نظر لگے گی۔ اندر اندر اس کی ہر لہرے کو تالا لٹکا کر مگر آجی کے کوئی ایک نظر نہ لگے گا۔



الہ کرناٹے پر رکھا۔ ہاں کی آنکھیں کھلی گئیں۔ خوف کی جگہ سرت نے لی۔

”اے چنن! دیکھتا تو۔۔۔ جلدی سے یہاں آؤ۔۔۔“ چنن باہر دوڑا آئی۔ جگت کو دیکھ کر اس نے ہر قسم کے نظرائع آگئی۔ ہل شائے پر کھڑے کرکڑے ہوئے جگت میں اُسے پہلی بار سکان نظر آیا۔ ہاں کی جگت کے پاس دو درمیں۔ ”اُسے اسی کی جلدی کیا ہے؟ کچھ دیر آرام کرو۔۔۔ سکتی جلدی کرتی ہے۔“

”نہیں! ہاں۔۔۔ اب بیٹھے بیٹھے سستی ہو رہی ہے۔ باپو سے کب تک صحت کرائی جائے؟“ پھر نہ کرولا۔ ”ہلی نہیں آئی! تھاپا تو اٹھانے کو دل چاہے گا۔“

ہل راز دہنی۔ ”جھیں جھیں جگت! انہیں ہل کے ساتھ دیکھ کر میں خوش ہو گئی ہوں۔ سکان کے بیٹے کی آواز دھرنی ہوتی ہے۔ آج مجھے یقین ہو گیا کہ میرا بیٹا ہمیشہ کے لئے کھ لوات آیا ہے۔ جاؤ۔ لطف اُتار دے ہاتھوں دھرنی سے آگائے۔ کچھ گھبرائی دانے مجھے سائرت سے زادہ دھٹکے نہیں گئے۔“

جگت دروازے کے قریب گیا۔ اسی لئے عقب سے چنن کوکل کی طرح چبکی۔ ”میں کھیت پر ہل آؤں کیا؟“ جگت نے سر ہٹا کر دیکھا۔ چنن کی آنکھوں میں دھیری سستی چمک رہی تھی۔ ”جگت! کوکھ کی طرح دوکھ سرکامٹ لوں پر چمکیا کر جگت نے“ ہاں“ میں جواب دیا اور دروازے سے بڑھ گیا۔ جگت نے دنگی کا یہ پھلنا ہوا۔۔۔

○

شائے پر ہل کے جگت کوکٹے دیکھ کر ارد گرد کے کھیتوں والے سکان کا مچھوڑ کر دوڑ آئے۔ اُن کی آنکھوں میں جھیں کھائی دے ہاتھ ایک بوڑھے سے مسکرا کر پوچھا۔

”اُسے جگت! انہیں ہل چلائے آئے۔؟“ اس پر جگت نے اُٹھا اسی سے سوال کیا۔

”چاہا! آپ کو راتھل ملائی آئی ہے؟“ بیان کر سب ہنس دیے۔

بہت چھوٹا تھا اُن دونوں جگت سکول سے تھما کر کھیت پر آ جانا۔ باپو پوچھے تو کہتے۔ ”ماستر سب کے پیٹ میں تکلیف تھی لہذا جھیں ہو گئی۔“ جگت کا پچھلے خیال تھما کر باپو کے سامنے مت ہلانا پ پ نہیں کرے۔ جھیں ہلانا بہت بڑا باب ہے۔ کھیت میں باپو کے ساتھ ہل اٹنے کی ضرورت نہ رہ سکتی تھی۔ ”پچھلے اٹھ لکھا کچھ آگئی تو ساری زندگی کرنی ہے۔“ پھر کچھ ہنس گئے۔ ”جگت! اُتار دے ماسٹر جب سے جھیں تھما دی شکایت کرتے ہیں کہ تعلیم میں ہل مضر ہے۔“ جگت ہونٹ کوکڑھ پرتا۔ ”باپو! افسوس کیا ہے؟“

شب باپو تل کی ڈم مروڑتے ہوئے کہتے۔ ”ایک کے بعد کا چھوڑا ہندس۔۔۔ یہ بھی جھیں نہیں ہے۔“

”نہیں! باپو۔۔۔“ سولے جگت نے جواب دیا۔ ”میں تو ایسی تین کا ہندس رکھ رہا ہوں۔“

وہ نے گلے آنکھیں جگت کو یاد کیا۔ اُسے اُنہوں ہوا کہ وہ نہ تو لکھتا نہ پڑھتا ہی سکھانے کھتی کرنا۔ جو لکھنا تھا وہ چھوڑنا دیکھا۔

”ہر کچھ چنن کا تھما دے آئی۔ کھیت پر کام کرنے سے شہر کو کھانا پہنچانے کے لئے آنے کا لی میں پھلا دھتھتا۔ چال میں چھری اور چرے پر حیا کی سرخی لے وہ جگت کو ہل چلاتے ہوئے

بار ویر کو دیکھا تھا۔ کپڑے سکھائی ہوئی کیت مٹھائی ہوئی اس کی نکلیوں کی چڑیاں کلک دہی تھیں۔ جگت کو خالی جگت پر کسی کے موجود ہونے کا احساس ہوا۔ ماسخی کی یادوں سے اُس کا ذہن بھڑ گیا اور وہ بری طرح سے جھیں ہو گیا۔ ”دو دو کیوں نہیں آئی؟ کہاں ہو گئی؟“ وہاں تک گھر خالی کر کے کیوں چلا گیا؟“ سوالات ہتھوڑے کی طرح اُس کے دماغ پر ضربیں لگا رہے تھے۔

پانچ دن گھبرانہاں رخصت ہو گئے۔

مکلی بارش کو دھرنی نے اپنی آغوش میں سہل لیا۔ بیاہی دھرنی مکلی آغوش اور سوتی دھرنی کی مٹی کی مہک نے دھرنی کے بیٹوں کے دھنوں میں خوشبو کے تھرائے بھر دیے۔ شام ڈھلے بارش میں بھر کے بری اور دھرنی ہل ٹھل ہو گئی۔ رات گھر کی آؤ پر منزل پر جگت اور چنن مکلی بارش جانی میں لے۔ چار کی پیاس دھنوں کو چمکی تیار تھی۔ دو دن ایک دوسرے میں دم ہو جانا چاہتے تھے۔ چپالے دھنوں کی پیاس بچھ رہی تھی مگر اس پر سرت کھڑی میں جگت کے ذہن میں ایک خیال مسلسل گردش کر رہا تھا۔ وہ وہ دوسرے متعلق معلوم کرنے کو بے چین تھا۔ اُس کی خبر معلوم کرنے کی خواہش زور کرتی تھی۔ گھر بات کیوں تک آکر دواہل لوٹ گئی۔ تھما کے اس نازک لمحہ میں چنن سے ویر دے۔ متعلق معلوم کرنا مناسب نہیں تھا۔ اپنے شوہر کے ملاپ کے وقت وہ کسی دوسری صورت کو یاد کرے گی۔

کون سی ویڈی برداشت کر سکتی ہے؟ جگت کو شبہ کا تھا۔

جگت کی دھوپ نے دھرنی کی گلیا ہٹ چس لی۔ جگت نے کھڑے ہو کر جگت پر سے مارتے کی جانب دیکھا۔ سکان ہل کے کرکھٹوں کی سمت جا رہے تھے۔ وہ تھیرے سے نیچے آیا۔ چنن باورچی خانے میں کھلی لہذا ہاں جی سے بولا۔ ”مجھے ناشتہ دے دیں۔ مجھے باہر جانا ہے۔“

ہاں جی چمک اُٹھیں۔ وہ باہر کہاں جانا چاہتا تھا؟ وہ دے کے پاس۔؟ انہوں نے پکپکاتے ہوئے لہجے میں کہا۔ ”بیٹے! اس وقت کہاں جا رہے ہو؟“

”پچھلے مجھے ناشتہ دو پھر تباؤں گا۔“ جگت پر اسرار انداز میں مسکرا ہاتھ۔ ہاں کی خوف محسوس ہوا۔ چنن ناشتہ لے کر مسکرائی ہوئی آگئی۔

”ہاتھ منہ دھو لیں! ناشتہ حاضر ہے۔“ اُس کے جسم کے ہر عضو سے خوشی چمک رہی تھی۔ مگر ہاں جی کا چہرہ بوجھ گیا تھا۔ ”ناشتہ کھتے ہوئے جگت سے انہوں نے دو ایک بار پوچھا۔

”بیٹے! بہت جلدی ہے۔ باہر جانا ہے؟ یا کبھی خاص کام ہے؟“

جب جگت نے اڑا جواب دیا۔ ”ہاں! ہاں! کچھ تھیر کا م نہیں چلے گا۔ مجھے حیرت ہے کہ چار پانچ دن سے مجھے کیوں یاد نہیں آیا؟“

ہاں جی خوف زدہ نظروں سے جگت کا چہرہ دیکھنے لگیں۔ پھر دھیرے دھیرے جھیں میں پولیں۔ ”تمہارے باپوسے ہوئے ہیں۔ وہ بیمار ہوں، پھر جانا۔“

”نہیں! ہاں۔۔۔ وہ بیمار ہوں اس سے خوش مجھے جانا ہے۔ ورنہ وہ روک لیں گے۔“ اور ہاں جی کو یقین ہو گیا کہ وہ آج تک جس گھڑی کو ہل رہی تھی وہ آگئی ہے۔ جگت ناشتہ ختم کر کے پانی پی رہا تھا۔ انہوں نے دل میں فیصلہ کر لیا کہ وہ اسے جانے نہیں دیں گی۔ انہوں نے شوہر کو بیمار کرنے کے لئے قدم بڑھانے کی کیا؟ جگت کا دوسرا ارادہ اٹھلا۔ اُس نے برآمدے میں سے ہل

اُماساب نہیں سمجھا ہوگا۔

دیکھ بکھت نے قبول کر لی۔ اُسے اطمینان ہو گیا۔ چندن گھر جانے کو دیر ہوئی کہ کہا نہ کر کے اہل سے سرگئی اسی وقت سے وہ بکھت سے تھامی میں ملاقات باقی رہی۔ ایک جانب بکھت سے تھامی پانے کے لئے دل تڑپا، دوسری جانب ہلکے سا خوف اُس پر غالب رہتا۔ دیو کی بات ہوئی کہ...؟ وہ بار بار بکھوت ہول کر لیا خطرہ مول لے رہی تھی۔ ایک بار خیال آیا کہ انہیں کچھ کہنا ہوتا ہے کہ اب مجھے دیو کے حلق سے پھنسا، مجھے اچھا نہیں لگتا۔ گریبا کہہ کر وہ بکھت کا دل دکھانا نہیں دیا تھی۔

وہ کچھ نہیں کہہ سکی تھی۔ بکھوت نہیں ملتی تھی۔ وہ دیکھنے سلامت گزر رہے۔ بکھت اب گھر کی دھڑ دھڑان سے دیکھ رہی تھی۔ کدو خضرا بھرا جاتا ہے؟ اس کا حساب بھی ہاتھ کے پاس بندھ کر لیا۔ ذرا لگی شادی کے مسئلے میں ایک دانگ آئی تھی اس کے متعلق بھی ایک بار گھر والوں سے بات چیت کی۔ ماں کی گود میں بیٹین ہو گیا کہ بکھت اب ٹھیک ہو گیا ہے۔ لڑکا بیٹا بھی گھر چھوڑ کر جانے کا اہم نہیں لگا۔ دیو کو شاید بھول چکا ہے۔ اسے عمر سے میں اُسی نے ایک بار بھی نہیں پوچھا تھا۔ گھر پر ختم کھانا سامنے ہوا۔

اُسی رات بکھت چندن سے چٹل کے ہونوں کی باتیں کر رہا تھا۔ اچانک اُسے پتہ چلا کہ اسی طرح وہ... "چندن! تمہیں یاد ہے ایک بار جب تم لاہور چٹل میں مجھ سے ملنے آئیں تب دیو کی پرچھی لائی تھی؟" چندن پرچھے برقی گری ہو۔ وہ ہنر کر گئی۔

"کیوں نہ پرچی؟ کتنے سال پہلے کی بات کر رہے ہو؟ آپ کی جدائی میں تو میں بہت کچھ بھول گئی ہوں۔"

"تم نے اگر وہ پرچی پرچی دی ہو تو کبھی نہ بھولیں۔" بکھت بڑ مسرت اعداد میں بولا۔ "تمہیں معلوم ہے اُس میں کیا تھا؟" چندن نے انکار میں سر ہلایا۔

"تمہیں دیو نے بھی نہیں بتایا؟" بکھت چندن کے جواب کا انتظار کے بغیر بولا۔ وہ دیو کی لوبہاٹ عورت ہے۔ کچ بات ہے کہ کر میں نے اُس کی پرچی پڑھنے کے بعد تھیل سے فرار ہونے کا ارادہ ہوتی کر دیا تھا۔" اور بکھت پرچی کے الفاظ یاد کرنے لگا۔ چندن کو اُس کا ایک ایک لفظ یاد تھا۔ گردبان اٹھی چل جانے کے بعد اچانک بننے کی ادا کرانی کر گئی تھی۔

"غصہ... میں تمہیں بھی پرچی پڑھاتا ہوں۔ میں نے اُسے حفاظت سے رکھا ہے۔" یہ کہتا ہوا اُٹ بستر سے کھڑا ہو گیا۔ برابر والے کمرے میں جا کر بڑا صندوق کھولے ہوئے دوسرے کمرے میں بھیجی ہوئی چندن سے پوچھا۔ "اُسے چندن... بدھتوق میں ایک پتلی کی ڈیو رکھی ہوئی ہے وہ کہاں گئی؟" چندن پر لاؤڑ مئی۔ جتنی کی ڈیو ان کے ہاتھ کہاں سے لگے گی؟ اُس میں تو اُس نے ہاتھ نہیں کا انگوٹھا چسپا کر رکھا تھا۔ کیا انہوں نے اسے دیکھا ہوگا؟ چندن کے کپکپاتے ہوئے ہاتھ ڈگنے۔ "بھگوان! اوہ انہوں سے دیا ہوا کھاب چار ہاتھ سے چھین نہ لیتا۔"

"چندن! ڈیو بیل گئی۔" بکھت کے ان الفاظ کو سنتے ہی وہ اُس کے پاس دوڑ گئی۔ "لائیے۔ میں وہ چسپی پڑھ کر سنائی ہوں۔" ایسا کہہ کر ڈیو اُس سے لینا چاہتی تھی مگر اس سے

بیار بھری نظروں سے دیکھنے لگی۔ ہمارا دروگر دیکھ کر جب اُس نے یقین کر لیا کہ کوئی نہیں ہے تو آواز دی۔ "اُسے ملے اور کھائی جائے۔"

فکری سے ہاتھ اور چہرے کا پینہ خشک کرتا ہوا بکھت آ گیا۔ "اوری! تم کہاں سو گئی تھیں؟ یہاں دیکھنے سے ہیٹ میں چرے دوڑ رہے ہیں۔ اسکی تیز بھونک بھی کچھ کدو میں دو چاگ لایا ایک دیر۔" "اچھا۔۔۔" وہ اکتیس بجائی ہوئی تھی۔ "پھر تو آپ کی کالیں بھونک بھونک گئیں۔ کیونکہ دیکھنے سے مجھے بھی آری تھی۔" چندن نے کھانا کالے ہوئے مزے کہا۔ "میں تو کھانا لانے کے لئے بے چین بھی مگر ماں نے روک لیا۔" کہنے لگیں۔ "اوری! اسی سورج سر پر آئے دے پھر کھانا دینے چاہا۔ اسی حکمت کی طرف چل دی تو دیکھنے والے ذرا آؤ اُمیں گے۔"

بکھت دیکھ کر بکھانے میں مشغول رہا، مگر ہیٹ میں کچھ جانے کے بعد بولا۔ "چندن! تمہارے ہاتھ کے پراسے بڑے مسئلے معلوم ہو رہے ہیں۔"

چندن کو گھٹ کھانا دیکھ کر خوش ہو رہی تھی۔ شادی کے ساتے سالوں بعد اس طرح کھلے عام اپنے شوگر کو کھانا کھا رہی تھی۔ "میرے ہاتھ کے پراسے تو چاروں سے کھا رہے ہو مگر مٹاں آؤڑ محسوس ہوئی؟" چندن نے اُس سے کہا۔

"مجھے تم کھانے دیکھی ہو لہذا قلعے لگ رہے ہیں۔"

"نہیں بھئی۔ آپ نے آج کل چلانے کی مشقت کی ہے۔" بھی دیر ہوئی۔ "چندن نے لاؤ سے کہا اور وہ پراسے اور قتالی میں رکھ دئے۔ پانی پیئے ہوئے بکھت نے اچانک پوچھا۔

"چندن! اپنے بڑی کا کھیت کون سنایا رہا ہے؟"

چندن خوفزدہ ہوئی۔ اُس کے چہرے کا رنگ ہلکا پڑ گیا۔ جیسے کھیت میں کام کرنے والے کپکانے کی کوشش کر رہی ہو، اس طرح پیشانی پر ہاتھ کا چسپا کر کے بولی۔ "ہوگا کوئی... میں کیا لہ رہے...؟"

"گھر اور کدو کی سب کچھ چھوڑ کر کہاں چلا گیا؟" بکھت نے بھاری لہجے میں پوچھا۔

تب چندن اُٹ بکھن میں پرچی پڑھ کر مجبوراً جواب دیتی ہوئی بولی۔ "ایسے لوگوں کو یاد کرنے سے فائدہ کیا؟ جہاں گیا ہو؟ جان چھوٹی تھوڑی۔"

"مگر چندن! دیو کے حلق میں تو کوئی خبر نہیں دی۔" چندن حواس مل گیا کہ لانا چاہتی تھی وہی اُس کے دل پر فشر کی طرح لگا۔ چند پتھر دے مائے بغیر چھوڑا نہیں تھا۔ بکھت نے لپٹے پتھر کا کہا کیا۔ "تم اُس سے ملنے چلائی تھیں یا نہیں؟ وہ مجھے ملے تو ہے ناں۔"

"ہم۔۔۔ ہاں ہاں۔۔۔" چندن اُٹ بکھن میں پرچی۔ "آخری بار اُس کے کمرے میں جب وہ پیشانی۔" پھر زیادہ بکھوت نہ ہونا پڑے ہوا بولی۔ "اوری۔۔۔ ایک بار تو بھتہ اوڑھ کر ہمارے ہاں آئی تھی بڑی عدالت کا فیصلہ معلوم کرنے۔" بین کر بکھت خوش ہوا مگر پھر خوشی عارضی رہی۔

"پھر اساتے دنوں سے ملنے کیوں نہیں آئی؟ مجھے گھر دہری ہے۔"

"کیوں... دیو ابہن سے ملنے کی بہت جلدی ہے؟" وہ پھر یہ اعداد میں بولی مگر پھر وہ سنہیل گئی۔ "وہ بہت سمجھدار ہے۔ جاتی ہوئی کہ کمر رچیجے داروں سے پھر آوے گا اُس نے سب کے درمیان

نہی کے قول دیں آپ ایسا نہیں کریں گے۔ چہن کی پائلیں بھج گئیں۔

جگت نے اسے پیادہ رے انداز میں چلو میں دیا ہوا۔ "اے دل سے ڈر نکال دو چہن! اگر کچھ نہیں آتا کیا کرنے کی ہمت کس نے کی؟ ہمارے دھن نے۔"

"نہیں، نہیں۔" چہن نے اسے درمیان میں روک لیا۔ "وہ مسلمان تھ۔ اس کے ناخن پر لہ لگی ہوئی تھی۔ ممکن ہے چوری کرنے آیا ہو یا چور۔"

"ہے چارہ۔" جگت نے سخت لہجے میں کہا۔ "ڈاکو کے گھر میں گھسنے کی تم نے سزا دی ہے چارہ۔"

"چہن! گھر میں نہیں، صرف جگت پر چڑھنے کی سزا ہے۔ کے معلوم انداز کر دو! ہوا تو فانی یا نہیں؟"

"کہہ کر چہن چمک گئی۔ "مگر دیکھو! ہاتھ سے نہ کہتا۔ میں نے اور ماں جی نے اُن سے چھاپا

"تم ساس بونے اور کیا کیا چھاپا ہے؟" جگت نے مذاق میں کہا۔ مگر چہن تڑپ گئی اور جو

کہ چھاپا تھا کہہ دینے کی خواہش زور کر گئی۔ مگر ساس کی حسرت نے اُس کی زبان روک دی۔

بدن نے بات نالے کی غرض سے جگت کے ہاتھ سے ڈپے لیتے ہوئے کہا۔

"گائے! میں اسے پیچک ڈوں۔ میں نے آپ کو بتانے کے لیے اسے حفاظت سے رکھا تھا۔"

مگر جگت نے ڈپے نہیں دیں۔ "اس کی اس کی جلدی ہے یعنی ایہ تو تمہاری بہادری کی نشانی ہے۔ ہم

نے حفاظت سے رکھیں گے۔"

"مجھے آپ کے علاوہ کسی کو نہیں بتانا۔" چہن نے ضد کی۔

مگر جگت نہ مانا۔ "مجھے ایک شخصیت کو بتانے کے لیے اسے رکھتا ہے۔" چہن چرکی۔ در دو

ان کی بات ہو رہی تھی۔

"تم بتانے کے لیے۔" چہن نے ڈرتے ڈرتے پوچھا۔

جگت نے اُس کے کڑواہار پر چٹکی لیے ہوئے کہا۔ "ہمارے بیٹے کو۔۔۔ بڑا ہو کر دو کہہ سکے گا کہ

ارباب ڈاکو تھا تو اس کی کٹھن تھی۔"

چہن کر چہن نے شرم کر جگت کی گود میں منہ چھپالیا۔ جگت نے آج پہلی بار باپ ہونے کی

نادر کی جس کی خوشی کے طور پر چہن کی انھیں مسرت کے آئینہ بنائے گئیں۔

○

بھائی کے لئے بیچ لیا تھا۔ لہذا سو گن گھر کے وقت ہی بیدار ہو گئے۔ سر ہاتھ کر کے جا میں

نہ چہن انتظار کرنے لگی۔ جگت بیدار ہونے کے بعد نیچے اتر آئے اس سے بیستر وہاں جی سے

بہ کہہ کر دیا جانتی تھی۔ سو گن گھر دوڑنے کی کھڑکی بند کر کے گئے تب ماں جی پوچا کہ نے بیٹہ

لو میں۔ چہن اُن کے قریب آگئی۔

"ماں! آپ کی پوچش نہیں، اس سے بیستر میں آپ سے کہہ کر بنا جاتی ہوں۔" سرگوشتانہ

کا مکتی ہوئی چہن کو ماں جی دیکھ گئیں۔

"کہہ ڈالو۔ کیا بات ہے؟"

بیستر جگت ڈپے کا ڈمکن اٹھا چکا تھا۔

گھر آ کر سب سے پہلا کام اُس نے اُپر آتے ہوئے صندوق کھول کر پرچی منہال کر رکھے؛

کہ یہ چار سال سے اُس کے جان کی طرح اُس پر پڑی کی حفاظت کی تھی۔ کسی کے ہاتھ نہ لگ جائے

اُس نے پرچی چھپانے کے لئے صندوق پسند کیا۔ صندوق کی تہہ دیوانا چاہتا تھا کہ اُس

کے ہاتھ ڈپے نہ لگتی۔ لہذا اندر سے جلدی سے پرچی ڈپے میں رکھ کر صندوق کی تہہ میں رکھی اور

تیزی سے بیچے چلا آیا۔ اُس کو یہ خیال نہیں ہوا کہ ڈپے میں کچھ اور بھی ہے۔ مگر اس وقت ڈپے کھول کر

دروہ کی پرچی ہاتھ میں لے کر اُس کے بیچے پر ڈی ہوئی جڑ پر جگت کی نظر میں جم گئیں۔

"ارے۔۔۔ اس میں کیا ہے؟" یہ سن کر چہن کا دل دھڑکا بھول گیا۔ جگت کی حیرت بڑھ گئی۔

"ارے۔۔۔ یہ تو کسی کا ناخن ہے۔ اٹھنے کا ناخن معلوم ہوتا ہے۔" اُس نے سر جھکا کر چہن کی

جانب دیکھا۔ چہن کا چہرہ بیٹے سے بیچک گیا تھا جیسے ابھی رو دے گی۔ ٹوٹ جائے گی۔ وہ رز دہی

تھی۔ تب جگت نے غصے سے گھوٹ کر کوئی غلط بات ہو گئی ہے جو اس سے چھپائی گئی ہے۔ "چہن! تم اتنی

گھبرا کیوں ہو؟" جگت نے اُس کی پشت پر ہاتھ پھیرا۔ "ارے بیٹے سے تمہاری پشت بیچک گئی

ہے۔" پھر ڈپے میں دیکھنے لگا۔ ناخن کے ساتھ ہی ہونے کو شے کے ڈزے سے بھی نظر آئے۔ اُس

نے یاد کیا مگر گھر میں کسی کا انگوٹھا کتا ہوا نہیں تھا۔ پھر یہ کس کا انگوٹھا تھا؟ کیوں حفاظت سے رکھا گیا

تھا؟

چہن نے غصے سے کیا کر جگت پھڑپھڑ جائے گا۔ اس صورت میں غلط فہمی پیدا ہوگی۔ اس خطرے سے

بیستر کہہ دینا چاہئے۔ ہمت کر لی ہوئی بولی۔ "چلے! اُس میں آپ کو سب بتائی ہوں۔ یہ انجانے شخص کا

انگوٹھا ہے۔"

"انجانے آدمی کا انگوٹھا ہے؟" جگت کی حیرت بڑھ رہی تھی۔ مگر انجانے شخص کا انگوٹھا ہے

اتھا جائے کہ بعد اسے اطمینان ہوا کہ وہ کتا نہیں ہے۔

"اور اپنی کورٹ کا لاف بٹھانے پاؤں لاف پورے ہوئے تھے۔ اُس رات میں اور ماں جی گھر میں

اکٹا میں۔" چہن نے غصے سے اُس کے لیے سب کچھ میں بہا شروع کیا۔ "بھر نصف شب کے بعد کوئی شخص

جگت پر چڑھ کر گھر میں داخل ہونے کے لئے دروازے کی زنجیر کھول رہا تھا۔ پہلے پتے میں گھبرا گئی پھر

نہ جانے کس طرح مجھ میں ہمت آگئی اور صندوق سے نکال کر میں نے زنجیر پر دوا کر کیا اور انگوٹھے کا

نگوا ڈال دیا۔ وہ فرار ہو گیا مگر نشانی چھوڑ گیا۔"

جیسے سامنے کی بات نہ ہوا اس طرح وہ حسین اور حیرت کے ملے جلے انداز میں چہن کو دیکھنے لگا۔

"ہم۔۔۔ تو آپ نے اُس وقت بہادری دکھائی اور اب اُس کا سوچ کر رز دہی میں چہن؟"

اُس کی پشت پر جگت ہماز کردہ بولا۔ "مجھے نہیں شباشب دینی پڑے گی۔"

جیسے دل کا بوجھ لگا ہو گیا ہوا اس طرح ندانہ لگی۔ "مجھے آپ سے شباشب میں ایک قول چاہئے۔"

"قول۔۔۔؟" جگت نے عجیب لہجے میں کہا۔ "آج تم بڑی پر ہمار ہائی گے۔"

"اب اسرار انہیں یاد آیا۔ اب سے بات چھپائی گئی کیونکہ مجھے ڈر تھا۔" پھر کچھ گھبرا کر بولی۔ "یہ

واقعہ سننے کے بعد آپ اُس شخص کی تلاش میں نکل پڑے ہوں گے۔ پھر احترام کے لئے میدان میں



"تم کہتی ہو تو میں بھی اس گھر میں قدم نہیں رکھوں گا۔" کہتے ہوئے جگت نے جھکے۔  
چڑا یا اور ایک ہی جگت میں جو کھٹ بار کر گیا اور ایک جھکے سے باہر کی زنجیر لگادی۔ جائے۔  
اُس نے سنا۔۔۔ ماں بند کھڑکی پر سرخ رنگی دھڑکی کی طرح فرار ہو گیا۔!!



تاؤ کے کھیت پر سے لی ہوئی ٹھوڑی پر بیٹھ کر وہ درو کے گھر پہنچا۔ وہاں تالا تھا۔ کھلی کے ساتھ لے کر جہاں درو کا باپ کھیت میں کام کر رہا تھا، وہاں چلا گیا۔ اُس کا نام سن کر درو کے باپ بیٹھ گیا۔ "درو کا کتا ہے۔؟"۔۔۔ اُس نے جانتے ہی سوال کیا۔ جواب کے انتظار میں آخر لاٹھی کی پرچی سے اُس کا کتا نکالا۔ درو کے باپ نے لرزے ہوئے کہا۔

"آپ ابھی آ رہے ہیں۔۔۔ بیٹھیں! اپنی وہ زنجیر وہیں چکر تالا ہوں۔"

"مجھے ابھی جواب چاہیے اور جا چکا ہے۔" اُس نے دانت چیں کر کہا۔

"کچ ہٹاؤں گا بھائی!" درو کا باپ روٹی صورت بنا کر بولا۔ "وہ غلط صورت تھی۔ چار ہفتہ کی حفاظت کر کے کھانے کا پلے نظر بچا کر بھاگ گئی۔"

"بھاگ گئی یا کوئی انعام کر کے لے گیا؟" جگت چا۔

"دونوں باتیں کچ ہیں میرے باپ۔۔۔ میرے نصیب پھوٹ گئے۔"

"نصیب پر پھر رو تا پیلے بھوکے اک کون انعام کر کے لے گیا؟" جگت کا چہرہ سرخ ہو گیا جب انعام کرنے والے کا نام سنا تو اُس کا چہرہ سفید پڑ گیا۔

"جین انعام کر کے لے گیا۔۔۔ تمہارا ساکھی!"

"جین؟"۔۔۔ جگت نے ہونٹ کاٹے۔ اُس کی آنکھوں سے شعلے نکل رہے تھے۔ "تم کچا رہے ہو؟"

"مجھے جھوٹ بولنے سے کیا فائدہ؟" وہ چارہ آٹو گھراتا ہوا بولا۔ "جانتے ہوئے کیا ہو جگت جیل سے رہا ہوا اس سے جتنی ترور میری ہو جائے گی۔"

جگت نے ٹھوڑی کو اڑا لگائی۔ مگر پھر رک کر بولا۔ "اگر تیری بات جھوٹ ثابت ہوئی تو نوٹ کی تیری کھال آٹا روڈوں گا۔"



بھوک پیاس کی پرواہ کئے بغیر۔۔۔ آرام کے لئے ڈکے بغیر جگت دھڑکی ہوئی گرمی میں بچن کی تلاش میں لپٹے۔ لپٹے گرفت کا زہر اُس کے دگ و بے میں سرایت کر گیا تھا۔ ہاتھ جیل میں فولادی زنجیر مکن کر جھل کی اندھیری کٹھنری میں پانچ سال تک وہ کیوں پھنسا رہا تھا؟ جیسے گھر کی عداوت کی خاطر وہ ڈاکو بنا اس گھر کے سکون کی خاطر پیسے کے حوالے ہوا۔ اسی گھر میں اُس کی ماں نے قدم رکھنے کی ممانعت کی۔۔۔ کیوں؟ درو سے میں ملے جاؤں کیا یہ باپ تھا؟ کیوں اُس نے مجھ سے گئی بات چھپائی؟ چندن کو کسم دے کر ماں نے اُس کے لب کی دے دی۔۔۔ درو ماں پر سے یہ جانے کے باوجود اسے دل گھر میں بند رکھا؟ میں رہا ہو کر آیا اس کی خوشی منائی، سارے گاؤں کو کھانا کھلایا، غم نکھیں کم۔۔۔ سب نے سوچ اڑائی۔ اور درو کی کیا حالت ہوئی ہوگی؟ اُس کا خیال کسی نے نہ کیا۔ سب مذاق کے رشتے دار ہیں۔ ماں، باپ، جھوٹ۔۔۔ چندن کا اس میں کوئی تصور نہیں ہے۔ اب یاد آ رہا ہے کہ جب میں درو کے مطلق معلوم کرتا وہ اُداس ہو جاتی۔ گھر سے نکل رہا تھا تب ماں نے روکا مگر وہ پتاری ایک لپٹ لٹتی ہوئی۔

"اور چندن؟"۔۔۔ جگت نے ٹھوڑی کے پہلو میں زور سے ایڑ لگائی۔ پھر دانت چیں کر بوڑھا بولا۔ "جین۔۔۔ میرا مگر جان دوست۔۔۔ مجھے میں نے درو کی دلچسپی بھال کے لئے کہا تھا وہی روکوا انعام کر کے لے گیا؟ نہیں نہیں۔۔۔ دل نہیں اٹتا۔ درو کا باپ اس قدر جھوٹ کس لئے بولے گا؟ ممکن ہے جین کو میں نے اُس کی مجبور بچا لے۔ الگ رکھا اس کا اُس نے انتقام کیا ہو؟ گھر میں اُسے نہیں چھوڑوں گا۔ بے ایمانی کا حساب سودسیت وصول کروں گا چاہے پاس کی چڑھ جاؤں۔"

درو کیا خوشی خوشی جین کے ساتھ فرار ہو گئی؟ نہیں درو۔۔۔ تمہاری خاطر۔۔۔ تمہاری پرہیزی کے بارے میں سے نکل کے میرے دل سے ہر۔۔۔ میں شان سے تمہارے پاس آتا چاہتا تھا۔ دوجانے میں گھبراہٹ۔ سانج نے مجھے بدنام کیا اُس عورت کا ہاتھ تمام کر میں کھڑے تا چاہتا تھا۔ اب بھی باطل میں ہے تمہارا پیلے لگا کر نہیں حاصل کر کے دم لوں گا۔" خیالات کا جھرم اُس کے ذہن کو گھیر رہا تھا۔ دل کے نرم احساسات کے درخت زمین یوں ہوتے جا رہے تھے۔ بچن کی تلاش میں اُسے بہت بھگانا پڑا۔ پرانے انعامروں سے اُس کا سلسلہ نوٹ چکا تھا۔ جگت کو دیکھ کر سب خوش ہوئے۔ مگر جین کہاں ہے؟ اُس کی اطلاع انہیں بھی نہیں تھی۔ اُس نے دو چار کی زبانی بھی سنا کہ بچن اب قروب ہوتا جا رہا ہے۔ اس کے سامنے ٹوٹ پکے ہیں۔ جین کے لئے روزنی جگہ بدلتی پڑتی ہے۔ پکے بری طرح قناب کر رہی ہے۔ اس کا ستارہ کرنے کے لئے اُس کے پاس اسلحہ اور کاتوس نکلیں ہوتے۔ اب وہ زوردار دیکھیں رو نکٹے گا۔

سورج ڈھل رہا تھا۔ تب جگت کی ایک پرانے انعامرو سے ملاقات ہو گئی جسے بچن کا چہ تھا۔



ہاں میں سکتا تھا اور خود وہ جو جانتا تھا وہ بھی محسوس نہیں ہو سکتا تھا۔۔۔ "ہنومان! بچن! دیر کو انخواہ کرے یہ بات میں کسی نہ سمجھتا، مگر خود دیر کے باپ نے کہا کہ تمہاری رہائی سے پہلے بچن خود اسے آزاد کرے گا۔"

"اور تم نے مان لیا؟" ہنومان غصے سے بولا۔ "دیر کا باپ لا لائی ہے۔ پولیس نے اسے لا لیا۔" کہہ کر گھٹایا ہوگا اور اسے یہ بات پڑ چائی۔ یہ اس طرح نہیں کہیں اس نے اسے ایک چال ہے۔

"دیر کو انخواہ کرنے کی اور کوئی شخص بہت نہیں کر سکتا ہے جنہیں ماننا پڑے گا ہنومان! میری رہائی کی خبر سن کر کوئی ایسا نہیں کر سکتا۔" بخت زکرمیا۔ اب اسے جو کہہ سکتا تھا وہ کہتے ہوئے زبان اس کی رہی تھی۔ چپکاتے ہوئے آخر اس نے کہا۔ "میں نے ہنومان! کہ چپن نے اپنی بے ایمانی تم سے چھپائی ہے۔" ہنومان سوچ میں ڈوب گیا، لہذا بخت نے دوسرا سوال کیا۔ "جنہیں بچن کے مراد تمہیں بھرتی کسی شخص کی آخری شخص وہ کہہ دو؟"

ہنومان لرز گیا۔ خالی ٹھونس سے دو جگہ کو دیکھا رہا۔ اس نے محسوس کیا کہ اس کی عقل گم ہو گئی ہے۔ بخت جواب کے انتظار میں تھا۔ لہذا کہہ پڑا۔ "ہاں۔۔۔۔۔ ابھی یہ کچھ ہے لیکن نظر آتا ہے۔" یہی بھی رات کو نہیں لڑتا۔ پھر ہنومان نے جلدی سے کہا۔ "مگر وہ تو ہے، ابھی رات دیر پولیس سے پہاڑ کی طرف دو ہے۔"

"جنہیں ہنومان!۔۔۔۔۔ بخت نے اسے روک لیا۔" پھر تو ضرور اس نے دیر کو کسی جگہ رکھا ہو گا۔ اڑا کی بخت نہ مل سکی اس کا انتقام مجھ سے لینا چاہتا ہوگا۔ دیر کی عزت سے کر لیا یا بھجا رہا ہو گا۔ بخت کا جوش بہت زیادہ تھا۔ آخری الفاظ اس نے رات میں کراہا کئے تھے۔ "مگر میں بچن کو چھوڑوں گا۔" اس کی جان کے کراہی تھا۔ بخت نے کہا۔ "دعا باز۔"

اب الفاظ کا جھگڑا نہیں تھا۔ اب وہ اسے کہہ کر عقب سے پیچھے ہوئی رات میں اس کے قدموں کے پاس آگرمی۔ دونوں چمک گئے۔ بچن دروازے کے درمیان کھڑا ہوا تھا۔ اس کے چہرے پر درد اور آہ تھا۔ آنکھوں سے غم جھک رہا تھا۔۔۔۔۔

"بخت! آٹھا ڈال رات میں۔۔۔۔۔ اپنی خواہش پوری کرنا عالم تم نے قابل الفاظ سے میرا دل چیر دیا ہے۔ اس قسم کی چیز ڈالو۔"

بچن کی ایک آہ اور مضبوطی کے لئے بخت تیار نہیں تھا۔ وہ سناٹے میں بھی بچن کو کبھی قریب نہ لے سکتا تھا۔ بخت کو کہنے لگا۔ پھر رات میں اس کے برقی بھرتی سے کھڑا ہو گیا۔ ہنومان کی سانس اور ہو گئی۔ مگر بچن غرور کر رہا۔ دونوں کی آنکھیں کھلیں۔ بخت کو بچن کی آنکھوں میں پانی نظر آیا۔ بچن کا ایک بھی نشان اس کی آنکھوں میں نہیں تھا۔ بخت اب بھی نہ کیا۔ کیا کہنا؟ کیا کہنا؟ بچن خوش ہو گیا۔ اس نے ہنومان!۔۔۔۔۔

"بچن! اسے ہنومان سے جو کہہ گیا ہے تم سنا؟" بچن نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ اس کا دھیمان بخت کو بے چین کرنے لگا۔ "پھر آٹھا ڈالو! تمہارا کیا جواب ہے؟ میرا بھرتی ہے یا بھرتی؟" "جواب تو بخت! نہیں دیتا ہے۔" بچن ذرا بھی حرکت کئے بغیر بولا۔ "اگر تمہیں اب بھی یہ

بھی رہے ہیں۔ پولیس ساری پانی کو صاف کرنے پر تلی ہے۔ ڈاکٹر ڈاکٹر اب کافی مشکل ہے۔ کھانے کی بات چھوڑو کا دروس بھی قرض سے لے رہے ہیں۔ مجبوراً تمہارے لئے استعمال کی اور وہ بھی میں نے اسے بہت بھینچا۔ اب بچن مانا۔ بھرتی اب تمہیں دوتی سے پیارا لگا ہے کہ اس طرح حساب لینے دوڑنے آئے؟" ہنومان ایک سانس میں بول گیا۔

بخت کے چہرے کی سرخی ختم ہو گئی۔ پھر بھی وہ غصے کو قابو میں نہ کر سکا اور ہنومان کے جڑ پر غار مار دیا۔ "بے خوف! تم یہ مجھے ہو کہ میں پیسے کا حساب لینے آیا ہوں؟ مجھے ایسا کم طریقہ کیا ہے؟ پھر میرے دوست کو چاٹنا دیتے ہوئے بھینچتا اور اس طرح گھبراتے ہوئے کچھ بولا۔ "ہنومان! میں پیسے کا حساب لینے نہیں آیا۔ دیر کی تلاش میں آیا ہوں۔ پوری بات سننے آئی میری جانگے کتے جو اب پھر مجھے کہتے ہو کہ میں پہلے جیسا نہیں رہا۔"

چاٹنے کے ساتھ ہی ہنومان نے شاید بخت کے جڑ سے پرکھنا مار دیا۔ مگر دیر کی آہ اب اس کے ہاتھ کی جھلک گئی۔ "بخت۔ دیر کی تلاش؟ یہاں؟ کیا ہوا دیر کو؟" اس نے جلدی سے پوچھا۔ بخت بخت نے ایک آہ بھری۔

"معلوم ہوتا ہے بچن نے نہیں خبر نہیں ہونے دی۔" پھر آہ پی آپ اس کے دانت گئے۔ "ہنومان! بچن دیر کو انخواہ کر کے لیا ہے۔ میرے ساتھ اس نے خدائی کی۔ دوسرے تھا اور دعا باز لگا۔"

"بخت! تم کیا کہنا کر رہے ہو؟ تمہارے دماغ میں شیطان داخل ہو گیا ہے شاید۔" ہنومان پھر جوشیار ہو گیا۔ "تم بچن پر ایسا الزام دہر رہے ہو جس نے دیر کی سلاقی کی خاطر رات کی حرام کی اور اس کی قدر اس طرح کر رہے ہو؟"

"ہنومان! تم کبھی نہیں جانتے اس وقت میرے دل پر کیا بیت رہی ہے۔ میں ماہ سے دیر کو رہا۔ اور تم یہ کہہ رہے ہو کہ بچن اس کی سلاقی کی خاطر فیض حرام کر رہا ہے؟ بھلا تمہیں خبر تم دیر کو کوئی انخواہ کر کے لیا ہے؟"

بخت کی کالی کمر ہو گئی۔ ہنومان ہانپوں کی طرح رہا تھا۔ اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔ بھارتی کچھ میں اس نے کہا۔ "بخت! دیر کو چلا ہے، یہ نہیں کس نے کہا؟"

"میں خود اس کے گھر سے ہوا آیا ہوں۔ اور میری ماں کو رہائی سے پہلے یہ معلوم تھا۔" بخت رات میں لے۔ "مگر میں نے مجھ سے چھپایا۔ کسی کو اس صورت کی مجبوری کا خیال نہیں آیا۔" اس نے میری بخت کا خیال نہیں کیا۔ "بخت کی آواز بھگتی۔"

"بخت! تمہاری یہ بات سچ ہے کہ میں اس سے ہم نے اس کی خبر نہیں لی۔" ہنومان بھینچتا والے کچھ میں کہہ رہا تھا۔ "اس میں بے چارے بچن کا قصور نہیں ہے۔ پولیس کو پتہ چل گیا کہ براہ راز ہے باپ کو گھر کو دے دیے آتے ہیں لہذا بچن کو چھوڑنا ہے اسے چال بچھایا گیا۔ بچن بخت جان بھاسا۔ وہ تو جان کی بازی لگا کر جانے کو تیار تھا مگر میں نے اسے روک لیا۔ تمہاری رہائی وقت ہو گیا تھا لہذا میں نے اسے خطرے میں نہیں پڑنے دیا۔"

بخت اب بھی نہ کیا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ سچ کیا ہے؟ ہنومان بھرتی ہو رہا ہے۔

لے رہے ہیں جلد بازی نہ کرنا۔ پہلے مجھے اُس سے بات آگواہی ہے۔ یہ یاد رکھنا۔  
 ”بہتر۔۔۔“ بچے نے کہا ضرور لیکن اُس کے ہاتھ وید کے باپ کو قسم کرنے کے لئے جھل رہے  
 تھے۔ دونوں بازو کھینچ کر کھڑے پراخہ سے جواب ملا۔

”کھولیں ہوں۔۔۔ کون سے اس وقت؟“۔۔۔ جگت نے بچہ کو آنکھ ماری۔ دونوں میں سے کسی  
 نے جواب نہیں دیا۔ کچھ دیر بعد کسی کی آہٹ سنائی دی۔

دروازے کے کھڑے ہوئے کھلے ہوئے صے سے قانون کی روشنی دکھائی دی۔ دونوں چپ  
 اپ کھڑے رہے۔ دروازہ کھلتے ہی دونوں چپ اپ اندر داخل ہونے کے لئے تیار کھڑے  
 تھے۔ دروازے کے پاس آ کر آہٹ نہ گئی۔ دونوں نے سانس روک لئے۔ گھر اپ تک کھلے  
 دے سے روشنی باہر آئی اور بچے نے سر اٹھا کر دیکھا۔ اس صے سے دو آنکھیں نظر آئیں۔  
 دروازے کے باپ کی آنکھیں کھل گئیں۔ مگر وہ دونوں کو دیکھ کر ایسا خوفزدہ ہو گیا کہ اُس کے ہاتھ سے  
 اُٹھ کر نکلنے کی آواز سنائی دی۔

”وہ نہیں دیکھا ہے۔ اب دروازہ نہیں کھولے گا۔“ بچے نے دانت چس کر کہا۔ اُس کی  
 انت کا بچی۔ اندھیرے میں اندر جانے کی کھڑک پر آہٹ دونوں نے سنی۔  
 ”کوئی بات نہیں۔ ہم مقبے سے دوپار کو دروازہ داخل ہوں گے۔“ جگت نے کہا اور بچہ اُس  
 کے مقبے میں سر کھٹکے۔ دونوں کو ڈر تھا کہ بڑا حاشد پھانے گا تو لوگ بیچارہ ہو جائیں گے۔  
 وہ پاری سے دونوں دیوار چھانکر اندر گئے۔ ایک دھماکے کے اندر دروازہ بند  
 ہونے کی آواز سنائی دی۔ بچے کا قصہ بند ہو گیا۔

”بیوقوف ہمارے سامنے آتے ہوئے گھبرا رہا ہے۔“

جگت نے کمرے کا دروازہ کھلتے ہوئے دھکی دی۔ ”بوڑھے! دروازہ کھول۔ درون مکان کو  
 آگ لگاؤں گا اور تو زخمی ہو جاؤ گے۔“ دونوں نے بہت خوشی کی مگر دروازہ کھل نہ سکا۔ جگت نے  
 اندر تھکی تھکی رہ کر کہا۔ ”اگر تم نہیں جانتے ہو تو تم جیسے بچے نہیں کہہ سکتے۔“ اس کا جواب  
 ہی نہ ملا۔ جب بچہ کاٹھ چھوٹ گیا۔

”وہ بددعا سن کھٹک جائے گی لڑکر رہا ہوگا۔“ یہ کہہ کر وہ دروازے پر زور سے لات مارنے  
 لگا۔ اب جگت نے بھی اُس کا ساتھ دیا۔ دونوں کی مارے مارے دروازے دھماکے سے کھل گئے۔  
 باہر اندھیرے سے کمرے سے نکلے۔ بچے نے ہار جی کی روشنی میں سب کو دیکھ لئے۔ چار پائی  
 ٹائی گی۔ روشنی کی کھیر کھوتی ہوئی ایک جگہ ٹھکی گئی۔ دونوں کے لبوں سے ”اوہ۔۔۔!“ نکل گیا۔  
 ہوا کا پچ جگت سے نکل رہا تھا۔ اُس کے حلق میں جکڑی کا پھندہ پھنسا ہوا تھا۔ چہرے پر روشنی

اٹلی۔ وید کے باپ کی لمبی زبان نکل چلی تھی۔ جگت نے آہ بھری۔  
 ”اب یہ زبان بھی ہمیشہ کے لئے بند ہوگئی۔“ بیکار کیا۔ موت سے ڈر کر تالائق نے خودکشی کر لی۔  
 لاش کو اس حالت میں پھینچ دوں دونوں باہر نکل گئے۔ جگت کے ذہن میں لاش کی طرح ایک  
 سال تک رہا تھا۔ ”اب۔۔۔“

گاؤنی سے باہر آئے تک دونوں قافلوں رہے۔ پھر اپنا تک جگت بولا۔ ”اب ایک جگہ کھلاش

یقین ہو کہ میں نے وید کو انعام کیا ہے تو اس کا جواب راضی کی گولی سے دو۔ ورنہ۔۔۔“ وہ بڑھ  
 گیا۔

جگت نے جلدی سے پوچھا۔ ”ورنہ کیا۔۔۔؟“  
 ”اور اگر تم جیسے بچہ پر اعتماد ہے تو پانچ سال بعد ملے ہوئے یار کے جوش سے مجھے ہاتھوں  
 بھر لے۔“

”نہیں نہیں۔۔۔“ جگت نے پریشانی سے کہا۔ ”میں بیوقوف ہوں۔۔۔ میرا دماغ کمزور  
 ہے۔“ یہ کہہ کر اُس نے راضی جھپک دی۔ ”بچہ! میں دشمن کی چال میں پھنس گیا تھا۔ ظلم  
 نے مجھے معاف کر دیا دوست!۔“ کہتا ہوا جگت وید کر بچے سے پلٹ گیا۔ بہت دیر تک وید  
 لیٹے رہے۔ وہاں سے توجہ دلائی۔

”جگت! اعتبار سے برابر ہو شیاد بھی کڑا ہے۔“  
 جب جگت کو خیال آیا کہ تیرا درست بھی حاضر ہے۔ وہ ہوشیار ہے بھی کھلے ملا۔ ”ہوشیار؟“  
 ہوا تم سب ایک ہو گئے۔“ پھر افسوس کرتے ہوئے بولا۔ ”مجھے کربال کی موت کی خبر نہیں  
 تھی۔ پیادہ بری طرح مارا گیا۔“ پھر زور سے بولا۔ ”پھر بھی آخر تک ہمارے دوست نے بیاد  
 سے مقابلہ کیا۔“

جگہ دہرے کے غامض چمکائی۔ پرانے ساتھیوں کے ملاپ کی خوشی جگت کو نہیں ہو سکی۔ وہ  
 کے خیال نے اُسے پھر لیکن بنا دیا۔ ”بچہ! اُس کی ادائی بھج گیا۔“ جگت! وید کی تلاش میں، تا  
 تمہارے ساتھ رہوں گا۔ سب سے پہلے میں اُس کے باپ کو بچلنا پڑے گا۔“ پھر بچہ دانت چپ  
 کر بولا۔ ”اُس حرام زادے کی بچپان میں تو قوسں گدہ بددعا میں میرا نام لیا ہے۔“

”مگر بچہ۔۔۔!“ بچہ نے زور کی کھوڑی کا سہارا لیٹے ہوئے کہا۔ ”اس میں قاعدہ ہی بجا  
 اگر تیرا نام لیا جاتا تو جگت! میں نہ دکھانے اتنی جلدی نہ کرتا۔“  
 جگت نے واہلے لٹنے کے لئے جلدی کی مگر تین ساتھیوں نے اُسے کھانکھا کر جانے پڑا۔  
 دیا۔ ”جگت! وید کے باپ کے پاس جانے میں ایک کھٹے سے زیادہ وقت نہیں گئے گا۔ ذرا اندھ  
 ہونے دو پھر ہم چلیں گے۔“

”میں بھی ساتھ چلوں گا۔“ ہوشیار نے کہا۔ جب بچہ نے اُسے روکا۔  
 ”نہیں۔۔۔ یہاں تمہاری زیادہ ضرورت ہے۔ آج رات میں جگہ بدل چکی ہے۔ اُس جگہ  
 چلیں کو بڑا بچلے ہے۔“

تھک شب کو جگت اور بچہ وید کے سینے میں داخل ہوئے۔ جگت نے بچہ کو بہت سمجھایا کہ  
 گاؤں سے باہر ہوا اس جاکر اس کے پیچ سے جگت بات آگواہی ہوں۔ تمہارے لئے چلیں  
 خطرہ ہے۔ مگر بچہ نہیں مانا۔

”جگت! تم جوش میں۔“ کرا سے ختم کر دے تو تمہاری آزادی چھن جائے گی۔ میں ساتھ رہا  
 وہ کام بھجے رہو گا۔“

جگت نے دروازے کی زنجیر بڑی آہستگی سے کھلائی، پھر بچہ کو اشارے سے سمجھایا کہ تم دو



وہی سے لگایا۔ "لو... دو گھنٹہ ملیں۔ بچہ کا مان رکھ لو! ورنہ یہ بے چاری دل ہی دل میں بچھوٹے گی۔"

ماں بی بی نے آنکھیں اٹھا کر چند دن کی جانب دیکھا۔ چند دن نے آنکھوں پر پلکیں گرالیں۔ اس نے ہاٹات سے عازمی چہرے پر بڑی سوک کا پتہ پڑا تھا نہ گیت کا۔ ماں بی بی نے تھوڑا سا پانی پی لیا۔ "بھو! تمہاری بات مان کر اگر مجھ سے صاف کہہ دیا ہوتا تو بیٹا اس طرح نہ پیچھے کر دیتا۔ پھر آہ بھر کر بولیں۔" بی بی اس نے تہجد کی بھلائی کی خاطر ایسا کیا۔ مجھے کیا خبر تھی کہ میری رات تم پر ہے۔ ورنہ دل نہ لگتی۔"

چند دن نہ بے عمل آنسو روکے۔ ہر دن کے ماں کی وجہ سے دل کھول کر رو رہی تھیں سکتی تھیں۔ ماں کی بہت بدھناتی ہوئی بولی۔ "اس میں تمہارا کیا قصور ماں بی بی؟ جہاں نصیب ہی ملے ہوں وہاں سب اٹنا ہوتا ہے۔"

"تم ساس بھوسٹ سے کہہ لو! اس سب ٹھیک کرلوں گا۔" تانا بولے۔ "دو پہر سے کہہ رہا ہوں مجھے جات کے پیچھے جانے دو! ہاتھ تھام کر اُسے یہاں لے آتا ہوں۔"

"اس گھر میں تو اب وہ مر کر بھی نہیں آئے گا پاپو بی! ایک باپ تم نے اسے میرے پردہ کیا، اب ہاتھ نکال آئے گا۔"

"اس گھر میں آنا تو ہوتا تو میں اسے اپنے گھر لے جاؤں گا۔ میرا جہاز وہ تمہارے گھر رہتا ہے تو تمہارا راجت گھر رہے گا۔ اس میں اتنی بے چینی کس کام کی؟" تانا بے کھٹھے میں کہا۔

ماں بی بی چپ ہو گئیں۔ پھر کھجور کھجور ہوئی بولیں۔ "یہ بھی نامکن ہے پاپو بی!"

"ایسا! تم نے اپنے باپ کو کھجور کھجور کی بات کر دی ہو؟"

"میں آپ کو کھجور بول چہ ہی کہہ رہی ہوں کہ یہ آپ سے نہیں ہو سکے گا۔" ماں بی بی منہ بٹ لکھ کر کہنے لگیں۔ تانا ہاتھ پیلا کر کہہ لیا تھا چاہے اسے ماں بی بی نے کہا۔ "جنت دینا تو کہنے لیا ہے۔ جہاں ہوئی وہاں سے لے آئے گا۔ کیا آپ اسے دیو کے ساتھ گھر میں آنے کی ہمت دینا لگے؟ آپ سے ایسا ہو سکے گا؟"

تانا کا منہ کھلیا۔ ذہن چلنے لگا۔ زبان پر الفاظ سوکھ گئے۔ چند دن بھی چٹکے سے دو قدم پیچھے نہ گئی۔ ماں بی بی نے اس بات کو دیکھا کہ تانا کی ہر زبانت سے ہاتھ نہیں۔ وہ تڑپ گئے۔ اور دھڑکا جھانک گیا۔ ماں بی بی کا سواں تانا کے دل میں تشری طرح چھ گیا۔ "بولیں... ایسا ہو سکتا ہے؟" پھر رات میں کہہ رہا تھا کہ میں کہہ نہیں۔ "نہیں... ایسا نہیں ہو سکے گا۔ دشمن کی بی بی تانا، چند دن کی سوت میں کہہ کر میں قدم روکے تو میرا ہوا چاہتا ہے کہ تانا کو مر کے الفاظ لبوں تک آنے سے پہلے غلطی میں نہ لوتے۔ ہاتھ کی مضبوطی کس کر آؤں گے نہ جن کو کسل دیا۔ کروا گھنٹہ صبح سے نہ لگیں۔ دھت کو تھما تھا بات نہ پڑتی تھی۔

"مگر یہ سوال تو وہ عورت آنے ہی ہی ہوگا۔" تانا کو خیال نہیں تھا کہ جنت کی ماں پر اٹنا اثر ہوگا۔

ماں بی بی آنکھیں پیلا کر دیکھنے لگیں۔ ان کی نظروں میں شگ جھٹکنے لگا۔ "کیا مطلب... آپ نے دیو کو..." اس سے آگے ماں بی بی بول نہ سکیں۔

کر تا ہے۔ سوہن سنگھ کے گھر۔"

"جنت کی ماں انصاف شب ہونے کو آئی۔ دروازے کی طرف نظریں جھکا کر کب تک بیٹھی گی؟ اٹھو! زرا جسم کو آرام لینے لپٹ جاؤ۔" سوہن سنگھ نے ٹھہرائے ہوئے لکچے میں کہا۔ مگر ماں حرکت کئے بغیر بیٹھی رہیں۔ ان کی کھلی ہوئی آنکھیں دروازے پر جمی رہیں۔ دور دور کو دھلی، آنکھوں کی چٹیاں بھی سفید نظر آ رہی تھیں۔ سوہن سنگھ کا دل رو دیا۔ بیٹے کے گم گئے ہیں وہ پاگل ہو جائے انہوں نے جنت کے ہانا کی جانب لا چار نظروں سے دیکھا جیسے سر سے اٹھا کر رہے ہو۔ کدو کی کھجور کھجور... ماں بی بی۔

تانا گھری سوچ میں غرق مثالے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ سوہن سنگھ نے شان چلایا تب چونک بولے۔ "ہاں...؟"

جنت کے باپ نے سر گوشیاں لکچے میں کہا۔ "اس طرح کب تک بیٹھے رہیں گے؟ ان کے دل سے زیادہ صدمہ ہوا ہے۔ شاید برداشت نہیں کر سکیں گی۔"

تانا نے کھٹکا، چار پائی سے کھڑے ہو کر جنت کی ماں کے قریب گئے اور ان کے سر پر ہاتھ پھیرنے لگے۔ "بی بی!... تم خود برا کھانا کھا کر۔ اُس کے دل پر کیا کر رہی ہو کی اس کا کچھ خیال نہ ہو؟" سوہن سنگھ نے ہمت دینی چاہنے لگا۔

ماں بی بی کے شانے کی کھپا، نہ ہونے لگے۔ آنکھیں پکڑنے لگیں اور صف سے ایک سسکی پانی گئی۔ آنسو نہیں دکھائی دیتے۔ پشیمانی پر بندھ ہوئی بی بی ہاتھ مار کر وہ بڑا دینا۔ "مگر منہ بہت ڈوس؟ کیا ماں نے بیٹے کے گھر میں قدم رکھنے کی ممانعت کر دی۔ میری زبان اُس وقت کیوں نہ نکلتی گی؟"

تانا نے اُس کا ہاتھ تھم کر لیا۔ "اب افسوس کرنے سے فائدہ کیا؟ صفے میں آؤ! اٹلا سیدھا خانہ دے تو کیا اس سے بڑا منہ پھیرے گا؟" پھر بی بی کا سر پیٹنے میں دبا کر بولے۔ "گھر میں آنے سے ممانعت کر دی پھر بھی وہ آئے اس انتظار میں تم جاگ رہی ہو کیونکہ ہمیں یقین ہے کہ جگہ واپس لوٹے گا۔"

"نہیں پاپو نہیں...!" ماں بی بی کی آواز سسکی کی وجہ سے ڈک گئی۔ پھر بے عمل آگے بولیں۔

"جیسا کہ جہاز وہ میرا راجت آپ نے جہاز کو ممانعت کر دی ہے تو یاد ہوگا کہ جب تک آخر دشمن زندہ ہے اُس وقت تک گھر کی چوکت پر قدم نہ رکھنا۔ کتنے سال بیت گئے اس بات کو پھر اب تک جہاز کے قدم صدمہ پر کی جانب نہیں ہوتے ہیں۔" تانا کا دل چٹکی ہو گیا۔ پرانا دشمن کل ہو ایسا دل میں درد ہونے لگا۔ ماں بی بی سانس لے کر بولیں۔ "نہیں... اسی طرح میرا راجت ہے آخر جانتا گا پچھتے ہو، منہ بند چھوڑے گا۔ چاہے ماں کی جان چلی جائے۔" بولتے ہوئے ماں کی آنکھیں برستے لگیں۔

کمرے میں بیٹھی ہوئی چند دن نے جلدی سے دو بیٹے سے آنکھیں خشک کیں اور پانی کا پیالہ لائی۔ ماس کے حجر کے قریب پیالہ رکھ کر خاموش کھڑی رہی۔ تانا نے پیالہ اٹھا کر ماں بی بی

مذہب کی سمجھ میں بات کہیں آئی۔ اُسے جو خوف تھا اس کا اظہار کیا۔ ”ممکن ہے جلتا ہو پتہ نہ ملے۔“ پھر.....“

ویرو کہاں ہے اس کا تمہیں پتہ معلوم ہے مومن عکلم؟" جگت نے بڑے جوش آواز میں کہا۔ "ویرو تپا ہے مجھ سے کہا تھا تم جانتے ہو۔"

مومن عکلم بتانے میں آگیا۔ اُس کا دل لرز رہا تھا مگر اُس نے محسوس نہیں ہونے دیا۔ اب اسے جگت سے دو لگ رہا تھا۔ کھٹکے کا موقع سوچتے ہوئے بولا۔ "ویرو کے باپ نے کہا؟ سالہا ہجرا۔ اُس لالچی نے عیسیٰ کے ساتھ نبی کا سودا کر لیا ہوگا۔" جگت آگے بڑھا تو مومن عکلم ہوشیار ہو گیا۔ وہ کھڑکی کی جانب جھپٹا مگر جگت نے لالچی آؤنے بکھڑا کر دیا۔

لالچی: لہذا وہ لاکڑا کر گرا۔  
"خزاہ ہونے کی کوشش نہ کرنا بیڑے! اگر تم زبان نہیں چلاؤ تو میرے ہاتھ چلنے لگیں گے۔" مومن عکلم منہ سے جھانک نکلا ہوا لکڑا ہوا۔ جگت نے اُس کے دونوں ہاتھ روک لئے۔ جگت کی شرب سے بچنے کی خاطر اُس نے کھچے کی آڑ لی۔ جگت کا غضب ناک چہرہ دیکھ کر اُس کا دل گھبرا گیا اور وہ تہجد کر پڑنے لگا۔ جگت کا غصہ اور تیز ہو گیا۔ وہ آگے بڑھا۔ مومن عکلم تہجد کر رہا تھا۔

"بول۔۔۔۔۔ ویرو کہاں ہے؟" جگت دونوں ہاتھ پھیلا کر پوچھا۔ "تمہیں پانچ منٹ کا وقت دیتا ہوں۔ میں تمہارے ہاؤس میں آؤں گا۔" مومن عکلم تہجد کر چکا تھا۔ اُس کا گلہ بڑا چہرہ اور چال چلنی کی طرح دیکھ کر جگت جو غصہ سے بھر گیا۔ اُس نے دانت پیس لئے اور اُس کی کھال کی تسنن میں۔ وہ آگے بڑھا۔ مومن عکلم چپے چپا جا رہا تھا۔

"تمہیں نہیں۔۔۔۔۔ تم مجھے نہیں مار سکو گے۔ میں جانتا ہوں ویرو کا کیا ہوا۔" مومن عکلم زور سے چلا۔ "پھر بول۔۔۔۔۔ جلدی بول بیوقوف! اور نہ تیرا خون لی جاؤں گا۔" جگت کی آنکھوں میں خون کی دھند تیرنے لگی۔ مومن عکلم پھر چلا۔

"میں اکیلا ہی جاتا ہوں۔ اور تمہیں پتہ بھی معلوم ہے کہ کہہ دینے کے بعد تم مجھے زندہ نہیں چھوڑو گے۔" وہ اپنے لگ۔ "میں وہ ہے کہ میں تمہیں نہیں ڈاؤں گا۔ تم مجھے مار نہیں سکو گے۔ نہیں مار سکو گے۔" لالچی کی طرح چپٹا ہوا وہ دیوار سے بٹ گیا۔ دیوار پر لکڑی کی چار کونٹیاں تھیں۔ اُن میں سے دو کونٹیاں کے درمیان اُس کا سر پکڑ گیا۔ جگت کی نگاہ سے میں ایک برسن رہی تھی۔ اُس نے دونوں ہاتھ مومن عکلم کی گردن پر جم گئے۔ مومن عکلم نے چیرا اٹھایا۔ اس سے پہلے جگت نے اُس کے پیٹ میں گھنٹا مارا۔ مومن عکلم کے منہ سے بدبو دار شراب کی کٹی نکل گئی۔ جگت کی انگلیاں گردن پر پڑ گئیں۔

"بول۔۔۔۔۔ جلدی بول دے! ویرو کہاں ہے؟" مومن عکلم نے سر ہلانے کی کوشش کی لہذا جگت نے اُس کا سر دیوار سے ٹکرا دیا۔ "بتاؤ ویرو کہاں ہے؟" آہستہ آہستہ جگت کی انگلیاں گردن پر پڑ گئیں۔ پھر دونوں ہاتھ مومن عکلم کے طعن کی شاہ روگ پر پڑ گئے۔ آخری وقت میں کہہ کے گا۔ اس انداز سے کہ اُس نے انگوٹھوں کا دباؤ بڑھا دیا۔ مومن عکلم کا منہ پھٹ گیا۔ زبان تل لہانے لگی۔ جگت کا خون تیزی سے گردش کرنے لگا۔ مومن عکلم نے دونوں کونٹیاں پکڑنے کے لئے۔۔۔۔۔ جگت نے دباؤ بڑھا دیا۔ انگوٹھیں بند کر کے جب کہ بیڑوں کے طعن ٹکڑے سے روک

تالا نہیں لگایا تو اسے یقین ہو گیا کہ مومن عکلم اندر ہی ہے۔ چاچی زور کل گئی۔ پھر جگت نے آواز سے دروازہ دھکیلا۔ دروازہ کھل گیا۔ مومن عکلم برآمدے میں پھنسی ہوئی چار پالی پر بٹھا تھا۔ کے ایک ہاتھ میں بوتل تھی۔ اسے دیکھتے ہی جگت کی آنکھوں سے نفرت برسنے کی گڑبڑ سے لہذا قہار خیال سے وہ پرسکون ہو گیا۔ ٹھوڑی شراب اُس کے پیٹ میں جانے پھر اندر داخل ہونے کی وجہ سے کام چل دی ہو جائے گا۔ اُس نے ہنسل جھپٹا۔ پھر ٹھوڑی دیر کے بعد لٹا ہوا دوسرا دروازہ کھول بھی دیا۔

ساتنے جگت کو کھڑا دیکھ کر مومن عکلم کی آنکھیں پھیل گئیں۔ ہاتھ میں قہار ہوا شراب کا لرزہ لگا۔ لنگی قہار چار پالی سے اٹھنا چاہتا تھا مگر جگت کے چہرے پر سرکشاہت دیکھ کر پھر گیا۔ دروازہ بند کر کے جگت آہستہ آہستہ چپا بنا کر آگیا۔ مومن عکلم کا خوف زور کرنے لگے اُس نے لالچی دیوار سے لگادی۔ کچھ دیر تک دونوں ایک دوسرے کو بیوقوفوں کی طرح دیکھ رہے۔ مومن عکلم جگت کے ذہن کو کھینچنے کے لئے آگے غور سے دیکھ رہا تھا۔ جگت ہنسل دل کی آچھپانے ہوئے قہار۔ مومن عکلم سے بچنے ہو گیا۔ جگت جیل سے رہا ہو کر اپنی جلدی ساتنے آئے؟ اُس نے سوچا نہیں تھا۔ کردہ کیوں آیا؟ پہلے جیسا خوف تھا اب بھی معلوم ہوتا۔ سب کہتے ہیں کہ میں رہا ہو کر وہ ٹھیک ہو گیا ہے۔

"مومن عکلم! میں ویرو کی خبر معلوم کرنے آیا ہوں۔" آخر جگت نے شروعات کی۔ ویرو کا نام نہ مومن عکلم خود وہ ہو گیا۔ مگر پھر اُس نے اپنے آپ کو سنایا لیا۔ "آؤ۔۔۔۔۔" مومن عکلم نے چار پالی پر برآمدہ بیٹھنے کے لئے اشارہ کیا۔ دل میں چاہتا تھا کہ جگت سے اس کی سلاطی ہے۔ جگت جھانپتیں تب سے اٹھایا ہوا۔ "لہذا رات سے جاؤ گا" کہہ کر اُس نے شراب کی بوتل بڑھا لی مگر اُس کا ہاتھ کھپکھپا رہا تھا۔ جگت نے ہاتھ نہیں بڑھا دیا۔ صبر سرکھار میں چلا دیا۔ جسم نے لالچی کی خاطر مومن عکلم ایک سانس میں جام لی گیا۔ "تم جیل میں جا ٹھیک ہو گئے۔ یہ بات سچی ہے۔" پھر شراب سے کھینچی ہوئی داؤھی پر ہاتھ پھیرتا ہوا بولا۔ "یہ چھپا باپ دادا کی دشمنی میں خمر خوار اور مذہبی گمراہ کیلئے۔" کہہ کر اُس نے کن انگوٹھیں سے جگت کی ہڈ اور چہرے کے ثنائت دیکھے۔ جگت کھپکھپا کر وہ ویرو کی بات نال رہا ہے۔ مگر جذبات میں آ گئے ہوئے۔

"میں ویرو کی خبر معلوم کر آیا ہوں۔" مومن عکلم نے پکڑا سا تہجد لگا۔ "تم بیڑوں سے جگت عکلم! تمہیں نہیں کہہ سکتا۔ ساتھ جھاگ جانے کے بعد وہ کبھی میرے گھر نہیں آئی۔ بڑی خدشہ عورت ہے یہ کہ کردہ تو کا، پھر نظر جھکا کر بولا۔ "اُس کے باپ کے کھر جانا تھا۔" "وہاں معلوم کر آیا۔" اُس کی آواز میں پکڑا سا خدشہ تھا۔ "اُسے کسی نے اغوا کر لیا۔ یہ اگر باپ کی خبر ہاتھ۔" "پھر مجھے اس کی کہاں سے خبر ہوگی؟" مومن عکلم نے لاہر دیکھی اور کھال کی شراب کا اثر ہو قہار لکڑا بولا۔ "میں کے ساتھ رشتہ نہ رہا ہوا۔ اس کی فکر میں، کیوں کردہ؟"

غروب ہوئے ہوئے سورج کی سمت ٹھوڑی دوڑی جا رہی تھی۔ ہر جہی میں اُس سے ڈور ہوئی معلوم ہو رہی تھی۔ کیا دور ہو رہی اُس سے اتنی ہی دُور نہ گئی ہوگی جہاں وہ کسی نہیں پہنچ سکے اور کھن سے وہ پہنچ جائے۔ اس صورت میں دو رو اُس سے نہیں ٹھیکے ہو گئے؟ دو رو تو اسے راتے پر لانا چاہتی تھی مگر وہ جرم میں گیا۔ کون جانے قسمت اُسے کس طرف لے جا رہی تھی؟ چھ میل دُور پہنچے کے بعد دو دریاں میں رو پا دیا رات آتا تھا۔ جگت نے ٹھوڑی روگ دی۔ سہ مغرب میں اُس ڈب چکا تھا۔ بتنا ہوا پانی وہ کہ جگت کو پیسے ستانے لگی۔ رو پیا پار کے وہ پہنچا۔ ٹھوڑی اُس ڈب کے پہنچوڑی اُڑھوڑا کھلے سے پھر روگ کر کھڑا ہو گیا۔ اُس ڈب پانی سے تیزوں کو کھینچنے کے داغ کو ٹھوڑی اُڑھوڑا کھنکھن کی اور دو تازی کی پسوں کے کھڑا ہو گیا۔ اُس دن سکون انداز میں سوچا تھا۔ رو پا کا بات ختم ہو جانے کے بعد دو راتے نکلتے تھے۔ ایک رات تانا گاؤں کی جانب جبکہ دوسرا تاکہ ٹھمک کی جانب جا رہا تھا جہاں بچن کا مقام تھا۔ اسے کہاں جاتے؟ مومن کچھ کوٹھل کرنے والے ہاتھ نہیں تک اُس نے پانی میں دھوئے رکھ ہاتھ دھوئے ہاتھ سے کئے کئے کریم نہیں دھلتے ہی جاتے ہوئے بھی اُسے ٹھوڑا اُڑھوڑا تھا۔ ہر پانی کے چھتے

کہا کرتے ہوئے کہا۔ "انہیں جگہ پر رکھ ہے۔"  
 "جگہ؟" "نامن کر ارجن سنگھ کو لکھا ہو گیا۔ اس کے ہر میں جگہ سامعوس ہوا۔" پہلے بھونکا  
 لہو مہن سنگھ کا گل ہوا۔ "کری زور سے بنا کر وہ ہر گیا۔" تحت اس کے پیچھے دوڑا۔  
 "کل ہوئے کسی نے دیکھا ہے؟" ارجن سنگھ نے پوچھا۔  
 "جہیں صاحب! منتول کی چاچی گردوارے کی مٹی مٹی، تب کسی نے مکان میں داخل ہو کر جلدی  
 کے نام ختم کر لیا۔"

"پھر صوبہ دار جگہ پر کیوں رکھ ہے؟"  
 "جگہ جیسا کوئی شخص گاؤں میں آیا تھا اس کی خبر لی۔ پھر اسے گھوڑی پر تیزی سے جاتے ہوئے  
 لگی دو تین آدمیوں نے دیکھا۔" جیپ اشارت ہو گئی۔ لہذا ناقتہ نے ڈرائیور سے کہا۔ "وڑیا کی  
 پاپ چلاؤ؟"

"بھئی! حرم پر کی جانب چلاؤ!" ارجن سنگھ چٹھا۔ وہ اپنے آپ کو کہنے لگا۔ ہاتھ سے کیا  
 تاج مرک گیا۔ اسے دیکھ کر چکا ہی وجہ سے گھبرا گیا ہو گیا۔ میں نے اُسے جانے دیا۔ اُسے  
 بچے زخا پر جانے مارنے کوئی چار گھر دوسروں کی موجودگی میں حاکم سے ناقتہ اپنے چیپ کی ہے  
 لگی کا اسرار دیکھ نہیں سکا۔ گرد زائید کے ساتھ والے دونوں پریش میں کچھ گئے کہ صاحب سوتے  
 ٹپک گئے۔

"حرم پر پیچھے ارجن سنگھ نے بشکل اچھی کوہاے دکھا۔ مگر جگہ کے نا کی کڑی کوتا لگا  
 پڑ کر لیا۔ خدا آیا گردوارے پر زور سے لات ماری۔" نصیب کوتا لگ گیا۔ "وہ بڑا لیا۔"

جڑی سے معلوم ہوا۔ "نارائن سنگھ دونوں سے بچی کے پاس ریتا میں ہیں۔"  
 ایک جیلنگہ گالی اُس کی زبان سے نکل گئی۔ "حرام خود کہہ رہا تھا کہ تیار ہوا ہے۔ پیچھے کی  
 طری سے۔" بھڑکی کی جانب دو چار گالیاں اُٹھیں۔ وہ جب میں جا بیٹھا۔ "اب ریتا کی جانب  
 لگاؤ!" ارجن سنگھ کو یقین تھا کہ ریتا وہاں نہیں ہو گی۔ مگر سیکھنے کے علاوہ اطلاع تھا؟

جگہ کی وجہ سے اُس کی ملازمت جانے والی تھی۔ یہ اچھا ہوا کہ پولیس کمشنر پر مگر اور اس  
 نے گلے پر چلتی ہوئی تھری ڈنگ تھی۔ چار سال کی سفارش کے بعد مشکل شیخو فور کے پولیس چیف کو  
 گھبراہٹ میں لکھی۔ اب اسے اپنا پڑا حساب چاہا تھا۔ بچن کی کوئی کو پھنسانے کا جال بچھا ہوا ہے،  
 جس میں بچن کی شخص جاتے تو اُس کی کارکردگی کو چار گانگہ جا میں گئے۔ تہہ کے ہوئے چاچا  
 ملی دوسریت واپس مل جائیں گے۔

"جیت! اتم نے ارجن کو خوب جگہ دیا۔" بچن اُس کی جینے چھینتا ہوا بولا۔ جگہ ہمیشہ کے لئے  
 اہم ہوتا ہے۔ یہ سن کر سب خوش ہو گئے تھے۔

"اب پھر پہلے جیسا کہ شروع کریں گے۔" ہوشیار نے کہا۔  
 "سنو سنو! بچن نے ہاتھ بند کر کے کہا۔ "ابھی اور اسی وقت سے جگہ ہمارا سردار ہے۔"  
 مگر جگہ نے اسے روک لیا۔ "بچن! انہیں، اس کی کیا جلدی ہے؟ مجھے کچھ پتا ہے۔" پھر جگہ

اب اُس کے اور ارجن سنگھ کے درمیان گھوڑی کی آڑ تھی۔ اب ارجن سنگھ کیا کرتا ہے؟  
 ہوا تھا۔ ارجن سنگھ نے درج اس کی جانب میں دوپائی گھوڑی سر ملائی ہوئی پیچھے ہٹ گئی۔ جگہ  
 اُس کے ساتھ ہی ڈور ہٹ گیا۔ "سنگھ ہے۔" ناٹا کو کچھ ہوا اس سے خوشتر اس سے ملاپ کر  
 بہر تو جلدی یا بد پر چل رہی تھی۔ "آخر انشا میں چھپا ہوا ڈنگ جگہ کو کھٹ گیا مگر اس کے  
 خیال کے بغیر اُس نے گھوڑی کی پیٹ پر حسرت لگائی۔ لگام کھینچنے سے پہلے ایک بار پھر اس۔  
 سے ارجن سنگھ کے چہرے کی جانب دیکھا۔ نہیں۔۔۔۔۔ اسی مہن سنگھ کے گلے کے متعلق اسے  
 معلوم نہیں ہے۔۔۔۔۔ اُس کو یقین ہو گیا اور اس نے گھوڑی کے پہلو میں اپنے لگائی۔ گھوڑی وحرم  
 راہ پر روانہ ہو گئی۔

اچھ جس قدم آگے بڑھ کر اُس نے جوئے انداز میں سر گھما کر دیکھا۔ ارجن سنگھ ابھی وہیں  
 ہوا تھا۔ لگام کو زور سے جھٹکا دیا اور گھوڑی دوڑنے لگی۔ ایک فر لاک کا فاصلہ اُس نے سانس  
 کر لئے کیا۔ چپے کے پیچھے کا رٹا اُڑنے لگا۔ ارجن سنگھ نے بھول کی گولی ہر وقت اُس کی  
 میں سر داغ کر سکتی تھی۔ یہ دیا پار کرنے کے بعد اُس نے نظر گھما کر دیکھا۔ ارجن سنگھ جیپ میں  
 رہا تھا۔ اب بھی جگہ کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا بڑھوا ہے؟ پہلی بار اسے محسوس ہوا کہ کوڑا  
 طاقت اُس کی مدد کر رہی ہے۔ ویرو کے دیکھتے ہوئے خوف کا یہ کارنامہ ہو گا؟ پھر نظر گھما کر  
 پولیس چیپ دریا پار کرنے کے مخالف سمت میں دوڑ رہی تھی۔ وہ جب تک نظر اُڑ رہی، جگہ  
 روک کر کھڑا رہا۔ پھر اطمینان کی سانس لی۔ اُس نے ناٹے کے گھر کا راستہ تو لاوار خان کی توجہ  
 کے لئے چکرا تھا۔ ارجن سنگھ کو گلے کے متعلق ابھی پتہ چلے گا، وہ اس کا نقاب کرے گا اس سے  
 اُسے فرار ہو جاتا جائے۔ آج کی رات اس کے لئے امتحان کی رات تھی۔ اُس نے گھوڑی کو لاٹا  
 دوسرے راستے پر تاک کر کی جانب دوڑا دی۔ ہوا کی طرح دوڑتی ہوئی گھوڑی پر پیٹھے ہوئے  
 کے ذہن میں جوئے سے نبرد زور کر رہی تھی۔ ارجن سنگھ کے الفاظ اُس کے کان میں سمجھو۔  
 طرن ضرب لگا رہے تھے۔ "جلدی یا بد پر ہماری طاقت ہو گی۔" جگہ نے دانت جھین۔  
 "اچھا بیٹے! طاقت ہو گی تو جیسی کا زور وہاں پار کا زور لگاؤ!"

ارجن سنگھ کو جگہ کی حرکت عجیب سی لگی۔ ممکن ہے اپنے ناٹ کی پیادری کی وجہ سے وہ اتنا  
 بڑا ہو گیا کہ اُس نے غمت کو کج سلامت واپس کیوں جانے دیا؟ کیا وہ چاچا غامی مار دیتا تو  
 مٹھلی کم ہو جاتی۔ ایسا محسوس کرتا ہوا ارجن سنگھ کو کافی بعد شیخو فور کے پولیس قاتانے پر متعلق گیا۔  
 مہن سنگھ کے گلے کی خبر نے اُس کا اشتعال کیا۔

"صاحب! وڑیا کی ایک شخص کا گل ہو گیا۔ کسی نے اُس کی گردن دبا دی۔" ارجن سنگھ  
 کسی قسم کی ہے جتنی نہیں دکھائی۔ پولیس قاتانے میں گل، چوری اور ڈاکے کے کسی نہ کسی تو  
 کی بات تھی۔ ارجن سنگھ کی خبر پر چپے گیا۔ اُس کا ناقتہ کی تکمیل بتانے لگا۔ "چوٹی دھنی کا  
 کیا ہے شاید۔" قاتل فرار ہو گیا۔

"اگر کسی کو باں بھیجا ہے؟" ارجن سنگھ مز پر ہی ہو کر رپورٹ کو ایک نظر دیکھا ہوا بولا۔  
 "باں صاحب! دو آدمی بھیجے ہیں۔ مگر صوبہ دار صاحب نے آپ کو بلا لیا ہے۔" ناقتہ نے

سب کی جانب دیکھتا ہوا بولا۔ "مومن کچھ کو قتل میں نے پرانی دشمنی کی وجہ سے نہیں کیا۔ اگر دیو کے متعلق مجھے بتا دیا ہوتا تو میں شاید اُس کی گردن دبانے کے لئے وہاں نہ ٹھہرتا۔ مگر ہلکا برسرِ گنے کے لئے میں نے ڈاکو گری چھوڑ دی۔ دیو پر دل بانی تو مومن کچھ زندہ ہے یا سر کیا؟ مجھے پرہیز نہ تھا۔" وہ کچھ دیر تک گیا، پھر بولا۔ "ابھی دیو کی تلاش باقی ہے۔" آخری جہ لیے جس کی کہا۔

"اس میں ہم تہمارے ساتھ ہیں۔" بچن اور ہوشیار نے ایک آواز میں کہا۔  
"مگر ہوشیار راتم بھول رہے ہو۔" بکت نے اُس کی جانب دیکھ کر کہا۔ "دیو کی وجہ سے ہمارا ہاری ٹولی میں پھوٹ پڑ گئی تھی۔ پھر اس بار۔۔۔"

"اس کا انجام ہم نے دیکھ لیا۔" ہوشیار نظر اٹھاے بغیر بولا۔ "اسی پھوٹ نے کر پال کی؟ لی۔ اب ایسی غلطی نہیں ہوگی بکت؟"

"تہمارے دل میں یقین ہو گیا۔" کہتے ہوئے بچن نے بلند آواز میں کہا۔ "پھر آج سے ہمارا سردار۔۔۔ منظور۔۔۔؟"

"سب نے منظور کیا صدا لگائی۔ مگر یہ؟" وائیں بند ہو، اس سے چشمہ ایک آواز آئی۔  
"مجھے منظور نہیں۔۔۔"

سب ہنومان کی جانب کڑی نظروں سے دیکھنے لگے۔ اب تک وہ خاموش رہا تھا۔  
"تمہیں کیا اعتراض ہے ہنومان؟" بچن نے تجسس سے کہا تھا۔ "بکت تمہیں قصاب دن اس کا نام چتا تھا۔ اب وائیں لوگ تو منظور کرتا ہے؟"

ہنومان نے بچن کو جواب دیا تھا، مگر وہ بکت کی جانب دیکھ کر بولا۔ "بکت پر ہمارا اکیلے نہیں۔ اس کے ماں، باپ، چندن، بھانجی، ٹانا اُن سب کی منظوری ضروری ہے بچن؟"  
درمیان میں دن بولے اس وجہ سے اُٹھ بلند کر کے اس سے بکت کو بھین لینے میں کون شکیا ہوا  
لے کھڑا والوں نے کیا کم تو کھینچے؟ اُن کے پاس سے بکت کو بھین لینے میں کون شکیا ہوا  
سب لوگ کر رہے۔ "ہنومان اگر گھبراہٹ ہوئے لیجئے میں دن بول تو بچن اُس کی بات نہیں کہ  
دیتا۔ ایسی عجیب بات کہنے کی اُس کی عادت نہیں تھی۔ بکت کو بھی محسوس ہوا کہ اپنا بیچ ہونے سے  
اُس کا دل نرم ہو گیا ہے۔

"ہنومان اس میں چھین لینے کی بات کہاں ہے؟ میں نے خود اس سے کہا تھا کہ جوش نہ  
تھپسار مت اٹھانا۔ اب قتل کر کے آیا تو مگر جانے کی بات ہی کہاں رہتی ہے؟"

"مومن کچھ کو بکت نے قتل کیا ہے اس کا ثبوت کیا ہے؟" ہنومان نے پر اسرار انداز میں  
دئی۔ "اُسے کسی نے دیکھا نہیں۔ ہو سکتا ہے قتل کا الزام کسی اور شخص پر آئے۔ تو پھر بکت کو کیا  
چھوڑ دیا جائے؟" بچن کے متعلق سے یہ بات نہیں اُڑی۔ وہ جواب دینا چاہتا تھا مگر بکت بول ا  
"ہنومان! بچن! ہنومان! ہنومان! بکت کر رہے ہو۔ مومن کچھ کو قتل کر کے ہے پہلے میں  
بکت کے لئے کچھ چھوڑ دیا جائے۔۔۔ سب کے من منگل گئے۔ بکت نے یہ بات کیوں چھپاؤ  
ایک کا ایک ہوا کر دیا۔۔۔ مگر کچھ جھوٹا بکت؟"

اب بات نقلی لہذا کہے بغیر چارہ نہ تھا۔ "ماں نے دیو کی بات مجھ سے چھپائی یہ جانتے ہی مجھے  
لہرا گیا۔ مجھے نہ جانے کسے کے لئے انہوں نے ذہن دہی کی۔ یہی سبھی کیا کہ چرکت پار کر جاؤ پھر  
گھر واپس نہ لوٹا۔" بکت نہ کیا، پھر آہ بھر کر بولا۔ "پھر میں چرکت پار کے گھر سے باہر  
گیا اور دیکھتا ہوں کیا پھر میں واپس نہیں آؤں گا۔"

سب نے زیادہ مدد نہ ہنومان کو بولا۔ "تم کیا کر بیٹھے بکت؟ ماں کا دل ڈکھایا۔۔۔؟" اُس کی  
ابہن میں لڑائی تھی۔ "مجھے روزہ کر اب سنا کی قیمت مجھ آتی ہے۔ میں نے بھی بے چاری کا دل  
لگا لگا اور آج میں تپ رہا ہوں۔ لاش کی طرح جی رہا ہوں۔" ہنومان کی آنکھوں میں بھی آنسو  
اُڑ رہے تھے۔ سب کے درمیان سنا سنا سلسلہ ہو گیا۔ بکت کو بہت بے چینی ہونے لگی۔ مگر  
لی یاد تازہ ہو گئی۔ اُسے روکنے کی کوشش کرتی ہوئی ماں کی ممکن صورت نظر میں کھینے لگی۔  
سلیاں لہتی ہوئی چندن کا بچھا ہوا چہرہ جیسے اُس سے پوچھ رہا تھا، ابھی جی بھر کے ملے بھی نہ تھے  
مگر پھر کچھ چلے گئے۔

"بچن! میں پھر ڈاکو بن چکا ہوں۔" بکت نے سب کو بھنگا دیا۔ "ڈاکو ڈالنے کا کوئی نیا حکمانہ  
ہے؟" ہنومان کے علاوہ سب خوش ہو گئے۔ بچن بولا۔

"سب انتظام کر لیا ہے۔ تیرے دن کو گھر گھر کے زمیندار کی تجوری صاف کرتی ہے۔ بہت  
مال سے اتنا لے لیا تھا نہیں مارا۔"

"خطرہ کتنا ہے؟" بکت اپنے اصلی حراج میں آ گیا۔ "جگہ سے متعلق پہلے سے پیٹنگ کر  
لی ہے؟"

"خطرہ معمولی سا ہے۔ ایک قاتل شخص ہمیں مل گیا ہے۔ وہ زمیندار کا باورچی تھا۔ ملازمت  
بے کال دیا لہذا انتظام لینے کے لئے تیار ہو گیا۔ زمیندار کی حویلی سے پوری واقفیت رکھتا ہے۔"

بچن ہنومان کے ساتھ تھا۔  
"کہاں ہے وہ قاتل شخص۔۔۔؟"

"ہم نے اُسے ڈاکو ڈالنے والے دن ملے کو کہا تھا، پولیس کو شک نہ ہو جائے اس لئے۔"

"اُس کا نام کیا ہے؟"

"قادر مریاں۔" ہنومان نے اس کو چپک کر لیا ہے۔ بہت اچھا نشانہ ہوا ہے۔ ضرورت پڑنے پر ایک  
"گوشت کرنے کی قدر داری بھی اپنے سر لی ہے۔"

"بہتر ہے۔ تیزی کروا۔" بکت نے ہنر بھنڈی لہرائی۔

شام سات بجے روانہ ہوا تھا۔ بکت سرت سے مجبور رہا تھا۔ وہ ڈاکو بن گیا ہے اس بات کا  
انہوں نے زمیندار کے اس ڈاکے سے ہونے والا تھا۔ ارضن تکھی کی نیند حرام کرنے کی یہی جی شروعات  
ہے۔ پانچ سال سے اس کا پھوٹ گئی تھی اس پر دو دن میں اُس کا ہاتھ بند۔ کسے پتہ پہنچی گئی  
کا نشانہ نہ ہے گا۔۔۔؟

بکت، ہنومان سے باتیں کر رہا تھا اسی لئے بچن اور ہوشیار آ گئے۔ "قادر مریاں آ گیا ہے بکت!  
نہارا نام کن کر خوش ہو گیا۔ کہتا ہے ایسے استاد کا ساتھ لے پھر مداخلت کرنے کی کس کی طاقت

نہ لڑا یا کھا تا ہوا قارور دور جا کر آگیا، جگت، بچن اور ہوشیار وہاں دوڑ گئے۔  
 اگلے دن سے ہوئے قارور کو جگت نے شوکر مار کر سیدھا کیا۔ اس کی پہلی سے خون کی دھار نکل  
 لی اور آٹھ گھنٹے پہلے کی ہوئی تھی۔ اس کے ہاتھ بونے سینے پر جگت نے بھر رکھا۔ "بول! جگتے  
 کمر میں داخل ہونے کے لئے کس نے بھیجا تھا؟" جواب نہ ملا تو سینے پر زور سے ہر پکا۔  
 قارور چنچا کر زبان میں چلائی۔ جگت جوش میں آگیا۔ "کہہ دو۔۔۔ ورنہ تیری آنکھیں نکال  
 لگاؤں۔ جگتے مرنے نہیں ڈول گا بلکہ تڑپاؤں گا۔ بول! اور جن نگہ نے بھیجا تھا؟"  
 قارور کی زبان باہر لپکتی تھی مگر اس میں بات کرنے کی طاقت نہیں رہی تھی۔ "آٹھ گھنٹے اور گردن  
 اتر کر آگیا۔ جگت اور بچہ گر گیا۔" کین آیا تھا؟" میری بیوی کو چیمپلر نے۔۔۔؟"  
 قارور نے پھر اقرار کیا۔ بچن سے یہ بدادشت نہ ہوا۔ جگت کچھ کہے اس سے چیخا رانگل کی نال  
 کی۔ لی چٹائی پر دکھ کر اس نے لمبی دبا دی۔ دھماکے سے اس کی گھوڑی کے چیمپلر سے اڑ گئے۔  
 "ختم ہے کتا کو دیا جاتا ہے۔؟" جگت دانت چیس کر بولا۔ "اس سے اور معلومات اگھوانی  
 لیں۔ یہ گھر پر اور ڈک جاتا تھا۔"

بچن کا خضہ ابھی سر نہیں اٹھا تھا۔ "جگت! یہ چنچا رہا بھی کی عزت لینے کمر میں کھسا قہا یہ سن  
 اہم سے جگت کس طرح ڈک سکتے تھے؟ اس ڈیکل کے ڈزے ڈزے کرنے کو کبھی جانتا ہے۔"  
 نے قارور میں اس کی لاش پر تھوکا۔  
 "جگت! اتم نے میں مون پر اسے پکڑ لیا۔" ہوشیار کہنے لگا۔ "جینس تو آج ہم سب پھنس گئے  
 ہیں۔"

"تو سب ٹھیک ہے مگر اس انگوٹھے کی بات تم نے ہم سے نہیں کہی؟" ہومان نے پوچھا۔  
 "ایسا مونگ ہی کیاں لا تھا؟" جگت نے ہاتھ میں قہا کی ہوئی اڑیہ بند کرتے ہوئے کہا۔  
 ہاڑے چار سال پہلے یہ پڈیئر نصف شب کو میرے گھر کی جگت پر آ کر روڑا دے کی زنجیر اندر  
 لے کر آیا تھا۔ جگت چنچا پھنچا پھنچا نے گوار سے اس کا انگوٹھا کھال لیا تھا۔

"واہ۔۔۔ کسی بہادر ہے ہمارے ہاں بھی بھی۔۔۔" ہومان نے سرت کا اٹھا رکھا۔  
 کمر جگت فوراً بولا۔ "بچن! اس شخص نے ہمارے مقام کا یہ اور جن نگہ کو بتا دیا ہوگا۔"  
 "نہیں۔۔۔ آج پہلی بار اسے یہ مقام بتایا جگت! اہم نے اس سلسلے میں کافی ہوشیاری برتی ہے۔  
 ہاڑے انگوٹھوں پر پٹی پاندھ کر یہاں لایا تھا۔ ابھی تک ہم اسے باہر ہی لے رہے ہیں۔"  
 "مجھ تو کینا اہم اور جن نگہ کو اس کی لاش پہنچا کی۔ اسے چلے پکڑ کر ہوسوار بھی موجود ہے۔"  
 "یہ کام میں کروں گا۔" ہوشیار نے کہا۔ "قارور کی لاش کو اس کے گھوڑے پر پاندھ کر میندار  
 نہ کرک پھینکا دوں گا۔"

"ایسا کرتے ہو پھنس نہ جانا، یہ خیال رہے۔ اور لاش کے ساتھ ایک پرچی بھی بھیج دینا  
 لیں گے۔" اور جن نگہ کا پھر ڈاکو بن گیا۔ اس خوشی میں یہ تھکے حاضر ہے۔

ہے۔"  
 "السلام علیکم۔" کہتا ہوا شیخ عجم قارور باب انداز میں سامنے آگیا۔ "ولیکم السلام۔"  
 جگت غور سے اسے دیکھنے لگا۔ انسان کو سمجھ لینے کی جگت کو قدرتی بخشش تھی۔ بہت دیر تک وہ  
 غور سے دیکھا رہا۔ اس پر قارور ہندی کی داڑھی کھانے لگا۔ اس کے ہاتھ شائے پر بندو  
 دائیں پہلو میں کوار لپک رہی تھی۔ سرخ نگہ، سفید کتہ اور سر پر ترکی ٹوپی اس کے دیکھنے جڑ  
 چٹکی کساری تھی۔ پان کسانے کی عادت کی وجہ سے اس کے دانت سیاہ پڑ گئے تھے۔ تیز نظرو  
 وہ جگت کے دل کا جانکڑے رہا تھا۔

"سب تیار ہے۔" جگت نے اسے جگتا دیا۔ "پولیس کو اس کی خبر تو نہیں ملے گی؟"  
 "ارے اس طرف پولیس کا سامیہ بھی نہیں آئے گا۔" قارور میاں نے دونوں ہاتھ سے  
 بھائی۔ اور جگت کی نظر اس کے ہاتھ پر رہی مگر پھر سے ظاہر نہیں ہونے دیا۔  
 "میاں! آپ دائیں ہاتھ سے نشانہ لیٹے ہیں یا بائیں ہاتھ سے؟" جیسے اس کے  
 مطلب نہ سمجھا وہ اس طرح قارور ابھن میں پڑ گیا۔ جگت نے صاف بات کی۔ "بائیں انگوٹھا  
 ہے اس لئے پوچھا۔"

بچن درمیان میں بولا۔ "ہاں۔۔۔ یہ کہنا بھلا گیا۔ باورچی کی ملازمت کے دوران ایک  
 سبزی کاٹتے ہوئے اس کا انگوٹھا ٹک گیا تھا مگر یہ دائیں ہاتھ کا استعمال کرتا ہے لہذا اسے تو  
 نہیں ہوئی۔" جگت کی نظر قارور کے دائیں انگوٹھے کی طرف گئی۔ ناخن پر ہندی کی ہوئی تھی۔  
 دیر تک وہ دیکھتا رہا۔ اب قارور کا دایاں انگوٹھا نکلیا۔

"کس سوچ میں ڈوب رہے جگت؟" بچن نے جلدی سے کہا۔ "اب ہماری روانگی کا وقت۔  
 مگر جگت نے پرواہ نہیں کی۔ "میاں! سبزی کاٹنے کی چھری بہت تیز تھی؟" انگوٹھا ٹیک ہوا  
 ایسا نہیں لگتا۔

"اس کی پرواہ کون کرے۔؟" قارور نے لاہر دای سے کہا۔ "میں نے کتا ہوا انگوٹھا۔  
 یہ ناہر پیچک دیا۔" جگت کی چٹائی پر لپکریں تن گئیں۔ اس نے چوٹے کی جیب میں ہاتھ  
 ڈال دیا، تیزی سے گول کر اندر سے انگوٹھے کا تخت نکال کر قارور کے سامنے کر دیا۔  
 "یہ ناخن دیکھو۔۔۔ شاید تمہارا ہے۔" دانت چیس کر جگت بولا۔ "چار سال سے میری بیوی  
 سنبھال کر رکھا ہے۔"

بچن، ہومان یا ہوشیار کچھ بھی نہیں کہے ایسے وقت میں جگت بے مطلب کی بات کیوں  
 تھا؟ مگر قارور میاں دو گتہ پیچھے بہت گیا۔ جگت کے جڑے تن گئے۔ "کیوں ایچان گئے قارور؟"  
 جواب میں قارور کا دایاں ہاتھ کوار کے قہقہے پر گیا، چپک چپکے میں میاں سے گول نکال کر گیا  
 جھپکا۔ ہومان اسی تیزی سے ہوشیار ہو گیا اس نے ٹھوڑی کے گھوڑی پانڈ کر کے درمیان میں رکھی  
 سے قارور کوار نکلی اور دونوں اس کا سر قارور کو بل کر لے کر رانگل استعمال کرنے کی خواہش  
 مگر ہوشیار اور بچن دونوں اس کی جانب بھیجے۔ وہ جست لگا کر کہے سے باہر جانے لگا مگر چو  
 تک پہنچا تھا کہ بچن نے رانگل کی لمبی دبا دی گولی پلٹ توڑی ہوئی باہر نکل گئی۔ "آؤ" کہتا ہوا

مہل کی آنکھوں سے نیند جیسے کوسوں دور تھی۔ آدھی رات گزری، لیکن حتیٰ او راب تک چاروں اپنے چائے پر پڑے کر سون میں رہے تھے کہ اچانک دروازے پر کچھ جوا۔ آدھی رات کے بارہ بجے چاروں میں سوچ کر اٹھ بیٹھے کہ کجبت آیا ہوگا۔ چندن تیزی سے، دوسری منزل کی سیڑھیاں اتر کر اہلے میں پہنچے ہوئے قالوں کی روشنی بلند کرتی ہوئی آگے بڑھ رہی تھی، اسی لمحے سوہن سنگھ اٹھ کر کہنے لگا۔

”تم کہتے ہو۔۔۔ میں دروازہ کھولتا ہوں۔“

”دروازے میں ارجن سنگھ کھڑا تھا۔ وہ احتیاط کا انتظار کے بغیر اندر گھس آیا۔“ ”جب جاگ نہ ہوئے۔“ وہ اس کو بولا۔ پھر اس کا نظر ڈالی۔ ”کیوں آیا ہوں ہے تو مجھے کیسے ہوگے۔“ پھر نانا کی اب حیرت سے دیکھ کر بولا۔ ”ارجن تمہاری طبیعت پر چڑھا بھول گیا۔ اب کسی طبیعت سے؟“

نانا کو اس کا ڈرامائی انداز پسند نہیں آیا مگر ضبط کر گئے۔ ”میری طبیعت خراب ہوئی تھی؟ تم کہنے لگے کیا؟“

”تمہارے بچت نے۔“ پولیس چیف طنز پر لہجے میں بولا۔ اور چاروں پر خوف چھا گیا۔ کیا لہر گزرا ہو گیا؟ مگر نانا نے سوچا اگر ایسا ہے تو ارجن سنگھ یہاں کیوں آیا؟

”مجھے چیخوٹ بنا گیا۔“ ارجن سنگھ رات بھر بولا۔ ”مگر اس وقت یہ خبر نہیں تھی کہ وہ یہاں تک کھل کر کے ہی آ رہا ہے۔ مجھے کہنے لگا کہ اچانک نانا کی طبیعت خراب ہو گئی ہے اس کے بلدی پہنچا ہے۔“

چاروں کے چہرے کھل اٹھے۔ ارجن سنگھ نے دروازے پر کھڑے ہوئے چاہوں کو آواز دیا۔ ”بلدی چلو۔“ مگر کی تلاش کرنا۔ پھر نانا سے بولا۔ ”میں جانتا ہوں وہ یہاں نہیں آیا ہوگا۔ مگر یہ میں کیا فریغ ہے۔“

”ارجن میں کوئی وجہ نہیں تھی۔ پھر بھی نانا نے انجان بننے ہوئے پر چھا۔“ ”سوہن سنگھ کا قتل ہونے کے بعد کجبت پر شک جانا میں ممکن ہے۔“ نانا کی بات سن کر ارجن سنگھ خاموش رہا۔ سوہن سنگھ نے قتل کی خبر سن کر کوئی نہیں چوڑا تھا اسی وقت وہ مجھ کا قتل کے خبر پہنچے تھے یہاں تک جا پہنچے۔

”میں نے کوئی کام کی بات معلوم ہو جانے اس لئے غصے ہوئے کہ میں بولا۔“

”اس میں شک کا سوال نہیں۔ کجبت کو کاؤں میں آئے اور پھر فرار ہوئے ہوئے بہت سوں نے لکھا ہے۔ اگر وہ مجرم نہ ہوتا تو مجھ سے رجوع ہول کر فرار نہ ہوتا۔“ پھر لہجے میں بھاری مثال کر دیا۔

”نہ ہوا۔“ ”مجھے تو کوئی پر دم آتا ہے۔ تم لوگوں نے تکتا برداشت کیا مگر وہ راجے راستے پر نہیں آیا۔“

”کیا سال کی قید جتنے کے باوجود جرم دلالتی کا جرم نہیں ہوا۔“

”پانچ سال پہلے کی بات یاد دل کر ارجن سنگھ نے نانا کے دل میں سوئی ہوئی نفرت چکادی۔ ان کا دل ہلکا کہہ کر دیں۔“ ”جتنی تو مجھ سے ہوئی کہ جیسے جی تو میرا کیا تھا۔ تو نے ہم سے دھوکا کیا۔“

”کہا کہ لیا تو میں سمجھتا دھوکہ دے کر پولیس کے حوالے کیا اور پھر قاتل قرار دیا گیا۔“ ”دو عاشق بہادر مار کر اسے قتل کرنے کی ذمہ داری کر کے۔ اور آج رجم دکھانے کا ڈرامہ کر رہے؟“ ”مگر

اسی چیخ کو پھینکا آفت سر لینے کے برابر تھا لہذا وہ خاموش ہی رہے۔ غصائی لے کر ہاتھ جھپٹتے

چندن سر کے لئے ہنست بھجھ رہی تھی، اسی لمحے دروازے پر دستک ہوئی۔ چندن کے پاس گئے۔ ”کون آیا ہوگا؟“ اس نے کمرے میں بیٹھے ہوئے ساس سر کی جانب دیکھا وہ بھی ہو گئے تھے۔ ”ذخیرہ بھر کھڑی۔“ چندن دروازے کی طرف بڑھ گئی۔ اسے یقین تھا کہ کجبت نہیں گا۔ پھر بھی اس کے دل کی دھڑکنیں بڑھ گئیں۔ دروازہ کھولا تو سامنے نانا کھڑے ہوئے بیٹھے بھی آس نہیں ہوئی۔ اس نے نانا کے عقب میں نظر دوڑائی، نانا مجھ گئے۔

”یہاں میں آ گیا ہوں۔“ ”کہہ کر وہ اندر آ گئے۔“

”ماں جی اور سوہن سنگھ برآمدے میں کھڑے تھے۔ چندن دروازہ بند کر کے ساس کے کھڑی ہو گئی۔ نانا کا بچھا ہوا چہرہ چٹل کھا رہا تھا کہ کچھ کام نہیں ہوا۔ پھر بھی ماں جی نے پوچھا۔ ”کیا ہوا۔۔۔؟“

”نانا خاموش رہے۔“ چندن نے پانی کا ٹوکہ دیا۔ پانی پی کر وہ چار پانی پر لیت گئے۔ پھر بولا۔ ”کچھ نہیں ہوا۔“ ”وہ زیادہ نہیں بولے۔“

”مجھے یقین تھا کہ وہ آپ کی بات نہیں مانے گا۔ کسی حالت میں بھی وہ مگر واپس نہیں گا۔“

”ماں جی بڑبڑا دیں۔“

”نانا نے آدھری۔“ ”اب آئے ہوگا تو بھی نہیں آسکے گا۔“

”یہ سن کر سوہن سنگھ بے چین ہو گئے۔“ ”کیا مطلب؟“

”ماں جی تپ اٹھیں۔“ ”کیا اس نے وہ دیکھ لو اوارہ کر لیا؟“

”صرف ایک چندن خاموش

و خود میں نانا کی بات سننے کی ہمت پیدا کر رہی تھی۔“

”تج یہاں سے گیا تو مجھے چن چلا کہ دیو کے باپ نے گئے ہیں پانی لگا کر خود بھی

ہے۔“ ”پھر ایک بج کر اور جانا تھا۔“ ”ارجن سنگھ نے کمر۔“ ”نانا مجھ سے پھر لڑکھائی نہ کیا

بولے۔“ ”شام اس کے کاؤں میں گھر دیا ہے۔“ ”میں حالت پر اس کا دل دہل گیا۔“ ”پہلے کجبت دیا

چکا تھا۔“ ”نانا نے باری ادری تینوں کی جانب دیکھا۔ جی کی حالت پر اس کا دل دہل گیا۔ کیا

بات کا صدمہ پھیل سکے کی جود کہنے جا رہے ہیں؟ مگر نہ کہنے سے بات چپ نہیں سکے تھی۔

کاؤں جان لے گا۔ کیا کہنے کے لئے اسے کھڑی کیا ہے یہاں آئے تھے۔ ممکن ہے

سال پہلے ایسا ہوا ہوتا تو وہ کاؤں میں بھر میں غمگین کر دے۔ کجبت کی چیخ ہو سکتی ہے مگر آج خبر

ہوئے وہ مگر مار رہے تھے۔ ”شام کو دشمن کا قتل ہو گیا۔“ ”اب کجبت واپس نہیں لوٹ سکے گا۔“

”سن کر ماں جی سامنے میں آ گئیں۔“ ”چندن کا مکمل گھبراہٹ ہو سوہن سنگھ نے سر جھکا لیا۔ کوئی

بولا۔ پورا ماحول غمگین رہا۔“



مرحوم کوئی کا سوراخ نظر آ رہا تھا جس پر خون جم گیا تھا۔ اسے جسے کہتے دیکھا تو راستے پر گھسنے کی وجہ سے اس کی ناک، ہونٹ، شانے، سینہ اور گھٹنے سب جگہ سے گشت آدھرا ہوا تھا۔

”صاحب! اس کی گردن میں کچھ بندھا ہوا ہے۔“ ایک سپاہی نے چیف کی توجہ مبذول کرائی۔  
 پرچہ کھول کر پڑھتے ہی ارجن سنگھ کے جسم میں آگ لگی تھی۔ ”مکنت وہاں بیٹھ گیا۔ میں ہات پرچہ پکڑ کر گروہ قائد کو کس طرح پہچان گیا؟“ وہ بڑبڑایا۔ ”تین بار بار پرچہ پڑھا کہ اس کی نظر گارے کے دائیں ہاتھ پر پڑی، دروازہ کھٹکا تھا ہوا دکھائی دیا۔“ مگر تو چکا سب کچھ جان گیا۔ اس نے گارہ میاں سے دوسری اطلاع بھی اگلائی ہوگی۔ وہ ڈاکو بن گیا ہے۔ اس خوشی میں مجھے لاش کا قہقہہ لگتا ہے۔“

ارجن سنگھ نے عروس کی طرح کہا کہ چکا نے قارور کا گھوٹا نہیں بلکہ اس کی ناک گٹھت دی تھی۔  
 ”آئے ہونے سے پہلے ہی دبا دیا پڑے گا۔“ اس نے دانت پیسے۔ ”چکا! تمہاری موت میرے ہاتھ سے ہوگی۔ مگر بازی کھیلنے کو تیار ہو اور تمہارا گھم کا کیکہ میرے ہاتھ میں ہے۔ اب مجھے دیر لگا استعمال کرنا پڑے گا۔“ ارجن سنگھ نے چکا بڑبڑایا تھا۔

دیر کی تلاش سے دن بدن محنت مایوس ہوا تھا۔ مومن سنگھ کو کل کرنے کی حماقت اب اس کی نگاہ میں آئی تھی۔ مگن ہے وہ جگہ لپکا ہو۔ دیر کے حلق صرف وہی جاتا ہو۔ جرم سرزد ہو جانے کے بعد وہ مکمل عام نہیں ہو سکتا تھا۔ دیر کے باپ کے علاوہ دوسرے رشتے داروں کا اسے پتہ نہیں تھا۔ کہاں جا کر..... کس سے پوچھا جائے؟ کوہنوا تو چندن اس کی مدد کرتی۔ خیالات جیسے جھم میں اچانک ایک خیال سے جھٹ دیا گیا۔

”مگن ہے دیر کو کچھ ہو گیا ہو۔ وہ زندہ ہی نہ ہو.....؟“ اس خیال کے تحت محنت کا جسم پیسے سے تر ہو گیا جیسے اس کی ساری طاقت سلب ہو گئی ہو۔ اس کا جسم ڈھیلیا پڑ گیا۔ بچن، جنوانا اور ہوشیار کو اس کی اس حالت پر بیان ہو گئے۔ محنت جیسا بیمار انسان دیر کو لے لے گیا یا پل میں گیا ہے؟ رات کو کون سے نہیں سو پاتا سو تے ہوئے چونک کر بیدار ہو جاتا، مگر کدو بھلانے کے لئے شراب میں ڈوب جاتا ہے۔ ایک بار پشٹ پھیر کر راستے میں کھڑی ہوئی عورت کو دیکھ کر کس طرح سرمت میں ڈوب کر دروازہ کھٹ کر دیو کی جگہ دوسری عورت کو دیکھ کر شرمندہ ہو گیا تھا اور جیسے ہونے چہرے سے دھن لپٹ آیا تھا۔ یا تو دروازہ پتہ چلتا چاہئے یا پھر اسے دل سے نکال دینا چاہئے۔ اگر ان دونوں باتوں میں سے کوئی بات نہ ہوتی تو وہ باغی ہو جاتے۔ بچن کو ایک مرتبہ خیال آیا کہ وہ کہہ دے۔ ”محنت! تم جس ویر کو دن رات تلاش کر رہے ہو وہ اس دنیا میں نہیں ہے۔ اسے بھول جاؤ۔“ مگر یہ جھوٹ بولنے کی اس میں ہمت نہ ہوئی۔ کیونکہ وہ بھی بار بار کہہ چکا تھا۔ ”جس نے دیر کو لپکا تھا وہوگا اس کی میں چوڑی کر اڈوں گا۔“ ایسے کیسے وقت اس کا بچہ رکتا بیٹ ناک ہو جاتا تھا۔

”بچن! ہم ایک ٹھکانہ بھول گئے۔“ ایک دن کھانا کھاتے ہوئے اچانک محنت بولا۔ ”کر بچن! ڈاکٹر کے ہاں تلاش نہیں کیا۔ ہم دونوں آخری بار وہیں سے الگ ہوئے تھے۔ مگن ہے وہاں اس

ہوئے سپاہی باہر آگئے۔ ارجن سنگھ انھیں میں پر گیا آخر ب کیوں خاموش ہیں؟ اس نے اس کی جانب غور سے دیکھا تو ان کے کمرے سے ہوا کی طرف سے

”بھائی! وہاں مارا دن تو تھا۔ مگر اس کی بیوہ سے ہماری طرف سے توجہ نہ کرنا۔“  
 تانا چونک گئے۔ پھر کچھ گئے کر لڑکی کے ہاتھ لپکا ہوا بات کی تھی۔ ارجن سنگھ نے سبب کہا۔ ”مومن سنگھ کی بیوہ کسی؟ وہ تو ب کی مطلق کے کر الگ ہو گئی ہے۔“ پھر جیسے اسے کیا، وہ بولا۔ ”اچھا ہوا ہے یا دودھا دیا۔“ مجھے اس عورت کا تلاش کرنا پڑے گا۔“ پھر دروازہ جانب تیزی کے قدم پر بھاگے، پھر جاتے ہوئے طرے کیسے میں بولا۔ ”محنت! اس سے نہیں رہے گا۔ پرانا رشتہ جو ہے! اس کی بیوہ وہاں سے چندن کے دل میں بھی بھری۔“

رات کے گیارہ کا ٹھکانہ بھا اور ارجن سنگھ چونک پڑا۔ وہ گوند گوند کے دیندار کی جوتی کو میں چھپا ہوا تھا۔ اس خیال سے اس کا ذہن ہوا میں تیر ہوا تھا کہ بچن کی ساری پادری آڈ جانے کی۔ مگر اس پر پوس والے اس نے اس کی پاس اس طرح پائیے جسے کر کسی کو شک شک تھا۔ قارور میاں انداز سے یہاں وہاں جاکر لکھا تو سڑے ہڈوں میں اس نے بچن جیسے ڈاکو کا اتحاد حاصل کر لیا تھا۔ ارجن سنگھ نے محسوس کیا کہ قارور کی کامیابی کا سہ اس کی جیشی زبا سر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ میرا بیٹا خونخوار ہو جاوے گا۔ جب وہ محنت کے گھر سے اگھٹا واپس لوٹا تھا تو اسے چائنا بارو تھا۔ ارجن کو اس بات کا انجوس ہوا۔ کوئی پرواہ نہیں۔ آج سے وہ بدل چکا دے گا۔ ایک ٹھکانہ کر مگر کھڑوں کی ناہن نہیں بنائی دیں تو ارجن بدلے گا۔ نصف شب پہلے آنے کی بات تھی، پھر ابھی پر کیوں؟ بچن اتنا چکا تھا کہ اس کے مقام کے متعلق قارور میاں کو بھانپیں دی تھی۔ ”کچھا آواز سنائی دے رہی ہے غالباً۔ یہ آواز کی جانب سے؟“ اسی سے کھڑوں کی ناہن کی آواز۔“ ارجن سنگھ نے بیٹھ جیسے کھٹے ہوئے کیا۔ پھر پوس والوں کو تکیہ کر دی کہ کوئی بھلا بازی نہیں کرے گا۔ مگن۔ گروہ ساتھ نہ آئے دو تین آدمی پہلے چیک کر جائیے، اس کے بعد باقی لوگ آئیں۔ سب کے بعد انھیں چاروں سمت سے پھرنا تھا۔ اس سحر سے بچنے کے کوشش کے والوں۔ ارجن سنگھ نے شوٹ کرنے کا حکم دے دیا تھا۔ کھڑوں کی ناہن کی آواز قریب آگئی۔ اس کا ذہن تھا۔ وہ دوسرے زیادہ آدمی نہیں تھے۔ اس نے ٹیکر کی سے بھاگ کر دیکھا، قارور کا سٹو زور سے صاف نظر آ رہا تھا۔ گروہ اس کی پیٹ پر سوار کیوں نہیں تھا؟ دھنٹ خاموشی رہی۔ کے نیچے سے گھوڑا گڑ گیا تو اس کی آنکھیں پھیل گئیں۔ گھوڑے کے پیچھے کوئی آدمی کھٹتا ہ تھا۔ گھوڑا جوتی کے پاس آ کر ٹوک گیا۔

ارجن سنگھ انھیں زدہ انداز میں کچھ دیر سے حس و حرکت بھٹا بار مگر عتب میں کوئی آجائو آیا تو اس نے تارچ روٹ کر دی۔ روٹی کا دانہ کھوتا ہوا گھوڑے سے بندھے ہوئے جسم چہرے پر مرکز ہو گیا اور پوسٹ چنٹ سے لپکایاتے ہوئے ہاتھ سے مانج جھوٹ گئی۔ میاں۔“ وہ بڑبڑایا اور دیر ڈر کر اس کے قریب پہنچا۔ دوسرے سپاہی بھی ساتھ تھے۔ قارور میاں

گرم آئسو کرنے لگے۔ "تین منٹ پہلے وہ ہم سے چمڑھی۔ ورنہ آج تجھے دیکھ کر اس کی آنکھیں لٹری ہوتیں۔"

آنسو ہونیکوئل سے دل کا غماخ ہونے کے بعد جگت ڈاکٹر سے جدا ہوا۔ ہاتھ تمام کر ڈاکٹر کو لگی پر تھا۔ "میری ماں چل بیٹس، آپ کو نظر نہیں آتا۔ مجھ دیکھ بھال کون کرتا ہے؟" "اس کا انتظام بیوسج سے کر دیا ہے۔ ایک جوان کورت بیٹی کی طرح میرا خیال رکھتی ہے۔ وہ چچ میں پڑی رہتی ہے، پتھریا دیکھ دیا ہے۔"

"کورت؟" "جگت بڑھایا۔" "کیس دور ہو دو نہیں؟" "اس نے سوچا۔"

"مجھ بیٹے تم اس وقت کیوں آئے ہو؟" ڈاکٹر نے پھر اس کی پشت پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

"کھر میں سب لوگ ٹھیک تو ہیں؟ ابھی میرا کوٹھنے کی عادت نہیں کی؟"

"ڈاکٹر صاحب! آپ کس عورت کی بات کر رہے ہیں وہ دور ہو دو نہیں؟"

"دور؟" ڈاکٹر کو بری سوچ میں ڈوب گئے۔ "ہاں۔" وہ تنہا رہے ساتھ آئی تھی۔ وہ

ہو؟ نہیں نہیں۔ دو تو باہر والے گاؤں کی ہے۔ شوہر نے بدنام کر کھر کے نکال دیا تو بیماری

جائے چچ میں پناہ لی۔" "جگت نے آدھ بھری۔ مگر ڈاکٹر نے سن لی۔" "دو یہاں کہاں سے آئے گی؟"

"میں اس کی تلاش میں آیا ہوں۔ دو چار ماہ سے لے چہ ہے۔" "جگت نے آدھ بھر کر ساری بات

ڈاکٹر کو بتادی۔ مگر اس کی اتنی بات نہیں ہوئی کہ ڈاکٹر کو یہ تا دینا کہ مگر پھوڑا آیا ہے اور سوہن

ٹھوکر لے کر کے ڈاکٹر کو کیا ہے۔

"پھر کراس آنکھوں سے لگا کر ڈاکٹر بولے۔" "جہاں ہوں گی وہاں بھونک ان کی حفاظت کریں

گئے۔ کورت تنہا رہے مگر سب کیسے ہیں؟ تم یہاں آئیے آئے ہو؟"

"پھر اسال نظر انداز کرتے ہوئے جگت نے کہا۔" "میرے ساتھ میرا دوست ہے۔ اُسے باہر کھڑا

کا ہے۔"

"مطلب یہ کہ تم مجھ کو جن گئے؟" ڈاکٹر کی آواز میں لرزش تھی۔ "جگت خاموش رہا۔ ڈاکٹر کے

چہرے کی جھلروں میں حرکت پیدا ہوئی۔ "اُن کا سر ہٹے گا۔" "تم۔ تم۔" الفاظ زبان سے چپک

لگے۔

"تمی ہاں۔ میں پہلے بھی ہو گیا۔"

"جگت کے بولنے سے پہلے ڈاکٹر سمجھے۔" "نہیں۔ نہیں۔ بہت دور تک اُن کا جسم کھپا ہوا

ہا۔ جگت اُن کی حالت دیکھ کر گھبرا گیا۔ اُسے دو محسوس ہوا کہ ڈاکٹر کے معدہ نہیں ٹھیک نہیں گئے۔

گھر بعد ڈاکٹر پر سکون ہو کر نہ تو آئے حیرت ہوئی۔ "بھونک صاف کرے۔" میں غصے پر قابو

نہیں کر رہا تھا۔ "تمیری یاد آئے ہیں کہ کراس کو آنکھوں سے لگایا۔ پھر مجھ کا ہوا کہ جگت کے دل پر

قہر ہو گیا۔" "اچھا ہوا کہ تم میری کمرے سے پہلے نہیں آئے۔ اُس کو پتہ چلا تو وہ کبھی نہیں

حالت دیکھتی۔"

"نیک انسان کی نوح کا صدمہ دیکھ کر جگت کو پہلی بار محسوس ہوا کہ اُس نے ایسا جرم کیا ہے

نے پناہ لی ہو۔" سب جگت کی جانب دیکھنے لگے۔ کسی نے جواب نہیں دیا۔ جگت کو کبھی کبھو

وقت ایسی محسوس ہوا جتنی بھی۔ "میں تلاش باقی رہ گئی ہے۔ لہذا پتھر کھائیں؟" اس کا دل،

کی خاطر چننا یا ہوشیار اُس کے ساتھ جاتے اور دیکھنے کا کر دینا آ جاتے۔ اس وقت کس

جواب نہیں دیا تو جگت جھپٹ گیا۔ سر جھکا کر بولا۔ "میں جانتا ہوں میری وجہ سے تم لوگو

پریشان ہو رہا ہے۔ مگر میں کیا کروں؟" اُس کی آواز بھرا گئی۔ "مجھ کھلا کر بولا۔" "ویسے بھی

ہو مان کے صبر کے علاج کے سلسلے میں ڈاکٹر صاحب سے ملتا ہے۔ چننا چلو ہم بھی نہیں۔"

میں لیا ہوا نوالہ اُس نے خالی میں دیکھا اور دیکھ دیا اور ہاتھ دھوئے لگا۔ چننا کو بھی اس طرح آغوشا

جگت کے دل کا ٹک ڈاکٹر کا ضروری تھا۔

"تین گھنٹے بعد وہ گاؤں میں داخل ہو گئے۔ جنگل سے گزرنے کے بعد انہیں چرچ نظر آیا۔

کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔ اس چرچ میں دونوں نے بیوسج کی تصویر کے سامنے گھٹنے

کر اپنے دل کی مراد مان لی کہ وہ کا کیا ہمیشہ اُس کی زندگی میں سامنے کی طرح ساتھ

گئے۔ اور وہ وہی بد سامنے کی طرح اُس کے ساتھ رہے گی۔ ڈاکٹر کا کھر آ گیا۔ گھوڑے پر

دونوں بٹھے آئے۔

"جگت اُن کا ہر ہانا۔" یہ کہہ کر جگت آگے بڑھا۔ دروازہ کھٹکھٹایا تو فری اندر سے آواز آئی

"کون ہے؟" "ڈاکٹر صاحب کی آواز پہچان کر جگت نے ڈیڑھ کھٹکھٹائی۔ اندر سے لا

کھٹ کھٹ سنائی دی۔ وہ چار لمبے جگت کو بہت طویل محسوس ہوئے۔ دروازہ کھولتے ہی

بڑھ آئے۔ "بھائی! اس وقت کون ہے؟"

"مجھے نہیں پہچانا ڈاکٹر صاحب؟" "جگت اندر چلا گیا۔

"آواز پہچانی ہوئی ہے۔ مگر یادداشت ساتھ نہیں دے رہی۔" ڈاکٹر کی آواز سے بڑھا ہوا

رہا تھا۔ "جگت نے فری کی روٹی بھجائی، پھر ڈاکٹر کے سامنے کھڑا ہو کر بولا۔

"اب روٹی میں نہیں؟"

"انہ میرا اناجالا سب مجھ پر بھائی! ڈاکٹر نہا۔ اُس کی آواز میں درو کی جھلک تھی۔ چا

دل رو دیا۔" "آنکھیں ہیں مگر روٹی کتنا دی ہے چٹا!"

"جگت پیچھے ہٹ گیا۔" ڈاکٹر صاحب۔ "آپ۔ آپ۔"

"ہاں چٹا! انہا ہو گیا ہوں۔" یہ کہہ کر وہ جگت کی جانب ہاتھ بڑھاتے ہوئے بولا۔

"جہیں پہچان لیا۔ جگت آتا ہے۔ مجھے یقین تھا کہ کھیل سے رہا ہو کر تم مجھ سے ملے آگے۔

مجھے تنہا یاد نام ہو رہا رہی تھی۔" ڈاکٹر کا ہاتھ جگت کے شانے پر چڑا تو وہ پیار سے ہاتھ پیچھے

ہوئے بولے۔ "تم تو بہت بڑے ہو گئے۔"

"مگر ان کہاں ہے؟ ڈاکٹر صاحب۔" "مگر میں نہیں گھبرا کر جگت پر نہ چھا۔ اس سوال

ڈاکٹر کے چہرے پر چھٹا ہوا دم کی جگت کا نپ گیا۔

"وہ مجھ کو کھڑی کرے گا۔" اپنے پیٹے کے پاس۔ "اچھا کہہ کر گلے میں لٹکے ہوئے کہ

کو انہوں نے بوسہ دیا۔ شدت جذبات سے جگت، ڈاکٹر سے لپٹ گیا۔ ڈاکٹر کے ہونٹے شام

فلکی ایسی فیس دیا۔ ویرو کے پاس بچے جانے کی جلدی میں محنت نے اس طرف دھیان نہیں دیا۔  
 ”وہ خالہ کے گھر رہتی ہے۔ میں ہوشیار کو لے کر ابھی روانہ ہوتا ہوں۔“ وہ ایک ہی سانس میں  
 کہہ کیا۔  
 ”اب جا کر کیا کرو گے؟“ بچے نے ایس لہجے میں کہا۔ ”ہوشیار نے جنہیں بے تائیا ہوگا کہ ویرو  
 کی شادی ہونے والی ہے۔“  
 ”ہاں۔“ بچہ وجہ ہے کہ میں اُس کے پاس بچے جانے چاہتا ہوں۔“ بخت کا لہجہ سخت تھا۔ ”میں  
 اسے بے گلاؤں گا۔“

بچے آگے پیچھے چلا کر اسے دیکھنے لگا۔ سخت حیرت تھی۔ اس کا تجربہ ہونے کے باوجود کہ  
 عورت کا چار انسان کو کیسا اچل چلا دیتا ہے بچن کو محنت کی حرکت ہیورو معلوم ہوئی۔ ”کسی کو جانے  
 والی عورت کو اُٹھانے کی بات کر رہا ہے؟“ بچن سختی سے بولا۔

ہونان اور ہوشیار چونک گئے۔ اس طرح بات بڑے کا سب کو ذرا محسوس ہوا۔ مگر بخت اپنی  
 بات پر قائم رہا۔ ”میں یہ بات ماننے کو تیار نہیں۔ ویرو کسی سے شادی نہیں کرے گی۔ اُس کی شادی  
 اورو کی کی جارہی ہے۔ اور میں یہ جاننے کے بعد ہاتھ پر کیا کر سکتا۔“  
 ”اور اگر ویرو اپنی خوشی شادی کرنا چاہتی ہو پھر؟“ بچن سر جھکا کر بولا۔ مگر یہ سن کر بخت کے  
 دل پر چونک گئی۔ وہ ابھین میں رہ گیا۔

”یہ نہیں ہو سکتا بچن! تم خواہو تو بخت کر رہے ہو۔ میں ویرو کو جانا ہوتا۔“  
 ”میں بھی اُچلا کر جانا تھا بخت! بچن نے بخت سے نفرت کر لیا۔“ عورت کی مجبوری اکثر اُس  
 سے ناممکن کام کر دیتی ہے۔“

”ویرو سے زبردستی کرنے والے کو میں شرم کروں گا بچن! اچھے تجھ سے بخت نہیں کرتی۔ میں  
 باد رہا ہوں۔“ بخت نے ہوشیار کو بھی کھینچا۔ ہونان ٹھٹھری سانس بھر کر بچن کو دیکھنے لگا۔ بچن نے  
 جوت کا لے لے پھر بلند آواز میں بولا۔

”مگر یہ بخت! تم اس طرح نہیں جانتے۔“ پھر بھی بخت اُسے بڑھا۔ بچن گر جا۔ ”میں کہتا  
 ہوں بچن! جاؤ۔“ بخت کے قدم فرش پر جم گئے۔ وہ دیکھنے پر تیار نہ ہوا۔  
 ”کیا ہے؟“ اُس کی آنکھوں سے آگ برسنے لگی۔ بچن گڑا ہو کر اس کے قریب گیا۔

”پہلے میں یقین کرنا ہے کہ ویرو وہاں ہے بھی یا نہیں؟“  
 ”یقین کرنے کے لئے میں وہاں جا رہا ہوں۔“  
 ”اور فرش کرو اور وہاں ہو اور راضی ہوئی سے شادی کر دی۔ میں بہر تم کیا کرو گے؟“

بخت کا ہاتھ رانکل پر گیا مگر جواب دینے سے پہلے ہنگامہ بچن نے اُس کے شانے پر ہاتھ رکھ  
 کر کہا۔ ”مجھے یاد ہے بخت! اُچلا کر حاصل کرنے کے لئے میں بھی اسی طرح جوش میں آ گیا تھا۔ تم  
 میرے ساتھ گئے تھے۔ اور مجھے گھر کے باہر کھڑا رکھا، اور تم اچلا سے مل کر لوٹ آئے تھے۔  
 ”مگر وہ تو میں اُس کی مرضی معلوم کرنے آیا تھا۔ ایک جانی ہوئی عورت اپنا گھر چھوڑ کر نہ آتا  
 چاہتی تو مجھے اسے زبردستی میں لانا تھا۔“

جسے معاف نہیں کیا جا سکتا۔ یہاں آ کر اُس نے ڈاکٹر کے دل پر ضرب نہ لگائی ہوئی تو اچھا  
 زیادہ دیر نہ لے سکے۔ اُس نے شرم محسوس ہوئی۔ میری کی قبر پر جانے کی خواہش کا بھی اُس نے اتفاق  
 کیا۔ اُس نے اس عورت کو دیکھنے کی بھی ضرورت نہ سمجھی جو چرخ میں چلی تھی۔ خاموشی سے  
 کے پاؤں چھو کر کچھ کچھ بغیر بخت ہماری قدموں سے باہر نکل گیا۔  
 بچن نے دیکھا کہ بخت کے چہرے پر مایوسی کی جگہ کچھ تھکاؤ تھا۔ ڈاکٹر سے ملنے کے بعد وہ  
 دماغ میں ہو گیا تھا۔ بچن اور ہوشیار نے اُسے مایوسی کے خاطر ویرو کی تلاش اپنے  
 لے لی۔ بخت کی امید نہ بننے پر قحطی تو بچن میں دن ہوشیار اپنا ہوا۔

”بخت..... بخت!“ وہ بڑ جوش انداز میں کہہ رہا تھا۔ ”ویرو کا پتہ مل گیا۔“ یہ سن کر بخت  
 کھڑا ہو گیا۔ اُس کی رگوں میں تیزی سے خون گردش کرنے لگا۔ آگے بڑھیں جوتی سے چپکے لپٹیں۔  
 ”ہوشیار! تم جی کھد رہے ہو؟“ بخت نے یہ سوچ کر ہلر پوچھا کہ کہیں اُس کے ستنے میں  
 نہیں ہوئی؟

”پاکل جی کہہ رہا ہوں بخت!“ ہوشیار ہانپتے ہوئے سینے پر ہاتھ رکھ کر بولا۔ ”وہ اپنی خال  
 گھر رہتی ہے۔“

”کیسا! ہمیں بھی خدا نہ یاد نہیں آیا۔“ بخت خوشی کا اظہار کرنا ہوا۔ ”میں کہہ رہا تھا  
 کہ وہ کسی کے ساتھ بھی نہیں رہتی۔ میرا اظہار کر رہی ہو گی۔ مگر ہوشیار! تم نے اپنی آنکھوں  
 دیکھا ہے؟ تم اُس سے ملے؟“

”نہیں بخت!“ ہوشیار ٹھٹھا بڑ گیا۔ ”مگر میں چار بجوں سے بکے اطلاع لے کے بعد  
 یہ خوشخبری سنانے آیا ہوں۔ میں دیکھنے جاتا تو شاید رشتہ دار ہوشیار ہو جاتے۔“  
 ”اُسے رشتے داروں کی ایسی بیٹی..... جہاں میرے ساتھ۔ میں ابھی اُسے بھی اُٹھا  
 ہوں۔“ بخت کی سرست اور جوش قابو میں نہیں تھا۔

”مگر بخت! میں نے دوسری بات ہی ہے۔“ ہوشیار بچہ گیا۔ ”آج سے پانچویں دن و  
 شادی ہو رہی ہے۔“

بخت پر ہلکی گرتی۔ صورت بدل گئی۔ چہرہ سرخ ہونے لگا۔ ”نہیں! نہیں! ہوشیار! یہ غلط  
 ویرو بھی شادی کرنے کو تیار نہیں ہو گی۔“ اُس کا بخت ناک زوہ دیکھ کر ہوشیار اور ہونان  
 ہو گئے۔ شانے پر بندھ کر بخت نے ہوشیار کا ہاتھ مٹا لیا۔ ”ہلو! ہم ابھی وہاں چلیں گے  
 ہوشیار! ابھین میں پر گیا۔ مگر ہونان درمیان میں آ گیا۔“ بخت اس طرح پاگل ہو۔

ضرورت نہیں۔ بچن بھی اُس کی اطلاع حاصل کرنے گیا ہے۔ اُسے آنے دو! شاید کچھ اور  
 مل جائے۔“ بخت کا دل جگل رہا مگر اُسے ڈک جانا پڑا۔ ”ویرو..... شادی کی یہ دو الفاظ آ کر  
 ذہن میں با رہا گردش کر رہے تھے۔ اور سن سکے حکم کا کچھ چل چکا تھا۔“

”بچن! ہم تمہارا انتظار کر رہے تھے۔“ بخت نے سرست بھرے لہجے میں کہا۔ ”ہوشیار۔  
 حاصل کر لیا ہے۔“ مگر بچن پر اس کی بات کا کوئی اثر نہیں ہوا۔ نجات از عاری انداز:



"ہول..... دیر دکھیاں ہے؟" یں کر اُس کے شانے جھکے سے حرکت کرنے لگے۔ پشانی پر ہلکے قطرے اُفکار آئے۔ بولے لے ہوٹ پھر پھر آئے مگر آواز نہیں نکلی تو اُس نے دھڑکی مزل کی جانب اشارہ کیا۔ پھر بھی جگت نے انھیں دہلاتے ہوئے پوچھا۔ "اوپر ہے؟" "نہ انہیات میں سر ہوا۔"

جگت نے اوپر کی مزل کی جانب بڑھنے کے لئے قدم اُٹھائے مگر جھکے سے کھڑا ہوا۔ اگر وہ اُپارنے گا تو اس صورت میں ٹپل شور مچائے گا۔ اُس کی نظر گھومتی پر ٹپکتے ہوئے مٹانے سر کی۔ "پار پانی پر لیٹ جاؤ۔" جگت نے غم دیا۔ دیرو کا خالو خوف سے کپکپانے لگا۔ جگت نے ٹھنڈا کر اُسے ان دیا۔ تیزی سے سینے پر مٹانے کا میگزین لپٹ کر چار پانی کے نیچے گناخہ لگا دی۔ پہن اُس کے من میں خوسں دیا۔ "ذرا بھی شور کیا تو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔" یہ کہنا ہوا وہ اوپری والی کی طرف بڑھا۔ دیو سے ملاقات کے خیال سے اُس کی رگوں میں خون تیزی سے گردش کر رہا تھا۔ سینہ جذبات سے دھڑک رہا تھا۔ اوپر ایک ہی کمرہ تھا جو ہر سے بند کیا ہوا تھا۔ زچر جیسی لڑکھیلے تو وہ گھبرا گیا۔ نیچے جا کر لوڑے کا جیڑا توڑ دینے کی خواہش ہوئی مگر ایک باز کر موشی روک لیا جائے..... یہ جیسے زور کر گیا اور اُس نے دیکھ کر ادا کی۔ جلدی میں اُس نے دروازے کو ہر دھکیلا۔ اندر کی صورت کی ٹپکی سی چٹائی دی۔ ایک کونے میں چلتے ہوئے چراغ کے جلنے ہالے میں جگت نے غور سے دیکھا۔ ایک عورت ہنسر سے اُٹھ کر دیوار کی جانب دوڑی۔ جگت نے اُس کی روک کر آہستہ سے کہا۔

"دیو.....!" اچانک وہ زک گئی۔ وہ دوڑنے کی بجائے سینے پر ہاتھ باندھ کر جگت کی جانب لے پھرے کھڑی تھی۔ جگت دے قدموں سے آگے بڑھا۔ "دیو..... دیو.....!" اُس کی آواز میں زلی تھی۔ کمرائے قریب آئے تاکہ کروہ دیوار کے قریب سر کی گئی۔ وہ سر تا پا زور رہی تھی۔ "آپ یہاں کیوں آئے؟" "دل لکھنا کی آواز میں یوں لگتی۔ جگت دل خوشی سے دھڑک اُٹھا مگر بحال ہی اُسے تو فتح نہیں تھی جیسے اُس کے کان میں سسہ۔ پھٹلا کر ڈال دیا گیا ہو۔ دل میں چین ہوئی۔

"دیو دماغی جیسے لے آیا ہوں۔" بڑی مشکل سے اپنے جذبات کو دبا کر جگت بولا۔ دوسری جانب سے سسکیاں سنائی دیں۔ دیوار سے سر نکلا کر زور رہی تھی۔ جگت کا دل روئے۔ "دوڑو کے درمیان ایک قدم کا فاصلہ تھا۔ جگت نے قریب جا کر اُس کے شانے پر ہاتھ رکھا۔ نے کو جھٹک دیا۔ کروہ ہٹ گئی۔

"میں دیرو نہیں....." اور جگت کا بڑھا ہوا تھن میں نہ کیا۔ جیسے کسی نے اُس کا دل مٹی میں لے ہو۔ "دیرو نہیں....." یہ لفظ اُس کی زبان پر جم گئے۔ دو چار لمبے اُس کا ذہن ساکت رہا۔ اسے سے گھٹنے والی ہوا کے جھوکے سے قہر میں والی چراغ کی لو پر اُس کی نظر کی۔ وہ دوڑا۔ تجزی سے دروازہ بند کر دیا۔ پھر اسیے تان کی سانس لے کر وہ اُس کے قریب گیا۔ ایک ہاتھ سے اُٹھ اُٹھا۔ اسے قریب آتا دیکھ کر وہ دیوار سے پشت لگا کر نیچے بیٹھ گیا اور دونوں گھٹنوں میں سر لاسکیاں بھرتی ہوئی وہ نہ لگی۔

کمرے ہو کر آسانی سے دیوار پر چڑھ سکتے ہیں۔"

"گھر میں کتنے آدمی رہتے ہیں؟"

"خالہ، خالو کے بیٹے نہیں ہیں۔ دو بھانجیوں کے ساتھ رہتے ہیں۔"

"دو بھانجیاں ہیں؟"

"ہاں..... دیرو کی چھوٹی بہن بھی بہت دنوں سے خالہ کے گھر میں رہتی تھی۔ اب دیرو بھی آگیا ہے۔"

"ابھی یعنی کتنے عرصے سے؟" جانے کی جلدی کے باوجود جگت معلومات حاصل کرنے کے تجسس کو روک نہیں سکا۔

"یہ کوئی نہیں جانتا۔ اچانک اُس کی شادی کی بات آئی۔ کہتے ہیں اس طرح وہ لوگ اُس کی شادی کرادیں گے۔ مگر بات کھل گئی۔"

"کس سے شادی ہو رہی ہے؟"

"یہ بھی کوئی نہیں جانتا کہ کسی کو پتہ نہ چلے۔" انعامر کچھ دیر تک گیا، مگر سرسرا کر بولا۔ "جانتے والا اس گاؤں کا نہیں۔ اور پھر وہ پکارو دھماکہ سامنے سے ڈنٹا ہو گا۔ لوگ کہیں کہیں کر اُس نے دیر سے شادی کی شرم پڑ رہی ہے کہ شادی سے پہلے اس کا نام ظاہر نہیں کیا جائے گا۔ نہیں تو چکا آئے زندہ نہیں چھوڑے گا۔"

"بے خوف....." جگت کے جڑے سخت ہو گئے۔ "مرات سے پہلے اُس کا جنازہ اُٹھے گا۔" مارا گاؤں پچھلے پہر کی ٹینڈ میں ڈوبا ہوا تھا۔ چوک میں پھرہ دیتا ہوا چوکیدار بھی بھونکے رہا تھا۔ جگت کو رات صاف نظر آیا۔ گردوارے کے چھوڑے پر نظریں جمائے ہوئے اُس نے گھوڑی کو آگے بڑھا دیا۔ ایک مکان کے دروازے کے قریب کھڑا ہوا بل ادھر رہا تھا۔ وہیں بگڑ گھوڑی روک لی۔ سامنے والے کسی گھر میں بچہ درود رہا تھا۔ جگت بھرتی سے تیلی کے مکان کے عقب میں روپوش ہو گیا۔ سنسان رات میں زور آتی آہٹ کی گائی بلند سنائی دے رہی تھی۔ گڑنے آہستہ سے ہالے سے دروازے کو دھکیلا مگر وہ کھلا نہیں۔ قہر جانتا فٹ آدمی دیوار پر ٹپکا لگی۔ جگت گھوڑی کی پشت پر کھڑا ہو گیا۔ دونوں ہاتھ دیوار پر تھا کہ اُس نے ہنست لگئی۔ دیوار کے کنارے پر ہاتھ بڑتے ہی ایک چھوٹا سا چتر آواز کے ساتھ پاڑے میں گرا اور چار پانی پر سونپا۔ جسم حرکت کرنے لگا۔ جگت گچھپا گیا نہیں۔ دو پاڑے میں گرو گیا۔ وہ شخص چار پانی سے اُٹھ کر بیٹھ گیا

"کون..... کون ہے؟"

جگت نے تیزی کی دھکی۔ اس سے پہلے کہ وہ شخص چیخ مارنے کے لئے نہ کھولے، جگت جھبہ کر اُس کے قریب پہنچ گیا۔ چکا اُس کے کھلے ہوئے منہ پر ہاتھ رکھ کر خوفناک آواز میں بولا

"خبردار! شور کیا....." پھر دوسرے ہاتھ سے پتھول نکال کر اُس کے چہرے سے ہاتھ چھلایا۔ بگڑ نے اعزاء لگایا کہ وہ دیرو کا خالو ہی ہو گا۔ اُس کے چہرے پر فاقوں کی روشنی چڑ رہی تھی۔ اوپر ہونٹ درمیان سے نکلا ہوا تھا۔ اُس کی آنکھیں بھی پتھول کی لادری کی جگت کی جانندہ کچھ رہی تھیں مگر

میں خوف دکھائی دے رہا تھا۔ جگت کو یقین تھا کہ اُس میں مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں۔

”تم دیر نہیں تو کون ہو.....؟“ اُس کی آواز چٹ گئی۔ جواب نہ ملا تو وہ اُس کے قریب نہ  
 غصے سے بولا۔ ”تم کون ہو.....؟“ دھڑلے دھڑلے سر اٹھا۔ دیر کو دیکھنے کے لئے تڑپا؟  
 آنکھیں جیسے انداز میں اُسے دیکھنے لگیں۔ اُسے آنسوؤں سے بھرا ہوا چہرہ دکھائی دیا۔ وہ با  
 دیر دیکھنے کی مگر دیر نہیں تھی۔ جگت کے ہاتھ سے چارخ چھٹا گیا اور گردن تاریک ہو گیا۔  
 کا خون جوش مارنے لگا۔ بیٹ میں لگی ہوئی پستول کی جانب ہاتھ بڑھا تو وہ بولی۔  
 ”میں دیر کی نہیں دھنوں ہوں۔“ ابھی اُس کا رونا جا رہی تھا۔  
 ”پھر وہ کہاں ہے؟“  
 ”کے معلوم؟“ بولی اور یہ سن کر جگت کی مٹیاں کئے گئیں۔ اُس کے ذہن پر شیطانی  
 ہو گیا تھا۔ ”مجھے نہیں معلوم.....“ اندھیرے میں اُس کا چہرہ نظر نہیں آ رہا تھا۔ ”میں کچھ نہیں جانتی  
 ”کے دیر کا کچھ ہے؟ کون جانتا ہے؟“ جگت غصے سے ٹپک پٹا رہا تھا۔ اگر اُس کے جا  
 عورت کی بجائے مرد ہوتا تو اُس کے ہاتھ نرنگ نہکے۔  
 ”میرے باپ کو پتہ چلے گا۔“ انہوں نے کسی کو نہیں بتایا۔ ”یہ کہہ کر دھنوں پھر روئے گی۔“  
 ”اب رونا بند بھی کر دو گی؟“ جگت غصے میں بولا۔ ”دیر کی شادی کی بات غلط ہے؟“  
 اُس کا رونا ختم کیا۔ ”بناوٹ ہے۔ سب غلط ہے۔ تم یہاں کیوں آئے؟“ اس سے پہلے  
 پوری بات کرنا ہو گئی تھی۔ جگت چونک گیا۔ ”مجھے یقیناً کوئی تھا کوئی اور یہی منزل چڑھ رہا  
 جگت نے پستول ہاتھ میں ختم کیا۔ دھنوں بھرا ہٹ میں بولی۔ ”پوچھیں۔ تم یہاں جاؤ۔“  
 جگت بھڑکی۔ ”میرے نام سے مجھے پھنسا لیا گیا ہے۔“ وہ دروازے کی جانب بیٹھنا چاہا  
 مگر دھنوں نے اُس کا ہاتھ پکڑ لیا۔  
 ”وہاں سے نہیں۔“ یہ کہہ کر کھول کر چھٹ پڑ۔  
 ”کمرے کا بند دروازہ کسی نے دھکیلا۔“ مگر کھانکھیں۔ جگت ملی بھر خاموش رہا۔ پستول میز  
 راویڑ تھے۔ متاقلہ کرنے میں جان کا خطرہ تھا۔ ممکن ہے جس طرح دھنوں کی ہے اس طرح فر  
 موقوف مل جائے۔ دروازے پر ضربیں پڑنے لگیں۔ دھنوں نے جواب دیا۔ ”کوئی نہیں ہوں۔“  
 کھول کر جگت چھٹ پڑ چڑھ گیا۔ نہ کرتی ہوئی گولی اُس کے قریب سے گر کر دروازے سے ٹکرا  
 جگت کا دل دھڑک اٹھا۔ باہر راستے پر پولیس اُس کا انتظار کر رہی تھی۔ پھر..... مجھے چاہا خلد  
 سے خالی نہیں تھا۔ وہ ٹھنکوں سے ٹھس کر رہا تھا۔ جگت کے کمرے کے قریب ایک کھانکھیں۔ جگت  
 سے پورا غلط جاگ اٹھا۔ شور ہوئے گا۔ جگت نے دھنوں کو دالے میں کانٹا کی پست تریب  
 وہاں ایک دوا ڈی رہا تھے نظر آئے۔ یہ اچھا موقع ہے۔ پولیس کو فائر کا موقع نہ دینا تو  
 میں شامل ہو جانا چاہئے۔ بجلی کی تیزی سے اُس نے دوسری چھٹ پڑ جگت لگائی۔ اس با  
 پولیس کا فائر خالی گیا۔ شور اُڑ رہا تھا۔ اب اور جس جگہ برابر دالی چھٹ پڑ گیا تھا۔ اس نے جگ  
 تیرے مکان کی پست تریب سے جگت لگے دیکھا۔ اندھیرے میں نکلتا دیا۔ گولی جگت کی بائیں ٹانگ  
 دان کو پھنسی ہوئی تھی۔ جگت کو گھرا کر پست تریب سے گرم گرم خون اُبل پڑا۔ مگر وہ  
 کئے بغیر اُٹھ کر دروازے پر چھٹا کر مکان برابر برابر تھے۔ جگت بائیں ٹانگہ کی پست تک پہنچی

ایک دیر میں سارا غلط شور سے گونج اٹھا۔ ”جگا ڈاکو۔ جگا ڈاکو۔“ کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔  
 پولیس وارننگ دے رہی تھی۔ ”کوئی راستے یا چھٹ پڑ نظر نہیں آئے گا۔ ورنہ گولی مار دی جائے  
 گی۔“ سانسے گردوارے کا بیڑا نظر آ رہا تھا۔ درمیان میں ایک مکان کی آڑھی مگر بڑے میں شدید  
 ادا تھا۔ سر پر بندھا ہوا کپڑا اُس نے دھڑلے دھڑلے سے کس دیا۔ اس عرصے میں دھنوں فائر  
 دے۔ جگت بھڑکیا کہ پولیس آچلی ہے۔ اندھیرا اُس کی موافقت میں تھا۔ اب اگر ہٹ کر کے  
 غمیل جائے تو فرائد کا موقع تھا۔ وہ بھڑکیا جگت پڑ گیا۔ گردوارے سانسے نظر آ رہا تھا۔ وہاں کو دجانے  
 کے بعد راستے کی امید تھی۔ اُس نے اُس پاس دیکھا۔ پولیس نظر نہیں آئی۔ ”کہاں کیا۔ کہاں  
 ”کہا؟“ کا شور سنائی دے رہا تھا۔ جگت کے کنارے کھڑے ہو کر اُس نے جگت لگائی مگر  
 گردوارے کی چھٹ کو دھنوں نے چھٹا کر کھینچ لیا۔ وہ کس پر کھڑا تھا؟ یہ سمجھ میں نہیں آیا۔  
 گھر اُس کے کرنے کی آواز نہیں ہوئی۔ پھر کوئی اُس پر گرا..... اس کی آنکھوں میں اندھیرا چھٹا گیا۔ وہ  
 پہنچی محسوس کرنے لگا اور بیٹھ ہو گیا۔!

”جگا فرار ہو گیا.....“  
 ”نہیں وہ گاؤں میں چھپ گیا ہے۔ جانے گا کہاں؟“  
 ”ہاں بھی۔“ فرار ہونے کا اُسے موقع ہی نہیں ملا تھا۔ سارا غلط پولیس نے گھیر لیا تھا۔ اور سارا  
 گاؤں جاگ اٹھا تھا۔ کسی نے اُسے فرار ہوتے نہیں دیکھا۔  
 مگر جیسے کی جگہ ہو؟ پولیس محلے کے ایک ایک مکان کی تلاش لے رہی ہے۔ کہتے ہیں اُس  
 کے گھر میں کوئی لگی اور کوئی بھاگ گئی۔  
 ”بھئی جگت ہو۔ یہہر حال میں ہم لوگوں کی جان بچا لیتی۔“ گولیاں ایسے چل رہی تھیں کہ ان کی چھٹ  
 لگتا آئے والا ڈھیر ہو جاتا۔  
 ”ڈاکو کو پکڑنے کے لئے پولیس بیٹوں میں کیوں سو رہے جانتی ہے؟ وہ دروازہ کی کی عورت  
 ہٹ سے تھی۔ بیٹاری نور ادا ہٹ ہو گئی۔ ”آٹھویں ماہی ہو گیا۔“  
 ”جگا یہاں کیوں آیا تھا؟ کیا یہ وہاں کا اغوا کرنے کے لئے؟ تم یہ تو فہم مجھے۔ شادی کی بات  
 صرف دھڑک تھا۔“

”میں اُٹھ آیا میں صبح ہوئے تھے بجلی باقی باقی ہوتی رہی۔ اور جن سنگھ راج دتا ہ تھا۔ کہاں  
 تب ہو گیا؟ اُسے کس نے سمجھا؟ اُس کے دماغ کی عجیب حالت تھی۔ اتنی احتیاط کے باوجود  
 اُس کے ہاتھ سے تپ کا پتہ نظر کیا تھا۔ اُس کی بدولت سے باہر تھا۔ محلے محلے پولیس کھانکھیں  
 دے رہی تھی۔ وہ خود بار بار اُن چار پانچ کالوں کے گرد پھرکا رہا تھا۔ جس جس چھٹ سے جگا کو اٹھا  
 ان پستولوں کو چھٹ کیا گیا۔ خون کے نشان بھی درمیان میں نہک گئے تھے۔ گردوارے میں جگا کا  
 دالہ لگن نہیں تھا۔ وہاں پولیس کی چھٹاؤ تھی ہوئی تھی۔ کئی گاؤں کے لوگوں کو شک نہ ہوا اس لئے  
 پولیس پھار پوں کے قافلے کی شکل میں وہاں ٹھہری تھی۔ گردوارے میں جیسے کی کشش کرنے کا  
 مطلب جیسے چاہا تھا۔ ظاہر ہوتے ہوئے سورج کی روشنی میں اور جن سنگھ کے گردوارے کی پست

لا لئے سے خود ہماری سکی ہوتی ہے۔" یہ کہتے ہوئے ارجن میں نظر بھر کھان پر گئی۔ "میں  
 لاہ تھا کہ میں ایک بیٹیس ہے میرا تاتا بڑا کھاس کا ڈھیر کیوں؟"  
 "یہ کیوں کہ بات ہوئی؟" کلہ پ نے کہا۔ "جنگ ہو رہی ہے اس لئے سال بھر  
 آؤ کہ میں کوئی بے گناہ نہیں ہوں۔" جگمگاتی ہیں۔ "مگر کوئی کی کوٹھری کی جانب اشارہ کر کے  
 لاہ۔" اس میں اتنا اور لڑکی بھی بھر گئی ہے۔"  
 ارجن سمجھنے سے محسوس کیا کہ ایسی فالتو باتوں کی بجائے کوئی بھی بات سننے کو ملے تو حیرت  
 آئے۔ "آپ کہ میں تنہا ہی محسوس کرتی ہوں کی؟ مگر کون تو جگمگاتے ہوئے سے پہلے واپس نہیں  
 جاتے۔"

کلہ پ نے محسوس کیا کہ اب وہ اٹھ جائے تو بہتر ہے۔ مگر کھ کی یاد آتے ہی اسے خوف کی  
 بنا محسوس ہوئی مگر اسے جواب دینے کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی۔ دروازے پر گاؤں کا  
 دیر نظر آیا۔ وہ جلدی سے اندر داخل ہو گیا۔ "صاحب! چنگ کی کوٹھری میں لگی ہے۔"  
 ارجن سمجھ گیا۔ "اچھا؟" کہتا ہوا اندر بھاڑا۔

"میرا دالے گاؤں میں پڑی گئی ہے۔"  
 "مگر تو زخمی چنگ واد چمپا ہوا ہے۔" یہ کہتا ہوا ارجن سمجھ بنا ہل گیا۔ جی کی شوکر سے چائے کا  
 لپک زور مگر کھٹ گیا۔

"صاحب! امبارو دھکی دھکیں کے کھر بھی چکر لگا آنا تاکہ میں گاؤں کی عورتوں کے طعنے نہ  
 لے چوں۔" کلہ پ نے بلند آواز میں کہا جس سے پڑوسوں کے کان تک اس کی آواز پہنچ  
 ائے۔ ارجن سمجھ کے جانے کے بعد اس نے بلند آواز میں دروازہ بند کر دیا۔

رو کی شدت سے بھارہ بھرتے ہوئے جگت سے پہلو ہارنے کے لئے سر اٹھایا محض تکلیف  
 پہنچے سے پہلی سی چیخ مار کر پڑا۔ اب آگ میں کھولنے کی کوشش کی مگر گھٹیں پیٹے بہن کن بھری محسوس  
 آئی۔ وہ زمین میں کچھ حرکت ہوئی، جسم کو جھکا سا لگا۔ غمبے سے ہوش میں اسے محسوس ہوا کہ وہ کودتے  
 رہے مگر اور آگ میں اسے اندر چرچا گیا۔ یہ سب یاد آنے کے بعد آگ میں کھولنے کی کوشش زور کر  
 لی۔ مگر جی جھٹ نہ ہوئی۔ آگ میں اس کے سامنے تیل کی کوٹھری پاؤں میں نظر آئے گی۔ اس بات  
 اسے یقین ہو چکا تھا۔ آخر ارجن سمجھ کا خوش چہرہ دیکھنے کی جلدی کیا ہے؟ اس کے سر پر سی  
 آؤ کوٹھنے لگا۔ پڑا نرم آگ تھا۔ پہلی آنکھ کھان میں خالی رہی۔ تو یہ تو کسی عورت کے گلن کی آواز  
 کی۔ جلدی سے گلن کھل گئیں۔ پہلے سے وہ منظر نظر آیا۔

"تم کون ہو؟" وہ بھٹک گیا۔  
 "شوکر ہے۔" عورت کی اطمینان بھری آواز سنائی دی۔ "ہوش آنے میں کتنی دیر ہو گئی۔ میں  
 بھرا گئی تھی۔" شوکر نے پانچ بھیر کی بولی بولی۔ "میرے دیر کیسے ہیں؟"  
 کھت اب بھی اسے بچپان کی یاد آ رہی تھی۔ اسے کہاں دیکھا تھا؟ یہ یاد آگیاں آ رہا تھا۔  
 "آپ آپ کون ہیں؟"

کے کنارے پر کھ کے ہر کانٹا دیکھا۔ کچھ دور خوں کا ایک قطرہ بھی نظر آیا۔ رات قانون یا  
 کی روشنی میں انھیں یہ کیوں نظر نہ آیا؟ وہ ضرور گردوارے تک آیا تھا۔ مگر آگ کوئی نشان نہیں  
 وہ چکر بھرا ہوا گیا۔ "کمال ہے۔" کھت نہ جانے کہاں غائب ہو گیا؟ وہ بڑبڑایا۔ گردوارہ  
 پشت پر دو مکانوں کے کھ گئے۔ گاؤں کے ہندو جگمگاتے گاؤں کا دوسرا دور دوسرے مکان میں  
 کھ کر کھ کر رہتا تھا۔ دونوں کی ایک جگت تھی۔ دونوں مکانوں کے درمیان کا علاقہ ایک  
 دونوں سرکاری ملازم تھے۔ ایک قانون کا دوسرا فوجی ڈیپارٹمنٹ کا ملازم تھا۔ ان مکانوں میں  
 کو چھپنے کا سوچ لی ہی نہیں ہو سکتا تھا۔ جج ڈسٹرکٹ کورٹ میں حاضری کی غرض سے بیٹھے میں پانچ  
 گاؤں سے باہر رہتا تھا۔ مگر کھ فوج سے پہلی لٹی تو چھ ماہ میں ایک ہفتہ یا چھ دن کے  
 آئے۔ جج کے کھر میں اس کی بیوی کے علاوہ زمین بیٹھے تھے۔ مگر کھ کی بیوی اکیلی تھی۔

"بھائی جان! وہاں کھڑے کیا سوچ رہے ہیں؟" وائس چاب کے برآمدے میں سے  
 گنگہ کی بیوی نے پکارا۔ "نصف شب سے دوڑ بھاگ اور خوں پانی کر رہے ہیں۔ تھوڑا آرام کر  
 تازی کی تیار ہے۔ دو پیالے پی لی! آگ تازی محسوس ہو گی۔"

اوپر کھڑا ہوا ارجن سمجھ اس جھان صورت کو جس نظر سے دیکھنے لگا۔ گاؤں کے  
 پولیس کو بدنام کر رہے تھے اور یہ عورت ہر روز دیکھا رہی تھی۔ کچھ دیر بعد اسے خیال آیا کہ وہ  
 کے سامنے اچھوں کی طرح کھڑا ہوا ہے۔

"بھائی جان! میں انھیں بھر جائے جی۔" آپ چلایا جلائی۔ میں اس کی آواز  
 ارجن سمجھ گیا کہ دروازہ کھلا ہوا تھا اور ان میں چار پانی چھی ہو گئی تھی۔ وہ سمجھ گیا کہ عورت  
 ہے۔ اپنے شوکر کی غیر حاضری میں پرانا رو کھر میں ہو، اس صورت میں دروازے سے ہند نہیں  
 چائیں۔ اور اسے ممکن حد تک انھن سے آگے بڑھنے نہیں دینا چاہیے۔

وہ چار پانی پر بٹھا اسی لئے وہ اندر سے چائے کے کر آئی۔ "اے بھائی جان! جیئی کم  
 کہنا۔" جج فوج میں داخلے کے بعد اب چائے پانا سکی ہوں۔"

"مگر کھ گنگہ کی کھر ہے بھائی؟" ارجن سمجھنے کے کپ لیں سے لگاتے ہوئے پوچھا۔ مگر  
 چائے سے زبان مل گئی تھی۔ اس نے سمجھنے سے کب نکلیا۔ اس نے آگ میں کا جا رہا تھا۔ ایک کوٹے  
 کھاس کے ڈھیر پر اس کی نظریں جم گئیں۔

"کیا دیکھ رہے ہو بھائی جان؟" مگر کھ کی بیوی نے اسے چونکایا۔ "کیا آپ یہ سوچ رہے  
 کہ گھاس کے ڈھیر میں آپ کا ڈاکو چھپا ہوا؟"

"ارے ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟" ارجن سمجھنے سے چائے کا گھونٹ پیے ہوئے اس کو کن آگیا  
 نہ دیکھا۔ "ایسا سمجھتا تو آپ کے کھر کی بھی تلاش لیتا۔"

"آپ تلاش نہیں لیتے آئے۔ مگر میں نے تو پایا۔" یہ کہہ کر وہ مسکرائی۔ "میں کی عورتوں کو  
 پر بحث کر رہی تھی کہ پولیس نے سب کے کھر کی تلاشیں لیں مگر کلہ پ اب بھی کے کھر  
 دروازے سے کھ نہیں ہاتے۔"

"یہ تو عورتوں کی عادت ہے۔" مگر وہ کب بچے رکھتا ہوا ہوا۔ "مگر کھ ملازمین کے مکان

اُمیں میں لڑتی ہوئی کھڑی رہی۔ پھر قاتل میرے دل پر دم لگا رہا تھا۔ بڑا شور مچا رہا تھا۔ میں نہ نالوں پر ہاتھ رکھ کر آنکھیں بند کئے کھڑی رہی۔ پھر زبردست دھماکہ مچا ہوا تھا۔ گھاس کا ذخیرہ لپکا۔ میں چند لمحوں میں آنکھیں پھاڑنے کھڑی رہی، گھاس کے پھٹنے سے آپ کا ترچا ہوا ہاتھ بلند ہو گیا۔ میں بے حس و حرکت کھڑی دیکھتی رہی۔ مگر جب خون کی دھار پر نظر پڑی تو نہ جانے کس نے مجھ میں ہمت پیدا ہوئی۔ میں پولیس کی پردہ آنے لگی۔ پھر آپ کو بچانے کے لئے دوئی۔

”میں اس لیے کے لڑی، پھر بولی۔“ باہر دوڑ دو سوچ اور شور مچا رہا تھا۔ پھر اس کے بعد جو دھماکہ مچا، وہاں میرا سانس بند ہو گیا۔

”کیا ہوا؟“ ”جنت ہے پوچھا۔“

”میں نے قاتل کی روشنی کو گم کر کے اندھیرے میں گھاس کو آپ کے اوپر سے پٹا دیا۔ آپ کو امداد ملنا پھر کمالیائی نہیں ہوئی۔ میری ہی آنکھیں بند ہو گئیں۔ پولیس کی آمد سے چند لمحوں کے بعد آپ کو لے کر اندر کر لیا جاتا ہے تھا۔ مگر میں ابلیسی کی آپ کو کس طرح اٹھا سکتی تھی؟“

”میں بھی ابلیس میں ہوں۔“ ”جنت ہے مسکرا کر کہا۔“ ”مجھے اٹھانے کے لئے تمہارے جیسی دو آدمی چاہئیں۔“

”میں نے پتھریل آپ کو چار پائی تک لے جا کر لٹا دیا۔ مگر چار پائی کو بلانے میں مجھے پیسے ملے تھے۔ بہت دیر لڑا، پھر کچھ نہ دیکھی۔ میں پریشان ہو رہی تھی۔ درمیان میں ڈانچ کی روشنیاں آگیاں تھیں۔ چھوٹے پردوں کو دھوپ ہو رہی تھی۔ اسی لمحے میں گھاس کا خال آیا۔ فوراً ہی چار پائی اٹھی سے روشنی میں بیٹھیں چار پائی بچ گئی۔ جب میں نے اطمینان کی سانس لی۔ پھر ابلیسی کی آنکھیں کھلیں۔ میں کو دوبارہ ہاتھ کر کے دروازے بند کر کے آپ کو پتھریل کھڑی میں لٹا دیا۔

”جنت کی آنکھیں کھلیں۔“ ”جنت کی آنکھیں کھلیں۔“ ”جنت کی آنکھیں کھلیں۔“ ”جنت کی آنکھیں کھلیں۔“

”جنت کی آنکھیں کھلیں۔“ ”جنت کی آنکھیں کھلیں۔“ ”جنت کی آنکھیں کھلیں۔“ ”جنت کی آنکھیں کھلیں۔“

”جنت کی آنکھیں کھلیں۔“ ”جنت کی آنکھیں کھلیں۔“ ”جنت کی آنکھیں کھلیں۔“ ”جنت کی آنکھیں کھلیں۔“

”جنت کی آنکھیں کھلیں۔“ ”جنت کی آنکھیں کھلیں۔“ ”جنت کی آنکھیں کھلیں۔“ ”جنت کی آنکھیں کھلیں۔“

”جنت کی آنکھیں کھلیں۔“ ”جنت کی آنکھیں کھلیں۔“ ”جنت کی آنکھیں کھلیں۔“ ”جنت کی آنکھیں کھلیں۔“

”جنت کی آنکھیں کھلیں۔“ ”جنت کی آنکھیں کھلیں۔“ ”جنت کی آنکھیں کھلیں۔“ ”جنت کی آنکھیں کھلیں۔“

”جنت کی آنکھیں کھلیں۔“ ”جنت کی آنکھیں کھلیں۔“ ”جنت کی آنکھیں کھلیں۔“ ”جنت کی آنکھیں کھلیں۔“

”جنت کی آنکھیں کھلیں۔“ ”جنت کی آنکھیں کھلیں۔“ ”جنت کی آنکھیں کھلیں۔“ ”جنت کی آنکھیں کھلیں۔“

”جنت کی آنکھیں کھلیں۔“ ”جنت کی آنکھیں کھلیں۔“ ”جنت کی آنکھیں کھلیں۔“ ”جنت کی آنکھیں کھلیں۔“

”جنت کی آنکھیں کھلیں۔“ ”جنت کی آنکھیں کھلیں۔“ ”جنت کی آنکھیں کھلیں۔“ ”جنت کی آنکھیں کھلیں۔“

”جنت کی آنکھیں کھلیں۔“ ”جنت کی آنکھیں کھلیں۔“ ”جنت کی آنکھیں کھلیں۔“ ”جنت کی آنکھیں کھلیں۔“

”جنت کی آنکھیں کھلیں۔“ ”جنت کی آنکھیں کھلیں۔“ ”جنت کی آنکھیں کھلیں۔“ ”جنت کی آنکھیں کھلیں۔“

”جنت کی آنکھیں کھلیں۔“ ”جنت کی آنکھیں کھلیں۔“ ”جنت کی آنکھیں کھلیں۔“ ”جنت کی آنکھیں کھلیں۔“

”جنت کی آنکھیں کھلیں۔“ ”جنت کی آنکھیں کھلیں۔“ ”جنت کی آنکھیں کھلیں۔“ ”جنت کی آنکھیں کھلیں۔“

”جنت کی آنکھیں کھلیں۔“ ”جنت کی آنکھیں کھلیں۔“ ”جنت کی آنکھیں کھلیں۔“ ”جنت کی آنکھیں کھلیں۔“

”جنت کی آنکھیں کھلیں۔“ ”جنت کی آنکھیں کھلیں۔“ ”جنت کی آنکھیں کھلیں۔“ ”جنت کی آنکھیں کھلیں۔“

”جنت کی آنکھیں کھلیں۔“ ”جنت کی آنکھیں کھلیں۔“ ”جنت کی آنکھیں کھلیں۔“ ”جنت کی آنکھیں کھلیں۔“

”جنت کی آنکھیں کھلیں۔“ ”جنت کی آنکھیں کھلیں۔“ ”جنت کی آنکھیں کھلیں۔“ ”جنت کی آنکھیں کھلیں۔“

”جنت کی آنکھیں کھلیں۔“ ”جنت کی آنکھیں کھلیں۔“ ”جنت کی آنکھیں کھلیں۔“ ”جنت کی آنکھیں کھلیں۔“



دوسرے میں جا کر پوجا پناہ کرتی۔ بڑوں کے ہاں بیٹھ کر کھب لگاتی، تا اس کے گھر میں باپ  
 کی حاضری نہ ہو اور کسی کو شک نہ پڑے۔ اس کی غیر حاضری میں بھت کرے میں لاشی کے  
 دے چلا۔ چوتھے دن اس کی نظر بھی پڑی۔ اس کے ذہن میں روشنی ہو گئی۔ حالانکہ وہ اپنے  
 دل سے کچھ دیر تک کھینکا اور لیکن اس کے علاوہ کوئی چارہ نہ تھا۔ اگر زندگی کو خطرہ نہ درپیش ہو تو  
 ان دنوں میں جس طرح کو آزمائش کر سکتا ہے۔ بھت کے دل کو سمجھا یا شاید بھت کھلے کو بھی ایسا ہی کرنا  
 تھا۔ وہ کھانا کھا کر کھلے پ کے سونے کا انتظار کرتا رہا۔ پھر فاقہ کی روشنی بڑھا کر ماسنے  
 اور آئینہ دکھ کر ہاتھ میں چلی اٹھائی۔ پہلے ہاتھ رکھ دیا۔ کبھی ہر تک لے جاتے ہوئے وہ پیسے  
 ہاں لگاتی۔ اس نے دل میں کہہ کر گوندھنے کا نام لے کر بڑوں کی حاضری چاہی، پھر بیڑی سے  
 اٹھ چلی گئی۔ اس نے دل میں کچھ کچھ کا ڈیر کیا۔ بیٹھ کر پوجا کر لی۔ پھر اپنے باپ  
 کی ایک آگے تھے۔ اس کا چہرہ بدلا ہوا نظر آئے گا۔ کسی کو بھی اس نے اپنی گھٹن محسوس نہیں  
 لگی۔ گھر سے وہ پال بچ کر کے اس نے گھڑی باندھی۔ پھر نصف گھنٹے تک خاموش رہا۔

مباح کے طور پر ہوتے ہوئے سورج کی پہلی کرن نے ابھی زمین کو چوا تھا کہ ارجمت عظمیٰ کے ماتے نے اُسے بیدار کر دیا۔ اُسے صرف دو گھنٹے پہلے سونا غلبہ ہوا تھا مگر یہ کرن ہی آفت آگئی؟  
 نہ نہ جلائے ہوئے لکچر میں کہا۔ ”کیا ہے؟“ ٹھوڑی دیر سوئے دو گھنٹہ چنگاے فیہ حرام کر دی

”نہیں صاحب..... اب اس کی موت قریب ہے۔“ اس کے ماتحت نے کہا۔ ”جگاڑ کھ سٹھ

[illegible]

اب راجن سنگھ کو ہیرا ہو گیا۔ "ڈاکٹر نے؟" کرسکس طرح شک ہوا؟  
 "وہ کہہ رہے تھے کہ کلہاڑی سے ان کے کمرے کی کھڑکی تو چوری کھلی کہ ڈاکٹر صاحب اگولی کے دھم  
 پٹا لٹا گیا جانتا ہے؟" دین کر راجن سنگھ چار پائی سے کود پڑا۔  
 "خوارا اس کے مکان کے گرد گھبر اڑا اڑا دو۔۔۔!"

کھد پ بکت کے لئے پرائے بنادی گئی۔ اور جن سکھ نے طرے لہجے میں کہا۔ ”کیا مہمان کے ہاتھ تیار ہو رہے ہیں؟“ کھد پ کے ہاتھ سے پر اٹھا چوٹ نکلا اور چہرہ آتر گیا۔ اور جن سکھ تیز سے گھر کے کنوں کا جائزہ لے رہے تھے۔ کھد پ نے ہمیشگی کی سی۔

”آئے۔۔۔ آپ مہمان کسے؟“ میں ابھی براؤٹھے لا رہی تھی۔

”میں دوسرے مہمان کی بات کر رہا ہوں بھائی!“ ارجن سنگھ طنزیہ انداز میں ہنس کر بولا۔ پھر  
 دی کے دروازے کی جانب بڑھا۔ کلدیپ کا دل پیٹھ گیا وہ اسے روکنے کھڑی ہوئی عمر عقب

لوتا ہوتے ہوئے اجاگک عینکین ہو گیا۔  
 ”مگر کیلک ہے اتم نے یہ کیا کیا؟“ کرکھ فوج کا بھیر ہے۔ اور اس کے گھر میں ڈاکو آ مراد  
 تم نے کتنا ڈاڑھ گرم کیا ہے۔۔۔۔۔ اس کا کہیں احساس نہیں۔ بھائی کی جان بچانے کی خاطر تم نے  
 شوگر کی ملازمت بھی داؤد پر لگا دی۔ تمہارا یہ جرم جسے اب چھپے چھپا کر دوہ جھین بھی حقائق

”تو کیا میں اپنی نظر کے سامنے آپ کو گرفتار ہونے دوں؟ آپ کو کچھ ہو جاتا تو بیگوان کبھی معاف نہ کرتے۔“ کلمہ پیدہ جوش لہجہ میں بولی۔ ”پھر آپ کو یہاں چھپنا ہے یہ کئے ہوگا؟“

”بلکہ یہ! تم ارجن سنگھ کو نہیں جانتے۔ وہ نہ ہر بلا نقص مجھے گرفتار کرنے کے لئے زمین آ  
ایک کر دے گا۔ تم کہتے دن چھپائے رکھو گی؟“

”میں نے ارجمند سنگھ کی آنکھوں میں دھول جھونک دی ہے۔ صبح ہی اسے آنگن میں چلا کر آچلا چلی ہوں۔ یہ جانے کے باوجود کہ سرکاری ملازم اور پھر فوج کے عہدے دار کے گھر کی تلاش دوپہس آئے گا، اس کے دل سے شک و دود کرنے کی غرض سے میں نے خود اسے گھر کی تلاش کے لئے کہا۔ اس وقت تک آپ ہوش میں نہیں آئے تھے۔“

جگت نے اُسے بہت سمجھایا کہ آج رات وہ یہاں سے چلا جائے گا۔ مگر اُس نے قسم دے کر مجبور کر دیا۔ ”جب تک آپ ٹھیک نہ ہو جائیں میں آپ کو یہیں رکھوں گی۔ باہر کل کر آپ کا صلہ تک بھاگ نکلیں گے؟ پولیس کی دسترس سے بچ نہیں سکیں گے۔“

کلدھپ کی بات بھی سچ تھی۔ اس حالت میں وہ جینہ بھی نہیں سکتا تھا پھر بھاگنے کا سوال کہاں رہ جاتا تھا؟ پولیس کو چکر دینے کے لئے جسم کا ساتھ چاہئے۔ مگر جی اُس نے دل میں؟ کر لیا کہ وہ یہاں زیادہ دیر نہیں رُکے گا اور موقع ملے ہی بھاگ جائے گا۔

”ارے ہاں..... میرا پتول کہاں گیا؟“  
 کلدہ پ مسکرائی۔ ”اب یاد آیا آپ کو؟ مگر آپ بھول گئے، وہ آپ کی جیٹ میں نہیں تھا۔  
 نے اناج کے دو جھیلوں کے درمیان ہاتھ ڈال کر پتول نکال لیا۔ یہاں محفوظ کر دیا تھا۔“

پہتول ہاتھ میں آئے تھے جگت کا خیال اور مضبوط ہو گیا۔ اب فرار ہونے میں خطر کم ہو گیا۔  
سے بار بار کھدکے پچ سے سر پہنٹی ہوئی گولیوں کو نظر آرہی تھی۔ خطرے کی گھواں..... اُسے یقین تھا کہ  
کوٹھ نہیں ہوا۔ "میں نے جہیز میں تختہ بھجوا دیا تھا اس کے بارے میں سب جانتے ہیں۔ ممکن  
کی کو پرانی بات یاد آ جائے۔" لے گا جگت کی زبان پر چرخی کھینچے۔

مال بھرے رہے آئے ہیں۔ یہاں کوئی یہ بات نہیں جانتا۔“

لحکومت ہر سرس موافقت کر رہی تھی اس کا یقین ہونے کے بعد جت قرار ہونے کے را۔  
 بچن یا دوسرے سانچے اسے یہاں پہانے نہیں آسکتے تھے۔ کلد پ مینج و شام ا  
 کے ذمہ پر مہم بنی کر دیتی۔ تین وقت کھلاتی اور دن کا بڑا عرصہ گھر کے باہر گزار دیتی۔ خراب ہوا۔

”ارے بابا! اس اغیرے میں کہاں جا رہے ہو؟“ پولیس والے نے لافنی اٹھا کر اسے کھڑا

ارجن سنگے اچھے بخت کو گالیاں دیتا تھا وہاں پر گیا۔ اُس کے چاہے ہی کلد ہے تو کھڑی  
 ہٹا، اندر کوئی نہیں تھا۔ تاج کی دیواروں کے پیچھے دیکھا، وہاں بھی کسی نہیں تھا۔ کونے میں  
 ہوئی چوڑی پر نظر پڑی۔ وہ تیزی سے وہاں کی کھول رو دیکھا تو اندر ہال تھے۔ وہ بھگدی۔ اُس  
 آنکھوں سے مسرت سمجھتا اُس کو کہنے لگا۔ کچر ہر دل میں خوف محسوس ہوا۔  
 ”سبا دھڑک رہا تھا۔ کھل گیا۔“

[illegible]



”کیا.....؟“ اُچلانے جبریت سے پوچھا۔

”ماں جی سے کہنا انہوں نے ملاقات کے لئے مجھے اور بلایا ہے۔ جیسا کہ تمہارا منانے۔“  
 اچھا، ماں جی کی جانب بڑھنے کے لئے اٹھی، مگر چٹنل نے روک لیا۔ ”ابھی نہیں۔ میرے سر کے آنے کے بعد۔۔۔۔۔“

”بھڑے۔“ کہہ کر اٹھ بیٹھ گئے۔ بچپن نے اُس سے جو کچھ کیا تھا وہ کہنے کے لئے زبان سا تھک گیا تھا۔ وہی کبھی آخر تک کی۔ ”چلوں ہم بھی! جگت بھائی کا آج عمل درآ رہا ہو گیا ہے۔ بچن ٹھک کر رہے تھے کہ وہ پہلے پیسے نہیں رہے۔ آپ انہیں سنبھالنا۔ آپ جیسی عورت کے ہوتے تو وہ دیکھ کے اس طرح کیوں توڑ رہے ہیں؟“

چندوں کی آنکھیں سامنے تھیں۔ کچھ دیر چلنے کے بعد وہ یولی۔ آزاد بھرائی ہوئی جلی جی ہمارے سب کے صلیب خراب ہیں، بین انہیں تو میں اپنے اہل و عیال کو اس گھر میں لے آئی۔“ اسی کے بعد دروازہ کھلا۔ بات ادھر سے رہی۔ چند آنکھیں۔ سونگہ گھر میں آئے۔ ان کا پرہیزگار چہرہ ہوا تھا۔ وجہ پوچھنے کی تھی کہ کنہ ان کے پیچھے ارچن سنگھ دروازے میں داخل ہوا۔ آخری چارہ ہونے کے لئے گھر کی حفاظت لے چکا تھا۔ جب بھی اسی تھا، تمام چیزیں بکھیر دیتا۔ وہ بھی اسی چارہ ہونے کے لئے سب کی نیندیں خراب کر کے چلا جاتا۔ اسی وجہ سے اس کی اچانک آمد سب کو بخیر بخور کر دیا۔

”صاحب! آپ ہمارے پیچھے کیوں بڑے گئے ہیں؟“ جگت کے باپو نے جہن لیے میں بولے۔  
 ارجن کے پیچھے دو پاسبان کمرے ہوئے تھے۔ وہ حلقی کے لئے اندر جانے کا انتظار کر رہے  
 تھے۔ ”کیا کروں بزرگ!.....“ فرخرو کو درکار ہی پڑتا ہے۔ ارجن غم کے لیے کھڑے رہا۔ کاری خبی۔  
 ”تمہارا بیٹا ہمیں کتنا پریشان کر رہا ہے؟ آپ بے یلین پر وار کرنے سے بھی نہیں ہچکچاتا۔“  
 ”میں کس میں ہمارا کیا قصور؟ وہ یہاں کبھی نہیں آتا۔ لوٹ کال ہمارے گھر میں ہونے کی غلط  
 اطلاع پر، کس کیوں پریشان کیا گیا ہے؟“ سونن غم کے لیے کھڑے تھے۔ ”ہر بار خالی ہاتھ  
 آتے ہو۔“

”اس بار شاید خالی ہاتھ نہیں لوٹوں گا۔“ ارجن سنگھ برآمدے تک آگیا۔  
 ماں جی درمیان میں آگئیں۔ ”چیف صاحب! ہمیں پریشان کر کے آپ کو بہانہ چاہئے۔  
 کہیں ہمارا دل آہ لے رہے ہوں؟“

ارجن سنگھ کی آنکھیں کھل گئیں۔ ”ماں جی ایہ سوال اپنے بیٹے سے پوچھو! روز کتنے لوگوں کی آہ ہے۔“

”میرا بیٹا..... میرا بیٹا کے طعنے رہتے دو صاحب!“ ماں جی کا مزاج بگڑ گیا۔ ”اب وہ ہمارا بیٹا نہیں رہا۔“ چون کے دل پر ضرب لگی۔ براہ کھڑی ہوئی اُٹھا بھی ماں جی کے غصے سے لرز مٹی۔

”میں اس چوکٹ پر کبھی قدم نہیں رکھوں گا۔“ وہ کہتا۔

”جنت! میں دو دن پہلے آچلا سے ملا تھا۔ وہ تمہارے گھر رہتا جانے والی ہے۔ چمن بھائی  
کچھ بھیتا ہے؟“

”خیریت بیچ دینا!“ جلت بولا جیسے دلہا چاہتا ہو۔ مگر بچن کے لئے اتنا کافی تھا۔ اچھا، چہرہ  
بہا بھی سے ملنے جائے گی، اتنی اطوار دینا کافی تھی۔ باقی وہ خود منجھال لے گا۔

”آؤ بہن!۔۔۔ کس سے کام ہے؟“ ماں جی نے انجانی عورت کا استقبال کرتے ہوئے کہا ۱۱  
اُسے چار پائی پر بٹھایا۔ اچلا، بخت کی ماں کو غور سے دیکھ رہی تھی۔

”اوپر گئی ہوئی ہے۔“ ماں جی اب غور سے اُسے دیکھنے لگیں۔ چدن کو روک بھا بھی کہنے والا۔

عورت کون ہو سکتی ہے؟ اسے پہلے بھی سمجھیں دیکھا تھا۔ اچلا کا دل نوپری منزل پر جائے کو چاہا تھا وہ ضبط کر گئی۔

”اڑکی! میں نے تمہیں پہچانا نہیں۔“ ماں جی نے بے چہنچ لہجے میں کہا۔ ”آجکیس دھڑا ہوئے گی ہیں۔“

اور انجمن میں پڑھیں۔ اسی لئے چندن نے چچے کو کہنا شروع کیا کہ اچلا دو چار لمبے اُسے دیکھتی رہی، پھر مسکرایا۔ بولی۔ ”آپ ہی چندن بھابی ہیں؟“

”ارے..... یہ چرن کو بھی نہیں پہچانتی؟“ ماں جی بولا۔  
 ”میں نے آپ کو پہچانا نہیں.....“ چرن صرف اتنا بولی۔

”ہم پہلی بار مل رہے ہیں لہذا آپ کیسے پہچانیں گی؟“ اچلا پر اسرار لہجے میں یولی۔ ”وہ میرے ہی ہاں رہی تھیں..... دو دھماکے.....“ ہاں جی چونک گئیں۔ چندان بھی سمجھ گئی۔

”ادو، اب خیال آیا بھی..... آپ اچلا بہن چیں۔“ یہ کہہ کر وہ اچلا سے پٹ گئی۔ ماں جی ان کا اس طرح پٹ جانا کچھ احسا مطمئن نہیں ہوا۔ ورو کے لئے محبت رکھنے والی ماں جی کو اب آنکھ

کے نام سے بھی نفرت ہو گئی تھی جس کی وجہ سے جگت گھر چھوڑ گیا، نقل کیا، پھر ڈاکو بن گیا۔ ویر دکن  
پہچان دالی عورت کے لئے اُن کی نفرت جاگي۔ چننن اُحلا کو انور لے گئی۔ دونوں نے بہت کم

”بھئی کھنکھنے لگی۔ جگت کی بات سننے میں چند دن ایسی کم ہو گئی کہ چلہا جلائے گا ہوش نہ رہا۔“

”جنت بھائی تم سے ملے نہیں آئیں گے، تم ان سے ملے جاؤ گی۔“

”اللہ میں..... جہاں تھماری زمین ہے۔“ عجب کی عجب بات ہوئی کہ اُٹھ کر کہنے لگا۔ ”تو میرا

فلک بھی نہیں جائے گا اور جنت بھائی کے ساتھ تم وہاں کچھ دن اطمینان سے رہ سکو گی۔“



نظارہ کر دی ہوگی۔ ماما سے بھی لیے عرصے کے بعد ملاقات ہوگی۔ ریزے میں بیٹا جنت انہی  
 لمبات میں غلطی تھا۔ سامان میں ایک تھیلا تھا جس میں دوڑے کپڑے، آٹو بیگ کن اور  
 ڈاکو کی بھرے ہوئے تھے۔ ریزے میں دوسری پانچ سواریاں تھیں۔ دو ایک گورنمنٹ آن میں شامل  
 تھیں۔ راجستھان کے لوگ اس کے نام سے انجان نہیں ہوں گے یہ بات جنت جانتا تھا۔ سکون  
 کی آکڑی بھی بڑی تھی۔ دوسروں کی نظر سے بچنے کی خاطر جنت باہر درگاہ پر تھا۔  
 ”تھیں کہاں جانا ہے جرات؟“ اودیگر عرصے کے قتل نے تو بچا۔ جنت چونکا۔  
 ”شکر کے مندر والے کہتے پر۔“ جنت نے آدھا جواب دیا۔ گردہ پچان کیا۔  
 ”بڑا وہ شکر کے کہاں ہو؟“

”کی ہاں۔ اس کا دوست ہوں۔“ جنت نے سوچا یہ اچھا چمک گیا۔ ”دودھ کے لئے آتا ہوں۔“  
 ”پھر تو چمکا چکے ہو گے۔ وہ اس کا بھائی ہے۔“ اس نے کہا۔ جنت خائے میں آگیا۔  
 ”تاکہ اس میں خانا تھا اس سے زیادہ لوگ اس کے حلقے میں جاتے تھے۔“  
 ”جنت کہیں نہیں جاتا؟“ ہمارے خطاب میں ایک چھوٹا سا چمک گیا اس نام سے واقف ہے۔  
 ”ابلی زبان سے اپنی تحریف کرتے ہوئے جنت کوئی آگلی۔ پھر تو راتے ہر لوگوں کی زبانوں سے  
 ہمارے حلقے اچھی بری باتیں سننے کو نہیں۔ شکر کے مندر کے پاس ریزہ کا کھڑا ہو گیا۔ لہذا آزادی  
 کے ساتھ تھیلا شانے پر لا دے وہ ریزے سے باہر آگیا۔ ”ماما رام“ کا جواب بھی چپے پھر کر ہی  
 آیا۔  
 ”جنت کو زور سے آواز دیکھ کر ہزارہ سامنے آگیا۔ کیمت کے درمیان ایک دوسرے  
 سے لپٹ گئے۔  
 ”شام داخل تھی۔ میرا خیال تھا کہ آج بھی تم نہیں آؤ گے۔“ جنت سمجھ گیا کہ چندن اس سے  
 پہنچ چکی تھی۔

”چندن آئی ہے؟“ اودیگر کوئی بھی ساتھ ہے؟“  
 ”نہیں۔ لیکن آئی ہے۔“ یہ کہہ کر ہزارہ نے تھیلا اٹھا لیا۔ ”ارے۔۔۔ بہت سارا سامان  
 لائے ہو۔“ جنت ہزارہ کو تھیلا ماموں سے واپس لے لیا۔  
 دودھ سے انتظار کرتی ہوئی چندن فائوس تمام کر دوڑا رے میں کڑی تھی۔ اودیگر سے میں  
 آئے شہر کو دیکھ کر اس کا دل اچھلنے لگا۔ ماما ساتھ نہ ہوتے تو وہ دوڑ کر اس سے لپٹ جاتی۔ بیٹھے  
 ہوئے آدھ کے کوٹوں کو اس نے تنگ کر لیا۔ جنت قریب آیا۔ آنکھیں میں اور پیار کے پھول  
 پھرنے لگے۔

”آگئے۔۔۔ چندن خواہش کے باوجود کہ نہ سکی۔“ سب کا کیا حال ہے؟“ جنت بھی تو چوڑ  
 کا۔ خاموشی کے شوق میں انہوں نے ایک دوسرے سے بہت کچھ پوچھا۔ کھانا کھانے بیٹھے تب  
 ہزارہ نے بات شروع کی۔

”چندن کو میرے رہنے کا مسئلہ کر آئی ہے۔ تمہاری سرال میں ہی کوئی لڑکی ہے۔“  
 ”پھر تو جانے رشتہ۔“ جنت نے خوش ہو کر کہا۔

”اس کی گزرت کر ابھانے کا یہاں بال نہیں ہوگا۔“ ہزارہ نے اطمینان دلایا۔ ”جس  
 بہانے کیمت میں کام کرنے والوں کو چارون کی چھٹی دے دوں گا۔ لہذا ان کی حاضری نیکر  
 کی۔“ چندن نے اطمینان کی سانس لی۔

”میں نے بڑی بے چینی سے سفر کیا ہے۔ ممکن ہے کوئی مجھے دیکھ لے۔۔۔ بحر ملاو  
 بجائے زندگی بھر کی جدائی ہو جائے گی۔“ چندن کی آواز بھر مچی۔ ہر کوئی جانتا تھا کہ اب  
 گرفتاری ہونے کے بعد اسے کالے پانی سے کمر نہیں لے گی جہاں سے کوئی واپس نیکر  
 چندن کو رہا اس بے چینی نے ہزارہ کو ہوشیار کر دیا۔ اس کی خوشی اب اندیشوں میں گھر چکی تھی

○  
 اچلا کا پیغام جب بچن نے جنت کو بتایا تو وہ انکھن میں پڑ گیا کہ چندن کو رے ملے گا  
 چاہے کچھ نہیں؟ بچن اس کی آنکھیں سمجھ گیا۔

”جنت! تم ایک بار باہر بھی سے مل لو! اچلا کہہ رہی تھی کہ وہ بری طرح تحریک رہی  
 آنکھوں میں آنسوؤں کے ساتھ اس نے پیغام بھیجا ہے۔“

”جنت کو چندن کو رے کے بارے میں کب سے پتہ چلے گا۔“ اودیگر خبر لائی اچلا؟“  
 ”وہ جب تمہارے گھر میں بھی تو نہیں چپ تھا۔ ہمارے گھر کی حفاظت لینے آ گیا تھا۔“ ہزارہ  
 کر بولا۔ ”مجھے یقین ہے کہ وہ ارادہ کرے گا کہ وہ بھی ہوگا مگر تمہارے باپ نے اسے لے لیا تھا۔“

”جنت بچن کی طرف دیکھنے لگا۔ وہ کس طرح؟“  
 ”تمہیں عاقی کر دینے کی دستاویز دکھا کر۔“

”مجھے عاقی کر دیا؟“ جنت بھڑک گیا۔ اس کا چہرہ بدل گیا۔ بچن نے بات بدلنے کا  
 سے کہا۔ ”مگر ایسا نہیں ہے۔ پولیس کی پریشانی سے بچنے کے لئے کیا ہوگا کوئی باپ اپنے  
 اس طرح عاقی نہیں کر دیتا۔“

”ممکن ہے ایسا ہی ہو۔“ جنت ہماری لیے میں بولا۔ ”اب مجھے بتا کیسے میں بھی اُن  
 ہوتی ہوگی۔“ ہاتھ اٹھا کر اس نے بچن کو کچھ کہنے سے روک دیا۔ ”اپ دادا کی دشمنی کی خانا  
 بنا، اس وقت اس کو کفر ہو تھا۔ گردہ دیوہ سے کمر چھوڑا اس نے انہیں ایسا کرنا ٹھک گیا۔“  
 ”جنت! اپنا ذہن قابو میں رکھو۔ انہوں نے کوئی نللا بات نہیں کی۔ تم خود خواہ وہ ذہن پر  
 بن رہے ہو۔“

”جو کچھ بھی ہو، اسی وجہ سے مجھے چندن سے ملاقات کے لئے جانا پڑے گا۔ اُسے ہم  
 اب اس گھر میں نہیں رہنے دوں گا۔ اگر وہ میری عورت ہوگی تو میری بات مانے گی۔“ کا  
 آواز میں جوش تھا۔ بچن اب بچتا رہا تھا کہ عاقی کر دے والی بات اسے کیوں تادی؟ پھر مگر  
 چندن سے ملنے پر تیار تھا یہ سوچ کر اس کا بچتا دواہ کر رہا تھا۔

○  
 کیمت انیشن سے سات میل کے فاصلے پر تھا۔ گاڑی کو کچھ لینے تھی اس لئے شام ہو گیا  
 جلنے کے وقت وہ کیمت پر پہنچے لہذا اس کی نظر اس پر پڑی۔ چندن جو اس سے پہلے آگ

لہ دیکر کرم لہجے میں بولی۔ "شادی سے پہلے آپ نے ہی مجھ سے وطن لیا تھا کہ مجھے ماں اور باپ نہ مل سکتے تھے۔ اب آپ انہیں چھوڑ آئے گا کم دے رہے ہیں۔ ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟ ہمارے اہل ان کا اور کون ہے؟" چندن نے آنسوؤں سے جھٹ کو خاشاکوں میں ڈال دیا۔

چندی رات جھٹ کے اچانک کہا۔ "کل صبح میں روانہ ہو جاؤں گا۔" چندن نے دو دن مزید بے کسے کی گزارش کی مگر جھٹ نہ مانا۔ "میرا ذہن مجھے خطرے سے خبردار کر رہا ہے۔ میری بچی جس گھر میں ہے، اس گھر سے نکل جانے پر اس کا رہا ہے۔" مگر وہ چندن کے چہرے پر ہاتھ پھیرتا ہوا بولا۔ "مگر اس میں کوئی گھر کی بات نہیں۔ میں وہیشیاری سے نکل جاؤں گا۔"

دو رات چندن نے جاگ کر گزاری۔ لڑنے سے ہاتھوں سے اس نے سوتے ہوئے جھٹ کی لہجہ سے توجہ پر اتار لیا۔ پہلی بار شہر کے خلاف یہ گزارش کرتے ہوئے اس کا دل بہت زور سے دھڑکا مگر جب جھٹ اس نے جھٹ سے بھرا ہوا غصہ تھا تو چندن نے سکون کی سانس لی اور کوج کا اثر اب کم ہونے لگا ہے۔

○

دہلی سے ریلوے اسٹیشن پر درجن سگے سے پولیس پارٹی کے ساتھ چڑا ڈالا ہوا تھا۔ وہ دونوں سے انتظار کر رہا تھا۔ اس کا انتظار چندن کو کا قاضی کرتا ہوا الزبتھ گیا تھا۔ دوسرے دن اس راجت کو آتے دیکھ کر ذرا پولیس چیف کو پیغام بھیج دیا۔ "جلدی آجائیں!"

ارجن سگھ کے لئے چنگ کی گرفتاری میں اس رجسٹریشن کی پولیس کی مدد بھی ضروری تھی۔ ممکن ہے اس کی جگہ جگے اور چکا فرار ہو جائے۔ اس کے علاوہ چنگ کی گرفتاری کے کارنامے میں دوسرے کو اس کی گرفتاری کے اچھا نہیں لگتا۔ اسے سال سے وہی کارنامہ انجام دینے کے لئے کئی تکلیف اٹھانا پڑی تھی۔ بار چنگ نے خود کو قانون کے سبز دھاریا تو اسے بھی عزت ملی تھی کہ وہ بھی سوچ کر پولیس پارٹی کے ساتھ دہلی پہنچ گیا۔ اور سے دہلی آئی ہوئی اور دہلی ہے اور ہور جانے والی گاڑیوں پر سوار ہوتے دہلی سے مسافروں کی سخت گھرائی کی جا رہی تھی۔

"کئی بھی شخص تہا رہی نظروں کے باہر نہیں رہتا چاہے۔ یہاں تک کہ بڑے پیش عورتوں پر بھی غور نظر کرنا ممکن ہے اس طرح وہ فرار ہو جائے۔" ارجن سگھ کی سخت ہدایت تھی۔

چنگ کو گرفتار کرنے کی خواہش تھی ارجن سگھ کو گھبراہٹ تھی، اس کی اس کی بے چینی بھی بڑی ہوئی تھی۔ انگوں مسافروں کے درمیان چنگ کو پھینکا خطرے سے خالی نہیں تھا۔ فائرنگ ہو اور یہ گناہ لوگ اے جائیں، ایک مجرم کو گرفتار کرنے کے لئے ایسا خطرہ کس طرح مول لیا جاسکتا تھا؟ یہی وجہ تھی کہ پولیس نے لاہور تک چنگ کا قاضی کرنے کا منصوبہ تیار کر لیا تھا۔ دوسرے دن وہ پھر انتظار سے گزارا دیا۔ "وہ کیا لاہور کی گاڑی میں بیٹھا ہے۔" ارجن سگھ کے جسم کے بال کھڑے ہوئے۔ جس لمحے کا اسے شدت سے انتظار تھا وہ آ گیا۔ وہ فوراً ہی وہیشیاری ہو گیا۔

"اس کے پاس بھتیجا کیا ہے؟"

"بھتیجا کئی نہیں دیا۔ ممکن ہے تھیلے میں ہو۔"

"جو سوچ کر ارجن سگھ نے کہا۔" تم میں آدی سادے لباس میں اس کی بچی میں ستر کرنا،

"میں نے رشتے سے انکار کر دیا ہے۔" ہزارہ نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔ "میں نے فیصلہ کیا کہ جب تک تم گھر میں نہ نہیں رکھو گے، میں رشتہ نہیں کروں گا۔"

مزید کہتا ہوا الزبتھ کے ہاتھ میں رو لیا۔ وہ ہزارہ کو کچھ گورو سے دیکھنے کے بعد بولا۔ "اما! تم غلط فہم کر رہے ہو۔ ویسے بھی اب میں گھر جانے کے قابل نہیں رہا۔ پولیس کا دہلیا بہرہ ہے۔"

"یہ بہانہ نہیں چلے گا بھائی۔ ایک بار سوچو دیکھ کر دو صنف کے لئے جا کر چہرہ دکھاؤ۔ یہ دیکھ کر ماں جی کا دل خوش ہو جائے گا۔"

"وہ میری ماں ہیں۔ مگر میں ان کا بیٹا نہیں رہا۔" جھٹ نے تھیلے لہجے میں کہا۔ "تم کو چنانے عاقبت کرنے والی بات نہیں بتائی شاید۔"

پراسٹے ہوئی چندن کی انھیں کی پوری جمل گئی۔ وہ اچھی اور قریب جا کر بولی۔ "کو کے ایک گھر سے ماں باپ اور بچے کا رشتہ تو نہیں ٹوٹ سکتا۔" ہاتھ بھانجا خاموش رہا چندن بھوت ہونا چاہا۔ "میں نے باپ سے کہا تھا کہ پولیس کی پریشانی سے بچنے کے لئے اس طر کا قاضی بنالیں۔"

جھٹ سخت نظروں سے چندن کو دیکھنے لگا۔ ہاتھوں کی موجودگی کا خیال کر کے وہ کچھ نہیں بولا مگر اس کی بھی نظریں چندن کے جگر کے پار ہو گئیں۔ اچانک کھڑی ہوئی۔ ان کا حواظ پہلے نہیں رہا۔ اسے ماں جی کی بات یاد آئی تھی۔ "بھو! تم اس سے ملے ضرور جاؤ۔ مگر میرا کہا ہوا تھا کہ میں نہ چاہتا تھا۔" جھٹ کی گردن میں ایک توجہ سے وہ وہو دیا ہوا ہے۔ وہ تم آتار لہنا۔ ج۔ تک وہ توجہ ہوگا، وہ ورو اس کے ذہن سے نہیں نکلے گی۔ "چندن نہ جانے کے باوجود یہ کام کر پر راضی ہوئی تھی۔ اس وقت اس کی نظریں توجہ پر بھی ہوئی تھیں۔ ممکن ہے اس کی بات جھٹ کے درندہ اس قدر سخت طعنان نہ ہو جائے۔ اس لئے اس نے فیصلہ کیا کہ جدا ہونے سے بچ کر وہاں کی گردن سے توجہ ضرور اٹار لے گی۔ تین دن اور چار راتیں وہ ساتھ ہے۔ جی بھر کر ہا کیں، مگر وہ ٹھٹھے مٹائے گئے، دو چار نرم دیکھیں بھی ہوئیں۔ جھٹ بار بار ایک بات کا افسوس رہا تھا کہ جب وہ جھٹ سے رہا ہو کر آیا تھا اس وقت ماں نے اس سے ویرہ کی بات کیوں نہیں اکر لیا ہو جاتا تو وہ دربارہ ڈاکو بنتا۔

"کون جانے؟ اس کو کہاں ہوئی؟ اس کی کیا حالت ہوگی۔؟"

چندن ہانسی کو بھلائے میں نے نا کام رہی تھی۔ یہ قسمت کی بات ہے۔ اس میں کسی کا کیا تھا جب بھی دیو کے متعلق مطمئن ہوگا تو میں ماں جی اور باپ کو کچھ بھلا کر اسے گھر لے آؤں گی۔ ہمارا تہا رہا ہے کچھ میں خوشی ہے۔"

جھٹ کی ایک اور خبر بھی تھی۔ "چندن! اب جھٹ میں ماں جی اور باپ کے ساتھ نہیں رہتا۔ میں کا بیٹا نہیں رہا، اس طرح تم ان کی بھینس دیں۔ میں نہیں اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔"

"آپ یہ کیا کہہ رہے ہیں؟" چندن نے بات برداشت نہ کر سکی۔ "میں آپ کے ساتھ ہر جانے کو تیار ہوں مگر ماں جی اور باپ کی اجازت کے بغیر نہیں۔" مگر جھٹ کے چہرے کا بدلا

ہا کر دیکھا تو جگہ بے ہوش تھا۔

جگت نے انہیں کھولیں تو اس کی کلاں پاں پھٹکی میں پھنس ہوئی تھیں۔ پھر بائندہ دیے گئے  
 تھے۔ ملنے پر ہاتھ پیرا تو تیر کی جگہ ملنے کے گرد زور کا طبقہ بندھا ہوا تھا۔ جگت کا دل بیچہ گیا۔

تو جگت کہاں گیا؟ کیا اس کی موت قریب آگئی؟  
 ”جگت کو گردن میں ڈورا لٹک رہا ہے۔“ ارجن عکس طرے لیے میں بیولا۔ ”مجھ کو بندہ برداشت  
 لڑا پڑے گا، چھائی کا پھندہ کھینچا جائے گا تو سب کھیل ختم ہو جائے گا۔“

لڑتے ہوئے دل سے چنداں کو نہ مگر میں قدم رکھا۔ اوروں سے روایتی کے وقت دل میں  
 کیے گئے منصوبے بنائے تھے؟ مگر کراساں سے یہ کیوں کی، اس طرح سمجھاؤں کی۔ تو جگت دکھا کر  
 فزنی کر دی، اب ان کے ذہن میں با فرق پڑ گیا ہے۔ جدا ہوتے ہوئے سلام بھی کھلایا ہے۔  
 منہ ملنے پر گھر آ کر آپ دونوں کو چہرہ دکھانے کا بھی یقین دلایا ہے۔

مگر وہی بات دل میں رہ گئی۔ تو پھر دیکھتے تھے کہ اسی ٹرین میں دل دہلائے والی غریبی۔  
 ”جگا ڈاکو گرفتار ہو گیا۔“ پولیس کو ایک گولی گھس چلائی پڑی۔ دو ٹرینیں سے کوڈا مگر بیچارہ  
 ناماب نہ ہوا۔“

یہ سن کر چنداں کو کا دل اسے زور سے دھڑکنے لگا جیسے اس کا پیٹ پھٹ جائے گا۔ کسی کو پتہ نہ  
 مل جائے کہ وہ جگا کی بھتیجی ہے اس لئے اس نے خود پر بڑا احتیاط کیا۔ کیا تنہائی میں جگت سے اس  
 کی باختری ملاقات تھی؟ اب تو؟؟؟ اس مٹھن خیال کو اس نے جلدی سے دل سے نکال پھینکا۔  
 لیکن اس طرح کرنے سے ہوئی کرود کا جاسکا ہے؟ کالا پانی..... عرق پھینکا چھائی..... اور اسی کے

ہاتھ آئے دوہنے کے سرے پر بندھا ہوا تو جگت پر یاد آ گیا۔ اس نے ایسا کیوں کیا؟ میں نے ان کی  
 گردن سے تو جگت کیوں اتار لیا؟ وہ خالی گردن دیکھ کر کچھ سوچیں گے؟ ان کے دل میں ہمیشہ کے  
 لئے غرت بیٹھ جائے گی۔ اب میں انہیں کس طرح چہرہ دکھاؤں گی؟ ان کا کیا ہوگا؟

چند دن کے ذہن میں خیالات کا سیلاب سویرن تھا۔ وہ خود کو گتے لگے۔ ”وہ مجھ سے ملنے آئے،  
 میں نے بلا اور وہ گرفتار ہو گئے۔“ سکھ بانے کے بدلے اس کے پاگل پن نے ڈکھ کا پہاڑ سر پر  
 لے لیا۔ چلتی ٹرین سے گھر گئے۔ بیچا خرب گئی ہوئی۔ پھر پولیس ظلم ڈھائے گی..... اور ہیکوان ا  
 میری زندگی کے لوگوں کی آج بھی دے۔ دو۔ چندان کو نہ بچنے میں سفر پڑا ہے۔

اس نے سوچا تھا کہ مگر پھر نہیں سمجھتی ہوئی۔ یہ تیرا اس طرح ڈون کی کہ ساس مسر کو ممد  
 نہ ہو۔ مگر اس کا خیال غلط ثابت ہوا۔ نا، نا اور سوہن سکھ اداس چہرے لئے بیٹھے تھے۔  
 چنداں پھینک کر سے تنک بیچنے، کپڑوں کا بیڑل پیٹک کر کھلے دل سے رونے لگی..... ضیلا کا بندھ  
 لٹ چکا تھا۔ آسوں کا سیلاب پیٹے گا۔ بزرگوں نے اُسے رونے دیا اچھا ہے دل کا غبار نکل  
 جائے گا۔ اب اُسے دل لاسا دینے کا پہاڑ بھی کیا تھا؟ انجام سے سب واقف تھے۔

جگت کے ساتھی بھی ایسے ہو گئے۔ چچن سکھ مضیاں کرتا، دانت پیتا ہوا ارجن سکھ کو گالیاں بک

اس پر نظر رکھتے ہوئے۔ پھر ارجن میں پرتم سے ایک شخص مجھے رپورٹ دیتا رہے گا۔“

گاڑی جار کی بجائے ہونے چھ بے دہلی سے روانہ ہوئی۔ اسٹیشن ماسٹر سے مشورہ کر کے اور  
 سکھ نے پولیس کی پولی جگت کی پولی کے برابر لگوائی۔ انجن ڈرائیور اور گاڑی ڈکھی ادا میں۔  
 کیا۔ اس پیکر میں گاڑی ڈیڑھ گھنٹہ لپٹ ہوئی۔ جگت کڑکی کے باہر سر دکھ کر اونگھنے کی ادا کا رہا  
 رہا تھا۔ وہ ایک کمرے میں بیٹھا رہا۔ انجن سے مینی بجائی تو اس نے اسٹیشن کی ساس لی۔ صبح  
 وقت تک بھی اسٹیشن پر رات نہ جانے کے متعلق اس نے سوچ رکھا تھا۔ دن کے اُجالے میں لاہور  
 اسٹیشن پر رات کا خطرہ بک تھا۔ کڑکی کے راستے اس نے دلی مشنری ہوائے اُسے نیندی آغوش میں  
 دیا۔ اب چنگ رہا وہ اسٹیشن کی کنگھو اس کے کان سے گرائی۔

”پولیس والوں کی وجہ سے گاڑی لیٹ ہوئی ہے۔“ اس نے سنا۔ اس کا جسم لرز کر رہ گیا۔  
 نے ڈے میں بیٹھے ہوئے مسافروں کا ہاتھ ہاتھ فروزا کیا۔ ایک شخص نے اسے خود سے دیکھ رہا تھا  
 تین بار اس شخص کی نگاہوں سے دیکھا جیسے وہ اس پر نظر رکھے ہوئے ہو۔ وہ وہاں ہو گیا۔ گاڑی پ  
 رہا تھا۔ وہ دور رہی تھی۔ درمیان میں لپٹا ہے کہ تھک نظر آ رہے تھے۔ دن دُوب رہا تھا۔

پولیس کو کسی نے اطلاع کی ہوئی؟ کیا اس کے کسی ساتھی نے؟ چنداں کو یقین تھا کہ وہ  
 کے علاوہ کوئی جگت سے ملنے کی بات نہیں جانتا۔ پھر پولیس نے اسے اور میں کیوں نہیں سمجھ  
 جگت کے ذہن پر ہتھوڑے سے برس رہے تھے۔ ان خیالات میں وقت ضائع کرنے کی بجائے  
 پہلے فرار ہونے کے بارے میں سوچتا تھا۔ اچالہ اسٹیشن پر بھی پولیس آئے گی مگر کسی تھی۔ اس  
 فیصلہ کر لیا۔

”اب اسٹیشن آئے والا ہے؟“ اس نے برابر والے مسافر سے پوچھا۔  
 ”اب؟“ نام سن کر اس نے چنگھنے کی ادھر ادھر کی۔ جگہ کے پاس پڑا ہوا تھا اٹھا لیا۔  
 نے تانیا کہا اچالہ ابھی زور سے اٹی اٹھی اٹھائی اور اپنا اندھا دھا رہا گیا۔

لیٹرین بند تھی۔ لہذا وہ پولی کے دروازے کے قریب کھڑا ہو گیا۔ دور اسٹیشن کی روشنی نظر آ  
 تھی۔ وقت گاڑی کے دوڑے ہوئے پہیوں کے ساتھ بھاگ رہا تھا۔ جگت نے نیچے نظر ڈا  
 زمین نرم کوئی دی کہ تھک کر نہ لگے۔ اس نے گردن بند کا نام لے کر دوڑتی گاڑی سے  
 جست لگائی۔ قلابازی کھاتا ہوا وہ چھوٹا چھوٹا ڈھیر گرا۔

”کوئی گرا۔“ کوئی گرا۔“ کی آواز میں سنائی دینے لگیں۔ ارجن سکھ کے آدی کے نیچے

لی۔ دو فرلانگ دور جگت کے ساتھ گاڑی ڈک تھی۔ ارجن سکھ گرجا۔ ”کوڈ جاؤ سکھ۔“  
 چندہ منٹ میں پکھر پولیس والے اس جگہ پہنچے جہاں جگت گرا تھا۔ ارجن سکھ گرجا۔ ”  
 گھر لے کے ہوا۔ جگت پکڑ دوا۔“ جواب ملا۔ ”مگر کی روٹی اٹلے پڑے ہوئے چنگ کے  
 ڈک گئی۔“ راتیں تان کر گول گھر سے میں پولیس والے ایڈ وارڈ کر رہے تھے۔ جگت کا جسم  
 طرح ساکت رہا۔ کچھ پر تک سب ساس روکے کھڑے رہے۔ چچا کی بھی لمے دار کر سکا تھا  
 نارنج کی روشنی میں سے بہتی ہوئی لہو کی گھیر نظر آتی تو ارجن سکھ ہمت کر کے آگے بڑھا۔



رہا تھا۔ "میں اُس کی کھال اُتار دوں گا۔" محرفی الحال یہ غصہ کھپا تو چنے کے برابر تھا۔ ارجن  
سے پہلے یہ سوچنا تھا کہ جنت کو کس طرح آزاد کرایا جائے؟ پولیس اب قائل نہیں رہے گی، بچہ  
رہا تھا۔ لیکن یہ جنت کا اس پر خشک جانے؟ جہنم کو کے ساتھ ملاقات کا پروگرام اُس نے بنایا  
"نہیں، نہیں..... میں پولیس کے ہاتھ میں جنت کو ترپے نہیں دوں گا، چاہے ہم شیہ  
جا رو جان کی قربانی دینی پڑے۔" بچن کرچے گا۔ خونخوار سرخ آنکھوں سے بچن کو دیکھنا  
جنت کی گرفتاری نے اُسے ہلا کر رکھ دیا تھا۔ ساری رات وہ نہ چپا کر دیا تھا۔ اُس کو اپنی  
حالت اب ٹھنک رہی تھی۔

"بچن! میرے ہر جگہ ہوتے تو تم لوگوں کی ضرورت نہیں تھی۔ میں اکیلا جا کر اسے رہا کر  
مجھے چھوڑ کر بچن! تم کچھ نہ کرنا۔ میں نے سب سوچا ہوا ہے۔ اب میں جو بھی گا، وہی تم لوگوں  
ہے۔" خونخوار پہلے کی انتہا پر جوش نہیں دیکھا گیا تھا۔ بچن نے اُسے غصہ کرنے کی کوشش کا  
اگر بھر گیا۔ "مجھے ہلانے کی ضرورت نہیں۔ اس بار میں اپنی مرضی کروں گا اور تم سے وہی کرنا  
جو میں نے سوچا ہے۔ ورنہ....." ہوشیار دُک گیا۔ پھر سب کو تیز نظروں سے گھور کر بولا۔ "تم  
کچھ ہو گیا تو تم لوگ مجھے ذمہ نہیں دیکھو گے۔"



ہر طرف ارجن سنگ کی تحریف ہونے لگی۔ آخر اُس نے چکا کو گھیر لیا اور وہ بھی بڑی آسانی  
حالانکہ چکا کو گھیرنے سے اُس کے پیچھے رہا کرتے ہیں۔

"یہ ارجن تھا اس لئے کہنا کر لیا، اس میں کیا بھاری کی؟ ورنہ چکا کی صورت میں ذبح  
زلزلہ "اخباروں میں پہلی بار چکا کی تصویریں شائع ہوئیں۔ ساتھ ہی ارجن سنگ کی تصویر بھی  
"غضب کا خلاف کارڈ کو پولیس کے ہاتھ لگ گیا۔" فرجزم تیار ہو رہی ہے۔ حق تعالیٰ کیس چلے  
ارجن سنگ کی اب ایک ہی خواہش باقی رہی کہ وہ چکا کو چھائی پاتے دیکھے۔ مگر اس بار وہ  
مقابلہ تھا۔ اُس نے عدالت سے ریاضت لے لی۔ جس قدر وہ اسے الزامات مانگ سکے گا میں نے  
قبول کر لیا۔ اُس نے خیر سے بھی جنت چھائی پاتا دکھائی دینے لگا۔ جنت کے چہرے  
کھڑا کر لیا ہوا ہے۔ اُس کو چھائی مگر کی جانب لے جانے سے پہلے ہو چکا تھا ہے۔ "ہلوار  
آخری خواہش کیا ہے؟....." چکا کی آخری خواہش ہو گی؟ ارجن سنگ سوچ میں ڈوب جا  
جانبے کی خواہش میں وہ ایک دن زنجیروں میں جکڑے ہوئے جنت کے پاس گیا۔  
"کیا حال ہے؟ تمہاری کسی خاطر ہو رہی ہے؟ کچھ ضرورت ہو تو تادیلا" ٹھہر رہے  
ارجن سنگ نے کہا۔

جواب میں جنت نے آنکھیں پھیلا کر غصے کا اظہار کیا۔ اُس کے منہ پر ارجن سنگ کو لکھ  
"کیوں بگاڑا! اس بار چھائی یعنی ہے نا؟" جنت کے چہرے پر ایک لمحے کے لئے خوف کا تاثر  
وہ خاموش رہا۔ "تمہاری آخری خواہش کیا ہے پہلے سے تادیلا؟ تا کہ آخر میں اُنھیں نہر  
جنت نے دانت تیز لئے۔ اُس کی ہتھیلیاں کس گھس اور اُس نے ہتھکڑی توڑنے کے لئے  
لگائی۔ ارجن سنگ اُس کی بے بسی پر ہتھ پر مار کر غصہ دیا۔ اُس کا قہقہہ ابھی تھا جس میں جنت کی جنت ہوا

"آخری خواہش تو چنے سے جتنی اس وقت میری خواہش کیا ہے یہ پوچھو۔" وہ کچھ دیر تک  
گلد بھرواتے ہیں کہ بولا۔ "میری پہلی خواہش تمہاری زبان کاٹنے کی ہے۔ بھولا مجھے اتنی دیر کے  
لئے آزاد کرتے ہو؟"

"ہاااا....." یہودی کے منہ سے کراہتیں نکلنے لگیں۔ "چکا یہ بھول جا..... میری زبان تو کیا میرا بال  
پائیس کر کے گا۔" یہ کہہ کر ارجن سنگ نے جنت کے جھڑے پر اُٹے اچھ کا سنبھل لیا۔ جنت بھر گیا  
فرائس کے بازو دوسری سے جکڑے ہوئے تھے اور وہ سپاہیوں نے اُسے سختی سے کھینچا ہوا تھا۔ وہ سرخ  
اڑوں پر چڑھتا تھا تاہم ارجن سنگ کو کھانا جانے والی نظروں سے دیکھنے لگا۔ نہ جانے کیوں اس وقت  
ارجن سنگ وہاں سے چلا گیا جیسے وہ ایک خوفزدہ ہو گیا ہو۔ مگر وہ قدم ڈور جا کر ڈر گیا۔ جنت کو  
ٹانے کی خواہش کہ نہیں ہوئی تھی۔ وہ وہیں کھڑے کھڑے بولا۔

"اپنی خواہش بتاؤں..... تمہیں چھائی پر چڑھتے ہو تو وہ کو چھارے سامنے لاؤں گا۔  
تمہارے گلے میں پھندہ ہوگا، اُس سے درد کے گلے میں میری سپاہیوں کا پھندہ ہوگا۔"  
"بد سناش!" جنت قہقہہ اُٹھا۔ "درو کو تم نے چھپا دکھا ہے۔" "تو کہہ کر وہ اُسے گالیاں  
دیتے لگا۔ سپاہی جنت پر ٹوٹ پڑے اور ارجن سنگ کو سختی سے ہوتا ہوا چلا گیا۔ اُس نے چکا کے دل میں  
ایک آگ بھڑکائی تھی کہ اُسے آہستہ آہستہ جلائی رہے گی۔"



"صاحب! اچکا کے کمر والے چکا سے ملنا چاہتے ہیں۔" سنتری نے سلام کر کے چیف کو خبر  
دی۔ ارجن سنگ بہت ڈول سے کئی سوچ رہا تھا اس بار چکا کے گھر والے ملاقات کے لئے کیوں  
نہیں آئے؟ وہ ڈنک مارنے کی کئی سوچ رہا تھا جسے وہ رک جاتا تھا۔ جنت کے ماں باپ  
نے قاتی کر کے دستار دیکھا کر اسے تھائی پینے سے روک دیا تھا۔ وہ خضرانہ نے کا ب وقت آپ  
کیا تھا۔ یہ سرت پینے کی اُس نے پوچھا "کون لے آیا ہے؟"

"چکا کی بیوی ہے صاحب!"  
ارجن سنگ غصہ ہو گیا۔ چکا کا باپ آیا ہوتا تو ذیل کر کے لگا۔ "مگر میں کچھ نہیں۔ اُس کی بیوی کو  
میں کچھ نہ پڑاؤں گا۔" چکا اُسے یہاں کھڑا دیا۔

چند دنوں کا کڑی سی، پھر جی بہت دیر تک وہ کاغذات پر نظر ڈاکر کمرے کا دکھاوا کرتا رہا۔  
"ہم..... کیا ہے؟" کہہ کر اُس نے سر اٹھایا تو چند دن سے مگر سہا لیا۔ رحم کرنے والے انداز  
میں ارجن سنگ بولا۔ "خدا تعالیٰ عورت کو پولیس تھانے آ کر آ رہا تھا۔ اسی سے ساتھ ہو گیا۔

چند دن سے جھگڑے سے گردن اٹھائی اُس کی آنکھوں سے ہنس رہا تھا۔ ارجن سنگ نے بھر  
چلی چلا ڈالا۔ "ابھی مجھے کچھ تم کو نہیں ہوئی؟" اُن کی ہی آئی ہو۔

"نہیں..... ماما باپ نہیں ہیں۔" وہ صبر ضبط کر کے بولی کیونکہ جواب دینا ضروری تھا۔  
ملاقات کی اجازت اُس سے ملنی تھی۔ "کیا میں اُن سے مل سکتی ہوں؟" ارجن سنگ انکار نہیں کر سکتا  
تھا مگر اتنی آسانی سے اجازت بھی نہیں دیتی تھی۔

"تمہارے لئے کے پاگل ہیں سے تو میرا دکھا مجھے آسانی سے مل گیا..... تم یہ بھیجتی نہیں کہ

ابھی بچنے لگیں۔ "تو بڑا..... چندن کے پاس کہاں سے آیا؟ مگن نے میں اور بھول گیا ہو۔  
اچھا دیکھ لو گناہ نے کئے چندن نے خوب ترکیب کی۔ کیا اسے بھی توخیز پر میری طرح یقین ہو  
توخیز کے کس سے جگت کے جسم میں بھرتی آگئی۔ ارجن سنگھ کے جیسے وہ الفاظ اُسے یاد  
لے اور وہ سوچنے لگا کہ کیا وہ اس کے قبضے میں ہوگی؟ جگت نے فیصلہ کر لیا کہ ہر قیمت پر یہاں  
بہار ہو جائے گا۔ اُس نے سوچا کہ جب اُسے عدالت میں جانے کے لئے باہر نکالا جائے  
اُس وقت وہ فرار کی کوشش کرے گا۔ پہلے وہ تمام باتوں پر غور کر لیا چاہتا تھا۔ اب تو اُسے دور  
عدالت کے چکر لگنے تھے۔ کسی موقع پر ہی جانے گا۔ اور جگت کا ذہن کمزور پہلو تلاش کرنے  
پر مگن ہوا.....

ایک بار دعوت کیا..... مگر بھیجی ارجن سنگھ کی خواہش کے مطابق ثبوت نہیں مل رہے تھے۔ ریمائڈ  
کے لئے اسے بار بار عدالت سے دروازے کرنی پڑ رہی تھی۔ سرکاری وکیل کو یقین نہیں تھا کہ  
ثبوت پر اسے چھائی ہو جائے گی۔ ارجن کی خدمت کی جگہ گئے میں پچاس کا پھندہ نہیں پڑا  
اسے صدمہ ہو گا۔ وہ کہتا۔ "مجھے اُس سے انتقام لینا ہے۔"  
اصلی دھوکہ دہر کو برسات کے موسم کی پہلی بارش ہوتی۔ ارجن کا لشکر کرنے کوئی چاہا۔ اُس نے  
لڑی مگر جانے کے لئے میز پر بیٹھ ہوئی فائل بند کر، بند کر پٹیٹ باغی اور اٹھ گیا۔ مگر کوئی شخص  
اُس سے نہیں اُس کا راستہ روک کر کھڑا ہوا تھا۔ یہاں تک کہ اُس نے دبا ہے اُن کے سہارے کھڑا  
اور اُس ارجن سنگھ کو دیکھ کر ہنسا۔ ارجن سنگھ کو اُس شخص کا چہرہ دیکھا ہوا۔

"تو کون ہے؟" اُس نے زور سے پوچھا۔  
"مجھے نہیں پہچانا صاحب؟ میں جو مانگتا ہوں۔" مگر مزید بولا۔ "جو مانگ..... جگت کا ساتھی۔"  
"اور....." کہنے ہوئے پولیس چیف کا ہاتھ پٹیٹ پر گیا۔  
جو مان بے بسکون آغاز میں اُسے دیکھنے لگا۔ "پتھول کی ضرورت نہیں۔ تم ذمہ دہر ہے، وہ میں اپنا چ  
لہا اور بغیر اسطے کے ہوں۔" مگر بھیجی ارجن سنگھ نے پتھول تیار کرنا تھا۔ باسیوں نے بھی جو مان کو  
گہرا لہا۔ جو مان بے بسکون کے سہارے دو قدم اُسے بازو ارجن سنگھ کو قدم پیچھے ہٹ گیا۔  
"تو کون کروا کر لو؟" اور اُدھین نے جو مان کے ہاتھ دھما لے۔ "مگر اس نے اسطے چھپا ہوا  
اڑے تلاش کرنے کے قبضے میں ہو کر؟" ارجن سنگھ کو اب بھی یقین نہیں آ رہا تھا۔ مگن ہے وہ کھڑا  
انے کی اداکاری کر رہا ہو..... اُس نے تین سیاحی باہر پیچھے۔ "دیکھو..... ارد گرد اس کے ساتھی کو  
میں پیچھے ہوں؟"  
جو مان اُس دیا۔ "صاحب! یہ سب تعلق کیوں اٹھا رہے ہیں؟" مگر جڑے سخت کرتا ہوا  
ا۔ "میرے ساتھیوں کو گرفتار کرنا ہوتا ہے ذرا پیچھے دو اور میری بات سنو۔" یہ سن کر ارجن سنگھ کے  
ہن میں دھن ہو گئی۔ بات سمجھ کر وہ اُس کے ہونٹوں پر سرکھٹ لپک لگی۔  
"اسے کمری دو! اور اس کی بیسٹیاں لے کر باہر چلے جاؤ! دروازے پر بخت چہرہ رکھو۔"

راجستھان کن کوں تعاقب کرے گا۔" چندن نے ہونٹ کاٹ لئے۔ اُس کی لاپرواہی سے بچ  
گرفتار ہوا، اس کا اُسے یقین ہو گیا۔ اُسے سوچ کر صدمہ ہوا۔ آنکھیں بھڑکیں۔  
"اس میں رونے کی کیا بات ہے؟ ملاقات کی اجازت مل جائے گی۔" مگر چندن کو خوش  
دیکھ کر بولا۔ "وہ بھی صرف ایک بار..... دوست کے لئے۔"  
وہ آہ مگر کر بولی۔ "بھڑ..... جیسی آپ کی مرضی، پولیس چیف نے منتری کو حکم دیا۔  
"جاؤ! اسے لے جاؤ۔" شوگر کوڈ پتھر میں جکڑا دیکھ کر اس کی آنکھیں ششدر ہو گئی۔ "یہ سن  
چندن کو ایک لگ بگ کر دھمکے ہوئے۔ "میں نے اور نظارہ کرنے کا وقت تھا۔ اُس کے پیچھے ارجن سنگھ  
الفاظ بھڑکی طرح کھڑے۔ "دیکھنا اسے دور سے لئے دیتا۔ پولیس چکی میں تیار کرنا  
ہے۔" دوست کی ملاقات کے دوران نصف سٹک چندن روٹی رہی۔ جگت سے وہ آنکھیں  
نہیں ملا رہی تھی۔

"خندو چندن! ایک دن ایسا ہوتا تھا۔ بس ذرا پہلے ہو گیا۔" مگر چندن کے منہ سے سسکیاں  
علاوہ کچھ نہ نکلا۔ جگت نے پوچھا۔ "کیلی آئی ہو؟" چندن نے دوتے ہوئے سر جھکا لیا۔ وہ  
بولا۔ "اب اس اور باجو کیسے کہیں گے؟ انہوں نے مجھے مافی جود کرنا ہے۔"  
"نہیں نہیں..... انہوں نے ہی مجھے بھیجا ہے آپ کی خبر معلوم کرنے کے لئے۔ کہتے ہیں  
مجھے وکیل کو پوری دے کے کھڑا کر دیں گے۔" جگت نرم ہو گیا۔ وہ سخت الفاظ مگر چندن کو کھڑا  
دکھانا نہیں چاہتا تھا۔  
"اس میں دیکھ سے کام نہیں ہے۔" میں خود اپنا راستہ تلاش کروں گا۔" یہ سن کر چندن  
کے پاس کھڑے ہوئے چہرہ ہار کی آنکھیں پھیل گئیں۔ اس نے اُس کے ہات بدل دی۔ "میں  
اپنا کس لڑوں گا۔"

"نام پورا ہو گیا....." چہرہ ہار کی آواز اور وہ لڑ گئی۔ جس کام کے لئے آئی تھی، وہ تو  
گیا۔ اُس نے گڑ گڑانے والے لہجے میں چوکیدار سے کہا۔  
"جانے سے پہلے میں ان کے پاؤں تو چھو لوں۔"  
دور سے لئے کا صاحب کا حکم تھا۔ دھن کرنا چاہتا تھا مگر چندن کا دم طلب چہرہ دیکھ کر کچھ  
گیا۔ ایک عورت کی خواہش کو کھرا نہ سکا۔ نظر کھارنا اس نے یقین کر لیا کہ چیف نہیں ہے۔  
لئے وہ بولا۔ "اچھا..... جلدی کرو!"

چندن کو لڑنے کے قدموں نے قریب تھی۔ خود اسی سلاخی کے درمیان سے وہ ہاتھ جگت  
چند کی جانب بڑھتا ہوا اُسے اس کا دل بھڑا آیا۔ جگت کو چندن کے قریب کوئی چیز نہیں ہوگی  
اُس نے ہوشیار ہو کر بچنا اٹھالیا۔ چندن کو نے بچنے کے نیچے کی دھول لینے کے بہانے کوئی چیز  
دی، مگر چندن دھول سر پر چالی تیزی سے کھڑی ہو گئی۔ جاتے ہوئے جگت کو ایک نظر دیکھا، مگر  
کی سرکھٹ نے دوتے ہوئے دل کو سکون بخشا۔ چندن کو چلی گئی پاؤں کھانے کے پیالہ  
جگت جیسے جگت پولیس کی نظر پر اس نے وہ چیز بھیجی میں دہائی۔ چندن لادے کی؟ اس کا  
بڑھ رہا تھا۔ مگر تھائی کو نے اُسے صبر کرنا تھا۔ کھڑی کے اندر جا کر اُس نے پڑا کھولی



دیا۔ اور جاتے ہوئے کہتا کیا۔ "چونکہ مجھے کی مہلت دے رہا ہوں۔ سوچ لیا اتم سرکاری کے تو ہمارے جرائم معاف ہو سکتے ہیں۔"

چونکہ میں نے ارجن سنگھ کو سب سے پہلے آیتا تو جہان میں گر گیا۔ دودھ، گڑ، گڑ لیا۔ بچن سے انتقام لینے آیا تھا۔ آپ مجھے چکا کے سلسلے میں کہاں بھڑا رہے ہیں۔"

"سرکاری کو گواہ بنے بغیر مجھے معافی نہیں ملے گی۔" ارجن سنگھ کی ضد جاری رہی۔

جہان نے خوفزدہ ہو کر کہا۔ "زہا ہو کر کیا کروں گا؟ چکا کا سامنوں نے ذمہ نہیں رہنے دے گا۔ اس کا انتقام کروں گا۔ دو چار سال کے لئے پنجاب سے باہر چلے جانا۔ سرفرازاؤں گا۔" ارجن سنگھ نے اطمینان دلایا۔ آخر مجبوراً جہان کو بھڑا ہو گیا۔

"اچھی بات ہے۔ چکا کو جبری قید ہو، میں کیوں اپنی زندگی خراب کروں؟"

وہ گڑھی ارجن سنگھ کو قید والی محسوس ہوئی۔ اب جہان کو حفاظت سے رکھنا ہو گا۔ جہان جہان کو دیکھ کر کجبت کے قسم کے بال کھڑے ہو جائیں گے۔ وہ سوچ رہا تھا۔

○

دو دن کے دن ارجن سنگھ ہر طرف سے مطمئن تھا۔ بچن کی چکا سے دشمنی ہو گئی یہ جانتے۔ اُسے اطمینان تھا کہ اب چکا فرار نہیں ہو گا۔ سرکاری دیکھ لے تیار کی ہوئی گواہی پر جہان کو گرفتار کر لیا۔ اب عدالت میں اقرار کر لے، اپنی دوسری جگت کی جانب سے کوئی دیکھ نہیں دے گا۔ کل کے مجرم کی معافی کے لئے عدالت کی جانب سے دیکھ کا انتظام ہوتا ہے۔ اس میں مضامین ضرورت بھی کیا تھی؟ چکی عیاں سے کھل ختم ہو جائے گا۔ باہر کے لوگوں کو دیکھنے کی ممانعت بھی۔ دار بند دین میں چکا کو لایا گیا۔ بھگلی بیپ میں ارجن سنگھ تھا۔ بھگلی میں دونوں کا ڈیڑھ ہو گیا۔ اُس وقت آسمان پر اسارا جھکے پائل کھرے ہوئے تھے۔

ہزاروں سے کل رہی کی۔ کجبت دین سے بچے آ کر کیا۔ بھگلی کے باوجود اُس کے بازو دھن بندھی تھی۔ دو راتیں ہزار پھیلے والے دھن سے سرے چکر اُس کے پیچھے کھڑے! ارجن سنگھ کی بیپ سے جہان کو آرتے دیکھ کر کجبت چلا۔ یہ کب اور کس طرح چلا آئے اُس سے سچا۔ ارجن سنگھ اُس کی آنکھیں دیکھ کر خوش ہوا۔ ایسا جہان کو بھگلی پر پہنچا۔ ضرورت بھی، بھگلی اُس کے گلے میں دھن پڑی ہوئی تھی۔ بیسائیوں کے ہمارے جہاں قدم لگے۔ جہاں۔ مقب میں کھڑے پھیلے دھن قیام رکھ رہا تھا۔ جہان اور کجبت کی آنکھیں، جہان نے سر ہکا لیا۔ کجبت کو کجبت ہو ارجن سنگھ کو مل رہا ہے۔

"اب یہ تمہارا دوست نہیں رہا۔ امارا ساجی بن گیا ہے۔ یہ سرکاری گواہ ہے۔"

کجبت نے ہونٹ کاٹ لئے۔ دونوں کے درمیان سات آٹھ قدم کا فاصلہ تھا۔ ارجن درمیان میں کھڑا رہا تھا۔ اُسی لمحے بھگلی کی بھی آتی ہوئی نظر آئی۔ سب اجرام کے با کھڑے ہو گئے۔ بچن کے پیچھے پیچھے ہوئے چرائی نے دروازہ کھلی کر سلام کیا۔ بھگلی نے بچے آئے، اب چکا کو دیکھ کر اُس نے نظریں گھما لیں ارجن سنگھ نے سلوٹ کیا۔

"خبردار۔۔۔" ایک کجبت دار آواز سنائی دی۔ بچن کی کڑی ہو۔ سب چمک چمک رہے۔

موسلا، ارجن سنگھ پڑی۔ بھگلی کسی نے حرکت نہیں کی۔ سبھیوں کی بہت ٹوٹ چکی تھی۔ جہان کے ہاتھ کجبت بھی میں بندھ گیا۔ بچن بھی کے پھیلے صے پر چڑھ گیا۔ ہوشیار کے ایک میں گام دوسرے میں راتیں گئی۔ سب بچنی ہوئی آنکھوں کے دیکھ رہے تھے اور بچن دونوں آنکھوں سے اوجھل ہو گئی۔ اُن کے پاؤں سامنے کھڑوں پر جا رہے تھے۔

ڈاکٹرنے فرار ہو جانے کے بعد کے اطمینان کی سانس لی۔ بارش میں بیٹھتے ہوئے ارجن اور ساجی ارجن سنگھ کے پاس پہنچ گئے۔ خون میں لٹ پڑے اُن کا جسم آخری سانس لے لیا۔ جلدی گھبراؤ گاڑی میں ڈال کر اسے ہسپتال پہنچا دیا۔ بھگلی نے حکم دیا کہ ارجن سنگھ وہ آخری سانس بھی گاڑی میں ڈالنے کے لئے اسے اٹھایا کیا تو ایک ہنگامے سے اُس کی گردن طرف لڑکھ گئی۔ چکا کو چھائی پا نے دیکھنے کوڑے دہان آنکھیں بیٹھ کے بے ہوش ہو گیا۔ نصف گھنٹے کے بعد پھیلے کا دستہ ڈاکٹرنے کے متاقب میں ڈانڈا ہوا۔ چارسل ڈور آنکھیں

کسی کام کی وجہ سے باہر گیا ہوا ہوشیار لوٹ آیا اور اُس نے خبر دی۔ "اس وقت شیخ پورہ میں امری چٹا جل رہی ہے اور وہ چٹا ارجن سنگھ کی ہے۔ بچن! استہارہ دار اُس کے لئے موت کا اہت ہوا۔" بکت نے سرواۓ بھری۔ ہوشیار کو گھب ہوا۔ اُس نے سوچا کہ اس اطلاع سے ہلکے موت کا کام لایا ہوگا مگر بکت کی اداسی کا سبب بھی تھا۔ "ایک بات مجھے عجیب معلوم ہو رہی ہے۔ اندر کے سطلے میں جو لوگ لوٹ ہیں وہ سب موت کے گھاٹ اُتر رہے ہیں۔" بچن کی مصیبت ہو گئی۔ وہ روگئی۔ پھر ہونام کو گنوا یا۔ ایسا ہی چاہتا ہے کہیں ڈور چلا جاؤں۔ "تھک سب کو چاہنا پڑے گا۔" بچن کو کچھ سمجھ یاد آ گیا۔ "اسی وجہ سے تو ہم نے ہمیں باہر کرانے دی کی۔ اب پھر میرا ہمت نہیں کئے گا۔" بکت کی سمجھ میں نہ آئی۔

تھک کی بات کر رہے ہو؟  
 اندر کے..... اگر ہر ملک چھوڑ کر جا رہے ہیں..... ہمیں بھی یہاں سے جانا پڑے گا بکت! ملک ہمارا نہیں رہے گا۔"  
 بکت ہنسا سا لگا۔ "کیونکہ اُس نے اس سطلے میں سوچا ہی نہیں تھا کہ مرنے سے پہلے جانے والے شہید ہو چکے تھے تو ملک کو آزادی مل رہی تھی۔ اُسے خوش ہونا چاہیے تھا مگر اُس کے ہر تم تھا۔ جہاں پیدا ہوا جہاں پلا بڑھا۔ وہیں دفن ہو گیا۔ وہ چھوڑ کر جاتا ہے۔ اسے آزادی کس کا پاسکتا ہے؟

بکت! کیا سوچ رہے ہو؟" ہوشیار نے سوال کیا۔ "ہمیں بھی پہلے بچن سے کہنا تھا کہ ہمیں بکت سے کہیں چاہا جائے؟ ملک کا نام بدل جانے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ ہم ہندوستان کی پاکستان میں رہیں گے مگر....."

انارے چار باج ساجھی پائی سے اٹھ ہو گئے۔ "بچن! ہات آگے بڑھاؤ۔ اوں اور سکھوں کو یہاں سلامتی معلوم نہیں ہوئی۔ جو کچھ لے جائے ہیں وہ لے کر لوگ جا چکے۔" اب بکت کی یاد آئی۔ کیا اس کے مرنے والے بھی ملک چھوڑ جائیں گے؟ عدالت میں کوئی نہ آیا تھا۔ اُسے ان کی اور باپ پر پھر آ کر گیا۔ میرا کیا ہوگا؟ یہ جاننے کی پرواہ کسے پھر ملے گی؟

بچن! مجھے مگر کسی کو بھیجا پڑے گا۔ وہ لوگ ہیں یا پہلے گئے؟  
 "وہ لوگ کسی طرح جا سکتے ہیں؟ کھڑے دن پہلے اپنا آدمی وہاں ہو گیا ہے۔ ہم نے کھلوا لیا تھا پس سے کوئی عدالت میں نہیں آئے گا اور نہ ہی وہیں کرنے کی کوشش کریں۔"

"اس کیوں کیا؟"  
 "بچن! عدالت سے فرار کرنا تھا۔ اس لے کر کہ تمہارے مگر کا فرد وہاں ہوتا تو ارجن سے سازش میں شامل کر کے پریشان کرتا۔" بکت کے دل میں بچن کا احترام بڑھ گیا۔ اس صاب سے پہلے بندھ باندھے کی شکل تھی۔ شاید اُس کی بات سچ ہو اور سب کو ٹھیک چھوڑنا۔  
 "تھے وہن میں سب تباہ کا اثر شروع کرنا پڑے گا۔"  
 "بچن! ہمارے پاس وقت کم ہے جبکہ کام بہت سارے کرنے ہیں۔ تین چار ڈال ڈال لیں۔

خالی کبھی اچھ گی کر ڈاکوؤں کا نشان تک نہ ملا۔

پڑاؤ پر پہنچنے کے بعد ہونام کے زخموں پر ڈریسنگ شروع کی گئی۔ مگر دو گھنٹے کے دوران کے جسم کا آدھا خون بہہ چکا تھا۔ بارش میں جسم ٹھنڈا ہو چکا تھا۔ ہونام کا سر گوشہ رکھ کر کچھ سر پر ہاتھ بھیر رہا تھا۔ ہاتھ بیروں کی زنجیریں توڑنا بھی بھول گیا تھا۔ ہونام نے کھولیں۔ اس کی نظر گھمائی، ساتھیوں کے آداس چہرے دیکھ کر اُس کے ہوت بے "بکت کو باہر کرانے، اس خوشی کے بجائے....." پھر بکت نے نظریں نہیں اُس میں اپنا اچھ دے کر وہ بولا۔ "دوست! میرا کام مکمل ہو گیا۔ سلام۔" اُس نے تین لیں..... بکت کے ہاتھ کو پوری قوت سے دبایا، پھر اُنکھیں چڑھ گئیں۔ "تھک! ہونام! نہیں....." بکت نے دل دہلائے، وہ کی چیخ ماری۔ "مجھے باہر کرانے کے قربان ہو گئے۔" دوست کے چہرے کو بوسہ دیتا ہوا بکت ایک بلک کر رونے لگا۔ ساتھی ہونام کے جسم پر چادر ڈال دی..... باہر طوفانی بارش ہو رہی تھی.....

مسئلہ پانی برساتے برساتے آسان شاید اب تک چکا تھا۔ اور کچھ اندر میں چو چٹا جل رہی تھی۔ رورو کر سوسنی ہوئی بکت کی آنکھیں بھری پار کی مٹی ہوئی چٹا چرچی ہوئی آگ! اُس کے دوست کے جسم کو گل رہی تھی۔ جس سے ہونام کا جسم بے بس ہوا تھا، وہ بھو مینا تھا۔ رگوں میں خون دوڑ رہا تھا مگر ذہن میں خیالات جم گئے تھے۔ بچن اُس کے برابر تھا۔

"بکت! میں ارجن سنگھ پر دوسرا اثر کر رہا تھا تو تم مجھے روکا تھا۔ حساب اندوہارہ کیا بکت نے شعلوں کی جانب دیکھتے ہوئے جواب دیا۔ "یہ میں پورا کروں گا مگر اس نے مجھے اُس سے کچھ معلوم کرنا ہے۔" بچن خاموش رہا۔ بکت کی چپٹائی کی رگیں ابھرنے لگیں۔ بکت کے خیالات حرکت کرنے لگے۔ "ارجن سنگھ مجھے پچاسی پائے دیکھنے کے لئے بے چین میری آخری خواہش جانا چاہتا تھا۔"

"اب تم اُس کی آخری خواہش پوچھنا چاہتے ہو؟"  
 "نہیں بچن! اُس کی اس خواہش سے مجھے دلچسپی نہیں۔ مجھے تو اُس سے وہ درد کے حلقے سے ہے۔" بچن چونک گیا۔ پھر اس کے ذہن میں وہی خیالات گردش کر رہے ہیں۔  
 "پس بدھاسا نے مجھ سے کہا تھا کہ تم پچاسی چھو سے تو اس وقت دیر دیر نے پوچھو جو ہوگی۔"

"یہ تو نہیں جاننے کے لئے کہا ہوگا۔"  
 "تم اُسے نہیں جانتے بچن! اعادوت کا انتقام لینے کے لئے وہ ہر اور چھاپا استعمال کر نہیں چکے۔ گائے دو رو کو اُس نے نہیں چھپایا ہوگا۔ اُس کے الفاظ میرے دل کو چیر گئے تھے اس لئے میں نے فیصلہ کر لیا کہ بچان! خطرے میں ڈال کر بھی میں فرار ہو جاؤں گا۔"

باہر نہیں تھا اس لیے کیش کا کام خود کرتا تھا۔ اس سلسلے میں اُسے سب سے پہلی بات یہ تھی کہ اسے وہاں نہیں تھا۔ یہ کام حاصل تھا۔ اُس کے دوا میں ہاتھ میں بیڑی تھی اور بایاں ہاتھ کر پر بندھے ہوئے نونوں پر تھا۔ بارہ مہینہ درجہ کے اُسے شائے اچھا لے کی عادت تھی۔ شیر سنگھ کو یہ بات بری طرح ٹھک رہی تھی۔ بے کے مسافر ملنے والی آزاداری کی باتیں کر کے میں مشغول تھے۔ ایک کلمہ بول اٹھا۔

”چاہے کچھ ہو، ہمارا راج ہوگا۔ بحرِ بحر سے رہیں گے۔“  
دولت رام کے برابر چیشا ہوا مسلمان بکڑیا۔ ”تجھارا نہیں، ہماری حکومت ہوگی۔ ہمارا سبز پرچم سامنے چیشا ہوا سرخ ہو گیا۔“ دولت رام ہنسنے لگا۔ ”یہ لوگ ہمارے غلام ہو گئے۔“  
فلن پچس چاؤں گا۔ اُس نے سوچا۔ اُسے پشٹ پر بندھے ہوئے چیشوں کی لگ رہی تھی۔ وہ سلطان شخص سے کچھ زور کھک کر بولا۔

”بھگتا کیوں کر رہے ہو پچی؟ تم بارہا دہا، ہم رہنا چاہتا۔“  
مسلمان کا بے دخل سے چول کیا۔ شیر سنگھ بار بار کھڑکی سے باہر دیکھ رہا تھا۔ تقریباً چار میل کا فاصلہ نظر آ رہا تھا۔ یہ کیا ہو گا تو کثرت آ رہا تھا۔ جنگل اور ہمالیوں کا ملکہ شروع ہو گیا۔ شیر سنگھ نے باہر جھانکا، دو گھوڑا سوار نظر آئے۔ اُس نے کھڑکی سے باہر دو بال دیکر اشارہ کیا، پھر پیش کی صراہی اٹھائی۔ جوتی کی درجہ کے اُس کے ہاتھ زور رہے تھے۔ وہ کھڑکی صراہی رکھ کر پانی بھر رہا تھا، اسی لمحے ہاتھ میں لے کر باہر گر گئی۔ وہ چار مسافروں کا حیاں اُھر گیا۔

”اُسے صراہی کر گئی۔“ کسی نے ہوردی دکھائی تو کسی نے مذاق کیا۔ کاشیر سنگھ ان کی جانب دیکھ کر ہنسنے لگا۔ وہ دیکھ کر ہنسنے لگا۔ وہ دیکھ کر ہنسنے لگا۔ اُس نے ہاتھ اٹھا کر دیکھ کر ہنسنے لگا۔

”اُسے کیا کر رہا ہے؟ پانچ روپے کی صراہی کے لئے پچاس روپے کا جرمانہ بھرتا ہے گا۔“  
اور ہو گیا۔ ایک مسافر نے شیر سنگھ کا ہاتھ قلم کیا۔ شیر سنگھ نے گھونٹ مار کر اُسے زور دینا دیا۔ پیسے ٹروں پر گھسنے لگے۔ گاڑی ڈک گئی۔ شیر سنگھ نے گاڑی کے باہر سرکال کر جھانکا، بگت اور بچن تیز لڑی سے قریب آ رہے تھے۔ جس نے ناکارہائی تھی وہ مسافر راجت تھیں کاشیر سنگھ کی جانب بھا۔ ”بیوقوف! تجھاری بھلائی کی عمر تم نے بڑائی سے بدل دیا۔“ شیر سنگھ نے میان سے کرپان نکالی۔ دولت رام ہنسنے لگا۔

”اُسے بھائی! کیوں ناراض ہوتا ہے؟ نیچے آ کر پہلے اِسی صراہی لے آؤ۔“ کسی نے طنز سے پچس میں کہا۔ ”اور جرمانہ بھرتے کے پچاس روپے بھی ساتھ لے جانا۔ گاڑا چاہا جیسے باہرل ہائیں گے۔“ شیر سنگھ نے ہنسنے کا، اُنھیں دولت رام کو گھونٹ لگیں اور کرپان اٹھا کر اُس کی طرف بڑھا۔ پیسہ دولت رام دونوں ہاتھ پھیل کر بولا۔

”اُسے ساتھ پر کیوں ضرور ہے؟“ کمراس سے پہلے کہ وہ کچھ کے آواز میں آ گئیں۔ ”شیر“  
”ڈاکو! ڈاکو!“ یوگی میں سنا چھاپا۔ بگت اور بچن کھڑکی کے قریب نظر آئے۔ شیر

کے خیر بھرک موقع ملے؟“ بچن بھی چاہتا تھا وہ بگت کو ہونامان کے غم اور بوجھ کے خیال۔

چاہتا تھا۔  
”بگت! میں نے اس بار ڈاکو لے کے کاغذ پر سوچ لیا ہے۔ تجھارا انتظار تھا۔ کو تو بتا بگت نے اثبات میں سر ہلا دو اور بولا۔ ”کھسکے کی مڑی کا بچائی کا ڈاکہ لوٹنے کے لئے گاڑی اُس کی بڑی ڈکان ہے۔ آؤ بگت کا بہت بڑا کام چلا ہے۔ جتنے میں ایک باہر کیش لے کر فرسکر کرتا ہے۔“

”کیاں جاتا ہے؟“  
”کھسک! وہاں اُس کی ڈکان ہے۔ وہاں اناج کی خریداری ہوتی ہے۔ ہم اسے میں لوٹ لیں گے۔“

”میں اس اطلاعات کس نے فراہم کی ہیں؟“  
”ہمارے ایک سامانی نے۔ وہ پہلے وہاں سے بار (مردور) تھا۔ وہ اناج کی بوریوں کا کام کرتا تھا۔ ایک بار پیسہ نے اسے مارا اس لئے کام چھوڑ کر چلا آ گیا۔“  
”بگت! کاشیر تیزی سے کام کرنے لگا۔ ”کیا وہ بھروں کام کرنے جائے تو وہ اسے رکھ لے گا۔“  
”میں تجھارا ارادہ نہیں سمجھا۔ اُسے پیسہ سے اُس قدر نظر ہے کہ وہاں کام کرنے بھیجے گا۔“

”اُسے سمجھانا ہے گا۔ میں اُسے سمجھاؤں گا۔“  
دولت رام پیسہ کے ہاں چاول کی بوری میں بھرتا ہوا سریت دوسری دن خبر لایا۔

”پیسہ آج دوپہر کی گاڑی سے جائے گا۔“  
”کتنے روپے لے کر؟“  
”بہت سارے۔۔۔۔۔۔ اس بار بڑا مال خریدا ہے۔“

”روپے میں دیکھتا ہے؟“  
”کاشیر میں ہاتھ دتا ہے۔ اُس پر لکھا ہوا ہے اس لئے دکھائی نہیں دیتا۔“

”بھرتے۔۔۔۔۔۔ اسے ہم جاؤا۔“ بگت نے اُسے بھیج دیا۔ ”دونوں اور کام کرتے رہو اور میں ملوث کر دینے جاؤں گے۔“ اس کے بعد بگت نے اپنے سامانی شیر سنگھ کو کھسکے کی مڑی ا دولت رام کی عمرانی کے لئے بھیجا۔ اُس نے اطلاع دی کہ شیر سنگھ کلاس میں سکر رہا ہے۔

”میرا بار کیا ہے۔“ شیر سنگھ کلاس میں نہیں کرنا تا کر کسی کی نظر میں آتا جائے۔ ”بگت! کر کہا۔“ بھیر سنگھ کو دڑایا۔ ”جاؤ! دو پہر دو بجے گاڑی روانہ ہوتی ہے۔“ شیر سنگھ کلاس کا کھٹ پیسہ کے ڈبے میں بیٹھا۔ پیسہ کو کھب ہو جانے اِسی کوئی حرکت نہ کرنا۔

”شیر سنگھ کو کھب کر بگت، بچن، ہوشیار اور دوسری گھوڑوں پر سوار ہوئے۔ کھسکے کی مڑی۔ کل تیس میل کے فاصلے پر تھا۔ دن ڈوبنے سے پہلے دولت رام پیسہ وہاں پہنچنے والا تھا۔ اُسے پانچ میل تک بھگت جانے دینا چاہتا تھا۔

کھسکے کی مڑی سے گاڑی چلی اور پیسہ نے پیٹ پر ہاتھ رکھ کر بیڑی چلائی۔ اُسے بچ

بیلہ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ ”دس ہزار۔“

”کون ہے؟“ زمیندار کی آواز سنائی دی۔ محبت نے راکھ کو اٹھالیا۔

گردن میں سے سونے کی زنجیر کھینچ لی۔ ”سب ملا کر کتنا مال ہے؟“ عکات نے گرج کر پوچھا۔





آزادی کا جشن دھوم دھام سے منایا گیا۔ اس شور میں ہزاروں کاغذیں بک رہی تھیں۔ مگر اور اب اپنا راج تھا۔ اس خوشی میں لوگ دھن دھن کر رہے تھے۔ جگت نے سوچا ملک چھوڑ کر کاغذی طالعے۔ سہ ماہیوں کے پتے بک رہے تھے۔ لیکن وہ آرام کر کے جشن آزادی منایا۔ بعد میں نے ملنے کا پروگرام بنایا تھا۔ جگت، بچن اور ہوشیار بھس بھس بدل کر کچھ دن ہوئے میں آئے۔ انہیں بہت دنوں بعد یہ موقع ملا تھا۔

سینا کا آخری شور دیکھ کر بچن نے سب سے آواز دی۔ "جگا۔۔۔" جگت چونک گیا۔ اس نے دیکھا وہ خطرناک بد معاش خالو تھا۔ اسے حیرت ہوئی۔ "اور یہ دو سال کے لئے جیل چلے گئے تھے۔ مگر اتنی جلدی واپس آگئے؟"

"یار! اس بار بڑے احترام سے چھوٹ کر آیا ہوں۔ آزادی کی خوشی میں مجھ جیسے بہت لوگوں کو حکومت نے رہا کر دیا ہے۔"

خالو اس علاقے کا دادا تھا۔ چھوٹے موٹے جرائم کے سلسلے میں پانچ سال جیل کاٹ کر آئے۔ اس کی نظر میں کوئی بڑا شہر تھا تو وہ چنگا کو اطلاع فرما کر رہا تھا اور اپنا بچن لے جاتا۔ ویسے وہ سے ڈرتا تھا۔ چاقو مارنے میں اس کا جواب نہیں تھا مگر رائل سے اس کی جان بچتی تھی۔ آخر ایک بار جگت سے کہا تھا۔ "یار! مجھے اپنے گروہ میں شامل کرلو!" مگر جگت نے انکار کر دیا۔ "خالو! انہیں میرے سات کام کرنے میں مدد نہیں آئے گا۔" ساتھی بنا سے تو سب سے پہلے غور تباہی چھوڑی پڑے گی۔

جیل سے رہا ہو کر آئے ہوئے خالو کی فنی گلی اور گھنٹی کو دیکھ کر جگت نے مسکراتے ہوئے چھا۔ "اے خالو! ہمارا بڑا ہی کہیں ہمارے کیا؟"

"یار! اب تو ہماری حکومت ہے۔ دو چار برس ہزاروں نے بہت پانچہ دیا ہے۔ تا کوئی پکڑا۔ بعد میں ہزاروں کو نقصان پہنچایا جائے۔ یہیں کر جگت کی آنکھیں جھلکیں گی۔ خالو خوش مزاج ہیں کہہ رہا تھا۔" آخر تم سارے دو سو خرے ہی آجائیں۔ پولیس والے بھی آگے پچا چلے ہیں۔" مگر کاچرہ سرخ ہو گیا۔

"خالو! مجھے کرائے کا ٹنڈہ دیکھتے ہو؟ تم سے بھی کہتا ہوں کہ اس پکڑ میں نہ پڑنا۔ ہمارے رشتہ، ذات، رنگ یا مذہب کیسے؟ سب سہرا یہ دار ہمارے شکار۔ سناری پولیس ہماری دشمن۔ منہ تار کر کے بڑھ گیا۔"

بچن نے کہا۔ "دیکھا جگت۔۔۔ اگر یہ ایسی ولایت نہیں پیچھے اور قوم دھبہ کے نام پر شروع ہو گیا۔"

پھر ایک ہفتے میں آگ بجڑ گئی۔ پہلے پنجاب مل اٹھا۔ قومی اور مذہبی تعصب کا دیونگا ہو رہی تھی۔ لوٹ مار، آہودری اور قتل عام شروع ہو گیا۔ ملک کے ہزاروں نے ماؤں کے دل بھی پاش پاش کیے۔

"بچن! تمہاری آنکھیں آگ میں جگمگاتی ہیں۔ تم ڈاکوؤں کو گالیاں دینے والے خود کیا تھاکر رہے ہیں؟" ات کا خون جوش مارنے لگا۔ "اب کھوٹے دن نہیں آرام کرنا پڑے گا۔ آگے ساتھی اٹھیں۔ مل لوں گے۔"

"ایسا کر جگت! تم اپنے گھر ایک پکڑ لگاؤ! مجھے ان سب کی فکر ہو رہی ہے۔" بچن نے سوچا ات اس بات میں اس کے ساتھ ہونے والے جھگڑے کو یاد نہیں کرے گا۔ مگر اس نے طالع سوچا۔

"نہیں بچن! مجھے بھی فکر ہو رہی ہے۔ مگر میں وہاں نہیں جاؤں گا۔ کسی کو بھیج کر خبریت معلوم کرنا!" پھر لگا۔ "اور اب تم کو کچھ کی خبریت لینے بیٹھا۔" جگت کے گھر گیا ہوا شخص دو دن سے پہلے واپس لوٹے والا نہیں تھا۔ مگر اچلا کے ہاں بیٹھا ہوا شخص شام کو واپس لوٹ آیا۔ "جگت۔۔۔" بچن غصہ ہو گیا۔ "وہ اس طرح کا کپڑا بٹھا جیسے کوئی پاک نظر دیکھ کر آیا ہو۔"

"کیا ہوا؟" "وہوں نے ایک ساتھ پچھا۔" "اچلا۔۔۔" وہ آتے ہی لوٹ گیا اور نظر میں جھک گیا۔ بچن ہنسنے لگا۔ "وہ گویا اور اس کا شانہ بکڑ لڑ چکا۔"

"خالو! اچلا کو۔۔۔" "میں کر بچن پر بھی گڑبڑی۔ جگت کا گھر بھڑک اٹھا۔" "خالو سے فٹو سے؟" "کب آٹھا لے گئے؟"

"بچنے ہیں وہ مسلمان تھے۔ آج دو پہر۔ میں ان سے خالو بھی تھا۔" "خالو؟" "جگت نے رات میں لے۔" "میں اس کی کھال آٹاؤں گا۔ پانچ شوہر کی بیوی ہیں۔ لینے کی ایسی ہزاروں کا کر بھی کا ڈوڈھ یاد آ جائے گا۔"

"اے شوہر ہر کوئی لے۔ میری طرح کارو۔۔۔" "اوہ۔۔۔" "بچن سنا پلڑو کر گیا۔" "اور لڑا؟"

"وہ سلامت ہے۔ جب فٹو لے آئے تھے تو وہ مگر میں نہیں تھا۔ باپ کی لاش کے سامنے بیٹھ کر یہی طرح رور رہا تھا۔" بچن نے رائل آٹھا۔ وہ فٹو سے کان پر ہاتھ۔

"جگت! میں جا رہا ہوں۔" "اچلا کی تلاش میں۔" "خیر! میں جگت! جگت! خالو سے میں حساب صاف کروں گا۔ تم اس کے گھر جاؤ!"

"مجھے اس کے گھر کا کیا کرنا ہے؟" "بچن یہ کہتا ہوا کہ وہاں جگت درمیان میں آ گیا۔"

"میں تم سے جو کہہ رہا ہوں وہ کرو! تمہاری وہاں زیادہ ضرورت ہے۔ معصوم بچہ ہر امداد نہیں ملے گا۔ باپ کی موت اور ماں کا انکار۔۔۔ اس کے پیارو دینے والا نہیں ہے۔ اچلا کو واپس لائے۔"

جیسے دیارہ سالار لڑکا اسی قسم کی ہمدردی کا انتقاد کر رہا تھا۔ وہ سکیاں لیتا ہوا نرک گیا اور "چاچ" بڑبچنے سے لپٹ گیا۔ دونوں دلوں کا جو تھکا کر کے لگے۔

"اچھا بے چاری برادر! چند دھوکٹ ہو جائے گی مگر خود بھی محض گئی۔" کسی نے کہا۔  
 "ہڑی کی کچھیں ان کردوزی کی گئی مگر چار پانچ فنڈوں کے مقابلے میں اس کی وقت ہی کیا گی؟  
 "یہ بھی اغواء کر کے لے گئے۔" شاردول درمیان میں آیا مگر کہنے ہوئے ہاتھوں سے وہ کیا کر سکا  
 "اوہین بارو دیکھو کہ کچھ بھائی مگر اس کی جدوجہد جاری رہی۔ بدعاشوں نے اس کا پورا جسم  
 ہلی سے کاٹ دیا اور دونوں طرفوں کو اغواء کر لیا۔ وہ تو اچھا بھلا گیا لڑکا مگر موجود نہیں تھا۔ نہیں  
 بچا رہا۔" دوسرا ہلے سے ہانپتا مگر جین اس کی بات کاٹ کر بولا۔  
 "چلو! اب مرنے والے کو اس کی آخری منزل تک پہنچا دیں۔ اچھا یہاں ہو گی تو واپس لوٹ  
 گئی۔"

"آج آج ہی؟" "جین آدی اک ساتھ بولے۔" "لجھ میں ہے پتا ہجرت تھی۔" "کون لائے گا  
 "ایک صاحب ہو شیاری سے بولے۔  
 "بے ایک مزد۔" آئے تو کہہ دیا "مگر شاردول کی لاش کو ہا ہر لایا گیا۔" بچن نے جنازے کو

نہا دیا۔ بارہ سال لڑکا باپ کے جنازے کے ساتھ بچن کے برابر چل رہا تھا۔ جیسے دو جنازے کا  
 ہانچے مصمم دل پر آٹھارہ ہا۔

○

خانہ کو تلاش کرنے کا کام جکت نے جس طرح سوچا تھا اتنا آسان نہیں تھا۔ جین چار جگہوں کا پتہ  
 دیا۔ میں دو جگہوں پر آخری چاروں کے خانو دیکھا نہیں تھا۔ ویسے خانو کو تلاش کرنا ہوتا  
 ہے کہ وقت ملنا توں کے کوٹوں پر تلاش کرنا پڑتا تھا۔ مگر کھت کو لینا تھا آج وہ ادھوا کی گئی  
 خانے کے ساتھ کی سڑک کی سڑک پر چھپا ہوا ہوگا۔ اُسے کہاں تلاش کیا جائے؟ وقت تیز زور داری ہے  
 اور پتا۔ جکت کا ضمیر بڑھنے لگا۔ وہ ادھوا کو برادر کر دے گا۔ نہ جانے کتنے فنڈے اس کے ساتھ  
 رہ گئے؟ وہ اس کی عزت لوٹ لیں گے۔ اسے فروغ کر دیں گے۔ جکت نے دانت چیں

کہا۔ "خانہ۔۔۔ جہاں ہی موت نے مجھے بے راستہ بتایا ہے۔ میں تجھے جس بخشش گا۔" وہ بڑبڑایا۔ اُس  
 نہیں اس کی قسم تھی اور یہ جہاں کی رہیں تھی ہوئی نظر آ رہی تھی۔

جکت اور ہوشیار کے سات ساتھیوں میں انور اور عبدل بھی تھے۔ دونوں دوست سال بھر سے  
 ان کے گردہ میں داخل ہوئے تھے۔ اب جکت کو ان پر پکا اعتماد ہو گیا تھا۔ خانو کی تلاش میں یہ مفید  
 نہ ہوں گے۔ یہ سوچ کر انہیں سنا لیا تھا۔

"انور اور عبدل اپنی دو مقامات پر ہم لوگ تلاش کرنے جاؤ گے۔" جیسے مسلمان ہونے کے سبب  
 ان کا اطلاع مل جائے۔" یہ کہہ کر جکت کو ہمراہ لے گیا۔ "مگر شاید اس طرح خانو کا نہیں ملے گا۔" اُس  
 ایک ترک بے آزمائی۔ "ایک کام کو دھانچا تو کے آدی سے جا کر کہو! انہیں خانو نے بلایا ہے۔ اغواء  
 ہوا کی طرفوں کو کھٹا لگنے کا کام ان کے سپرد کرنا ہے اور آج رات ہی یہ کام ختم کرنا ہے۔ لہذا

بغیر میں جنہیں صورت نہیں دکھائیں گا۔ میں جس قسم حکم دیتا ہوں۔ تم جاؤ۔" جکت اس قدر جوش  
 بولا تھا کہ بچن اختلاف نہ کر سکا۔ دل میں اُٹھے ہوئے دروگدو واہوا اچلا کے مگر کی جانب دھا  
 گیا اور جکت چہرے ساتھیوں کے ساتھ خانو سے حساب صاف کرنے کے لئے چل پڑا۔

○

نصف شب سے پہلے بچن، اچلا کے مگر پہنچ گیا۔ جکی میں جنازے کا سامان نظر آیا۔ دو چار  
 سرگوشیاں رہ رہے تھے۔ گھوڑے کی لگام قائم کرتے ہوئے بچن کو کمرسب خاموش ہو گئے۔  
 میں اُنکھوں سے اشارے کئے، مگر بچن کے چہرے پر انہی دیکھ کر ٹھنکن ہو گئے۔ بچن نے گو  
 چوٹ پار کی۔ کمرے کے درمیان چار دروازے مانی ہوئی شاردول کی لاش پڑی ہوئی تھی۔ کھلے  
 سات خود میں اور جو مگر دم نہیں تھے۔ بچن کی نظر لاش سے لپٹ کر بیٹھے ہوئے اچلا کے  
 پر پڑی۔ اُس کی طرف دیکھ رہے تھے۔ دو چار دھریوں نے بہت کرنا سے راستہ دیا۔ جوئے اتار کر بچن آگے ب  
 شانے پر سے اٹھل اتار کر آگ دکھ دی پھر اُس نے اچلا کے بارہ سال لڑکے کے سر پر ہاتھ پچ  
 اُس نے اس طرح محبت بھرے ہاتھوں سے اس کی پشت چھتی۔ "بے لٹھہ جا۔۔۔"

"بہت گھما گھما رہا تھا نہیں ہے۔" ایک شخص نے کہا۔ "بھتا ہے میں پاؤں نہیں جانے دوں  
 پہلے ہری ماں کو لارو!"

"زبردستی لاش سے الگ آیا تھا تو اُس وقت بے چارہ دھکا دینے لگا تھا۔" دوسرا کہنے لگا۔ "اچ  
 تم آگئے۔ اس کا دوسرا کوئی رشتہ دار نہیں۔" نظروں سے باہر خاص دن سے بولا گیا تھا، یہ بچن  
 محسوس کیا۔ ایسے سوچ پر بھی لوگ برائی کر کے نہیں چکے تھے۔ وہ اکڑا اچلا سے ملے آتا اور لڑکا  
 رات کو آتا ہلہلا کر اور ان کا اعزاء گھڑے؟

کوئی پوچھتا۔ "اچلا اور کونسا بہانہ آئے تھے؟" تب وہ بچن کا نام بتانے بغیر گئی۔  
 "بھرے بیٹے کے رشتے دار ہیں۔" اس جواب سے کھلے کی طرفوں کے پتہ میں گڑبڑ ہو  
 وہ کہیں۔ "کون دے کئے کیوں نہیں اُترت ہی میں کیوں آتے ہیں؟ پوچھنے کا مطلب کچھ کر بی  
 اظہار کئے بغیر اچلا بڑی سفاکی سے جواب دیتی۔

"ان کی فراغت ہی ایک ہے۔ رات ہی چوچھی تھی ہے۔" بچن اور شاردول نے ضمیر کر  
 اچلا کو دوسروں کے گھر کام کرنا چھڑا دیا تھا۔ پھر کھٹے والے چیلے پیسے بولے گئے۔

"بیکے کا رشتہ دار پیسے دے جاتا ہے، مگر وہ کیوں ہمارے برتن صاف کرے گی؟" بچن کو  
 باتوں کی بول کی گئی، لہذا وہ اب اچلا کے گھر بہت کام جاتا تھا۔

اسی لئے اس کا کئی چاہا کر کے، "تمہاری نظروں کے سامنے غڑے سے کھلے کی ایک خود  
 اٹھالے گئے اور اس کے شوہر کو کھل کر کہے، "مگر یہی تمہارا خون گم نہیں ہوا؟" مگر یہ سب کچھ کام  
 نہیں تھا۔ پھر فائدہ کیا؟ یہ سوچ کر اُس نے اچلا کے بیٹے کی جانب توجہ منو دل کی۔ باپ کی لا  
 سے پہلے ہوئے لڑکے کو اُس نے پیار سے اپنی طرف کھینچا۔

"چٹا! کچھ کا پتا ہو کر نہ دے۔ تیرے باپ کے قاتل کو ہم زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

اہل اجماع ملا ہے۔ حمر کے وقت چلے جائیں گے۔ اچھی بخشش ملے گی۔  
 ریم چا چا بھگتے سے بچے گا۔" خدا جب دیتا ہے تو مجاہد کر دیتا ہے۔ دو خانو میں لمبا ہاتھ مار کر  
 اپنے۔ مگر جب سے سونے کی انگوٹھی نکال کر دکھائی۔ "اُس نے پہلے سے بخشش دے دی ہے۔"  
 انگوٹھی جوش آگیا۔  
 "مجرہا رہی بخشش بھی پہلے سے رکھ لو،" یہ کہہ کر اُس نے گلے سے سونے کی چین سمجھ لی، مگر  
 لہلہ کر پوچھا۔ "تاؤ کس کم کا ہاتھ مار کر آیا ہے چا چا؟" ریم چا چا نے ادھ کی آنکھ سے اوردی  
 ن لے لی مگر جواب گول کر گیا۔

"اُس نے کیا ہاتھ مارا ہے تو میں نے بھی نہیں پوچھا۔ ہر ایک اپنے مطلب کا کام کرتا ہے۔ جو  
 رہی سرائے میں آئے، ہمیں اُسے آسرا دیا ہے۔" انور نے تمکون کیا اُس نے معلوم کرنے میں  
 دلی کی کی اس لئے اُس نے بات بدل دی۔

"ناکل بھی۔ آپ کو بخشش سے مطلب ہے چا چا؟"

کرہ پرورد کے ریم چا چا سونے کے لئے چلا گیا۔ مگر انور نے کہا۔ "خانو یہاں ہے، یہ بات  
 لی ہوگی ہے۔"

"اور عورت بھی نہیں رکھی ہیں یہ بات بھی جتنی ہے۔" محبت نے کہا۔ "میدان میں رہے  
 خاتم نے دیکھے ہوں گے۔ ان پر پردے پڑے ہوئے تھے۔ ضرور خانو عورتوں کو رہے تھے میں سمجھا  
 دلا ہوا ہوگا۔" سرائے کافی بڑی تھی۔ پچاس ساٹھ کروں میں خانو کو تلاش کرنا آسان نہیں تھا۔ پہلے تو  
 ظلم ہو کر وہ کس کس سرائے میں اور اس کے ساتھ تھے افراد ہیں؟ "انور..... عبدل! تم ایک کام  
 روا آہستہ قدموں سے سرائے میں چکر لگاؤ۔ وہ جس کمرے میں ہو گا وہاں ضرور کچھ نہ کچھ آہٹ  
 ٹپا سکی گا۔ لاکر نکالنا۔ مگر چپ چاپ رہنا اور لوٹ آنا۔" کی کو معلوم نہیں ہوتا چاہئے۔  
 "بھتر..... کہتے ہو وہاں خانو کے چار چار رہتے ہیں۔ محبت نے جوش پر قابو پا لیا۔ جب بھی خطرے  
 کا کام میں ہاتھ ڈالنا تو وہ ذہن کو سکون رکھنا سیکھ گیا تھا۔ جوش آردی سے چٹکی سرزد کر دیتا ہے  
 مابت کا اُسے تجربہ تھا۔ دونوں سامنے کچھ پر بعد واپس لوٹ آئے۔ "اُس جانب بند کھڑکی میں  
 چا چا آردی تاش کھیل رہے ہیں۔ وہ بات بات پر گایاں بکر رہے ہیں۔ وہ خانو کے سامنے بھی  
 ہیں۔"

"کی عورت کی آواز سنائی دے؟"

"نہیں سردار ایاتی ہر طرف خاموشی ہے۔"

محبت کچھ دیر تک سوچا رہا۔ "ایسا کرو! تم دونوں واپس جاؤ! اگر کمرہ کھلاؤ۔ اگر اندر خانو نہ ہو تو تم  
 اُس کے ساتھ تاش کھیلنا۔ اور جڑا دیکھتے ہو تو کچھ بار بھی چاہنا۔ اس ترکیب سے خانو کے متعلق  
 لانا کرنا۔ مگر چروں میں سے کوئی کی کیا نہ وہاں سے آؤ گے۔ ہوشیاری سے کام کرنا ہے۔"  
 ت نے جب سے روپے نکال کر انور کے سپرد رکھے۔ "انہیں دیکھ کر وہ لوگ جلدی چمک جائیں  
 نہ۔ جو کچھ رہتا۔ وقت ضائع نہ کرنا سمجھو۔"

عبدل اور انور واپس نہیں ہوئے۔ لہذا محبت نے کھدیا کر کہہ اندر داخل ہو گئے ہیں۔ اُس نے

جھبیل جلدی اطلاع مل جائے گی۔ جلدی جاؤ! تم جہاز اٹھا کر رہے ہیں۔"

اس کے بعد پورا ایک گھنٹہ اضطراب میں بیت گیا۔ بار بار پکار کر خیاں دل کو جھلسا دیتا تھا۔  
 جانے کی صورت میں خانو کے گلوے کے گردے کی خواہش دور کرنے کی کوئی غرض نہ ہو جوت کی  
 لوٹنے کا سبق نہیں دیتا بلکہ عورت کی حسرت کی حفاظت مذہب کی کھائی ہوتی ہے۔ مگر انسان تو  
 پاگل ہیں کیوں سوار ہو؟ ایک قوم دوسری قوم کو تباہ کرنے میدان میں نکل آئی ہے۔ انور  
 ٹھٹھنے میں لوٹ آئے۔

"سردار! وہاں تو کھل ہونے والے پنگے کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔ ایک شخص کو قتل کر  
 پچاس روپے، ایک عورت کو اغوا کرنے کے سو روپے کی سودا بازی ہو رہی ہے۔" یہ سن کر  
 خون گرم ہو گیا مگر اس وقت اُسے خانو پر ہاتھ ڈالنے کی جلدی تھی۔

"خانو کا کچھ تو نہیں بتایا؟"

"میں..... وہ لوگ کبہ رہے تھے کہ خانو نے بڑا کارنامہ انجام دیا ہے۔ دو دن میں بہت  
 جوش اور اغوا کر لی ہیں مگر اس کے بچے کے متعلق کسی کو معلوم نہیں۔" انور نے افسوس کا اظہار  
 عبدل کے انتظار میں دوسرا نصف گھنٹہ گزار دیا مگر اس مرتبہ کا انتظار تنگ لایا۔ عبدل نے آئے

دی۔

"چل گیا۔ خانو حاجی خان کی سرائے میں ٹھہرا ہوا ہے۔" محبت نے متفہم سا لہجہ لیا۔

"دوسرائے کس جگہ ہے؟" گھوڑے پر سوار ہوتے ہوئے محبت نے پوچھا۔

"میں نے دیکھی ہے۔" اب انور جوش میں آگیا۔ "یہاں سے چار میل کا فاصلہ ہے۔"

رات کے وقت وہاں کی بات کرتے ہیں۔ اُس کا چکر پھر اُسے دھجے سے واقف ہے۔

گھوڑوں کی پائیں ڈھیلی ہو گئیں۔ محبت نے پشت پر لی این بی گمن چھپائی ہوئی تھی۔

آفسر کی اس گمن کو پہلی بار استعمال کرنے کے لئے وہ بھی نہیں تھا۔ نصف رات سے پچھتے تو بارش  
 کر رہی۔ محبت خوش ہو گیا۔

"قدرت! ہمارا سوا وقت میں ہے۔ سرائے میں ٹھہرے کا بہانہ مل گیا۔"

"سردار! خانو کو قتل کرنے کا کام میں اور عبدل نہ ٹھانیں گے۔" انور کہہ رہا تھا۔ "مذہب کے

دو ہمارا بھائی ہے۔ ہم اس کے ساتھ زیادہ انصاف کر سکیں گے۔"

"نہیں! انور! ایسے بدعنوان کو بھائی کہنا بھی گناہ ہے۔ خانو کا حساب میں چکاؤں گا۔ وہ

چاقو بازی کا ماہر ہے۔ میں نہیں یہ خطرہ مول نہیں لینے ڈوں گا۔"

سامنے جاتے تھے کہ خطرے کے کام محبت خود کرتا تھا۔ حاجی خان کی سرائے تک پہنچنے

نصف شب گزر چکی تھی۔ بارش دم ہو گئی تھی۔ انور نے چکر لگا دیا۔

"رجیم چا چا! ارات کو قتل کرنا ہے۔ ایک کمرہ کھول دو!" انہی کی تیندے سے جاگے ہوئے غما  
 نے آئے پچپان لیا۔

"ہوئے وقت کیوں آئے ہو..... کتنے مسافر ہو؟"

"آوردی ہیں چا چا! آپ تو جانتے ہی ہیں کہ ہمارا کام ہے وقت کا بہتا ہے۔ ایک جگہ پر

ہوشیار سے کہا۔ ”مار دھاڑ کے دوران اگر مجھے کچھ ہو گیا تو تم اچلا کو گھر پہنچا دینا۔“

جھکت کھڑا ہو گیا۔ ”چلو ہوشیار!“ پھر اس نے اپنے ساتھیوں کو دعاؤں دی۔ ”تم لوگ کہ  
کے دروازے پر جم جاؤ! پہلے اُن چاروں کو قابو کر لیتا۔ ضرور پڑنے پر کر پان کھسک دیتا۔ مگر  
طاقت۔“

تک اور پھر ہمارے غصے کی طرف چلے گئے۔ ہاشم بند ہو چکی تھی مگر آسمان کا  
 تھا۔ دو مہینے بھی کئی ہفتوں کی کرج خالی دے رہی تھی۔ بجلی بج رہی تھی۔ کمرے میں خا  
 رات جلتی ہے سرج لیا تھا۔ ہوشیار کا سہارا کے کدو ہمارے کچھ پر چڑھ گیا، پھر ہاتھ  
 ہوشیار کو بھی کھلا۔ مکان کے چھپرے دو مہینے روٹ گئے۔

[illegible]

”انسان کی حیثیت پر آسان بھی نہ دیکھا ہے۔“ ہوشیار بولا۔ اُس نے ایک دلی ہوئی چپ دی۔ جگت چمک گیا۔ اُس نے نہایت سے چہرہ اندر کیا۔ کمرے کے اندر دوسرے کمرے میں والا دروازے پر دروازہ مل رہا تھا۔

”ہوشیار! میں آتر ہوں۔“ جگت نے کہا اور اندر کو گیا۔  
 ”ات مان نے اور رشتہ کاٹ کر پیچھے ڈال گا۔“ خانو کی آواز سنائی دی۔  
 ”نہیں نہیں.....“ عورت کی آواز دہلی ہوئی تھی۔ پھر سنا چھپا چھپا۔ جگت نے گھنٹہ  
 کو نے سچے چڑاؤں کو اس اندھا کر بہتہ قدموں دو دروازے کی جانب بڑھ رہا تھا۔ خانو ایک کچھ  
 دروازے کو دھڑکایا۔

اگر وہ مانتے یا اجرت خاں تھا۔۔۔ جنت لڑو کر دیا۔ ایک عورت فریضہ پر چلتی ہوئی تھی  
 کے پیٹ پر بٹھنے لگو کر خانا دیا۔ ایک ہاتھ سے اس کا گار دیا ہوا تھا۔ دوسرے ہاتھ سے خانا  
 چھری سے دھو کر کھلے ہوئے سینے پر رکھ کے لگا رہا تھا۔ وہ عورت تکلیف سے سر پ دھج  
 دانت ہوئے سینے میں آواز بھس کر رہ جاتی تھی۔ جنت کی وجہی کا اب تک خانا کو پیٹنا  
 دانت میں سر کھجنا۔

[illegible]

”جو کچھ تم دونوں ہمارے ساتھ چلو اے گھوڑے پر کھل چلیں گے۔ لیکن وہاں بے چمن ہوگا۔ ان  
 پھرسے ساتھ کچھ سلاطین پہنچا دیں گے۔“

اگرچہ تیار ہوئے اور بادشاہ کو خوں کو لے کر جنت کے ساتھ رہا دانا ہو گئے۔ مگر حکمت، ہوشیار،  
 ہمارا کیا واسطہ ہوتے۔ پناہ پر پھر شروع ہو گئی تھی۔

[illegible][illegible]

”خانوا! یہ بد وقت نہیں آٹو میک مکن ہے۔ اس کو چلانا تمہارا کام نہیں۔“ بکت نے اسے روک کر کوشش کی مگر خانو کی انگلی مکن کے ٹرانسکریپر پر جم چکی تھی۔

[illegible]

”خدا ہاں دوست آتم چہت پرہینے ہو تو میں بھول گیا تھا۔ تم نے خالو کی کوڑی کاغذ پر لکھا ایک نوکر پر ہو جانی تو نہیں خالو کی جگہ میری لاش نظر آئی۔“ بھگت نے ہوشیار کو دیکھتے ہوئے کہا۔ دروازے پر کاناں آئے تھے۔ راجہ والی کھڑکی کے دروازے پر بٹے لگے۔ اندر سے کھڑکی کھلی گئی۔ سناٹی دی۔ دُشی عورت دھماکے سے بے ہوش ہو گئی تھی۔ خالو کی لاش کو لٹا مار کر بجکتے دروازے کھول دیئے۔ درجن بھر عورتیں اندر سناٹے میں ڈوبی ہوئی کھڑکی میں جن کے چہرے کے بارے سے کوئی شک نہ تھا۔ سب کے چہرے کھڑکی ہوئی آچلا جگت کو بچان لگی۔

”بھیا!“ کھڑکی پر ڈوبی ہوئی آکر دھمکتے ہوئے چہرے تھے۔ چوٹی تھی۔ اس کے ہلکے ہلکے کرارے سے جگت کا ہر اُچار آواز اُٹھنے لگتا تھا۔ آٹھ گھنٹے کے چہرے تھے۔ جگت کی جگت اس طرح سے کچھ دیر کے بعد خالو کی کھڑکی پر ڈوبی ہوئی عورت نے جگت کا ہاتھ دھکا دیا۔ عورتیں کمرے سے باہر جانے لگیں۔ کمرے میں بے ہوش ہوئی عورت کی جگت تھک حالت دیکھ کر دھڑکنے لگی۔

”ہوشیار! باہر کھینچے کے دروازے کھول دو۔“ جگت کو اس صورت حال میں باہر نکالنے کی جلدی تھی۔ ”پہلے دیکھ لو کہ باہر مارے ماسی ہیں یا نہیں۔“ اس پر سر ٹھیک تھا۔ خانو کے چار سارے کونہ کونہ پر ہوش کرنے کے بعد اس کو کھڑی میں بند کر دیا گیا تھا۔ مہارائے کے چکریدار کو بھی جانہ ہوا دیا گیا تھا اور مہارائے کی تمام کھڑکیوں کے دروازے باہر سے بند کر دیے گئے تھے۔

”دو دنوں میں بڑے تیار کر کے عروسی کو گناہ پر بخدا دیا ہونے سے پہلے انہیں کچر پھانسا۔“ جگت بھڑائی غصہ سے انہیں یہی طرح ڈونگی کر رہا تھا۔ وہ کہتے ہیں: ”اچال کی انکھیں بھی آتھیں۔ تو باہر نہیں تھیں۔“ اسے اپنے سونہر کی کڑیاں دہی تھیں۔ جگت کو جھٹکا مارا مگر اس نے چہرے

نمازات بدل لئے۔

”اچھا! بہن! میں نے وہاں بچن کو بھیجا ہے۔ ہم وہاں ابھی پہنچ جائیں گے۔“ پھر بات بدھ فرض سے بولاً۔ ”ان میں تمہارے محلے کی کون عورت ہے؟“

”ہاں..... ساوثری ہے۔“ اچانک زور کھڑی ہوئی ایک عورت کی جانب اشارہ کیا۔

”نہیں نہیں..... سادری بھرے ہوئے لمحے میں بولی۔

ہوشیار سے نہ رہا گیا۔ ”مہم موجب پر پہنچ گئے تھے۔ کسی صورت کو آج نہیں آئی ہے۔“

بھگت رام نے سچی نظر سے ہوشیار کو دیکھا۔ ”ہمارے فیصلے میں کل امداد کی ضرورت نہیں۔ طنز کو اس پہلو میں دبا کر لے جاتے ہوئے میں نے اپنی آنکھوں۔

ہے۔ میرے لئے اب یہ یاد ہے۔“

”اسان کا بدلہ ہی دے دے رہا ہے؟“ ایک عورت بولی۔ ”یہ بچاؤے راتوں رات عورتوں کو لے گئے۔“

”نہیں نہیں..... سادری بھرے ہوئے لمحے میں بولی۔

”میں نے انہیں لے آئے تھے کہیں کیا تھا۔ اسے رکھنا ہوتا ہے ساتھ لے جائیں۔“ سادری میں آگ لگ گئی۔ بڑول شہر پر پوری بھاری جتا رہا تھا۔ مگر اس کے ہاتھ کپٹے سے پہلے بھگت کو تیز نظروں سے گھبراہ بھگت رام بھگت کی نظروں کی تاب نہ لے کر بچے دیکھنے لگا۔

”مہم..... عورت واپس آگئی۔ بھگت کا احسان بان اغوا خواہات بہار رہا ہے۔“

”نہیں نہیں..... سادری بھرے ہوئے لمحے میں بولی۔

”میں نہیں..... ایسا نہیں ہو سکتا۔ راون دیتا کو لے گیا اور دیتا نے اگنی پر بکھادی۔“

”نہیں نہیں..... سادری بھرے ہوئے لمحے میں بولی۔

”نہیں نہیں..... سادری بھرے ہوئے لمحے میں بولی۔

”نہیں نہیں..... سادری بھرے ہوئے لمحے میں بولی۔

”نہیں نہیں..... سادری بھرے ہوئے لمحے میں بولی۔

”نہیں نہیں..... سادری بھرے ہوئے لمحے میں بولی۔

”نہیں نہیں..... سادری بھرے ہوئے لمحے میں بولی۔

”نہیں نہیں..... سادری بھرے ہوئے لمحے میں بولی۔

”نہیں نہیں..... سادری بھرے ہوئے لمحے میں بولی۔

”نہیں نہیں..... سادری بھرے ہوئے لمحے میں بولی۔

جوت کیا کیا تھا اس لئے بچن کو لگ کر بھی۔ وہ بے چینی سے انتظار کرنے لگا۔ جت روتے  
 لے بیٹے کو لے کر واپس آیا اس کی آنکھیں میٹھی ہوئی تھیں۔ وہ اچلا کے ہاتھوں میں بیٹے کو تھما کر  
 "اس کی نال پر بجر کے پردہ حاشا فرار ہو گئے ہیں۔ وہ بے چاری شہر پر ہند حالت میں مردہ  
 لے۔ اور۔۔۔" وہ اس طرح ٹوک گیا جیسے اس کے گلے میں کوئی چیز پھنس گئی ہو۔ پھر کسی آہ بھر کر  
 "بچہ بے چارہ دینی ماں کے پردہ بیٹے کو چھوٹے کی کوشش کرتے ہوئے رو رہا تھا۔"  
 "وو۔۔۔" اڑھائی کی تباہی پڑ گئی۔ "ان بدحاشاں کو ایسے معصوم بچوں پر بھی رحم نہیں آتا ہو  
 اور بے چارے کا کون ہے؟"

"اچھا اب تو تم ہی اس کی ماں ہو۔ اس دیر نے میں اس کے کسی رشتے دار کو کہاں تلاش کریں  
 گے۔ جت نے کھڑے پر سوار ہوتے ہوئے کہا۔ اس کی ماں بے چاری تازہ دیدہ ہوئی ہوگی۔"  
 بچے کو اچلانے سے لے لگا کر گرم گود یا کر پھر خاموش ہو گیا۔ پھر کسی اس کی سسکیوں میں اچلا کو  
 "اچھا۔۔۔" بچہ بچوں کی آہیں سنائی دے رہی تھیں۔

منج ہونے سے پہلے رات کی حد آگئی۔ اپنے گاؤں کا منظر دیکھ کر چگانے عجیب منشی محسوس کی۔  
 دھکی کی یادوں کی موجوں سے سفید لے لگا۔ ہونان کی یاد نے دل کے ڈھیرے کر دیئے۔ وہ دیر کی  
 ہے دل پر اٹھا۔ جیسے گھر قریب آ گیا تھا، ماں، باپ اور چند دن اور اس کے دل پر قبضہ  
 لانے لگے۔ کہاں سوئی تھیں۔ چاروں طرف سناٹا چھایا ہوا تھا جیسے انسانی آبادی کے بغیر یہ جگہ سونا  
 حشا نے میں جگت کا دل گھیرا لے لگا۔ اسے گھر کا دروازہ کھلنے کا تو کون کون لے آئے گا؟ کیا  
 گھر میں داخل نہ ہونے کی ضد پر وہ قائم رہے گا؟ کیا دروازے کے باہر کسی سے سب کو ل کر واپس  
 اٹھ جائے گا؟ وہ کسی خضر کی آواز؟ کیا ماں سے ایسا سلوک کیا جاتا ہے۔۔۔ خیالات کے گھبرے

ہو رہے تھے۔ وہ پوچھ کر نکل گیا اس کی خیالی تک رہا۔ گھر آ گیا ہے۔ اعداد سے پر اس نے  
 گھر کے دروازے کا گھبراہٹ کی خیالات کی لگا کر بھیٹ گئی۔ پہلے تو اس نے محسوس کیا کہ وہ بھول گیا ہے۔  
 لاچار پر آ گیا ہے۔ اس کی آنکھیں میٹھی ہوئی تھیں۔ کیا؟ گھر تو بل کر آ رہا تھا تو کیا جس دروازے  
 کو کھلانے کے لئے اس کے ہاتھ پر رہے تھے اس دروازے کا ایک اور دروازہ تھا۔ ہوا سے مل رہا  
 تھا۔ جسے چوٹ پر چڑھ کر دیکھنے کی اس نے تم کھائی تھی وہ چوٹ ہی نہیں رہی تھی۔!

"جت چاہا تو کون کون کئے؟" "جت پر بیٹا بھونے لگا تھا تاہو اچلا کا بیٹا بولا۔ "آپ تو کہہ  
 رہے تھے کہ آپ کا گھر آ گیا۔" جت پھر بھی خاموش رہا۔ بچن، اچلا اور ہوشیار بھی سکتے میں آگئے۔  
 سب گھمے گئے انھیں آنے میں دیر ہو گئی ہے۔

"جت! عقب کے دو تین گھر بھی ملے ہوئے نظر آ رہے ہیں۔"

جت خاموش سا کھڑے سے بے آخر آ رہا۔ کیا کرنا چاہئے؟ یہ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ آخر بچے  
 بل کر اس کے دروازے سے پاس پڑی ہوئی آنکھ اٹھائی، کپکپاتے ہوئے ہاتھوں سے پیشانی پر  
 گائی اور پھر ہٹ گئے۔

"گھر کی یہ حالت ہوئی ہے تو گھر والوں کی کیا تمنا تھی ہوگی؟" وہ گرجا۔ تایا کے گھر جا کر  
 معلومات حاصل کرنے کے متعلق سوچ کر وہ کھڑے پر سوار ہوا تھا، اسی لئے بچن نے اس کی توجہ

کیوں روکا جائے؟ انہیں گھر والوں کی فکر ہو رہی ہوگی۔"  
 "بہتر ہے۔۔۔" جت بے چین لگا۔ "میں آپ کو لوں گی مرضی۔" آپس میں مال کی  
 کے سالوں پرانے ساریوں سے جدا ہوتے ہوئے ان کے دل بھاری ہو گئے۔ جت سب کو  
 بیٹے سے لگا رہا تھا۔

"مقدر میں ہوا تو پھر نہیں گئے۔"

"کہاں۔۔۔ اور ترس میں؟" ایک نے پوچھا۔

"ہاں۔۔۔ شاید وہاں۔۔۔" جت نے کہا مگر اسے یقین نہیں تھا۔ کون جانے تھا کہ کہاں لے  
 گی؟ وہ دریل جانے تو ممکن ہے سب کچھ سوچا اور اچانک ہو جائے۔

رہتا کیجئے ہوئے دریا میں گزر گئیں۔ جت، بچن اور ہوشیار بچوں کے پاس آٹو چیک گئیں۔  
 تینوں کے جیسے کی چار چار کھڑا کی چیزیں اور خضر ان کے پاس تھی۔ اچلا بچن کے ساتھ گھوڑا  
 چھپی ہوئی تھی اور اس کا بیٹا جگتا چاہا ہے پلٹ کر ساری کر رہا تھا۔ مال سب ہوشیار کے پاس  
 پولیس سے بچنے کے لئے وہ رات کے وقت سڑک کے اوڑن میں کی گھوڑا چکر ارام کرتے۔ وا  
 میں جگہ جگہ لوگوں کے قافلے نظر آ رہے تھے۔ سب کی منزل ایک تھی۔ انسانیت پر سے سب کا بھر  
 اٹھ چکا تھا۔ خدا کے بھروسے پر سب چل پڑے تھے۔ کسی بھی تو ایسے واقعات ہوتے کہ انسان اور  
 لاشیں ٹھوکروں میں آئیں۔ زمینوں کی موت کی چٹخیں سنائی دیتیں۔ کسی دوسری پہاڑوں کو نصیب  
 حوالے کر کے جو ان بیٹے جنت کر گئے تھے۔ وہ بے گھر کے لگا کر وہ بے گھر کا بیٹا نہ نکلا رہا  
 تھے۔

"آج صبح مجھے گاؤں میں بڑا عبرتناک واقعہ ہو گیا۔" ایک جگہ کو کہا رہا تھا۔ "ہم  
 غور میں کوئی پرانی بھری دیں۔ نہ جانے کہاں سے دس بارہ خنزیر جیت کر آ گئے۔ غور میں  
 گئیں۔ کہاں چائیں؟ کیا کریں؟ کسی کی بھیج میں نہ آیا۔ چاروں طرف سے گھر کی گئیں۔ فرار کا  
 بند تھا۔ کسی قیمت پر عزت کی حفاظت کرنی تھی۔ بے چاروں کے پاس کوئی راستہ نہ تھا۔ خنزیر آٹم  
 نے ایک کے بعد ایک کوئیں میں چھلا گئے گاؤں۔ ایک غور کی بہت نہ ہوئی۔ اس نے فرار  
 کوشش کی مگر خنزیروں نے اسے پکڑ لیا۔ دس بارہ خنزیروں نے اسے پامال کر دیا۔ دوسری ہاتھ  
 کوئیں سے نکلا تو ان کی لاشیں اسی کی گئیں۔" ایسا عبرتناک واقعہ بچن اور ہوشیار کے دل پر چھڑا  
 سنا۔ گرا اچلا جگ بلک جگ کر رہے گی۔ اس کی نظر میں خالو کا فضیلتا چہرہ گھونے لگا۔ جت اگر نہ  
 تو اس کا بھی دہی حال ہوتا۔ اس نے سوچا کہ گاؤں میں ایک جگہ آکر جوتا کم از کم غوروں کی عزت  
 محفوظ رہتیں۔

برسات کی رات میں تین گھوڑے منزل کی جانب بڑھ رہے تھے۔ ایک گاؤں کی حد پار کر  
 کچھ آگئے تھے تو ایک بچے کے رونے کی آواز سنائی دی۔ جت نے گھوڑے روک لئے۔

"بچن! آخر تو کب نہیں رہنا! میں ابھی آ رہا ہوں۔" یہ کہہ کر وہ کھڑے سے بچہ کو دلا۔ بچنوں  
 پانی بھر ہوا تھا۔ گن تیار کر رکھت تار جی کی روشنی میں آگے بڑھا۔

ایک جانب مہذب لکرائی۔

”جنت! اسانے درخت کے نیچے کوئی سویا ہوا نظر آرہا ہے۔ دیکھیں کون ہے؟“ بکر تاریخ کی روشنی میں دیکھا، کوئی پیر سکڑے سویا تھا۔ ”کون ہوگا؟“ یہ سوچ کر جنت بڑھائے۔ نزدیک جا کر دیکھا تو کوئی سر دی نہیں پہنچا ہوا تھا۔ جنت نے آنکھیں سے سر کا پتلا اٹھا۔ ”اسکیا ہے؟“ یوزی عورت کی آواز سنائی دی۔ وہ جلدی سے اٹھ کر بیٹھ گئی۔ جنت نے محسوس کیا کہ اس کی ماں انتظار کر رہی تھی۔ گر آواز دوسری تھی۔ تاریخ کی روشنی میں دیکھا۔

”ارے بری چائی۔“ آپ یہاں؟“

یوزی نے آواز بھری۔ ”جنت میرے دل میں ہیں ہو؟“

”نہیں چائی! میں جنت ہوں۔“ ماں کا دھوکہ جنت۔

”جنت..... پایا کا جنت۔“ چائی بکھر دیکھ رہی تھی۔ ”تمہاری ماں بھی میری طرح انتظار کر کے بیٹھ گئی۔“ جنت نے محسوس کیا اس کا دل بیٹھ جائے گا۔ گر بری چائی نے کہا۔ ”بہن سب سلامت چلے گئے۔ رات خودوں نے مکان تک جلا دیئے۔“

”چائی! وہ لوگ کب گئے؟“

”میں چار دن ہو گئے تمہارے نانا آکر لے گئے۔ کہہ رہے تھے وطن چھوڑ کر جگہ سلامتی میں تو اچھا ہے۔“ جنت کو کچھ اطمینان ہوا۔ اسے چاہے وہ بری چائی اور کوئی نذل سا کرکھ رہے۔

”چائی! آپ کیوں ہو گئیں؟“

”بیٹے! میں دن کے انتظار میں رک بیٹھی۔“ چائی کی آواز بھگ گئی۔ ”وہ بھی گئی ہوگی لائے گیا ہے۔ ابھی نہیں لونا۔“ بکھرے خاموش ہو گئیں، بھراؤ بھر کر بولیں۔ ”دن بہو کے گھر اور جلا ہوا مکان دیکھ کر غلا نہ کچھ بیٹھے، بھلا یہاں سے ملے نہیں ہوتی ہوں۔“

جنت کو ایک شخص خیال آیا کہ مرنے سے پہلے ہی کی بات ہے۔ اس نے چائی کو بہت سے ”تم ہمارے ساتھ چلو گاڑی میں بٹھا دیں گے۔ جہان پناں کی طرح نکل آگے۔“ مگر چاچا مانی۔ ”مجھے نہ دیکھ کر اس کا دل بیٹھ جائے گا۔“

آخر جنت کو آٹھن پڑا مگر جانے سے پہلے اس نے بڑھیا کے ہاتھ میں کچھ روپے دیئے۔ ”بھئی! کام آئیں گے۔“ چائی نے چپ چاپ لے لئے۔ ”خاموش دیں۔ مگر نہ جانے کیوں؟“ محسوس ہو رہا تھا کہ ماں میں نے جنت کے انتظار میں یہاں سر دی گری برداشت کرتی ہوئی پڑی ہے بہو کے گھر تباہی چلا جائے گا۔ وہ بھراؤ دل سے گاؤں چھوڑ کر شیو پورہ کی جانب روانہ ہوا۔ گا۔ خاموشی کے بعد جنت نے کہا۔

”بھئی! اس چائی کو چھوٹے بچے باگھ کہہ کر پڑتے تھے مگر پاگل ہونے کے باوجود اُستاد شتم نہیں ہوتی یہ بات آج مجھ میں آئی۔“

انہوں نے شیو پورہ انیشن کے سامنے والے ہوٹل میں قیام کیا۔ بال بچے دارا چلا ساتھ۔

وہ۔ یہ ڈاکوؤں کی جانب کسی کی توجہ نہیں ہوئی۔ جنت اور بچن کو بہت زیادہ ہوشیار رہنا تھا۔ ”میں اب بھی ہوئی ہوئی پولیس کی نظر میں آگئے تو تباہ ہو جانے کا اندیشہ تھا۔ اب بکھرے گئے تو فرار ہوا۔“ حکومت بدل گئی تھی مگر وہ ڈوٹ چکا تھا۔ پولیس انہیں پکڑ کر کہیں رکھنے کی درد ہوا۔ لے بغیر انہیں شوٹ کر دے گی۔ حفاظت خود اختیار کی وجہ سے وہ باہر نہیں نکلے۔ جنت نے انہیں سنا ہے۔

”تم آچلا کوئے کر مشین پر بیکر لگا آؤ۔ ہمارے میں دھم شالا ہے۔ وہاں بھی مہاجر ہوئے۔“ ماں اپنا چن کر نظر آتیں تو آچلا انہیں جلدی بچان لے گی۔

ان کے جانے کے بعد جنت نے ایک دیر تک بچن کو دیکھا رہا۔ وہ کئی خیال میں ڈوبا ہوا تھا۔ آخر اس نے بچن زبان پر آئی۔ ”بچن! مجھے تم سے ایک بات معلوم کرنی ہے۔“ بچن، جنت کے سنجیدہ چہرے کو اس نظر سے دیکھنے لگا۔ ”تم نے آچلا کے لئے کچھ سوچا؟“ اس اچانک سوال نے بچن کو ہلکا

”میں سمجھا نہیں جنت! آچلا کے لئے کیا سوچتا ہے؟“

”آچلا اور اس کے بچے کو اس حالت میں تمہارے سہارے کی ضرورت ہے۔“ بچن بھگ

ہاں اس نے نظر میں بکھر گئی۔

”مجھے اس سے کتنا پیار ہے تو تم جانتے ہو جنت!“

”ہاں..... مگر آچلا کو پیار کے ساتھ سہارا بھی دینا پڑے گا۔“ بچن نے سر اٹھایا۔ جنت بھید کی سے

بدایا تھا۔ ”اس کے لئے میں نہیں ترانی دینی پڑے گی۔“

”میں ترانی؟“

”مجھے وجہ دو! اگر جوش کہوں وہ کہو گے۔“ جنت نے ہاتھ بڑھایا۔ ”یقین رکھنا! تمہارے

اچلا دونوں کے نام کے بات ہے۔“ بچن نے اپنا ہاتھ جنت کے ہاتھ پر رکھ دیا۔

”اس کے لئے وجہ کی کیا ضرورت ہے؟ تمہاری بات میں نے بھی ٹٹی ہے۔“ اسی وقت آچلا

بہو بڑھ رہی تھی۔ جنت نے جھوٹا ہوا چہرہ دکھائی دینے لگا۔

”جنت! سب تلاش کیا مگر تمہارے گھر والے نظر نہیں آئے جنت! مجھے یقین ہے کہ وہ سب چلے گئے

ہاں۔ اس وقت گاڑی بھری ہوئی ہے۔ لیکن ہے اس میں ہوں۔“ جنت نے آواز بھری۔ بچن اور آچلا کو

رہے دیکھا اور دل مضبوط کر کے بولا۔

”آچلا! اب ہم چلا جاؤں گے۔ تم بچن کو لے کر اسی گاڑی میں بیٹھ جاؤ! بچن تمہارے ساتھ

لے گا۔“ بچن نے جھٹکا محسوس کیا۔

”جنت! تمہاں جھٹکے کو میل دینا چاہتے ہو؟ تم یہاں کیوں نہ نکالنا چاہتے ہو؟“ بچن نے جھٹکے میں آگیا۔

”بچن! اگر تم نہ ہو۔ اس کی تم نے مجھے وجہ دینا تھا اور اب اس سے انحراف کرو گے؟“ جنت نے جھٹکے

تک کہا۔ ”مگر اس کی آواز بھرا گئی۔“

”انحراف کی بات نہیں۔ مگر تم چلا کیوں ہوں؟“

”کیونکہ میں آچلا کو اس خطرے میں نہیں رکھنا چاہتا۔ میں ابھی نہیں جا سکتا۔“ جنت نے سخت





”مکن سے اس لئے اسٹیشن پر انتظام رکھا گیا ہو۔“  
 ”جیسا ایسیس کی فی الحال تم فکر نہ کرنا۔ کیونکہ فی الحال بنگاے اور بلوے ہو رہے ہیں۔ اس  
 لی میں تمہیں گرفتار کرنے کی کسی کوفرت نہیں۔“ علی بخش نے اطمینان دلایا۔ ”مگر تم مجھے کیا کام  
 لراہا چاہتے تھے؟“

”بوشیار کچھ کیا کر اس کے آنے سے پیشتر دلوں کے درمیان بہت سی باتیں ہوئی ہیں۔ جگت کو  
 اس کی غلط فہمیاں وہ خاص طور پر دیکھ کر اسے کہنا چاہا۔“  
 ”جیسا میری غیر مرضی میں بات کرتی ہو؟“  
 ”بوشیار اتم نے یہ کیا کیا؟“ جگت نے پوچھا۔  
 ”پھر علی بخش سے بولا۔ تم ارجن کو گھر جا سکتے ہو؟“  
 ”ارجن کے گھر؟“ علی بخش چہلکا۔ ”وہاں تمہیں کیا کام ہے؟ اُس کی بیوہ اور جوان بیٹا  
 باقی گھر میں ہیں۔“

”علی بخش ارجن تکھ نے ایک بار کہا تھا کہ دیوہ اُس کے قبضے میں ہے۔ مکن سے اس بیوہ سے  
 ملاقات کی جائے۔ اگر تم یہ کام نہ کر سکو تو مجھے ڈاؤن ڈیپ کر کے اُس گھر سے اطلاع حاصل  
 کرنی پڑے گی۔“

”تمہیں کچھ! تمہیں خطرہ مول لینے کی ضرورت نہیں ہے۔“ علی بخش نے پُر جوش لہجے میں کہا۔  
 ”جیسی گنگہ کی تحریر کرتے اُس کی بیوہ کے پاس میں گیا تھا۔ اس کے بعد ضرورت پڑنے پر وہ میرا  
 رنگوٹا ہے۔ سب پر ایسی دالے میرے ہاتھ کا استعمال کرتے ہیں۔ مگر دیوہ کے متعلق کس  
 اطلاع حاصل کی جائے؟“  
 ”میری ترکیب کرتی پڑے گی۔“ جگت داڑھی سمجھا ہوا بولا۔ ”کسی کو شک نہیں ہونا چاہئے۔ ایسا  
 واقعات کو آؤ کہ تمہارے ہاتھ میں کچھ میرے ہاتھ میں بھی رہتا ہے۔“  
 ”علی بخش کے جانے کے بعد جگت سوچ میں مبتلا ہو گیا۔ بوشیار بھی روتی روتی مٹنے لگا۔

ارجن تکھ کی بیوہ اپنے اکلوتے بیٹے کے ساتھ دہلی جانے کے لئے سامان بندھوا رہی تھی۔ بخش  
 ہر کاری افسران کے خاندانوں کے لئے ہندوستان جانے والی ہر گاڑی میں ایک دو بھائیوں کا  
 لاہ رکھا گیا تھا۔ تیزان کا سامان بھجواتے پہنچ جانے ایسا انتظام نہیں تھا۔  
 ”علی۔“ سامان ٹھیک طرح پہنچا دینا۔ کہتے ہیں علی شام گاڑی کی بل جائے گی۔“ ارجن تکھ کی  
 ”راجن کو نے علی بخش کے ہاتھ میں رکھے ہوئے سامان کی گنتی کرتے ہوئے کہا۔ ”قوم کے اس  
 لئے میں دلیں چھوڑنا چاہتا ہوں۔ گایا کس نے سوجھا تھا؟“  
 ”تم فکر نہ کرو بھائی! سامان ٹھیک طرح پہنچ جائے گا۔ پر بعد میں بھی ساتھ ہیں۔ ان کی نظر  
 سامنے تھی وہ سن رہے ہوں گا۔“

”یہ تو بچے علی! اس پر اہم کار تھا کہ وہ لی ہوئی تھی وہ جب کہ کسی سکھ لڑکھا بلایا۔“ اپن نے جیسے لہجے  
 کہا۔ وہ جانتی تھی کہ سکھ تانے والے ہجرت کر گئے۔ پھر بولی۔ ”جانتے ہوئے نہیں بخش دینا

ڈاکٹر لگایا کیوں بول رہے ہو؟“  
 ”جگت نہیں دیا۔“ اپن بتاؤ! میں نے کیا حماقت کی؟“  
 ”رستے والی گڈی میں کھڑا ہو کر ہاتھ بندھ کر بھاگنا میری بجائے پولیس دیکھ لیتی پھر؟“  
 ”مگر جان بھگتا ہوا کرنا؟“ جگت نے لاپرواہی سے کہا۔ ”علی بخش اتم مجھے پہچان گئے ہیں۔  
 بات ہے۔ وہاں راتے پر گیا کر رہا تھا؟“

”اپنے ہاتھ پر بیٹھا تھا۔ اب میں تانگے والا ہو گیا ہوں۔“ وہ دو ہاتھوں سے گھوڑے کی  
 کھینچنے کی ادا کر رہا تھا ہوا بولا۔ ”تمہیں جلدی پہچان گیا کیونکہ آخری بار میں نے انڈیا میں تم  
 قصور دیکھی تھی۔ پھر جو کچھ بعد میں پڑی کہ ارجن کو گڈی لگا کر تمہارے پاس میں بھی رہا  
 نے گئے ہیں۔ دوست! اس وقت میں بہت خوش ہوا تھا۔ سارے گاؤں کے تانگے والوں کو جگت  
 کھلائے تھے۔“

”مگر تم چرچا کر رہے تانگے والے کیسے ہو گئے؟“  
 ”تمہیں پتہ نہیں؟ ارجن تکھ کے آدمی تمہیں ہر طرح کی خبریں دے رہے تھے۔ وہ حالت میں میرے گھر  
 گئے تھے اور میں نے تانا کو بھیج دیا تھا۔ اس کی پولیس میں اس لئے ارجن تکھ کو کچھ سے یہ ہو  
 میری نوکری چھڑا کر مجھے کہیں بھی کام نہ لے دے اس کے چکر میں رہنے لگا۔ مگر یہ شکر ہے کہ  
 صاحب نے ہاتھ قلم لیا۔ اُن کی رقم سے تانگہ لیا۔ اب تو قرض بھی ادا کر چکا ہوں اور کچھ رقم جمع  
 کر لی ہے۔“

جگت کو سنا صاحب یاد آگئے۔ اور ان کی خاندانی شرافت بھی یاد آگئی۔ انہوں نے پولیس چ  
 ہونے کے بارے میں چونچوں کو روکا کھڑو سہاگہ دلی کی نوآبادی میں۔ بنگاے کے دوران جنوان کی  
 سے بڑھ کر وہ اور اسی طرح ہونے کے باوجود پولیس کو قدم بھانے کے لئے مدد کی۔ اس کے ساتھ  
 میں ارجن تکھ کی نظر کی کا صاحب ہو گیا۔ اور ارجن تکھ کے خیال کے ساتھ جگت کے دل کو جھکا کا  
 ”علی بخش! اچھا اور قلم لگئے۔ تمہیں میرا ایک کام کرنا پڑے گا۔“

”لو کو کیا؟ بندہ ہر کام کے لئے حاضر ہے۔“ علی بخش جھوم کر بولا۔ اُس نے لئے دو دن سے پردہ  
 ہوئی اور وہ گھبرا گیا۔ جگت نے اطمینان دلایا۔

”یہ تو چنانچہ سامنے آ ہوا، بوشیار۔ دروازہ کھولتے ہوئے جگت نے پوچھا۔“ کیا گاڑی  
 ملی؟“ بوشیار اچھا نے شخص کے ساتھ جگت کو دیکھ کر کچھ گپکھپایا۔ وہ غور۔ ”علی بخش کو دیکھنے ا  
 ”بوشیار! یہ تارا دوست ہے۔ اسی کی وجہ سے ایک بارنی زندگی کی ملی۔“ جگت نے تقار  
 کر لیا۔ ”تمہیں یاد ہے جب میں پولیس کے خالی ہوا تھا تب مجھے قسم کروئے کی ارجن تکھ  
 کو بخش کی تھی اور میری لاش ٹھکانے لگانے کے لئے علی بخش کے گھر چھوڑ دی تھی۔ اُس وقت مو  
 کے چنے سے بچانے والا علی بخش تھا۔ پھر مزے کہا۔ ”اب یہ تانگہ چلاتا ہے۔ مجھے آسانی  
 دریافت کر لیا۔“ بوشیار دوستانہ انداز میں مسکرایا، مگر جگت کو جواب دیا۔

”دراود خان بھرمیاں کا پولیس چیتے بن گیا ہے۔“  
 جگت سوچ میں ڈوب گیا۔ پولیس کو شبہ ہو گا کہ وہ علی چھوڑنے کے لئے جگا کے گرد وہاں

نہیں بھولوں گی۔ سمجھے؟“

”بخش تو بھاری اچھا جانے سے پہلے مانگ لوں گا۔“ علی بخش نے مذاق کرنے والے اعداؤ بات بڑھائی۔ ”گاری کی رہائی کے وقت کا ہی چار لگانے میں گئے تھے۔ میں نے اس کی فرصت کیا کی اور مجھے لینے کا وقت نہیں ہوگا۔“ اس نے گھڑے کی لگام کھینچی۔ ارجن سمجھ کر چٹا پر بھروسہ ملی کے برابر بیٹھا تھا۔

”اُس نے رات بخت سے کہا تھا کہ کل دوپہر تک میں تمہارا کام کر دوں گا۔ شام تک کام مصروف رہوں گا لہذا رات آکر تمہیں بتا دوں گا۔ اب ارجن سمجھ گیا وہ یہ بات ہے کہ وہ کب جاتی ہے۔

”جسٹس ملی بخش! تم اس سے کس قدر معلومات حاصل کر سکتے ہو تم پر منحصر ہے۔“ عجبت اسے پانی پر چڑھایا تھا۔

”وہ جس قدر چاہتی ہوگی میں معلوم کر لوں گا۔“ علی بخش کے جانے کے بعد بخت ویرو کے د میں دوسرے دن کا انتظار کرنے لگا۔

○

”اب بولو علی بخش! کتنی بخش چاہیے؟“ علی بخش نے لسی کا پیالہ قہار کیا تو اچھا بولی۔ ”کیا شادی وغیرہ کی تیاری کر رہا ہے؟“ آج کل تو تمہاری چاندی ہوئی۔“

”شادی اور کمانی تو آگ بات ہے بھائی! علی بخش نے سنبھل کر بات کی۔ ”ایک شخص کا کرتا ہے۔ کام ہو تو اچھا معاوضہ ملے گا۔ بس آپ کی تمہاری مدد چاہیے۔“

”کسی مدد؟“ اچھا کا بخش بڑھا۔ ”پر بھروسہ کے باوجود وہ مجھے تو بہت سے لوگ سناڑا لے آتے تھے۔ مگر اب میں کیا دکر کتنی ہوں؟“

چند کسے خاموش رہ کر علی بخش نے کہا۔ ”بھائی! آپ کو ایک بات بتانی ہے۔ چیف صاحب آپ کو کام بائیں مانتے تھے اس لیے اس بات سے بھی آپ رافٹ ہو گئی۔“

”کوئی بات؟“ اچھا اب غمزدہ نظر آئے گی۔

”ویرو کے متعلق۔“ علی بخش جلدی سے بولا۔ ”اس کا بی بی نام عورت کے رشتے داروں کے آئین پر مل گئے۔ یہ پادے ہجرت کر کے جانے سے پہلے ویرو کا بیٹہ معلوم کرنے کے لیے خر

رہے ہیں۔ کہتے تھے چیف صاحب زندہ وہ نہ تو ہم خود جا کر پوچھ لیتے۔

ارجن سمجھ گیا بیوی ہو شہار ہو گئی۔ بہت دیر تک وہ خود سے علی بخش کو کھینچتی رہی۔ اُس کے ہا کرنے کے انداز سے چالاکی کی بڑی آہنی تھی۔ ویرو کا نام آتے ہی اُسے چکا یاد آ گیا۔ شوہر سے دلو کی محبت کے متعلق اُسے بہت ساری باتیں معلوم ہوئی تھیں۔ چکا ویرو کی تلاش میں ایک بار گرا

ہونے سے ہتھک بچا تھا۔ یہ یاد آ گیا۔ کیا چکا نے ویرو کے متعلق معلومات حاصل کرنے کے لیے علی بخش کے پاس بیٹھا ہے۔ یہ بھی ممکن ہے۔ ایک بار اُس نے چکا کو بھالایا تھا۔ وہ سوچنے لگی۔ اپنا سا

چھیننے والے ڈاکو سے انتقام لینے کا بیٹھ بیٹھ تھا۔ اچھا کا خون کھول گیا۔ علی بخش دل کا مارتا نہ جانتا۔ اس نے دوز بردی سکر کر بولی۔

”علی! جانے سے پہلے بتا دیں میں حرج بھی نہیں ہے۔“ یہ کہہ کر وہ کھڑی ہو گئی۔ ”مگر مان کر میں ہے۔ اپنی ایک بات دہن سے ٹھیک نہیں۔ لہذا اس بات پر سچ کر پھر بتانی۔“ علی بخش خوش ہو گیا۔ خف کام ہو چکا تھا۔ بیٹے کے کان میں چھ کر کہہ کر اچھا واپس لوٹی۔ ”تم اسے کہنا نہیں۔“

”اس کی فکر نہ کریں!“ یہ کہہ کر علی بخش نے کان لگا دیے۔

”ایک دن پر بھروسہ کرنے کے باوجود ایک عورت کو گھر میں لے آئے اور کہا ویرو کو بھانے لایا ہوں۔ یہ بات تو ہم جگہ کو چھائی پر لگا دیں گے۔ مگر میں اُن کی عادت سے واقف تھی۔ مگر بھی کچھ نہ

بہرے اچھے نصیب سے کسی کے کسی میں اُنہیں باہر جانا پڑا۔ مجھے موقع مل گیا۔ میں نے سے کہا تم جتنا تو تمہیں فرار ہونے کا موقع ڈوں گی۔ وہ بھاری ہلک کر روئے گی۔ مجھ

لے گی کہ تمہارے شوہر مجھے گھر میں داخلہ دینے کے لیے لائے ہیں۔ میں سچاؤں کی گھڑیاں نہیں لگاؤں۔ مگر میں اسے کہہ کر اسے خود کشی کر لوں گی۔ مجھے اُس پر رحم آیا اور پر بھروسہ کے باپ پر فخر بھی

پاس خاموشی سے پچھلے دروازے سے اُسے فرار کر دیا۔“

”نور سے سننے ہوئے علی بخش نے ہدسرت آواز میں پوچھا۔ ”غمر ہو گئی کہاں؟“

اس لیے دروازے میں ورن دار جوتوں کی آواز سنائی دی۔ دونوں کی نظریں اُس جانب لپکا اچھا نظر سے لکھے میں تھی۔ ”علی! انہیں اس کا جواب یہ پوچھنا چیف صاحب دیر گئے۔“

علی بخش نے جھکا خاموش کیا۔ وہ تیزی سے کھڑا ہو گیا۔ دلاور خان کے پیچھے ارجن سمجھ کے اُکڑے دیکھا تو صبر سمجھ گیا۔ اُسے اچھا بے خوف بنا گئی تھی۔ دلاور کی تیز نظروں نے علی بخش کو

پایا۔ ”کیوں تانگے والے کے بچے ابھی چکا سے دوستی نہیں ہوئی؟“ وہ دانت نہیں کر بول رہا

”اس کی معشوقی اطلاع حاصل کرنے آیا تھا؟“ علی بخش کے کچھ بولنے سے پہلے اُس کے

ہر چیف کا ہمارا اچھا چلا۔

”چلن قاتلے۔“

علی بخش نے زخماں بھلائے ہوئے دعا کی۔ ”پروردگار! مجھے ہمت دینا اور بخت کو سلامت

۔“

فرل کر پے نکال دی تھی۔

جنگ والے نے سیٹ پر بیٹھے ہوئے گردن گھما کر دیکھا۔ اس کی نظریں لڑکی کے سینے پر چھیں،  
اپنا آنکھ سہا کے نظر کے جھرکے جانب۔ سہنا نے اپنا دوسرا کچھریز میں پر دکھا ہی تھا کہ اس نے  
اس کی کلام دیکھی کی۔ ”اے! مجھے اتنے تو دو۔“ لڑکی نے کہا اور اسی وقت لڑکی کی گردن  
روتانے والے کے ایک ہاتھ کا گھبراہٹ ہو گیا۔ سہنا جو تھکے ہوئے تھے، گھوڑا آگے نہیں بڑھ رہا  
نہ لے تانے والے نے جاک بھارا۔

”اے۔۔۔ اے۔۔۔“ سہنا کی آواز چٹ گئی۔ مگر کھوئے ہوئے گھوڑے کو دیر لگی۔ سہنا  
کی پر پھٹتے ہوئے نظر بادلوں سے گھر کا کامیابی نہیں ہوئی۔ چچا رانی جوان ہیں، ان کا گھر کرنے  
پر رنجیت پرانے کی خواہش ہوئی مگر وہ چار تھے۔ بھر بھی انتہائی کوشش کی لیکن تانے تک  
پہنچ سکے۔ ”اے! میں بھل میں رہا ہوں لڑکی کی گھوڑی بڑھائی اور تانے کے پیچھے والی ہلک میں  
لالی کا پھلا ہوا حصہ ایک گیا۔ سہنا نے دونوں ہاتھوں سے گھوڑی تمام کر زور لگا کر گھوڑے کی  
ہکے سامنے اُن کا کتا زور چلا؟ تانے والے نے جوتی انداز میں گھوڑا دوڑایا۔ سہنا نے  
اپنی سے لڑکی کا گھوڑا تمام رکھا مگر وہ دوڑ نہیں سکتے تھے۔ اس نے تانے کے پیچھے کھٹنے  
۔ دس چہرہ کر کھٹنے کے بعد اُن کا ہاتھ چھوٹ گیا اور وہ بھٹی ہوئی آنکھوں سے اپنی کو اغواء  
نے والے تانے کو دیکھ کر چلائے۔ ”کوئی تو میری بیٹی کو بچاؤ۔“

خارج کیا۔ لوگ دوڑ کر آئے۔ سہنا ہارادے کر اٹھائے ہوئے آوی سے بولے۔ ”اے  
کر نہ کرو۔“ اس کی بیوی فکڑا دھیر لگی۔ ”مگر کسی کی ہمت نہ ہونی کتا تانے والے کو روکنا۔  
ہوئی کی لڑکی سے جھگڑا لے کر تانے والے تانگوں کو دیکھ رہا تھا۔ وہ لی بھٹی کی تلاش میں تھا۔  
اور ان راستے کا سطر اس کی آنکھوں میں آ گیا۔ ”ہوشیار دوڑو۔“ کوئی بدعاش تانے والا  
ہی لڑکی کو اغواء کر رہا ہے۔“ مگر وہ طوائف کی طرح کر سے سے باہر بھٹا۔ بندوق اس کی پشت  
پر گرا سے استمال کرنا مناسب نہیں تھا۔ سامنے تانگا تیز رفتاری سے دوڑتا ہوا آ رہا تھا۔ ”کیا  
اچانچے؟“ جنگ والے کو کس طرح روکا جائے؟ چند لمحوں کے لئے اس کا دماغ بھرا گیا۔ اسی  
بزدلیک سے گزرتے ہوئے گردن پر اس کی نظریں۔ اس نے دھکا دے کر مزدور کو  
چمک دیا اور ہاتھ گاڑی قبضے میں کر لی۔ گاڑی دھکیلا ہوا دھکا تانے کی طرف بھٹا۔ تیز رفتاری  
دوڑ کر آتے ہوئے گھوڑے کے راستے میں اُس نے ہاتھ گاڑی ڈال دی۔ گھوڑا بھڑک گیا۔  
تے والے نے گھڑی کی کالی دیوے کر کلام کہی۔

”مالی۔۔۔ کیاب میں ہڈی کہاں سے آئی؟“ بچتی سرک پر گھوڑے کے سر پھیلے۔ گھوڑے  
علی گئے کی سے چنگا ہڈی کی عمریں اور گھوڑا زمین پر گر۔ تانے والا زور جار۔ اندر بھی  
رہائی بے ہوشی کی حالت میں آگئی اندر۔ آگئی باہر ہی طرح علی گشتی ہوئی لکڑی دی گئی۔  
دوڑا لڑکی کو دونوں ہاتھوں پر اٹھا کر آئینش کی جانب لے جانے لگے۔ اسی لمحے مع ہونے  
لوگوں میں سے ایک خنہ بھری لڑکی اس کی پشت پر بھٹا۔ ہوشیار نے اُسے دیکھ لیا۔ اُس  
ہاتھ میں جات کی لاش تھی۔ جات کی پشت میں بھری مارنے کے لئے جیسے ہی اُس نے ہاتھ بلند

سہنا صاحب تانے میں بیٹھے اور گھر کی جانب آخری بار نظر ڈالی۔ بہار چھوڑ کر بیٹھا  
ہوئے کتنے سال بیت گئے تھے۔ آج یہ سب چھوڑ کر جاتا تھا۔ آدمی سالان ہاتھ کر ساتھ لے  
تھا مگر زمین اور دیوار کس طرح ساتھ لے جا سکتا ہے؟ اسی جگہ ان کی بیوی نے آخری سانس  
اور انہوں نے اپنی زندگی کا بڑا حصہ یہاں گزارا تھا اور باقی زندگی نہیں گزارنے کی خواہش  
تھی۔ مگر اس دھڑی سے اب اُن کا رشتہ ختم ہو چکا تھا۔ ان کا دل اب پر اپنا ہو چکا تھا۔ سہنا سنا  
کی آنکھیں بھڑک گئیں۔

سامنے بھی ہوئی سولہ سال کی رانی بیٹی کی حالت اُس سے زیادہ افسوسناک تھی۔ وہ بیٹا  
ہوئی۔ اُس ملی میں بل کر جوان ہوئی۔ اُس کی آنکھیں بھی بڑی تھیں۔ جیسے وہ ایک چھوڑ کر سہرا  
رہی ہو۔

”تانگہ چلاؤ بھائی!“ یہ کہتے ہوئے سہنا کا دل ڈوبنے لگا۔ مگر زمین کو دوسری جانب  
کرنے کے لئے تانے والے سے پوچھا۔ ”میاں! تم نے معلوم ہوتے ہو۔“ پہلے نہیں دیکھا۔  
”ہاں ملی صاحب! تانگہ میرے چاچا کا ہے۔ وہ بھوکھ سے پیار ہو گئے ہیں اس لئے  
میں چلا رہا ہوں۔“ یہ کہہ کر اُس نے گھوڑے کو چاک لگائی۔ سہنا صاحب کو افسوس ہو رہا تھا  
جائے سے پہلے ہی بھٹی کو روکا نہ کر سکے۔ دلاور خان نے انہیں تانے بلایا تھا۔

”تم اپنے اس علی بھٹی کو بھٹاؤ! ہمیں کچھ تادے۔“ ورنہ تانہ مارا جائے گا۔“  
علی بھٹی کے چہرے پر اُچھے ہوئے نشانے تھے۔ چہ چٹا چٹا کانی رانگی ہے۔  
”علی! اگرچہ مجھے چہ سے کچھ تادے۔ تو جانتا ہے چٹا کیا ہے؟“ علی بھٹی نے سر جھکا  
سہنا اس کا مطلب سمجھ گئے۔ علی کیا ان کے سامنے جھوٹ نہیں بولے گا۔

”بالو! آپ کو اور بہن کو! انہیں تک چھوڑنے نہیں جاسکا اس کا مجھے افسوس زندگی بھر  
گا۔“ وہ بھڑائے ہوئے لہجے میں بولا۔ ”آپ مجھے چہ دے جانا۔“ خفا بھرا ہوا کہے گا۔  
”مگر تم دونوں کی خاطر تانگا کیوں برداشت کرتے ہو؟“

”بالو! یہاں اندازی کی بات ہے۔ اس لئے برداشت کرنا پڑتا ہے۔“  
سہنا نے دیکھا کہ وہ جار ہے تھے، علی بھٹی ہلک ہلک کر دوڑ رہا تھا۔ اُن کا دل زلنے کو چکا  
سادن ایک دن پہلے گاڑی میں کچھ چکا تھا۔ بلوے بڑھتے جارہے تھے۔ انہیں اپنی گرہیں لگی  
ساتھ جرات بیٹی کی۔ کچھ سلاطین نکل جانا بھڑتا۔

”بالو! یہی! آئینش آگیا۔“ رانی نے باپ کو خفا سے بھید کیا۔ ”آپ پہلے آکر جائیں  
پہنچے دیے ہوں۔“ تانے کی کڑی کھول کر گھوڑی کی گھوڑی زمین پر رکھ کر سہنا پیچھے آئے تھے۔

کیا، ہوشیار کی لاشی اس کے سر پر پڑی۔ جگت چمکا، اس نے منہ پھیر کر دیکھا۔ ہوشیار نے کہا کون دیا تھا۔

”ہوشیار۔۔۔ بڑی کراہا، خراب ہو جائے گا۔ پولیس کا دھیان اصر ہو تو پکڑے گا۔“ وہ جوان لڑکی کا دل زان اٹھا کر تیزی سے دوڑ پاتا تھا۔

”رانی! میری بیٹی رانی!“ سنہانے رانی کے جسم کو ہلایا۔ اُن کی آنکھوں میں آنسو تھے، بڑھتا جا رہا تھا۔ جگت نے مشورہ دیا۔

”اُس کے چہرے پر پانی کے چھتے مارو! اسے ہوش آ جائے گا۔“ سنا صاحب نے سر اٹھ دیکھا۔ بیٹی کی عزت، بھانے والے شخص کو وہ احسان، مددگار نظر سے دیکھنے لگے۔ ”بھائی! احسان زندگی بھر نہیں بھولوں گا۔“ پھر غور سے دیکھنے لگے آہستہ آہستہ ذہن میں روشنی ہوئی۔ جگت نے کہا۔

”کون سی صاحبہ؟“

”جگا۔۔۔“ سنہانے ہونٹ سے کمر آواز باہر نہ نکلی۔ ذہن میں ایک خیال آ گیا۔ وہ پولیس کی سیٹی سنائی دی۔ سنہانے جگت کے شانے پر ہاتھ رکھا، ہر سرگوشیانہ لہجے میں بولنے لگی گھر گھر ہو گیا ہے۔ جلدی سے فرار ہو جاؤ! بھگوان کے لئے ملے جاؤ۔“ ہوشیار نے سن لیا، باپ نے جگت کا ہاتھ پکڑ لیا۔ ”میرے ہر کراہا معاملہ تھا۔ اسی لئے آواز میں آئے تھیں۔“ گاڑی آگئی۔

قادر پر گاڑی آگئی۔ ”تمنا! دیکھتے ہوئے لوگ دوڑے۔ جگت اور ہوشیار بھی اُن کے ساتھ چلے گئے۔ یوپی میں داخل ہونے کے لئے انسان جانوروں کی طرح ایک دوسرے کو دھکیل رہے تھے۔ کوہ دروازے جہاں سے موقع ملا دھکیل کر ٹکریں مار کر دوسرے کو گرا کر اندر داخل ہونے کی کوشش ہونے لگی۔ جگت ہونے پھرنے پر وہ بھی روکتی ہوئی غصوں کی چیخوں سے اچھٹن گونج رہا تھا۔

اندھ رہا جسکے وہ جگت پر چڑھ گئے۔ ”آنکھیں کس طرح بھی گاڑی نہیں چھوڑتی تھی۔“ کسے چھوڑ گاڑی پکڑنے کے لئے وہ زندہ بھی رہیں گے یا نہیں؟ وہ دیکھنے کی بے چینی، گھبراہٹ اور دردناک آغوش اُن کی سیٹی میں دب گیا۔ چڑیوں پر پیسے سرکنے لگے گاڑی پکڑنے قادر سے باہر نکل آ گیا۔ اندھ بھرے ہوئے انسانوں نے آواز کی سانس لی۔ جگت نے آہ بھری کام چھل چھوڑ کر اچھا اسے دھن کو ابھار کر کہا تھا۔ ”بات اسے کلک نہ ہوئی تھی۔“ کیا دوبار بھی نہیں ملے گی۔ ”جگت! ہماری رقم اور گن تو ہوئی میں رو گئی۔“ ہوشیار نے جگت کے کان میں کہا۔ جگت! ہر سردار آہ بھری۔ ”میاں! ہمارا بہت کچھ رہ گیا ہے دوست! انھیں کرنے سے فائدہ بھی کیا؟“

اسی گاڑی کی دوسری یوپی میں سنا صاحب اپنی بیٹی سے چھو رہے تھے۔ ”تمہیں کس نے یہ خبر دی؟“ رانی انھیں پھیلائے شخص نظروں سے باپ کو دیکھنے لگی۔ اُس کے کان میں باپ نے صرف اتنا کہا۔ ”جگا ڈاکو۔“

”اچھا۔۔۔؟“ رانی نے دھڑکتے سینے پر ہاتھ رکھ لیا۔ ”وہ رہ کر سنا صاحب کے دل میں یہ سنا جا رہا تھا۔“ میں نے جگا کو فرار کر کر اچھا کیا؟“ دل جواب دے رہا تھا ”احسان کا ہاتھ لگا کر دیا جاتا ہے۔“ گھر ذہن نے کہا جب تک جگت نہیں کھا ہے جو تم حکومت کے وکٹار ہو گے۔

لیں کس کر سکتے۔ آخر انھوں نے ذہن اور دل میں یہ کہہ کر مصالحت کرا دی۔ ”ابھی کہاں فرار ہوا؟“ ہاتھ کر آنے پر دیکھیں گے۔“



مہاجروں کو لے کر شہر پورہ سے چلی ہوئی ٹرین لاہور تک سلامت پہنچ گئی۔ یوگیوں میں انسان طرح بھرے ہوئے تھے جیسے جانور ہوں۔ بچوں کے رونے کی آوازیں، جانوروں کی آہیں گونج رہیں۔ جن جانوروں نے اپنے دھنٹے دھاکوئے تھے اُن کے رونے کی آوازوں سے عجیب سا لہجہ نکلتا تھا۔ ہر ایک کے چہرے پر لاچار پھر آ رہی تھی اور آنکھوں میں یہ چادر کی صاف لہجہ نکلتی تھی۔ سانسوں کی بدبو سے پوری یوگی کی ہوا پر گندہ سی اور انھوں سے عجیب سا بندھ تھا۔ وہ سب جیسے کسی جہنم سے فرار ہوئے تھے۔ اُن کے چہرے جھلے ہوئے تھے پھر بھی انھیں نہیں تھا کہ بندھ سناں کی دھڑکی پر قدم رکھنا نصیب ہو گیا تھا؟

میں چار گھنٹے کے اس سفر میں جگت خاموش بیٹھا رہا۔ صاحب کی موجودگی نے اُسے چمکا دیا۔ وہ ہوشیار کے ساتھ گاڑی میں بیٹھ چکا تھا۔ گھراپ اُسے عجیب سے خیالات ستانے لگے۔ علی بابا کی گرفتاری کی فکر، وید کی ادھوری تلاش کا افسوس، اس حالت میں سفر کرنے کی نامرستی اور اچھٹنے کے بعد پولیس کے بچے میں پھنس جانے کی بے چینی اُٹھ گئی۔ ان سب خیالات کو ذہن دھانکے کے لئے وہ بار بار گردن کو ہٹکے دینے کا مکر پرانیٹھ ہوئے ہوشیار سے سرگھرانے کے کوئی نتیجہ نہیں نکل رہا تھا۔

”کیا سچا ہے جو بھگت؟“ ہوشیار نے اُس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر سرگوشیانہ لہجے میں کہا۔ گردن ہلا دیا گئے تو جگت کا جانے گا۔“

”ہوشیار! ہمارے لئے یہ سزا چاہیں گے۔“ اُس نے ابھی سے جواب دیا۔ ”سیرا دل اور نہ رہا۔“

”یاد اس وقت انسانیت ہے جہاں ہے۔ خدا نے خیر کی کہم نکل آئے۔“

برابر والے سردار جی نے ہوشیار کے منہ سے خدا کا لفظ سن کر انھیں کھلیں جیسے اُسے بھگوان نام سے نفرت ہوئی ہو۔ ہوشیار نے اُس کا منہ مضطرب کرنے کے لئے کھینچ کر کہا۔

”تیری سزا کا سردار جی! جگت نے جگت ہی کھینچی کے ساتھ آہ بھری۔ دھن کی تقسیم نے مان کو تقسیم کر دیا تھا۔“

گاڑی آہستہ آہستہ اور آواز میں آئے تھیں۔ ”لاہور آ گیا۔۔۔ لاہور آ گیا۔“ مسافر ہوشیار ہو کر اچھا نکلتے ہی یہ شوق خاموشی کھنچ بدل گیا۔ سنا چھا گیا۔ یوپی کی کوڑیاں بند ہو گئیں۔ اچھا کے ہاتھوں پر اچھٹن دھڑکتے ہوئے ہر ہاتھ کوڑی کھینچیں۔ بچے ماؤں کی دل میں دیکھ گئے۔ لاہور کا آکٹیشن بے زبانا، خطرے کی گھنٹی۔ آگئی ہوئی ایک زلی میں مسافروں کو باہر کھینچ کر بری طرح مارا گیا تھا۔ اس نکل عام کی وجہ سے خون کے پیاب بھی آکٹیشن پر نظر آ رہے تھے۔ آوارہ دوسری گاڑی آ کر کھینچے سے کھڑی ہوئی۔ جگت کھڑا کیا۔ وہ بھیڑ میں سے راستہ کر کے دروازے کے قریب پہنچا۔ اسی لمحے کسی نے تنہی کی۔ ”سردار

کی اور دوا دھکولنے کی جلدی نہ کرنا۔ بد معاش وار کرنے کے لئے تاک میں ہوں گے۔“  
 ”فکر نہ کیجئے۔ اس بوکی کے کسی مسافر کا بال نہیں ہوگا۔ ایک تک کسی نے غور سے چوا  
 جانب نہیں دیکھا تھا۔ مگر اب اس کی سوجھ بوجھ سب وقیمت نظر آنے لگی۔ بگت نے اپنے  
 دروازہ دھکول کر باہر جھانکا۔

”اے..... دروازہ بند کرو!“ پلیٹ فارم سے ایک چھاننا آواز گونجی۔ ”اکروٹی بھی باہر  
 اسے شوت کر دیا جائے گا۔“ ایک نظر ڈال کر بگت نے دروازہ بند کر دیا۔

”باہر مٹری کھڑی ہے۔ پورا پلیٹ فارم گھبرا ہوا ہے۔“  
 ”اچھا ہوا.....“ ایک دوسرے نے اطمینان کی سانس لیتے ہوئے کہا۔ ”اب بد معاش؟  
 نہیں پہنچ گئے ہیں۔“

ٹھٹھ..... دودھیلے اور پھر جا رہے تھے۔ نصف شب ہو گئی مگر گاڑی چلنے کا کوئی نشان  
 نہیں آتا تھا۔ ابھی بھی الگ کر دیا گیا تھا۔ مسافر اب بے چین ہونے لگے۔ باہر بارش ہو رہی  
 تھی۔ پانی پینے ہوئے لوگ پیچھے کر دے دی ہوئیوں میں گھس رہے تھے۔ فوج کے افسران کی  
 ستائی دے رہی تھی۔

”اے لائن خراب ہو گئی ہے۔ ٹھیک ہونے کے بعد گاڑی چلے گی۔ اس وقت تک سب  
 اندر رہیں۔“ مسافروں کے دل پھر دھڑکنے لگے۔

ایک قدرت میں ہم سے لڑکھ کی؟ ایسے وقت میں لائن خراب ہو گئی؟ وہ سوچ رہے تھے  
 ان پٹاروں کو کیا جرحی کیا مگر سب سے جب تک مہاجروں کی گاڑی نہیں چھوٹی اس وقت تک  
 سے ان کی گاڑی آگے نہیں بڑھ سکتی۔ گاڑی کے مقابلے میں گاڑی کا ہاتھل ہوتا تھا۔ رات  
 نے جو کئے گا نہ کر ڈاری۔ مگر جب تک اور پیاس کی وجہ سے شور ہو نہ لگے۔ بہت تھوڑے لوگوں  
 ساتھ لائے تھے۔ جوں جوں جان بچانے کی دودھ ہو رہی ہو، وہاں کھانا پینا سے سوچتا ہے؟ جھوٹے  
 ان کے سامنے اپنا سامان لے بیٹھے دیکھ رہے تھے۔ بگت سے یہ برداشت نہیں ہوا۔

”نہیں..... اس طرح نہیں چلے گا۔“ دگر گرا۔ ”اسی معیت میں تھک دھکا پھانسا جائے۔“  
 ”گھبرا آدی بہت سارے ہیں اور کھانا بہت کم لوگوں کے پاس ہے۔“ کسی نے کہا۔ ”اگر  
 سے تقسیم کر دیں تو ایک کے حصے میں ایک دو لٹری بھی نہیں آئے گی۔“

بگت اس کی بد معاشی سمجھ گیا۔ بچنے کی تو آپ انسان کو کیا مطلب ہی پڑتا ہے۔ اس نے در  
 کی راہ نکالی۔ ”ایسا کرو! جو کچھ ہے غور توں، بچوں اور پٹاروں میں سے کرو! ہم مرد جھوٹے  
 گے۔“ یہ ترکیب سب کو پسند آئی۔ ایک دوسرے تو راہنمائی کی ادکار کر رہے تھے۔

جوں توں کر کے دودھ ہوئی۔ بگت کی بے چینی بڑھ رہی تھی۔ ”ہوشیار! ہم اس تکلیف سے  
 ہے باہر نکل جائیں گے۔ خبر گاڑی کب روانہ ہوگی؟“ ہوشیار نے کسی قسم کے جوش کا اظہار نہیں  
 اُسے ڈرتا تھا کہ بگت اپنی پاکستان چھوڑنے کے لئے راضی نہیں ہے۔ اب ہی معیت کہاں  
 ہیں؟ پولیس کے بچے میں پھنسے تو زندگی میں ختم ہو جائے گی۔ اُس نے اپنے اختلاف کا دو  
 طرح اظہار کیا۔

”بگت! یہاں سے کسی کو باہر نکلنے نہیں دیا جائے گا۔ مٹری کے مقابلے میں ہمارا درویش چلے گا۔  
 یہی ہے پٹکار لیا تو معیت آج جائے گی۔“ بگت خاموش رہا۔ اس کا ذہن باہر نکلنے کی ترکیب  
 چنے لگا۔ کچھ دیر بعد ہی اس کی کوڑی کھول کر اس نے سر باہر نکالا۔

”اے بھائی..... بگاڑی کب چلے گی؟“  
 ”کم توں ہو چو پیچھے والے؟“ ایک فوجی افسر نے اُس کو جھڑک دیا۔ ”یہاں سے تمہارا جلدی  
 کارہ نہیں ہوگا۔ اب اگر باہر سر نکالا تو چھوک ڈال گا۔“ بگت کا پانچواں چہرہ نکلا۔ اُس نے سوجھا چکا  
 وارنے سے نہیں اتار دیا۔ مگر ضبط کر گیا۔

پھر بگت نے کوڑی بند کر دی۔ وہ بڑبڑایا۔ ”ہری طرح بھڑ گئے۔ کسے پند تک اسی طرح  
 رہنا پڑے گا؟“ آخری در میں بیٹھ کر اُس کی حالت بگت نے لگی۔ اُس کا کوئی راستہ دار بھی ساتھ نہیں  
 اُس کے خیر کئے دونوں سے تیار ہوگا؟ بگت اُس کے قریب گیا۔ دیکھا تو جسم مجلس رہا تھا۔ پیٹ  
 اُس کے لئے اڑا کر وہ بیٹھا ہوا تھا۔ یہاں کون اس کا علاج کرے؟ چندہ میں منٹ میں بوڑھے نے  
 گھس بند کر دی تھی۔

”بے چارہ نصف رات میں سررا۔“ کسی نے افسوس کا اظہار کیا۔  
 ”اب نہ روئے گا کیا کرنا ہے؟“ ایک شخص نے تاک سے پکڑا نکالا۔ ”تو رے کے ساتھ سفر  
 ہی طرح کیا جائے؟ بوڑھے نے سب کو معیت میں ڈال دیا۔“

”کوڑی کھول کر اس کی لاش باہر پھینک دو! مٹری خود بخود لے گی۔“ سب کو بوڑھے کی موت  
 افسوس کرنے کی بجائے اُس کی لاش نکالنے لگے۔ اُس کی زیادہ مٹری تھی۔  
 ”تم جلد بازی نہ کرو۔ میں راہ نکالوں۔“ بگت نے آخری در میں سوچ لیا۔ اُس نے ہوشیار کو  
 اٹھادی۔ ”میرے دونوں لاش کو باہر پھینک آئیں گے۔“

”اے بھائی! تمہارا سے پیچھے کوڑی نہیں۔“ اطمینان کی سانس لیتے ہوئے کسی آدی بولے۔ اور  
 بگت نے اُن کا ساتھ دیا۔ ”خودہ لوگوں پر دم نہ دکھائیں تو کچھ نہیں، مگر وہ پر دم کریں۔ اُن  
 سے اتنا تو کہو۔“

بگت نے آدھی کوڑی کھولی۔ بہت ہوشیاری سے کام کرنا تھا۔ فوجی لباس میں داخل ہوا  
 ہوا۔ بچش پر چل رہے تھے۔ کچھ دیر تک بگت چپ چاپ اُن کے چہرے سے دیکھ رہا۔ جیسے ایک ایسی  
 طرح نظر آئے اس نے پوری کوڑی کھول دی۔ ”اُسے سردار جی! سنئے۔“ کچھ سہا قریب  
 آیا۔ بگت نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔ ”میرے بچے نے آدھے ستر میں دم توڑ دیا ہے۔  
 ”اُسے مسافر کہہ رہے ہیں کہ لاش بوکی سے باہر نکالو!“ پھر اندر اشارہ کر کے بولا۔ ”بھارے کا  
 ڈھانچہ بھی ہم تیرے کئے۔“ کچھ پانچوں کے دل میں ہر دوی پائی۔

”اُسے بگاڑی گاڑی رات پھر نہیں روئے گی۔“  
 ”اسی لئے تو کہہ رہا ہوں کہ آپ ہماری کریں گے تو ہم لاش کو باہر نکال کر اسے اٹھان کر  
 دیں؟“ اسی سوچ میں ڈوب گیا۔ اُس نے دستِ واضح میں دیکھا۔  
 ”نصف گھنٹے میں فرنگ لگ جائے گا۔“ اُس نے بگت کی روٹی صورت کی جانب دیکھا۔ پھر

دے دوڑتے نظر آ رہے تھے۔ جگت کے چہرے پر فکر کے آثار تھے۔ آہستہ آہستہ اس کی رگیں اڑنے لگیں۔ جب چلائے والے کے شانے پر کھٹی ہوئی بندوبست پر اس کی نگاہیں جم گئیں۔

”خودے کو نہیں جلا دلا“ ایک آدھ میل کے فاصلے پر جا کر جب روکتے ہوئے انہوں نے ٹھکانا لے لیا۔ جگت نے اس باس نظر نہائی۔

”ہائی صاحب! ڈورا اس طرف لے جائیں۔ اس بھڑائی کے پیچھے خودے کو جلا دیں گے۔“

جگت نے اس نے جب چلا دی، جگت کو وقت خیال نہیں تھا کہ سپاہی کے ذہن میں بھی کوئی دش جنم لے رہی تھی۔ ان دو نکسوں کو کوئی سے آڈا دیئے کالاج آس کے ذہن پر سوار ہو گیا تھا۔

”جو کھی کہ وہ جب کو کھائی میں لے جانے کو تیار ہو گیا تھا۔ مزید نصف میل کا فاصلہ لے کر ڈالی کے عقب میں جب کھڑی ہو گئی۔“ چلو۔ جلدی کر کہو! جلدی کر کہو! انہوں نے لڑائی۔

جگت اور ہوشیار بڑے لمبی لاشی آٹھا کر کچھ دور گئے۔ جگت نے ہوشیار کو ابھی سے سمجھا دیا۔

”اے یہاں سے فوراً نکالو!“ سکھ سپاہی نے ستافش کی۔

”صاحب! یہ شخص مرنے والے کا بیٹھا ہے۔ ہمارے رواج کے مطابق آگ مرنے والے کے دھتے دار کو دینی پڑتی ہے۔ آپ اسے اجازت دیں تو مرنے والے کی زوج کو شافی ہوگی۔

جگت ہاتھ جوڑے اترے ہوئے چہرے سے صاحب کے سامنے جا بڑی دھماکا رہا تھا۔ صاحب رست وراج میں دیکھا۔

”اجازت دیتا ہوں۔ مگر چندہ منٹ میں انہیں واپس لوٹی پڑے گا۔ کھوکھو کا نام ہوئے۔“

”پھر وہ جگت کے شانے پر دلا سے کہ لے گا۔ پھر رکھ کر بولا۔“ لاش کو جب میں رکھ کر کچھ لے جاؤ اور پھر لے جاؤ۔ میں جب کا نظام کر رہا ہوں۔“

”سکھ سپاہی نے صاحب کو کھوکھو کی بی بی کے ساتھ جگت کو بتا دیا۔

”سرت گودل میں دیا کہ جگت کام میں گیا۔ اس نے لاش اٹھانے کے لئے ہوشیار کی،

”ماگی۔ گودا صاحب نیچے آکر آیا تو وہ سکھ سپاہی کے سامنے گر گزرا۔“ سردار جی! میں اس گاؤ والے کو ساتھ لے جاؤں؟“

”سپاہی نے اثبات میں گردن ہلائی۔ پھر بڑے کی لاش کو کپڑے سے لپیٹ کر اٹھا کر اس نے قہار دوسرا! ہوشیار نے قہار لیا۔ لپیٹ قہار پر سے گزرتے ہوئے

ہیچا نہ جانے اس لئے جگت نے سوک کے اٹھارہ میں گردن جھکا لی تھی۔ بندوبست اس نے فہم لیا اس میں چھائی تھی۔ ہوشیار اونچی سانس سے پیچھے ٹھٹھٹا رہا تھا۔ اس کی ہچکچاہٹ میں

رہا تھا کہ جگت کس طرح فرار ہو جا چلتا ہے؟ ذرا سی غلطی ہوئی تو دونوں کو بھاری چڑا بنے گی۔

فکر میں وہ آنا اس کو کیا تھا۔ جب کی بھلی نفست میں لاش کو لایا گیا تو جب چلائے والے نے

نے منہ ہٹا کر لیا۔

”یہاں ہزاروں مردے ہیں اور ایک مردے کی اتنی حفاظت کرنے کی گورے صاحب بڑی

سوار ہو گئی۔“ جب شارت کر کے اس نے برابر بیٹھے ہوئے جگت کو کھینچ لیا۔

”ہماری جب تباہ کر دی۔ اب اسے دھونا پڑے گا۔“

رستہ سامنے میں ڈوبا ہوا تھا۔ باہر دے جانے والے چند لوگ بھی کھوکھو لگتے سے پہلے کمر چاڑھ

بول۔ ”دھرم! میں اپنے افسر سے بات کرتا ہوں۔“ یہ کہہ کر وہ جلدی سے چلا گیا۔ جگت نے کلم آدمی بند کر دیا تھی۔

”تم لوگ میری بات کی تائید کرنا۔“ اس نے مسافروں کو کھجا دیا۔ ”میں اور میرا دوست

کی لاش کو باہر لے جا کر جلا دیں گے۔ یہ بڑھنیا میرا چاہی ہے، میں نے ان سے یہی کہا ہے۔“

وہ سپاہی پانچ منٹ میں واپس لوٹا۔ اس کے ساتھ ایک بڑا افسر تھا۔ اسے دیکھ کر جگت کو

بندوبست کی جگت بمشکل اپنی آنکھوں میں آنسو بھر لیا۔ وہ سپاہی گورے افسر کو ہر پڑی میں جھک

تھا۔ دوسراں میں جگت نے ایک دو سکیاں بھی بھر لیں۔

”دروازہ کھولا۔“ سپاہی نے جلدی سے کہا۔ ”صاحب! اندر آ کر دیکھنا چاہتے ہیں۔“ جگت

ہوشیار کو اشارہ کیا، تیار رہنا! اب امتحان کی گھڑی ہے۔ گورے صاحب نے اندر آ کر دیکھ

کر دیکھا۔ لاش کے گرد بیٹھے ہوئے لوگوں پر اسے ترسا۔

”اے یہاں سے فوراً نکالو!“ سکھ سپاہی نے ستافش کی۔

”صاحب! یہ شخص مرنے والے کا بیٹھا ہے۔ ہمارے رواج کے مطابق آگ مرنے والے کے

دھتے دار کو دینی پڑتی ہے۔ آپ اسے اجازت دیں تو مرنے والے کی زوج کو شافی ہوگی۔

جگت ہاتھ جوڑے اترے ہوئے چہرے سے صاحب کے سامنے جا بڑی دھماکا رہا تھا۔ صاحب رست وراج میں دیکھا۔

”اجازت دیتا ہوں۔ مگر چندہ منٹ میں انہیں واپس لوٹی پڑے گا۔ کھوکھو کا نام ہوئے۔“

”پھر وہ جگت کے شانے پر دلا سے کہ لے گا۔ پھر رکھ کر بولا۔“ لاش کو جب میں رکھ کر کچھ

لے جاؤ اور پھر لے جاؤ۔ میں جب کا نظام کر رہا ہوں۔“

”سکھ سپاہی نے صاحب کو کھوکھو کی بی بی کے ساتھ جگت کو بتا دیا۔

”سرت گودل میں دیا کہ جگت کام میں گیا۔ اس نے لاش اٹھانے کے لئے ہوشیار کی،

”ماگی۔ گودا صاحب نیچے آکر آیا تو وہ سکھ سپاہی کے سامنے گر گزرا۔“ سردار جی! میں اس گاؤ

والے کو ساتھ لے جاؤں؟“

”سپاہی نے اثبات میں گردن ہلائی۔ پھر بڑے کی لاش کو کپڑے سے لپیٹ کر اٹھا کر اس نے قہار دوسرا! ہوشیار نے قہار لیا۔ لپیٹ قہار پر سے گزرتے ہوئے

ہیچا نہ جانے اس لئے جگت نے سوک کے اٹھارہ میں گردن جھکا لی تھی۔ بندوبست اس نے فہم لیا اس میں چھائی تھی۔ ہوشیار اونچی سانس سے پیچھے ٹھٹھٹا رہا تھا۔ اس کی ہچکچاہٹ میں

رہا تھا کہ جگت کس طرح فرار ہو جا چلتا ہے؟ ذرا سی غلطی ہوئی تو دونوں کو بھاری چڑا بنے گی۔

فکر میں وہ آنا اس کو کیا تھا۔ جب کی بھلی نفست میں لاش کو لایا گیا تو جب چلائے والے نے

نے منہ ہٹا کر لیا۔

”یہاں ہزاروں مردے ہیں اور ایک مردے کی اتنی حفاظت کرنے کی گورے صاحب بڑی

سوار ہو گئی۔“ جب شارت کر کے اس نے برابر بیٹھے ہوئے جگت کو کھینچ لیا۔

”ہماری جب تباہ کر دی۔ اب اسے دھونا پڑے گا۔“

رستہ سامنے میں ڈوبا ہوا تھا۔ باہر دے جانے والے چند لوگ بھی کھوکھو لگتے سے پہلے کمر چاڑھ





لیے ہیں بولا۔

"تکلیف اٹھنے سے بہتر تھا کہ ٹرین میں آرام سے بیٹھ کر امرتسر پہنچ جاتے۔

تب جکت بولا۔ "اس تکلیف سے وہ خطرہ بڑا تھا کہ امرتسر انشٹین پرکاشی ہمارا شاہنامہ میں

لیتا۔ اس صورت میں ہمارا ٹھکانا ہی سے ہی استقبالی ہوتا ہے۔" تاروں کی روشنی میں راستہ

کرنے کا جکت کو خاموشاں رہا تھا۔ صبح ہونے میں دو گھنٹے باقی تھے اس وقت ایک سرحدی چوکیدار

سے انکار کیا۔

"اے..... کون ہے؟" آواز سن کر دونوں گھبرا گئے۔

"ہوشیار! اپنی رات ملتی پیچھے چھوڑا دو۔" جکت نے معاملہ سنیا لانا شروع کر دیا۔ کوٹھو سوار چوکیدار

نے قریب آ کر تارچ کی روشنی دیکھی۔ ہوشیار نے بندوں درخت کے پیچھے چھپا دی۔ تارچ کی تاب

میں دونوں کے چہرے دیکھ کر چوکیدار گرجا۔

"تم مفروضہ معلوم ہوئے ہو۔ چپ چاپ سرحد پار کرنی ہے کیا؟" پھر بندوں ہاتھ میں تھا

بولتا۔ "اس طرح آسانی سے نہیں جاسے ڈول گا۔ تمہارے پاس کتنا مال ہے؟"

جکت نے اپنے لباس میں ہاتھ ڈالا۔ "میں قریب کچھ چھوڑا آئے ہیں۔ گاڑی چھوٹ چکی

اس لیے براہ راست اختیار کیا۔" پھر پانچ گاڑی گاڑی لٹا کر بولا۔ "وہاں ہی تم قلم ہے۔" جکت

بارے ہوئے ہاتھ پر وہ بندوں کی نال مارتا ہوا بولا۔

"چاہا..... یہ ٹوٹ چھپ رہا رکھ لے۔ کسی قسم کی سہولت ملے گی۔" بانی دھکی اُٹس،

بندوں کی نال سے بھجھا دی۔ اس کے پچھلے کمرے وہاں پہنچ کر رکھے۔ جکت نے جھٹ لائی

دونوں ہاتھوں سے بندوں کی نال تال کی۔ چوکیدار گھوڑے کی پیٹ پر تھوڑا گھبرا اور غراٹھ

دیا..... وہاں کھڑا ہوا۔ جکت کے ہاتھ کو جھٹکا۔ وہ ڈور چا کر گرا کر گھوڑے کی زمین میں جھنسی گئی۔ ہوشیار

اسنے دھکے میں بندوں پر قبضہ کر لیا۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے بندوں کی نال تھام کر چوکیدار

کے سر پر ضرب لگائی۔ وارخت تھا۔ وہ گھوڑے سے نیچے گرا۔ اس کے ہاتھ سے بندوں کلنگ گڑ

جکت کو گڑ چوکیدار کی پشت پر سوار ہو گیا۔

"یہ خوف! انہیں روپے چاہیں تو....." یہ کہتے ہوئے جکت اس کی مرمت کرنے لگا

چوکیدار بے چارہ زیادہ درد تک برداشت نہ کر سکا اور بے ہوش ہو کر گر گیا۔ اس کے گرتے تلخ

کسی قسم کی آواز نہ سنا دی۔ اس کی پشت پر روپے کی بوٹی تھی۔ جکت نے وہ بوٹی کھول لی۔

"جوتو..... خرچ کے لیے رقم بھی مل گئی۔" اس کی بندوں کا اٹھا کر دونوں گھوڑے پر بیٹھ گئے

دو دو درگ چیر ٹھک گئے۔ اسے سزا جھٹکا گھوڑے کو سوچنے لگے۔

جب انہوں نے سرحد پار کی پینٹیں میں تھوڑی دیر باقی تھی۔ جکت مسرت مہر سے لہجہ

چینا۔ "دوست! ہمارا ملک آگیا۔!"

ہوشیار نے بھی اطمینان کی گہری سانس لی۔ "جکت! آخر ہم پہنچ گئے۔"

بندوستان کی دھرتی پر قدم رکھتے ہوئے انہیں عجیب سی سنسنی محسوس ہوئی۔ جکت نے گردن

کے ایک باری مقب میں دیکھا۔ دونوں سرحد کے آس پار کیا کچھ نہیں چھوڑا آئے تھے۔ اب دیکھا

میں زمین پر ان کی قسمت میں کیا لکھا ہے؟ طلوع ہوتی ہوئی صبح کی روپیلی روشنی میں دونوں

مڑ پڑا انشٹین پہنچ گئے۔ گاڑی کی روانگی میں ایک گھنٹہ باقی تھا۔ جکت نے جیب سے پیسے نکال

پھیل آفس پر رکھے۔ "دو گھنٹہ امرتسر۔"

گٹ کلرک اس انجینیئر شخص کے چہرے کو غور سے دیکھنے لگا۔

نیرودہ پور سے چلی ہوئی ٹرین اب گھٹنے بھر بعد امرتسر پہنچنے والی تھی۔ انشٹین پر اتار کر جکت اور

ہار کھانے میں مصروف ہو گئے۔ دونوں کی بھوک مٹانے کے لیے پینٹ کی بھٹی میں کچھ ڈالنا

ہی تھا۔ اب یہاں انہیں بیکارے جانے کا ذہنی کھلے۔ انشٹین پر کسی پینٹ میں کس کو دیکھ کر دونوں

تاریکی ووجہ سے ہوشیار ہو جاتے تھے۔ پھر انہیں یاد آ کر اپنے جہانم دودھر سے ملک کی دھرتی

پہونچے آئے ہیں اس لیے انہوں نے جہانم ہو کر ٹھیکے گئے تھے۔ اسے سالوں بعد دونوں کو اس طرح عام

دل پر گھوڑنے کا موقع ملتا تھا۔

دوپہر کے وقت گاڑی چلی۔ کرپان اور گواد والے چار پانچ کچھ مسرت سری اکال کا گھر وہ لگتے

تے ہوئی کسی چڑھا آئے۔ گاڑی کی روانگی تک وہ آج میں سرگوشیاں کرتے رہے۔ مگر روانگی

بعد زور سے بولے۔

"لاہور سے پوری گاڑی کٹ کر آئی ہے۔ امرتسر کے انشٹین پر ہمارے لوگوں کی لاشیں چڑی

ہاں۔ ماں بھوں کو کھانے کے فطوں نے ڈھم لگائے ہیں۔ بیٹے، بیٹیاں اور رانوں پر بے رحمتوں

لپٹا لے گئے ہیں۔" سننے والے دم سادسے سب بھوکن رہے تھے۔ ان کی آنکھیں پھل پھل گئیں۔

وہ دالے کی زبان سے جہانم نکھ رہا تھا۔ "مہم کل اس کا بدلہ لیں گے۔ ہم لاہور جانے والی

کی گاڑی کا نہیں گے۔" جکت نے ہوشیار کی جانب دیکھا۔

"یہاں بھی ایک بھڑک گئی ہے۔"

ہوشیار کچھ اور سوچ رہا تھا۔ لاہور سے آنے والی گاڑی کئی ہو گئی، تب جکت کو خیال آیا کہ

میں سنبھا صاحب بھی تھے۔ ان کا کیا ہوا ہوگا؟ ان کی جانی بچائی..... گروہ آگے نہ سوج سکا۔

کے سینے سے ایک ادھل کر گر گئی۔

"اے جہان! اس طرح آج ہم نے سے کچھ نہیں ہوگا۔" وہ کچھ جکت سے کہنے لگا۔ گروہ بند کا

اے کلنگ کر دیا پورے مسکوں نے ہمارے گروہ کے مصمم بچوں کو کلنگ کیا تھا؟" جکت جواب دینا

تا تھا کہ ہوشیار نے اس کا بھی یاد دیا۔

"جکت کے کچھ اصرار سے مول لیا اس جگہ آگ لگ رہی ہے اس میں ہم کیا کر سکتے گے؟

خود بھی گھبرا کر کے موڑ میں نہیں تھا۔ اس کا دل رکھنے کے لئے کچھ بولنا چاہتا تھا۔ اس نے

گوہند کے بیٹوں کا نام لیا تھا جسے سن کر اس کا خون گرم ہو گیا تھا۔ ان سکھوں میں سے ایک گھڑا

نکلنا ہو گیا۔

"اس بوٹی میں تو کوئی دشمن نہیں ہے؟" کچھ کہہ کر اس نے مسافروں کی جانب نظریں جمائیں۔

اس کی نظریں کو نے منہ پہنچ رہے تھے۔ اس کی پیشانی پر ترجمانی گہری سن

اُسے ہوئے ہاتھوں کی جانب دیکھ کر بولا۔

"سارے کے خون سے بھی بدبو آ رہی ہے۔" یہ کہہ کر مل پر ہاتھ اور چھبیا دھوئے چلا گیا۔  
رہنے جگت کو سونے ہی دیا۔ اُسے دو تھاکہ وہ صفت کا جھگڑا سولے کے رماردھا کر بیٹھے گا۔

مل سنا چھبیا تھا۔ کی کو کیا آگیا۔ وہ بولا۔

"اُسے وہ پائیں ہاتھ سے مالاگھار ہاتھ اس پر ہمارا دھیان ہی نہیں گیا۔" دوسرے نے اس  
مالان کی تلاش کی۔ کپڑے کے دوچار جوڑوں کے علاوہ کچھ نہ ملا۔ "مالا غفلت تھا" کہہ کر اُس  
دیکھ کر کسی سے باہر پیچک دیا گیا۔

"مگر سرداری نے یہ تو چرچا کر کے خوب ہنسایا۔" تیسرے نے غصے سے سسکا دیا۔  
"اب اس کا کریں کہ تو وہ لوگ ایک کپ سے ہمارے ہی بیوں کو زندہ نہیں آنے دیں گے۔"  
انے ماسٹر کی طرح انہیں سبق نہ چایا۔ اور گاڑی امرتسر کی حد میں داخل ہوئی۔

"جگت ابیدار ہوا جائے۔" امرتسر آگیا۔ "ہوشیار نے جگت کو بلایا۔ وہ آپھیں ملتا ہوا کھڑکی  
باز دیکھنے لگا۔

"آگیا۔۔۔۔۔" اُس کی آواز میں جوش جھلک رہا تھا۔

"دیکھو۔۔۔۔۔ وہ مہاجروں کی چھاؤنی نظر آ رہی ہے۔" ایک مسافر کھڑکی کے باہر ہاتھ کے  
سے سے دوسرے کو بتا رہا تھا۔ جگت بھی اُسی جانب متوجہ ہوا۔ یہیں چھاؤنی میں اُس کے گھر  
وگ بھی رہتے ہوں گے۔ پھر تو چین اور اچلا بھی مل جائیں گے۔ اور پرو؟ اس سے طاقت  
یہ کاب یہ آخری صوفی سے جگت سوچنے لگا اور گاڑی ٹھکے سے کھڑی ہوئی۔ پلٹ قلم پر اتر  
لت چاندوں سے نظر نہیں گھمانے لگا، کوئی شمسائے نظر تو ہیں؟ آ؟ جیسے اُسے کوئی آکھن پر لینے آیا  
باز کھل کر ہوشیار نے پوچھا۔

"کہاں جائیں گے؟"

"چھاؤنی میں چلیں گے۔" جگت نے دونی بددوق شانی پر رکھتے ہوئے کہا۔ "مگر اس سے  
ایک ایک جھڑا پڑے خریدنے پڑیں گے۔ کسی ہوئی میں یہ بددوق رکھ کر جائیں گے۔"

جب میں سووہے کی رقم میں جو احتیاط سے خرچ کر گئی۔ کسے پتہ کہاں تک باہنا پڑے؟  
پڑا کر دووں چلے۔ تین ہاتھوں سے "جگت بنے" کا جواب ملا۔ آخر ایک معمولی ہوئی مل  
ایک کمرہ تک کر لیا۔ "دودھ رہتا ہے۔" انہوں نے یہ کہہ کر اپنے پیشی اور کارڈیا جگت باہنا تھا

پلے کے بغیر گاڑی پر ہوئی دالے زیادہ اچھا نہیں کرتے۔ شام کو وہ مہاجروں کی چھاؤنی کی  
میں چلے۔ دونوں بددوق میں ہوئی شام کو دیکھیں۔ اپنی ایک جگت نے پٹ پر پھیلا رکھی تھی۔

"ہوشیار! ہم ایک ساتھ اندر نہیں جائیں گے۔" تھوڑے قائل سے رہنا اچھا ہے تاکہ فخر  
نے پر ایک دوسرے کو بتایا جا سکے۔

"اب یہاں کون سا سفر ہے؟" ہوشیار بچہ رہا تو کہہ کر اکتان چھوڑنے کے بعد یہاں انہیں  
نہیں تائے گا۔ ہزار لوگ روزانہ آ رہے ہیں۔ کون کسی کو پوچھتا ہے؟

"تم کبھی نہیں ہو تیار! چھاؤنی میں کوئی بھی شمسائے ہو سکتا ہے۔ ڈاکو کے نام سے لوگ بڑکتے

ہوئی تھیں۔ وہ سرداری کی نظری تاب نہ لاسکا اور دوسری طرف دیکھنے لگا۔

"سارے نے ہندو کا دھرم رکھا ہے۔" سرداری اُس کی جانب براہ۔ سب اُس سہا  
دیکھنے لگے۔ اب وہ چھوٹی سے الا نکال کر اُس کے دانے گھمانے لگا۔ اُس کے لب بل رہے  
اُس کی دانتیں کلانی کیڑا چک رہا تھا۔ کہیں بلوے میں انہیں غیر ہندو دیکھ کر کھانا نہ دینی  
وجہ سے ہندو ایسے کرے پہنچتے تھے۔

"تم ہندو ہو؟" سرداری کی گراہ۔

"جی ہاں۔۔۔۔۔ برہمن ہوں۔" وہ تیزی سے الا گھماتا ہوا بولا۔ "شعبہ۔۔۔۔۔ شعبہ۔۔۔۔۔ وہ رہنے لگا۔  
"تم سب لوگوں کو یہ سچا ہندو نظر آتا ہے؟" اُس نے یوگی میں موجود مسافروں کی رائے

سب کو اس میں لطف آنے لگا۔ مگر اُس کی جان آدھی ہوا ہوئی گی۔  
"اُسے اس کا پا جامہ اتار کر دیکھ لو!" ایک نے آواز کیا۔ سب ہنس دیے۔ مگر ایک غصے

اختلاف کیا۔ "نہیں جی۔۔۔۔۔ یوگی میں عورتیں بھی بیٹھی ہیں۔ ان کا احترام کرو!"  
سرداری کا ہاتھ کھینچ کر پان پر گیا۔ تب وہ غصے ہاتھ جوڑ کر رونے لگا۔ "عسکر کی قسم کہہ

کہتا ہوں کہ میں سچ بول رہا ہوں۔"

سرداری کا چوتن تم ہو گیا۔ وہ جا کر پھر سیٹ پر بیٹھ گیا۔ پھر وہ دیکھتے تھوڑے تھوڑے دو  
سے بیچ کی طرف دیکھ لیتا تھا۔ شاید اُس کے دل کو یقین نہیں تھا۔ جگت کی پلکیں پوچھل ہونے لگیں

اُس نے ہوشیار سے کہا۔ "اُسے آئے تو مجھے ابیدار کر دینا۔ میں کچھ دھرم ہوں۔"  
گاڑی نے کچان کی سطرے پر کیا ہوگا کہ پھر سرداری کے جسم میں حرکت پیدا ہوئی۔ اُس

برابر والے کے کان میں جگت کہا۔ دوسرے نے اہانت۔ تب میں سر ہلا دیا۔  
"اُسے شکر سے جگت! آج کون سا دن ہے؟" سرداری نے اچانک پوچھا۔ اُس کا بالا بچہ

ہوا ہاتھ ڈک گیا۔

"سرداری! آج برص پت دار (جمرات) ہے۔"

"اور کس۔۔۔۔۔؟" سرداری نے یوگی پوچھا۔ اور اُس غصے کی زبان سے شکر دار کی بجا  
"جگت۔۔۔۔۔ کھلی گئی۔۔۔۔۔ اس لحاظ سے تنے کی کھل جو ان کی زبان سے کر اُس کی طرف بھجنا

تک جیسے میں اُس کے جسم میں کر پان کھسادی۔" سارا برہمن بن کر نہیں بیوقوف بناتا تھا۔ ہر  
چھٹی ہوئی آکھوں سے دیکھنے لگے۔ وہ غصے کچھ دھرم تو پڑ گیا۔ اُس کے منہ سے صرف

خدا نکلیں سکا۔

"دیکھو۔۔۔۔۔ آخر اس کی اصلیت ظاہر ہو گئی۔" سرداری نے اُس غصے کے جسم سے کر پان کا  
کر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ خون کے چھینٹے اڑے۔

"شاباش!" کچھ لوگوں نے داد دی۔ "میں اُسی طرح بدلتا رہتا چاہیے۔" اُس غصے کی آ  
میں جیسے شیلان بول رہا تھا۔

"اس کی لاش کو باہر پھینک دو! دودھ امرتسر کے آکھن پر مغربا رہی ہوگی۔" اُس کے ایک شا  
نے پہلو بدل کر کہا۔ جی گاڑی سے باہر اُس منہ کو دھکیل دیا گیا۔ کھل کرنے والا سرداری خ

جیسے اس لئے لاہر ہوا اسی جیسی نہیں ہے۔"

ایک بڑے میدان میں جگہ جگہ بڑے گئے ہوئے تھے۔ بخاروں کا بڑا ہجوم تھا۔ چھوٹے بڑے شامیانے تھے ہوئے تھے۔ کچن جن کے پاس رہنے کے لئے چھوٹے بڑے تھے، تھوڑی کچنی بازی کے علاوہ تھوڑی سی بیج بھی اور چھوٹا سا کتہہ قہرہ آج ہے سہا لاچار بن کر سخاوت کے سہارے بی رہے تھے۔ ان کے سونگے ہوئے چہرے اور خفک آ پوچھ رہی تھیں۔ "ہمارا کوہ کیا ہے؟ ہم نے جو کھانا ہے وہ وہاں لے گا؟ ہم کو اطمینان نصیب ہوگا اپنے رشتے داروں کی تلاش میں ہوشیار اور محنت جیسے بہت سے لوگ چکر لگا رہے تھے۔ کے درمیان ایک میز کے گرد دوسرے آدمی کا کھانا کے بڈلوں سے نام پر چکر لگا رہے تھے۔ لداں گبر کی چھاؤنی میں جاؤ اس نام کا کوئی مہاجر یہاں نہیں ہے۔ تم کالج والی چھاؤنی دیکھو!"

"ہوشیار! میں ایسی کوئی پوچھ چکے نہیں کی ہے۔" بکت اب بھی چونکا رہا جانتا تھا۔ اس طرف چکر لگاؤ! میں اس جانب دیکھ ہوں۔ اگر وہ رو دکھائی دے تو مجھے بلانا۔ پھر جان والے چہروں کی تلاش ہونے لگی۔ کھنڈ بھروں خواہ چکر لگاتے رہے اگر چاہک چڑا چاہ سے بکت کے شانے پر کسی نے ہاتھ رکھا۔ عادت کے مطابق کر پے ہاتھ گیا، پھر گھمائی۔ وہ چوکلا۔ "ارے تاپا! آپ؟" یہ کہہ کر وہ مرت بھرے انداز میں اُن سے لپٹ گیا۔ "میں صبح سلامت دیکھ کر آچکی ہوں اور دل خوش ہے ہو گیا۔" تاپا بھراے ہوئے لہجے میں گئے۔ "تم زور سے نظر سے تو آواز دینا چاہتا تھا۔ مگر پھر یاد آیا کہ تم ظاہر ہو جاؤ گے۔" "ہمارے کھرے ب لوگ ٹھیک تو ہیں؟" بکت نے دھڑکتے دل سے سوال کیا۔ "بہتر گیا تو ہمارے مکان میں رہتے۔"

"بیٹا! انھوں نے عقل دی جو جلدی نکل آئے۔ بعد میں آنے والے سے حال ہو کر پہنچے۔ آج تو پوری گاڑی کٹ کر آئی ہے۔" تاپا نے آہ بھر کر کہا۔ "میں تمہاری غرضی۔ تمہاری راز میں تیار ہو گیا ہے۔"

"وہ سب کہاں ہیں؟" بکت نے جلدی سے کہا۔ "میں تو سمجھ رہا تھا کہ وہ لوگ راجستھ چلے گئے ہوں گے۔"

"راجستھان کیسے جاؤ؟ زمین کے بدلے زمین لینے کے لئے یہاں رہنا ضروری تھا۔ تمہارے دادا اور باپ کو چھاؤنی کی روٹی کھانے میں ملتا دکھائی دے رہی تھی اس لئے ایک ٹر ٹر کر رہی تھی۔"

"میں کی تو کہی؟" بکت کو یہ بات ٹھنک گئی۔ اس عمر میں باپ کو ضروری کرنی پڑے گی وہ باپ اور دادا کے اصولوں سے واقف تھا۔ جب تک ہاتھ پاؤں ٹھنکے وہ حیرات کی نہیں کھا گئے۔ بکت کو سوچ میں ڈوب کر یاد کرتا تھا کہ حیرت کھا۔

"میں نے بہت کچھ یاد کر رکھا کہ چلے گئے۔"

"کس میں ہیں؟ میں ابھی وہاں جاتا ہوں۔" بکت اب جلد بازی کر رہا تھا۔

"کیسے کہے جاتے ہیں؟ میں ابھی اپنی ماں کی بات کرتا ہوں۔" تاپا بولے۔

"میں تاپا! میں پھر آؤں گا۔ اسی عام جگہوں پر کھنڈ خضر سے خالی نہیں۔ نظروں میں آ گیا۔ مشکل میں رہ جاؤں گا۔" بکت نے اس پاس نظر کھائی۔ ہوشیار کچھ لوگوں کے ساتھ کھڑا اس ہاتھ دیکھ رہا تھا۔ "مجھے جاتے ہیں۔" ہاں سے جلدی ملتا ہے۔

"ابھی بات ہے۔" جاؤ! مگر پھر لے آؤ! انھوں نے دو چاروں میں نہیں اور جانا پڑے۔ پھر تاپا یاد آ کر مل کا پتہ تو دیا نہیں۔ "انھیں کے پاس کھولیں مل ہے۔ ایک انگریز کی مل ہے۔ کسی پوچھ لیتا۔" تاپا کے ہر چکر بکت وہاں سے مل دیا۔ اس کی چال میں اب پھر تپتی تھی۔ اس گردن گھما کر تاپا کی جانب دیکھا۔ ہوشیار بھی اسی طرف آ رہا تھا۔

"پتہ چلا؟ وہ کون تھے؟" ہاتھ لپٹنے کے بعد ہوشیار نے پوچھا۔ "تم جلدی کیوں نکل آئے؟" "پاپو نے مل میں تو کڑی کر لی ہے۔" تاپا نے یہ سب کچھ بتایا ہے۔ "پھر بکت نے سوال کیا۔" میں کوئی نظر آیا؟ چنی، اچھا یاد رہا؟" ہوشیار نے اگلے میں سر ہلایا۔

"بکت! میں نے اُن میں سے کسی کو نہیں دیکھا۔ مگر۔۔۔" "مگر کیا؟" ہوشیار کے چہرے پر چنگھاہٹ نے بکت کو چوکلا دیا۔ "کیا گھبراہٹ والوں کی کچھ غلطی ہے؟"

"میں بکت! جب تم تاپا سے بات کر رہے تھے تو وہ آدمی جیسے بچان گئے تھے۔" ہوشیار نے اچھے میں کہا۔ "میں اُن کی سرگوشیاں سن رہا تھا۔ دوں میں ایک قصہ دھڑکھٹا نظر آتا تھا۔ وہ کہہ رہا وحاش! ادھر آ گیا ہے۔ دوسرے نے پوچھا کہ وہ وحاش! تو کہنے لگا وہ چکا جو تمہارے رشتے میں کچھ کی تیری کو خواہ کر کے لے گیا تھا۔ وہ ڈاکو۔۔۔" بکت کی آنکھیں پھٹ گئیں۔ اُس نے ناک رو بولے دیا۔ "وہ کہہ رہا تھا کہ اب میرا بیٹا بچنے میں آیا ہے۔"

"لوگوں ہوگا؟" بکت بڑبڑایا۔ "ایک تو مومن کچھ کا رشتے دار ہوگا۔ مگر اُس دوسرے قصہ دور لکھنا چاہتا تھا۔"

"تم غلط نہ کرو! اُس سے میں کچھ لوں گا۔ میں اُس پر نظر رکھوں گا۔ تم جاؤ! ماں، باپ اور چندن بھی سے اطمینان سے مل آؤ۔"

"مگر بکت کا دل نہیں مانا۔" انھوں نے وہ ہمارا قاب کر کے، ابھر۔

"ارے اس کی ایسی شے۔ میں یہاں بیٹھا ہوں۔" ہوشیار جنوں میں آ گیا۔ "ضرورت نے میرے پیچھے رسید کر دیا۔"

"نہیں۔ اس کی جلد بازی نہ کرنا۔ اُس سے ملنا۔" اس کے کسے معلومات حاصل کر لو! پھر میں لوں گا۔" یہ کہہ کر بکت نے مل کا پتہ دیا۔ "اگر کوئی ضروری کام ہو تو وہاں آ جانا۔ باپ کا نام لینا۔" تو آج وہاں نہیں میں گئے۔

○  
دولن مل کے بڑے گٹ کے سامنے آ کر بکت ناک کیا۔ گٹ بند تھا چھوٹی کھڑکی کھلی ہوئی تھی۔ کسے پوچھا جائے؟ کچھ دوسروں نے کسے بعد سے کہے وہ کھڑکی میں داخل ہوا۔

اور وہ اپنی کالوں بھرنے کے لئے اندر چلی گئی۔  
 اہل تہذیب میں جیسے کاچہ وہاں کی عورتوں کے دیکھ رہی تھیں۔ "اب تو تمہارا قصہ خشتہ  
 ادا ہو چکا ہے۔ تم نے ان کا گوش کرنا ہوا ہاتھ جوت کی پشت پر رک گیا۔ لباس کے نیچے چھپائی  
 لہر دوں کا پس پاتے ہی جھگڑے ہاتھ دایں ہٹ گیا۔ انہیں اب یاد آیا کہ چٹا ڈاکو ہے۔  
 "اب اسے اندر تو لے جاؤ" سونہرے لٹکے ہو کر کہا۔ رابرٹ والے لوگ جھانک کر دیکھ  
 رہے تھے یہ انہیں کچھ نہیں سمجھ سکتے تھے۔ "ابھی کھانے کے وقت آ جاؤ گا۔"  
 چندن نے کمرے میں چار پائی بنیادی تھی۔ جوت اور مال ہی اندر آئے تو دونوں کے ہاتھوں  
 اپنی کالوں کا دے دیا۔ وہ اپنا لیتے ہوئے چندن کی انگلیوں کو باز کر رکھا۔ چندن کو شرمائی۔  
 وہ لوگوں میں سنیسی ہی ہونے لگی۔ ٹانگہ ٹکارتے ہوئے اندر داخل ہوئے اس نے اُسے باز رہی  
 نے میں جانا پڑا۔

چاروں ہی خوشی مژدہ گئے۔ جوت دھیر کے بعد باہر نکل جاتا تھا اور سورج غروب ہونے تک  
 اُس کے ساتھ رہتا۔ ٹانے پر چھتے بغیر رہا گیا۔ "جوت! اس انجانے شہر میں تم کہاں جھٹکتے  
 تو جوت کے بیان نہ پانا۔"

"ٹانہ ہم چدا ہوئے تھے تو ایک ساتھی کو سارا مال پر دے گیا تھا۔ وہ ہم سے پہلے والی ٹرین سے  
 نکل جاتا ہو کر بھٹے کرنے ہیں۔ مگر بچنے سے ابھی تک ملاقات نہیں ہوئی۔"  
 "اس کی نیت خراب ہو گئی ہوگی۔ سب مال کے فرار ہو گیا ہو کیا ہو تمہارا چچن۔" ٹانہ نے کہا تو  
 ٹانہ ضار ہو گیا۔

"ابھیانہ! میرے ساتھی بے ایمان نہیں ہیں۔ میں نے اُسے الودہ جانے کو کہا تھا۔ شاید وہ  
 اب گیا ہو۔"

"نہیں۔ وہ وہاں نہیں گیا۔" ٹانہ نے کہا۔ "تمہارے آنے سے پہلے چار پانچ دن قبل ہزارہ  
 اُسے لے آتا تھا۔ اگرچہ وہاں گیا ہوتا تو وہ ضرور یہ بات بتاتا۔"

"اچھا! جوت کے پاس جواب تیار تھا۔" ٹانہ نے کہا یہاں آئے ہوں اور وہاں پہنچا ہوں،  
 ابھی تو ہو سکتا ہے۔ پھر بات کو مختصر کرنے کے لئے بولا۔ "مجھے مال کی فکر نہیں۔ اُس کی جان کی  
 آئی جاتا ہوں۔"

ہوشیار دو مہینے ہاجروں کی چھائی میں تین چار مہینے پھر کر آتا تھا اس پر نے کس کو کائی  
 تھے دار آیا ہے؟ انہیں؟ وہ آندو آدو آدمیوں سے مکمل بڑھانے لگا۔ جوتے دن جب وہ جوت سے  
 مل گیا تو آقا اُس نے بتایا۔

"وہ قصہ دھڑھلے تمہارے ڈاکوؤں والا ہے۔ کہتا تھا میرے باپو ریتا کے چور ہی تھے۔ حالات  
 مجھ پر ہو کر یہاں رہتے ہیں۔"

"اس کا نام ریمبر کھیر تو نہیں؟" جوت نے کڑی ملائی۔  
 "ہاں۔ ریمبر کھیر ہی ہے۔ کہتا ہے وہ دے کو شہر سے گہری دوستی تھی۔" ہوشیار کھیر با۔ "آج

"ابے کون ہو؟ کس سے کام ہے؟" چوکیدار سخت آواز نے اُسے روکا۔ جوت کہتا چاہا  
 سونہرے لٹکے سے منہ پر مٹکے لے کر داخل ہو گئے خالی دردی میں کھڑے ہو چوکیدار کو پہنچا  
 وہ دو قدم پیچھے ہٹ گیا۔ وہ اُسے غور سے دیکھتا رہا۔ چوکیدار نے بھی اُسے غور سے دیکھا۔  
 دونوں بے حس و حرکت کھڑے رہے۔ پھر دونوں کے چہروں پر ایک ساتھ روشنی آ گئی۔  
 "جوت چٹا!" "پاپم؟" دونوں نے ایک دوسرے سے کہا اور اس کے ساتھ ہی باپ۔  
 سے سینہ ملا کر پٹ گئے۔

لی کی دوسری شیفٹ شروع ہو چکی تھی اس نے باپ بچے کاٹلی دیکھنے والا کوٹلی نہیں تھا۔  
 سونہرے لٹکے نے جلدی سے پھیل ہوئی آنکھیں شکل کر لیں۔ "چلو! انہیں گھر لے جاؤں۔"  
 رہے ہیں۔ "پاپم! میں چوکیدار ہوں کے جوت کو یہ اعزاز نہیں تھا۔ مگر نے بتایا ہے جان بوجھ  
 بتایا ہو۔ پھر بھی جوت نے کھسکس کیا کہ باپ نے اچھا ہی کیا۔ خیرات کی روٹی کھانے سے شہر  
 پر نکل رکھ کر گئی کے گیت کی چوکیدار کی لڑا لاکھ روپے بھر تھا۔ سونہرے لٹکے پر قد سونہرے  
 ہوئے بچے کوئی کے بچھلے جسے میں نے مجھے۔ پھر کوکڑھاپ کی کوٹھڑیوں کی قطاروں کی  
 اشارہ کر کے بولے۔ "آخری کوٹھڑی ہماری ہے۔ باہر چھاؤں میں تمہارے ٹانہ سونے  
 ہیں۔"

جوت کا دل انہوں کے ملاپ کے سبب زور زور سے دھڑکنے لگا۔ مان کیا کرتی ہوں گی؟  
 اُسے دیکھ کر خوشی سے ہانک ہو جانے لگی۔ اگر وہ چھوٹا بچہ ہوتا تو وہ کر کو بیچ جاتا۔ مان سے  
 جاتا۔ اس کی بجائے وہ چوٹھ سے پانچ تھم ڈور ڈوک گیا۔ سونہرے لٹکے اُس سے پہلے پہنچے تھے  
 "جوت کی ماں! اوکھ تو کون آیا ہے؟"

کھڑے سے بیٹھ ہوئی مان کی آنکھیں اوپر اٹھیں، چوٹھ سے کچھ دور دوڑنے کے درمیان  
 میں ہم کچھ بھی نظر آیا۔ وہ کھپکا کر رہ گئی۔ مان کا دل جیسے دھڑکنے لگی۔ سونہرے لٹکے  
 مگر اس کی تکلیف بھی اسے راحت تھی۔ "کون؟ جوت؟" وہ بڑبڑاتی ہوئی اٹھی۔ اتنی ذرا  
 چار پائی پر سونے ہوئے ٹانہ اُسے کر بیٹھے۔ "تو اسے کیا؟"

جوت نے ٹانہ کے چہرے پر دیکھا۔ ٹانہ نے اُسے ہاتھوں میں لیا، زخماں چوبے۔ "بیٹے  
 اب تین تھا کہ تم سلامت آ جاؤ گے۔"

مان کی چوٹھ پار کر کے باہر آئیں۔ چندن کو بھی باور پتی خانے سے دوڑ کر باہر آ گئی  
 بھی مان کو اور بھی چندن کو دیکھ رہا تھا۔ مان ہی کی آنکھیں آٹسو ہاتھ لگیں۔ پھر جوت سے  
 ہوئے۔ وہ دو ڈر کر اس سے لپٹ گیا۔

"جوت! انتظار کرو کیا بیٹا! مان کے ہاتھ اُس کے کچھ شہر چم پر گردش کرنے لگے۔ "کیا  
 ڈکھی کر کے تھی پیدا ہوا تھا؟" وہ سسکیاں بھر رہے تھیں۔ پھر چار مہینے انداز میں ڈاکو  
 بولیں۔ "مگر چھوڑ کر چا گیا اور بھی نہیں دیکھا کہ مان کے دل پر کیا کر رہے گی؟"

وہ بچے نے خوشی کے آنسو پچھتی ہوئی چندن میں بچے کاٹلی دیکھ رہی تھی۔ مان ہی کی  
 گردش کرتے ہوئے جوت کے ہاتھ کی قوت دیکھ کر اس کا سینہ دھڑکنے لگا۔ اُسے پھر جیسے

”ابھی یہ گھر میں اطمینان سے چاروں نہیں رہا۔ اسے چھینڑنا ٹھیک نہیں۔ مگر کی محبت بڑھے گی اور بخیر و خوشحالی آجائے گا۔“ مانا نے یہ جواب ملا تو ماں جی نے بہو کو تسکین دیا۔

”چہن کو رام؟ تم ذرا اُس سے پوچھ کر دیکھتی رہو۔ کہنا کہ اب گھر کی ذمہ داری اٹھالے۔ اُس نے کہا کہ ایک سخت کمر ہے گے؟“ پھر بچہ کو ایک ترکیب بتائی۔ ”بہنیں یہ بات مضبوطی سے کہیں۔ آپ کو کیا خیال ہے؟“

”اُس نے کہا کہ وہاں جی ہے چہن کو رام سے پیجہ جانے کے لیے پوچھا۔“ رات کی بات بھائی؟ وہ

”ہاں! تم ان کا حراج جانتی ہو۔“ چند من سر جھکا کر ساس سے کہنے لگی۔ ”دو کدہ رہے تھے کہ پہلی کدہ داری اٹھانے کو تیار ہوں۔ مگر میرے راتے میں کوئی نہ آئے۔ میرا کچھ بھی ہو، میں ان کو نہیں پہچاؤں گا۔“

”اس کا مطلب ہے وہ اپنی خند چھوڑنے کو تیار نہیں؟“ ہاں جی بلند آواز میں پولیس۔۔۔“ اس سبب میں پرانی پاؤں کھسکی ہوگی۔۔۔ وہ جذبات میں بول گئیں۔ مگر بھوکے روئی صورت دیکھ کر ہم۔۔۔“ کھسے میں زبان پر تیار ہو گئیں رہتا ہوا ہاں کا دل بیٹے کی بھلائی ہی کے لئے ڈھاکرتا

”میں جانتی ہوں ماں جی!“ چندن کو رساں کو اطمینان دلانے لگی۔ ”اب میں نے فیصلہ کیا ہے  
 اچھاں! چاہیں گے میں اُن کے ساتھ رہوں گی۔ مگر وہاں کی دُعا ہوئی تو میں انہیں اس راستے  
 پر لے آؤں گی۔“ رات کے کھانے کے بعد ماں جی نے بات چھجھری۔

”جنت ہے۔۔۔۔۔ اب کوئی کام دھندا کرنا ہے۔“  
 اٹنے کے کلکار کر آئیں آگے بولے یہ روک دیا۔ وہ جنت سے یہ گھڑی کا لٹنا چاہتا تھا۔ وہ جانتا  
 تھا اس بات پر غرور ہوگی۔ ”ہاں! مجھے ایک دھندا آتا ہے، وہ تم جانتی ہو۔“ پھر ناکی کی جانب  
 غور سے بولا۔ ”دوسرا دھندا کرنے جاؤں تو اس صورت میں اپنی اصل شخصیت چھپانی پڑے گی۔“  
 لیکن یہ کس کی طرف سے؟

”مہر پولیس کے سامنے پیش ہو جاؤ!“ ماں جی دانت پیس کر پولیس۔

”ہاں انہیں گھمروئے گئے۔“ ماما اپنے کو چٹائی پر دوڑانے کے بغیر نہیں اٹھتا تھا۔ ”ماما نے کہا: ”ہاں“ وہ اس خاصہ ٹیکر پر تھا۔ ایک بار چٹائی کر کے ہم جھپٹتے۔ وہ تو سرخن صاحب جیسے کی۔ غرض اس نے پانچ سال کی سزا پر اپنی سزا ہو گئی۔ مگر یہاں کون ہد کرے گا؟“ وہ بکھر ہو سانس لینے لے کر۔ ”اُن کی کافی عرصہ۔“ جسے میں اُن کا سانس بچھل جاتا، تو آواز لے کر اُن کی۔ ”مغیر۔“ میں نے کہہ کر صاف کر کے ہوئے۔ ”بجزم ہاتھ میں آنے کے بعد پوچھنا تھا میں۔“

”جنگ کے باپ نے پہلی بار اذیت کی۔“ بہتر یہ ہے کہ اللہ جا کر اپنے ماما کے ساتھ کھتی ہے۔ وہاں کون اسے پھینکے والا ہوگا؟“

2

میں اسے باہر شراب پینے لے آیا۔ نشے میں بکواس کرتا رہا۔ میں نے بھی نشے میں سوتا اور اکاری کرتے ہوئے عورتوں کے دوایک بنادتی تھی سنا ڈالے تو وہ بھی کھل گیا۔  
 ”کا۔۔۔۔۔؟“ مجھت نے پوچھا۔

”بڑی کمزوری جو اس کر رہا تھا“۔ ہوشیار منہ پھیر کر بولا۔ ”ورو کو کھینچنے میں لینے کی تیار کیا تھی۔“ وہ بولا۔ ”مگر درمیان میں جگا ڈال دیا۔ وہ بد ہوشی اس کو گواہ کر کے لے گیا وہ سب!“

شوہر اور جانی بھائی ملا کر دھننے کے بارے میں راضی تھے۔ ”جگت کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ ورو نے اسے روکنے کی کوششوں سے متعلق بتایا تھا۔ پھر میری آنکھیں بات سن کر اُسے آگ لگ گئی۔ دیکھیں اس بار کو ہاتھ سے لکھتے کیا تھا۔ کتاب اس کی موت کے سامنے لے آئی تھی۔ تھپتھپا کر جگت نے اُسے چھپا“۔

”ہوشیار! وہ جگت کو کبھی کبھار کیا تھا؟“

”میں نے اس سے پوچھا کہ بچاؤ کو اس جیل میں سے تو وہ جہیز مار کر ہٹا ہوا ہے۔“  
 فقیر بھی اس پر ہماٹوں کی افقت کرتی ہے۔ بچاؤ کیا حکموں سے فرار ہو گیا۔ اب یہاں  
 کیا ہے۔ مگر اسے غرقِ ترسار کر بدلہ لوں گا۔“ ہوشیار وزیر کی شکل کرتا ہوا۔۔۔ مجھے اُس وقت اُس  
 قاضی کا ایک مٹی چاہا ہے لاؤں مگر حکومت اتم نے منع کر دیا تھا اس لئے خط کر گیا۔“

”اچھا کیا... دیر افکار ہے۔ مگر اسے قسم کرنے سے پہلے دیکھ کر منتقلی اٹلانچ حاصل  
میں چل جائے۔ اس کے ساتھ تھوڑا سا سنگھ کا رخ ہے۔ وہی سنگھ جانا ہوگا۔“ ورنہ کی بات  
کی جگت ہے بہن ہوگی۔ ”بھوشیار اتم داغ پر کاؤ رکھ کر اس کی جگاس تھے رہو۔۔۔ چاہے  
بلانے میں دوا نہ ہو یہی غری کرنے پر ہیں۔“

”اور ہاں..... جنت..... وہجے سے فرض تک رہا تھا۔ کہنے لگا مجھے سو رہے اور اوروں سے  
برے رہا تھا میں باجی ہزار آگے تھیں تو میں سو کے ڈنکے لوٹاؤں گا۔۔۔۔۔ سالہا مجھے بے وقفہ  
وہی اٹھنا چاہتا تھا۔ مگر آج یہ نہیں کہیں کہ میں کون ہوں۔“  
”تم آسے اور وہی دیکھنے کے آسے میں رکھو!“

”مگر محبت اہمارے پاس راقم کو مل رہی ہے۔ اُسے روزِ پلاہ ممکن نہیں ہے۔“ ہوشیار پلاہ نے پیسے نکال کر دیکھنے لگا۔ ”پھر ہوں کا خرچ بھی چڑھ رہا ہے۔“

”کوئی تحریریں..... دو چادرون چلاؤ۔ پھر مجھ میں ہاتھ پاؤں ہیں گے۔ محبت نے یہاں آئے ہیں جیسا بارڈر کے ہات کی۔“ اس چنا چکھنا ہی ایک شخص سے جان پچھنا ہوئی ہے۔ وہ لاکھ سے نہیں پچھتا کر کہیں ہاتھ مارنے کی بات کر رہا تھا۔ اس کے دھماں میں کوئی جو کہ اس کے سامنے علم کو کہہ رہا تھا۔ ”کوئی کوئی کہنے کی۔“ وہ بڑھاپا دیکھ کر ہنسنے لگا۔

ماں جی دو دن سے بگت کے ہانا سے کہہ رہی تھیں۔ "پاپا! تم لڑکے کو کچھا لو، وہ پورا ہندو سے چھوڑ دے۔ مجھے عرصوں ہو رہا ہے جب یہ روز بھنگ رہا ہے تو یہاں بھی کچھ کر کر گز رہا ہے۔" بات کو نال دیتے تھے۔

”تو کبھی لے آؤ، آج شام ہی کا منہ نہا کر یہاں سے فرار ہو جائیں گے۔“

”کیاں جائیں گے؟“

”یہ میں نے فیصلہ کر لیا ہے۔“ جگت اب جوش میں آ گیا۔ ”مجھ کو یا کے قریب کا رہنے کاؤں  
 دیں، جیسے کے لئے چنا سکھنے سے فطرتاً تلاش کر لیا ہے۔ میں کل رات وہ جگہ بھی دیکھ آیا۔“  
 جگت صاف کرتے ہوئے چکا لے گیا۔ ”پھر شروع ہو جائیں۔“

پوچھنا کہ کتنا کھانا کھایا اور راتوں کے کچلا گیا۔ رہبر کو قسم کرنے کا جگت نے پلان بنا لیا۔  
 ”میں تو کچھ دانی بیج کر رہا ہوں رہبر کو کچھ باہر لانے کے بعد کی تہا جگہ لے کر شرف کر دینا۔  
 کچھ کھانے کو بھی کیوں؟ سوہن سکھ کا رشتے دار بھی تو ہے۔ اُسے بھی ختم کرنا ضروری تھا۔ یہ ممکن ہے  
 کہ وہ میرے سکھ لے آئے گی اب تک یہ بات تادی ہو اور وہ رام سکھ چوری ہو جائے۔ ویسے بھی  
 جگت سکھ کا رشتے دار اُس کا دشمن ہوتا تھا۔ ”ایک کی جگہ دو کل۔“ ”راٹل کی نال پر ہاتھ  
 چڑھتے ہوئے وہ بڑبڑایا۔ ”ایک کے ساتھ دوسرے کو بھی شرف کیا جا سکتا ہے۔“

”بائیکل لے کر گیا ہوا پوچھنا شام کو لانا۔“ گھوڑی لے آیا؟ ”جگت پوچھنا چاہتا تھا مگر ہوشیار  
 نے غصے میں دو جہازوں کو اُس نے کمرے میں داخل ہوتے دیکھا۔ ”ست سری اکال کی“ کی بلند  
 آواز سنائی دی۔ ”جگت کیا کیا۔“

”اُسے کتنا رات؟“ ”کہہ کر وہ ایک جہاز سے لپٹ گیا۔ ”ہوشیار یہ جیسے کہاں کر گیا؟“  
 ”ہماری راتوں کا کب تک کل آیا۔“ ہوشیار نے صاف زور پینک کر کہا۔ ”مجھے کسی صورت میں  
 لگنا پڑے نہ دئی۔“

”بائیکل کی قیامت میں ہوا سے ادا کر دیں گا۔“ یہ کہتے ہوئے کرتارا نے جب سے ایک بڑی  
 ”میں ہمارے یہاں ہوا آج محفل جانی جائے۔“ جگت کرتارا کے ضد کی بنیے سے واقف  
 نہ تھا کہ اسے طے میں انکار کرنے پر وہ چھڑا کرنے سے بھی نہ چکا۔ ”اب ہمارے ایک  
 جگہ جگت کے دے شوہر کو آیا تھا تو جگت نے اُس کی معرفت اسطوریہ تھا۔ کچھ سال شری میں رہا  
 رہا کہ اس کے گھر کا بیٹا تھا۔ باپ کی بہت ساری زمین میں بھری کچھ کا نامہ کر گزارنے کی اُسے  
 بات تھی۔“

”میں راتوں کے کیا ضرورت پر بھی کرتارا؟“ جگت کو قبض ہوا۔ ”میری طرح تو کبھی شروع  
 دلی ہے؟“ ”شراب کی بوتل کا لاکھ اڑا کر جگت بھارتا ہوا کرتارا مسکرایا۔“

”جگت اُسے دوست سے تعارف کرنا بول گیا۔“ تو جگت کو یاد آیا کہ کرتارا کے ساتھ آیا ہوا  
 اُسے خاموشی سے دیکھ رہا تھا اُس کی آنکھوں میں غصہ کا طوفان گردش لے رہا تھا۔ میں  
 کچھ سال کی عمر پہلے ہوتوں پہ گراہت بھیر کر جگت کے سامنے ہنسا۔

”یہ دلی ہے۔“ کرتارا نے جگت کے ہاتھ میں چاندی سے بھری ”سچا گھوڑی۔“ آج کل  
 اس کا بول بالا ہے۔ ”تو جگت نے کچھ نظر میں چکا جس۔“ جگت کی سمجھ میں نہیں آیا۔ وہ جگت  
 کا نام سن رہا تھا۔ وہ یہ بھی پوچھنا چاہتا تھا کہ کس کا زخمی؟ ”اُس نے سوچا۔ اس کے

”سوہن سکھ! یہ خیال مجھے بھی آیا تھا۔ مگر وہاں بھی خطرہ ہے۔“ ”نانا نے کہا۔“ ہزارہ آیا تھا  
 راز دارانہ انداز میں بتایا تھا کہ وہاں رام سکھ چوری ہوا نام کا پوس چٹ چکا کی تلاش میں ہے۔  
 ”رام سکھ چوری۔“ ”جگت نے ہنست کانے۔ وہ یہاں میرا انتخاب کر رہا ہے؟“

”ہاں۔“ میں نے جان بوجہ کرتارا کی ماں اور باپ سے یہ بات چھپائی تھی کہ انہیں نے  
 ”ہاں۔“ ابھی وہ دلی میں ہے اس نے لڑکی بات نہیں۔ تم ابھی پاکستان سے نہیں  
 ہوئے کچھ کرو خاموش ہے۔“ ”نانا یہاں بیٹھے بیٹھے اپنی خبر رکھتے ہیں یہ جان کر کبکرتا ہو:  
 اب اُس کی سمجھ میں آیا کہ نانا نے اُس کی کان میں کہا تھا کہ ہوشیار رہنا! اپنی اصلیت کو چھپا  
 بات اچھ لگتی ہے یہ کچھ کرنا ہی خاموش ہو گئیں۔“

”جو تم کو ٹھیک لگے وہ کرنا مگر میں اس میں بھلائی نہیں دیکھتی۔“  
 پھر سب سونے کی تیاری کرنے لگے۔ مگر نینا کی آن کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ غریب  
 گھروں میں گھر ہے ہوئے وہ لوگ رات گزارنے کی کوشش کرنے لگے۔ کچھ باورچی خانہ  
 جگت اپنے پہلو میں لیٹی ہوئی چندن کو روکے یہ پوچھ رہا تھا۔

”چندن جی، میرا ساتھ دینے کا تھرا دے فیصلہ کر لے؟“  
 ”بائیکل۔“ ”چندن جی یاد سے بولی۔ ”میں بھی سمجھتی تھی ساتھ لے جانا پڑے گا۔“  
 ”ارے بھئی!“ ”جگت نے اُس کے زخموں پر بوسہ دیا۔ ”میں والے قیدی کو ایسی ہیروئن  
 دیتے ہیں؟“

دو دن اور گزر گئے۔ جگت نے چنا سکھ سے ڈاک ڈالنے کا ارادہ نہ معلوم کر لیا۔ وہ بھی ساتھ  
 کو تھا۔ جگت ہوشیار کو بلانے بولی مگر وہاں نہیں تھا۔ ایک سکھ انتظار کرنا پڑا۔ ہوا  
 اور جی ہوئی سانسوں کے درمیان بولا۔  
 ”جگت! غضب ہو گیا۔“ ”دھیر ہمارے انداز سے زیادہ دھیر چلا کر نکلا ہے۔“  
 ”کیسا کیا؟“ ”جگت نے جھٹکا کھس کیا۔“

”وہ مجھ سے سارے ہیں کیوں ناگہم رہا تھا میں جانتے ہوں۔“ ہوشیار بری طرح باپ رہا تھا۔  
 دلی جاتا تھا۔ ”میں پورہ کا سو بیہادر رام سکھ چوری اُس کا رشتے دار ہے اور وہ دلی میں ہے۔“  
 ”وہ میری تلاش میں ہے، اس کا مجھے بھی یہ چل گیا ہے۔“ جگت نے غیابی بات جا۔  
 خاطر کیا۔ ”مگر میرا اس طرح ہمارا کیا بازو سکا ہے؟“

”کیوں؟“ رام سکھ کو یہاں لانے کے لئے اُس نے فلاسکا ہے۔ یہ جاننے کے لئے  
 اُسے خرب پلائے۔ وہ بیکار ہا کہ رام سکھ چاہا کے آنے کے بعد پانچ ہزار کہے۔ پھر چھوڑا  
 خیرات کہ نہیں کھاؤں گا۔ خدا سے تو پوچھ چھوڑ کر دتا ہے۔  
 ”ہو۔“ ”جگت کے جزلے سخت ہو گیا۔ ”میں اسے پھر چھوڑ کر نہیں دے چکا ہوں۔  
 بچوں کا۔“ ”جگت کچھ دیر سوچ میں گم ہو گیا۔ پھر رام سکھ ہو گیا تو وہ بولا۔ ”ہوشیار ہمارے  
 ایک کا تو رات نہیں ہے، یہ تم فرخت کر دو اس کے پیچھے سے ایک ابھی گھوڑی خرید لیں گے

[illegible]

”تم گھر نہ کرو! ایک ڈاکو دوسرے ڈاکو سے نہیں ڈرتا۔ ٹھکانا کام تو میں نے بھی سنا ہے۔ کت کا سونچ خالص نہیں کروں گا۔“ کرنا مارا دھکی چلے گئے تو ہوشیار نہ کہا۔

”جیسا کہ میں نے کہا ہے۔ آدی دیر ہے۔ مگر اس وقت ذہن میں قوی مصیبت کا  
 اثر نہایت کم رہا ہے۔ اُس کے راتے جانے دوا“

خل میں دیر نہیں اس کا بکیت کو اس میں تھا۔ رام سنگھ چوڑھی سے رہبر کی ملاقات میں ہوئی تھے، یہیں تو بڑی اگلت جائے گی۔ جیت کی رام سنگھ سے بہت پہلی دھمکی تھی۔ پہلی بار بکیت میں سے حوالے ہوا تھا تو آئے قسم کرنے کے سلسلے میں ارجن سنگھ کا ساتھ اسی رام سنگھ نے دیا تھا۔

تو ارجن سنگھ کو کوئی راد کر بکیت چھوڑا اور رام سنگھ کو بار بار وارنٹ "میں ان دنوں کو قسم کے بغیر نہیں چھوڑا گا۔ ایک ایک کے ساتھ، جیسا کہ تم چاہو۔" "اؤں گا۔"

۱۔ جگت یہاں اپنے قدیم جہاں کے ایک دورِ رام سنگھ کو ہوا نہیں کھنے دینا چاہتا تھا۔ اُس کے ہاتھوں میں تو کوری کرتی تھی۔ ریتا کی زمین کے بدلے سرکاری زمین لیتی تھی۔ رام سنگھ ہر کام میں اپنے بہن کریشان کر سکتا تھا۔

”ہوشیار خاں! دوپہر ہم ان دونوں کو کھانے لگا دیں گے۔“ محنت اچانک سوچے سوچے چلا گیا۔ ”کھانا کیا ہے؟“ ”آج تو ہم دینی محنت خالص نہیں کرنا ہے۔“ پھر کچھ سوچ کر کہا۔ ”میری بیوی نے کھانا تیار کیا ہے۔“ ہوشیار خاں نے کہا۔ ”ہوشیار! کیوں کہ اسے پڑھنے کا کچھ

”جنت! ہمیں جلدی کہیں باہر پڑے گا۔ جب نکلی ہو رہی ہے۔“

علاوہ دوسری مینجائش نظر نہیں آ رہی تھی۔ مگر پہلی ملاقات تھی اس لئے وہ خاموش رہا۔ کچھ دیر بعد نے بات بدل کر پوچھا۔

”معلوم ہوتے ہیں؟“ سرکارِ شرب کا جام کھلکا کر یولا۔ ”اُسے شاعر ہے۔ بحرِ ظلم کی جا  
 آغالی ہے۔ جانِ جھوکوں میں ڈال کر انسانوں کی حفاظت کر رہا ہے۔“ نکتِ اُس کی طرف  
 لگا اُس کی جھلکی جھلکی اکھیں جھٹ کر پسند آئیں۔ ”نئی یولا جاتے ہیں یہ نوجوان بڑا کام آئے“  
 دل بدل ہی میں سوچ رہا تھا۔ ”مگر کتنا رازِ رازِ راز!“ ”مقامی رازِ رازِ راز!“ یہ خیرِ مری ہے۔ پھر جتنا

”رائفل چلائی آتی ہے؟“ جگت پوچھ بیٹھا اوز کرتا تھا تھپہ نازک کرئیں دیا۔ جگت جھینپ کرتا رہی طرح تھپے لگا رہا۔

”ارے چٹا! نشانے بازی میں تو اس نے اچھے اچھوں کو مات کر دیا ہے۔ فطری میں کارنامے کیسے ہیں۔“ پھر دھڑکی کی جانب دیکھ کر مزید بولا۔ ”ارے یاد آتم بھی کچھ بولو۔ مجھے

تک تمہاری تحریف کر لی ہے پھر؟“

سچا سچکہ مسکرایا۔ چندری دواڑھی پر انگلیاں پھیر کر جمہوری آنکھیں جھپکاتا ہوا بولا۔ ”مجھ  
مہاراج کی ایک گاڑی آج رات امرتسر سے روانہ ہونے والی ہے پاکستان جانے کے لئے  
یکہ کرو۔ مجھ دیر نہ لگا۔“ اس سے پہلے کہ وہ سرد پاز کر کے سامنے میں.....“

”اے اُڑا دینا چاہئے۔ یہی کہتا چاہے ہو۔“

[illegible]

”تمہارے دشمن میں ماروں کا جھگ نکلو؟“ زہنی جوش میں بولا۔ ”تم گاڑی کا بٹن میرے ساتھ دو!“

”میرے سامنے پھر یہ بات نہ کرنا!“ جگت کی آواز میں اب کچھ سختی تھی۔ ”وہ کن کو اپنے مارنے میں اور حشر آتا ہے۔ جگہ میں ابھی اتنی طاقت ہے۔“ یہ کہہ کر جگت نے کرتے کی آ

”ختم کرو یا رو۔ بول جگا اٹھوڑی دوں یا جیپ چلے گی؟“

”تمہیں رکھنے کے لئے تھوڑی دے رہا ہوں؟ کام نسا کر واپس دے دیتا۔“





ہوشیار چندر ہنٹ بعد اکیلا وہاں آیا۔ محنت بے چین ہو گیا۔ "کیوں..... کیا ہوا؟"  
 "ابھی چھاؤنی میں مہاروں کو کچرا تقسیم کیا جا رہا ہے۔ وہ دونوں قطار میں کھڑے  
 ہوشیار نے ہنٹ کاٹ کر کہا۔ "سارے مفت کا مال چھوڑ کر باقی نہیں آئیں گے۔"

جو بارے کے اہل سنت کے ساتھ ساتھ اہل تشیع کے ساتھ بھی بہت زیادہ محبت رکھتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ وہ اپنے تمام جہادوں کے لیے اپنی تمام دولتیں وقف کر دیتا تھا۔

ہوئے جو شراب پر میری بندوبست کے آڈا یہاں سے لڑ کر کرنے کا اصرار مٹا دیا۔ "ظہار میں کفر ہے جو شراب پر اور اس کا سامنے لائے بغیر ظہار سے مفت دینے والے کو کفر میں دیکھ کر ہے سزا: کفر ہے۔ لڑنے والے سے باہر رفت کے شراب پیئیں۔ جو شراب رگت کے بارگہ جاکر کھو رہا۔

"جنت الہب ان پی آدمی آئے جس نے دو ریٹیں ڈرا جلدی روا" جو شراب سے کہا۔

"جنت الہب ان پی آدمی آئے جس نے ہوا کی دھول کو پی کر کھو گیا۔"

دو دروں قطار میں آگے بڑھ رہے تھے۔ جگت نے غور سے دیکھتے ہوئے کہا: "دووں" کھڑے ہوئے ہیں اس لیے عجیب شاندار ہے گا۔ اس سے پہلے کوئی دریا میں آئے ہوئے نہایت دیر ہوئے۔ درخت پر بیٹھا ہوا ایک کلا انسان کی جانب پر ولا کر گیا۔ دو دھماکے ہوئے۔ آواز دہانے سے پہلے دو گویاں نشانے پر بلک چکی تھیں۔ شور ہو گیا۔ "ہاااا۔۔۔ ہاااا۔۔۔"

آواز بنی اسے لگے۔ جگت اور ہوشیار رائے مگر میں جیپ میں سوار ہو گئے۔ انجین کے شور کے دہما جگت کر رہا تھا۔ "بل کی جانب!" جیپ سرسرائی ہوئی دوڑ رہی تھی۔ پرنس کی بیٹیوں کی سے ماحول میں مستی پھیل چکی۔

آج سچ لاہور جاتی ہوئی گاؤں کی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کسی نے اس کا اختتام لینے کے  
کولوں میں چلائی ہیں۔ لوگ ہنگامہ مروج رہے تھے۔ دوسری کڑی روح فوراً نکل چکی کی مگر مومن کچھ کار  
دار اپنی لاٹھیاں تک بند نہ رہا۔ دو گھنٹہ ملتے سے بچے اپنا رنے کے بعد اس کی آنکھیں گردش کر  
گئیں۔ وہ اپنے اوپر کھڑے ہوئے چہرہ کو کچھ دھاکا کھینچ کر ہوئی نظر ایک چہرے پر جم گئی۔ وہ  
کے جاتا ہے۔... خون صحت پت شانہ بکڑے، ہا پانچے سینے سے بمشکل دو دل سا۔۔۔ جگا۔۔۔  
پچھلی کے سر گردن ڈال دی۔

”بے چارہ کو کچھ کہا جاتا تھا کہ بول نہیں سکا۔“ کسی نے فرسوں کیا جکت کے تپا بیٹھے ہے۔ دوسرا بول گئے۔ وہ ب کچھ سمجھ چکے تھے۔ سر نے والے سے جکت کی دشمنی سے وہ واقف تھے۔ دوسرا بول گئے۔ انہوں نے جو کہہ سنا، وہ کسی کی سمجھ میں نہ آیا۔ پتوڑا بھاگے۔ ان کی بکت پر کچھ ہنسی کی کہ: ”آتے ہی پھر شروع ہو گیا۔ اس کے ساتھ دوسرے پریشان ہوں گے۔“ دوسرے نے قتل کا شیخ نامہ، خبر کا تھا، بکت کے باہر نکل کر تیزی سے لڑکی کی طرف چاہے۔

”کیوں... تم خاموش کیوں ہو چدن؟“ جب میں جیسے کہ بعد بہت دیر تک چدن خاموش رہی تو بکٹ نے پوچھا۔ ”آگے وقت ماں جی نے تو کچھ نہیں کہا؟“

”آپوں نے دعا میں دیں۔“ چدن مائے کی طرف دیکھتے ہوئے بولی۔ ”کہنے لگیں اسنے براہی تم نے ہماری خدمت کی اب اس کے ساتھ رہ کر اسے سچ راستے پر لگانا۔“

”اس کا مطلب ہے تم مجھے نہیں کر کے آئی ہو؟“ بکٹ نے مذاق کیا، مگر چدن ہنس نہ سکی۔

”جی سر کرکھچوڑ کر آئی کا دل ڈکڑا ہوا تھا۔“

”سچ اعلانہ کرنا نقد پر کے ہاتھ میں ہے۔ میں تو آپ کے ساتھ جب تک زندگی ہے، جینے کو چاہوں۔“ یہ کہہ کر وہ بخیر ہو گئی۔

”ہوشیار! تمہاری رہنمائی کے بغیر میں کبھی اپنے آپ کو نہیں بھروسہ کرتا۔“

تو مجھے ابھی سے ہلکے کی ہے۔" ہوشیار کی زبان چلنے لگی۔ "چنانچہ ان کے اگر ساری تباہی کے  
چند دن پہلے ہی ہو چکا ہے۔ ہم ابھی کے ہاتھ کا پکا پکا اعلان کرنا چاہتے ہیں۔"  
چند دن پہلے۔ چنانچہ ہاتھ کا نام اس نے پہلے ہی سنا تھا۔ پھر بارادہ اول والا چنانچہ ہی ہوگا۔ وہ  
مگر آج تانا بانا ہاتھ۔ ساس نے بھی اُس کی توجہ اس جانب دلائی تھی۔ وہ لڑکا جنت سے سرکشیاں  
نگار رہتا ہے۔ وہ ضرور جنت سے کوئی غلط کام کرے گا۔

”جیہیچسکے لیے آئے ہیں؟“ چندن نے پوچھا۔ سوال پر محنت سرگرایا۔  
 ”ہاں۔ دوست کی۔ کچھ دن استراحت کرنے کے لیے آئی ہے۔“  
 بہت دیر ہو چو کہ سرگرایا نے چندن کی عمارت میں آگئی۔ وہ اتنا سمجھتی تھی کہ غلط وقت پر  
 آگئی ہوگی۔ لیکن بات یہی غلطہ حاصل پیدا کر رہی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ وہ چنانچہ دلی بات نگل گئی۔  
 بہت سہجے سے محفلِ محبت کے ساتھ رہتا تھا۔ تو اب بھی افسانہ نگار۔

آج کا یہ گڈا جس میں "نیماکر" بنائے گی تیسری شب بخت پہلا ڈاکہ ڈالے گا لئے روانہ ہوا۔ آج کا یہ چالیس چپاس کے گروہ کے ساتھ بڑے بڑے ڈاکے ڈالنے والے بنگا ڈاکہ کے لئے پہلا ڈاکہ پہنچا تھا۔ اُس کے ساتھ ہوشیار اور چٹانگہ صرف دو ساتھی تھے۔ اور دو تین ہزار سے زیادہ لئے تو فتح نہیں تھی۔ یہ جارہ تھا ٹھکانہ اور خانقاہ۔

آپ نے خبر نہیں لی کہ وہ کس کے ساتھ ڈاکو ڈالے جا رہا ہے۔ جنت اور ہوشیار نے اپنی اصلیت لئے چھپائی تھی کہ ابھی اس پر پورا احسان نہیں کیا جاتا تھا۔ چنانچہ انہوں نے یہ سمجھا تھا کہ کچھ دنوں ٹھہری میں رہے ہیں اس لئے وہ دراصل کے بغیر کام نہیں کر سکتے۔ چنانچہ انہوں نے ٹھکانہ بھی تلاش کیا تھا۔ یہ کارندہ گاؤں کے ایک جوہری کا کسی عورت سے معاوضہ تھا۔ وزراء نصف

"بے وقوف کاٹ رہا ہے؟" کہتے ہوئے جگت نے کہاں اس کے جڑے میں گھسیڑ دی۔  
 گھسیڑنے سے جہری کا منہ پورا کھل گیا۔ چٹا ہاتھ اس کے دائیں کی کفٹ سے آزاد ہو گیا۔  
 جگت نے کہاں لٹال لی۔ جہری کے جڑے سے خون بہنے لگا، یہ دیکھ کر جہری بیہوش ہو گیا۔  
 وہ اس سے جگت اندر داخل ہوا۔ بخوری کی چابی تلاش کرنے میں جگت خراب ہوا، آخر بہتر  
 کے نیچے چابی ملی۔ کیش رقم کئی گھنٹوں تک ہاتھ ملا۔ چٹا بخوری بخوری دبر کے بعد جہری کے  
 منہ سے نکلتے ہوئے گود دیکھ رہا تھا۔ جگت بے وقوف تھا۔

"اگر اس کی نظر کہاں کر رہا ہے؟ یہ خوف نہیں مرے گا۔ چل جلدی کرنا۔" دونوں مال لے  
 کر باہر آئے۔ جہری بخوری کے منہ سے نکلتے ہوئے گود دیکھ رہا تھا۔  
 "اس کی آواز میں ایک سنگ سٹائی دی گئی۔ جلدی کرو!"

جگت بھاگ کر آئی۔ جہری بخوری کے منہ سے نکلتے ہوئے گود دیکھ رہا تھا۔  
 "اگر اس کی آواز میں ایک سنگ سٹائی دی گئی۔ جلدی کرو!"  
 جگت بھاگ کر آئی۔ جہری بخوری کے منہ سے نکلتے ہوئے گود دیکھ رہا تھا۔  
 "اگر اس کی آواز میں ایک سنگ سٹائی دی گئی۔ جلدی کرو!"

"جگت نے سنے ہوئے اس نے گھبرا دیا ہے۔" جگت نے کہا۔ چٹا چوک کر اسے دیکھنے لگا۔  
 "جگت نے سنے ہوئے اس نے گھبرا دیا ہے۔" جگت نے کہا۔ چٹا چوک کر اسے دیکھنے لگا۔  
 "جگت نے سنے ہوئے اس نے گھبرا دیا ہے۔" جگت نے کہا۔ چٹا چوک کر اسے دیکھنے لگا۔  
 "جگت نے سنے ہوئے اس نے گھبرا دیا ہے۔" جگت نے کہا۔ چٹا چوک کر اسے دیکھنے لگا۔

"جگت نے سنے ہوئے اس نے گھبرا دیا ہے۔" جگت نے کہا۔ چٹا چوک کر اسے دیکھنے لگا۔  
 "جگت نے سنے ہوئے اس نے گھبرا دیا ہے۔" جگت نے کہا۔ چٹا چوک کر اسے دیکھنے لگا۔  
 "جگت نے سنے ہوئے اس نے گھبرا دیا ہے۔" جگت نے کہا۔ چٹا چوک کر اسے دیکھنے لگا۔  
 "جگت نے سنے ہوئے اس نے گھبرا دیا ہے۔" جگت نے کہا۔ چٹا چوک کر اسے دیکھنے لگا۔

"جگت نے سنے ہوئے اس نے گھبرا دیا ہے۔" جگت نے کہا۔ چٹا چوک کر اسے دیکھنے لگا۔  
 "جگت نے سنے ہوئے اس نے گھبرا دیا ہے۔" جگت نے کہا۔ چٹا چوک کر اسے دیکھنے لگا۔  
 "جگت نے سنے ہوئے اس نے گھبرا دیا ہے۔" جگت نے کہا۔ چٹا چوک کر اسے دیکھنے لگا۔  
 "جگت نے سنے ہوئے اس نے گھبرا دیا ہے۔" جگت نے کہا۔ چٹا چوک کر اسے دیکھنے لگا۔

"جگت نے سنے ہوئے اس نے گھبرا دیا ہے۔" جگت نے کہا۔ چٹا چوک کر اسے دیکھنے لگا۔  
 "جگت نے سنے ہوئے اس نے گھبرا دیا ہے۔" جگت نے کہا۔ چٹا چوک کر اسے دیکھنے لگا۔  
 "جگت نے سنے ہوئے اس نے گھبرا دیا ہے۔" جگت نے کہا۔ چٹا چوک کر اسے دیکھنے لگا۔  
 "جگت نے سنے ہوئے اس نے گھبرا دیا ہے۔" جگت نے کہا۔ چٹا چوک کر اسے دیکھنے لگا۔

"جگت نے سنے ہوئے اس نے گھبرا دیا ہے۔" جگت نے کہا۔ چٹا چوک کر اسے دیکھنے لگا۔  
 "جگت نے سنے ہوئے اس نے گھبرا دیا ہے۔" جگت نے کہا۔ چٹا چوک کر اسے دیکھنے لگا۔  
 "جگت نے سنے ہوئے اس نے گھبرا دیا ہے۔" جگت نے کہا۔ چٹا چوک کر اسے دیکھنے لگا۔  
 "جگت نے سنے ہوئے اس نے گھبرا دیا ہے۔" جگت نے کہا۔ چٹا چوک کر اسے دیکھنے لگا۔

شب کو دور جہری کے کمر آتی اور کمر کے وقت چلی جاتی تھی۔ چٹا سنگ جب یہ خبر لے آیا تو  
 جگت نے اسے یقین کرنے کے لئے اگلی رات کمر پر بھیجا۔

"تم جہری کے کمر کے سامنے بیچے رہو گے۔ یہ معلوم کرو گے کہ وہ گورت کس طرح کرتا  
 داخل ہوتا ہے؟" کمر کے وقت چٹا داخل ہوا۔

"میرے بارے میں پورا انتظام رکھا ہے۔ پچھلے روزانہ سے عورت کو اندر داخل کرتا ہے۔"  
 "پھر آج رات گورت کی بجائے ہم اس کمر میں داخل ہوں گے۔" جگت نے ہوشیار ہوا۔

"محقق کرنے کا جراثیم وصول کریں گے۔"  
 کمر پر پورہ پچھلے رات کے کاروبار کی جگہ۔ جب گاؤں کے باہر چھپائی تھی۔ گاؤ

داخل ہونے سے پہلے چھپنے کے دل میں دل میں دغا مافی۔ بٹے کے میں یہ پہلا ڈاکو  
 گلیں میں سناٹا چھایا ہوا تھا۔ ہوشیار نے دو ٹوٹی بندوبد شانے پر دھکی دی تھی۔ جگت کے پاس گلی کی

چٹا سنگ کے پاس کہاں تھی۔ وہ جہری کی گلی میں داخل ہونے کو چٹانے دود سے گھبرا گیا۔  
 "سامنے فالو س والا کھڑا ہے۔ وہی روزانہ ہے۔"

"ہوشیار تم یہاں رہو۔ ہم دونوں کا نشانہ کر آتے ہیں۔" یہ کہہ کر جگت چٹانے ساتھ آئے  
 بڑھا۔ اندر سب کچھ سناٹا تھا۔ روزانہ سے ایک چاب چٹا کھڑا تھا۔ جگت نے دستک دی

بار چاب نہیں ملا۔ پھر دوسری بار روزانہ دود سے گھٹکٹایا۔  
 "کون ہے؟" بہت دم آواز سٹائی دی۔ جگت نے ناک پر اگلی رکھ کر چٹا کو اشارہ کر

پھر اندر سے پوچھا گیا۔ "کون ہے؟" جگت کو یہ اندازہ نہیں تھا، نہ چٹانے کی ایسی کوئی  
 تھا۔ ان کا خیال تھا کہ دستک دینے کی کھڑکی کھل جائے گی۔ جہری کو کھٹک کھٹک چٹا کر بھگتا

دے گا۔  
 "کیا آج دودھ گورت آنے والی نہیں تھی؟ یا پھر کھڑکی پر دستک دینے کا اس کا الگ انداز تھا؟

جگت انھیں میں پر کیا۔ کمر بھرانے کی بجائے دماغ سے کام لینا تھا۔ وہ دودھ گورت نہیں لیا  
 آواز میں بولا۔

"میں ہوں۔ جلدی سے کھولیں!" اندر کسی کے قدموں کی چاب سٹائی دی۔ جگت دیوار  
 چپک کر کھڑا ہو گیا۔ پھر روزانہ سے کی زنجیر کھولنے کی آواز آئی۔

"تم تو آج آنے والی نہیں تھیں؟" جہری نے دھبی آواز میں پوچھا تو ہونے باہر بھاگا  
 جگت کی پھرتی سے جگت نے زوردار چپ جہری کی گردن پر مارا۔ وہ گھبرا کر سر اندر کر لینا چاہتا

تھا کہ جگت نے گردن کی رگ بادلی۔ جہری نے پیچھے کے منہ کو کھولا اور داخل میں پھنس گیا  
 چٹانے اس کا منہ بند کرنے کے لئے آگے آگیا۔ اسے موقع مل گیا۔ اس نے چٹا کی کلائی پر دار

گاڑ دیے۔ جگت نے محسوس کیا چٹا گھبرا گیا ہے۔  
 "میرا ہاتھ چھڑاؤ! سالہا کاٹ رہا ہے۔" ایسا کہتے ہوئے اس کی آنکھیں بھیج گئیں۔ جگت

کہا۔ چٹا کی کمر پر کسی کر پاں پر اس کی نظر کی۔ ایک ہاتھ سے جہری کی گردن دبا تے۔  
 دوسرے ہاتھ سے اس نے کر پاں کٹائی۔ کر پاں کی دھار اندر میرے میں پھنس گئی۔

کی بڑی چھاؤںیاں ہیں۔ چار پانچ سا مٹی دو ہاں مل جائیں گے۔ پھر آہستہ سے بولا۔ "اُس چٹا ٹکڑے کو دن امتداد کیا جا سکتا ہے؟" ہوشیار نے دو ایک بار اُسے ہوشیار کا تھا کہ جیت کو چٹا ٹکڑا اپنا نظر سے نظر نہیں آتا تھا اور ابھی وہ نیا تھا اور اُس کی نظر میں چرچر قابل امتداد تھا۔ اپنی سرگردیوں کی بنیاد کرنے کے لئے اُسے ایسے ایک آدھ آدمی کی ضرورت تھی۔ اُس نے جوہری والا ٹھکانہ تلاش کیا تھا۔ دو چار آدمیوں میں جم جائے گا۔ ایک آدھ کل کرنے کے بعد.....

"جیت اس کے اس کی ماں کے عاشق کو قتل کرتا ہے۔" ہوشیار اس طرح بولا جیسے اُس کے لہجے کی بات سن رہا ہو۔ "وہ اُس سے بہت زیادہ نفرت کرتا ہے۔ مجھ سے کہہ رہا تھا ناقص چلتا ہے مجھے سے بڑا ہے شرت کا رولوں گا۔" "تمہیں ہوشیار اماں بیٹے کے جھگڑے میں ہمیں نہیں پڑنا۔" جیت اُس بات کے پہلے ہی بول تھا۔ "میں نے اُس سے کہا ہے کہ اب دوسرا ٹھکانہ تلاش کرے۔ اس طرح جلدی سے دو ہوا جائے گا۔"

چٹا خوش مزاج افراد میں آگیا تھا۔ آج تک اُسے طے سننے پڑے تھے۔ اُسے کوئی نہیں اس کے ملازمت میں بھی نہیں دے گا۔ چٹا چھوٹا کر رہا تھا کہ ماں بھی اُس سے پہلے جیسا پیار نہیں کر لیا ہے۔ قوی ہنگاموں میں باپ مارا گیا تھا۔ چٹا چھوٹا کر اُسے مرانے سے چٹا ٹکڑے کی ماں کے نیچے کا رشتہ دار بن گیا۔ اُس نے ہوزدی دکھائی، آسرا دیا۔ اُس کے بدلے میں ماں کے دل کی بی جگہ میں مگر بنایا۔ وہ شروع میں چٹا سے باپ جیسی محبت سے پیش آیا مگر پھر اچانک اُس نے جی کیا کہ اگر یہ لڑکا بیکار رہا تو خراب ہو جائے گا۔ اسے کچھ نہ کہا جائے۔ ماں نے بھی اس کا پیچھا کیا۔

"بچے اِکام سے لگ جا۔ چہر تیری مٹی شادی کرادیں گے۔ مگر میں بہو آجائے گی۔" "ماں! تمہیں بیٹے پر اعتماد نہیں تھا اس لئے تم نے پرانے مرد کا اسرا حل نہیں کیا۔" چٹا کو یہ بات یاد رہی تھی۔ "باپ کی موت کے وقت میرے دل میں ارمان تھے کہ ماں کو کسی طرح دشمنی نہیں ملے تو دن گذر کر میرے دل میں اُس نے دو ماہ میں باپ کی موت کا سوگ غم کر دیا۔" سب کے لئے چٹا کو ایک درد شرب کا آسرا لینا پڑا۔ جوان بیٹے کے یہ الفاظ بیوہ ماں کے دل کو گونج گئے۔ "مٹی ایک چہرہ دکھائیں اور شرب پیتے گا۔ ماں کو روتی دکھانے کی طاقت نہیں اور حق بڑھ چلا ہے۔" میں چٹانے اُسی دن فیصلہ کر لیا کہ اس کی طرح پیسے کمانے کا اور پانچ گونہ کاررواہ دکھا گا۔ پھر وہ اس سے کہہ دیتا کہ اس کا ڈیوے یا پھرے مرد میں سے ایک کو پسند کرلو!

مگر زیادہ پیسے کدھت میں کمانے کے لئے ضروری کرنا کافی نہیں تھا، بدھماشی یا بہادری کی ضرورت تھی۔ دو تین چور یا کس مگر کچھ زیادہ نہیں ملا۔ بڑا ہاتھ مارنے کے لئے ہاتھ سمجھا دئے۔ انجی دونوں چنگے سے ٹکرا دوں گے۔ اُسے پہلی بار دیکھتے ہی اُس نے محسوس کیا کہ اس کی انگلی اُٹھ چلا ہے۔ اُس کے بازوؤں میں طاقت ہے اور چہرے سے بھی خوفناک دکھائی دیتا ہے۔ اُس مالہ کی بات تھی۔ پہلا ڈاکر نصیب والا تھا۔ کاسونا ملے گا جسے نالے میں تکلیف نہیں ہوتی۔ اُس لئے میں بھی قدم اُٹھائی۔ پھر شائے پر بندھو لگے گی، دو چاروں میں دوسرا ڈاکر۔ کم محنت اور

پیارے نے بیٹے کو پادیا ہے۔" "بیٹے کو نہیں، دکن کو پادیا تھا۔" رام ٹکڑے چوہری نے دانت پیسے۔ "وہ اجیت ٹکڑے موہن قریبی رہتے اور تھا۔ ان کے ساتھ چنگے باپ دادا کے وقت کی دشمنی تھی اس کی وجہ سے وہ بنا۔"

"مگر اُس نے رہبر کو کوئی نہ کیا۔" پورن ٹکڑے مطلب کی بات پر آگئے۔ "اجیت سے د اُسے رہبر سے دشمنی ہوگی۔"

"رہبر میرا ڈاکر کر رہتا تھا۔" رام ٹکڑے آواز میں نرمی پیدا کر کے کہا۔ "اور وہ موہن دوست بھی تھا۔ چنگا کو گرفتار کرانے کے لئے اُس نے مجھے فوراً اطلاع بھیجی۔" پھر آہم کر کے "مجھے پہنچنے میں ایک دن دیر ہوگئی۔ ورنہ....."

"میں چنگا کو گرفتار کر لیتا۔" وہ کہنے جا رہا تھا کہ اسی لمحے پورن ٹکڑے باقت سلوٹ کر کے ہو گیا۔ "صاحب! اگر تیرا پر سے ڈاکے کی خبر ملی ہے۔ جوہری کو دھکی کر کے ڈاکو اُس کی تجویز کر گئے۔ چار پانچ ہزار کا سونا تھا۔"

"لوگ کس کا نام لے رہے ہیں..... ٹکڑے ٹکڑے؟" پورن ٹکڑے رام ٹکڑے کی جانب دیکھ کر کہہ رہا تھا۔ "نیکو سے نیکو ستر وصال سے پریشان کر رہا ہے۔"

"میں صاحب! اس ڈاکے میں ٹکڑے کا ہاتھ معلوم نہیں ہوتا۔" باقت جلدی سے بولا۔ "م تین آدمی تھے۔ جب میں آئے تھے گاؤں کے لوگوں نے تعاقب کیا پھر بھی انہوں نے قات نہیں کی۔ ٹکڑے تعاقب کرنے والوں کو شرت کے بغیر نہیں چھوڑتا۔"

"مگر کون پیدا ہو گیا؟" پورن ٹکڑے چہرہ ہاتھ کرانے کے ذہن میں روشنی ہوگی۔ "وہا چپ میں تھے سب کچھ نہ تھا؟..... چھانچاؤں میں دو آدمیوں کو قتل کرنے والوں کے پاس بھی تھی۔ بس تو پھر چھوڑ چکی ہے۔ خوش پورہ کا ڈاکو چنگا۔ اب ہماری غیر حرام کرنے آگیا ہے۔"

"وہیں پورن ٹکڑے کی کہو کہ میں قتل دلائے گیا ہے۔" رام ٹکڑے بڑبڑاتے ہوئے کہتے ہیں۔ "وہاں تو بڑا گروہ تھا اس لئے کہ صاحب راہ۔ یہاں ابھی ناپا ہے اُسے ابتدا میں ہی دادیں کے۔ کہہ کر رام ٹکڑے نے پورن ٹکڑے سے معافی کیا۔ "مجھے تو اُس سے حساب صاف کرنے کی جا ہے۔"

امر ستر کے پولیس دفتر میں دو قتل اور ایک ڈاکے سے چنگا کے نام کا کھانا شروع ہو گیا۔

○

کرنا را کو چپ لونا کر اور جوہری کا سونا فروخت کر کے ہوشیار سلامت واپس آیا تو بھر زمینان ہوا۔ اب بچے کی گھنٹیں رہی تھیں۔

"مگر پولیس کی طرف سے بہر حال کرنی پڑے گی۔" ہوشیار نے جیت کو ٹوٹ پر دکتے ہو کہا۔

"اب ہوشیار ہوتا پڑے گا۔" فزوں کے پڑلے لئے ہوئے چنگا نے کہا۔

"جیت! پہلے میں کرناں کا ایک چکر لگا آتا ہوں۔ امر ستر سے اطلاع ملی ہے کہ وہاں ہمارے

زیادہ روپے۔ مگر ابھی ماں سے نہیں کہتا۔ وہ بات دل میں دیکھیں گے کی۔ پھر پتا لگے گا کہ چاہے جائے گا اور..... وہ سوچنے لگا۔

"اے..... مجھے کام مل گیا ہے۔ سڑک بنانے والے کنکریٹر کے ساتھ گھومنا پڑے گا۔ آجے میں گے۔ وہ بندہ روٹن بعد پھنی کے کڑا لٹا کر آؤں گا۔" چنانچہ خوشی کا اظہار کر ماں بھی خوش ہو گئی۔ پتا لگنے سے اسے پہلے میں اس سے چند سوالات تھے۔

"کیسا کام کرنا ہے؟ نئی نخواستہ لگی؟ تمہارا بیٹہ کون ہے؟" مگر چنانچہ جواب نہ دے سکا۔

پھر اس کی گواہی دیا۔

"میں کیوں کہوں؟ پھر خود بتائیں گے۔"

اس نے سر سے اوپر لوٹ کر اس سے جگت سے کہا۔ "آج وہ دل میں آئی تھی۔" یہ کہہ کر اس جگت کو آگے ماری۔ جگت نے بیہوشی محسوس کی۔

"وہ کون؟"

"اے وہ....." چنانچہ رنگ بھرے لہجے میں کہتا جا رہا مگر جگت کے چہرے پر سختی دیکھ کر ہوا۔ "میں بہت گوری بات کر رہا تھا۔ رات کی شفٹ والے سٹجر کی خوب صورت صورت بہت پسند کرنا ہے۔ مگر یہ جگت کے چہرے پر بڑی آگئی۔ ایسی خوبصورت صورت کی بات کرتے ہو چنا رنگ میں آجائے یہ عام بات تھی۔ چنانچہ اسے بہت گورو دکھایا تھا۔ بہت زیادہ پسینہ آس رہا اس کی بیٹی۔ چہا ہر بات کی چمک دیکھ کر جگت بھی ساکت رہ گیا تھا۔

مل کر چکریدار پالا آگے ہونٹ کاٹ کر بولا تھا۔ "اتنی خوبصورت جوان صورت کو کھر سے باہر لگتا چاہئے۔"

بڑے بھائی! آپ کس سوچ میں ڈوب گئے؟" چنا لگنے جگت کو مخاطب کیا۔ "ابھی تو نے بہت گوری چوری بات نہیں کی۔"

جگت تو یہ ہے کہ چنا نے جب سے بہت گورو دکھایا تھا اسے دیر پا رہنے لگی تھی۔ وہ بھی اس طرح لباس اور چہرہ ہر بات میں لگا تو بہت گورو سے کم نہیں لگی۔ چنا دھمکے دھمکے کر چنا سے مخاطب ہوا۔ "ہاں..... کیا بات ہے؟"

"اس کے ہاں ڈاکٹر ڈالنے کی بات۔" چنا خوش ہوتا ہوا بولا۔ "اس کا کمر بال دار ہے۔ لگنے نے دیکھا ہے۔ دو تین بار ہونٹا ہوا آیا ہے۔"

"سٹجر کس قدر مالدار ہو گا؟" جگت نے اب پیشہ ورانہ پر چہرہ لکھ کر پوچھا۔

"پالا کہہ رہا تھا چاندی کی اینٹیں ہیں اس کے کمر میں..... پاکستان سے فرما ہوتے وقت: سارا مال چاندی کے آبا ہے۔ تو کوری تو صرف رکھنے کی خاطر گر رہا ہے۔" چنا بڑے جوش لہجے بولا۔ "ڈاکٹر کے ہاں پالا کا حصہ بھی ہو گا۔"

جگت کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔ "اس کا مطلب ہے تم نے پالا سے ہادی بات کہہ ہے؟" اس کی سرخ آنکھیں دیکھ کر چنا چہرہ لگا۔

"نہیں، انہیں جگت لگھا پالا سے میں نے کوئی بات نہیں کی۔ بہت گوری بات ہم نے پالا

کی۔" اس وقت میرے پاس ہتھیار یا ساتھی نہیں تھے اس لئے میں نے بات ٹال دی۔ اب تو میں ایسے گھنٹوں کی ضرورت ہے اس لئے میں نے اسے چپک کیا۔ "چنا ہر اہم کے درمیان اس کی سانس میں بول گیا۔ وہ جگت کی ناراضگی میں لولہ نہیں چاہتا تھا۔ اپنے ساتھ رہنے کے لئے بہت ہی شرط بھی دیکھی تھی کہ بات باہر نہ جانی جائے اور اس کے کچھ چھپایا تو وہ معلوم کرنے کی کوشش نہیں کرے گا۔ اس شرط کا احترام کرنے کا چنا نے فیصلہ کیا تھا۔ اس لئے دل چاہنے کے باوجود اس نے پوچھا نہیں کہ جب کس کی ہے؟ کہاں سے لائے ہیں؟ اور ڈاکٹر کا سونا کس نے فروخت کرنا ہے؟ جگت اسے پرامن اور معلوم ہوتا تھا پھر بھی اس نے جگت کے متعلق معلومات حاصل کرنے کی کوشش نہیں کی۔ دل میں پالا نے بھی بات کی کہ چکریدار سو منٹ تک کلا کا دو دن سے لڑھکھڑا رہا ہے تو اس نے "کیا ہے؟" کہہ کر بات ٹال دی تھی۔

"چنا! اپنے وعدہ سے باز نہ رہا۔ پکا ہونہ کہہ سکتے والا خود ہی چنا ہے اور ساتھیوں کو بھی پھنسا دیتا۔" جگت اب اسے نرمی سے بھانسنے لگا۔ "بہت گورو کے ہاں ڈاکٹر ڈالنے کے لئے پالا کا ہاں دل چاہتا ہے؟ اسے اگر وہ روت پھینک تو اس کی تو کوری بھی جائے گی۔"

"وہ تو کہہ رہا تھا میں جگت سے پھلا دیتا کرتے کی ضرورت ہے۔" سٹجر کی روت کی شفٹ میں نہیں ہوتا ہے۔ گھر میں بیار باپ ہو گا۔ بہت گورو سامنے نہیں کر سکتے کی لہذا کام آسان رہے۔ جگت کو یہ خیال پسند آیا۔ ایک تو چاندی کی اینٹوں کا خیال تھا دوسرے بہت زیادہ خطرہ بھی تھا تھا۔ ابھی اسے ایسے ایسے کی ضرورت تھی جسے جلد پیش کر سکے۔ پولیس میں اس کا نام چڑھ کر تھا۔ پتا لگنے کی زوردار تیار کر رہے تھے۔

"چنا! دو دنوں ایک بار سٹجر کو گواہی جا کر بہت گورو کا کھر دیکھ آؤں، جب تک ہوشیار نہ رہاں چپ جا کر دوسرے ساتھیوں کو لے آؤں گا۔" یہ کہہ کر جگت لگنے چنا لگنے کے چہرے کے بہت بڑے ہوئے۔

چنا کی باتوں میں ہمارا ہوا تھا۔ مگر جو یا گاؤں نیڑی؟ خوشی میں سوچا تھا۔ بہت گورو کو ابھی نیند لگ چکی تھی۔ گاؤں میں نکل کر پکڑنے کی ٹل میں جتنی ہوئی بیٹھوں کی آواز آئے سناؤ نہ رہے۔ پھر بہت گورو کے دل پر غصہ پڑ گیا۔ میرا والدے کمر سے بے ہزار سے کہنے کی آواز چاندی کی طرح اسے ہوشیار کر رہی تھی۔ پولیس ایلی بند نہ ہوئی تھیں کہ کمر سے دروازے پر نہ ہوئی۔ بہت گورو چپک کر بیٹھ گئی۔ بسے پھر کو خیال آیا کہ اس کی طرح اس کا شوہر بھی ہے۔ پھر گاؤں اور اس لئے وہ مات کی شفٹ چھوڑ کر گھر چلا آیا ہے۔ سہرہ کو دروازے کھانے کی عادت بہت دوراں ہو گئی تھی۔ وقت بہت گورو چپکے پختی اور جوش میں تھی۔

"کون ہے؟" اس نے دروازہ کھول کر یہ پوچھنے کے لئے منہ کھلا کر ہی وقت کوئی طاقتور آدمی کے منہ پر خود بخود ہو گئی۔ اسے چپنے کی خواہش ہوئی مگر جگت سے ہونے کے بعد حق کے سامنے کے ملنے خشک ہو گیا۔ آنے والے نے جگ سے ہی کمرے کا دروازہ بند کر چھپنے پر پکڑا بندھا ہوا تھا اس لئے بہت گورو اسے نہ پہچان سکی مگر بلکہ اندھیرے میں اس

”جو گیند اس عورت سے کیا کہہ رہا تھا؟“ بالانے دلچسپی سے پوچھا۔  
 ”تو کثرت کہہ رہا تھا کہ چنگاؤ کہ کو تمہارے گھر ڈاکہ ڈالے میں اس لئے لایا ہوں کہ تم میرا  
 گھر اسی تھیں۔ یو لو اب مجی قاپو یس آؤ گی؟“

[illegible]



”اسی وجہ سے تو مجھے خیال آیا ہے کہ جگت“ ہوشیار چندن کا سہارا پا کر جوش میں آگیا۔ ”ابھی میں گھر پر ہوں۔ کسی حکومت بھی نہیں اس وقت ابھر اضر ہو جانے کا موقع ہے۔“

”مگر کچھ کرنا چاہتے ہیں؟“ جگت نے ویسے ہی پوچھا۔ ”جہاں جائیں گے سرکار اور پولیس اہل قہر ہو جائیں گے۔“

”نہیں جگت۔ میں بروہیں فرار ہونے کی بات کر رہا ہوں۔“ ہوشیار کی ہانسی پر جوش باور میں چھینکے۔ ”وہاں کو ہمارا تاقاب نہ گزے گا؟“ بروہیں جانے کی بات نے چندن کو دبا دیا۔ جگت کو زیر آدھی آدھی تک چھوڑنے کے بعد بھی بروہیں نے کہیں اس نہیں چھوٹی تھی اب اگر چھوڑ دیا جائے تو پھر کبھی چھوڑنے کی بات نہیں لیتے دے گی۔ چندن کو اس سرکاری چھوڑنے کا

”ہوشیار! قہر ملک جانے کے لئے چند پانی کی طرح خرچ کرنا پڑتا ہے۔ اٹھانے دیں میں تم نے کسی طرح کم چاہئے۔“ جگت نے اعتراض کیا۔ ”ابھی ہم یہاں کو لٹکانا بھی نہیں جانتے۔“ ہوشیار دو دو جانتا خاموش رہا۔ جگت مخالفت نہیں کر رہا تھا یہ اس کے لئے نصف تھی۔ اس نے اٹھانے پر بروہیں سے کہا۔ ”ہم اس طرح چھوڑنے چھوڑنے کے ڈال کر رہا رہتے ہیں، اس اٹھانے ایک ہزار دو ہزار کے لئے ہوشیار کا ہیکل بے ہوش ہو گیا۔ جگت نے ہونٹوں پر ہانسی مڑا کر ہنس دیا۔ ”اس نے سوچا ہوشیار کچھ بچ رہا۔ ایسا ڈال ڈال کر ہیکل کا میں لے سکتا ہے۔ مگر پھر اوتھوٹی ہوئی پولیس بیدار ہو جائے اس کا کیا فائدہ؟ میں بھی غم کرنے کے لئے جگت نے کہا۔ ”ہوشیار! ابھی ہم وہ دالے دالے ہو پار کی کے قہر پلان میں جگت کی خبر کی اطلاع آئے ہی نہیں روانہ ہوتا ہے۔“

چندن جگت کی کجگت نے بات ٹال دی ہے۔ پھر بھی اسے اتنا اطمینان تھا کہ اس نے کچھ بچ ہو رہے ہیں۔ اور خود اوتھوڑا پانی دیتی رہے گی تو زمین پھینکے گی اور پھر نمودار ہوگا۔ اس وقت چندن کو بھی یہی نہیں تھا کہ قدرت دوسرے ہونے کے چھوڑنے کی تیار کر رہی ہے!۔

”ہمارے گاؤں کے ایک بیو پار کی کا لہا کا دار ہے۔ دس چھوڑ رہی رقم کا روزانہ زمین دین ہوتا ہے۔“ جگت نے اپنے ایک ساتھی کو اس کے ساتھ کچھ کر مزید اہل حاصل کیں۔ بیو پار کی کو ڈان کھان بند ہوئی ہے؟ ہم وہ اپنے ساتھ لے جاتا ہے یا کسی چھوڑ کر گئے؟ اس کے ساتھ کچھ آدی ہوتے ہیں؟ وغیرہ وغیرہ۔

دو دن کے بعد اطلاع ملی۔ ”بیو پار کی کٹش کوٹھ کی جیب میں چھپا کر کھیلے جاتا ہے اور دے دیا تک میں صبح کر ادا رہتا ہے۔ اس کے ساتھ کسی کا کاجان بیٹا اور بھی لٹک رہا ہے۔“

جگت کا ہوشیار کو بتا دیا۔

ہوشیار اور دوسرے چار ساتھیوں کو لے کر جگت شام کو یونا پور پہنچ گیا۔ کبھی بھی زیادہ آدی ساتھ سے قطع نہ لایا جاتا ہے۔ بیو پار کی کو کچھ زار میں لونا تھا لہذا تیزی سے اور پھر تیزی سے کام لینا زیادہ ماسک ہوئے میں کوئی غفلت کر بیٹھے، جگت میں آجائے اہل جگت کا نذر کر دے تو کام کچھ

ہوں اور ایک بندر کی کہانی سن گئی، یاد ہے؟ اہلیوں کا بھڑکا ہونے کے یہاں بندر سب کچھ ”گیا۔“

”یعنی..... آپ مجھے بندر یا سن رہے ہیں؟“ چندن ایک اٹھانے سے بولی۔ ہوشیار کو اس جوہر تک میں لطف آیا۔

”نہیں بھئی۔ میں جیسے بندر یا نہیں کہہ رہا۔ یہاں کہانی بدل گئی ہے۔ وہ بندر وہ بھڑکے میں ملی بچ بن کر آئی ہے۔“ پھر نفس کو بولا۔ ”مگر بندر اپنے بھڑکے میں ملی کو کچھ چاہئے۔“ ہنسی ہوئی چندن کو یاد پڑی تھی مانتے میں چلی گئی۔

”نہیں بھائی!۔ آپ کی خاموش ضرورت ہے۔“ ہوشیار نے آجے روکا۔ ”میں غنائی؟“

رہا۔ ”ہوشیار کے چہرے پر ایک چمچیدگی چھا گئی۔ جگت اور چندن اس کا چہرہ دیکھنے لگے۔

”بولو کیا بات ہے؟“ جگت نے پوچھا۔

”بات یہ ہے کہ.....“ ہوشیار جلدی نہیں کہہ سکا۔ ”چین کو کھربانے کے لئے زحمت کر جنہیں چندن بھی کچھ خیال کیوں نہیں آتا؟“ یہ کہتے ہوئے اس کی آواز بڑھ گئی۔ چندن کو آج ہور دی سے راحت محسوس ہوئی۔ وہ اتنے سے میرے سے ناشوٹی تھی۔ جو بات جگت کو سمجھا۔ لئے ساس اور سر کو چھوڑ آئی تھی یہ کہنے کا اسے موقع ہی نہیں مل رہا تھا۔ آج ہوشیار یوں بات چیت چھوڑ بیٹھا، اسے یہ پسند آیا۔ اس کے باوجود وہ کچھ بولی۔ جگت کہیں بے تھا ہو جانے کا یا سے بھڑکا کر بیٹھے؟ اسے ایسا خوف محسوس ہوا۔

”ہوشیار بھائی! بھائی کے ہاتھ کی روٹیاں کھانے کو نہیں اس وجہ سے سکا تو نہیں لگا رہا۔ چندن نے بات ڈالنے کے ارادے سے کہا۔ ”یہ میرا خیال نہیں رکھتا اس لیے کہ میں نہیں جانتا کہ لڑانے کا روٹیاں تو نہیں ہے؟“ مگر اس کی چال بیکاری۔ جگت اور ہوشیار مجبور ہو گئے۔

”بھائی! اب تک تو ہم کچھ محبت سے دور رہے۔ لہذا ایسا خیال نہیں بھی نہیں آیا۔“ ہوشیار کی محبت جھٹک رہی تھی۔ ”تمہارے ہاتھ کی روٹی کھانے جب بھی آتا ہوں، اپنے آپ کو گردا ہوں۔ آج تک جگت کے سامنے ہوئے کا ناراض میں غور پر پھر کر گھوم رہا تھا.....“

گرتے لگے گیا۔ جگت اور چندن کو اس کی کھنکھنے سے سخت ہے۔ ”کرمب میں بھی محسوس کیا ہے؟“

ہم نے جگت کا کہنا دے کر اس نے ہر دوں کا ساتھ چھڑا دیا۔ ”بھائی! مرد چاہئے۔“

کارنے سے انجام دے کر محرومت کے ساتھ کے نظریں اس کی ذرا کو کھنکھ نہیں ملتا۔ جگت! ہم اپنا لوگوں کو کوٹ کر دل میں خوش ہوتے ہیں مگر اس کے ساتھ ہم اپنے کچھ کے کچھ بر باد کر رہے ہیں۔ ہم یہ بھول جاتے ہیں۔“

”ہوشیار! ہمیں شاید گھبرا دیا رہا ہے۔“ جگت جان بوجھ کر پھر سے پر معصومیتی کی پیدا ہوا۔ اسے زہن تھا کہ اگر ایسے خیالات ذہن میں گھر گئے تو اس کی ذرا کو بے چین بنا دیا۔ ”تو ایک بات بھول جاتے ہو ہوشیار! کچھ مانتے ایسے بھی ہوتے ہیں جہاں سے دانتیں ہوتی ہے۔“

”پھر جگت بھائی کی طرح کر لوٹ گئے؟“ چندن کو نے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کہا۔





لوگوں اور ایک سمت سے دوسری سمت جاتا رہا۔ ایک بار تو پولیس سے ٹکراؤ ہوتے ہوئے رہ گیا۔  
 یہی حالت تھی کہ اس جانب ڈاکو تھے اور دوسری سمت پولیس پارٹی تھی۔ مگر یہی ہوتی فصل نے  
 ایک ایک دوسرے سے انجان دکھا۔ چندن کو روکنے والے سات دزد گزر چکے تھے۔ جدا ہوتے  
 آتے وہ اتنی ہی جتنیں لگا کر آ رہی تھی؟ پر چھٹا تو اس نے صرف اتنا کہا تھا۔  
 "اور پولیس ہونے کے بعد بتاؤں گی تم خود کو سناں۔"

حکمت کو اس کے الفاظ بار بار یاد آ رہے تھے۔ چندن کو روکنا بات کا دہم تھا؟ کیا ان کا ساتھ  
 لیتا جاتا تھا؟ اور اس کی خطرے سے بڑھ کر کسی کی عادی ہو چکی تھی ضرور

ہوئی کوئی بات تھی۔ کوئی اور بتی بات۔ حکمت سوچ رہا تھا۔  
 "بوشیار اس طرح گاؤں اور کھیتوں میں بھٹکنے کی بجائے ہم الگ الگ ہو جائیں، تم، میں اور  
 ایک شہر کے کسی ہوٹل میں چلے جائیں۔ بھٹکا نہیں پرے گا نہ بھوک پیاس کی پریشانی ہوگی۔"  
 "میں جگت اور مراستہ سوچتا پرے گا۔ ہوٹل پر پولیس کی گہری نظر ہے۔" بوشیار نے سوچا  
 بات یاد کرنا سے کا یہ موقع ہے۔ اس لئے حریف بولا۔ "میں نے تمہیں پہلے بھی کہا تھا کہ کوئی بڑا  
 لوہا بہرے سبب دھار چلے جائیں۔"

سوچن غریب ہو رہا تھا۔ شام آ رہی تھی۔ حکمت، بوشیار اور ساتھیوں کے چہرے بھوک اور  
 ال سے اتر چکے تھے۔ جھڑلے شہر سے تین میل کے فاصلے پر سوچی ہوئی نہر کے کنارے ایک  
 بھٹ کی چھاؤں میں دو بیٹھے ہوئے تھے۔ سب کی نظریں بار بار سامنے والی پگڈھڑی پر پتھر اری  
 تھیں۔ چٹا کھٹک لپٹنے کے لیے شہر بھینچا تھا۔ آگئی دیو کیوں ہو؟ سچ سے کھانے کا موقع نہیں  
 تھا۔ بیٹھے ہوئے اور بستی ہوئی سردی کے مقابلے میں حج کو گرم رکھنے کے لئے کھانے کی  
 ہمت نہ تھی۔

"میرا چنانچا جگت بھر کر پیلا کھائے گا، بھولنے لگا۔" کسی نے چپے لیے میں کہا۔ "مجھے تو  
 صبح کیلے جیسا معلوم ہوتا ہے۔ اسے چر کر کھا میں، پھر پیٹ ڈھٹا ہوگا۔" دو ہانگوں کی طرح  
 اٹھ رہا تھا۔

"اے بھائی! اب صبح کو کھانے کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ دیکھو! چٹا کھٹک چلا آ رہا ہے۔"  
 اسے سب کی توجہ اس کی جانب مبذول کرانی۔ سب غور سے چٹا کو دیکھنے لگے۔ چٹا اس وقت  
 گولڈا آ رہا تھا بلکہ وہ جس جوں قریب آ رہا تھا، پیار بڑھتا جا رہا تھا۔  
 کھانے کا بدلہ سے آج بھی چٹا یاد آ رہا۔ ایک سے مروا تھ نہ سکا۔ "نولے ہوئے بیروں  
 لڑنا چل رہا ہے۔"

چٹا کھٹک کھانے کے بیڑوں کو بچے دکھ کر چٹھک اور روٹی ضرورت بنا کر بولا۔ "بھوکہ دیر سے  
 جب کرات بھوکے سونا پڑتا۔ ٹھیکہ ڈاکو میں بند ہو رہی ہیں۔" اس کی بات پر کسی نے توجہ  
 نہ دی۔ سب کھانے پر جت لگے۔ باج و منٹ تو کسی نے یہ بھی نہیں دیکھا کہ چٹا کھانے میں  
 دھوئے پھر کھم کھم بیٹھا ہے۔ لیکن وہ یہ کہہ رہے ہیں کہ وہ کھانا کھا کر آیا ہے لہذا آج نہیں بنا  
 "کھالے لوگ! پھر کھو تو کسی کس نے کھانا کھا ہی ہے یا نہیں؟ بس جھوٹ پڑتے ہو۔" چٹا کھٹک

ہے۔ اچانک کوئی راست روک لے تو مصیبت آ جائے۔ حکمت کو مقب کی فکر نہ تھی۔ بھر بھی گروا  
 ڈرانے کے لئے اس نے ہوائی فائر کئے۔ دھماکوں سے گاؤں کی سردی ختم ہوئی۔ مقب میں آ۔  
 والے لوگوں میں دو چار ہو جیتے جرات تھے۔ "اپنی نظر کے سامنے گاؤں کے پورے گاؤں کو گھبرا کر  
 والے بد مصافحہ کو سچ سلامت نہیں جانا چاہئے۔ روئے گاؤں کی عزت چلی جائے گی۔" یہ کہہ  
 انہوں نے لوگوں کو جوش دلایا۔ گڑھی، ڈوڑھے، گہریاں جو کچھ ہاتھ آیا تھے گھر شوگر کرتے ہوئے  
 بھی لوگ گردہ میں شامل ہو گئے۔ گاؤں کی حد پار کرنے کے بعد بھی انہوں نے ڈاکوؤں کا قاتل  
 ختم نہیں کیا۔

"بوشیار! فائرنگ کرو۔ چاہے دو چار زخمی ہو جائیں۔ یہ کہہ کر حکمت نے دو تالی رائل۔  
 فائرنگ شروع کر دی۔ اندھیرے میں فائرنگ کی لپیٹ میں تین آدم آئے جن میں ایک لیٹ گیا  
 دوسری ہو گئے۔"

"ارے... ڈاکوؤں کو گاؤں کے باہر نکالنے کے بعد خواہ مخواہ قاتل کر رہے ہو۔" کسی  
 اختلاف کیا۔ "گاؤں کا پانی وہاں کے پتھر میں مزید دو چار لاشیں گے کر لوٹو گے؟" حکمت  
 دیکھا کہ ڈونگ گیا۔ اب مقب کی فکر نہیں تھی۔ رائل کو کھانے پر لپکا کر اس نے گھوڑی کو بڑا لگا  
 "بوشیار! اب خطرہ نہیں۔ دس بارہ میل نکل جانے کے بعد پھر نہیں آرام کر رہا ہے۔"

یونٹا کا پیو باری بازار کے بیچ میں لودا گیا۔ دس چار کا ڈاکہ ایک ایک قتل۔ ڈاکوؤں کا قاتل  
 کرنے والے لوگوں میں سے دوسری بھی ہو گئے، بھر بھی پولیس سوئی نہ تھی۔ علاقے میں شور مچا  
 اور سرکار پولیس چیف خود ہونالہ دوڑ آیا۔ پہلے یہ تحقیق کرنی کی کہ کس گروہ نے یہ کارنامہ انجام  
 دیا؟ کیا؟

اس پکڑے والے نے اپنے گاؤں کے معلق جو کچھ بتایا اور نوپ چنے لوٹنے کا  
 آدمیوں کے چہرے کا جھٹکا بتایا اس سے پورن کھٹک بھیا کہ یہ جگا کا کارنامہ ہے۔ دیکھتے ہی  
 مارنے کے حکم کے بعد اس کا زور اور بڑھ گیا تھا۔

"مگر اس ڈاکے سے میں اس کی راہ پر گھاؤں گا۔" وہ سوچے لگا۔ چٹا کو اس چٹا یاد  
 بھیری کسی نے کی؟ آخری چار دن کی سرگرمیوں کا حساب لیا جاتا تھا۔ پیو باری کی ڈکان  
 قریب مشکوک حالت میں گھومنے والوں کو یاد کیا جاتا تھا۔ باج و سات آدمیوں کو کھلاتے تھے  
 کر کے تھوڑی بار بھی لگتی تھی۔ اس طرح تھوڑے تھوڑے کھٹکے کھٹکے تھے۔

پیو باری کے معلق بھیری کرنے والے نے بتایا کہ حکمت نے ہی ڈاکو ڈالا تھا۔ پولیس پارٹی  
 کر پورن کھٹک دو چار تھانہ میں نکل کر ہوا۔ سچ گویا گاؤں اور دوسری جگہوں پر اس نے،  
 تلاش کیا۔ موقع ملنے ہی گولی بار دینے کے آڑو سے ملے پر وہ چٹا کو تو نہیں بند کر کے شوٹ  
 تھا۔ مگر چٹا کا بار بھی سامنے نہیں آیا تھا۔

پولیس کے تو قتب سے بچنے کے لئے چٹا کو بہت زیادہ بھٹکا ڈاب۔ چندن کو روکھو جگہ پر  
 ساتھیوں کے ساتھ وہ پیدل بھاگ رہا تھا۔ وہ کھیت اور جنگل پار کر کے ایک گاؤں سے وہ

غصے میں بولا۔ "میں نے کہا کہ ذرا دیر ہوئی تو تم بھوکے سوئے۔ اس کی وجہ بھی کسی نے تو پوچھی۔"

"بھئی بغیر مجھے کہہ ڈالو!" جکت نے عرض کی تاکہ جو چاہے ہوئے کہا۔  
"من کر تہا را کھا نا زہر ہو جائے گا۔ پہلے پیٹ بھر کر کھا لو!" چٹانگہ غصے میں بول رہا تو ناراض تھا یہ کسی کو بکھڑے نہیں کیا۔ مگر اس کی آنکھیں پلک پلک تھکیں۔  
جکت چٹانگہ کو اس نے ساتھیوں کو ڈانٹا۔ "اوسے بھی اتم کو ڈانٹو۔ چٹا کے پاس کوئی بات ہے۔ پھر اس نے کہا۔" کھو۔ چھوٹے بچوں کی طرح منہ کیوں بنارہے ہو؟"  
"تہا را باپ مر گیا۔" چٹانگہ نے کہا کہہ رہا تھا۔ "ہمارے سب کے باپ کو لگ کر دیا گیا۔" اُن کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ "گاندھی جی پر راضی کرنا ہے چارہ ہے تھے تو کسی وطن دشمن۔ انہیں گولی مار دی۔ پھر چٹا چھوٹے بچے کی طرح ہلکے ہلکے کر رہا۔ سب کے دل جینے لگے جکت نے آہ بھری۔

"اگر گولی مارنے والا کوئی مسلمان ہوا تو بڑے شروع ہو جائیں گے۔"  
"سو دن سر جھکا کر مغرب میں ڈوب گیا۔ رات گزارنے کے لئے سب جھل میں داخل ہوئے۔ چٹا اور وہوشیار کی بیدار رہنے کی باری تھی۔ کاتی لوگ سوئے۔ جکت کو فینٹر نہیں آ رہی تھی۔ چھڑیا لے کے بازار کی ایک بات کہنا بھول گیا تھا۔ وہ وہوشیار کو سنا رہا تھا۔  
"دوست! وہاں کا جوہری بازار بہت بڑا ہے۔ سونا چاندی کے جواہرات شوکیوں میں ہوتے تھے۔ وہ ڈاکو میں جلدی جلدی بند ہونے لگیں۔ مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے اچانک ڈاکو نے محسوس آئے ہوں اور لوگ خوف کے مارے ڈاکو میں بند کر رہے ہوں۔" چٹا وہوشیار کو یہ نہیں تھا جکت آنکھیں بند کر کے بیدار تھا اور ان کی باتیں سن رہا تھا۔ پانچ منٹ کے سنانے کے جکت نے آنکھیں کھول لی۔

"ہوشیار! اگر جوہری بازار میں ڈاکو ڈالیں تو کسی اور ہے؟" چٹانگہ اس طرح لڑو گیا جیسے اُن آگیا ہو۔ ہوشیار چپ ہو گیا۔ جکت بڑبڑا رہا تھا۔ "ڈاکو ڈاکو کا آجہ مارا تو ہمیشہ کی دوسرے ہو جاتے۔" چٹانگہ محسوس کر رہا تھا جکت فینٹر میں کب رہا ہے۔ مگر وہوشیار اس کی بات سمجھ گیا۔ اپنے ارادے کا کاتی جلدی اٹھار کر رہے گا یہ اُس نے سوچا بھی نہیں تھا۔ بس اب۔ بڑے اور اُن ڈاکے کی سرکری شروع ہونے کی دہمکی۔

○

گاندھی کے قتل کی رات جکت کے درامع میں آیا ہوا خیال جکت اور وہوشیار کے ذہنوں میں اُٹھ گیا تھا۔ جوہری بازار لوٹنے والا کتا نامہ معمولی نہیں تھا۔ اس بار یا اُس بار کا جڑا کھینا تھا۔ خیال سے رنگوں میں خون کی گردش بدھ گئی۔ "ہم ہر طرح سوچ بچار کر کے آگے بڑھیں۔ بہتر گا۔" وہوشیار جوں جوں سوچتا گیا کہ اس کا بچہ بیدار ہوتا گیا۔ "لاٹھوں کا مال جہاں فروخت ہو وہاں ڈاکو مالدار کی ملکیت کی طرح نہیں ہوں گی۔"

"تیاری پوری کریں گے۔ مگر سوچنے کی جگہ میں پلان بچو جائے گا۔" جکت ذرا بھی پروا

نہیں بول رہا تھا۔ "ہمارے ہاتھ میں صرف دو دن ہیں۔ آج گاندھی جی کے سوگ میں بازار بند ہے۔ کل اتوار تیار ہی میں جاتے گا۔"

"تو کیا تم میری جگہ پر چھاپا رہنا چاہتے ہو؟" وہوشیار کی آواز جوش میں لرز رہی تھی۔ جکت سر کیا۔ لگو دو خاموشی رہی تو وہوشیار کو اسے غیر ضروری جوش کا احساس ہوا۔ اسنے سالوں کے ساتھ کے بھاری جوش میں وہ جکت کی خاموشی کو بھول چکا تھا۔ جکت اکثر کہا کرتا تھا۔

"پلان بناتے وقت جلدی نہیں کرنی چاہئے ورنہ عمل کے وقت جوش میں اوسے ہو جاؤ گے۔ اپنے کام بڑے اطمینان سے جو کر سکا ہے وہ کسی نقصان نہیں آٹا تھا۔"

"تو شیار! اس مشکل کو ڈاکو ڈالیں گے۔ میں جیرو جوہری بازار مال پسند کرنے جاؤں گا۔" "مال پسند کرنے؟" وہوشیار کو حجب ہوا۔ اُس نے آنکھیں پچھل کر پوچھا۔ "جکت اتم اس طرح اٹھ کر ہے جو جیسے ہم نے زہر ات خریدنے چارہ ہے ہوں۔ جیسے شادی میں زہر دیتے ہوں اس طرح اٹھ کر ہے چارہ ہے ہو۔"

"خادھی کے لئے ہی پند کرنے جاتا ہے۔" جکت خمیدہ لہجے میں کہہ رہا تھا۔ "میری شادی نہ لے والی ہے۔ میں شطری کا بڑا افسر ہوں۔ شادی تو رازا ہو رہی ہے لہذا تازہ زور لیتے ہیں۔ منہ مانگی بات دینے کو ہم راضی ہیں۔"

اب وہوشیار کی آنکھیں جھپکے لگیں۔ "کچھ کیا۔۔۔۔۔۔ میں فوجی افسر بن کر جاتا ہے۔ جیسی مال پسند کرتا ہے جس کی پوری قیمت لے۔ مگر جکت اسی لئے مال کے کرکار ہو جائیں پھر نہیں کیا اعتراض چارہ ہے۔ وہاں سے دل چاہنے کی ضرورت کیا ہے؟"

جکت ہنسنے لگا۔ "تم کچھ دیر پہلے ہی کہہ رہے تھے کہ سوچ بچار کر قدم اٹھانا چاہئے اب کہہ رہے ہو کہ ایک پکڑ میں نہنا۔" وہوشیار اب جو کوہم فوجی لباس میں جا رہا ہے اور خود کو فوجی افسر کی طرح کاہر کرنا ہے۔ مگر مشکل کو۔۔۔۔۔۔

"ڈاکو کن کر جائیں گے۔ یہی کہنا چاہتے ہو؟" وہوشیار رنگ میں آگیا۔ یہ مشورہ کرنے کے لئے وہ لوگ دوسرے ساتھیوں سے الگ ایک درخت کے نیچے بیٹھے ہوئے تھے۔ جکت نے خیال آفر لے پوشیدہ رکھنا چاہتا تھا۔ ڈاکو ڈالنے کا ٹھانڈا سوائے اُن کے کسی اور کو آخر تک معلوم نہیں ہونا لیتے۔ چٹا کو بھی نہیں۔ یہ معاملہ ایسا تھا کہ پوری طرح غلط رہتا تھا۔

"ہوشیار! میں فوج میں ہوتا تو اسے سالوں میں مہم سہجے پر پہنچ جاتا؟" وہوشیار نے سوچا

ت کہ کیا ہو جیتے گا؟

"جکت اتم شاید بھی پھر کرکٹ ہوتے۔ مگر کیوں پوچھ رہے ہو؟"

"تم سوچو پھر میرے لئے کرکٹ جیسا لباس لانا پڑے گا۔ پھر سوچو کون سا ڈوتا ہوا اہ۔ بندہ ایک کھٹنے کے لئے کرکٹ میں جاتے ہے۔"

"اور میں۔۔۔۔۔۔"

"تم میرے اردلی۔" جکت ہنسا۔ "تم میری بیپ چلاؤ گے۔ رُعب ڈالنے کے لئے دو ایک

اٹ بھی کرنا پڑیں گے۔"

”اس کا مطلب ہے مجھے جپ کا انتظام بھی کرنا پڑے گا۔ کیا کیوں نہیں کہتے؟“ ہوشیار کھڑے ہو کر فوجی انداز میں سلام کیا۔ ”ایک ہی دن باقی ہے کرنل صاحب! مجھے اجازت دے دیجئےں جو عمل کرنے کے لئے ابھی کافی تیاری کرنی ہے۔“  
جگت ہتھیار مار کر سنس دیا۔ اُن کی حرکات دیکھ کر کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ جوہری بازداروں نے تیاری کر رہے ہیں۔ پیسے خرچ کر کے زیورات خریدنے والے کے ذہن پر بھی بوجھ رہتا ہے۔ یہاں تو دن کے آجائے میں ڈاکر لائے کی تیاری ہو رہی تھی!۔۔۔

000

”دو ہیرے بعد جگر مال کے بازار میں ایک فوجی جپ آ کر رکھی۔ جپ چلانے والے فوجی جلدی سے آ کر کرنل صاحب کو زوردار سیٹ دیا۔ بہت سی دکانوں کے بیواری اُدھر دیکھنے لگے۔ ہمارے بازار کی سب سے بڑی دکان کے سامنے جپ کھڑی ہوئی تھی۔ گاہک جانے والا غلٹ ہوتا تھا۔“

”آجے تک تلف لائے ہوئے صاحب!“ بیواری نے استقبال انداز میں دروازے کے قریب آکر کہا۔ کچھ بھی اودھ مٹری کا کوئی اثر تھا۔ چڑے سینے سے لمبا سانس خارج کرتے ہوئے جگت نے انھوں پر چڑھائے ہوئے کوگلس ٹھیک کئے۔ وہ خاصا باغوب لگ رہا تھا۔ کرنل کے لباس کی حالت میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔ صاف، استری شدہ ٹائٹ یوٹھام، پکٹے جوتے، سر پر سکھ لڑکی سی پگڑی، شانے پر فوجی حمیدہ ظاہر کرنے والا فٹیل کا نشان۔ پٹ پر اسٹین گن بھی لٹک رہی تھی۔ دس سے زائد بڑا ہوا تھا۔ یہ دیکھ لینے کے بعد جگت دکان میں داخل ہوا۔ پیچھے چلتے ہوئے پٹارے دکاندار کے کان میں سرگوشی کی۔

”کرنل صاحب کی شادی ہے۔ سستی چیزیں دکھانا اسرا یہ دار خاندان کے بیٹے ہیں۔ فوج میں لائے ہیں۔“ اُس کی بات نے سب کو ہوشیار کر دیا۔ زیورات کے الگ الگ نمونے پیش ہوئے۔ گھڑے ہوئے جگت کو اشارہ کر کے سمجھایا۔ مال دیکھنے کے لئے کوگلس اُتار دواؤں میں تو شک ہو گیا۔

ایکے انداز میں مسکرا کر جگت نے رنگین چشمہ انھوں پر سے ہٹا لیا۔ اب سونے کی چمک نظر آنے لگی۔ ”آپ معمولی چیزیں دکھائیں۔ قیمت کی پروا نہ کریں۔ مجھے سستی زیورات چاہئیں۔ کوئی مٹری لینے کہہ دیجئے زیورات لے آئے ہو تو میں برداشت نہیں کر سکتا۔ باپ دادا کی عزت اور گھر پرانے والی جہی کی فوجی کا سوال ہے۔“ جگت بولا۔

”مختور! آپ بے گھر ہیں۔ میں اپنی جتنی چیزیں منگوا دیتا ہوں۔“ یہ کہہ کر اُس نے اپنے بیٹے الٹا کر دی۔ ”سیف میں سے پانچ دن بھاری سیٹ لے آؤ۔“ بچے کے انداز میں کہی گئی بات طعنے تھی۔ اُس نے دست دراز میں وقت دیکھا اور دائیں سمجھاتے ہوئے پوچھا۔

”یور لگے گی۔۔۔ مجھے کچھ زیادہ جلدی ہے۔“  
”میں مختور! نزدیک میں ہے۔ دس منٹ میں آ جائے گا۔“ بیواری نے لجاجت سے کہا۔  
”دس منٹ! صاحب کے لئے غلط لاکر۔“  
”میں لاکر ہی تکلیف کی ضرورت نہیں۔“ جگت نے تکلف کیا۔ ”مجھے بہت جلدی ہے۔ تم بچے ہو گا۔ ہمیں کسی کے لئے بعد حالات بہت زیادہ بگڑے ہوئے ہیں۔ کچھ ہو جائے اس سے پہلے

فرار کے جن کوٹے۔ "میں تو چور و دہشت میں رہ چکا ہوں کیا تھا۔ دوردی بہت چست ہے۔"  
 "بھری تم باکل کرل نظر آ رہے تھے۔ براؤزب بند کیا تھا۔" ہوشیار بدست لہجے میں بول  
 اٹھا۔ "اب مجھے سمجھاؤ کہ یہ ڈرامہ کیوں کیا گیا؟ میں ارد گرد کا جائزہ لینے کے لئے وہاں ہے  
 بلکہ کیا تھا۔ لالہ مال سنگھ اور کئے کا کردہ ہاتھ یہ میں نے سنا تھا۔"  
 "میں اتوی لے ڈرامہ کیا ڈرا۔" جگت نے کہا۔ "ہوشیار! جب ہم ڈاکو ڈالے آئیں ہمیں  
 مگر اسانا چاہیے۔ تم سمجھو رہے تھے کہ چوری سارا مال دکان میں رکھے ہیں مگر میرا اندازہ  
 لالہ بی نے تو لیا کیا کہ بھاری سیٹ محفوظ جگہ رکھتے ہیں۔ میں آج یہ یقین کر لیتا چاہتا تھا کہ  
 لالہ بیٹھ مار کر یہ تو زیادہ سے زیادہ جتنی سیٹ لگائے ہیں۔" ہوشیار جگت کی معاملہ جی پر مش  
 تر لگایا۔ "لالہ بیٹھ مار کر یہ تیار کر کے بیٹھ پڑیں گے۔ اگر میری اداکاری میں کسر  
 ہوگی تو اس صورت میں کون کے پیچھے کا بندھا رہ سکے گا۔"  
 "میں یا راتہاری اداکاری کرے سونے کی طرح تھی۔" ہوشیار کو یقین تھا۔ "اب ہم کل  
 نے بھر پلان پر نظر ڈال لیں۔ بازار کے راستے میں نے دماغ میں بٹھا لے ہیں۔ کسے کون سی  
 شخص پر ہتھ مار کر کٹا کر گزار ہونا ہے یہ میں سوچتا ہے۔"  
 "سب ہو جائے گا۔" جگت حافظ آواز دے ہوا۔ "پھر آئے جیب کی بجلی ٹسٹ پر رکھتے  
 آئے ہوں۔" پہلے مجھے کرل صاحب کا لباس اتار لے دو۔"  
 "بھری ایک بات مان جاؤ جگت! یہ بہتر رہے گا۔" ہوشیار نے جیب کو بریک لگ کر کہا۔ "فرار  
 لینے کے لئے جیب بہتر رہے گی۔ دو گھنٹے میں سچ گوریا پہنچ جائیں گے۔"  
 "میں ہوشیار دیکھ مجھ پر اس کا ردہ دکان میں نے تمہارے منصوبے پر کافی سوچا ہے۔ جیب سے فرار  
 میں نے جزی کے ساتھ نظر سونے میں آجے گا خبرہ زیادہ ہے۔" پھر جیب سے آرتا ہوا ہوا۔  
 "جیب لوٹ کر آؤ! میں تو ایس آؤنا ہوں۔"  
 "بہتر۔" کہہ کر ہوشیار نے جیب آگے بڑھا دی۔  
 "لالہ! کہ ڈاکو اور کل کے بعد اس کے تعاقب میں لگی ہوئی پولیس گاندھی کے قتل کی وجہ سے  
 تعاقبات میں پڑی ہوئی تھی۔ جوہری بازار لوٹنے کا تیزی سے پلان مہرب کرنے کی بجلی  
 کی۔ جگت سوچ رہا تھا پولیس کو کوانے کا یہ بہتر منہ ہے۔ لالہ بی کو جولا جی دیا گیا تھا اس  
 وہی اندازہ لگایا گیا تھا لاکھ روپے سے کم کا مال ہاتھ نہیں لگے گا۔ برا سوا گھنٹے کے خیال سے  
 وچٹ اس کے پاس ہوں گے اس سے زیادہ سیٹ دوسرے جوہری سے مانگ لائے گا۔ لاکھ  
 ہے۔" ہوشیار کے دل میں گونگی ہو گئی۔ "جگت! یہ کام سچ سلامت ہو جائے تو بیشک  
 ہو جائے۔"  
 "ہوشیار! اب اندازہ کے گھوڑے دوڑنا چھوڑ دو تم کہتے تھے ایسا ڈاکو نصف گھنٹے میں فرار  
 نہ ہو جائیں گے۔" پھر ایک مرد ابھر کر لایا۔ "آج چھینا بہت آ رہا ہے۔"  
 "میں ڈاکے کے بعد وہاں ہوگا۔ وہاں ہمیں یاد کرے گا۔" پھر کرے گا کہ چٹا نے نئے ملک  
 جا کر لاکھ روپے بڑھاتا ہوا۔" ہوشیار نے بڑ جوش لہجے میں کہا۔

[illegible]

”اوہ۔۔۔ اب زیادہ نہیں رہا۔ سامنے والے لالہ جی کو خالی کروا چکا کو بیچ کرنے کی سزا  
 جیسے ملی چاہئے۔“ سچ کیا ہوا مال بکت کے سپرد کر کے ہوشیار آ کر طرف دوڑ گیا۔ ”بہت دیر نہ  
 گا۔“ بکت نے تاکید کی۔ ”اسی لوٹ کے وقت آدمی کالا چہرہ جاتا ہے۔ زیادہ لینے کی خواہش  
 اٹھ کر آتا ہوا اس میں کچھ نہیں جاتا ہے۔“

بکت چو کا تھا، چہرہ صاف، چہرہ صاف کر کے ہوں گے کہ وہ چپا۔ ”بس کرو۔۔۔“  
 پہلے سے بنائے ہوئے منصوبے کے مطابق ایک کے بعد ایک سامی سر کئے گا۔ چتا نے لالہ جی  
 ہماری دکان صاف کر دی تھی۔ ہوشیار نے بھی سامنے والی دکان سے اتنا سامان بھرا لیا تھا جتنا وہ  
 لالہ جی سے آٹھا کئے۔

”بکت کچھ دیر کچا جاتا تو بہتر تھا۔“ ہوشیار نے سوچا۔ وہ سامنے والی دکان میں بہت کچھ  
 آٹھا تھا۔ اس کا اہتمام اس نے بکت سے بھی کیا۔

”نہیں۔۔۔ زیادہ لاچ اچھا نہیں ہوتا ہوشیار! بکت نے یہ کہتے ہوئے اس کے ہاتھ سے قبلا  
 لے لیا۔ ”تم دونوں گھوڑوں پر سوار ہو جاؤ اس وقت بکت میں دو تھپا ہوں۔“ ایک ہاتھ میں راتھل  
 اور دوسرے میں صاف شیشے کی بوتل کا قلم چپا جینہ پہلائے کر کھڑا تھا۔ صراحتاً بازار میں جانا چاہتا  
 تھا۔ شیشے میں راتھل دیکھ کر حالت میں گہرا ہوا اپنی دکان کے پاس سر چپ رہا تھا۔ اس کے بازو  
 پر خون بہہ رہا تھا۔ دکان پر ڈور تک پھیل رہا تھا۔ ”بھاگ چلو۔۔۔“ بگائے یہ کہتے ہوئے اپنے  
 چہرے کو اپنے گال کی گرد آڑے سے ہونے کوڑے ستھان بازار سے لٹھ لگے۔  
 ”خبردار۔۔۔“ ایک آواز سنائی دی۔ بکت اور ہوشیار چپ کئے۔ ایک گھوڑا سوار تیزی سے ان کی  
 دکان پر چڑھا تھا۔۔۔

بکت نے راتھل کی نال کھم کر فائر کیا۔ گولی ٹکڑ سوار کے شانے کے قریب سے ٹکل گئی۔ دو جی  
 کو قریب سے گزری ہوئی گولی نے اس کی ہت توڑ دی۔ ہوشیار فائر کرنا چاہتا تھا مگر بکت نے  
 روک رکھا۔ ”نہیں۔۔۔ اسے نہ مارنا۔ میں نے جان بوجھ کر ٹٹا نہ خالی دیا ہے۔ صرف اسے خبردار  
 بننے کے لئے۔“

گھوڑا سوار جان بچا دی تھی۔ گھوڑے کی گام کھینچ کر دو لوٹ گیا۔ دو جیے سورج کے سامنے گرو  
 تے ہوئے بکت، ہوشیار اور چتا کے گھوڑے ہوا سے بائیں کر رہے تھے۔ دوسرے سامی پہلے  
 آگے آگے سڑتوں میں روند ہو چکے تھے۔  
 چھ ہی لمحوں میں جھڑیلڈ شش کھرام کیا۔ جوہری بازار میں ڈاکہ بڑا۔ ایک صرف دھڑی ہوا  
 آگے سونے چاندی کے ڈھیر اٹھا کر فرار ہو گئے۔ ”کون تھا؟ کون تھا؟“ عطا کوڑے کوئی ہت نہیں کر  
 تھا۔ ”کون اٹھانے لگے تھے۔“

”نہیں۔۔۔ کہتے ہیں دوسرے آگے آگے لگا رہا تھا۔ چکا ڈاکہ گروہ۔۔۔“ کسی نے کہا۔  
 ”پس اس کے آگے سورج غروب ہو چکا تھا۔ ڈاکہ بڑا تھا اس لئے بڑے اشراف کے آنے  
 نہیں والے ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے تھے۔ جھڑیلڈ کے صوبیدار نے امر کر کے پولیس  
 اہلکار کھم کھم کر فون پر ڈاکے کی خبر سنائی۔ دوسری سمت سے ”اوہ۔۔۔ اوہ۔۔۔“ کی آواز سنائی دی۔

وقت گزاری کے لئے یہ باتیں ہو رہی تھیں۔ دوسری کوئی پیادہ نہیں کرتی تھی۔ روانہ  
 وقت دوسرے ساتھیوں کو بتانا تھا کہ صرف بازار لوٹنے جا رہے ہیں۔ کون کس کے سینکس کے  
 فرار ہو گا؟ یہ بتا دیا گیا تھا۔ اس ڈاکے کے بعد وہاں سینکس کوئی ایک دوسرے سے ملے والا  
 تھا یہی ملے ہو چکا تھا اس وقت تک پولیس اہلکار میں چاہے زمین آسمان ایک کر دے۔

○

ایک اگلا راستوں سے جوہری بازار میں داخل ہو کر ہر ایک نے اپنی اپنی جگہ لی۔  
 ”جگہ تھے۔ جوہری بڑی بے چینی سے مٹھی سے ڈاکے کا انتظار کر رہا تھا۔ چکا کے ایک گھوڑا  
 سامی پر اس کی نظر کی اور وہ چٹکا۔ اسے کچھ ٹک کر سوار گھاسی ملے اس کی دکان کے آ  
 زبردست دھماکا ہوا۔ بازار بڑا ڈھما۔ بھاگ دوڑ ہوئے مٹی۔ کیا ہوا؟ کیا ہوا؟ کی آوازیں  
 لگیں۔ گرد اور دھوئیں سے اندھیرا سا ہوا گیا۔

لوٹ بادر کرنے سے پہلے بکت نے چوک میں گریڈ بیچکا تھا کہ گھبراہٹ میں لوگ اِدھر  
 بھاگ جائیں۔ کچا مال سنبھالنے کے چکر میں چپا گیا۔ اس دوران کا قسم کیا جا سکتا  
 ہوشیار اور چتا بکت کے قریب سے جوہری کی دکان میں داخل ہوئے۔ ان کی رائٹیں  
 جوہری کی آگے جان چلی گئی۔ وہ قلم ملا دمیر سے سوچ ملا فرار ہو گئے۔ لالہ جی اور  
 لڑا کر ہی طرح کھینچا ہے ہونے ایک کونے میں کھڑے ہو گئے۔ ہوشیار اور چتا خوشیوں کو  
 کے دیوارات کے بیٹھ بیٹھے میں کرنے لگے۔

”چتا! جو کچھ ہاتھ لگے خلیے میں بھرے جاؤ! اُٹلی تلی پھر دیکھا جائے گا۔“ ہوشیار جلدی  
 باتوں کو حرکت دے رہا تھا۔ اس نے گڑبڑ نہ سب نظر میں رکھا تھا اس لئے کام جلدی ہو رہا  
 بکت دکان کے دروازے پر شیشی طرح کھڑا تھا۔ دکان میں تیزی سے بند ہونے لگیں۔ بکت  
 کے خرابے پر اُٹھ کر کھڑا کھڑا کھڑا ہوا تھا۔ کھیں ڈاکے سے ہتھیارے کے آگے نظر آتے تو وہ اپنے  
 کو حرکت دے سکے۔ دکان کے سامنے شش صرف ایک دکان تھی۔ اس کے دروازے  
 رہے تھے۔ ملازم تو بکت پہلی بھاگ گیا۔ اس لئے دکان میں راج کو بند کر دیا۔  
 ”سب بھاگ دیں۔۔۔“ وہ بڑ بڑایا۔ ”دروازے کا ایک حصہ کھول کر ایک ایک کھینچ  
 رہا تھا، نہ جانے اسے کیا ہوا کہ کھینچ بھگانے لگا۔ دروازے کو مکمل بند کرنا تھا بیچ کرنے ا  
 لیے میں بولا۔“ ”نہیں جانے نہ دیتا۔۔۔ میں آ رہا ہوں۔“ یہ کہہ کر وہ دروازہ اندر سے بند کر  
 دکان میں کھٹا پاتا تھا، اُسی لمحے بکت نے فائر کیا۔ دروازہ بند کرنے والے ہاتھ کا اس نے  
 لیا۔ گولی بازو کے پار پڑی ہوئی دکان کی دیوار میں شیشے کی الماری سے ٹکرائی۔ دھڑی صرف راز  
 دکان میں ٹھیسے کے لئے ڈور کیا مگر گولی کے ذمہ اور چٹکے سے توڑن کو تو بیٹھا اور پھر رائے  
 راتھل کے دھماکے سے سب کے دل دہلا دیے۔ لالہ جی نے سامنے والی دکان کے مالک  
 راج کو گرتے دیکھا تو اسے اپنا دل بند ہو جانے کا خوف ہوا۔ ڈاکوؤں کے فرار ہونے سے پہلے  
 چپانے کی طاقت تھا ہو گئی۔ دھڑتے دل سے وہ کچھ سر پر اٹھا کر دوڑا تو جینہ گیا۔ شش وار  
 دکان کے کھلے ہوئے ایک دروازے کی جانب اشارہ کر کے بکت بولا۔

جیسے چیف کی زبان پر قلعہ گر گیا ہو۔ اُس کی زبان لڑکھارے سی تھی۔

”صرف بازار لوٹ لیا گیا۔ دن وہاڑے۔ کون تھے؟ چمکا کر دو؟ کتنا مال گیا ہوگا؟“ پتہ  
 سکے نے پوچھا۔ مگر جواب سننے کو دل نہیں چاہتا تھا۔ مخالف سمت سے صوبیدار بھی گئے ہوئے  
 رہا تھا۔

”صاحبِ اعزاز اڈیٹھ دو لاکھ کا مال گیا ہے۔“

”دوڑو! دوڑو! کیا؟“ اس کی زبان پر ایک جگہ لے آگئی مگر اس نے حیدر کے کہا۔ ”تم پہلے دوڑو! اس کا حیدر کو آدمی نظر آئیں تو انہیں فوراً حراست میں لے لو۔۔۔ میں آ رہا ہوں۔“ اس نے سینور زور سے کمر بٹھال کر بھاگا۔ ”چارون اطمینان کی سانس لی اور بدحاشی جگہ زبردست داد کر ڈیو دوں گا۔۔۔ اب اگر وہ گرفتار نہیں ہوا تو ان کی جھنسی ہو جائے گی۔“ وہ بڑبڑاتا تھا۔

وہ ایک گھنٹے میں کافی دور ٹھکر گئے۔ پھر کیتھرین والا راستہ شروع ہو رہا تھا۔ وہاں بجٹ گھوڑے دو گئے۔ ”ہی..... اب یہاں سے ہم اپنے گھوڑے الگ کر دیں گے۔“ یہ کہتے ہوئے نے پشت پر سے لوٹ کاٹل آ کر کہا۔ ”ماتے والے بجٹ میں کس جاؤ؟“ ہو رہا ہے کچھ بچاؤ۔  
تے پر غور ہو یا تھا کہ گھوڑوں پر ہی تیزی سے گھوڑا پہنچ جائیں گے اور صف شب تک کچھ جگہ چھپ جائیں گے۔ اتنا لپکا یا صلہ میں پیدل بٹے لپکا جائے؟ بجٹ اسے کار مار دے کچھ لپکا کر چھپ جائیں گے۔

”بوشیار! تم سب کچھ میرے مجروحے پر چھوڑ دو۔ ہر جگہ سوار۔ ہر پولیس کی نظر رہے گی۔ جانے میں کچھ تو میں کھڑی فصلوں کی آڑ لے گی۔“

خشتی ہوا سہراے ہوئے کھیتوں میں تیلوں داخل ہو گئے۔ تھوڑے دیر میں سارے دریا  
 دوڑنے لگے۔ چٹا چٹا سب ابھی ایک خواب معلوم ہو رہا تھا۔ کتنے بہت سارے زخمی ہوتے  
 نے قلعے سے تھے؟ زندگی میں اس نے اتنا سونا نہیں دیکھا تھا۔ سولے کاکس پا کر اس کے جسم  
 گم گم کی ہوئی تھی۔

”ارے نہ اتنا پیچھے رہ جاتے ہو۔ ابھی تو پانچ میل چلے ہیں اور تم ہائب گئے ہو؟“ بکت اُسے خیالات سے بیدار کیا۔ ”قدم اٹھاؤ! صبح سے پہلے میں نکلنے پر پہنچ جانا ہے۔“

”جنت سکھ! آپ کے ہاتھ میں دھکیلے ہیں۔ ان میں سے ایک مجھے دے دیجئے امیر! افغانوں کا۔“ جنت کو تعجب ہوا۔

”ارے ایک تو تم بھیجے رہ جاتے ہو پھر یہ وزن کس اٹھاؤ گے؟“

آپ اس کے ساتھ ہو گیا۔ "جانبھوں کی آواز تھم کرنے لگی۔

جنت نے سوچا ہر چند یہ جوان قابل امتداد ہے مگر بھی پھنسا دے گا۔ بولنے کے خیال پر پائل ہو رہا تھا۔ ”یہ مال یقیناً اپنا ہوگا اگر تم صبح سے پہلے بیچ گویا بیچ گئے۔ ورنہ۔۔۔“ لیکن اُس کی پشت پر دھول رسید کرتے ہوئے کہا۔ ”مال اور تم سب پولیس کے قبضے میں ہو!۔“

”آسمان کے ستاروں کے سہارے راستہ دیکھ کر وہ مسلسل دوڑے جا رہے تھے۔ درمیان میں باجی سارے جانت مند کے ساتھ پھر بھتیوں اور جنگوں میں پیچھے پیچھے جا چس سب کا فاصلہ طے کرنا اور دوڑ کر پہنچنے کے چانس کم ہوتے جاتے تھے۔ آخر میں آؤں کے سہ سے جھکے ہوئے آؤں کی آخری دوڑ تھی تو اس نے کثرت اور ہوشیار کے سہارے کاٹے۔ جیسے کبھی سانس لینے کے بعد جاکھ نے کثرت سے کہا۔“

”اب تجھے کھول کر دیکھیں! سب سونا مٹلی تو ہے؟ مجھے ڈر ہے کہ سونا پیتل ہو گیا ہو گا۔“ کہنے کا لہجہ ہو گا؟ اندازہ لگاؤ۔“

”جنا، تم پاگل ہو جاؤ گے۔“ جگت نے خاقی میں کہا۔ مگر دل میں اُسے ڈر تھا۔ ”سونا اصلی ہے۔ اصلی سونا ہاتھ آئے گا انتظام ہم نے پہلے کر لیا تھا۔“ جگت نے اب بھیجہ کھولا۔ ”بھیکو میں ادھر دیکھ مال پسند کر کے گئے تھے۔“

”بھئی مجھے جس اور پر کہہ کر من سے تھے ہزار کی لوٹ کی؟“ چاہے ضروری۔  
 ”جکت کو خفاں سمجھا۔“ چنا! ایسا کرے، مجھ بہت میں ڈالیں تم جو ملے وہی دکان سے  
 لے آؤ؟“ چنا چنانے کے لیے کھڑا ہوا تو جکت حرج بولا۔ ”اور ساتھ ہی من کا اخبار بھی لے آؤ۔“  
 کھانسی کو ڈراما بھی ملک نہ ہو جائے۔ راستے میں اخبار پڑھنے کی جلدی نہ کرنا۔“

چند روز میں صحت کے بعد چٹا کھانا لے کر آ گیا تو جگت نے اس کی بغل سے اخبار لے لیا۔ اخبار فہل کر اس نے ایک سرخی دیکھی:..... ”جنگل کا کوئی شخص ہمالہ کے سر سے ازار مار رہا ہے کہ اٹا اٹا ہے

”اگر تم کے زیورات لوٹ گیا۔ دھڑی فس راج کا ایک ہاتھ کاٹا پڑا۔“

یہ سوال کہ ہے: "یہ سن کر چنا کا دماغ گھوم گیا۔"

فریڈ کوٹ اسٹین کے پیٹ فارم پر چل چل ہوئے لگا۔ آنے والی گاڑی اگلے اسٹین سے ٹھٹھکی تھی۔ وہاں کے زوردار کچھو کچھو اس اسٹین کے درختوں پر گئے وہاں سے چپے زور زور سے لال عبادہ ہوتے۔ چھوٹی گاڑی والے اسٹین کے مٹی کے تھل والے قانوس مرم ورم چل رہے۔ بھرمی زور دگنے کے لئے لاچار رہتے تھوڑے گرم کر کے چار پانچ غورو بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک آدمی والا اسٹین اس کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ ”اوسے بیڑی دینا!“ اس نے عادت کے مطابق جرح کر دی۔ اس کی جگہ سے اس کا ہوا اٹھ گیا۔

۱۰ "حوالہ دار! صرفانہ بازار کے ڈاکے والا کیا ایک بھی شخص گرفتار نہیں ہوا؟"

اُس نے دیکھا، چلتی ہوئی دیاسلائی کی روشنی میں حوالدار کے حرکت کرتے ہوئے لب

حضور کا مذاق اڑانے کو جی چاہا۔ "اس کی بجائے ایسا کہو! کہ دو دن میں کلپڑیں تو ہم پولیس

۷۔ ”کیسے؟“ جو الداز نے سر جھکا کر اس پاس کن انٹیوں سے دیکھا، پھر راز دارانہ انداز میں بولا۔

”لایے! اس سامان اٹھا لو۔ چوٹی دے دینا۔ آپ کو گاؤں پہنچاؤں گا۔“ یہ کہتے ہوئے جت نے چندن کو کہہ کر ہاتھ سے صندوق لے لیا۔

”مجھے ضروری کی ضرورت نہیں ہے۔“ یہ کہہ کر چندن نے صندوق واپس لینے کے لئے ہاتھ اٹھایا مگر کھل کر اڑھ کر کھڑا ہوا جس ضرورت نہیں اس کا شہر تھا۔ یہ جان کر وہ ہر طرح عجیب مگنی۔ حضرت کا چھٹا سا لگا۔ پھر اوروں کو نظر ڈال کر اس نے سرگوشی کی۔ ”نمبردار امیرا بھائی برابر والی ہوگی۔“ پھر دیکھیں گے۔

”یہ کن جگت ہو دیا۔“ اس نے دوق کو الگ پیچھے کی کیا ضرورت تھی؟ عورت کے ساتھ سفر کرنا تو کسی کو ٹھیک نہ ہوتا۔

”لو۔۔۔ آگے۔“ کہتے ہوئے چندن سرگئی۔ چنانے دیکھا کہ سر پر صندوق رکھ کر جگت اُسے غور دیکھتا تھا۔

”خرد دروں کیا؟“ کہتے ہوئے اُس نے سرت کا اٹھار کیا۔ ”مہر باب کیا ہے؟ چلا“

جگت نے چندن کو کہہ کر ہاتھ سے بٹل لے لیا اور آگے اگلے چلے گا۔ نصف پینٹ فارم گزرنے کے بعد وہ چٹا کے پولیس لگا سا گھنٹہ مار کر بولا۔ ”گٹ پر وہ حوالدار ہے۔ اُس سے جا کر پوچھ کر واپس لے لی کہاں ہے؟“ نکلیں جب سے نکال کر چنانے ٹیٹ کپور کو دیں اور جگت کے ہم مطابق حوالدار سے پوچھا تو اُس نے جواب دیا۔

”چلے جاؤ سید سے لائن پر۔“ مہر باب اسٹاکا چلے ہوئے جگت نے کہا۔ ”اے علی! انہیں یہ اٹھائی لے جانا۔“

”شکر“ یہ کہہ کر چنا آگے بڑھ گیا۔ چندن کو اُس کے پیچھے چلنے لگی۔ مسافروں کی بھیڑ سے اس الگ ہو کر لیٹے لائن پر چلے گئے۔ چنا مکمل ہو کر تک مہر باب سے جیسے تھی تھی نظر کی لے کر خرابی پر چلا۔ ”میری کچھ نہیں آیا کہنے آپ نے حوالدار سے پوچھ کر کیوں کہا تھا؟“

اُس نے اپنے سر سے صندوق اُتار کر چٹا کے سر پر رکھا۔

”سوال پوچھنے میں جلدی کر رہا ہے اس کی بجائے سامان اٹھانے کی چیز پیش کرتا تو کوئی بات لگتی۔“ جگت نے اُسے اُٹھا۔ ”حوالدار سے چپ کر چلے تو اُسے ٹک ہو جاتا۔ تم نے یہ نہیں لکھا کہ تم سے بات کرتے ہوئے بھی اُس کی آنکھیں مڑنے والے مسافروں کے چہروں پر بھی لکھیں۔“ کچھ دور چلے کے بعد جگت نے چندن کے بازو پر چبلی لی۔ ”بی بی! اسانے جو گولی نظر آ لیا ہے، یہ ہمارا گھر ہے۔“

”دباں قافو تو سب مل رہا ہے۔ دوسرے لوگ بھی رہے ہوئے ہیں؟“ چندن نے پوچھا۔

”یہ ہمارا کام ہے۔“ کرانہ بھی نہیں دینا پڑتا۔

چنا اور چندن کو حیرت ہوئی۔ جگت نے ”تفصیل بتائی۔“ اس طرف مسلمانوں کے مکان ہیں۔ وہ جتن چلے گئے۔ یہ وہاں سے آئے والے مسافر ہیں جو کوئی مکان دینے جارہے ہیں۔ ہماری لگا ایک سرچرے کے گھر کی اس نے کوئی ہمت نہیں کرنا تھا۔ میں نے سوچا ہمارے لئے خالی لے جائے۔ اس لئے میں نے ملاوڑ ڈالا اور تھک کر لیا۔“

”گروہ کا ایک آدمی پکڑا جائے، پھر دیکھ لینا سب پکڑے جاتے ہیں یا نہیں۔“

”اس سے پہلے سرحد پار کرتے پھر؟“ مزدور نے الاؤ میں گلہ کر رکھے ہوئے کہا۔ ”دوا سونا ساتھ ہے۔“ پانچ ہزار خرچ کر کر پھر بھی کام ہو جائے گا۔

”ہمارا پولیس ڈیپارٹمنٹ اگھٹا نہیں ہے۔“ حوالدار نے ہاتھ گرم کر کے جڑے سے پگھلا۔ ”سرحدوں پر پولیس لگادی گئی ہے۔ سونا کتنا بھی ہو سکن کام کا؟ فروخت کرنے کے لئے اور پکڑے۔ بس اتنی دیر ہے۔“ زہر باب مسکراتا اور سیم پر کسل ٹیک کرنا جگت دہشت کیا۔ ”چہ یا نہیں سننے کا لایع اُس نے رک رک لیا۔ وہ کوئی خطرہ مول نہیں لینا چاہتا تھا۔ پولیس نے سواڑہ کے ڈاکے کو عزت کا سوال بنا کر بدست دوزخ موب شروع کر دی تھی۔ اُس نے سچ کے اختلا پر حوالہ دیا کہ قاپ کی تمام سرحدوں پر پھر وہ کام کر دیا گیا تھا تاکہ خرین، کار باغین کے راستے فرار نہ ہوں۔ اُس کے لئے پولیس نے پورا انتظام کر دیا تھا۔ حوالدار نے کہا کہ گروہ کا ایک ہاتھ آجائے تو پھر گروہ پکڑے کہ پولیس کی خواہش تھی۔ اُس نے مال اپنے، ہوشیار اور چار درمیان تقسیم کر لیا تھا۔ تقریباً ساتھ ہزار کے بدست جگت نے اپنے پاس رکھے تھے اور چالیس ہزار کے ہوشیار کے سپرد رکھے اور تیس ہزار مال چنانے رکھ لیا تھا۔ جگت نے اُسے خبر دیا تھا۔

”بچوں جیسی حرکت نہ کرنا۔ میری اجازت کے بغیر اس میں سے ایک چیز بھی فروخت نہ کر جاتا۔“ تینوں ساتھیوں کو پورے دو ماہ الگ رہنا تھا۔ دودن لڑکے، اسی طرح دو ماہ گزر جا۔ پولیس کو ہیٹ کے لئے ذرا بج کر آخری داؤ ٹھیکنا تھا۔ اس کی تیاری ہوشیار کے سر تھی۔ اس تک اُن سے علیحدہ رہنے کے لئے جگت نے ایک مکان تلاش کر لیا تھا۔ فری کوٹ کی حکومت کا بندوستان سے اٹھا لیکن میں ہوا تھا اُس لئے وہاں تک دیکھتے ہی گولی مار دینے کے سرکاری حکم نہیں ہو سکتا تھا۔ اس حساب سے جگت نے فری کوٹ کا پھینچ پھینچ کر چندن کو گولیوں والا۔ اُسے چنا کے ساتھ اُسے پکڑے۔ اُسے اٹھائی آیا ہوا تھا۔ انجن کی سیٹی سنائی دے اندر سے کہ چوڑی ہوئی روٹی کی لکیر زد یک آگنی گئی۔ جگت کھڑا ہو گیا۔ اُس کے دل پر ایسا چھایا ہوا تھا جیسے بیاہ کر سیکے کی ہوئی ہوئی پہلی بار اُردی ہو اور مرد کا دل سرت سے اٹھنے۔ جگت جوش سرت میں دوبا چندن کو گروہ کا استقبال کرنے فری کوٹ اسٹیشن پر آپا تھا پھر بھی اُس اپنے آپ کو توبہ میں رکھنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ گاڑی آ کر ڈک گئی پھر بھی وہ سامنے نہیں ٹھیک۔ چنا۔ ”گاری سے اترنے کے بعد میری تلاش میں رہنے کی ضرورت نہیں۔ چندن کو کہہ کر، بابر آ جانا۔ میں تم لوگوں کو تلاش کر لوں گا۔“

میرٹوں سے اترتے ہوئے مسافروں کو وہ دوسرے دیکھنے لگے۔ کچھ دُور حوالدار کام میں آ تھا۔ اُسے ٹرن سے آنے والے مشکوک لوگوں پر نگہ پڑی تھی۔ جگت نے چندن کو گروہ سے آتے دیکھا۔ کچھ چٹا کیوں ساتھ نہیں؟ جگت نے دیکھا حوالدار کے چٹا کیا ہے وہ وہ چندن کا جانب بڑھا۔ چندن ایک ہاتھ میں کپڑوں کا بٹل سنبھالتا ہوئی دوسرے ہاتھ سے شین کا منہ سر پر رکھنے جا رہی تھی۔

کہہ کر چند ہی بیٹھ گئی۔ جگت کو تعجب ہوا۔ اُس نے سمجھا وہ ناراض ہو گئی ہے۔

”تم پوری بات سنو“

”خیر! اول تمہارا ہے۔“ شہر وں اُڑی ہوں۔“ یہ کہہ کر وہ کھڑی ہوئی اور بارہ بجے خانے میں آئی۔ وہاں کچھ عورتیں بیٹھیں۔ آج اسے فخر اُٹھا۔ وہ روایاؤں کی ”دو سہ“ مجبور کمرے کے ساتھ میں رہی تھی اور یہ.....“ کمرہ آگے نہ بچ سکا۔ اسے چٹون کی اُٹھائیاں سنائی دے رہی تھیں۔ بہت فاقوس لے کر نکلنا پڑ گیا۔

”کیا ہو گیا ہے؟“ وہ اُس کی چادر چھینتا رہا۔  
 ”ابھی مجھ کو اس سے انکار ہوا جاتا ہے۔“ چاند کو نے کئی کہہ کہا۔ ہرجات کے چہرے کو  
 ”مگر تم نے صبر کی طبیعت کی بجائے کس ضرورت کی بنا نہ تھی۔“  
 ”اب وہاں میں کبھی کسی ٹھیک کر دیتا ہوں۔“ چاند نے اُس کے بالوں کی لٹ ٹھیک کرتے  
 ”نہے کہا۔“ تم کو کئی تو اکر کر دوت رہا اس کے سر۔“

”ہمارا ڈاکٹر کیا کرے گا؟“ وہ جگت کو توجہ سے دیکھتی ہوئی بولی۔ ”یہ روگ ڈاکٹر نے اچھا نہیں ہوگا۔ دن بدینا ہوتا سنا ہے گا۔“

اب بجٹ کو فکّر ہونے لگی۔ ”اس کا مطلب ہے تم میری یہ واقعہ ہو گیا بیماری ہے تمہیں کفر؟“ بجٹ نے بیماری آواز میں کہا۔ ”تم گھر نہ کرنا..... میں چڑاؤں روپے خرچ کر کے تمہیں صحت مند بنواؤں گا۔“ اس کی آواز بیکی کی۔ بالکل بچوں کی طرح۔ چندن کو اب اُس پر رحم آنے لگا۔

”کچھ روگ مٹانے کے لئے نہیں جوتے۔“

”تم مجھ سے گول باتیں نہ کرو چندن! میرا دل گھبرا رہا ہے۔ کیا بیماری ہے، یہ بتاؤ“۔ محبت نے عیسٰی بول رہا تھا۔ پھر بھی چندن کو اس کی پروا نہ تھی۔ باوجود خانے کی صحت پر اس کی نظر تھی۔

”اے کمرے کے چھوٹی بیوی کا کیا واسطہ؟“ عجمت بور ہو کر بولا۔ کمرے کا ایک اس کا داغ  
 ٹھن ہوا۔ وہ اپنے پرے نظر ہمارا چہرہ کو دیکھ لگا۔ اس کا چہرہ مسرت سے محل اٹھا جیسے  
 کسی کے دل کو یقین دل رہا ہو۔ وہ دائیوں کی نو بوجھ کا غور سے چہرہ کا چہرہ دیکھ لگا۔ اس کے  
 رونے پر مسمیٰ صورت اٹھی تھی؟ کمرے سے ہوتے گھائی ہوئے، سرخ دیکھتے ہوئے زخار، چٹکی خوب  
 دھرت اٹھیں جن میں عیار جھلک رہا تھا۔ بخت کو اس کے چہرے میں دوسرا مسموم چہرہ نظر آیا۔

”کیا تجھے جو چندن.....؟“ یہ سوال اُس کے وجود سے اٹھ کر ہاتھ اور جواب سننے کے لئے  
 چاند کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔ چندن نے صرف نظر سے اثبات میں جواب دیا۔ بخت سرت  
 ہو کر دھڑکا ہوا ہو گیا۔ ”حق..... اب تک کیوں نہیں پتا آیا؟“ قالوس زمین پر گر کر کہ اُس نے چندن کو دونوں  
 مٹوں میں اٹھاتے ہوئے کہا۔

”یہاں بھی ڈاکہ ڈالنے سے باز نہ آئے۔“ چہن معنوق غصے اور لاؤ میں بولی۔ ”اس بجائے ہستی کے درمیان کھولی کرائے پر لے لی ہوئی۔“

جنت کو جواب دینے کی ضرورت نہیں تھی۔ گھر آیا تو اس نے چاکھو کھل کر کہا۔ ”تشریف لائے بیگم صاحبہ! غلام آپ کا استقبال کرتا ہے۔“ اس کے مٹانے سے چند منٹ بھی مگر چاکھو کھل آیا۔ اس کے دل میں کوئی آرزو جاگی۔ وہ سوچنے لگا، میں بھی ایسا کروں گا اور اس میں جس عورت سے آؤں گا۔ ماں صرف وہی دینی کا انتظار ہے۔ دس پندرہ ہزار تو میرے حصے میں آئے۔ میرے ماں سے کہوں گا ایک ایک لاکھ لڑکی کو عیوض ملے گا۔ میرا اس سے تنگہ تو گھر سے نکالنا پڑے گا۔ ماں سے نہیں جانے دے گی۔ پھر؟ تو پھر میں ماں کو چھوڑ دوں گا۔

”اے..... کس کی راہ دیکھنے دو! اے کے قریب کھڑا ہے؟ مجھے خیر ابھی استقبال کرنا ہے۔ کیا؟“ جگت نے اُسے خیالات سے بیدار کیا تو چٹکنا احساس ہوا کہ وہ حسین خواب کی وادی میں ہو گیا تھا۔

”کوٹھی دیکھ کر مجھے کچھ دن رُک جانے کا خیال آگیا۔“

مگر محبت نے اسے نصف شب کی گاڑی سے لٹوا دیا۔ چند گھر کے ساتھ اسے بہت دنا تھائی گی جیسی اس نے لے دوں گا جو برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ پھر اس کے دن میں جانے کے کا نظر میں آنے کا اندیشہ تھا۔ ”وہ کیا... والدہ! اسٹیشن پر ہو لو اس کے سامنے جانے کی ہوشیار کرنا۔ چپ چاپ گاڑی میں بیٹھ جانا اور ہوشیار سے کہنا کہ تم گھر کے مجھ سے ملے۔“

چپ چاپ کیا تو کہہ نہ سکا۔ ”بے چارہ چھوٹا بھائی تھا اور اسے فوراً واپس بھیج دیا۔ ایک رستے سے دو کپ کا کہنا تھا؟“

”چندن ایہ تیری سچو میں نہیں آئے گا۔“ جگت نے پیار سے اُسے قریب کر لیا۔ ”اسکا جا رات خراب ہو یہ میں برداشت نہیں کر سکتا۔“ چندن شرمہا کر ڈور ہٹ گئی۔

”سورے مطلبی ہو۔ ڈاکہ ڈالنے سے فرصت ہوتی ہے تو یہی یاد آتی ہے۔“

”اس وقت ڈور نہ رہو چدن! جگت نے زور کر کے اُسے ٹھیکٹ لیا۔“ اب دو ماہ میں تم، ایک مہینہ الگ نہیں رہو! گا۔“ چدن کے زخماں جگت کی گرم سامانوں سے سرخ ہونے لگے۔

”صرف دو مہینے..... پھر لمبی جدائی کا فکھ۔“ چندن کور کے زخماں پر آنسو بہنے لگے۔ محبت بوڑھوں کو ٹھیکین مانی چھو گیا۔

”تم تو رونے لگی پاگل! دو مہینے کے بعد ہمیشہ کا منگھ ہو جائے گا۔ میں اور ہوشیار اسی کے  
میں ہیں۔“

”کھاؤ اگر ڈالنا چھوڑ دو گے؟“ چندن کے ہتے ہوئے آنسوڑک گئے۔

”ذرا کہ چھوڑنے سے کیا ہوتا ہے؟ یہ ملک ہی چھوڑ دیں گے۔“ حجت نے اُس کے کان میں گھونٹا کیا۔

”اسی لئے جو ہری بازار لوٹنے کا خطرہ مول لیا تھا؟“ چندن بولی۔ ملک چھوڑ جانے کا! سے چندن کو جوہر کا سراگ۔ ”اس کا مطلب ہے ہمیشہ کے لئے ماں باپ سے الگ ہونا نہ ہے گا؟“

[illegible]



”میں باپ بن جاؤں گا۔ باپ بن جاؤں گا۔“ جگت مسرت سے چیخ رہا تھا اور چہ اسے روک رہی تھی۔

”اب سب کچھ کروا دیجئے چکر آ رہے ہیں۔ تمہیں ہوش ہے یا نہیں؟ مجھے کچھ ہو جائے گا۔ چنا کی بات سن کر جگت کا جوش قابو میں آ گیا۔ باپ چاہتے ہوئے اس نے چندن کے زخما پر بوسہ دیا۔

”میں آج بہت خوش ہوں چندن اکبر۔ اس خوشخبری کے بدلے میں تمہیں کیا دوں؟“

”میں مجھے بھی اتارنے دو!“

”نیکل تم باگوا جرنی چاہو وہ مانگ لو! آج میری خوشی کا ٹھکانہ نہیں ہے۔“ چندن نے دیکھا اس کی آنکھوں کے کونے ہلکے تھے۔

”تم باپ بن جاؤ، اس وقت انگوں کی۔“ چندن جگت کی گردن میں لٹکتے ہوئے سوچ رہا تھا۔

”ابھی سے مانگ کر میں کدھ سے الگ نہیں ہونا ہوتی۔“

”تمہیں چندن امیں اس کدھ کو ہیشہ کے لئے اپنے دل میں بسا لینا چاہتا ہوں۔ جب تک نہیں مانگو گی اس وقت تک نہیں چھوڑے گی۔“

”اور میں وہ مانگوں گی کہ آپ کا دینے کے لئے دل نہیں کرے گا۔“ اب بھی اس کی آنکھیں

تجوہز پر محو رہی تھیں۔

”مجھے یہ پشان نہ کر چندن! تمہارا شوہر ڈاکو ہے یہ تم جانتی ہو۔ سنت اور ڈاکو چونہ۔“

”اگر اب نہیں کرتے۔“ وہ چندن کو ڈاکو پر افشا کر اس کے ہونٹ چومتا ہوا بولا۔ ”مبارے ہوئے وار کے پکے کی قسم چو جاؤ مانگ لو!“

”مجھے دبا کر رکھ دیا ہے۔ یہ کہہ کر چندن نے اپنا ہتھ پھیرا۔ پھر ہونٹ اس کے کالوں

قریب لے جا کر دھیسے لے لے لی۔ ”خدا کر دے ہو تو میں مانگ دی ہوں کہ جس ڈاکے زندگی پر تمہیں فخر ہے اسے چھوڑ دو!“

”چندن کو کدھ لٹاؤ۔“ چندن کو کدھ لٹاؤ۔ اس کے کان میں ہو کر ذہن پکڑا لگے۔ دو دھسے کے لئے اسے سوس ہو کر چندن نے یہ کیا مانگ لیا؟

”یہ میں نے تم سے اپنے ہونے والے بچے کے لئے مانگا ہے۔“ چندن شوہر کے چہرے

بدلتے ہوئے تاثرات دیکھتی ہوئی بولی۔ ”کسی کی آواز نے دھسے اس لئے۔“ چندن نے غصہ

کیا کہ جن انگوں پر وہ باندھ رہی تھیں ان انگوں کا زور آہستہ آہستہ کم ہو رہا تھا۔ ”تم کچھ کہتے

تھیں؟“ چندن گھبرا گئی۔ ”اگر کوئی غلطی ہوئی ہو تو میں معافی مانگ رہا ہوں نہیں ہوں۔“

”کرتا ہے۔“ چندن نے زیادہ نہیں بولے۔ وہ دونوں ہاتھ وزن آٹھارے سے تھسے اس لئے لہوں پر لپ

نے اے اور انجانے میں اس کی آنکھیں پپہ گئیں۔ اس کے گرم آنسوؤں سے چندن کے زخما

لگے۔

”مجھے سودا منظور ہے۔“ اولاد کے لئے میں یہ زندگی چھوڑا ہوں۔ اب مجھے بتاؤ ڈاکو تم

باپ کب بنو گا؟“

”ابھی سات ماہ کی دہر ہے۔“ چندن نے پتار سے آنکھیں پھیکا کیں۔ ”اب مجھے نیچے

اس طرح اٹھا کر تمہارے ہاتھ دکھا جائیں گے۔“ جیسے کسی بچے کا اٹھا رہا ہوں اس طرح جگت نے

اٹھانے جا کر بستر پر ڈال دیا۔

”بھول کی طرح سلوم ہوئی ہو۔“ یہ کہہ کر جگت اس کے پیٹ پر ہاتھ پھیرنے لگا جیسے وہ آنے

چاہتے ہوئے ہو رہا تھا پھر باپ۔

”تمہیں بھولان اب تک بہت سارے دکھ برداشت کرنی آئی ہوں۔“ چندن کو دل میں

انگاری تھی۔ ”اب جب دینے پر آیا ہے تو بدلوں ہاتھوں سے سکھ دینا۔ میں ایک ہاتھ سے دے

دوسرے ہاتھ سے جھین لینے کا مکمل نہ کرنا۔“

○

پہلے صرف دو مہینے گزر چائیں اس کے انتظار میں رہنے والا جگت اب سات مہینے جلدی بیت

گئے کا انتظار کرنے لگا۔ جب سے باپ بچے کی اطلاع لی تھی، دن رات اس کے خواب و خیال

لیا چھوٹے چھوٹے ہاتھ دیں والا تو کئی زبان میں بولتا ہوا ہوتا رہا ایک بچہ کیلئے لگا۔

”یہ ماہ گزرنے کے بعد ہوشیار ایک بار لے آیا۔“ جگت اپنی تیرہویں ہو گئی ہے۔ پہلے

لنگت چار ماہوں۔ کرنا نے سارا انتظام کر دیا ہے۔ مال لے جانے والے ٹک میں چٹھ ماہوں

اب وہاں جا کر سنا پور جانے والے بڑی چٹاڑ میں ملازمت مل جائے گی۔ اس کے بعد فوراً جھیں

ٹھوٹا گا۔“ جگت نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر۔

”ہوشیار آہستہ بول۔ چندن کو کرنا اس بات کا پتہ نہیں چلنا چاہئے۔“

”کیوں۔“ بھائی کو ساتھ نہیں لے کر۔“

”اب وہ جا جائیں گے کی۔“ جگت نے اس کے کان میں کہا۔ ”میں اب چھ ماہ میں

بچے والا ہوں۔“

”ابھی؟“ ہوشیار جھوم اٹھا۔ ”یہ خوشخبری میرے لئے سولا لاکھ کے ڈاکے سے بڑی ہے۔

ابھی کسی کوئی چاہا کہہ کر پکارنے والا ہو تو کسی قدر لطف آئے۔“ جگت کا پیچھا کر کے

بچنے کی مجھے بڑی قیمت ادائیگی کر دی ہے ہوشیار! اپنے اندر کے ڈاکو کو مارنا پڑے گا۔ مگر

پہلے سے بات کہنے کے لئے اس کی زبان سے ساتھ نہیں دیا۔ اس نے سب سوچ رکھا تھا۔

اپنی طرح ہوشیار کو بھی ہدایت کا تھا۔ اس کے لئے اس نے تھوڑی بناوٹ کی۔

”تم مجھے جسے کا تمام مال لے جانا۔ وہاں فروخت کرنے میں آسانی رہے گی۔“ پھر کھار کر

”میرے انتظار میں نکلتے ہیں۔“ سگا پھر میں نہیں گئے۔“

”ہوشیار کو کچھ کھنا کھانا۔“ جگت بھائی کی ذہنی تک نہیں ڈگے۔“

”ارے بھائی تم مجھے بھائی کچھ دے۔“ جگت نے بات مذاق میں اڑادی۔ ”زنجی کا کا کدھ

ماگ بیچے گا۔“

”ارے ہاں۔“ میں کہا بھول گیا مٹی! ہوشیار نے کہا۔ ”چنا سے ملا تھا تو اس نے خبر دی

کہ تمہارے باپ اور دو روٹے ہوئے ہیں۔ سرکار نے مہاجروں کو کرنا میں زمین دی ہے۔ اس

کا کدھ دینے کے۔“

”ہوشیار! چنا کا اس کی ماں سے کیا بات ہے؟“

”میرے کہنارا کو منار ہا ہو۔“ دوست اچار تھے دن رگ جاؤ اہل کے پیسے کروں، تمہاری بھ بھی کو گھر بیچ دوں۔ پھر ہم ساتھ جائیں گے۔“

”نہیں جگا! مجھے اپنی گناہوں سے دو۔ یہ کافی رہے گا۔“ کرتا رہا مان مہیا۔ اس سے محبت کو تعجب  
 ”بس دو دن میں تمہیں لوٹاؤں گا۔“

دووں نے جس کرکٹار کو ادا کیا۔ چہن نے سوچا کرکٹار کے جانے کے بعد جلد ہی خدا ہو  
 گیا۔ مگر اس کی بجائے چکا خدا کی قسم بولا۔ ”دوست کے سامنے میری عزت ٹھکانا ہی نہیں ہے۔“ چہن  
 کا لڑکھانے پر ہاتھ رکھ کر اس پر جھک گیا۔ ”اچھا ہوا تم نے مجھے روک لیا۔ اگر چاہتا تو کچھ اُلٹا سیدھا  
 لے کے واپس آتا۔“ خوش ہوئی ہوئی چہن نے اس کے سینے پر سر رکھ دیا۔

”میں زیادہ خوش اس لئے ہوئی کہ میری رقیب کن آپ نے اُسے دے دی۔ آپ اُسے ایک ماہلو سے الگ نہیں کرتے تھے۔“ دونوں بہت خوش تھے۔ انہیں کیا پتہ تھا کہ صبح کیا ہونے والا تھا۔

بھگت آج جلدی بیدار ہو گیا۔ شاید بھوپاری پیسے لے کر آنے والا تھا لہذا اُس کی فینڈا ڈنگلی تھی۔  
 بھوپاری پر بیٹھا رہا۔ چندن کا بستر خالی تھا۔ اُس نے آواز دی۔

”چندے..... میرے لئے جانے پہلانا۔“  
 قسطن خانے میں نہایت ہلکی چپقل کی آواز آئی۔ ”میں نہالوں..... اتنی دیر رکھا“ جھٹ نے  
 اہل۔ دوہارے آرام کی زندگی گزار رہی تھی۔ جانے کاب کب ملے کے بعد ہی دوسرے چھوڑا تھا۔  
 چپقل کوئی۔ ”کمر میں بیٹھے بیٹھے میں نے سوچا۔ ہوا۔ آرام کی عادت چڑھ گئی ہے۔“

”اسنے سال آرام نہیں ملا اس لئے ایک ساتھ وصول کر رہا ہوں۔“ جنت جواب دیتا۔  
چائے آنے تک وہ سو جائے گا نہیں، وہ اسی آنکھن میں تھا کہ اسی لئے کرے کی کفر کی میں کوئی  
بہ نظر آیا جسے کوئی ادھ کل کی کفر کی سے اندر دیکھ رہا ہو.....  
”کون سے؟۔۔۔؟ جنت نے کہا۔“

جواب میں علی گڑھی کے اسٹیشن تک کی نال آس کی جانب منہ کر کے نظر آئی..... وہ گھبرا گیا۔ اس نے چارپائی کے کوونے کے لئے سوچا اسی لمحے آواز آئی۔ ”خبردار، چکا، اڑا جا اس کی کوکشل ماکھڑے۔“ گت کا جم لڑ گیا۔ اسے اب خیال آیا کہ اس نے اپنی گمن کرتار کو دے دی تھی انگریز اسٹریچر کے چوکھا تھا۔

”کون..... رام سنگھ؟“ وہت مگر کے ہوا۔  
 ”نہیں..... پورن سنگھ۔“ خاکی وردی میں بلوئس چف نے کھڑکی سے اندر دھاڑا۔ ”دعا“

”میرزا صاحب! آ کر گرفتار کرو۔ انتظار کس بات کا ہے؟“

چہرہ نہ تھکے کو حیرت ہوئی۔ اُس نے سوچا تھا چھٹنا ہوا جنگا بھر جائے گا۔ فرار کی کوشش کرے گا۔ ہتھکڑیاں لگا دیں گی۔ اس کی بجائے وہ اُسے اس طرح خوش اخلاقی سے اندر بلارہا تھا جیسے وہ اس کا بہن ہو۔ ”جنگا تم کسی حال بازی کی کوشش نہیں کرو گے۔“ اُس نے پھر اُسے خبردار کر دیا۔ ”ورنہ“

”وہ انتظار کر رہا ہے مجھے بائیں آئین اور وہ تپا سٹھ کر اپنی ماں سے الگ کر دے۔  
ہوتے ہوئے اور بھی ہمت بائیں ہوئیں۔ بخت اُسے چھوڑنے کی آغوش تک گیا۔  
”کسے؟“ پھر کب ملیں گے؟“ بخت نے دل ہی دل میں سوچا۔ ہوشیار نگر سے ڈور ہوا تو  
کئی آنکھیں جھجک گئیں۔“

مارچ مقرر کرنا پر عمل آگیا..... چندان کوشش سے جگت نے کمر خط لکھایا۔

جیسا کہ کوئٹہ کی دیر تھی۔ ایک رات تقریباً نو بجے دروازے پر دستک ہوئی۔ جگت چلے

”کون ہو گا؟“ اس نے بستر کے پیچھے سے سن لگا لی۔ چنچن! ام اندر وائے مرنے چلی جاؤ۔“ یہ اشارہ کر کے اس نے آواز بدل کر پوچھا۔ ”کون ہے؟“

پھر مجی وہ گن قہاے ہوئے تھا۔ ”گرتارائیں اس وقت؟ اس طرح انچاک۔۔۔“  
 ”خاص کام سے آیا ہوں۔ دو بجت کی گن پر نکل کر کھڑے ہو لانا۔ کچھ پہلے ہاتھی اچھا کچھ کھا۔  
 دو! آج ہی تیرے دو۔ مجھے داد کاٹی ہے جانی ہے۔ جوت کو سامنے لے کر آئے۔ جن کو چوٹی۔  
 بھی اس نے چھوئے۔“ شرد کوئی تعصبات نہ جانتی ہے۔ نہیں تو کرتا اس طرح انچاک نہ آتا۔ اس  
 سوچا کیا ہوشیار فرار ہوتے ہوئے بچھا گیا؟ کچھ حاضر تھا چور کن نے کھانے کو دیا۔ کھا  
 ہوئے کرتارائیں گئے۔

”ہوشیار بحفاظت پہنچ گیا۔ اس کی خبر کلکتہ سے آگئی ہے۔“  
 ”کرتار! یہ خبر دینے کے لئے یہاں تک تم نے پریشانی اٹھائی۔“ جگت کو اب بھی بے  
 حس و حرکت رکھنے سے جتنا سکھ نے کچھ بڑبڑا کر دی ہو۔

”نہیں جگا! میں اپنے کام سے آیا ہوں۔“ اس نے جواب دیا۔ ”ہماری زمین کا ایک ٹکڑا  
 جھڑا رہ گیا ہے۔ میں اسے نکل کرنے کی دھمکی دے کر آیا ہوں۔ اس لئے تمہیں ساتھ لے

ہے۔ "تمکنت ہنا مگر چندن کور کا چہرہ پیکا پڑ گیا۔" "بھائی! ایک دن کے لئے بھائی کو ملے جاؤ۔ اُس نے ویسے تو بڑے مذاق لکھ میں کہا مگر چندن کور اُداس رہی۔



لہذا کو اور کوئی خیال نہ آیا کہ دھندلا کرنے والا چٹا گھر میں کیوں پڑا ہے؟ دس پندرہ ہزار کی بجائے گھر میں دس چھوڑ دوئے کیوں نہیں ہیں؟ دوسرے کے جوش میں جوان بیٹے سے لپٹ گئی۔  
 ”اب میں دھندلا دھندلا سے شادی کروں گی اپنے بیٹے کی۔ سونے کے قدموں والی بہو گھر میں رہے گی۔“

”نہیں۔۔۔ اس گھر میں نہیں۔ ایسی جگہ کھولی میں نہیں مان۔“ چنانچہ جس خواب کو اسے دن بھر اس میں پال رہا تھا، اُسے کہنے لگا۔ ”ہمارے اپنے مکان میں بہو کے قدم آئیں گے۔“ بیٹے نے اتفاقاً دھندلا دھندلا کو بخت نظر آنے لگی۔ اُس نے محسوس کیا کہ ایتنا بڑا سکھ وہ برداشت نہیں کر سکے گا۔

”جیلا آج تیرا باب ہو جاتا۔“ اس کی آنکھیں پٹنے لگیں۔  
 ”پاپو تو جوتے۔“ بیٹے نے ماہ کی آہ کے مقابلے میں بھی آہ کھینی۔ ”میرے پاپو جوتے تو وہ لہجہ اس گھر میں داخل نہ ہوتا۔“ یہ سن کر ماں دو قدم پیچھے ہٹ گئی۔ بیٹے کی آنکھیں نفرت سے لہریں تھیں۔ ”ماں! اتنے غصے میں سے میرا کیا ہے۔ اب تمہیں دونوں میں سے ایک کے ہاتھ فیصلہ کرنا پڑے گا۔“

نالی بیٹے کی نظریں گھر میں دونوں اس بات سے لالچ تھے کہ چنانچہ روزانے کے پیچھے چھپ کر ابھرتا تھا۔ چنانچہ اُسے سخت کہا تو اُس نے دانت چبائے۔ اس کا جہیز آؤ تو دینے کے لئے دل میں ہونے لگی۔ مگر یہ مہرت کے ہاتھ میں جیتے ہوئے سونے کے آئے خاموش رکھا۔  
 ”جوتے کا کارخانہ جانا ضروری تھا۔“ چنانچہ اُس نے بڑی دھڑکی سے کہنا سنایا۔ ”نہیں۔“  
 ”ماں! اس کی مدد کے پیچھے مطلب تھا۔ وہ تمہارے حسن کا بھوکا تھا۔ تمہاری جوانی کا لالچ تھا۔“

”چاہا۔“ اس چیخ اٹھی۔ مگر چنانچہ اس کی پروا نہیں کی۔  
 ”آج مجھے بول بیٹے، ماں اس میں نے کتنی رازیں کر دتیں کہ کڑا دتی ہیں۔ پتا کچھ جس لمحے ہوئی ہے تو تم کو کچھ کہتا ہے، دوسرے لوگوں کے سامنے میرے مرحوم باپ کا خالق ہے، مجھے وہ دھم آج تمہیں دکھانے ہیں۔“ ماں سر جھکا کر دیتی رہی، کپکپاتی رہی۔ ہاتھ کی لہجہ بڑھ رہی۔ جذبات میں اور بیٹے سے ترچا، ماں کی متاثر ہوا پتا کچھ سے نفرت کے درمیان اختلاف۔ کہنے بیٹا ہوں تو آج سب کچھ کہ دوں اس جذبے سے وہ بلند آواز میں بولا۔ ”اور سن! آج وہ کچھ کہ گیا۔ اُس نے اُن کے سر کو انٹھا۔“ وہ آنسو بھری نظروں سے بیٹے کا ہاتھ چھو دیکھنے لگی۔ ”یہ سنا کئی کئی نہیں فیصلہ کرنا ہے کہ دوسرے شوہر کو ساتھ رکھنا ہے یا اگلے بیٹے کو۔“

”ابھی مجھے کسی نے آئی رکھ دی وہ وہ اور کڑوں بیٹھی بلک کر روئے گی۔ اُس کے ہاتھ سے من پر گر گیا۔ چنانچہ وہ دڑ کر سوتا اٹھا، پھر جیکٹ کی جیب میں ڈال کر وہ باہر چلا گیا۔ پتا لاؤقت وہ روت رہا تھا۔ چاندور چلا گیا تو وہ غصہ ہاتھ نظروں سے نکلنے پھلتا ہوا گر آیا۔

”ارے ماں! اب زندگی بھر مزدوری نہیں کرنی پڑے گی، اتنا کمال کیا ہے میرے بیٹے نے۔ ساری دُور دُور اتنا زور دیا اور سونا چھپایا ہے۔ بس مال فروخت کر دوں اس کی دیر ہے۔“  
 گھر میں دس چھوڑ دوئے کے زبانی نہیں مل رہی تھی۔ اُسے اپنے سامنے دوڑاؤ کی آگ گھورتی دکھائی دیتی۔ ”نو! کیا! بیٹے کی طرح یک نہ دینا۔ میری اجازت کے بغیر مال کو با لگانا۔ تیری وجہ سے کچھ ہوا تو۔“ چچا کی آنکھیں سرخ ہو جاتی تھیں۔ چاندول کی بات مار نہیں کہہ سکتا تھا۔ مگر آج اس کا دام گھوم گیا۔ شفا ٹوٹ گیا۔  
 ”بھولانے کی بڑی قضا ہے ماں۔۔۔؟“

”بھولانے کے ارمان کسی ماں کو نہیں ہوتے چنا۔“ اُس نے سوجا بیٹا کچھ پھیلے لگا۔ اسے اور جس میں لانا چاہیے۔ ”ابھی دو دن پہلے اپنی ساری کی ایک لڑکی دیکھی ہے۔ میرا لیا اُس نے۔“ پھر آواز بھر کر بولی۔ ”مگر ہائے رے۔۔۔ ہمارے نصیب میں ایسی بہو کہاں؟“  
 ”کیوں ماں! نصیب میں کیا برائی ہے؟“ لڑکی کی تعریف سن کر چنا پھلنے لگا۔ ”چنا“  
 رشہ کر آؤ۔“ ماں اسے فحش لپٹا کر واقعی بیک رہا ہے۔

”جیلا! یہاں اس طرح مفت میں نہیں آتی۔ زہرات چڑھانے پڑتے ہیں۔ اور بیٹی کا پ۔ دھندے بغیر کسی لڑکی کی کیسے ہو سکتا ہے؟“  
 ”کتنے زہرات چاہئیں ماں؟“ چنا گنگھ کی آواز میں فرور جھٹک رہا تھا۔ ”لڑکی کے باپ بھی دیکھے کیوں نہیں ہوں گے، ہمارے زہرات چڑھانے کے۔“

”ہائے ہائے۔۔۔“ ماں نے سر پٹ لیا۔ ”ارے حقہ کچھ ہو گیا ہے۔“ پھر آواز بھر کر انہماک میں اُس کے سر پر ہاتھ پھرنے لگی۔ پھر چنانچہ جیکٹ کی جیب سے ایک چکر لٹال کر پھیل کر رہ گئی تو اُسے فحش ہوا کہ خود اس کا جسم گرم ہو گیا ہے۔ چلی چلتی ہوئی چیز دیکھ کر آنکھیں پھیل گئیں۔ ”یہ کیا۔۔۔؟“

”یہ سوتا ہے۔“ وہ زیادہ بچہ نہ نکلی۔ اب بھی نظر مانتے کو اٹھا کر رہی تھی۔  
 ”دیکھ کر۔۔۔“  
 ”کہاں سے چوری کی۔۔۔؟“ وہ زیادہ بچہ نہ نکلی۔ اب بھی نظر مانتے کو اٹھا کر رہی تھی۔  
 ”یہ ہمارا ہوا۔“

”ابا!۔۔۔“ چنانچہ تھہر گیا جیسے وہ اس لئے لڑکے سے مر دین چکا تھا۔ ”ماں! ابھی تو۔۔۔“  
 ”اتہا۔۔۔“ ماں جس سونے کو بھی لڑکے کے چہرے کو دیکھنے لگی۔  
 ”چنا! تم مجھ سے سیدھی بات کرو! امیر دول کا پ رہا ہے۔ میں یہ سید زہرا دانت نہیں کر پڑی! آفت آئی تو میں کیا کروں گی؟“ ماں کا چہرہ بے لگ لگا۔ وہ کپکپاتی، ہانپتی بیٹے سے تر

تب چنا گھر گیا۔ اُس نے نصف بات کہہ کر مصیبت مول لے لی تھی۔  
 ”ماں! اسکی سے کہنا نہیں۔ یہ موت کی کمانی ہے۔ فیروز دوست جگت کچھ بچا ہے۔ اُس نے ل کر باغیر میں دھندلا کیا اور پہلے دھماکے میں لپٹ گیا۔ میرے سامنے میں چھوڑ دیا۔  
 ”ماں کو اب سکون ہوا۔ سونے کا کس اُسے پیارا لگا۔ بیٹے کے نصیب نے فور کیا۔



تھانے لے جاؤ؟" ماں پر جیسے نکلی گئی۔ وہ ہاتھ جوڑ کر میراں میں آگئی۔

"صاحب! یہ بے صورت ہے۔ اس نے بھی چوری نہیں کی۔ آپ کو کسی نے غلط شک دلایا۔" ماں کے آنسوؤں کی پرواہ نہ کرنے کی اسے اسے عادت پڑ چکی تھی۔

"بھری رہو، بھی کوئی اس کی جیب میں رکھ گیا ہے۔"

"صاحب! تم اس کی بجائے مجھے تھانے لے چلو!" پتا سمجھنے سے ارادکاری جاری رکھی۔

کوئی جرم ہو تو میں اپنے سر لینے کو تیار ہوں۔ میں اس کے باپ کی جگہ ہوں۔"

"نہیں!....." چاچا چٹا۔ میرے باپ کی جگہ دوسرے کی کوئی نہیں لے گی۔" اس کی آنکھوں

شعلہ نکلنے لگی۔ "صاحب! میں بے قصور ہوں۔"

"اس کا پولیس تھانے پر پتہ چلے گا۔" پورن سمجھنے سے اس کا بازو دھام کر آگے کیا۔ روٹی ہر

ہوئی ماں کو پٹانے تھا۔ سب رکھا۔

"چم جیت! میں حیر سے بچے کو جکھ نہیں ہونے دوں گا۔ اس کے لئے میں جان دے دوں

"ارے میرا صلیب اڑاؤ۔" دونوں ہاتھوں سے منہ چپا کر پر جیت بڑی ہوئی۔" اگر

باپ کا ڈھرا ہوتا۔ اب اگر لڑکے کو کچھ ہو گیا تو میں برداشت نہیں کر سکتی گی۔"

"کچھ نہیں ہوتا۔" پتا سمجھنے سے اس کی پشت پر ہاتھ پھیرا۔" یہ کہہ کر تم میری صحت تو دوسری

میں اس کا باپ نہیں ہوں۔ میں اس کے باپ سے زیادہ ہوں۔"

پر جیت اور بھر کر دل ہی دل میں بڑی ہوئی۔ "اس وقت آئے گئے باپ کی ضرورت۔"

جساری نہیں۔" پہلی بار اس صورت کے ذہن میں اس شک سے سہا ہمارا کہ چتا کی گرفتاری میر

فصل کا ہاتھ تو نہیں؟

پورن سمجھنے سے چتا کی گرفتاری پر شدید ہو گئی تھی۔ اس سے جگا کے حقیقی اطلاع فراہم ہونا

پہلے اگر کوئی غلط شخص اس کی بوچھا تو چکا کی گرفتاری تاہم ہو جاتی۔ اس نے چتا کو پہلا

کئی ترکیبیں آزمائیں لیکن اسے کامیابی نہیں ہوئی۔ چتا کو پولیس سے زیادہ جگا کا ڈھرا تھا۔

ہاتھوں لگا کر لٹکا کر دھار دیتے اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ اگر وہ پولیس چوکی سے ڈھرا

جاتا تو بھی چکا کی مداخلت اس کا یقیناً خراب کرتی۔ چکا اکیلا نہیں ہے اس کے ساتھیوں میں۔

اُسے شرت کر دے گا۔"

"چتا سمجھ! تمہاری داشتہ کا بیٹا جس قدر اندازہ تھا اس قدر بھلا نہیں ہے۔" پورن سمجھنے سے

ہوئے سمجھ میں کہا۔ "میں کہتا ہوں اس پر غرور ڈگری آزمائی جا رہی ہے۔"

"نہیں صاحب! اُسے کچھ ہو گیا تو اس کی ماں پاگل ہو جائے گی اور میری ترکیب بیکار

گی۔" پتا نے عاجزی سے کہا۔ اس کے پاس سے اطلاع حاصل کرنا میرا کام ہے۔ آپ سمجھ

دیں۔"

پورن سمجھ کو پیش آنے پر مضطرب کر دیا۔ ہم سے تم زیادہ چالاک ہو یہ کہا جا چے ہو بھوقف

نے کہنا چاہا کہ اسی شخص سے کام لینا تھا اس لئے اجازت دے دی۔ "دونوں دے دے دے"

"میں اس پر غرور ڈگری آزمائی پڑے گی۔"

سمجھنا سمجھ کے دونوں بھی ضائع نہیں ہوئے۔ اس نے چتا کی ماں کے ذریعے چتا سے جگا کے

سمجھنا حاصل کر لیا اور پورن سمجھنے سے ایک خرید کوٹ بچ کر جگا کے مکان کو گھیر لیا۔

جگت کو امر تر لے جاتے ہوئے راستے میں پورن سمجھنے سے دو تین بار یہ جاننے کی کوشش کی

تھی۔ "چکا! اب بھی میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تم فریخ کیوں تھے؟"

"غصہ کی الجھاری ہے۔" جگت نے سکرا کر کہا۔ "تمہارے غصہ نے ساتھ دیا اس لئے

میرا غصہ نہیں لیا۔" راستے بھر جگت کے ذہن میں طرح طرح کے خیالات اُٹھتے رہے تھے۔

گرتا رازات میں لے گیا اس جگہ پولیس کیسے پک پڑی؟ پھر ذہن میں جگت سے سہا ہمارا۔ "کیا

گرتا ہوا ہے؟" گھر اس کی زور سے جی کر کہا۔ "یہ غلط ہے۔" اس نے ذہن نشے اس

جگت کو جگت دیا۔ کرتا راز کی ایسا نہیں کر سکتا۔ ہاتھ پیر پیروں سے لہ گئے، پھر بھی ذہن میں

اس کی جگہ پک پڑا کر جگا کر کسی کی ترکیب سے میں بے خوف بنا؟ پھر پھنگی والا ہاتھ جگتے ہوئے

اس نے مجھے آغوش کیا۔ جس نے خدا کی ہے میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گی۔" گھر دوسرے

لپٹے جیسے سمجھنے سے اس کے اعادے سے جواب دیا کہ اب تم خودی کہاں زندہ رہو گے؟ سمجھنا کہ

رنگی کسم ہو گی۔!"

آسمان پر چاند چمک رہا تھا گھر چن کو کے دل کے آسمان پر اندھا چمچا ہوا تھا۔ جگت

چوڑی نہیں کر پولیس چیف کے ساتھ رخصت ہوا تھا تو اس نے اپنے دل پر کا پڑ رکھا تھا۔ جگت نے

ارادہ کیا کہ پولیس سے اصل ہوا تھا، چن بلک بلک کر رونے لگی تھی۔ پورن سمجھنے سے موت کا فرشتہ

گرتا چن انجی طرح جاتی تھی کہ جگت کو اس کے جرم کی کیا سزا ملے گی؟ وہ مقرر اس کی

اپنی میں محرم رہا تھا جب پورن سمجھنے سے جگت کے دونوں بازوؤں پر دھن باندھی تھی۔ دھن کا وہ

گرتا نہیں کے بازوؤں پر سے سر کو اڑا اس کی گردن تک جک سکا تھا۔ چن کا دل گھبرا نے لگا۔

دل سے دیکھے ہوئے سمجھنے سے اپنے آسے صرف پہنے کی نظر آئے جو بھر کے بعد آنکھوں سے

پلٹ کر دیکھے۔ وہ بڑی ہوئی تھی۔

دل کو دھونے کے لئے نہیں دینا میں اور کوئی نہ ملا لیکن اسے بھر کو دھونے کے لئے ہاتھ

ماتے ہو اور فوراً ہاتھ پیچ لیتے ہو۔ ڈھکی بڑا دل آہوں کے بدلے سمجھ کا ایک سانس دیتے ہو۔

ماتا کیا انصاف ہے بھگوان؟"

دل بہت زیادہ گھبرا نے لگا۔ آنکھیاں آنے لگیں۔ پھر اٹھی ہو گئی۔ جب اسے خیال آیا کہ اس

ایہ میں دوسری زندگی میں جہنم لے دی ہے۔

"اُسے میں تکلیف دے دی ہو گی۔ جگت کی ایک ہی تو نشانی ہے، کیا وہ اسے بھی نہ سنہنیاں

گی؟ فواد سے پہلے کہ اس کی زندگی ضائع ہو گئی تو میرے پاس زندہ رہنے کا کیا سہارا ہو گا؟ اس

شاہر نے مضطرب دل اور ہاتھ پکڑے گا۔" گھر زیادہ دیر برداشت نہ کر سکی۔ گھٹنے دھتے ہوئے

نے کہ ساتھ بڑا رہے ہوئے کلات آئے یاد آ جاتے اور وہ بے قرار ہو جاتی۔

پہلے کو رہا اس کی حالت دیکھ کر گھبرا گئی۔ جگت کی گرفتاری کی خبر نے کرتارا کا یہ حال کر دیا یہ دیکھ کر اُسے اپنی ٹھٹھی کا احساس ہوا۔ ”بھابی! کرتارا نے کن چنڈن کو دیتے ہوئے کہا۔“ آپ نے جگت دوست پر ایسا اہرام لگایا؟“ اُس کی آنکھیں پٹپٹ گئیں۔ ”آپ اس کا بدلہ لے لیں! اس میں اتنے مجھے شوق کریں۔ اس سے آپ کا ڈکھ کم ہو جائے گا۔“

چنڈن کو دیکھتا نہ تھی، اس نے یہ کیا کر دیا؟ ”کرتارا بھائی! تمہارے دوست کی گرفتاری نے مجھے اپنی عیادت پر۔“ سچ سے میں اپنی ذات سے بھگوان سے اور اپنا تم سے لڑ رہی ہوں۔ اگر وہ جگت کر سکیں گھر لے کر آئے۔“ اب یاد آیا کہ تم صرف کن لینے نہیں آتے، آئیں لے لیتے کے لئے آئے تھے۔ میں نے انھیں روک رکھا، میری وجہ سے یہ سب کچھ ہوا۔“ یہ کہہ کر چنڈن دل سے سرکرائی گئی۔

”بھابی! بھابی!“ کرتارا نے اُس کے شانے تھام لئے۔ ”یہ کیا کر رہی ہو؟ جگت جیسے پھڑکی پھڑکی ایسی کر رہی ہیں۔“ پھر شانے پر سے ہاتھ ہٹا کر ٹھیکے ہوئے لیے میں بولا۔ ”تم اتنی دینے والی ہو اس کا خیال رکھو بھابی!“

”کھٹے کیا کرنا چاہتے؟ یہ میری کچھ میں نہیں آتا۔“ چنڈن کو آڑھٹک کر کہنے لگی۔ ”اپ اپنے کچھ کھانسیں دیکھ کر کئے کیے خیال۔“

”یہ خیال اپنے دھن سے بھگت وہ بھابی!“ کرتارا نے بڑبڑھتی لہجے میں کہا۔ ”پولیس کے اہلکار اپنے سے کام ختم نہیں ہو جاتا۔ جگت کے جرائم عابت کرنا کی نصن ہوگا۔ ہم اس کے لئے ایک لڑیں گے۔“

”آئی پڑائی میں، میں آپ سے اصرار آنے کے لئے کہتا ہوں گی۔“ چنڈن کو رے دروازہ کھولنے کے لئے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا تو کرتارا نے اُسے روک دیا۔

”نہیں بھابی! میں اصرار نہیں آ سکتا۔“

”میں نے تمہیں سچ کیا تھا۔ اب کس سے تمہارا ہسپتال کروں؟“

”نہیں۔۔۔ یہ بات نہیں۔“ کرتارا اب بالکل ہوشیار ہو گیا تھا۔ ”تم مکان میں تنہا ہو۔ اس میں اصرار نہیں آ سکتا۔“ کرتارا نے گمن کی پشت پر لٹکائی۔ ”میں اب سرگرداں جا رہا ہوں۔ لہجہ معلوم کرنا پڑے گا کہ جگت کے متعلق کس نے خبر لی؟“ اُس کی آنکھوں سے شعلے نکلنے دیکھ کر بھابی گئی۔

”جیسی تمہاری مرضی۔“ کرتارا نے دیکھا چنڈن کو کاچرہ پیکا پیکا چڑکا تھا۔ ایسی حالت میں ہکا بکے دہتا خُسرے سے خالی نہیں تھا۔

”بھابی! اگر دالوں کو گرفتاری کی خبر پہنچ جائے؟“ کرتارا نے پوچھا۔ چنڈن نے انکار میں سر نہ کرتا کو اب خیال آیا کہ جگت کی گرفتاری کی خبر کو پشیدہ رکھی گئی ہے ورنہ اُسے کیسے پتہ نہ چلتا؟

”مگر دالوں کو فیر کوٹ کے پتے سے متعلق بھی کچھ معلوم نہیں ہوگا؟“ کرتارا نے پوچھا۔ اُسے ناگے سے یہاں تھا رہنے سے لڑ رہی تھی۔

”باپ بننے کی خبر پا کر وہ کتنے خوش ہو گئے تھے؟ مجھے اُٹھا کر انہوں نے کس طرح ہاتھ سمٹایا اور پھر ڈاکہ نہ ڈالا کہ کچھ بھی دے دو۔ ایسا آخر اسے لگا کہ سب ٹھیک ہو جائے گا۔“

اجا کا اٹل فٹال پھٹ پڑا۔ ”مکان کی دیواریں جیسے اُس کی ذوق کو بار بار کھینچیں۔ گھبرا کھم کرنے کی غرض سے وہ دو چار بار کھینچی سے باہر چھٹائی کر کے دالوں کی گھوڑی ہوئی تھی۔ جیسے اُس کے دل میں آہ جا رہی اور وہ کمر میں سر چپائی۔ وہ چہرہ اور دات چہلا جلا۔“

آخر کئی ایک نہیں ہوئی۔ اُس نے پیٹ میں ہاتھی کی زندگی کے لئے کچھ نہیں ڈالنے کے لئے پہلا کمر ہاتھ میں نہ لے کر باہر رات کو سونے کے لئے وہ کمر میں پہنچی وہی کمر صاف گزرتے تک جیکس فینڈ سے ٹوٹ رہی رہیں۔ سوچا ساس سر کے پاس پہنچ جاؤں۔ ساس کی کوئی رکھ کر خوب روڈوں تاکہ دل بٹکا ہو جائے۔ اس وقت اُسے کے کے چارہ بھرے ہاتھ کی آبرو دہی اُس کے ہیروں میں کھر سے باہر جانے کی قوت نہیں تھی۔ مگن سے چکر آئیں اور کر جائے اور میں پلے والا شیش کا چراغ بجھ جائے۔“

اسی لمحے دروازے پر دستک ہوئی۔ کون ڈھبے اعزاز میں دستک دے رہا تھا۔

”کون ہوگا مگن سے دی؟ اُسے۔۔۔ پولیس کے قبضے سے فرار ہو کر۔“ اُس نے سوچا۔

چنڈن کھڑی ہوئی اور لائین ہاتھ میں لے کر برآمدے میں آگئی۔ کوئی بغیر بولے صرف دے رہا تھا۔ صاف سوکھائی تھا اس سے بڑی شکل سے پوچھا۔ ”کون ہے؟“

”جواب میں کمر کی پریشان بار کھولی۔ وہ آہستہ سے آگے بڑھی۔ ”مگن سے قریب، بولی۔“ کھول رہی ہوں۔“ زنجیر کھلی۔ آنے والے دروازے کو زور سے دھکا دیا۔

”اتنی دیر؟“ آواز جانی پہچانی تھی۔ ”ارے بھابی! آپ نے تکلیف کی۔“ کرتارا یہ کچھ اندازے کے لئے قدم اُٹھا رہا تھا۔ چنڈن کے چہرے پر ناراضگی دکھائی دی۔

”بہت تکلیف دے گئے۔ اب کیا لیتے آئے ہو؟“

کرتارا بولا گیا۔ ”بھابی! ابے وقت غل ڈالا اسے اتنی ناراض ہو رہی ہیں؟“ پھر چہرے کے چہرے کو دیکھ کر بولا۔ ”آپ تو مجھ پر فرخندہ ناراض ہو رہی ہیں۔“ پھر اُس نے پشت پر گمن آٹارتے ہوئے کہا۔ ”میں کچھ لینے نہیں، بلکہ دینے آیا ہوں۔“ پھر جی چنڈن نے نہ دروازہ کھولا نہ بائیں راستے سے نکلی۔

”اب اس کی ضرورت نہیں رہی۔“ یہ کہہ کر وہ زور سے دروازہ بند کرنے جا رہی تھی کہ گم نے دروازہ آٹا۔ ”دیکھیے ہٹ گئی۔“ مگن بھی ہوں تو اس مکان میں قدم نہیں رکھو گے۔“

کرتارا کو یہ الفاظ سخت محسوس ہوئے۔ مگن سے وہ دلوت جا کر اُسے شک ہو۔ ضرور کوئی ہوگی ہے۔ جگت کو گمن ہر کردار کی ضرورت تھی۔ ”بھابی! میں یہیں کھڑا ہوں۔ اب جگت کو جانا ایک نظر بولے بغیر کون لٹا کر چلا جاؤں گا۔“

اب چنڈن کا چہرہ نرم ہو گیا۔ پھر کئی ناراضی نہ ہوئی۔ ”تم کیوں ایمان بننے کی ادا کا رہے ہو؟ کل رات کرکں گئے، مگن پولیس بھیج دی۔ اب ہمارا دیکھتے آئے ہو؟“

”بھابی!“ کرتارا پانچ اُٹھا۔ اُس کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ تنھے پھول گئے۔ دوسرا پارلور نے





”جکت کی کیا خبر لائے ہو بھائی؟“ اب کرتارا گھبرا گیا۔ ماں سے کب تک چھپا جائے گا؟  
فرحیات کہنے کے لئے زبان تھک چکی تھی وہ بھی۔ سوہن نگہ اس کی آنکھیں سمجھ گئے اس کے  
ہاتھان میں ہوئے۔

”تم تمہارا آدم کے دوڑا پھر زمیناں سے باتیں کریں گے۔“

”ماں! بی بی کے لئے اندر سے جانی ہوئی یولیس۔“ بھئی بات ہے۔ میں سوہے معلوم کروں  
لی۔ خوشی سے ماں جی کے قدم زمین پر نہیں چڑھے تھے۔

”جب خدا آیا اس وقت تمہارے سر بازار گئے ہوئے تھے۔ آکر بڑا حوا کی خوشخبری لانے  
اے ڈاکے کی خوشخبری لانے کے لئے آئے تھے۔ پھر مٹی میں سے کیا نکلیا؟ خبر ہے چندن؟ ان سے  
نہ کیا۔ آپ تو راز ڈاک خانے سے جانی اور سو راز پھیل دئے آئیں۔“ انہیں کیا معلوم تھا کہ  
چاکلی ایک لفظ ہے دل پر دم کا ربا تھا۔ ”اور تمہارے سر تو مجھے ٹھنڈے دینے رہے کہ میں  
پتے چنے والی ہوں اس لئے سرست سے اگلے ہو جاؤں گی۔ ان مردوں کو مہر و عرواں کا خیال کیسے  
آتا ہے؟ یہ سائلوں جو دگر میں آتا پانچوڑے گا۔ کھوسنا سونا ہوتا تھا۔ ارے ذمہ سولی ہوگی  
لیا۔ کھلی ہوگی۔“ پھر چندن کو خاموشی کا تجربہ ہو گیا۔ ”صرف ہوں یا کہنے سے کام نہیں  
لے گا۔ کیا چپ ہوئے کی قسم کھاؤں؟“ پھر چندن کو چندن کا تجربہ دے دیا۔ ”بھلی بار ہے لہذا  
مڑا رہی ہوگی۔ مگر مجھ سے شرمناک کیا؟ تمہاری ماں کی جگہ ہوں۔“

”شام تک چندن اپنے دل پر جرحے رہی۔ مگر جب ماں نے ملٹائی تقسیم کرنے کی بات کی تو  
ان کی آنکھیں جپے لگیں۔ کرتارا تو کھانے کھونے کے بھانے کنویں پر چلا گیا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا  
بھائی کی ایک بات چھپائی گی؟ آخر انہیں سب کچھ بتانا ہی پڑے گا۔“

”بھیا! اتنا درد کسی بات پر آ رہا ہے؟“ ماں کی کو اپنے دل میں خوف سا محسوس ہوا۔ ”تم مجھ  
کو کچھ چھپا رہی ہو؟ تمہیں میرے بیٹے کی قسم ہے اگر نہ بتاؤ۔“ کنارے کے بندوڑ کو روکا کا  
اب سب طرح سبب سمجھ گئے اس طرح چندن کے آنسو اٹھنے لگے۔ سکیاں، آہیں، آنسو۔ ماں  
کا دل جیسے کھنکھاتا رہا۔ ”سوہن نگہ! اتنا درد؟“

”کیا ہوا؟“ ماں جی چندن کی پشت پر ہاتھ پھیرتی ہوئی یولیس۔ ”بتاؤ تو کبھی کیا ہوا ہے؟  
جس سے جھگڑا کر کے تمہیں آئیں؟“ مگر چندن آنسو اور سکیاں ڈوک نہ گئی۔ وہ کچھ نہیں کہہ  
ا۔ سوہن نگہ نے مگر متناہی لے لی تھی۔

”کچھ بھلا ہوا ہے۔ دل بیڑے سے ہیں۔“

”یہ کچھ نہیں بتا سکی گی۔ میں بتاتا ہوں۔“ یہ سن کر دونوں چرکے۔ کرتارا کھلے ہوئے ہیکے۔

ن پر ہاتھ پھیرتا ہوا سامنے کھڑا تھا۔ بھلی بار دونوں نے اس کے چہرے پر ردوبد کی جھلک دیکھی۔

”انت کر قرار ہو گیا ہے۔“ کئی بار دل میں توں پر لیا ہوا جملہ اس کی زبان سے نکل گیا۔

”مگر وہی آنکھیں جھلک رہی۔ وہ دونوں ہاتھ کالوں پر رکھ کر کہیں۔“ ”تمہیں نہیں۔“ پھر منہ  
گردنی ہوئی چندن نے لپٹ لیں۔ ”ہاتے رہے کی قسم!“

سوہن نگہ ساں بھوکھو گھبرا کر ہار آگئے۔ آنکھیں کھیلنے سے بات سنی تھی۔ گرفتار ہونے

”فریڈ کوٹ جاؤں گا تو سب کا تو سب کر انہوں نے اپنے دل کو بھلیا۔  
مگر انہیں فریڈ کوٹ جانے کی ضرورت نہیں آئی۔ کجیت کے قریب کھڑے ہوئے رز  
سے چندن کو آواز دے دیکھا تو ماں جی نہیں۔“ ارے وہ نہیں۔۔۔ مہم مہم ہوئی ہے۔“

دوہرہ سونے کے بھانے دارا بننے کے خیال کو دیکھنے سے بھلائے ہوئے سوہن نگہ لپٹے ہو  
تھے۔ وہ پھرتی ہے چنڈے گئے۔ ”بھو آ رہی ہے؟ یہ مانگن ہے۔“ دونوں پہلو پہ پہلو کھڑے ا  
چندن کو کجیت میں داخل ہوتے دیکھنے لگے۔ ”اس کے ساتھ کھن جو ان ہے؟“ وہ بڑا بڑے۔

”تمہارے بیٹے کا کوئی سامی ہوگا۔ چھوڑنے آیا ہوگا۔“ ماں جی جواب میں بڑبڑائی۔  
دونوں ایک ساتھ سوچنے لگے۔ ”بہ جلدی کیوں آئی ہوگی؟“

”ارے ارے۔۔۔ سبیل کر چنڈا! کچھ میں غلا پڑ گیا تو۔۔۔“ یہ کہتی ہوئی ماں جی بڑے  
اعزاز میں یولیس۔ وہ دوڑا کرتے ہوئے دیکھ کر چندن کو دو باتوں کا یقین ہو گیا۔ خوشخبری کا خاٹل  
ہے اور گرفتاری کی خبر سے وہ لطم ہیں۔ بھگوان نے اسے کیسے سخت امتحان میں ڈالا تھا۔

”کرتارا جی! آتا ہے پھر دوکھا۔“ انہیں گرفتاری والی بات نہیں بتائی۔ چندن نے جلدی  
اپنے چہرے پر حسرت کا اثر پڑا کر لیا۔ ساس کو نصف راتے میں لیں۔ چندن جرحہ  
لے چکی تھی ساس نے اسے جھٹکے نہیں۔

”اب تمہیں اتنا جھٹکنا نہیں چاہیے بھیا! پہلی بار کا ہے اس لئے تمہیں پینچ چلا۔“ یہ کہ  
اس کی بیاں لیں۔ پھر بازو تھام کر کھانے کے سبیل کرانے لے جانے لگیں۔ ماں جی کو پیچھے آ  
ہوئے کرتارا سے اب احتیاط لفظ کہنے پڑا گئے۔

”آئیے بھائی! راتے میں تکلیف تو نہیں ہوئی؟“

”تمہیں ماں جی۔۔۔ بھائی کو ڈرا سی تکلیف نہیں ہوئی۔“ کرتارا ماں جی کی مگر کچھ بھیا۔  
خوش مزاجی سے بات کر رہا تھا۔ مگر دل درد رہا تھا۔ کرتارا سوچ رہا تھا کہ ماں جی نے گرفتاری کو  
کی تو مسرت کی بجائے کیا دل ٹوٹ آگئے؟ سوہن نگہ نے کرتارا کو پاؤں پائی پر بٹھا کر کہ  
کی جلد بازی نہ دکھائے کہ انہوں نے دل میں فیصلہ کر لیا تھا۔ حالانکہ بیٹے کی خبر معلوم کرنے

لے ان کا دل ٹوٹ رہا تھا۔

چندن اندر جا کر کھانے کے دولٹے پھر رہی تھی، اب ماں جی نے اسے روکا۔ ”نہیں۔ تمہیں  
دوڑو سوچ نہیں کرنی چاہئے۔“ ماس کے لاڑ سے چندن کا دل بھرا گیا۔

”میں جانتی ہوں ان دونوں میں عرواں کو تو زیادہ کا نہیں کتنا چاہئے۔“

ماں جی نے اس سے پانی کے لئے چمین لئے۔ ”کچھ آرام کر لو سفر کی محنت ہوئی ہوگی  
پھر کرتارا کو پانی دیتے ہوئے پوچھا۔ ”چندن کو پیچھے کی جگت نے بہت جلدی کی؟ اس کے  
مہورت دیکھ کر آنے والے تھے۔“ کرتارا آنکھیں میں چڑ گیا۔ کیا جواب دیتا؟ چندن کو بھگ  
کرتارا آنکھیں میں ہے۔ اس لئے وہ بولی۔

”عدالت ایسے ہی ہے جلدی آتا پڑا۔“ چندن کو کی حاضر جوابی نے کرتارا کو کچھ

دیا۔ مگر ماں جی یہ سن کر بھی خاموش نہیں ہوئیں۔



خوش کر دینے کی خواہش ہوئی مگر اس طرح پر غلم ہونے کا ثبوت مل جانے کی صورت میں کمزور ہو جانے کا ڈر بھی تھا۔ اس نے دھمکی کے ذریعے اسے کاغذ پر لکھا دیا۔

"تجھارے جیسے خالاق پر دم لکھنا بھی کمال ہے۔ تم نے مجھے ہو کر تمہارے اقتدار کے بغیر جسیں مجھ پر نہیں لگا سکوں گا؟" پھر ہاتھ کی نشان دہی کر بولا۔ "چنا کو سرکاری کواہ بنا کر اسے کام کرواؤں گا۔" چنا کا نام سر کی جگہ کے تین دن میں آگ لگ گئی۔ اس نے ہفت کا لئے۔ اس نے سوجا ہوا خوف غدار نکالا۔ مگر اس نے کچھ نہ بولنا مناسب سمجھا۔ مگر ہے پورن دھوکہ دے کر اس سے معلومات حاصل کرنا چاہتا ہو۔

شام بوقت کو جب آنا رہا تو اس کے سینے میں شدید درد ہو رہا تھا۔ وہ بے ہوش ہو گیا۔ پھر سگھنے نے جگت کی بغل پر ہاتھ رکھا، اسے لگے ہوئے۔ "اگر یہ ختم ہو گیا تو؟" وہ اس سے زبان سوچ گیا۔

"آؤ چنا!" پورن سگھنے کے کمرے میں چنا کو لایا گیا تو چیف نے ہنسنے کا آغاز کیا۔ "تم نے بتایا تھا سی لے چکا کرلا ہو گیا۔" چنا نے اظہار کر اس طرح ہلک کر پیچھے ہٹ گیا جیسے اس پاؤں سے ساب لیٹ گیا ہو۔ پورن سگھنے مسکرایا۔ "کیوں..... چونک گئے؟"

پھر اس نے دونوں پولیس والوں کو باہر چھوڑ دیا۔ اب دونوں کمرے میں اکیلے تھے۔ چیف سے چنا کو بیکر رہا تھا۔ چنا نے نظریں جھکا لیں۔ "دیکھو چنا تم جوان ہو، نادان ہو۔ تمہارے ساب ڈھکی بڑی ہوئی ہے، اسے تیل کی سلاخوں کے پیچھے ضائع کرنے سے بچھتانے کے علاوہ حاصل نہیں ہوگا۔" مگر چنا نے نظریں نہیں ہٹائیں۔ وہ اب بچھتا رہا تھا کیونکہ اسے دھوکہ دیا تھا۔ اب چیف کوئی درد اڑا دیا مگر اب اس سے اسے گھبراہٹ ہو رہی تھی۔

"بھروسہ ماں کے تم کو گوتے دیتے ہو۔ مجھے تم پر رحم آتا ہے۔ چنا کے ساتھ تم غلام راہ پر چلے گئے۔ عدالت کو پرہیز نہیں آئے گا۔" پھر چنا کا غنا شروع ہوئی۔ پورن سگھنے اب اسے بھروسہ کرنا سکا۔ "بھروسہ آج سے تمہارے جان بچاؤ چھوڑ دے گا۔" چنا کی گردن سگھنے سے اٹھ گئی۔ پورن سگھنے کی حرکت کو نہیں سمجھتا مگر اتنی امید ہوئی کہ اس پر اس کی بات کا اثر ضرور ہے۔ "جسٹیس جگا سے ڈرگ رہا ہے؟" پورن سگھنے نے پوچھا۔ جواب میں چنا نے نظریں جھکا کر پورن سگھنے پر ہاتھ مار کر تہقیر مار کر بھی دیا۔ "اب وہ نہیں چھپ سکتا کہ اسے کچھ ڈر ہو۔" پھر پھر اس کی بات کو بھروسہ کرنا چاہا۔ "پھر اس کا نام سر چنا کر لیا۔ پورن سگھنے نے دیکھ کر بڑے ہوش انداز میں برا بھلا سا ساتھ نہ دیا تو جسٹیس جگا کی پانے میں جگا کا ساتھ دینا چاہا۔ "پورن سگھنے نے بھروسہ نہ چل اٹھا کہ سفید کاغذ پر جگہ کی جگہ بنایا۔ "تم کو کھڑا کرنا ڈر ہے مگر پھر بھی نہیں ہوگا۔" پورن جواب کا خنجر تھا۔ یہ سوچ کر چنا چل کر تڑپا ہوا بولا۔

"مگر صاحب! مجھے سوچنے کے لئے وقت دینا۔" تجربہ کار چیف نے عموماً کیا نصف کام کیا۔ آدھی سوچنے کا وقت مانگے تو اس کا بھی مطلب ہوتا ہے کہ کچھ نرم ہوا ہے۔ "سوچنے کا وقت نہیں ڈوں گا۔ البتہ جیسے جو کچھ قبول کرنا ہے اسے یاد کرنے کا وقت دے

میں۔ صرف دو دن کے لئے۔" چنا کے ہونٹوں پر بھیکی سی مسکراہٹ دوڑ گئی۔ پورن سگھنے نے تالی بولے، دو پولیس والے اس کو چنا کو لے گئے۔ "اسے کوئی تکلف نہ ہو، یہ خیال رکھنا!" پورن چنا نے لے جاتے تھا۔ "پاس بچھانے کے لئے چنا کا انتظام بھی کر دینا۔ درمیان میں پہلے ہونے چاہئے پورن پولیس والوں کو خشک کر دینا۔"

"سارے کے حزمہ ہو گئے۔" ایک چابی بڑھایا۔ تھا ہونے کے بعد پورن سگھنے نے سرخ لال لے کر کاغذ پر حزمہ چھاپا۔ چابی کے پھندے میں ایک آدھی کی پھنسی ہوئی گردن بنائی۔ لال اس کے حزمے سے بچ گئے۔ وہ بڑھایا۔

"اب تمہاری موت کا راستہ صاف ہو گیا چنا!"

پولیس حالات کی تنگ کٹھڑی میں جگہ جگہ ڈھکی ہو گھوڑ رہا تھا۔ اس بڑھنے سے اس طرح آزاداں چاہئے؟ یہ خیالات اس کے ذہن میں گردش کر رہے تھے۔ اسے سخت غمگینی میں رکھا گیا تھا۔ اسے درخت سے اٹا لگا کر اس پر کئے گئے ظلم کی تکلیف آئے۔ ڈھکی ہو چلائی تھی۔ اب بھی جسم میں ہو رہا تھا۔ ساری رات اس نے کراہے ہوئے نگرانی کی۔ شب بے ہوش میں گامیاں بھی مٹکا رہا تھا۔ پھر بھی زمینان چنا کا اس کا خیال سے برا نہ کر گیا۔ پورن سگھنے اس کے ساتھیوں کے نام جانا چنا تھا۔ ڈھکی لال میں چنا ہوا ہے۔ اس کے حلقوں اٹھوٹا چنا تھا۔ مگر وہ مضبوط رہا اس نے بار بار یہی کہتا تھا۔ "میں کچھ نہیں کہوں گا۔ تم سے جو ہو کر لوں گا میرا دست برداشت کروں گا۔" صبح اسے عدالت میں پیش کرنا تھا۔ ثبوت جمع کرنے کے لئے پورن سگھنے نے اس دن کار بمیاط لایا۔ اسے یقین تھا کہ وہ جگا کو پھانسی گھر تک پہنچا دے گا۔ کیونکہ جگا اس کے ہاتھ میں تھپ رہا تھا۔

"چنا۔" جسے نے جگت نے دانت چیر لئے۔ آج عدالت میں دو جگت سے آنکھیں نہیں لگا تھا۔ "یہ خوف! ایچے بارے زیادہ جان پائی تھی۔ مگر تو اس طرح میرے ہاتھ سے بچ نہیں سکا۔ آج وقت تو پولیس کے پہلو میں مگر یہاں سے چلا جائے گا۔ میرے ہاتھ پر آنے کے بعد لاٹھری لگے۔ اس دن کے میں چابی پانے سے پہلے چنے ختم کر دوں گا۔" وہ بڑھایا۔ "چنا کو تم نے لے لیا ہے؟"

"میں کراہ رہا ہوں۔" پورن سگھنے نے جواب دیا۔ جگت کی آنکھوں سے نکلے ہوئے شعلے بڑھ کر جانے سے ڈر رہے تھے۔ پھر چیف نے بھی تاکید کی کہ خبری ضرور اچکے سے کوئی بات نہ کرے گا۔ بدحاشا بہت چالاک ہے۔ پاؤں میں پھنسا کر راتقل جھین لے گا۔

"کوئی تلے آج ہے چنا!" پانی سے پھر بلنہ آواز میں کہا تو جگت چوکا۔ گولن لے آیا ہوگا؟ جگت نے سوچا۔ باور نہ آیا کہ سنا ہوا تو اچھا ہے۔ دو تین کام بہرہ کرنے بہرہ دہ تو کوئی انجان بھی تھی۔ پورن سگھنے اسے لے کر آ رہا تھا۔

"یہ ہاتھ مارا سولہ! اور چنا کی ہیں تمہارے دیکل۔" وہ خطرہ لگے میں بولا۔ "جگا! تمہارے پاؤں کو دیکل صاحب کی جیب تر کرنے کی حماقت سوچی ہے۔" یہ کہہ کر وہ تہقیر مار کر چلا۔ لی صاحب! تم لاٹھ کو کھنکھ کر کوئی گھر کرکس ہار جاؤ گے۔ اب تو اسے بھجوان بھی نہیں سکتا ہے۔ وہ

یہ کہتا ہوا ہوتا گیا۔ وکیل نے اُسے کو جواب نہیں دیا۔ نکت کو غور سے رتا یا نگاہ کرنے لگا۔  
 "نکت تنگہ!" ایک نرم آواز سنائی دی۔ نکت کو اُس کے ضمیر سے ہونے لگے پوچھ ہو رہا  
 ابھی پورن سنگھ کے الفاظ کے اثر سے آواز نہیں ہوا تھا۔ جیسے کیل نے پولیس چیف کے الفاظ  
 ہی نہ ہوں وہ اسی طرح پڑ سکون تھا۔ "تمہاری صفائی کے لئے مجھے تمہارا وکیل بتایا گیا ہے۔" چا  
 کے دُور جانے کے بعد وکیل نے بات شروع کی۔  
 "کس نے؟"

"مگر فوراً بولا۔" اُس کا نام ورمیاں میں نہیں آتا چاہئے۔ میں تمہارے  
 والوں کی چاہ ہے مگر کیا کیا ہو تمہارے وکیل کی حیثیت سے۔" کرتار نے کام شروع کر  
 یں کر رکھتے خوش ہوا۔ "پولیس چیف کون سے ثبوت پر اتنا اصرار ہے؟" وکیل نے پوچھا۔  
 "میرا ایک ساتھی غدار کی کر گیا ہے۔ چتا۔" نکت کچھ دیر کا۔ پھر آہستہ سے بولا۔ "مگر  
 کی فکر نہیں۔ وہ ثبوت فراہم کرنے کے لئے ذمہ نہیں رہے گا۔" اُس نے پڑ سکون لہجے میں  
 وکیل سیکے میں آگیا۔ نکت چتا۔ "میرا صاحب صاف رہتا ہے وکیل صاحب! اُس نے مجھ  
 غدار کی، ہانپا بدلہ لینا ضروری ہے۔"

پھر کچھ پوچھ کچھ کرنے کے بعد وکیل نے کاغذ پر قوت بنایا۔ "ابھی تو صرف معلومات کی فا  
 پوچھ رہا ہوں۔" میں داخل ہونے کے بعد چارج شیٹ پڑھ کر ہی آگے کام شروع کر گا۔" کچ  
 نے کوئی جواب نہیں دیا۔ قانون کی انچھونوں سے اُسے کو کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ وکیل نے اُس پاس  
 کر کے پوچھا۔

"کرتار سے کچھ کہنا ہے؟" نکت سوچ میں ڈوبا ہوا اُسے دیکھنے لگا۔ اس نے حریف ہوا  
 "اُس نے معلوم کیا ہے کہ فریڈ کوٹ والا مکان دائیں کر دے؟" نکت چلا کرتار نے کیا کچ  
 ہے؟ وہ سمجھ گیا کہ اس کا مقصد ہے کہ مال کہاں چھپایا ہے؟ مگر وکیل پر اعتماد کیا جائے یا  
 قلعے ہے پورن سنگھ نے اس کی معرفت معلومات حاصل کرنے کی کوشش کی ہو۔ اُس نے چہرے  
 اٹھیر کوئی تاثر پیدا نہ کئے گا۔

"اُس مگر میں اب کیا رہا ہے؟ مگر باپ بنے والا ہوں۔" فرمیں نے وہیں ہی جی اس لئے  
 کو نہ دے تو تہتر ہے۔" وکیل آگے کچھ پوچھے گا یا نہیں۔ یہ دیکھنے کے لئے وہ کچھ دُکا۔ مگر  
 شخص کا اظہار نہیں کیا۔ "اور ہاں! آپ سُنیں جس جو چھپوں کا پورا ہوا ہے، اُسے پانی دے رہے  
 سر سختی ضرور کہتا۔" وکیل مسکرا دیا۔ بدلہ لینے کی خاطر سُن کر دے والا یہ شخص چھپوں کے پورے  
 کی فکر کر رہا ہے۔

"تہتر ہے۔" میں سُن کر دُگا۔ "یہ کہہ کر وکیل جانے لگا تو نکت پھر بولا۔

"ایک بات اور۔" وکیل قریب آگیا۔ وہ سرگوشی میں بولا۔ "کرتار سے چتا کی بات  
 اُس نے بے ایمانی کی ہے۔" وکیل کے کچھ دُور جانے کے بعد کچھ بولا۔ "مگر والوں سے کچھ  
 فکر نہ کریں۔" اُس بار وائر میں نہ تھی۔ یہ بات وکیل نے بھی ٹوٹ کی۔

چھپوں کے پورے کو پانی دینے کے بارے میں نکت کی تاکید وکیل سے کن پہلے تو کرتار  
 کی کچھ نہیں سمجھا۔

"اُنکی جان بچانے کی فکر کر بھائی۔ عورت کے پیٹ میں جو بچوں مل رہا ہے وہ کھلنے سے پہلے  
 بھات جاتے۔" مگر وہ تین دنوں میں بات پر سوچنے کے بعد اُس کے ذہن میں روشنی ہوئی۔ "نکتیں  
 اسے اس طرح کوئی پیغام تو نہیں دیا؟" خیال آئے ہی وہ فریڈ کوٹ کچھ گیا۔ سنسان اندھیرے  
 ہا اُس نے چھپوں کا پورا اٹھا دیا۔ دو تین گھنٹوں میں کھڑا اُس نے جو اندازہ لگایا تھا وہ  
 صحت نکلا۔ سوچنے والی کے زیورات کا بنڈل، جو ہری کی کوٹ کا مال۔ وہ سرست آئینہ لہجے میں  
 ڈالا۔

"تمہاری عقل کی داد دیا ہوں چکا! اب میرے بازوؤں کی طاقت ڈھکی ہوئی۔" عدالت میں  
 رجسٹر لانے کا ذریعہ ہاتھ آ گیا تھا۔

ایک کاٹھن گیا اس لئے کرتار نے دوسرا کام ہاتھ میں لیا۔ اب اسے چتا کو فتح کرنا تھا۔ مگر وہ  
 آپس کے بچنے میں تھا۔ اُسے پولیس کے قبضے سے باہر لانے کی کوئی سہیل کر لی تھی۔

چتا سنگھ ہوئی میں بیٹھا کسی گہری سوچ میں غرق تھا۔ کرتار برابر کی کرسی پر آکر بیٹھا مگر اُسے ہوش  
 تھا۔

"اُسے چھو کر اُدو جائے لاف۔" کرتار نے آڈر دیا جب بھی چتا سنگھ نے گردن نہیں اٹھائی۔  
 تھ کے دوپٹے پر رکھے گئے۔ کرتار نے ایک کپ اُس کی جانب دھکیلا۔ "لوا جائے پیو۔  
 اُتار دیا ہوگا۔" چتا سنگھ چرک گیا۔ کیونکہ گھس ہے بہت یاد کیا کچھ میں نہ آیا۔ اُس نے کپ  
 نہ دیکھ کر خوش کا اظہار کیا تو کرتار ہنسا۔

"بھیر جان بھکانے کیوں جائے مارا ہوں یہ پوچھنا چاہتے ہو؟" پھر جائے کاکپ اٹھا کر  
 "چائے پونے ہم لوگ ایک دوسرے کا تعارف کر لیں گے۔" چتا سنگھ کی سمجھ میں اُس کا  
 نہ آتا مگر اُس نے چائے پونے کے اظہار نہیں کیا۔ کرتار نے بغیر حقیقہ کے بات شروع کی۔  
 تمہاری مشق کو چتا ہوتا ہے؟ چتا سنگھ کے ہاتھ میں کپ لرزے لگا۔ وہ کچھ کیا کہ بات  
 نے والا شخص کچھ کا آدمی ہے۔ گھبرا کر بھاگ نکلے گا خیال آیا مگر سُن میں خطرہ تھا۔ وہ ہنسل  
 کے دھوکھنٹ ملنے سے بچنے لگا کر بولا۔

"اُس نے نادانی کی۔ میں نے بہت سمجھا کر مضبوط رہنا۔" حسین کچھ نہیں ہوگا۔ پھر بھی ڈر  
 میں کے سامنے سب کچھ اگل دیا۔

لرتار کو اتنی جلدی نتیجے کی امید نہیں تھی۔ وہ ہوشیار ہو گیا۔ "جینی حسین یہ تھا کہ وہ کچھ کا  
 تھا۔"

ہاں! اُس کی ماں نے مجھے کہہ دیا تھا۔" پھر فوراً ہی بات بنائی۔ "چتا کی گرفتاری کے بعد مجھے  
 تھا۔"

ہم۔" کرتار نے چائے کا کپ خالی کیا۔ "وہ شاید یہی سمجھ رہا ہے کہ کچھ کے خلاف گواہی

”میرا ایک کام کرے گا؟“ کرتارا اب مطلب کی بات پر آگیا۔ ”اُس سے جا کر کہہ دو! منہ بند رکھے۔ ورنہ.....“

”بھیکو گیا۔“ پتا نہ چل سکا تھا۔ ”میں آج ہی لے جاؤں گا۔“ یہ کہہ کر وہ اٹھ گیا۔  
 کرتار نے اُسے گھور دیا۔ ”تو اگر کوئی چال بازی کرے گا، اس صورت میں موت سے  
 ملاقات ہوگی۔“ سمجھاؤ پولیس کو کوئی خبر کرنے سے بچے کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ مجھے چکا کا سامنا ہی  
 جانے کا تو لوگ تیرا ملنا پڑا نہیں گئے۔“

”مجھے تمہاری بات میں چالاکी دکھانے کی ضرورت بھی کیا ہے؟“ پنا سنگھ نے کہا اور سر جھکا باہر نکل گیا۔ وہ دل میں بہت خوش تھا کہ اب چنار سڑکاری گوکہ بن کر بھی زندہ نہیں رہ سکے گا۔ اسے پہلے وہ لوگ اسے ختم کر دیں گے۔

”جنا سنگھ! تمہاری داشتہ کا بیٹا اگر گمواہ بنے سے انکار کرے گا تو میں اُسے پھینک دوں گا۔“  
 یورن سنگھ نے ہنسنے لگا کہ کیا۔

”صاحب! مجھ سے با آپ سے بھرتے کام اُس کی ماں کر سکے گی۔“ پنا سنگھ نے غصے سے جال ڈال کر کہا۔ ”بس تم اسے تھوڑے دن خانہ پر کرادو“

”خانہ پر؟“ پولیس چیف کو غصہ آ گیا۔ ”میرے ہاتھ میں بھی توپ کارڈ ہے اے بھئی! ذرا دیکھ کر اس کی اسے پیش کے لئے خاموش کر دوں گے۔ یہ تم کیسی جڑ ہے؟“

چنانچہ کوہی تو کراہتا مگر پولیس چیف کا منانے کیس طرح؟ ذہن پر زور دیا اور ایک ترکہ موصولی۔ اس نے ایک داد اور دیکھا۔ ”صاحب! ایسا ہو سکتا ہے یا نہیں؟“ پورن گنگو جسٹس نظر سے اُسے دیکھنے لگا۔ اُسے چنانچہ کی چالاکی پر براہِ متوا۔

”کیا ہونے کا جو حور ہے ہو؟“ دو جلدی سے بولا۔

”چنانچہ طاقت پر ہمارا کردار دیکھ کر اس کی اسے حکم کرنے کے لئے اس کا قاتل قرار دیا۔ دوسرے دو کارکن بھی اٹھ گئے۔ پھر ایک چار آپ کو گرفتار کر لیا۔ جیسے ہی دوسرا ہمارے آپ کو چار باج آدمی اس کے پیچھے سامنے کی طرف دوڑا وہ کہاں سا گیا۔ پھر آج اس کا ارادہ کیا ہے؟ سب پہ چل جائے گا۔ ترکیب پر ہر نکتہ کارل دادو نے کو چاہئے کہ اسے خود یہ ترکیب کیوں نہیں سونپی؟“

”مجھے اس بات میں کوئی فائدہ دکھائی نہیں دیتا۔ مجھ کی عمر سوچو گی۔“  
چنانچہ سمجھ گیا کہ بات صاحب کے حلقے سے بیچے فزکس کی ہے۔ مگر اپنے بڑے ارادے کی  
آئے اس لئے راز کی بات کر دینی پڑی۔ ”چونکہ میں کو تیسرا امینہ چل رہا ہے صاحب! چاہا  
دل بھر کر لے گا تو اس کے دل کو بھی مسرت ہوگی۔“

اگر سنا ہے گا۔ چنانچہ جھکا۔ چنانچہ خزانے لے رہا تھا۔ کہ یہاں کے دستے پر مضبوطی سے اٹھائیں گا کہ چنانچہ ہاتھ بندھ لیکر۔ "چراغ" کی آواز ہوئی، چنانچہ نے ذرا سی حرکت کی اور چارپائی کی آواز گونجی۔ چناور گیا۔ وہ پہلو بدل جاتا تو کار کا سا بپ نہیں ہوگا۔ پھر نی سے اُس نے یہاں ہاتھ چنانچہ کے منہ پر رکھ دیا اور اس کا ہاتھ سے چنانچہ اُس کے کھلے ہوئے پیٹ میں گھونپ دی۔ چنانچہ کی چیخ مارتا ہوا جیسے کی کوشش کرنے لگا تو چنانچہ نے پیٹ میں سے کہ یہاں کال کی بھر دیا۔ چناور دھڑ دھڑاٹا۔ چنانچہ سے باز کرنا گیا۔ اُنھیں بند کر کے پاؤں کی طرح اُس نے کہ یہاں سے چنانچہ کا پیٹ کھانڈ دیا۔ جسے وار پر چنا پانی گیا۔ مگر اُنھوں نے خون سے کلائیوں تک اُس کے ہاتھ بھر دیے۔ آخری بار تو چنانچہ کے ہاتھ ٹھنڈا ہو گیا۔ خون چارپائی سے نیچے بہہ رہا تھا۔ پیسے سے تاروں خون سے بھرا ہوا چنانچہ لہر لہر چنانچہ کی لاش کو کھات سے دیکھ کر رابہ بھر جھٹ کر کے کھڑا ہو گیا اور وہاں سے فرار ہونے لگا۔ بیڑیاں اُڑنے سے ہی دہری طرح لکڑا لکڑا گیا۔

”جنا“ کر کے کا دروازہ کھینچی ہوئی ماں رونے والے سچے میں بولی۔ ”جنا! تم کہاں  
 چلے؟“ مگر اس نے کوئی توجہ نہیں دی۔ ابھی دوسرا کام باقی تھا۔ وہت بہت کم تھا۔ مٹھیاں کستا  
 تھا۔ دروازہ اسے ہوش نہیں رہا تھا کہ کوئی اس کا تعاقب کر رہا ہے۔ وہ پیچھے نگر کر دیکھے بغیر باہر  
 آیا تھا۔ گلی کے کتے بھونکنے لگے مگر اس نے کوئی پروا نہیں کی۔ چند رو میں مٹھیاں کستا دو دروازہ پر۔  
 ایک کھڑکی پر ہندو سے لڑنے لگا۔ سینے میں دل زور زور سے دھڑک رہا تھا۔ جسم  
 جھٹک رہا تھا۔ پھر بھی اس نے بہت نہ ڈری اور مندر سے قہقہے والی زین کھودنے لگا۔ ٹھوڑی زین  
 کھودنے کے بعد اس کے پیچڑ کھٹکے۔ اسے محسوس ہوا جیسے کسی نے بے جگہ پھینک دی گھڑی ہو۔  
 اُس نے یاد آ کر یہاں بٹانی کے لئے رکھا ہوا بڑا چمڑا تھپکا تھا۔ پانی زین کھودتے ہوئے اس  
 کے ذہن میں لوٹا گیا۔

کیا جانتا تھو کہ وہ چل گیا ہو کہ کال نہیں چلیا گیا ہو؟ ماں کو دہری تھی کہ ایک رات میں چائے کی منگوائی کے لئے پانچ ہزار روپے لے لائے تھے۔ میں یہاں بار بار دیکھنے کے لئے آتا تھا۔ ماں نے سب چھپا کر اس کا تعاقب کرتا رہا اور اسے وہ چل گیا ہو..... پوری کھدائی ہونے کے بعد اسی نے رات کا وہ نہیں ملا تو چنانچہ کاغذ کو کھونٹے لگے..... اسی نے تاریخ کی روشنی اس کے روئے پر پڑی۔ اس نے چونک کر سر اٹھایا۔ چار دیواری اسے گھیر کر کھڑے ہوئے تھے۔ ان کے روئے پر دیکھ کر کچا لڑکی..... بیٹیا موت سر پر کھڑی تھی۔ وہ سوچنے لگا چنانچہ اسے ختم کرنے کا انتقام لیا اور انتقام

خارجہ کی روشنی چھب خون آلود لباس پر ڈی تو خارج قہانے والے کی آنکھیں پھیل گئیں۔  
 "جیسے۔۔۔ یہ کسی کوئلہ کر کے بھجا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ گڑا کر لوٹے۔" چنانچہ گیا کر سادے  
 مٹی میں پولیس اس کا تعاقب کرتی ہوئی یہاں تک آگئی ہے۔ وہ وہاں سے چٹا کر بازوؤں سے  
 اٹھایا۔ ایک سے بھڑکی رہا۔ یاد آئی۔ کھڑے ہو کر وہاں سے آئی چٹا کر کھانے لے گئے۔  
 "صاحب! اس نے چٹا کر کھانے کیا کیا؟" "کے کپڑے، کپڑے، کپڑے میں سرخ ہو گئے۔  
 "سالے اقمے نے کیا کر دیا؟" "مرچ جیسے۔ اس نے چٹا کر کھانے کے جڑے سے چٹا کر کھانے لے گئے۔"

”اور آج رات جیت پر مونا۔۔۔۔۔“ اس طرح اشارے میں پریم جیت نے پنا کو سمجھایا تھا۔ رات گھر آکر پنا کو معلوم ہوا کہ چتا سارا دن گھر میں بند رہا تھا۔ باہر بڑا دے میں اُس نے جیت سے کہا۔

”اے زور باہر کھلے میں گھومنے دینا تھا۔“ پھر پوچھا۔ ”اُس سے میرے حلقہ بابت کیا اسے ضمانت پرہیز کرانے کے سلسلے میں کچھ سختی و تکلیف ہوئی تھی۔ اب مجھے گھوڑ کر دیکھنے بھی کہہ دینا۔“ اُس کا رد میں معنی میں ہمدردی پیدا کر کے جیب سے دس روپے کا نوٹ نکال کر دے دیا۔ ”کل باہر جا کر سون کرے۔“ کچھ دیر فرودے کچھ کمر میں گھسے رہنے سے ذہن پریشا سا رہا ہوا جاتا ہے۔ اُسے نلے کے پتے لے کر پتہ چلا کہ وہ باہر نکلیں یا نہ دیکھ کر اُسے کچھ کچھ کچھ سوار ہو کر اُس کو سختی و زور سے کراہا لے کر اُسے چٹائی زیادہ لگڑیں گی۔ کل وہ گھومنے جانے لگا۔ گو کہ یہ گیت گھٹنا تھا مگر اُسے کچھ بہت پر سونے چلا گیا۔“

چنانچہ فیضانِ آری بھی۔ آج کی رات تو وہ سو نہا بھی نہیں جا رہا تھا۔ یہی ایک رات اُنسی پاس تھی۔ اُن کی خاطر تو اُس نے کمرے میں سوئے گا انتظام کر رکھا تھا۔ کمرہ اُن بھی فینڈک نہیں آری ہے؟ وہ پوچھ پلہ کر رہی ہے۔ نصف رات کے بعد کمرے کی شدت کم ہوئی تو چنانچہ اُن نے کہ اُس کی ماں اب سو گئی تھی۔ وہ اب بھگیا سے بستر سے اُٹھا۔ بے آواز چلنے ہوئے کھڑکی کی لٹا کر قریب گیا اور اُسے کھول کر باہر سے کمرہ پاں لگائی مین سے ہوئی کمرہ پاں کی بجائی ہوئی دیکھنے لگا۔ جسم پر پینڈ پہنے لگا تھا۔ اُس کا خیال آئے ہی اُس نے اپنے کمرے کی آستین سے صاف کیا۔ ایسا کرتے ہوئے اُس کے ہاتھ سے مین گر پڑی۔ چنانچہ جھک گیا۔ جاگ کُوم گئی؟ یہ دیکھنے سے بے ہوش اُس کے قریب چلا گیا۔ پھر اُمیدوار کی سانس نے کمرہ پاں کے بچا

”اُس چیت میں اُس کینے کا گچ پرورش پا رہا ہے۔“ وہ ہڑایا۔ بہرِ نظرِ محوئی ہوئی پالنے سے ہر گم کی ہو چکے شطرا ہو گئی تھی کہ سب سے قدموں سے چٹا ہوا دروازے کے قریب پہنچا تو کھلی ہو کر ان والا تھوڑا سا سکیپا کیا۔ ہاں پر آخری نظر ڈال کر وہ جلدی سے باہر نکل گیا۔ پاس نظر کھائی، پچھلے شب کی خطاری ہوا میں سب گہری خندیں سو رہے تھے۔ اُس نے سوچا دروازے باہر سے بند کر کے گنجیہ چڑھا دے تاکہ ہاں بیاد ہو کر بھی درمیان میں نہ آ سکے نہ صحت پر چڑ والی سبز حیاں چڑھتے ہوئے اُس کے چہرے سے نفرت نکل کر ہی۔ سب اس تھوڑی دیر بعد ختم ہو جائے گا۔ صحت کی کھلی فضا میں دو چہرے ٹکرائے۔ کچھ دو چار پانی پر چٹا کھوسا ہوا صرف چند روز قدر کا فاصلہ تھا۔ اُس کی زندگی کا کبھی اتنا بڑا فاصلہ تھا۔ کمران کی دھار پر ایک خط لکھا کہ وہ آئے گا۔ بڑھا۔ چوتھے سوئے ہوئے چنگے کی لکڑی ران میں دو گچی ہو گئی تھی۔ چٹا کے انہماک ایک خط ڈاک کے ذریعے۔

”اس کی مردانگی کی بنیاد ختم کر دوں۔ پھر ساری زندگی جیسی محرومی سے تڑپتا رہے گا۔۔۔ اہی کے لائق ہے۔“ چھر خیال بدل گیا۔ ”نہیں..... اسے زخمہ نہیں رہنا چاہئے۔ ورنہ میری ماں کو آواز

اوتار سکھ پر ہلکا کر چکا۔ ہزارہ ہا تاہو ایک جگہ جسم سے باہر آگیا۔ "کیا ہوا باپو کو؟"  
اوتار سکھ نے گھبرائے میں ہاتھ پھیلا کر کہا۔ "کون جانے؟"  
دووں نے نانا کو سیدہ حالایا۔ "پاپا باپو....." گھبرائے ہوئے ہزارہ نے نانا کے چہرے سے  
ہندو صاف کیا اور اپاچے بیٹے پر ہاتھ رکھا۔ نانا کے ہونٹ ہلے۔  
"نکمت.....!" دھرم ادا تھا کی کہ سکے۔ ہزارہ کو جھٹکا سا لگا۔ اُس نے آنکھیں پھاڑ کر اوتار

سکھ کی طرف دیکھا۔  
"اچھا چائے پائے اپکو بھانجے کی کوئی خبر تو نہیں سنائی؟" اوتار سکھ اُس کی تیز نظروں کی تاب نہ  
لا سکا اور کنا چکار کی طرح سر جھکا لیا۔ ہزارہ نے دانت چس لے۔ "تمہیں پتہ ہے کہ ان کے بیٹے  
کی دور دراز آگیا ہے۔ انکی بری خبر دینے کی تم کو کیا جلدی کی؟" اُس کی آواز سے طعنے اچانک ختم ہو  
گیا۔ وہ دھمکی ہوئی آواز میں بولا۔ "مجھے کل سے اُس بات کا پتہ تھا۔ بھڑکی خاموش رہا۔ یہ کہتے  
ہوئے ہزارہ نے آنکھیں کلک کر لیں۔ یہ سن کر اوتار سکھ جھپٹ گیا۔  
"تمہیں پتہ تھا؟" دھول ہی دل میں بیڑا بلیا۔

"اب چا چا جا کر ڈاکٹر کو بلاؤ گے۔ ہزارہ پھر گرم ہو گیا۔ اوتار سکھ مکان کی انداز میں کھڑا ہو گیا  
اُڑھارے نہ کیا۔ "سیدہ سے ڈاکٹر کے پاس جانا ارمان سے میں ڈھنڈو ہوا بیٹے نہ ڈکا۔" کہے؟ "اوتار سکھ۔  
تھوڑے دیر کے بارے چلا گیا۔

"آنکھیں سخت صدمہ پہنچا ہے۔" ڈاکٹر نے ہارٹ ایکٹ کا سادہ زبان میں ترجمہ کیا۔ "عمر کی وجہ  
سے دل پر زور ہو چکا ہے۔ زیادہ گھبراہٹ کی ضرورت نہیں۔ البتہ دھماکا رہنا پڑے گا۔"  
"اوتار چا چا جانے آتے ہی بھانجے کی خریدی۔ اس سے صدمہ ہو گا۔" ہزارہ نے تاپا۔  
ڈاکٹر نے سر ہلایا۔ "میں بھی سبھی سمجھتا ہوں۔" بھڑھڑ بولا۔ "کچھ لوگ ایلڈیپ کے ہوتے  
ہیں۔ وہ دیر سے پاس کا شہر تھوڑے کا اعتبار کر رہا تھا کہ ڈاکٹر صاحب انادان اوتار سکھ کو کیا تو بدنامی  
فرمے سرائے کی۔ ہزارہ مجھے گاؤں میں نہیں رہتے دیکھ۔"  
ہزارہ نے ڈاکٹر کی بات سن کر دانت پیسے اور کہا۔ "گاؤں میں کیا؟ ذمہ نہیں رہنے ڈوگ۔"  
دھول ہی دل میں بیڑا بلیا۔

"انگن دیا ہے۔ اب آرام ہو جائے گا۔ انہیں اُٹھنے بیٹھنے نہ دینا۔" دروازے سے باہر نکلتے  
ہوئے ڈاکٹر صاحب نے کہا۔ "میں لڑکے کے ہاتھ دوا بھیج دویتا ہوں۔"  
دھول ہی دوا پھر جگت کے پاپو نے دروازے پر دھک دی۔ ہزارہ کی گائی کے متعلق خاکہ کرنا  
نے اُن کو بلایا تھا مگر جگت کی گرفتاری سے یہ دوا سے طاقت جین کی تھی۔ بھڑکی دل میں فیصلہ کیا  
کہ اگر کمال خیر نہ پہنچی تو فوراً ہزارہ کا رشتہ کر دیں گے۔ اس کے بعد کر جگت کی گرفتاری کا پتہ  
پتہ پر وہاں نہیں مگر گاؤں میں داخل ہوتے ہی جان پہچان والے لوگوں کی ہور دانت نظریں چٹکی کھا  
تی تھیں کہ بات یہاں تک پہنچ چکا ہے۔ ہزارہ نے دروازہ کھولا تو اُس کے پچھلے چہرے کو دیکھ کر  
دھن کلک گھٹنے کے کمرے اور سر پر چل گیا ہے۔

"باپو کو صدمہ پہنچ گیا ہے۔" ہزارہ نے جب کہ قدم چھوٹے ہوئے کہا۔ سوہن سکھ خاموشی سے

"ا.....ا....." چنانے لبا تھوڑا لگا۔ "اب تم مجھے سرکاری گواہ نہیں بنا سکو گے۔ چکا ہے  
خلاف مجھے گواہ نہیں دینی پڑے گی۔" پورن سنگھ کی آواز جھٹ گئی۔  
"جاؤ۔" سائے کو کھڑکی پر بند کر دو۔" پورن سنگھ کی آواز جھٹ گئی۔  
سر کے وقت ہوئے دلا دشور کن چکا بھیرا ہو گیا۔ چا کنا کو کھڑکی کے قریب سے لے جائے  
ہوئے دیکھا تو اُس کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔ "کیا میں خواب دیکھ رہا ہوں؟" اُس نے آنکھیں  
ملیں۔ اُسی وقت آواز آئی۔

"پاپائی! بدلے کے آ کر آہوں۔ تمہارا پتہ چنانے پولیس کو بتا دیتا۔" بھردووں پھیلیاں نکلتا  
دیکھا تاہو پاپائی۔ "دیکھو میرے ہاتھ بھی خون سے رنگ گئے ہیں۔ اب میں بھی تمہارے ساتھ  
پچائی پر لٹک جاؤں گا۔" اُس کی حالت دیکھ کر جگت کی آنکھیں بھیک گئیں۔ چا پتہ لے کر بجائے  
اب جگت کے دل میں اُس کے لئے ہوری کے جذبات تھے۔

صدمہ پہنچانے والی خبر سنانے کے لئے لوگ ابھی جلدی رکھاتے ہیں جیسے خوشخبری کے لئے آتے  
ہوں۔ جگت کے نانا کی بستر سے اُٹھے ہی تھے کہ کھڑکی میں اوتار سکھ دکھائی دیا۔  
"کیا کر رہے ہو ناراٹھن گھو؟" اُس کے دقت سے دقت گھر میں آنے کی بات گاؤں میں پھیل  
تھی۔ "سوچا اسی طرف سے جا رہا ہوں تو خبر مت پوچھنا چلوں۔"

"اور بدلے میں چائے کا کپ پیئے جاؤ۔" نانا دل ہی دل میں بیڑا بلیا۔ مگر چہرے  
مستحکم پیدا کر کے احتیالہ کچے میں بولے۔ "آؤ آؤ..... ابھی سو کر اٹھا ہوں۔"  
کمرال گاؤں میں لوگ بھی جاتے جاتے کہ کس کے وقت لٹو ادا کا نہ دیکھا تو سارا دن خراب  
گزرے گا۔ حالانکہ اسی گاؤں کے لوگ ادھر ادھر سے آنے والے لوگوں سے ملنے میں خوشی گھڑ  
کرتے تھے۔ کیونکہ بھر گھر کی خبر دینے والے پہلے انھیں کوئی کچھ آدنی کے دل میں فحبت کا خیال  
تھا ہی نہ تھا۔ اوتار سکھ کا نانا ہزارہ کا تھا۔ ہزارہ کی شادی کی دو مہینے چلے۔ بات چل رہی تھی  
تھی اس میں اوتار سکھ کی آواز نہ تھی۔ "جگت ہے؟" جگت نے خبر معلوم کر کے نہیں خبر دیئے  
ہوں۔ "چا پاپائی کی بی بی پر بیٹھے ہوئے اُس نے بات کی ابتداء کی۔  
"تم بہتر خبر دینے ہی آتے ہو۔" نانا غامضی کے دھبہ میں بولے۔ اُن کو خیال تک نہیں  
کہ یہ دھن صدمہ پہنچانے آ گیا ہے۔

"گاؤں میں اخبارات دیر سے آتے ہیں۔ اس لئے تم کو خبر نہیں ہوئی۔" اخبار کی بات سے نا  
بجھ گئے کہ اوتار سکھ باہر کی خبر لیا ہے۔ "تمہارا نوادر گمراہ ہو گیا ہے۔" اوتار سکھ نے رواہ کے  
بغیر کہا کہ اس خبر کا نانا پر اثر ہو گا؟ "سب سے پہلے مجھے اطلاع کرنی اور اس کے متعلق بتانے کے  
لئے سب سے پہلے میں آیا۔" اس دوران ناظمی سلاتے ہوئے نانا کا ہاتھ جھٹکے سے پیچھے آگیا  
چارپائی کو زور سے دبا کر صدمہ پھیل لینے کی کوشش کرتے ہوئے اُن کو پیسہ دیا۔ کیپکاتے ہوئے  
سے بچھو لے کر کوشش کی مگر الفاظ زبان پر جم گئے۔ بیٹے نے اُٹھنے سے روک دیا تو پچھلے کے  
دایاں ہاتھ انہوں نے بیٹے پر رکھا۔ بھردو چارپائی پر اُٹے گئے پڑے۔

میں اس وقت دم پر میری پر دیا گیا ہوں۔" "تانا نے ٹکڑی دی ہے۔"

"آپ گھر نہ کریں! باقاعدہ چلے میں دن لگ جائیں گے۔" "سوئیں گے نہ اطمینان دلایا۔"

"اس وقت تک تو آپ ٹھیک ہو جائیں گے۔"

رات کا کھانا کھا لے ہوئے سوئیں گے۔ جگت کی گرفتاری کی بات تقبیل سے بتائی۔ "وہ فریہ بٹ کے جس کمرے پر کھانا گیا تھا ہم نے وہیں رہنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ اب کوٹ کے پتہ لگانے لیا ہے۔ راجستھان سے پنجاب تک جانے میں کافی وقت صرف ہوگا۔ جگت نے بھی کہا ہے کہ ماسک پہنے پہلے چلے جائیں گے۔ اس کا ہمیں ہونا چاہئے۔" "تانا آہ بھری۔"

"پہلا اور آخری پچ۔"



جگت کے خلاف ایک نہیں بلکہ نصف درجن قدمات مختلف عدالتوں میں داخل کئے گئے۔ "ہوئے سنگھ! جگت ان میں سے تین قدمات میں ضرور پکس جائے گا۔" "مرکاری وکیل نے نا دلایا تھا۔" "پورن سنگھ نے چاہتا تھا کہ امر قمر آئے سے پہلے شیخو پورہ میں چگا کے ہاتھوں کے گئے۔" "اس کی ان قدمات میں شامل ہو جائیں۔" "مرکاری وکیل ان سے پرہیز ورنہ نہ کرنے کا مشورہ دیا۔"

"اس میں کافی الجھن پڑ جائے گی۔ وہاں دوسری حکومت ہے۔ دو لوگ مطالبہ کریں گے۔ ہمارا بھرم ہے اس لئے ہمارے حوالے کیا جائے۔ اس پکس میں ہم اچھ جائیں گے اور چنگا فرار ہو جائے گا۔" "اس کی دوسری مشروطہ دلیل یہ تھی کہ وہ جرائم ثابت کرنا ان کے لئے مشکل ہوگا۔ گواہوں سے لائیں گے۔ شیخو پورہ پر چکر لگائے ہوئے لوگ ادھر آکر بکھر گئے ہیں۔ کتنے زخمی ہوں اور کتنے قوی پولیس میں مارے گئے ہوں گے، کوئی جانے؟" "ہوئے سنگھ! وہاں سے پاس اس کا پورا پورا پکاڑا ہے۔" "پورن سنگھ کو چگا سے دشمن ہو گئی تھی۔" "یہاں سے بکے جرائم زیادہ خطرناک ہیں۔"

"ان کا کام ہم براہ راست استعمال کریں گے۔" "وکیل نے اپنی چالاکیاں دکھائی۔" "وہ ڈاکو کتنا خطرناک ہے؟ یہ بیان کرنے کے لئے وہ مسالہ میں پوری طرح استعمال کر لگا۔ اس بات میں ہمیں خود شک و شبہ رہا ہے۔"

"بھر ٹھیک ہے۔" "پورن سنگھ نے سرت کا اظہار کیا۔ بھر جی اُسے پورا اطمینان نہیں تھا۔ "ان سے کتنے قدمات میں چھائی جیتی ہے؟"

"ایک افسوس دیا۔" "تم اُسے قتل پر چھائی دلا نا چاہتے ہو؟"

"پورن سنگھ اس کا خطرہ نہیں کیا اس لئے ہولناکر بولا۔" "میرا مطلب ہے چھائی تو جیتی ہے؟"

"بلکہ نے یہ یقین اندازہ کر لیا۔ پھر اپنی جگہ پر آئے۔" "بالکل جیتی ہے۔ اس کے علاوہ کہ مجھ سے نہ ہونا چاہیے۔" "پورن سنگھ کو صدمہ ہوا۔ مگر وہ مہرا کر بولا۔" "اس کا میں نے مکمل انتظام کر دیا ہے۔ ایسی ناکرے کا تو مارا جائے گا۔"

اعدا آگئے۔ بستر پر نہ پڑے ہوئے تانا نے آنکھوں کی گردش کے ذریعے ان کا استقبال کیا۔ سر ہوا دانا نے دل مضبوط کرنے کے لئے کچھ وقت لیا۔

"طبیعت بگڑتی ہے۔" "تانا نے ٹھنکنا کا آغاز کیا۔ اور جلدی سے بولے۔ "عمر کی شرم نہیں رکھتی۔" "سوئیں گے مجھے کبے کبے کرتا ارادے کے اس شخص کا ذہنی دل اندر سے تپ رہا ہے۔ مگر ہم بھڑے کی تو عمر کا وزن کم ہو جائے گا۔" "انہوں نے تانا کو اطمینان دلایا۔

"جگت کی ماں نے مجھے ہزاروں کی ساعی کے لئے بھیجا ہے۔"

"تانا بھی سمجھنے کے کردار دینے کی گرفتاری کا کچھ چھانے کی کوشش کر رہا تھا۔" "مگر میں بھولانے کی تنہا نہیں رہی سوئیں گے۔" "پورن سنگھ نے تانا کی طرف سے جواب دیا۔

"کہا۔" "ایک بھوکہ میں لاکر اس کی زندگی ہم نے جہنم بنا دی۔"

"یہ تو ہم سمجھتے ہیں۔ مگر بھوکا اتنا کھا نہیں ہے۔" "سوئیں گے بولے۔

"یہ بدل بھلانے کی بات ہے۔" "تانا نے۔

"بھوکہ کھینے میں جارہا ہے۔" "سوئیں گے نہ دوسرے کچھ میں کیا ہے۔ جب تانا سرت کے بیچ سے اٹھ کر کچھ لے کے ان کے بڑے چہرے پر روشنی پھیل گئی۔ مگر بھر لیت گئے۔

ایک آہ بھری۔

"کچھ دن پہلے یہ خبر تھی تو سارے گاؤں میں صفائی تھیم کرتا۔" "انہوں نے افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔" "بھگوان بھی کیسا خفا کرتا ہے۔ ایک آنکھ سے روٹا اور دوسری سے ہنسا۔

"کیسے ہو سکتا ہے؟" "ان کی آنکھیں انکب کتو ہو گئیں۔

بہت دیر تک داماد اور سرخاوش رہے۔ ہزاروں بھوتوں کے لئے لسی لایا تو سوئیں گے نہ کیا۔

"ہزاروں لاکھ میں پانا بندھنے والا ہے، اس کی خوشخبری دینے آیا ہوا ہے۔" "میرا لے اور دوسرا کالم؟"

کرنے کی خاطر کسی کا پورا پیار ایک سانس میں لی گئے۔

"چند دن کو کوکب زیادہ بھلا بنا دے گا۔" "تانا نے انہیں ڈرنا کچھ کی گرفتاری بھوکا کر توڑ دے گی تو تھیں گے۔ یہ سچی ہے کمرے سے بچے کے قدم دوڑ جائیں گے۔" "تانا سے کوئی بھوکا پوری حفاظت کرے۔ اسے ڈرا صدمہ پہنچے نہ دے۔"

"وہ بھاری تو ہمیں صدمہ نہ ہو، اس کی گرفتاری ہے۔" "سوئیں گے نہ تانا کو مضبوط کرنے کے لئے کہا۔" "ہم اگر ضبط نہ کر سکتے تو وہ یقیناً اعداء نہ بڑھ جائے گی۔"

اب تانا اپنے ساتھ حزان پر لوٹ آئے۔ "اگر ہم اس طرح پار مانے والے ہیں۔" "جگت عدالت میں مجرم ثابت کرنے میں پکس کا ناک میں دیا جائے گا۔" "حالا کہ انہیں یہ افسوس تھا کہ یہاں کی بھانے اگر شیخو پورہ میں جگت پکڑا جاتا تو بہت جگہ گزر دیتے۔ وہاں خاص جان بچھ گئی۔" "اس کی صفائی کی تیاری کی یا نہیں؟" "تانا نے ٹھنکنا جاری رکھی۔" "پچھے خرچ کرنے میں کچھ نوکر نہ دیکھنا۔"

"یہ کام جگت کے دوست کرتا رہا ہے۔" "جگت بہت چالاک ہے اور ہم ہوا ہیں۔" "وہ تو یہاں تک تیار ہے کہ جگت کو تھیلے سے اٹھالائے گا۔"



”میرے کہنے کا مطلب اور ہے۔“ وکیل نے دہرا اشارہ کیا۔ ”جیل میں خود کشی کرنا سمجھنا نہ مل جائے۔“

”بات بات مانگن ہے۔“ پورن سمجھ کر غصہ سے بولا۔ ”جگا کو کس جانا ہوں۔ وہ خود کشی کرے یا کسی کا ہاتھ بچھے گا۔“

”بھرتو وہ بہادر ہے۔“ وکیل نے آخری ضرب لگائی۔

○

جگت کو قحانے میں رکھنے کے خطرے سے پورن سمجھ اچھی طرح واقف تھا۔ پہلے وہ شہنشاہی عدالت سے فرار ہو چکا تھا وہ جانا تھا۔ مندرے لیے عرصے تک چلنے والے تھے اس لیے اس جگا کی ذمہ داری جیل والوں پر ڈال دی۔ انڈر رٹائرل قیدی کی حیثیت سے جگت امرتسر جیل میں ہو چکا تھا۔ جیل سوپر نے پہلے دن جیل کے حکام کو خبردار کر دیا تھا۔

”دیکھنا! بعض امدادی عزت خراب کر سکتا ہے۔ اس کی کوئی بھرائی رکھی جائے۔“

عدالت میں مقدمہ مات چلنے لگا تھا۔ جگت کو عدالت کی حیثیت سے قحانے میں رکھ کر جرم نہیں۔ جیل میں ہونے باوجود اسے قیدی کا لباس نہیں ملا تھا۔ سرحدی نہیں کھنٹی تھی اس لیے دوسرے قیدیوں سے ملنا ہو نہیں سکتا تھا۔ جیل سے فرار ہونے کے لیے کسی نہ کسی کو ساتھ لانا ہی پڑتا ہے۔ سترجیاں رشوت دینی پڑتی ہے۔ فی الحال تو ایسا کوئی موقع ملنے کے حالات نہیں تھے۔ عدالت اور جیل درمیان کافی پگھلاؤ تھا۔ جگت نے ایک آہ بھری۔ پہلے جیسے ساقی کہاں تھے؟ وہ نمان اسے رہا کر باہر کی مدد ضروری تھی۔ جگت نے اس کی ادول بھرا گیا۔ کچھ نہیں تھے۔ اور وہ شہنشاہ کو خود اس خود سے ڈور کر رہا تھا۔

”دھنگا پور پوچھ چکا ہوا اچھا ہے۔“ جگت نے سوچا۔

پورن سمجھ نے جگت سے جرم قبول کرانے کے سلیکے میں آخر تک کوکشی کی تھی۔ ”اچھے ساتھیوں کے نام یاد آ رہے ہیں چاکھی سے بچاوا کا۔“

جگت کے لبوں پر ہلکی سا مسکراہٹ دوڑ گئی۔ ”بچانے والا اوپر بیٹھا ہے۔ ساتھیوں نے خود اس کے اوپر دالے کی عدالت کا جرم نہیں بولنا۔“

”تم اپنے بچے کا مندر دیکھنے کے لیے بھی زندہ نہیں ہو گے۔“ پولیس چیف تنگ آ کر بولا۔

”بچے کا مندر دیکھنے کے لیے اسے ساتھیوں سے خود اس کی ادول یاد آ رہا ہے۔ اور کچھ دیکھنا نہیں کرے گا۔“ جگت نے بڑے جوش گیسے میں کہا۔ ”اڈاکا اچھا نہیں ہوتا۔“

”جانی چڑھو گے تو اچھا نہیں ہو جائے گا۔“ پورن سمجھ نے ہونچ چاکھی کا اظہار کیا۔

”جانی... جانی... جانی...“ جگت بچھڑ گیا۔ ”ایک ایک بات بڑا مندر نہ کیوں تو ہر اس بات جو ہو سکے کر لیا۔“ جگت کی بات کے جواب میں دن دن وار جو تے چٹا پورن سمجھ چلا گیا۔

بجز یہ کہ جو بری باز ادول لٹنے کا مقدمہ شروع ہوا تو عدالت بھڑکی تھی۔ جگت کو پولیس

میں مسلح سپرے کے ساتھ لایا جاتا بلایت چنا کے لیے اس قدر حفاظت کی ضرورت نہیں سمجھی گئی تھی۔ جیل میں انگ انگ رکھتے ہوئے چٹا اور جگت عدالت میں پہلو پہ پہلو بیٹھے نظر آتے تھے۔ چٹا اب پہلے پہل سیٹھا بھولا یا ڈور پوک نہیں رہا تھا۔ چٹا سمجھ کے قتل کے بعد اس کی حالت بدل گئی تھی کس کس کا بدولت لگ گیا۔

”چٹا فرار ہونے کا موقع تلاش کرنا ہے۔“ یہ کہنے کے بعد جگت کو اس کے چہرے پر حرمت یا خوف کے آثار نظر نہ آئے۔ وہ صرف آہستہ سے چٹا تھا۔

”میرے لے؟“ جگت نے انھیں نکال کر کہا۔ ”بلکہ ہم دونوں لے لے۔“

کسی کا دھیان ان کی طرف نہ ہو جائے اس لیے چٹا کچھ دیر خوش رہا۔ وہ دونوں لاہر وادی سے بچ رہے ہوئے تھے جیسے انھیں مقدمے سے کوئی دھمکی نہ ہو۔ قحاولے قحاولے دھنگے سے چٹا نے چٹا سمجھ کے قتل کی تفصیل جگت کو بتا دی۔ بھرا او بھرا کر بولا۔

”میں رہا ہوا تو میرے ہاتھوں میں عدالت ہو گا۔ اس تلافی کا چٹا سمجھ کاچ میری ماں کے پیٹ میں پرورش پا رہا ہے۔“

جگت نے بھری عدالت کے آخر میں بیٹھی ہوئی پم جیت کی جانب دیکھا۔ اس عورت کی آنکھوں میں آنسوؤں کا سیلاب تھا۔ چٹا سمجھ میں مار رہا تھا۔

جگت کی کوئی سے جگت باز دوڑی ہو گیا تھا وہ اس راج جوہری گواہ کے کمرے میں آ کر کھڑا ہو گیا تو جگت کو اس پر ہنسی آ گئی۔ شائے کے پاس سے گئے ہوئے ہاتھ کی آستین چھپنے کی طرح اسے

میں بچھڑ پڑا رہی تھی۔

”جگت مارنے کا نتیجہ۔“ اس نے کئے ہاتھ کو کچھ کرکھ کر کہا۔ بھراس کی بیٹھائی پر لکیریں ابھرا آئیں۔

”تب میرے غلاب کوئی دینے آیا ہے۔ اگر آزاد ہوا تو اس کی زبان کاٹ ڈال گا۔“

○

سب سے پہلا فیصلہ جوہری بازادری لوٹ کا ہونے والا تھا۔ جگت کے گھر کے سب لوگ جا رہا ہے۔ بے چینی کا اظہار کر رہے تھے۔ ایک طرف چٹن کر کے پیٹ میں مٹا کا جوہر بھڑتا جا رہا تھا تو دوسری جانب اس کا دل خوف سے لرز رہا تھا۔ پیٹ کی خلا میں بچھڑکھو تو اس کے دل میں بچھا ہوا خوف خوشی کو کھٹکے میں بدل دیتا۔ بھڑکی میں بچھڑکھو تو کھٹکے دوسرے کو کھٹکے دینے کی کوکشی کر رہی تھی۔ وہ سوئمن سمجھ کے عدالت سے لوٹنے کے اظہار میں پورا دن گزار دیتیں۔ ماں کی غصہ سے بچھڑکھو ہوا تھا۔ چٹا کا نہیں کہنے کی ضرورت نہیں۔ جو بات بھڑکھو بدولت ذکر کر کے وہ نہ کہتا۔ ”سوئمن سمجھ عدالت میں موافقت کی باتیں کر کے ان کا دل بھلا دے۔“

”خو کہ رہے تھے۔“

”ماں جی! اچھی فیصلہ ہونے والا ہے۔“ چٹن کر بچھڑکھو ہوئے دل سے بولی۔ ”ہم مندر جا کر سر ہٹا کر کھڑے ہوں گے۔“ گائی کے گرد دھارے جانے کا ارادہ تو ماں نے بہت عرصے سے کر رکھا تھا مگر اب اس کے بڑے گرد دھارے تک جانے کی ان میں ہمت نہیں تھی۔

”چٹن! ان دنوں میں جھپٹن ستر کی تکلیف برداشت نہیں ہوگی۔“ مگر بچھڑکھو ہوا چھوہرہ دیکھ کر

ہاتھ بندھ کر غمگینا کے انداز میں چلے گئے۔ آنکھوں سے تارے کے قطرے پھٹے ہوئے۔ وہ جڑے سے ہاتھ پر ماتم کر رہے تھے یا سہانی مانگ رہے تھے اس سے پہلے کہ ماں کی ہچک چھوٹیں، دیوہی سے چلی ہوئی ہاتھ پر مار گئی۔ چندن کو یہ برداشت نہ کر سکی۔ وہ اس کے پیچھے تیز قدموں سے چلے گئی۔ ناں کی جڑی ہوئی پت سے اس کے پیچھے بڑھیں۔

”بھو! تک جلد تھیں تک سر کے فرش پر پاؤں نہ پھل جائے۔“ مگر چندن کی رفتار کم نہ آئی۔ صبر کے دروازے کے قریب ہی اس نے دیوہی بازو ہاتھ لیا۔

”دیوہی ماتم اس طرح کہاں فرار ہو رہی ہو؟“ دیوہی خوفزدہ نظروں سے اس پاس دیکھ رہی تھی۔ ہاتھ دروازے کے قریب کھڑے ہوئے ایک مرد کو دیکھ کر چندن کے ہاتھ سے بازو چڑھ لیا۔ ”مجھے جانے دو چندن!“ چندن کو رائے روکنے کے لئے ہاتھ بڑھا رہی تھی۔ مگر اسی لمحے اس کی بھاری آواز سنائی دی۔

”بھئی جلدی کر۔ ایسے کی دغا مانگنے میں اتنی دیر کر دی۔ رکتہ کڑا ہے۔ لداہیہ کی کی بس چلی چکی۔“

”میں جا رہی ہوں۔“ دیوہی دھڑکی آواز میں بولی۔ پھر چندن کو رکے پھل پر بھاری نظر اگڑ بولی۔ ”مجھے کو میری طرف سے پیار کرنا۔“ اس کی آواز بھراؤنی۔ لڑکھائی چال سے وہ اس کی جانب بڑھ گئی۔ اسی لمحے ماں کی ہچک چھوٹیں ہوئی وہاں چل گئیں۔ انہوں نے رکشے میں بیٹھی دیوہی سے دیکھتے ہوئے سہو سے کہا۔

”اگلے کی طرح دوڑ چلیں۔ وہاں میں بچے اس کا خیال بھی نہیں آیا؟“ تیزی سے دوڑتے ہوئے اس کے پیچھے نظر جھکا کر چندن نے آگ بھری۔

”بھٹانے سے ملاقات بھی نہ ہوئی۔“

”جو کچھ ہوا ٹھیک ہوا۔“ ماں کی سخت لمحے میں کہنا چاہا۔ مگر آواز بیک گئی۔ ”اے اسی کی وجہ برا بیٹا پھر کڑا ہوا دانا راج سب دیکھتے کا وقت آیا۔“

”ماں کی آواز ہمارے پیچھے کی حفاظت کی دغا مانگنے لگی تھی۔“ چندن کو کی نظر میں اب بھی اس کی پہچانی ہوئی تھی جس سے سر رکتہ تھا۔ ”میں نے صاف صاف سنا تھا وہ اپنی زندگی کے بالوں کی زندگی کی دعا کر رہی تھی۔“ کچھ دیر ساں بھو خاموش رہیں۔ چندن کو کواکب خیال آیا۔ ”نہ دیوہی کا چہرہ بھانج نہ لیا۔ وہ مجھ لداہیہ کی بس کے لئے جلدی کر رہا تھا۔ کیا وہ نہیں دھکی ہوئی؟“ دروازے سے باہر نکل کر اس نے سانس سے پوچھا۔

”ماں کی اہم میں شریہ کیوت جائیں تو جلدی چلے جائیں گے۔“

”نہیں! ایسی جلدی نہیں ہے۔ بس ستر میں تمہیں تکلیف آٹھانی پڑے گی۔ آرام لینا میں جائیں گے۔“

”دل کو کوچ رہا پڑا۔“ ٹھنکے سے ستر کے دروازے دیوہی کے خیالات میں گم رہی۔ ماں کی کی چیلنے کے خیالات میں ڈوب گئیں۔

”ابھی وقت عدالت میں جوہری باز اس کا فیصلہ سنایا جا رہا تھا۔“

ماں کا دل بھی بچھ گیا۔ ہر ایک لمحہ اس مندر کی دعا پر یوہا تین رکنا تھا۔ مکھ کے علاوہ دوسری تو کے لوگ بھی امرتسر کے گولانڈا ٹھیل کے تالاب میں ڈبکی مار کر من کی سراد پوری کرنے کی آواز کرتے تھے۔ ماں کی سے سوچا کہ بھو کی خواہش پوری نہ کی اور کجیت کے کس کا غلط فیصلہ ہوا زندگی بھرا خسوس رہے گا۔ ”بھتر ہے بھو! تمہارے سر کے ساتھ کیم جائیں گے۔ آنے والے۔“ بچے کو بھی دعا کی ضرورت ہے۔

گولانڈا ٹھیل کے تالاب میں نما کر ساس بھونے جوت کی حفاظت کے لئے بچے دل سے نکلی۔ ”ہاں دے خدا کی حفاظت کر ستر کی اکال۔“

”جہانے کے بعد اس کو لکھ کر کے ساس بھو کر گتہ صاحب کے سامنے سر جھکانے کے۔“ صبر گئیں۔ لوگوں کی لمبی قطاری ہوئی تھی جس میں عورتیں زیادہ نظر آ رہی تھیں۔ ”دوہنے سے،“ صاحب کر آگئیں جھکائے چندن کو اور ماں کی جی سے ہر اس کی پر ہاتھ میں دل لگلائے۔ قطار میں کھڑی عورتیں گرد گرتے کوسر جھکا کر پھول رکھ کر دایا ہٹ جاتی تھیں۔ بیٹین اور بھٹی کا ماحا آ رہی کے بے قرار دل کو سکون بخشی رہا۔ گرتے صاحب کو پڑتے ہوئے گرد کی بھی سفید آڑھی، میں پھر بھڑا رہی تھی۔ اُن کے حسین چہرے پر ہوج اور دیوہی کی روشنی بھگ رہی تھی۔ اُن کی منم آواز میں اعتقاد اور ایمان کی خوشبو عروس ہو رہی تھی۔ اُوٹے تھے پر۔ کئی کپڑا بچھا ہوا تھا جس پر گرد گرتے کھلا تھا۔ صبر عبادت کرنے والے رہی کپڑے پر پھول رکھ کر بیٹین انداز میں سر جھکا۔ جا رہے تھے۔ پھر چندن کو کی ہادی آگئی۔ دونوں بھٹیوں کے پھول اس نے دیکھی کپڑے پر رکھ دیے۔ پھر زما مانی۔

”میری کوک بھری تھی تو اب اس پر دم بھی کرنا۔ اس کے سر پر باب کا ساہ قائم رکھنا پر بھو! چندن کو کے آسور دھکی کپڑے بڑھانے لگے۔ وہ اپنی دعا میں اپنی کوئی کمر ہر ایک کر سکیا۔ کئی ہوئی عورت کی جانب پہلے تو اس کی توجہ نہیں گئی۔ مگر سکین کے ساتھ کبے جانے والے اٹا اس کی سماعت سے گھرائے تو دل کے کنارے جھٹکا اٹھے۔ وہ جانی پہچانی آواز کر گرتے صاحب کے حضور عاجزی کر رہی تھی۔

”ست سری اکال! اُن کی گردن میں بندھے ہوئے قہوڑ کی لاج نہ رکھا۔ چاہے اس کے بد۔“

میری ساری زندگی لے لیتا گھران کی حفاظت کرتا مالک! چندن کو نے جلدی سے کھڑی ہو کر پیچھے کھڑی ساس کے لئے جھک جاتی۔ ہچک ہوئی اٹھیں دوہنے سے خشک کر کے وہ اس عورت کا چہرہ دیکھنے لگی۔ چہرہ دیکھنے کے بعد اس کے سینے پر طوقاں اٹھنے لگی۔ چندن نے اس کا جسم بھٹکا تالاب بھڑکرتے ہوئے اواز لگی۔

”دیوہی!“

اس عورت نے چونک کر نظر اٹھائی۔ چندن کو کو دیکھتے ہی اس کے ہچک بچے پرے پر چک آگئی۔

چندن کو کہنا چاہتی تھی۔ ”دیوہی! اب تک تم کہاں تھیں؟ تم نے اپنی کیا عادت بنائی؟“ مگر اسی لمحے ساس چونک کر کھڑی ہو گئیں۔ انہوں نے پہلے چندن کی جانب، پھر دیوہی کو دیکھا۔

آہستہ کہنا چاہتے تھے۔

"کیوں تو رہا ہے وہ؟" ماں مٹی کہنا چاہتی تھی مگر بھروسے سے صرف اتنا نکلا۔ "کیا ہوا.....؟"  
اب سوہن سگھنے نے اُن کی جانب دیکھا۔ پھر آہستہ سے کچھ کہنے کی بجائے جلدی کے ہوئے۔  
"پچاسی گئے.....؟" دونوں کے دل غٹھے ہو گئے۔ جگت کے باپ نے چار پائی پر لیٹے ہوئے کہا۔  
"پچاسی سے بچ گئے مگر دس سال کی ہو گئی۔" چندن کو اور ماں مٹی کے دل پر دم لگا۔ اُن دونوں  
کے منہ سے آدھل گئی۔ سوہن سگھنے نے دو تین منٹ اور گزار دیے، پھر کہنا شروع کیا۔ "اُس ہاتھ  
کے نفس راج کی گواہی پولیس کو نقصان پہنچا گئی۔ اُس بےوقوف نے جگت کی آواز نہ سنی چوتھ تائی  
تھی۔ ہمارے وکیل نے گواہی کرتے ہوئے پوچھا جس شخص کو تیر نے گولی چلائی ہے وہ تیرا ہے وہ  
ہمارے سامنے کھڑا ہے۔ اس کی آواز خانی پانچ چار سات اچھے تو جہری بھلا کیا اور بولا کہ  
صاحب اُس وقت وہ جگت کا فرزند نظر آتا تھا اس نے زادہ آواز نہ سنی تھا یا ہو گا بس اُس کی یہ  
لفظی ہماری بڑی مٹی۔ کل مجھ جرم ثابت نہ ہو سکا تو سزا دے کے سزا ہوئی۔" وہ سب کچھ ایک سانس  
میں بتاتے اور جگت دکھ کر کہنے۔ سانس بہنے ساتھ نہ دیا تو عجیب کسر بھا گیا۔  
"جگت سے کچھ بات ہوئی؟" ماں مٹی نے سوچا کچھ کرنا ضروری ہے۔ بیٹے سے سکی لفظ تو  
اچھے ہے۔ تاکہ اُسے صدمہ نہ پہنچ جائے۔ سوہن سگھنا اشارہ کئے۔

"اورے وہ تو سزا سن کر لا پڑا ہی ہے۔" پھر جگت نے کہا کیا جس قادی وہ بھی کہہ گئے۔  
"جگت سے مت دو۔" باپ آہستہ گہرا بنا۔ "مجھے پچاسی پر چڑھانا کھیل نہیں ہے۔"  
"اُس نے ایسا کیا؟" ماں مٹی کی آواز جھلی بار گئی۔

"ہاں بھئی،" سوہن سگھ چندن کو روک کر کہہ بولے۔ "اُس نے بہو کو پیغام بھی بھیجا ہے۔" یہ سن  
کر چندن کو چو گئے بغیر نہ رہی۔ اُس کی آنکھوں میں چمک آئی۔ سوہن سگھنے کی اعازا پہنچ آئی۔ وہ  
انہلے۔ اُس نے کہا کہ بہو کے ساتھ ہماری بیوی کی بھینس ہے ثابت کر دکھائے۔ "چندن کو  
لی آئیں گے۔ لیکن اُن کو دیکھ کر ساتھ سسکا سٹائی دیں۔ سانس اُس کے قریب آگئے۔  
"جگت سے بیٹے نے لگا تو چندن کو بلک بلک کر روئے گی۔ ماں مٹی کا ہاتھ اُس کی پشت پر گردش کرنے  
لا۔"

صدموں کا سلسلہ چل نکلا۔ سر پر لٹھی ہوئی عمارت ایک کے بعد ایک گرے گئیں۔ جہری کو  
رہ بھلا کر ڈاک ڈاک اس کا فیصلہ سات سال قیدی کی صورت میں ہوا۔  
"دس اور سات سترہ ہوئے۔" مجرم کے کمرے سے نکل کر ہوا ایک بلند آواز میں بولا۔ پولیس  
بف اور وکیل آئیں کھال کر چبے کہ رہے تھے، چٹا ابھی ڈک جاؤ۔ تمہاری گردن ہمارے پچھے  
نا ہے۔

"جگت نے چٹا کو طلب کیا۔" دونوں آئیں کھال کر ہمیں ڈرانا چاہتے ہیں۔  
"ناہ کہہ دو؟" جی سنی ہوا کہ اتنی کرادیں۔ ہمارے چہروں پر اسی طرح سکون دیکھیں گے۔  
ریگت نے اپنے وکیل سے پوچھا۔ "میں اکیلے کرتی ہے؟"

○  
مسوا دھار بارش ہو رہی تھی۔ ہوا کے زوردار پتھر جوں سے برسات کی رات بڑی خزا  
معلوم ہو رہی تھی۔ ماں مٹی اور چندن کو کے دل میں چلتے ہوئے جھگڑوں کو باہر کے طوفان۔  
زباہہ تیز کر دیا تھا۔ خوف اور خوف اُن کی زدوں پر مسلما تھا۔ ایک جگت کے باپ آئیں  
فیصلے کے بارے میں بتائیں گے۔ انہیں سوہن سگھنا کا انتظار تھا۔ باہر یاد دل کرے۔ کھلی کا  
ہوا..... سانس بھول رہے۔ ہوا کے پتھر دس سے کھڑکی بار بار مل رہی تھی جس سے سانس بہا  
آئیں۔ نہ جانے کیوں شاید کھڑکی کے راتے داخل ہونے کی جلدی کر رہی تھی۔  
"ایسے طوفان میں شاید تمہارے سر نہ آئیں۔" ماں مٹی بھلائے کے لئے چندن کو رہے  
رہی تھیں۔ "اگر تیرے کچھ ہوں گے۔"

"ہم....." چندن کو صرف اتنا ہی کہہ سکی۔ دل میں تو اسے یقین تھا کہ ان دونوں کا  
رات تیرا جاسپر پسند نہیں کریں گے۔ اس سے پہلے کچھ کے اخبارات میں فیصلہ شائع ہو چکا۔  
گھر آنا مناسب سمجھیں گے۔ کچھ دیر بعد دروازے کی دھجھک ہو گئی..... چندن کو نے ماں  
جانب دیکھا، گھر کھڑکی ہونے کے لئے دیا کھارہا لیا۔ ماں مٹی نے جلدی سے کہا۔  
"تیرے سرے دو! میں جا رہی ہوں۔" پھر یہ کہتے ہوئے کھڑکی ہو گئی۔ "پھر کچھ ہے۔"  
چاند کو رہتی رہی۔

فانوس کی روشنی بلند کر کے ماں مٹی برآمدہ میں آئیں۔ انہیں اور ڈھاکہ کہیں چندن اس  
چہرے سے بات سمجھ نہ جائے اور اُسے صدمہ پہنچے اور وہ دروازے پر ہی دھجھک ہو جائے۔  
مول نہیں لیا جا سکتا تھا۔ بارانے کا تھیلہ اوڑھ کر وہ کھڑکی کے قریب آئیں۔ لڑتے دل۔  
سکیپا سے انہوں نے دھجھک کوئی۔ سوہن سگھنا دروازہ کھول کر اندر آئے۔ کھلی ہوئی پتھری مٹی  
مٹی پہنچا ہوا تھا اس لئے ماں مٹی جو جانا چاہتی تھی وہ نہ جانا سکیں۔  
"بہت بارش ہے۔" یہ کہہ کر جگت کے باپ نے دروازے کی کھڑکی کی دھجھک چڑھا دی اور  
گئے۔ "بہو جاگ رہی ہے؟" انہوں نے پوچھا۔ کچھ ضروری بھیج چکے گئے۔ ماں مٹی نے  
نظر دس سے اُن کی جانب دیکھا۔

"ڈک کے بادل گرج کر برسنے والے ہیں تو خیر کسے آتی ہے؟"  
چندن کو کان کان کر دیوار سے ٹک لگائے کمرے میں بیٹھی رہی۔ برہمے ہوئے پیٹھ  
ہاتھ رکھ کر آنکھیں بند کر دے ڈھانچ رہی تھی۔ پیٹ میں بڑی حرکت کر رہا تھا جس سے دل  
رہا تھا۔ سر نہ کر کے نہیں دم رکھتا تو اُس کی بند آنکھیں کھلیں۔ سر پر دوپٹہ ٹھیک ٹھیک  
ٹھیک سے صاف آواز کر رہا تھا۔

"برسات کی وجہ سے گاڑی ڈرہ گھنٹہ لٹ ہو گئی۔" انہوں نے چار پائی پر بیٹھ کر بیچا  
ہاتھ اور من صاف کیا۔ "دوپر سے برسی رہا ہے۔" بیچا ہوا ایسا آواز سے ہونے لگے۔  
ڈک جانے کے لئے سوچا..... "ماس بہو کی آنکھیں اُن کے لیٹے ہوئے ہوتی ہیں تو  
بھرو دی باتیں اُن کی ہے قریبی زبانی بھرا رہی تھیں۔ شاید سوہن سگھنا صدمہ پہنچانے والی ہانہ

غلام کے بچہ پاری کو کچھ بازو لٹونے کے بعد اپنی لٹونی کے ساتھ فرار ہو رہا تھا تو اس کے الیہ تعاقب کرنے والے ہوئے گاؤں والوں میں سے ایک شٹ ہو گیا تھا۔ اس طرح لوٹ ادرکل دوسرے جرم کا مقدمہ شروع ہوا۔ یوں سنگھ اور سرکاری مکمل اس کیس پر پورا بھروسہ رکھتے ہوئے اس کے فوراً بعد جکٹ کا تجربہ کرتا ہو گیا تھا جسے پولیس نے سرکاری گواہ بنایا تھا۔

”صاحب! کیس کے بعد مجھے خود نوکر سے خیال رکھنا!“ تجربہ کار بار پولیس کے سامنے لڑتا۔ ”میرے بیوی بچے قحط ہو چکے ہیں۔“

”تم خواہ خود گھر آجے ہو، تم سنگھ! یہاں سنگھ نے تمہیں پھینکا کر کہا۔“ کیس ختم ہونے بعد جکٹ اندر ہی اندر رہ گیا۔ ”مگر کیس کے خاتمے تک یہاں سنگھ، بشن سنگھ کی پوری حفاظت کرنا تھا۔ جکٹ کا کوئی ساتھی اس تک پہنچ نہ سکے، اسے دھکا کر کواٹری دینے سے روکا نہ جاسکے اسے نہ تخت انتظام کر دیا تھا۔ چنا کے ہارے میں دو خالی رہا جس سے جوہری بازار کے فیصلہ صرف دو سال کی مسافر ختم ہو گیا تھا۔

بشن گواہ کے کمرے میں کھڑا ہوا تو جکٹ نے اسے اپنے نظروں سے گھورا۔ دوسرے لمحے بشن نے فکری جھکاؤ میں اس کے بعد وہ جکٹ سے تمہیں نہیں مل سکا۔

”جرم کے کمرے میں سفرے سے تمہیں کوئی بچا نہیں تھا؟“ تب بشن سنگھ نے اثبات میں سر ہٹا کر کہا۔ ”اسی سوال ہوا تو میں اس نے سر اٹھانے پر تیار تھا۔“

”جکٹ! جکٹ! آکر۔“

ملی مقامی نے اختلاف کیا۔ ”حضور والا! فریادی کا گواہ جرم کو دیکھے بغیر جواب دے رہا ہے اس طرح جواب دے رہا ہے جیسے اسے کھانا کرایا گیا ہو۔“

”حضور والا! سرکاری وکیل گرم ہو گیا۔“ اس کے لئے جرم کو مذہب ہے۔ وہ وہاں کڑا گواہ کو کی کوشش کر رہا ہے۔“

انے بخت سے کہا: ”ہدایت کے کام میں اس طرح دخل دینا جرم ہے۔ یہ اب خیال رکھنا۔“  
 لیکن سگہ فطریں تباہاں کا۔ پورن سگہ نے ہونٹ کاٹے۔

حقوق افتادہ روپے کس لئے؟ عزیزوں سے بیکرا اور جاگے سے کھاتوئیں گے۔“  
 میرے دل کھلی ہوئی عدالت کے وقت پولیس چیف کو اس کا جواب مل گیا۔ دونوں مجرموں کو  
 ٹیبلٹ لائے جانے کے بعد وہ سرحدوں کے قریب کھڑا ہوا۔ کھڑے کرنے والی جیب کا انتظار  
 تھا۔ کس سنے کے لئے گاؤں کے لوگوں کی بڑی بھیجی ہوئی تھی جس سے عدالت کے  
 دروازہ بند کرنا تھا۔ کھڑے کرنے والی جیب دروازے کے قریب آئی۔ دروازہ  
 اب اس لئے ایک کھٹکھٹان پیلو سے کھل کر کھڑے کرنے والی جیب کا جھانپا ہوا کھٹکھٹا

پہلے فیصلے کے وقت بھی محبت نے کہا تھا۔ ”اپنے میں اس کے سال دو سال کم ہو جائیں گے کیا ہوگا؟ دو سال اور یا پھر اس میں ہمارا کیا فائدہ ہوگا؟“ شائے ان کا کوئی عمل نے حیرت اظہار کیا تھا۔ ایسا لارہ اور دھوکے سے پہلے بھی نہیں ملا تھا۔ وہ بڑے بڑے مجرموں کے کسٹڈ تھا۔ خود کو بچانے کے لئے قاتل سے سخت دل لوگ اُس کے سامنے چھ جڑ گڑ گڑاتے تھے ”صاحب! مجھے پھانسی“ اور چھتا تھا کہ سزا اس کو رہی چند بات میں آتا تھا اور نہ ہی خوفزدہ ہوتا اُس نے بڑا عجیب اور لاپرواہ مزاج پایا تھا۔

کرتا راجدانت میں برابر حاضر ہوتا تھا۔ اس کے باوجود وہ کسی شہسولت و مکالی میں نہ جاتے جگت کے چمپا نے ہوائے اس کے اسی نے رات بھر میں گیارہ ہزار فقہ دانے تھے۔ وہ سب کی اس میں سے دوسرے خرچ میں نصف رقم قسم ہو چکی اور ابھی دو بڑے ہفتہ راجدانت میں رہتے تھے۔ ان کے ساتھ دو بیویاں بھی تھیں۔ وہ اس کا علم تھا۔ جگت کے باپ کو ہفتہ لڑنے کا چارہ جو بڑے اس کے دو بیویاں کے خرچ خرچ کر رہا تھا۔ گیارہ سال کی کونسل اور سات سال کے بیٹے کے خلاف اس کی کھرب میں اس کی لڑکر نے جگت کے مقررے کو اس کے بددلی سے قبول کر لیا تھا۔

بحرمنوں کے کنبہ سے جگت اور چنا کو پریس باہر لے جا رہی تھی تو اس نے ان کی انہوں جگت کی جانب دیکھا۔ جگت نے اسے دیکھ کر دینا جگت کی جگت کی زور سے کسی کی جگت کی لڑکر کے راجدانت پہنچے ہوئے اشارہ کیا۔ کرتا راجدانت کی جگت اسے اپنی کسی کا دکر رہا ہے۔ وہ بھڑکی۔

راجدانت کے کنبہ سے باہر چلا گیا۔ دوول میں سوچ رہا تھا، کیا وہ اپنی کسی دایس بائیں بائیں رہا ہے؟ کیوں اس خیال نے اسے یہ یقین کر دیا۔ جگت نے فرما ہونے کے لیے ایسا خطرناک کام کیا، وہ جگت کے خیال نے اسے لڑکر راجدانت کے کنبہ سے اس کے رخ پریس والے جگت کے راجدانت سے کرتا راجدانت میں اخبار تمام کر لیا ہوا تھا۔ جیسے ہی جگت تریب سے گزرا وہ پلٹا واپس آیا۔

اخبار پڑھنے لگا۔

”جلدی کا تپتیا ٹھنسا نہیں ہوتا۔ انسان کو؟ انتظار کرتا جاوے۔“ جگت نے پی ساوا اُس کے پاس چل کر ہوا پوکس اور لالچی سے الفاظ سن کر چمک کر اُس نے کوئٹہ کی جانب دیکھا۔ کوئٹہ کو رات میں پہلا کڑے ”ہم ہمارے وزیرِ تعلیم کی تقریر ہے۔ پرجا کو کیسے سنبھال دے رہے ہیں۔“ جگت کو کوئٹہ کی چام پندرہ کی۔ محرم سوچا اچھا نہ لگے۔

”کیسے محسوس ہے۔۔۔؟“

”جیسے چھلن گور کے چپٹ میں سخت درد ہو رہا تھا۔ ماں جی ہاتھ کا پتھی ہوئی پھر کمرہ ری لیا۔ دایہ نے کہا تھا کہ ابھی آٹھ دن مانگیں گے اس لئے ان کی بے چینی بڑھ گئی۔ دن دن سے بڑھ کر درد اسے جا رہی تھیں۔ وہ دعا کرتی کہ زنگی کے بعد فیصلہ بنایا جائے تو اچھا ہے تاکہ ان کے وجود میں پرورش پانے والے بچے پر ماں کے صدمے سے کوئی اثر نہ پڑے۔ جنت کے آسمان پر ایک بار کہا تھا کہ بہو کو گھنٹوں ڈور لے جائیں۔ زنگی کے بعد ہی بہو کو فیصلے کا پتہ چلے گا۔ ایسا ہی کرتا ہے۔ ماں جی بھی گھنٹیں کداس بار بازی ہارنے کا فخر ہے۔ جنت کے باپ کو پہلے بھی ملنے اسے قدر داس نہیں دیکھا تھا۔ پھر میری چھلن گور کو ڈور کیسے دانی والی انٹیں پسند نہیں

آج بہو کی کچھ دوائے۔ اسے پتہ چل جائے گا کہ ہم کیوں ایسا کر رہے ہیں۔ پھر دل ہی دل چڑھتی ہے۔ کئی اور بچہ ہم کو ہم جانتے گا۔“

اسی بحث وہ سہانے میں فیصلے کی رات آگئی۔ رات انجمن کی سیٹی سے لڑ گئی۔ سیٹی مار کر انجمن ماں کا دل خوف سے کانپ اٹھا۔ یہ سوچ کر چھلن گور کی لاف اڑو کہ کسوٹی کے لیے وہ بیاد رہا ہو گا تو اچھا ہے وہ چار پائی کے قریب جا کر دیکھ آئیں۔ پھر کمرہ کی کے پاس جا کر کمرہ زریں جس آسمان والے کو کھڑی نہ لکھنا پڑے اور بہو کی نیند ٹوٹ نہ جائے۔ انٹیں کافی دیر گزار رہا

”کیا وہ نہیں آئے ہوں گے؟“ مگر اسی نے کھڑے کی کانچیں سنائی دیں۔ ”نہیں..... وہ آتے ہیں آئیں گے۔“ انٹیں گھر سے ڈور نہیں ہے۔ مگر کتا کیوں ڈک رہا ہے؟“ تاکا کھڑکی کے پاس آ کر کھڑا ہوا کیا۔

”ظہیر بیجا کی! آپ کو اتار رہا ہوں۔“ یہ تو بڑا رکھی آواز تھی۔ ماں جی لڑا نہیں۔ کیا وہ اپنے کو چھوڑنے کے آگیا ہے؟“ وہ سوچنے لگیں۔ ضبط نہ ہوا تو جلدی سے انٹوں نے دروازہ کھولا۔ جنت کے باپ کا بازو دھام کھڑا ہوا تھا۔ بچا ہوا چہرہ وہ درد و کسر اور سوچ بھی ہوئی انٹیں سے بڑھ کر کھڑے قدم۔ سب کچھ بھی سن آ رہا تھا۔ پوچھنے کی ضرورت نہیں تھی۔ لائین تھا سے امان کی آواز تھا کہ کیا پانے لگا۔ بڑا رہنے انٹیں چلا گیا۔

”میں! امی منظور رہا۔ چھلن گور کے لئے بھی امت رکھا۔“ اس جی فوراً ہوشیار ہو گئیں جیسے کچھ اندہ ہو۔ بچے کا چاہے کچھ ہو اب جو آنے والا ہے اسے کچھ نہیں ہونا چاہیے۔ خاندان کا دیا ہے پہلے کچھ نہ جائے۔ لڑکھائے ہوئے قدموں سے سوہن گھٹے چھٹ پادری۔ ان بڑھائے کی جانب تکی۔ بھول جائیں، یہ دیکھ کر انٹیں اطمینان ہوا۔

”وہ سو گئی ہے۔ ذرا بھی آواز نہ کرنا!“ ماں جی نے دونوں کو ہوشیار کیا اور آہستہ سے کھڑکی بند کر کے اسے سوہن گھٹے کیسے۔ بڑا وہ ان کی پٹ پر ہاتھ پھیر رہا تھا۔

”کیا ہے؟“ ماں جی پوچھتے بغیر نہ تھیں۔ دونوں ان کی جانب دیکھ رہے تھے۔ کچھ دیر تک

کر کمرہ سے دوڑا۔ کھلی کر پان لے کر قریب آتے ہوئے کچھ کو دیکھ کر کٹھن گھر گیا اور جیسے کدے کو کدات کے میدان میں بھاگے لگا۔ دن پندرہ قدم دوڑا ہوا کچھ کا چھٹا اُسے غور کرنا وہ طعنازی کھا کر گرا۔ دو جوان بد چشمان اس کے سر پر پہنچ گئے۔ یوں گھٹا وہ تین پسند والے اسے گرفتار کرنے کے لئے جھپٹ رہے تھے۔ وہ اس کو جوان کی کھلی کر پان کا مطلب سمجھ گئے تھے۔ دو جوان کمرہ پر دیکھ کر کٹھن گھر کی انٹیں پھٹ گئیں۔ اس نے چپٹے کی کوشش کی مگر طعنا سے آواز نہیں نکل سکی۔ دو جوان کے غضب ناک چہرے نے اسے ادھ موڑ کر دیا۔ چپٹی ہوئی کپڑا کی دھار سے اسے اپنی موت نظر آ رہی تھی۔

”ہے ایمان! اچھا کے خلاف گواہی دے رہا ہے۔“ یہ کہہ کر دو جوان نے اس کے سینے کا کر پان اُتارنے کے لئے ہاتھ بلند کیا۔ خوف سے کپکپاتے ہوئے کٹھن گھر نے انٹیں بند کر گئیں آخری لمبے کی تکلیف کے خوف سے اس کا دل کاپ رہا تھا۔ مگر کر پان سینے تک نہیں پہنچا۔ ایک دھماکا ہوا اور عدالت کی پرانی عمارت ٹل کر گر گئی۔ دو جوان کے ہاتھ سے کر پان دور جا کر رہا۔ آ کر پاراڑی ہوئی گولی نے اسے ذہنی ڈھیر کر دیا۔ کٹھن نے ڈرے ڈرے انٹیں کھول کر نزدیک پڑے ہوئے دو جوان کا سم خون میں لٹ پٹ نظر آ رہا۔ پچیس چھٹ ہاتھ میں پتول تمام اس کے چہرے پر چمکا ہوا تھا۔ آٹھ دن پس واپس والے راتیں لے لے کر ازال کر کھڑے ہوئے۔

”ختم ہو گیا۔“ پھر کٹھن نے انٹوں کا اٹھارہ کیا۔ پھر کٹھن گھر کو دھکا دیا۔ ”یہ خوف! اب تو کہ ہو جا۔“ مگر خوف زدہ کٹھن گھر میں اتنی طاقت بھی نہ رہی تھی۔ اسے کھڑا ہونے کے لئے دو پہلو والوں کا سہارا لینا پڑا۔

”تم اسے پکچھا تھے؟“ پھر کٹھن نے پوچھا۔

”اسٹیشن سے پینڈ کر کے آئے ہوئے کٹھن نے سر ہلایا۔“ یہ کچھ کا سچی سریت تھا۔

”اووو.....“ پھر کٹھن نے مضامین کس لیں۔ ”یہ زعمہ ہاتھ آتا تو اچھا تھا۔“ کٹھن کو حیرت ہو کر رہ گیا تھا۔ اس کی سریت کی بجائے صاحب اس کی موت پر انٹوں کر ہاتھ عدالت کے باہر اندر کے لوگ کچھ دیر پہلے دیکھے ہوئے مٹنی خیر متحرک خوف سے ہنسی آ کر انٹیں ہوئے تھے۔ چھوڑ کر آئے ہوئے کٹھن سے دیکھ کر اسے لگا۔

”مگر وہ کوئل کر کے کھانے لئے دن دہانے ملے ہوا۔“ کٹھن کی انٹیں پھٹ گئیں۔ وہ کچھ

اور چلا گیا۔

ڈور کھڑے ہوئے کٹھن اور سوہن گھر کی انٹیں چار ہو گئیں۔ اس حادثے نے اس کا خراب کر دیا اس کا انٹوں کے چہروں سے ظاہر تھا۔ دھماکے سے چپٹے ہوئے کٹھن کا سریت گھر کی قربانی کا پتہ چلا تو اس کی انٹیں جھجک گئیں۔ اس کے لیون پر ہمیشہ کٹھن لارہ والی اور سوہن غائب ہو گئی۔ بائیں بازو دو جوان سریت اس کی خاطر مارا گیا وہ اس لئے اپنے آپ کو بچھ کر مارتا لگا۔ اسے اب کس میں وہ بھی نہیں رہی۔ فیصلہ بنایا گیا تو وہ کہہ آؤں نظر آ رہا۔ سزا سن کر وہ قہر مار کر چہا۔ پھر جی عدالت کٹھن میں آگئی۔



پانی پانی چاہئے؟ میں اس سے پہلے فرار ہو جاؤں گا۔"

مجھ پر بدرون دار جتوں کی آواز آئی۔ چوکیدار شانے پر رائل رک کر سلیوٹ کرنے کی ہدایت کیا۔ جگت مجھ کا ہدف بن گیا۔ چوکیدار نے اس کی طرف اشارہ کیا۔ اس کا لقب ناک چرہ تھا۔ ایک قیدی کو اس کی پھانسی کے بعد اس کا ہدف بن گیا۔ ہوا۔ سالے بدھساں کیا کیوں کر رہا تھا؟ ہول۔" تیسرے چلائے ہوئے اس نے کہا۔ مگر جگت اس کے شے کی پرواہ نہ کرتا ہوا سہا گیا۔ "پینل ہے تمہارے باپ کی مرحوم شالا نہیں۔" میں کج رنگت گرم ہو گیا۔ "اے باپ کا نام نہ لینا۔" مجھے؟ "اے اس نے سلاخوں کے درمیان سے اپنے گھوڑے ڈھکی سو پر اس کے حجاب سے اور بھڑک گیا۔ آج تک یہ قیدی نے اس کے سامنے ایسی بات نہیں کی تھی۔ اس نے سوچا اسے مزہ چکھانا پڑے گا مگر بدھساں کے پیچھے تھا کچھ نہیں سنا تھا۔ ہاتھوں کی مضامیں کھینچے ہوئے اس نے چوکیدار کی جانب دیکھا۔ اس کے شانے پر رکھی ہوئی رائل پر اس کی نظر کی۔ چوکیدار کو جوڑوں میں اس کے صاحب کی توجہ ہوتی اس سے وہ فرخندہ ہوئی۔ ڈھکی سو پر نے جلدی سے اس کے شانے سے رائل اٹار لی اور رائل کا کندہ دونوں ہاتھوں میں تمام کر لیا۔ دونوں کے کی سلاخ میں جگت کی جانب ہٹنے سے باری۔ جگت ہوشیار تھا۔ وہ دونوں سے زور سے زور سے دیکھتا تھا۔ زور سے پینٹ مٹ گئی۔ دانت بٹے ہوئے چھوٹے سو پر بنے دوسری بار ڈال سے اندر دھکا مارا۔ شے میں انسان اکثر اپنی مصلحت پر ہٹتا ہے۔ جگت کو بھی نہ پہنچنے کیا سوچی کہ اس نے نال پر بھجنا دار دونوں ہاتھوں سے تمام لیا اور رائل کھینچے گا۔ چھوٹا سو پر چلا۔ دو دو چ آٹھا۔

"چوکیدار۔" اسے زور دیا کہ قیدی رائل جھین لے گا تو ضرور کوئی کشت کر دے گا۔ اس شخص میں انداز ہو گا اس کا اسے انداز نہیں تھا۔ اس کی ہتھیلی پیسے سے تر ہو گئی اور بدھتی کا گندہ سر نکلا۔ جگت نے دانت میں کر زور ڈال دیا۔ اب ایک دو زور دھکے کی ضرورت تھی اس کے بعد رائل اس کے قبضے میں آجائی۔ مگر چوکیدار نے جگت کو رائل کا کندہ چلا دیا۔ بڑی قدر کا صورت حال ہوئی۔ رائل کے لئے دونوں طرف سے زور ہونے لگا۔ چھوٹے سو پر سے پھرتا رہا۔ وہ ان کی چیخ میں کرک ایک اور چوکیدار کیا گیا۔ اب دوسرے تین ہو گئے اور جگت کے ہاتھ سے نال گر گئی پھر اس نے شرارتاً ایک چھوڑ دی۔ مخالفت میں وہ زور کرتے ہوئے چھوٹے سو پر اور دونوں چوکیدار رائل کے ساتھ چلے گئے۔ وہ دہرے آدے کی دیوار سے ٹکرا کر اوپر پھرتا ہوئے گئے تھے۔ چھوٹا سو پر دونوں چوکیداروں کے اوپر چلے گئے۔

"اے یہ تو خدا کفر سے ہو چاؤ۔" اپنے ہوئے دو چٹا۔ جگت تھہر مار کر نہیں دیا۔ سو پر کو ایسا مجبور ہوا جیسے وہ گرا نہ ہو بلکہ جگت نے اسے مارا۔ وہ لباس ٹھیک کرتا ہوا کھڑا ہو گیا۔ اس کی پینٹ شانی سے پیسے کا غلا بھر رہا تھا۔ اس کے کپڑوں پر کالی جڑت تھی۔ اس نے وہاں پر دونوں ہاتھ رکھ کر کچھ دیکھ کر دوسرے انھیں بند کر لیں۔ چوکیدار صاحب کی حالت پر فیس نہ لگا۔ کیونکہ جو کچھ ہونے والا تھا اور جو چاہتا تو ضرور ایک آدھ جان ضائع ہو جائی۔ رائل دو گئی۔ خیر ناک ڈاکو کیا کر بیٹھے کچھ کیا نہیں جاسکتا تھا۔ چھوٹا سو پر دل میں کچھ کیا کہ اس نے حماقت کی تھی اور قیدی

کی کسی قیدی کو پھانسی کے لئے بلایا جا رہا ہے۔ خود قریب کا تھا اس لئے کابھار کدو قیدی کی قریبی کوٹھی کا ہے۔ اب بہت سے قدموں کی آواز سن کر قریب آ رہی ہیں۔ درمیان میں قیدی کی پینٹیں سنائی دے رہی تھیں۔ ان کی اس کی چودھ چار دی۔

"اے چارہ۔" "ہو چار کجکٹ نے انھیں بلایا۔ چار آدمی اسے لٹکا کر لے جاتے نظر آئے۔ اسی قیدی نے گھوڑے مار کر ایک میٹ سے اپنا پیر چڑھایا۔ میٹ کو قافلہ کی ہڈیاں چکر گھونر لگ گیا اس نے وہ قدرے دو ہرا ہو گیا۔ سو پر چلا۔

"سالے! سیدھی طرح مرنا ہے یا مارا کر مرے گا؟" ایک میٹ نے اس کا ہاتھ تھا ہوا تھا۔ شے میں بھر کر قیدی نے اس کا ہاتھ زور دیا۔ دو دو چ آٹھا۔ "اے یہ ہول۔" جگت چٹا۔ مرنا ہی ہے تو کیوں بے عزتی سے مر رہا ہے؟ چچے ہی کیوں چار آدمیوں سے اپنے جسم کو اٹھوا رہا ہے؟ "تم خاموش رہو۔" قیدی سو پر نے کمرے سے کمرے کے دروازے پر دانت رکھ کر دو سلاخوں کے درمیان سے ڈھکی سو پر پر تھوکا۔ جگت بھڑک گیا۔ اس نے زبان پر دانت رکھ کر دو سلاخوں کے درمیان سے ڈھکی سو پر پر تھوکا۔ کوٹھی کا چوکیدار گھبراہٹ میں کوٹھی کی جانب بھاگا۔ "صاحب پر تھوکا ہے؟" صاحب اس وقت جلدی میں تھا اس لئے بٹکا جھٹکا چلا گیا۔ "پھانسی ہو جانے دے پھر تیری خبر لوں گا۔"

صاحب کے جانے کے بعد چوکیدار نے شے سے کہا۔ "آٹھ سو پائیس اتم کیوں دھروں گے درمیان وٹل دیتے ہو؟"

"یار! پھانسی پر چڑھنا ہی ہے تو ذور کیا؟" "پھر تمہا شور کیا کر رہا تھا؟" چوکیدار نے پوچھا۔ "مرادی طرح چیتے ہوئے پھانسی کے لئے چڑھنا چاہئے۔" بکا ہوا۔ "یکوٹھی میں ایسی ہوتی ہے گا کہ اس کے اچھوں کے چکے چھوٹ جاتے ہیں۔" چوکیدار نے پہلی بار اسے اس کے کڑھاب کی جانب کیا۔ جگت کو اس کی اپنا بیت پندرہ کی۔ "کے لے لیا تھا اس نے؟"

"اپنی جگت کی۔" چوکیدار دیکھا ہے کہ رہا تھا۔ "ہی پر اسے شک تھا۔ کھا ڈی سے مر چا۔" دیوار حالت میں افرار کیا۔ پھانسی کی سزا سن کر ہنسا۔ اب اسے کل کٹنی حراج ہی تھا۔ کٹا۔ وقت جی چھوڑ گیا۔ مرنا کسے اچھا لگتا ہے بھائی؟" "مرنا تو اسے بھی اچھا نہیں لگتا۔" جگت نے سوچا مگر پندرہ پندرہ کا سوال نہیں تھا۔ مگر اس طرح بزدل بننے سے کیا ہو سکتا تھا؟

"کھرا۔" "ایک آواز سنائی دی۔ چوکیدار نے آہ بھری۔ "چھوٹ گیا چارہ زندگی کی لاپی۔" جگت سمجھ گیا کہ اس کے پیچھے سے سخت گئے ہوں گے اور سلاخوں کا قب پینے ہوئے قیدی کو سے لٹک رہا ہوگا۔ مگر اسے کچھ خبر نہ ہو۔ پھانسی کی کوٹھی دیکھنے کی خواہش پر وہ خود کھڑا اور سو پر لگا۔ "مجھ کو بدھ میرا بھی جانا ہوگا۔ جب دیکھ لوں گا۔" مگر اسی وقت واقعی جھٹکا لگا۔ "مجھے کیوں

بائبل نے چٹ کی۔ تاکہ وہ جذبات میں آجائے۔ مگر اسے کسے لاکر جگت اب کافی ہو شیار ہو چکا تھا۔ جس نے جانے اس نے ایسا جواب دیا۔

"مجھے یاد نہیں۔" اس نے کہا۔ "دیکھ سرکار نے میز پر ہاتھ مارا۔"  
"مختصر والا طرح جھوٹ بول رہا ہے۔" اسی نے ہاتھ مار کر دے ہوئے رام سنگھ چوہری نے اس کے کان میں چپکہ کیا۔ "جگت نے رام سنگھ کو گھوڑا رام سنگھ پرانی دشمنی کا حساب بے باقی کرنے لیا تھا۔ اس کے بعد وہ بیٹھے کچھ سوال پر جگت کچھ کہے۔"

"جن دن انہیں کوئل کیا گیا ہے ان میں سے ایک تمہارے پرانے دشمن موہن سنگھ کا بیٹا وارنا تو تم جانتے ہو۔" مگر یہ دیکھ کر جگت کا تیز آواز میں دیکھ بولا۔ "جس کی عورت وہی کوئل ہے۔"

لوہاڑا کیا ہے۔ یہ یاد ہے؟  
"یہ وہ کام میں کر جگت کے ذہن میں شعلہ بھڑکا۔ اس کو اس طرح درمیان میں لانے کی ضرورت کیا تھی؟ رام سنگھ چوہری اس کی بے چینی پر خوش ہو رہا تھا۔ جگت کا بھی اس کی گردن وہانے کو لپکا۔ دیکھ مٹائی فوراً لڑا اور بولا۔

"مختصر والا! اس سوال کا کس سے کوئی تعلق نہیں۔ لازم اس کا جواب دینے کا پابند نہیں۔" مگر اس نے اختلاف مختصر کیا۔ اس نے دیکھ کر کار کا جوش بڑھا۔

"مختصر والا! یہ پانچتھ خور کرنے کے قابل ہے۔ جن کا کٹن ہوا ہے ان میں سے ایک شخص میں سنگھ کا بیٹا وارنا ہے اور دوسرا دوست۔"

"دیکھ نہیں۔" جگت کا ذہن بے قابو ہو گیا اور غلطی کر گیا۔ "وہ کدو ہے پر ہاتھ کی مٹھیاں مار رہا ہے۔" وہ بدعاش تھا۔ دیو کی عزت لینے کے لئے دوستی کا داؤ ڈال کر چل رہا تھا۔ "جی کی آنکھیں لی گئیں۔ سرکاری دیکھ خوش ہو گیا اور دیکھ مٹائی کا چہرہ اتر گیا۔

"مصاب اب بات کو ٹوٹ کیا جائے۔" سرکاری دیکھ نے موقع حاصل کر لیا۔ "زیر عہد کوئل نے کے بعد میں اس کے خلاف لازم کا جوش ڈرا بھی تم نہیں ہوا۔ اس کے الفاظ ثابت کر رہے

اکہ دیو کی عزت لوٹنے کی خواہش رکھنے والے زبیر سے اس نے بدلہ لیا ہے۔"

"جس۔" اس کے بعد جگت کا دماغ کڑو رہا تھا۔ "موہن سنگھ کے بیٹے دارنے مرے وقت کہا تھا اس کے بہت سے گواہ تھے۔ زبیر سنگھ نے جھاڑی ہی سے رام سنگھ چوہری کو چکا

تعلق اطلاع فراہم کرنے والا دیکھا تھا۔ اس کے بعد اس کا دل بھی ایک شبت ہی تھا۔ ان دو کے بعد سرکاری کے علاوہ قسوں میں دشمنی شروع ہو گئی اس کے ثبوت فراہم ہو ہی چکے تھے اس لئے وہ ثبوت کی ضرورت نہیں تھی۔

جیل والوں کی جانب سے مختصر دیو کی قیام طویل عرصے سے ڈھانچا ہو گیا۔ جس میں چند کور کے لیلوں پر لگایا۔ "بھلا چہا میں دیکھا تھا کہ اسے باپ کو اپنے فرزند کا مدد کرنے کو کہتے گا۔" مگر یہ

لئے اس کی سرکامٹ بھگت کی۔ اس کی جگہ اُداس نے لی۔ "شاہد میں اپنی آخری راجہ پر سے تم کبھی نصیب لے کر آئے ہو کہ باپ سے جیل میں ملاقات ہو رہی ہے۔ بیٹا اپنی بھی

انداز سے سے زیادہ استادیت ہوا تھا۔ وہ اس صدمے سے ابھی آڑاؤ نہیں ہوا تھا۔ مگر اپنی اکثریت رکھنے کی خاطر اس نے کہا۔

"تیری یہ حال۔" جیل کے قانون کی تیرے شاہد نہیں۔ میں تیری پڑی ہوئی ایک کر ڈوں گا۔" وہ فرات ہوا باہر چلا گیا اور چیکر اور کھٹی سے تاکیدی۔ "دو دن کے لئے اس کی روٹی پانی بند۔ خیرداد اس پر ڈرا سامنی رحم نہ کرنا۔"

سلام کر کے چیکر اور مٹوں کی طرح جگت کو دیکھنے لگا۔ اس شخص پر کسی دھمکی کا اثر نہیں ہوتا۔ اس کی آنکھوں میں چکا کے لئے چھا خوف جھلکے لگا۔ "تو میری اوصافیت میں ڈال دے گا۔"

چیکر اور سچے لگا۔  
"تیری روٹی پانی بند کر دے تو میں کس عدالت میں جاؤں گا۔" جگت نے بھی دھمکی دی۔

"اے صاحب کو کہہ دیا۔" اور جگت کی دھمکی کا کرکارت ہوئی۔  
"دو ہر سب کے ساتھ اسے بھی روٹی پانی دی۔ جگت نے جتنی سنا کر سنا کر کے ساتھ روٹی لے

لی۔ "صاحب نے سچ کیا تھا اس کے باوجود مجھے کھانا دینے آگئے؟"

میں جس نظروں سے اس کی جانب دیکھنے لگا۔ مگر چپ چاپ چلا گیا۔ جگت کچھ کیا کر کے جھگڑے کا ساری جیل میں پھیل چلا گیا۔ روٹی کھاتے ہوئے اسے یہ خیال بھی گزرا کہ راتیں جیسے میں آجاتی تو وہ کیا کرتا؟ اسے کچھ ڈر سا لگا کہ اس کے اس اقدام کا پھانسی کی اکیلے پر

کوئی اثر نہیں پڑے گا؟ ایسا نہ سمجھ نہیں تھا۔  
دو ہر کے بعد بیٹے کے جسم اور تان کی موت کی خبر لی تھی۔ اس کے ذہن میں جگت والا منظر تازہ

میا۔ اسے گھر کی یاد آتی تھی۔ جگت اور دوسرے سخت بات نہ کہتا تو اس پر اتنا سخت ضابطہ نہ لگا جاتا اور فرار ہونے کا پروگرام بنانے کی سہولت تھی۔

اس ترسہ جہاں چھاؤنی میں کسے جانے والے دوئل کا دیکھ چلی رہا تھا۔ اہرام تو چکا اور چٹا ڈھرا رہا کچھ کنگل کے بعد دوپہں میں جاتے دیکھے گئے تھے کنگل کے وقت چاکل میں ہو۔

کے ثبوت ملنے پر اس نے اہرام ہٹا لیا گیا۔ دیکھ سرکار نے جگت کو پھانسنے کے لئے زبردستی

لگائی۔  
"کھل کر کہہ فرار ہونے وقت تمہارے ساتھ چٹا نہیں تھا تو اور کون تھا؟" جگت کہنا چاہتا تھا

"یہ میں نہیں بتاؤں گا۔" اس کا کہیں لڑنے ہوئے اس کے دیکھ لو ڈر گا کہ کسی ایک دے گا۔"

آخری نے جگت ہوشیار ہو گیا۔  
"اس کا بھیجے کیا پڑے کنگل کے وقت میں وہاں تھا ہی نہیں۔" دیکھ سرکار نے ہونٹ کاٹ لے

بدعاش جگت کہتا ہے۔ تو اس نے سوچا۔  
"مگر تم وہاں نہیں تھے تو کس لئے؟" جگت دو دروازے سوچ میں ڈوب گیا۔ ہوش میں تھا کہ تو اپنا دفاع ہو گا مگر کرتا رہا خیال آج کل سے پہلے کرتا رہا اس سے ہوش ملے آیا تھا اس کا

پولیس کو پتہ چل گیا تو وہ بھی پھس جائے گا۔ "جسوا جواب دینے کے لئے بہت سوچنا پڑتا ہے۔"



اس میں ملے، پھر جہاں آگے دوڑا سے میں پانچ سات ملاقاتوں کو داخل کر کے باقی لوگ جالی کے ایک جانب قطار میں کھڑے رہ گئے۔ ان میں چند لوگ بھی شامل تھے۔

میں دوڑا سے قید ہوں گے، تم پکارو گے اسے اس طرح ایک کے بعد ایک قیدی داخل ہو کر اپنے رشتے داروں کے سامنے کھڑا ہوتا رہا، دونوں باتوں میں بے کو آغا کر چند نزدیک آتے ہوئے بکت کے پاس پہنچے، نظروں سے دیکھنے لگے۔ اس نے اندازے سے پہلے دل مضبوط کر لیا تھا۔ اس نے سوچا تھا کہ ان کے سامنے یہ روؤں گی، جس سے ان کا دل ڈکے لگے، کوئی بھی بات نہیں کہوں گی۔ بکت کو دیکھ کر میں اس کے فیصلہ ختم ہو گیا، اس کے ہاتھوں میں کچا پٹا ہوئی۔ پھر بھی چند گونے آنکھوں میں آنسو تھے، اس کے آنسوؤں کو روک لیا۔ پورے سال بعد شہر سے ملاقات ہو رہی تھی۔ بہت کچھ کہا اور سنا تھا۔ اس کی فولادی ہاتھوں میں سٹ جاتا تھا۔ اس کے چوڑے سینے پر سر رکھ کر دیکھ لیا تھا۔ مگر نہیں..... وہ بے سبب کھنکھن کر رہی تھی۔ اس کے ہاتھ پیر لہجہ دونوں میں ملے ہوئے تھے۔ اس کے ارد گرد قیدی اور مقب میں چکر دیا کرتے۔ چند کے گرد بھی ملاقاتی تھے اور ان کے درمیان ڈنگ اور فولادی جالی۔ لگا لگا ہوا ٹک آتے آتے جیسے ٹوٹ جاتے تھے۔ چٹکی مارنے کے بعد بکت کا سمندر جوش مارنے لگا۔ الفاظ ٹک آتے آتے جیسے ٹوٹ جاتے تھے۔ تماشوں بکت نے چند کے ہاتھوں میں تھنے تھنے پیر اچھا لے ہوئے بے کو دیکھا۔ اپنے پہلے بے پتھر پر بے پانی کی بکت کی روشنی جالی کے سوراخوں سے بہنے لگی۔

”بکت تو اس نے زیادہ گورا ہے۔“

”مگر طوقی تمہاری ہے جیسا ہے۔“ چند گونے بھی بیٹے کی جانب، کبھی بکت کی جانب دیکھ کر غصے سے کہتا تھا۔ وہ بکت سے ملی اس سے زیادہ باپ بیٹے کا ملاپ ہوا۔ اس سے اس کا دل بھر آیا۔ بکت کو بیٹے کے سر پر ہاتھ بھرنے کی زبردست خواہش تھی مگر درمیان میں جالی تھی۔ صرف آگلی کاٹھی کا حصہ باہر نکل رہا تھا۔ پھر بکت کے آگے جوں سا سوار ہو گیا۔ جی چاہا تو گولا کر گا۔ قے اور بے کو بیٹے سے لگے۔ اس کے ذمہ سرخ زخمیوں پر ہوسوں کی بارش کر دے۔ اس کی نرم جھیلیاں اپنے سر پر بچا لے۔ باپ کی محبت کا جوش بھانج کر چند گونے پر آگئی۔ بیٹے کا سر جالی سے لگا دیا۔ اس کے ہاتھوں کو بکت کے دائیں ہاتھ کی انگلیوں کا لمس تھا تو بکت لب کچکا پڑے۔

بیٹے کا اظہار ہے۔

”بیٹا۔“ وہ گھونگر آواز میں بولا۔ پھر آواز میں جوش لاکر بولا۔ ”بڑا ہو کر کا خیال رکھنا۔ باپ کے نام کو بھانجنا۔“ چند گونے کا دل بھر رہا تھا۔ وہ سوچ رہی تھی یہ بول ملاپ کے ہیں یا جہاں کے؟ اس کا دل اس طرح دھک دھک رہا تھا جیسے وہ بھٹکے لے جہاں ہونے والے ہوں۔

”پھر آؤں گی تو اسے کبھی آؤں گی۔“ چند گونے سوچا ہوا کہ تو کہنا چاہئے۔ ”تب تک بیٹنا نہ کہ جانتے گا۔ لیکن سے زبان بھی کام کرنے لگے۔“

”پھر..... بکت نے آگے بھڑکی کر کے الفاظ دل میں بولا۔ ”اب ہجر ملاقات ہوگی۔ جنیل توڑ کر آؤں گا یا جیسا بیٹے پاتے وقت بیٹے کو لٹائے گی؟ خرابی کا اظہار کر دوں گا۔“

”بلو۔“ بلو ملاقات ختم ہو گئی۔ ”ایک بکت آواز سنائی دی۔“

آنکھوں میں اس کی تصویر اُتار لینا۔ پھر مجھے تمہاری آنکھوں میں ہی اس کا چہرہ دیکھنا پڑے گا۔ چند گونے نے بے کو کا ہل لگا کر زخار پر پیا ہل لگا کر وہ بولی۔ ”کھلی ہار نہیں باہر لے جا رہی ہوں۔ کسی کی نظر نہ لگ جائے۔“

ماس بھو جہاں کے بے کو کے ارد گرد ریل پٹے پر تھے۔ ملاقاتوں کی بھیڑ بھی تھی۔ سہ پانے والوں کے سب رشتے دار بھی اس طرح چہرے لٹا کر بیٹے ہونے سے جیسے خوش ہو رہے ہوں۔ اندر اندر ہاتھیں ہو رہی تھیں۔

”اندھ تمہارا ہوا؟“ کسی اندر کیا؟ کتنی سہرا ہوئی؟ کھلی بار ملاقات کے لیے آئی ہو؟“ بھ کوئی اتار جہاں نہ تھا۔ ”میں ملاقات کا تو نام ہے۔ ابھی دوپائی میں تھی اور دس منٹ ختم۔“ بھ کوئی نظر کے سامنے سے ہٹ جاتا ہے۔ پھر دو دھک، صرف دس منٹ کی ملاقات کے لیے طویل انتظار۔ ”بے کو کو ڈوہہ پانے کے لیے پٹ پٹ پٹ کر بھی ہوئی چند سے برابر دلی عورت۔“ پوچھا۔ ”تمہارا گون ہے؟“ ”جی ہاں۔“ اس نے ڈوہہ پیچے بے کی جانب دیکھا۔

”اس کے ہاتھ۔“

”کیا سہرا ہوئی؟“ دوسرے سوال کے لیے چند تیار نہیں تھی۔ پھر ایک کبھی تھی تو فوراً ہی عورت آؤ بھر کر کہے گی۔ ”بے چارہ انا تھو ہو جائے گا۔“ کوئی اس کے بے کو بے چارہ کہے، بے چارہ کی برداشت سے باہر تھا۔ کیا جواب دیا جائے؟ وہ اس آنکھوں میں پڑ گئی۔ تب ماس کی نے ڈا

ٹائی۔

”ابھی فیصلہ نہیں ہوا۔ کیس چل رہا ہے۔“ چند کو اطمینان ہوا۔ ایک طرح ماس کی نے قفا کہا تھا۔ ابھی اوپر دلی عدالت نے چٹکی کی سزا منظور کہاں کی تھی؟ لیکن بے فیصلہ بدل جائے اسی احتیاط تو سب لوگ ہی رہتے تھے۔ ملاقات کے لیے نام لکھنے والے کا دل کی بکت معلوم ہوا۔ بچا سے اس کی ماں اور بیوی دونوں ملنا جاتی تھی تو پانی طرف سے جنیل کا قانون بیان کیا۔

”دو میں سے ایک کاٹنے کی۔“ پورا گولا ملنا چاہتا ہے؟

ماس بھو ایک دوسرے کو دیکھنے لگیں۔ چند نے بھ کی۔ ”ماں! اتم ہی اُن سے ملی آؤ۔“ ”نہیں بھو۔“ اسے تو پھر بھی مل لوں گی۔ بے کو کے کرم چاؤ۔ ”تم دونوں کو ایک ساتھ دیکھو آؤ۔“

اسے اطمینان اور خشک ہوئی۔ ”توڑی ضد بحث کے بعد چند گونے نرم پڑ گئی۔“

”بھڑے ماں! ابھی آپ کی مرضی۔“ ہمیشہ آپ نے میرے ٹھکڑے کو مٹاتی ہے۔“

ماس کی نے آؤ بھری اور دل میں ہو گئی۔ ”بھو بھو! اتم نہیں کھ کھال دے سکتے ہیں؟ تمہارا ڈھکے کے خیال سے تمہارا دل چل رہا ہے۔“

جنیل کے بڑے فولادی دروازے کے برابر ملاقات کا گھر تھا۔ اسے سرگرمیوں، بھڑے کہا جا تھا۔ جنیل گونے کے سامنے اس بھڑے کی قیدی کو لایا جاتا اور جالی کی دوسری جانب اس کا ردا کر لیا جاتا۔ پھر خبر سے معلوم کر کے، کچھ آنسو بہانے کے بعد اطمینان دلا کر انہیں الگ ہو پڑتا۔ ڈور ڈور سے گھنٹوں مسافت کے ٹرک کے جنیل اس آکر غیر لگایا جاتا تھا۔ تکلیف آغا کر کارفرما اور چکر دیا اور اس احسان لے کر بدلے میں کیا ملتا؟ گھڑی اور گھڑی کی ملاقات۔ آنکھوں آگے

ہو نہ کر کبھی جیتے ہو اس سے مجھے اختلاف نہیں کہ اس میں جس کی بویکوں آ رہی ہے؟ سو پر  
کہ یہ ہے پتہ چل گیا تو تمہاری طاقت چلی جائے گی۔ ”چرکیہ دار مہمند نے ”عجراہٹ“ اور ناراضی  
آگ کی لہی ہوا کی جوتے کے نیچے فصل دی۔ اس کے چرے کے کثارت کہہ رہے تھے کہ  
اگ جس کی پلہ کہاں سے آئی؟

”میرے بیٹے کی ناک بڑی تیز ہے۔“ چوکیدار نے سوجھا۔

انھوں نے چھاپنے کی ضرورت نہیں۔ ”جنت کے اُسے پہلانا شروع کیا۔“ چٹلی کھانے والوں کے لغت ہے۔ ”پھر آج پتہ ہے ہولاء۔“ مکروہ سنی اور ہولی بنادے دو رندہ چٹلی کھا جائے چوکیدار کی آنکھوں میں پختی کم ہو گئی۔ اُسے یہ قیدی دوستی کے لائق نظر نہ لگا۔ ابھی تک ناستہ الگ رہتا تھا۔ رہتا رہتا چھوٹے مور سے جنت کے بھنگاں کیا تھا اس لئے اُسے سخت لاکھا جنت کے کوئی ایک ٹھکانہ بن کر رہ گیا۔ مگر یہ اُسے افسران پر چھوٹے چوکیدار کو ایک خاصہ ہوا ہے جس کا وہ اہتمام نہیں کر سکتے۔ یہ قیدی صاحب کو تنگ کرے تو چھوٹے بدول میں خوش ہوئے۔ یہاں اُن کے ہم کیم پر کیم چلائے ہو مگر اس میں پھر سے قیدی نے تمہارا میں دم کر دیا۔ مہندر نے خود چاہی آنکھوں سے چھوٹے سوپ کو خف کے ساتھ اس پر عزت ہوئے تھا۔ اسی لئے اُس کے دل میں قیدی کے لئے عجیبے سوپ کو خف کے ساتھ احترام بھی تھا۔ ”تو جب دار۔ دو رندہ ڈاکے اور کس طرح کر سکتا؟“ مہندر نے سوچا۔ اُس نے اسے بیدل میں دے دئے ہوئے احترام کو ظاہر کرتے ہوئے کہا۔

جنگل کے اس دن بھیجے صاحب کو کافی تنگ کر دیا۔ ”پھر جس اعداد میں بیچا۔“  
 ”مگر اوتھارے ساتھ میں راتسل آجاتی ہے؟“  
 ”جوتے سے سوا اس کو کچالوں میں پہلا کر اٹھاتا ہے کامیوٹ ہے۔“  
 ”پھر خودی در راتسل واپس دینے کے سلسلے میں سو پر کو پریشان کرتا۔“  
 ”خامو کر کے آتھیں؟“  
 ”بلی کی کچا ہٹ کے ساتھ بیچا گیا۔“

ایک کانٹا اس کاٹنے کے لئے چمکا نہ دیا۔ "جنت نے دیکھے میں کہا۔ "خدا کا ہے ہاتھ رکھتا ہے مجھے نہیں تھا۔" میری یہ جملہ نے صاحب سے پرانی دیکھی میں نہیں ہے۔ " میرا سانس تو آدرا کا آدرا کہہ گیا تھا۔ "میرے دیکھ کر زک کہہ بولا۔ "آگرا داکل تہا ہے ہاتھ میں داکل صورت میں سب سے پہلے میں باہر چلا جاتا۔"

کیا کیا جا سکتا ہے بھائی؟ اس وقت تمہارا چہرہ بھرے ہوئے شیر کی طرح نفخہ آ رہا تھا۔ تم بادبیتے تو میرے بال بچے ہیتم ہو جاتے۔ چوکیدار اب دل کھول کر باتیں کر رہا تھا۔ اس کا یقین ہو گیا۔

آج تک میرے ہاتھ سے کسی بے گناہ کا دل نہیں ہوا۔ اور میری ہوا کو مجھے نہیں "۔ بچے نے کہا۔  
 اسی وقت ابھی بات ہے "۔ ہندو کو جنت کے الفاظ پسند آئے۔ جنت کو چا کی فکر تھی۔ اُس  
 گلے والے تھے۔ اسی لمحے چکیدار بھرتی نے کھڑا ہو کر اویا کو دیکھنے لگا۔ باہر کا دروازہ کھلنے کی

”صرف اتنی ہی دس برس؟“ کوئی حیرت کے برابر۔ آخری ٹھہری لے گئیں۔ دل نہ جانے کے جوہر کیوں کو زبردستی ہنسا ہوتا تھا اور ملاقاتوں کو گھٹ جانا پڑتا تھا۔ چنانچہ اگر ایک محنت کے نتیجے میں دس برس کی انہیں بھیگ گئیں۔ اس جانب سے ملاقاتی انور گھسے آ رہے تھے۔ سہری جانب سے قیدی جھانک رہے تھے۔ مگر واپس لوٹنے کا بے خبریوں کی چنانچہ کدے کے متعلق بار بار مطمئن کر رہی تھیں۔

”جیسے کہ وہ کہہ کر اُس نے کیا، کیا؟ وہ خوش رہا تھا؟ تم اُس کے سامنے رولی کو کھیں؟ میرے بچے سے ملنے کے لئے تڑپتی ہوئی ماں کا دل بے چینی کا اظہار کر رہا تھا۔“

”تمہیں کچھ کہنا ہے؟“ جج نے آخری بار جگت سے پوچھا۔ جگت نے سر ہلا کر انکار کیا اور ڈیڑھ فیصلہ سنا دیا.....

”ایک ساتھ دو انسانوں کو کھلنے والے کھجور کی طرح سے نرم کھیں ہو سکتا۔ قانونِ جود اصولوں کے مطابق میں اسے زیادہ سے زیادہ مزا کر رہا ہوں۔ موت کی سزا۔۔۔۔۔“

عدالت میں ایک سناٹا چھا گیا۔ سوہن سنگھ، ہزارہ اور گوتارا کی گردنیں جھک گئیں۔ کسی نے آواز نہ اٹھائی۔

”صاحب! مجھے کچھ کہنا ہے۔“ سب جھک گئے، مجرم کیا کہنا چاہتا ہے؟ فیصلے کے بعد کسی کا نہیں سنی جاتی۔ سچ صاحب کھڑے ہونے کی تیاری کر رہے تھے۔

”اے خدا! یہ لوگوں نے نہیں کہا، حالانکہ میں نے ان کو کئی بار کشتی میں بھیجا۔“

”میں کی مٹی نہیں چاہتا۔“ بکت نے کہا۔ ”آپ کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ پہلے مجھے پھانسی ہو چکی ہے۔ ایک شخص کو بے چارے جیل والے دو بار پھانسی کیسے دے سکیں گے؟“

”نان سنس.....!“ بخت نے میں کھڑا ہو گیا اور ہاتھ ملا کر پوس والوں کو اشارہ کیا۔ ”اے۔ اے۔ اے۔“

موت کی سزا پانے والے قیدیوں کے جل جل میں سب سے آخر میں تھے۔ اُن قیدیوں

موتی بڑی سزا کا نئے والے دوسرے قیدیوں سے ملتا نہیں ہوتا تھا۔ اس وجہ سے حکمت اور چٹا لالہ ملے تھے۔ جگا کے ساتھ مل کر ڈاکہ ڈالنے والے کیس میں چٹا کو آٹھ سال قید ہوئی تھی۔ امرتسر کا دواؤنی کے کل میں چٹا لوٹ نہیں تھا اس لئے اسے عدالت میں اس کے ساتھ نہیں لایا جاتا تھا۔

”چنانہی عدالت سے کوڑا نہیں ہوگا۔“ اندھیرے کل میں مجھے ہونے جات ہو چلا۔ اس  
 بڑا ہٹ من کر چوکیدار کوئی اطلاع فراہم کرے گا اس خیال سے دوہولا تھا۔ ”چنانکھ کے قل“  
 ج فیصلہ ہونے والا تھا۔ ”چوکیدار دو اعتیادوں کے درمیان بڑی چھپا کر خاموشی سے دم لگا رہا تھا

”بھڑی کے دم لگانے میں اتنا لطف آ رہا ہے ہندو سنگھ؟“ یہ سن کر وہ چونکا۔ جگت بھی چاہتا تھا

صوت کی سزا پانے والے قیدیوں کے کل جنمیل میں سب سے آخر میں تھے۔ ان قیدیوں نے بی بی سزا کا گانے والے دوسرے قیدیوں سے ملنا نہیں ہوتا تھا۔ اس وجہ سے محنت ورنہ چار گانے گئے تھے۔ چکا کے ساتھ مل کر ادا کر کے والے گانے کس میں چکا کو آخر سزا مل قید ہوئی تھی۔ اس سزا کا کافی کے کٹن میں چٹاوت نہیں تھا اس لئے اُسے عدالت میں اُس کے ساتھ نہیں لایا جاتا تھا۔ ”چانچا کی عدالت سے لوٹا نہیں ہوگا۔“ اندھیرے کیل میں چلتے ہوئے محنت بڑھائی۔ اُس کا بڑا بہن کس چرچہ کر کوئی اطلاع فراہم کر کے گا اس خیال سے وہ دوبارہ قید۔ ”چانچو کے کٹن“ مع فیصلہ کرنے والا تھا۔ ”چو کی بار دھتھیلے کے درمیان بیڑی چپکا کر خاموشی سے دم لگا رہا تھا۔ س نے قیدی کے ہونے پر دھیان نہیں دیا تو محنت کو گھبرا گیا۔

”بیڑی کے دم لگانے میں اتنا تلف آ رہا ہے مہندر رکھا۔“ یہ سن کر وہ چونکا۔ محنت یہی چاہتا تھا

دلت میں ملازمت سے ہاتھ دھوئے پڑے ہیں۔ جمع کیا ہوا ہنڈی میں جانے کا خطرہ قاتلوں  
بہت جانے کی صورت میں بلا موت کی دشمن کا حق بھی ختم ہو جاتا۔ وہی زندگی کے آخری ایام  
اچھا رہا تھا۔ ایک بار اس نے کسی کو بھیڑی چلائی کرنے کی حافطت کڑائی تھی۔ پھر بات مکمل جانے  
اسے شکستہ پڑا تھا۔ اس وقت وہ دربار باگ تھا۔ ذہنی، انجمنوں کو دبانے کے لئے اسے جس  
بھیڑی کا سامرا لیا پڑا۔ اس کے نشے سے ذہن کو راحت ملی۔

”میں کوئی خاص بات نہیں ہے۔“ اس کے ذہن کے چلا تھا۔ بھیڑی میں پکڑا گیا تھا مگر  
میرے نشے پڑاؤ کو اس نے چرماہ کا گناہ سمجھا تھا۔ پھر بھی کچھ نہ ہوا اور کئی کمی ہو گئی۔ اب وہ  
میرے لئے کڑا شراب ملاؤ کام کر رہا تھا۔ اس صورت میں وہ بارہ آدمی شروع ہو جائے گی۔ بھیڑی کی  
تک کو بڑے کے نکل کر جگت کی حالت دیکھنے کے

”میں نے کئی عادی ہوں؟“ جواب میں محنت منگرایا۔ ”جہاد لالچ کے جال میں پھنس رہا تھا۔“  
 ”نئے کے بغیر میں ایک دن نہیں رہ سکتا تھا۔ دوست؟ ایک سال سے روزہ رکھ رہا ہوں۔“  
 ”پول نہیں رہتا۔“ پھر انھیں کہنے والے کیسے میں لایا۔ ”اب لڑو! دن نو سو گز کی جہاں میں رہے  
 یا بارگاہِ اہم کی جہاں رہے۔ پہلے جہاد سے افسران سے آخری خواہش پوری کرنے کی شرط پڑے  
 افسان کے جہاد کی بارگاہ“

ایک نئے بازو دوسرے نئے بازو سے ہمردی ہوتی ہے۔ چونکہ راج محل میں بھی مجری اس نے ہاں  
 پہنچے پہلی تھیں کل۔ ”حکمت الہی الخ“ انتظام ہے۔ خطرہ ہے۔“  
 ”ہم تو غصہ سے لاپرواہ ہیں بازو“ حکمت نے لاپرواہی سے کہا۔ ”تم کام نہیں کرو گے تو دوسرا کر  
 رہے ہو؟“ اس نے عرض کیا۔ ”حکمت مجھ پر اتنا برا تھا۔ اگر اس نے سوچا ہے تو فائدہ نہیں اٹھایا تو  
 تم کی شہادت دلا کر لگا۔“

”مگر مال لانے کے لیے؟“ بخت اسی لمحے کے انکھار میں تھا۔ اس نے فرش پر بچھے ہوئے لے کے بچے سے دس کا نوٹ نکال کر دکھایا۔

”خیر روپے کی بوتل آتی ہے، باقی تمہارے۔“ نوٹ دیکھ کر چیکوہار کی آنکھوں کی چمک نے آگ کا جواب دے دیا۔ اس بات کا یقین ہو جانے کے بعد بخت نے دس کا نوٹ اس کی جانب کی طرف۔

”لو۔۔۔“

کوئی دیکھ نہ گا۔“ جو کہتے ہوئے چیکوہار نے نوٹ نہ سمجھنا مارا اور اطراف میں لڑوٹ جیب میں غصے سے

”اور نوت میں بھی پیار ہے“ بخت نے کہا۔ ”بھئی میں ایک بار بیٹا ملا ہوا ہمارے گھر“  
 ”مگر کیا بات کا خیال رکھتا ہے گا؟“ چونک کر اُس نے استہوار کیا۔ ”ساحب کا بیٹا شام داؤڑ  
 ہے۔ اس نے پہلے بیٹا اور نوت دونی پر ہے اُس وقت منہ سے بدوشی آئی جائے۔“  
 ”اسے تم کو بتا رہی ہے کہ اسے کچھ ہوا ہو؟“ روث دینے کے بعد بخت اُسے دبا  
 تھا۔ ”اُسے سال دو تین روز کی عمر میں صبح اُڑا دی گئی تھی کس کس۔“ مہندر کا ڈرغم ہو  
 شام بیٹی حویل ہونے سے پہلے بخت نے اُسے یاد دلایا۔

آواز سنائی دی۔ سو پکے راؤڈ کو ابھی درختی۔ پھر کون آیا ہوگا؟ سوچ کیا دیے سوچ کر گھبرا گیا۔ مکان سے پھانسی کا کوئی نیا قیدی ہو۔ اور اس کا اعجاز راج تھا۔ آج ہی وقت چٹا کونے کر داخل ہوئے۔ پھر چار دنے چٹا کی جانب دیکھا۔ چٹا کے فیصلے کی خبر لینے کو جی چاہا مگر ضرورت پیش نہیں تھی۔ پھر یہ راز چٹا کی طرف لا رہے تھے۔ اُسے یاد آیا کہ ایک کے علاوہ سب بھرے ہوئے تھے۔ ایک خالی سیل چٹا کے برابر میں تھا۔ ابھی خود بخود بے چل جائے۔ نے سوچا۔ بڑی کی کمر کڑا ہٹ قریب آ رہی تھی۔ ہر نئے قیدی کی آمد سیل کی خفا میں ارتقا کر رہی تھی۔ کون آیا؟ کیوں آیا؟ جاننے سے کچھ تباہی آ جاتی۔ دوسرے قیدیوں کو راجہ کہ ہمارے جیسے دوسرے بھی ہیں جن کے گھٹے میں پھانسی کا پھندا بٹا ہے۔

چنانچہ کھڑکی کے دروازے کو دیکر ہاتھ اٹھا چکا کہاں ہے؟ وہ دیکھنے کو بے تاب تھا۔ اُس کے سر پر ٹک گئے۔ یہاں کھینکنا کر خاموش ہو گئیں۔ اُسے فلاں دے سلاخوں کے پیچھے کڑھ نظر آیا۔ چنانچہ اُس کی جانب دیکھ کر سر اٹھا کر پوچھا: کیا بھت کے بلوں پر سرگاہت نہیں ہوئی۔ دیکھ کر صدمہ ہوا۔ اُس کی آنکھیں کھلیں اور زنجیر جھانک گئی۔

”جنا! تمہیں..... نہیں پتا تھی؟“ اُسے بھت کے الفاظ سنائی دئے۔

[illegible]

دوسرے دن محنت کو پتہ چلا کہ چنا کو پیار چھ دن کے لئے برابر والا سئل بن گیا ہے۔  
برائے ناسمجیدوں کو برابر رکھنے میں چھوٹے سو پر صاحب کو خطرہ محسوس ہوا جو کہ یکدن چار دن!  
گو چاہی ہوئی کسی اور خریدی کے خالی سئل میں چنا کو پیچیدہ کار پروگرام تھا۔  
”اب جلدی کچھ کرنا پڑے گا۔“ محنت سوچنے لگا۔ ”چنا برابر میں ہے۔ اس کے سئل؟  
سے پہلے فراہم کار سے اختیار کرنا پڑے گا۔ اسے آزاد کرانے بغیر وہ ایکلاس طرح قرار ہو سکتا  
”منبر! تم نے بہت دن سے نشتر میں کیا؟“ جگہ نے آہستہ سے جو کیرا کو مخاطب کیا  
”انتظار ہو سکتا ہے؟“

[illegible]

”جواب میرا اسل ٹھکے۔“ وہ بچہ کمرہ دُور جا کر پلٹا۔ ”تم کو اس طرح شرم جانا ہے؟“

عجب دیواری دھری جانب سے سٹی کی آواز سنائی دی۔ محبت کو جواب مل چکا تھا۔ اسی لمحے ایک دھڑکن سے جھٹکا۔ ”آٹھ سو پچاس لاکھ! اجنبی میں کیا ہزار ہا ہے؟“

”دیواری کیوں؟“ محبت نے دانت کٹالے۔ ”تم کوگ نہیں آتے ہو اور یہیں دیواروں سے لڑنے کی پتی چلی ہے۔“

جیسا کہ میں نے پہلے بتایا ہے۔ چونکہ اس نے ضروری دکانوں، "بزرگ کے قیدیوں کو یہ سمجھ کر وہ  
 میں میں کہیں باک نہیں کرتے ہیں۔" پھر چلا۔ "کل سے میری بیوی نہیل ہو رہی ہے۔ میں  
 چلا چلا چلا چلا جاؤں گا۔" جس کی بات پسند آئی۔ کیونکہ وہ جو قدم اٹھائے وہ بالکل اس میں  
 لگاؤ کی بات تھی۔ یعنی اس کی خواہش تھی کہ اس کے پاس اس کے لئے کوئی دکان ہو جس میں اس کے  
 لئے کوئی خاطر ہو جس کا اصرار کیا تو چونکہ اس کے پاس اس کے لئے کوئی دکان نہیں مل رہی تھی۔

اس کو اپنی بات ہے۔ جلت محسوس کر رہا تھا کہ فرار ہونے کے حالات مہیا ہوتے جا رہے ہیں۔

دوسرے دن مٹنے کی خاطر ستری نے سہل کھولا، اُس وقت جبکہ ریمبرٹل کی کرچا تھا۔ کوئی شے کوئی خاص بات نظر نہ آئی، ان دونوں میں اُس نے شراب کی بوتل خالی کر دی۔ دوسرے دن اُسے اسی عالی بول کا استقبال کرنا تھا، ستری کو کھانا پیش کرنے کے لئے۔ جبکہ اسے مارے منصوبے پر نظر کرنے کی بات تھا۔ ستری جیسے ہی دروازہ کھول کر پشت پیچھے گام چھٹ پڑوں گا اور اس کی پشت سے بول کا کانٹہ کرکھٹکی گا۔ ”خیر ہمارا آواز نکالی تو ”ڈوں گا“، دوسرے دن جرح میں ڈوب جائے گا مگنن بے گھبرا جائے۔ اُسی لئے چٹا کی جانب سے لٹی دے گی جو تجربے کا چکر لگنے کا ہے۔ چوکیدار وہاں دوڑ جائے گا۔ میں ستری کو کھانا دے کر لٹی ڈوں گا اور باہر سے دو دروازے کا دروازہ گاڑوں گا، ضرورت پڑے پڑا راتل کا کت اس سے آس پر ٹوٹ پڑوں گا۔ اُس کی راتل جھلن میں گا، ضرورت پڑے پڑا راتل کا کت اس پر مار کر اسے بے ہوش کر ڈوں گا۔ اُسے یہاں ایک بات یاد آئی، چٹا کے سہل کا دروازہ کھٹکے کے لئے چابی چاہیے۔ اس لئے ستری کو بھی بے ہوش کر ڈوں گا اور چابی حاصل کرنی پڑے گی۔ پھر چٹا کو باہر نکالا جا سکتا ہے۔ راتل کے سہل پر دوسروں کو شوگر کرنے سے روکنا بھی ہے۔ البتہ دوسرے قیدیوں کو آواز کیا جائے یا نہیں؟۔۔۔ اس خیال نے کچھ دیر کے لئے مگنن میں ڈال دیا۔ اگر کوئی ہوتا تو کیا کرنا رہا مگنن میں۔ جس قدر وقیدی ساتھ ہوں گے اُن کا بچاؤ اور حالات سے نمٹنا ہو گا۔ اس فیصلے پر پہنچتے ہوئے اُس کا خون گرم ہو گیا۔ اگر یہ

”بہتر ہے۔“ چنگیز کی رائے پر اُردو قورما سہ جیسے آئے۔  
 ”جس کو یہ کہنا ہے کہ۔“ چنگیز نے مذاق کچھ پیش کر دیا۔ ”کافی پیاسے مظلوم ہوتے ہو۔  
 اسی رات موسم کی پہلی بارش ہوئی اور کھرت کی پیاس بھی گھٹ گئی۔ اُس کی پوری رات کیس کیس  
 تر ہے ہو کر گزری۔ اُن آنکھیں بند ہوئے تھے پچھلے وہ فردا ہوئے تھے مصلوب ہے اپنے پچھلے ذہن  
 مہرب کر چکا تھا۔“

صبح شام نصف گھنٹے قیدیوں کو سیل سے باہر جے ہوئے برآمدے میں چمکے کی اجازت تھی۔ اسی برآمدے میں دونوں جانب دروازے اور اوپر فریڈا کی سلاخوں کا جال جس کے درمیان سے اور روشنی آتی تھی۔ سیل کے تالے کھولنے بعد گرنے کے لئے دوسری آواز تھا۔ چمک کا کھول کر قیدی کو برآمدے میں نکالا جاتا تھا، پھر برآمدے کی جالی کو نکالا کہ کسٹری دوسرے سیل کو لے چلا جاتا۔ جب کسٹری سے کام تمام ہو دے رہا ہوتا اس وقت ایک دراصل برادر چمک لیکر باہر جتا تاکہ کسی اس پر غصہ نہ کر دے۔ اس طرح زیادہ سے زیادہ بند ہونے پر کوئی فرار نہیں کرتا۔ حاجت نام تمام چیزیں کو پیچک کر رہا تھا۔ شرب الیہ صبح کے وقت کھانسی داخل ہوجا کے دوسرے پڑنے سے پہلے نہیں دکھائی تھی۔ بلکہ چمک کپڑے میں لپیٹ کر رکھ دیتی تھی۔ کھولنے کے لئے پہنچتی آتا۔

”کیسا مزاج ہے جناب کا؟“ کچھ قیدی جمل میں ہادشاہوں جیسے حراج سے رہتے ہیں

”جب تم آئے ہو تو ”جناب“ کو غصی ہوئی ہے۔“ محنت نے اسی لمحے میں جواب دیا۔  
 کے ارادے کو سٹری بجایا نہ تھا اس لئے وہ دو چار تپا کر سٹری نے تالا کھولا، غولہ کی وردہ  
 کھلا۔ عام قانون یہ ہے کہ سٹری جب تک اپنا کارپورا کر کے برائے کے بار نہیں چلا جاتا  
 وقت تک تھری سل کاردارز نہیں کھول سکتا۔ مگر ہر قانون کی گرد آگے جا کر نذر ہو جاتی جاتی۔  
 یازنی اختیار کر لیتی ہے۔ ابھی سٹری بٹ پھیر کر جا رہا تھا کہ کسی نے محنت نے پھرتی ہے؟  
 کاردارز ہو کھولا۔ سٹری نے کچھ چونک کر گردن کھائی۔ محنت نے ہنسنے ہوئے کہا۔

[illegible]

”جو میں کہہ رہا ہوں سنبھل جاتا اور پہلے جانوری دھوا“ اتنا کہہ کر جگت مچنے لگا۔ چنانچہ کیا ہی کیا نہ دونوں پھر دیوار کے درمیان ٹک مچے تو جگت بولا۔ ”پرسوں شام۔۔۔“ اتنا کہہ کر وہاں

نات سے باہر کا دروازہ بند کر دیا۔ پھر اس کی توجہ ٹوٹی ہوئی بیل کے شے کے پاس بڑے  
گے چاہیں کہ بچے کی طرف گئی۔ اب سامے چڑھ کر وہاں جمع ہو چکے تھے۔ چنا کی عجیب رنگ  
تھی۔

”دوسرے سال کے قیدی کو کیا ہوا؟ کیا ہوا؟“ وہ یہ کہتے ہوئے اپنے اپنے دروازے پر آ گئے  
تو دروازے تک منتہی اور جگت کی نظریں لی رہیں۔ اس کے خضرنگ ارادے کا خیال آتے  
تھی کہ یہ کیا کہنا ہے۔ جگت کو بھی اپنی حماقت پر غصہ آ گیا۔ اب باڑی چلی پڑے گی۔  
پھر وہ جی ۱ آ کی چابیاں ڈولے گا۔ پھر یہی منتہی کیچہ ہو لیں سکا۔ چڑھ کر منتہی  
پہنچے سے ترچے سے کی جانب اور جگت کے چہرے کی جانب عجیب سی نظروں سے دیکھ رہے  
تھے۔ پھر کچھ گھبرا دیا۔ جگت نے اپنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ ”مجھے اور سالک  
پھر کھانے کے لئے دوڑا اور تم سے کھا گیا۔“ تاکہ کہہ کر اس نے آنکھیں دکھائیں۔ ”اسے کھرا  
نہ ہے ہو؟ مجھے گھور دیں اور ہوم لوگ؟“

منتہی اس کی سختی سے دہل گیا۔ یہ قیدی بھینٹا خضرنگ ہے۔ اس نے اس طرح اسے دھکی  
دیا کہ اس کی شکایت نہیں ہوئی چاہے نہیں تو اس کی خبر نہیں۔ منتہی سوچے لگا۔ جگت نے  
پنا کا گھبرا آ کر دروازے کے باہر بیٹھا۔ منتہی نے چپ چاپ اٹھایا۔ صورت حال عجیبہ  
تھی۔ اسی لمحے دون دار جوتوں والے قندسوں کی آواز سنائی دی گئی ہوئی۔

”جھوٹے سو پر آ رہے ہیں۔“ منتہی سر تا پا رو گیا۔ اسی میں جگت نے لاپرواہی طاری کر  
لی۔ پھر اس سے تھک کے قریب آ کر گر گیا۔

”میں تیرا بڑا ہورہی ہوں؟“ اس نے پتھ کی طرف دیکھا۔ اس سے پہلے کہ کوئی جواب دیتا اس کی نظر  
سے نہ مٹے ہوئے شے کے گرد و نواح چھوٹے سورتے دانت ہیں لے۔ ”تیری یہ چال۔“ پھر زور  
”جگت ناچو سنا سکرنا ناچا۔ چھوٹے سورتے دانت ہیں لے۔“ تیری یہ چال۔“ پھر زور  
”دیکھا! میں تجھے ٹھیک کر دوں گا۔“ انھوں کی ہتھیلیاں کتے ہوئے اس نے چڑھ کر منتہی  
دیکھا۔ ”اسے میرے اس میں لے جاؤ! مجھے رپورٹ کرنا پڑے گی۔“

چھوٹے سورتے کے جانے کے بعد جگت نے منتہی کی جانب دیکھا۔ ”خبردار! اگر میرے خلاف  
پڑے۔“

منتہی کی صورت پر بارہون گئے۔ جگت نے جو چوکیا اگر وہ جگت کے تو اس صورت میں  
نہیں کی سب سے بھیاں گرا ہوگی۔ اس خیال سے دہل کر رہ گیا۔

○

”لو! شرباب کی بوتل کوں لایا؟“ چھوٹے سورتے دانت ہیں کہ چوہا کر جگت خاموش رہا۔  
دور منتہی بھی اس طرح خاموش کھڑے تھے جیسے چھوٹے صاحب کا غصہ برداشت نہ کر  
پاں۔ ”جرم کرنے کی سزا سے جرم قبول نہ کرنے کی سزا بھیاں ہوتی ہے یہ تم نہیں جانتے۔“  
اسکے میں جیل میں رہ چکا ہوں۔“ جگت نے سکون سے جواب دیا۔ چھوٹے سورتے میر پر  
پڑے۔

سازش کا سیلاب ہو گئی تو منتہی کھل جائے گی۔ وہ سوچے لگا۔

اگر کسی کو پتہ چل گیا اور لاہر منج آٹھا پھر؟ دور بھاگ کر اور منتہی بچ جائے گی۔ جیل سے  
بہرہ لگ جائے گا اور فرار ہوتے ہوئے قیدیوں پر قابو نہ ہوگی۔ اس کتنے پر جگت دیک گیا۔  
بجائے چنا کے علاوہ ایک اور قیدی آزاد کیا جائے۔ انھیں باقی قیدیوں کے تھکے کو ملے کا کام  
کرنا چاہیے۔ اس حرم میں وہ دونوں دیوار کو دیکھتے ہیں۔ گرد و پاؤں کی طرح پارسی جائے؟  
تھیں فٹ بلند دیوار پار کرنے کے لئے کوئی چیز چاہیے۔ یہاں پھر کاڑی آگئے گی۔ وہیں  
دیکھ کر بھی چلی کمر میں رہتی ہے۔ وہ اندر کو دیکھتا تھا۔ اسے یہ بات یاد آتی۔ چنا  
کی دیوار اسی بلند دیوار کی جگہ تھی۔ وہ اندر کو دیکھ کر دیکھ لاکر سانی سے دیوار تک پہنچ سکتا تھا۔ مگر پھر  
سوال یہ تھا کہ بلند دیوار کے اوپر سے کب رسی کی طرح باغی جائے؟ جگت نے پیشانی پر  
مارا۔ باہر کی حد کے بغیر ایسا کوئی ایڈ دھڑ بیکار تھا۔ وہ مایوس ہوئے لگا۔ اسے پورا منصوبہ ترک  
دینے کی خواہش ہوئی۔

مگر نہیں۔ اب جب وہ جگہ ہوگا دیکھا جائے گا۔ منصوبہ پر عمل تو کرنا ہی ہے۔ چڑھ کر اردوں  
تین راتھیں بیٹھے کرنے کے بعد پھر کوئی مشکل نہیں ہوگی۔ ضرورت پڑنے پر تین لاکھ  
دے گا۔ جب دوبارہ پھانسی کا حکم ہو چکا ہے تو اب لک کی سزا ملے گی؟ ہو سکتا ہے اس میں  
آجائے۔ اگر ایسی صورت مل جائے تو وہ پھانسی سے بچر ہوگی۔ جگت نے جیلوں کی جھانک میں  
بیٹھے پر آخری شہر مت کر دی۔..... آخر ہر سال کے میں چندہ قیدیوں کو آزاد کر کے ایک کے بعد  
کے شانے پر سوار ہو کر اڑ پرتی جگت دیکھا۔ کون سا مشکل ہے؟ فرار ہوں میں وہ اور چنا آگے  
گئے۔ اس نے دل میں فیصلہ کر لیا۔!

دوسرے دن شام کو کھینے کی خاطر منتہی کی بوتل کو ملے آیا تو جگت نے بوتل ہاتھ میں تھالی  
تھی۔ وہ ہنسا چاہتا تھا مگر ہنس نہیں سکتا۔ جذبات کی وجہ سے اس کا چہرہ رخت ہو رہا تھا۔  
چالی راتھ ہوئی اور اس کی رسیں بچ گئیں۔ کھلے دروازے کی تلاخوں پر ایک ہاتھ کی ٹو  
گئی۔ منتہی نے جیسے جتنی اٹھائی وہاں پر آنے کے لئے تیار ہو گیا۔

”تم بہت جلد باز ہو پار!“ ایسا کہتے ہوئے منتہی نے جانے کے لئے پشت پھری اور  
نے دھکا دے کر دروازہ کھول دیا۔ اسی لئے چنا نے ہمارے پیچ لاری۔

”تم جیسا۔“ میری ماں۔ مجھے کسی جاؤ نے کاٹ لیا ہے۔“ پیچ کے ساتھ ہی باہر کو  
چڑھ کر چنا کے سال کی جانب بھاگا۔ منتہی برآمدے کے دروازے تک پہنچا تھا اسی لئے جگت  
بوتل کا سزا کی پشت سے لگا کر لیا۔

”خبردار۔“ اور دوبارہ ہاتھ اس کے ملنے کے گرد دیا۔ اسی لمحے دوسرا چڑھ کر اور  
اور آ نکلا۔ وہ چنا کی پیچ کر آ گیا تھا۔ راتھ اس کے ہاتھ میں تیار تھی۔ اس نے پہلے جگت  
سال میں بھاگا۔ چوہا جب سامنے دیکھ کر اس کی آنکھیں کھلیں۔ راتھ کی مال تھی جو  
پیشانی پر بیٹھ بیٹھ لگا۔ اس کے ہاتھ سے بوتل نیچے گرتی۔ شیشو ٹوٹے کی آواز پڑی ہوئی اور  
دوسرا ہاتھ منتہی کی گردن سے ٹکل کر مینا کی اندام میں نیچے گر گیا۔ منتہی تیزی سے باہر

اس بیوقوف کی پشت سہلانا " تیسرے چوکیدار نے رائفل ٹال کی جانب سے تھم لی اور لگی گردن کے پاس بٹ مارنے لگا۔ دوطرف سے ہال کھینچے جا رہے تھے اور تیسری جانب سے

”صاحب! میں اس کے لئے کوشش کروں گا۔ مگر اس میں سیرا کوئی تصور نہیں ہے۔ میرا ہونا تو اتنے سالوں کی سروس پر پانی پھر جائے گا جتنا اب!“ سبستری تقریر اورانی صورت بنا کر لگا

خود پر چڑھ جاتا اور اسے اطمینان سا ہو جاتا۔ تعویذ کا لمس اسے دیر کی یاد سے بے چین کر دیتا تھا۔  
 یہ کہانی ہوئی؟ اے میری چھائی کی سزا کا چل چل گیا ہوگا۔ اس کا دیا ہوا تعویذ جنت کی حفاظت  
 کرنے کا ہے۔ اب میں یقین ہو گا کہ فرار ہونے کی ترکیب ناکام ہوئی اس کا اسے بار بار مانوس  
 ہوتا تھا۔ اس پر اب بڑا سخت پہرہ ہو گیا ہے۔ وہ کسی فرار نہ ہو سکے۔ چھائی کے تختے کی جانب  
 بٹنے ہوئے اس کے دل میں کون کی خواہش ہے۔ وہ کسی آخری خواہش کو دیکھ کر گے گا؟ دیر سے بٹنے  
 کی بجائے انکو تے پیارے معصوم بچے کے سر پر ہاتھ پڑھائی؟ کال کٹھڑی کا کام میرا اسے موت  
 پہنچاؤں گے جس کو جو رہا تھا۔ مجھ کی تین دن کی سزا اس کے مضبوط دل سے بھٹکتی ہے۔ تیرا دل پورا ہوا  
 کال کٹھڑی کا درد اور کھلا۔ ایسا غفر رتا تھا جیسے ان تین دنوں میں اسی کی تیرا دل بھٹکتا ہو گیا ہو۔  
 اسی پر ہاتھ پڑھ کر بٹے ہوئے اس نے پوچھا۔

”نیکل میں نانی کا کون سا دن ہوتا ہے؟“ چوکیدار کچھ سمجھا نہیں۔ سیکھ قیدی نانی کے دن کا کبھی۔  
 بال بھی نہیں کرتا، اس لئے اس سوال پر اُسے تعجب ہوا۔  
 ”کل التوار ہے..... نانی آئے گا۔“

”پھر کئی بچھے اُس کے پاس بیٹھتا ہے۔ والدہ اُمی اور سر کے بال مضطرب دیکھ کر کہتے ہیں: ”خلف کتنے سے بیات ساری جہل میں جہل کی۔ چنگا بال آؤ واوے کا بچہ کچھ کے لئے ہے نہ جب کبھی کے خلاف ہوگی۔ کچھ عقیدے کے مطابق ہے نہ اُڑاؤ تھا۔ بیکرا وید کی کہ سب کو گھب ہوا۔“

”اُمی نے بڑی دشمنی کے بال کاٹنے کی جانی بھری تھی۔“

”میرے ہاتھوں ایسا کام کم کرنا ہے ہو؟“ ”میرے تے خدشہ نہیں چھوڑی۔“

”یہ میرے بال ہیں۔ جس طرح بیماری مرضی ہوگی اسی طرح کروں گا۔“

سب نے اس کا بیجی طلب کیا کہ تو کبھی وقت میں اس کی عقل ماری تھی ہے۔ داؤھی مومچو میرزا داؤے وقت خودت بھی لڑا کیا تھا۔ دل میں اس نے گرگو بندے معالی چاہی تھی۔ ”میرزا“ انصاف کرتا ہے جب دل دالوں کا مقابلہ کرنے کے لئے کرگ پڑا ہے۔ تمہارے بیوک کے اس حال کیجئے جیسا ہے تمہارا اتمان ہے۔ گر داؤ میرے اس مانگو کو صاف کر دینا۔“

”جاکے کہیں کسی دیوی کی پجاشی اس کے خلاف اپیل کا فیصلہ سنئے جگت عدالت میں گیا تھا تو اس کے باپ بھی اسے فوراً کھینچ لیا۔ کتنے سے بغیر داؤھی مومچو داؤے جگت کے متعلق انہوں نے ابھی نہیں جانتے تھے۔ صرف کچھ کام پکارا گیا اور وہ جرموں کے کتھرے میں آکر کھڑا ہوا تو پاپیلو تو بی محسوس ہوا کہ غلط آدمی ہے۔ دونوں پارٹیوں کے دکھاؤ بھی اسے غور سے دیکھنے کہتا رہا اس کیساتھ یہ بڑایا۔“ (جگتا مرنے لگا، کہہ کر)۔“

ہوئے غم کے مارا مٹکی کے ساتھ بیٹے کی جانب دیکھا اور آہ بھری: ”مکہ مذہب کے خلاف تم  
جناہ کر دیا۔“ ڈاکو تو حجاب اب نہ تک میں گیا۔“

میں نے کچھ بکے فیصلہ پر جاسا جانا رہا۔ اس درمیان آنہوں نے ایک بار بھی جیک کی جانب نہیں  
آن کا سر شرم سے جھکا جوا تھا۔ دل میں یقین ہو گیا کہ اب دیکھا کو قیامت پائی ہو جائے گی۔  
دو دنہ گستاخی صاف نہیں کریں گے۔ اسے پچاسی ہی پانچ سو کچھ دن کے لئے حرم کے حکم

مار بڑی تھی۔ بخت نے پیچھے والے چوکیدار کو لات مارنے کے لئے غرغھایا مگر وہ چوکنا تھا۔ اہٹ نکلیا، پھر بھی بخت کے ہاں اس نے نہیں چھوڑے۔ ظلم ہوتا رہا۔ بخت نے پورا زور ڈال دیا مگر کھینے جانے کی تکلف لے اُسے مجبور کر دیا۔

چونکیرادوں نے صاحب کے حکم پر اسے چھوڑ دیا تو دونوں کی مٹھی میں جلت کے کچھ پانی رہے تھے۔ اُس کی آنکھوں میں کافی جلن ہو رہی تھی۔ بچتے ہوئے اُس نے سو پر سے کہا۔

صاحب اس کی بات کا مطلب نہیں سمجھ سکا۔ اس نے دوسرا حکم دیا۔ ”اسی پر دعائیں پڑھنا۔“

تبکہ امام احمدی نے کوفٹری میں بند کر دیا اور اس کا دایاں درست ہو جانے لگا۔

جگت کو امام احمدی نے کوفٹری کا یہ پہلا تجربہ کیا۔ اس کوفٹری میں جیڑیں گھٹنے کے اندر بہت سے قمیاض تھے۔ ہاتھ جڑ دیتے تھے۔ ”بھائی! صاحب! اس جہنم سے نکالو۔ تم جو کہہ کر قبول کرنے کو تیار ہو جاؤ۔ مگر میرا درداشت نہیں ہوتی۔“

[illegible]

سانپ کا زور قیدی کو بول جانے میں رکھتا تھا۔ ذرا سی سرسراہٹ اُس کی روئیں تن جانچ کر وہ اندر جھکے میں اُنھیں پھاڑ دیکھنے لگا کہ کہیں سانپ اندر تو نہیں آ گیا؟ سوراخوں پر بار بار گھونٹی دہی۔ کس خطرناک سرسراہٹ! خوف کا یہ پتھر چوڑی کے دل کو مسلسل دبا رہے رکھتا تھا۔ جہت بارہ بجئے میں اس سڑاے توڑ کر کھانا بھی تو دیا جانے لگا۔ اس ظالم کفری میں کانٹے سانپ کا خوف اُسے اتنا نہیں تھا۔ کبھی دل دھڑکنے لگا، اس وقت اُس کا ہاتھ گلے میں لٹکے گا۔

کا بیان کیوں نہیں کیا؟ اس کے ساتھ بیچنے کی غلطی کے آخری الفاظ پر ہے۔

”جنگی عدالت کی دی ہوئی پھانسی کی سزا ختم کر کے میں اسے عرقی کی سزا دیتا ہوں۔“

یہ سن کر سوہنہ گھٹکی کی گردن ہلکنے سے بند ہو گئی۔ سوہنہ گھٹکی کا دل پر یقین نہیں آ رہا تھا

”کیا بیچ بیچ پھانسی کی سزا ختم ہو گئی؟“ مگر برابر بیٹھے ہوئے کرتارنا کے چہرے پر ہلچلی ہوئی سر

اس بات کی گواہی، جگت پھانسی سے بیچ گیا تھا سوہنہ گھٹکی ان گھٹکوں سے آگے نہیں گئے۔ اتنے

نے ان گھٹکیوں سے یکبارگی جگت کی جانب دیکھا، وہ سر ہار ہوا۔

”چلے بڑگ! ام جگے کا پاس جا کر اسے بڑگ دیا دین۔“ کرتارنا نے کڑے ہو کر کہا۔

مگر سوہنہ گھٹکی بیٹھے ہی۔ ”نہیں۔ مجھے اس کی جانب نہیں دیکھنا۔ اسے ناسک سے کہنا

ہال منڈا اور اس نے پورے خاندان کو پاپ میں ڈالا ہے۔“

کرتارنا چپ چاپ چلا گیا۔ پریس چیف پر ان گھٹکی، جگ کو کیڑ تو نظر دے کر گھبرا ہوا ہو

چلا رہا تھا۔ ”سائے کو شک کا فائدہ مل گیا۔“ پھر رات میں کمر بڑھایا۔ ”مگر خاتمہ دوسری پھانسی

سزا سے کسی طرح نہیں نکال سکے۔“

”جناب! آٹھ سو پائیس کی پھانسی کی سزا عرقی میں بدل گئی۔“ کسی نے چھوٹے سوہنہ کو اٹھا

دی۔ عام طور پر قیدی کی پھانسی کی بجائے عرقی ہوتی ہے تو اس شخص کو کرٹیل کے حکام تم؟

راحت محسوس کرتے ہیں۔ مگر جگت کی سزا کی کیا چھوٹے سوہنہ کو کھلی؟ وہ مدنی منہ میں بڑیا

”جب تو اس کی خوشی میں غصہ اور انعام دیا جائے گا۔“ پھر اس نے جگت کا ٹیل کاڑھ طلب کیا

ٹیل کاڑھ پر کچھ لکھنے سو صاحب کا چہرہ سخت ہو گیا تھا۔ پھر وہ بڑھایا۔ ”میں کوڑوں کی سزا

نیچے لٹکا ہوا تھا۔“ ٹیل سے فرار ہونے کی کوشش کرنے کے جرم میں۔“

”کل میں سزا پر عمل ہونا چاہیے۔ اس پر مدعا میں کو اسس ہو جائے گا پھر پھانسی کے مقابلے

کوڑوں کی سزا بھاری ہے۔“ پھر پھر سلسلہ ہوا بولا۔ ”کوڑے مارنے والے بھی اللہ سے کو تپا

جائے۔ کل اسے خوب درگزر ہوا۔“ صاحب کے چہرے پر بے رحمانہ سرت دیکھ کر چوکیدار

اس سے نفرت محسوس ہوئی، اگرچہ پہلے مجھے گھم آئی تھی۔ بدلے۔ اس نے سوچا۔

کوڑوں کی سزا سننے کے باوجود جگت گہری نیند سو گیا۔ مگر چنانچہ سادری رات پیلو بدل کر

دی۔ چوکیدار ہنڈر کو کھچی نہیں آ رہا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ اگرچہ عرقی کو کھتری میں بند ہونے

باجو جگت سے شراب کی بوتل لانے والے کا نام نہیں بتایا تھا اس کی وجہ سے صاحب بھنا گیا تھا

اس سلسلے میں کوڑوں کی سزا ہو گئی کی رات کو چہرہ دہرے ہوئے اسے خیال نہ رہا۔ ”میں اگر تو

لوں تو جگ شاید سزا سے بچ جائے گا۔“ مگر اس کا دل نہ کر رہا تھا۔ چھوٹے سوہنہ کے خطرناک چہرے

تصور اسے لڑا دیتے کے لئے کافی تھا۔ ملازمت سے ہاتھ دھوئے گاڑا اور بال بچوں کے پر

ہو جانے کے خوف نے اسے مجبور کر دیا تھا۔

”بھگوان! کچھ کمزور بادشاہت کرنے کی ہمت دینا۔“ وہ دو گھنٹیں باگھ رہا تھا مگر اسے اپنی

یقین نہیں تھا۔ میں کوڑوں کو برداشت کرنے کی طاقت کسی فلولادی قیدی میں ہی ہوتی ہے۔ نہ

کوہیں ضرب پر بے ہوش ہو جاتے ہیں۔

جگ کوٹیل سے باہر لے جایا گیا تو ٹیل کے قیدی اسے ہوردان نظر دیا ہے دیکھ رہے تھے۔

نئے چارے کی سمیت آگئی۔ ہنڈر کے پاس سے گزرتے ہوئے اس کا سینا چہرہ دیکھ کر اسے

ٹیل گرنے کی خاطر وہ سکریا مگر ہنڈر نے شرم سے سر جھکا لیا چھوٹے سے چوک میں جگت کو لایا

”دلوں جانب فلولادی مجھے ذہن میں گڑے ہوئے تھے۔ ان کے درمیان اسے کوڑا دینا۔“ جگت نے

”لیاس اتار دو۔“ جگت نے لیاس اتار کر پیچک دیا۔ ”دلوں ہاتھ بلند کرو!“ جگت نے

”ہاتھ بلند کرو۔“ جگت نے لیاس اتار کر پیچک دیا۔ ”دلوں ہاتھ بلند کرو!“ جگت نے

”لیاس اتار دو۔“ جگت نے لیاس اتار کر پیچک دیا۔ ”دلوں ہاتھ بلند کرو!“ جگت نے

”لیاس اتار دو۔“ جگت نے لیاس اتار کر پیچک دیا۔ ”دلوں ہاتھ بلند کرو!“ جگت نے

”لیاس اتار دو۔“ جگت نے لیاس اتار کر پیچک دیا۔ ”دلوں ہاتھ بلند کرو!“ جگت نے

”لیاس اتار دو۔“ جگت نے لیاس اتار کر پیچک دیا۔ ”دلوں ہاتھ بلند کرو!“ جگت نے

”لیاس اتار دو۔“ جگت نے لیاس اتار کر پیچک دیا۔ ”دلوں ہاتھ بلند کرو!“ جگت نے

”لیاس اتار دو۔“ جگت نے لیاس اتار کر پیچک دیا۔ ”دلوں ہاتھ بلند کرو!“ جگت نے

”لیاس اتار دو۔“ جگت نے لیاس اتار کر پیچک دیا۔ ”دلوں ہاتھ بلند کرو!“ جگت نے

”لیاس اتار دو۔“ جگت نے لیاس اتار کر پیچک دیا۔ ”دلوں ہاتھ بلند کرو!“ جگت نے

”لیاس اتار دو۔“ جگت نے لیاس اتار کر پیچک دیا۔ ”دلوں ہاتھ بلند کرو!“ جگت نے

”لیاس اتار دو۔“ جگت نے لیاس اتار کر پیچک دیا۔ ”دلوں ہاتھ بلند کرو!“ جگت نے

”لیاس اتار دو۔“ جگت نے لیاس اتار کر پیچک دیا۔ ”دلوں ہاتھ بلند کرو!“ جگت نے

”لیاس اتار دو۔“ جگت نے لیاس اتار کر پیچک دیا۔ ”دلوں ہاتھ بلند کرو!“ جگت نے

”لیاس اتار دو۔“ جگت نے لیاس اتار کر پیچک دیا۔ ”دلوں ہاتھ بلند کرو!“ جگت نے

”لیاس اتار دو۔“ جگت نے لیاس اتار کر پیچک دیا۔ ”دلوں ہاتھ بلند کرو!“ جگت نے

”لیاس اتار دو۔“ جگت نے لیاس اتار کر پیچک دیا۔ ”دلوں ہاتھ بلند کرو!“ جگت نے

”لیاس اتار دو۔“ جگت نے لیاس اتار کر پیچک دیا۔ ”دلوں ہاتھ بلند کرو!“ جگت نے

”لیاس اتار دو۔“ جگت نے لیاس اتار کر پیچک دیا۔ ”دلوں ہاتھ بلند کرو!“ جگت نے

”لیاس اتار دو۔“ جگت نے لیاس اتار کر پیچک دیا۔ ”دلوں ہاتھ بلند کرو!“ جگت نے

”لیاس اتار دو۔“ جگت نے لیاس اتار کر پیچک دیا۔ ”دلوں ہاتھ بلند کرو!“ جگت نے

”لیاس اتار دو۔“ جگت نے لیاس اتار کر پیچک دیا۔ ”دلوں ہاتھ بلند کرو!“ جگت نے

”لیاس اتار دو۔“ جگت نے لیاس اتار کر پیچک دیا۔ ”دلوں ہاتھ بلند کرو!“ جگت نے

”لیاس اتار دو۔“ جگت نے لیاس اتار کر پیچک دیا۔ ”دلوں ہاتھ بلند کرو!“ جگت نے

”لیاس اتار دو۔“ جگت نے لیاس اتار کر پیچک دیا۔ ”دلوں ہاتھ بلند کرو!“ جگت نے

”لیاس اتار دو۔“ جگت نے لیاس اتار کر پیچک دیا۔ ”دلوں ہاتھ بلند کرو!“ جگت نے

”لیاس اتار دو۔“ جگت نے لیاس اتار کر پیچک دیا۔ ”دلوں ہاتھ بلند کرو!“ جگت نے

”لیاس اتار دو۔“ جگت نے لیاس اتار کر پیچک دیا۔ ”دلوں ہاتھ بلند کرو!“ جگت نے



جیسی چاہی ختم ہوئی تو جگت کے گھر والوں کو بچہ راحت ملی۔ ایک سالہ ست پال کو کھلاتی ہوئی  
 دین بڑی دانی۔ "جیتا ہے" حلق جوا عازہ وقتا تک نام نصیب نہیں ہے۔"

مگر جگت کے پاپو کا خضر ابھی کم نہیں ہوا تھا۔ بار بار وہ کہتے۔ "مکھ کے بیٹے بال اتڑا  
 ہے۔ کرو بھڑا ہے" جیسی صاف نہیں کریں گے۔ ارے وہ صاف بھی کریں گے، اب بھی میں  
 صاف نہیں کروں گا۔"

پالی کورٹ نے جب دوسری چٹائی کے لئے فیصلہ دیا اس وقت انہیں اپنی بات جج ہوتی نظر  
 لائی۔ نصے میں بھرے ہوئے وہ کمر آئے۔

"میں کب رہا تھا ان لمب کی تو چین کرنے والا ہے موت مرے گا۔" باں جی اور چندن کو کچھ  
 نہیں کہ موت کی سزا برقرار رہی ہے۔ "جھگڑا کے دم کی بھی ایک حد ہوتی ہے۔"

جگت کی زندگی اب آخری سوز پر تھی۔ پھر بھی چندن نے آسمن نہیں بھائے۔ دل بھرتا تو وہ  
 اپنے کی بجائے جھگڑا کی بارگشتا میں لگ جاتی۔ سوہن ٹکے کا قہر کھڑا آئے ہوئے کرتا رہا  
 اسروہنے کی کوشش کی۔ "ابھی آخری عدالت ہمارے میں ہوئی ہے۔ ممکن ہے وہاں چھٹکارا  
 ہائے۔" مگر یہ دلاسب کے لئے سرباب جیسا تھا۔ پے در پے فیصلوں نے انہیں تھکا دیا تھا۔  
 لک باں جی بھی بڑی دانی میں ٹیکہ وہ نظروں سے لڑتے ہوئے مایہ زار لگتی تھیں۔

"جی صاحب سے ڈاکو ہوا انہیں رہا چھاپے اس کے کرم، وہی کہتے گا۔" کرتار نے باں جی  
 کو جو دیکھی جگت کے پاؤں سے لیا۔

"بزرگ! میرے پاس جو رقم تھی وہ تمام خرچ کر چکا ہوں۔ ابھی وہکیل کو پانچ سو روپے دیے  
 اس کا انتظام میں کروں گا۔" کرتار کچھ پر کا۔ سوہن ٹکے اور باں جی اس کی جانب دیکھے بغیر  
 بولے تھے۔ "آخری کورٹ میں کس لڑنے کے لئے ابھی خاموشی رقم کی ضرورت ہوگی۔" سوہن

خاموشی وہ گئے۔ سال بھر کے برسات کا کام رہا تھا قبضہ قوتوری زمین انہوں نے پانی کے مول  
 رفت کردی تھی۔ تاکہ کی موت کے بعد کچھ خرچ ہو سکا اس کا قہر ابھی سرب پرانی تھا۔ بھتیجی  
 لوان کا گزراہ چل رہا تھا اس کے علاوہ ان کی ذریعہ نہیں تھا۔ وہ دیکھی اب بوڑھے ہو

تھے۔ جگت کے پیچھے کب تک خوار ہوں؟ اب آگے کا خیال کیا تھا۔ جگت کا اکلوتا بیٹا اگ جوان  
 لیا تو کیا اسے قرضہ دے میں دیا جائے گا؟ یہ سب خیالات ان کے ذہن میں پکرا رہے تھے

اپنے جواب نہ دے، مگر باں جی خاموش نہ رہیں۔

"ابن۔۔۔ بہت ہو گیا۔ جو کچھ کر سکتے تھے کر چکے۔ اس ڈاکو نے ہمارے بچے کے کلوے کر  
 چھاپا اب زمین کے۔" کر کے میں ٹھکر میں نہیں کھائی۔" پھر نصے کے جوں میں بولیں۔

پر بھی جگت پر اعداد کے مطابق انہیں ہوا۔ ایک ہی جگہ میں لگنے کی وجہ سے اس کی جلد او  
 رہی گی۔ خون بہہ رہا تھا۔ ملحق نکل ہو گیا تھا۔ اس کے جسم کا جوڑ جوڑوٹنے لگا۔ بیٹے میں نہا کر  
 اسے سخت ازیت ہو رہی تھی۔ مگر وہ چٹائی کی طرح کھڑا ہوا تھا۔ وہ کچھ کرنی الدین کو جوش آ کر  
 اسے اپنا زور ختم ہونے کا ڈر لگا۔ "آج جسم میں سے طاقت کیں ختم ہو گئی ہے؟" اس نے دل  
 میں دل اپنے آپ کو کالیاں دیں۔ چھوٹے سرب نے اس نے کان میں سرگوشی کی۔ "اسے یہ  
 کوڑوں میں گرا دینا۔" یہ یاد کر کے اس نے زور دیا۔ ملحق کھلے سینے پر پربت صاف کر کے اس۔

بیٹہ پھل پاپو کی قوت سے کوڑے مارنے لگا۔  
 پھر دوسری کوڑے پر اس کے منہ سے پچ نکل گئی۔ "چھوٹا سو پر خوش ہو گیا اور جی الدین کو  
 آگیا۔ جگت کے جسم پر لیٹا ہوا کچرا خون سے تر ہو گیا۔ اب اس کے پیڑ کی کوڑے دینے کی طاقت  
 کھوئے جا رہے تھے۔ گردن آہستہ آہستہ بچے جگہ رہی تھی۔ پیشانی پر تکلیف کی وجہ سے گہر  
 بن گئی تھیں۔ اس کا دل کی گنا بھڑی سے دھڑک رہا تھا۔

میں۔۔۔ ایس۔۔۔ پائیں۔۔۔ جگت کے گرد کے دھان میں دل کو لگایا۔ چھوٹا  
 ہونٹ چٹا ہوا جی الدین کو گھور رہا تھا۔ یہ قدری پائیں کوڑوں میں بھی ہوش میں تھا۔ اس نے

تک نہیں ماری پا کوڑے دینے کے لئے احتجاج نہیں کیا۔ اس میں اسے اپنی بار نظر آ رہی تھی۔  
 نے دیکھا کہ اب جی الدین باپ تھا۔ آخری سات کوڑوں میں وہ زور نہیں آزما سکے گا کہ  
 چھوٹے سو پر کوٹسوس تھا۔ اٹھا نہیں۔۔۔ آنتیں اور نہیں۔۔۔ سناٹا چھا گیا۔ جگت کے پیڑ کھن  
 کے پاس سے ٹھہر گئے۔ بندے ہوئے ہاتھوں پر ٹک گیا۔ دوسرے جگہ کے پڑ سوزے کھڑا ہوا  
 چار چھوٹوں کے ہنسنے لگا تو اسے یقین ہو گیا کہ میں کوڑے ہو چکے ہوں۔ وہ احتجاج۔  
 پازار چھٹ گیا تھا۔ پھٹل اس نے سرائی اٹھا، چھوٹے سو پر کی جانب دیکھا۔

"ابن۔۔۔ ختم ہو گئے کوڑے؟" اس کی یہ بات سو پر کوٹ گئی تھی۔ جی الدین ایک کونے میں جا  
 بیٹھ گیا۔ وہ یہ طریق باپ رہا تھا۔ صاحب کی جانب نظر اٹھانے کی اس میں بہت نہیں رہی۔  
 بہتی ہوئی حالت میں چار داری اسے اٹھا کر تیل میں لے گئے۔ اٹا لایا۔ اپنی ہوئی حالت  
 اس نے پانی مانگا۔ دو گھنٹ ملحق سے بچے جاتے ہی اس کی آنکھوں میں اندھیرا چھانے لگا۔  
 ہوش کھوئے لگا۔ یہ ہوش ہونے سے پہلے اس نے سنا ہوئی کبہ رہا تھا۔

"اس شخص نے جی الدین کا پانی اٹا دیا۔"

تیس کوڑے برداشت کرنے والے بچے کے لئے تمام قیدیوں میں احترام کا۔ آخر حاد

کے کوئی سر بھر گیا تو کسی۔



”جکت کا سکل کہاں ہے؟“ چوکیدار کو اس پر دم آگیا۔ اس نے انگلی کے اشارے سے جکت کا محل بتایا مگر کھربولا۔

”خمس اس سے مل نہیں سکی۔“ جکت کے سکل کے چوکیدار نے پیٹا، اُس نے اشارے سے بچے سنا کی سے کہا۔

”کیوں اس کا دل تو زور ہے ہو؟ اسے مل لینے دو! ہمارا کیا مگر جائے گا؟“ بھر پر دم جیت سے لا۔ ”جلدی جلدی کا سٹلے مل لو! کسی نے دیکھ لیا تو ہمیں ڈانٹ پڑے گی۔“ جکت کی ماں کی لہجوں سے بیباک چہرہ دیکھ کر جکت سمجھ گیا کہ بیٹے نے اُس کی بات نہیں مانی، دو کچھ سمجھے اس سے بھر پر دم جیت گیا۔

”بھائی! ہاتھ جوڑ کر تم سے انتظار کیا ہوں، چنا کو دم کی درخواست پر دھکا کرنے کے لئے مجھ کو اجازت! اسان ذمہ کی مجھ نہیں بھولوں گی۔“ اُس نے درخواست والا کاغذ دکھایا۔ جکت اُس کا مطلب چرہ دیکھ کر کیا۔ اُسے اپنا ماں یاد آگئی۔ چنا کو پچاسی سے بچانے کی خود سے بھی اجازت تھی۔ اُس نے صرف اتنا کہا۔

”ماں! اتم فکر نہ کرنا۔ یہ کاغذ چوکیدار کو دے دو! چنا دھکا کر دے گا۔“ احسان منہ اند نظر لوں رہ گئے ہوئے پر دم جیت سے کاغذ چوکیدار کے سپرد کیا۔ جاتے ہوئے صرف اتنا بولی۔

”مجان! تمہارا بھلا کرے۔“

اتین ماہ بعد چنا کو گورنر جنرل کی جانب سے پچاسی سے دم دیا گیا اور عقیدہ ہوئی۔ مگر جکت پر دم ملنے میں ہار گیا اور پچاسی کا دم رقم رہا۔ یہ جان کر چنا گرج اٹھا۔

”تمہیں نہیں سمجھے عقیدہ نہیں چاہئے۔ مجھے پچاسی دو! میری درخواست واپس لے لو!“ سب

پچاسی پاگل ہو جائے گا۔

”بھئی! جس... جس کی صورت دم کی اجلی گئی کر۔“ چنا کی طرح جکت بھی خندنے لگا۔ پریم گورٹ میں ہارنے کے بعد اس موت سے بچانے کا آخری موقع اجلی تھا مگر جھٹکے کو تیار نہیں تھا۔ ”آج تک جگا ڈاکو بن کر سر اُدھانکے رہا ہوں۔ اب کیوں میں کسی کے ہر چکا ڈس؟“

اُس نے کمر میں پچاسی کا پھندہ نہ پڑے۔ جکت انہیں موت کا ڈانٹیں مگر تمہاری موت اس کی ذمہ گئی۔ وہی پھرتی لاشوں میں تبدیل ہو جائیں گی اس خیال کر لے۔“ اُس کے لہجے میں کوئی شک نہ تھی۔

”میں حاصل کر کے جس کی اس بڑبڑ زور کی میں رکنا چاہتے ہو تم لوگ؟“ جکت نے دلیل انسان کی ذمہ گئی کہ پڑ جائے اپنی سزا میں میرے حصے میں آئی ہیں۔ پچاسی سے فکا کیا تو ان ذمہ کی ختم ہو جائے گی۔

پس نہ ماتا تو اس مٹانے آئی۔ مگر جکت خند چھوڑنے کے لئے تیار نہیں ہوا۔

اب ایک بات تم نے ہی کہا تھا کہ پچاسی پر چرہ جاؤ! ہم سب کا چھکارا تو ہو۔ اب مجھے کیوں آئی ہو؟“ اُن کی ردیوں۔

سوچا۔ ماں سکل کے دروازے پر کڑا کر اسی وقت وہ سکل دھکا دیا وہ پھر بارے لچے میں پڑ چکا تھا۔ ”ماں! ایسی طبیعت ہے؟“ بھر گورٹ میں بیٹھے ہوئے لوگ بے چہنگی نظر کی اور اس کا چہرہ سر ہو گیا۔ انہوں میں خون آنے آئے۔ ”تم اس کیوں لے کر آئی ہو؟ مجھے چلانے کے لئے؟“ پر دم جیتے جیسے کا بھرا ہوا چرہ دیکھ کر جیت گئی۔ ”اُسے سکی ماں کے سے ہے اتنی دشمنی؟“

”تم اسے سکی ماں کا جتنا بھی ہو؟“ چنا جڑ سے سخت کر کے بولا۔ ”یہ میرے دشمن کا بیٹا ہے ہم قتل کے جرم میں پچاسی چرہ ہا ہوں۔“

”ایسا نہ بول! نہ چنا!“ پر دم جیت گزرا۔ ”پچاسی چرہ سے کی ضد کیوں کر رہا ہے؟ ابھی تو بہت چھوٹے ہو۔ ذمہ کی میں نے کچھ نہیں دیکھا اور اس طرح...“ ماں کی انہوں سے انہوں سے سٹاب بیٹہ لگا۔ چنا کو بھر خاشاں رہا تو پر دم کو اس بند کی۔ ایک کاغذ اُس نے آگے بڑھایا۔

”لے چنا! اس پر دھکا کر دے۔ گورنر صاحب کے میں دم چنا کا تو تم پچاسی سے فکا جاؤ گے۔“

”مجھے کسی بات نہیں چاہئے باں!“ چنا چیخ اٹھا۔ ”تم مجھے کیوں پریشان کر رہی ہو؟ پچاسی چرہ جاؤں کیا ذمہ کی مجھ جیل میں سڑوں نہیں کیا فرق پڑے گا؟“

”تمہیں ماں کے دل کا خیال نہیں چنا!“ پر دم جیت اٹھا۔ ”تم میری ذمہ کی کا سہارا ہو۔“

”سہارا...؟“ چنا نے قہر لگایا۔ بھر لہا ہاتھ کر کے بولا۔ ”ایسا سہارا تو تمہاری گود میں ہے اسے برا کرنا مجھے بھول جانا۔“

”چنا! تم ایسا کہتے ہو! ماں نے کو بھولنے کے لئے جنم دے کر پاتی ہے؟“ پر دم جیت آنسو کی کرنے لگی۔ ”میرے لئے تو یہ اور تم دونوں کیساں ہو۔ ایک باور درخواست پر دھکا کر دو! میں تم احسان ذمہ کی مجھ نہیں بھولوں گی۔“ چنا جواب نہ دے سکا۔ اُس کے ذہن میں ایک مہیاک خیال

گیا اور وہ نہ گئیے والی بات کہ گیا۔

”ماں! اتم جیت نہ کر نہ کر چا آئی ہو۔“ اُس کے لہجوں پر عجیب سی مسکراہٹ دوڑ گئی۔ ”مگر تم

چہ نہیں سوال بعد میں کیا کروں گا؟“

”تم شادی کر دے۔ گھر سداؤ گے۔ میری خدمت کر دے۔“ ماں نے اپنے خواہاں کو مار دے دی۔

”جیس... مجھے نہیں چاہئے۔“ چنا گرجا۔ ”جیل سے باہر آ کر پہلا کام میں اپنے دگر آخری تنہا حار دے گا کروں گا۔“ پر دم جیت زور تھی۔ اُس کی گود کا بچہ پورے لگا۔ چنا کی آنکھ سے انتقام کے شعلے نکلے تھے۔ ”بولو! اب تم مجھے پچاسی سے بیٹا جانتی ہو؟“ جواب میں

جیت نے درخواست والا کاغذ اُسے بڑھایا۔ اُس کی منہ بھری آنکھیں گہری تھیں۔ ”بیٹا! چنا ہو کر نہ مگر میں پچاسی نہیں چرتے ذوں کی۔ مگر چنا جیتنے درخواست سے بچنے کے لئے اتم بڑھایا۔ وہ سوچ رہا تھا۔

”میں سناں تک جیل میں رہ کر ذمہ کی انتقام کی گئی میں چلتے سے پچاسی چنا ہے۔“ ملاقات کا وقت پورا ہوا اور چوکیدار نے چنا کی ماں کو مٹ جانے کے لئے کہا۔ پر دم نے آخری بار بچے کو بڑا مہیا نظر دے دیکھا مگر چنا نے سر جھکا لیا۔ جب وہ بھر گورٹ کی چار سکل گزرنے کے بعد اسے کچھ یاد آیا۔ وہ دنگ گئی۔ چوکیدار سے پوچھا۔

میں یقین نہیں آ رہا تھا۔ وہ خود سے چہن کو دیکھ رہا تھا۔ "مجھے یقین ہو گیا کہ اُسے تم سے کچا چار

"چہن اتم میری ہو کر پہلی محبت کے چار کی بات کر سکتی ہو؟" محبت بوجھ بیٹھا۔  
 "یاد کرو میں نے کبھی آپ کی بات نہیں سمجھا سارا دماغی؟" چہن کو آج، بے دل کی بات کرنے میں کم  
 لیں پڑ رہی تھی۔ "مگر تھ صاحب کے سامنے سر جھکا کر میں تمہارے لئے اور آنے والے بچے کے  
 لئے دعا مانگ رہی تھی تو یہ دیکھی تمہاری زندگی کی حفاظت کے لئے دعا مانگنے آئی تھی۔"

"تم کچ کب رہی ہو چہن؟" محبت کے لہجے سے خوشی کا اظہار ہو رہا تھا۔  
 "محبت کیوں پوچھتی؟ اس نے تمہاری سلامتی کے بدلے اپنی زندگی دینے کے لئے مگر تھ  
 صاحب سے چار ملنے کی تھی بے ساختہ۔ یہ بات سننے ہوئے محبت نے گردن میں بندھے  
 لئے خوب چڑھ کر چل دی۔ چہن کو درد کی گئی تو اس نے پوچھا۔

"مگر اسے عمر سے وہ کہاں تھی؟ اس پر کیا تھی؟ اب کہاں ہے یہ سب پوچھا کر نہیں؟"  
 "مجھے انہوں نے بھجے ہوئے۔ مجھے دیکھ کر خوش نہیں ہوئی تھی مگر عمر بھر کی۔ اسی طرح جلدی  
 دلی گردنارے سے لڑ رہی تھی۔ میں پیچھے چھٹی گئی کہ وہ دلی نہیں۔ "لدا میاں کی بس چلی جائے گی۔"  
 جی ہوئی روکش میں بیٹھی۔

"محبت نے آج میری۔" وہ برونے ایسا کہیں کیا؟"

چہن کو نے دیو کے ساتھ دالے شخص کی بات جان بوجھ کر نہیں بتائی۔ بہن کو اس کا ذہن  
 ہاتھ کا انکو پڑھا۔ "ایک بھانجہ کے میں لدا میاں نہ ہو آئی۔" چہن کو کہنے لگی۔ "مگر اسے  
 سے شرمناک پڑ گئے تھے۔"

"میں اس کا یہ معلوم کروں گا چہن؟" محبت نے دروازے کی سلاخوں کو کھینچ کر  
 لگا دیا۔ "میں انہیں تو دیر چاہتا ہوں۔" مگر اس کے لئے خود قیادت چاہیے۔ "وہ نہ تک  
 لی ایک دوسرے کی آنکھوں میں دیکھتے رہے۔ محبت، چہن کو دیکھ کر ہاتھ اس کے ذہن میں  
 ات کر رہی رہے۔ پھر پوچھنے لگی کہ کیا چہن اس کا یہ کہہ رہی ہو مگر چہن بولی۔  
 "مجھے بتائی تو میں باپ کے آگے خد نہ کرنا۔" محبت کی آواز نرم ہو گئی۔ "اب دیکھ سے کہنا  
 اپنے لئے کرتے۔ میں انکو لگا دوں گا۔"

○

دلی کی درخواست پر دیکھا کرنے کے ذہن میں جیل سے فرار ہونے کے خیالات  
 اتھری سے گزرتے رہے۔ بہت سوچا چاکو کی راست نظر نہ آیا۔ مگر اپنی نرم ہونے تک ضبط  
 تھا۔ حتیٰ کہ اس نے اپنا طریق بدل دیا کہ سینے دو ہاتھ کے ذہن میں گزرتی نرم پڑ جائے۔ دیو  
 ذہن ایک ایک دن سال کے برابر نظر آتا تھا۔ کہ راکو خیر جی کی کوشش کی مگر اسے مایوسی  
 وہ دلی تھا کہ اب دلی کو لے گا؟ یہ نہیں چل سکا۔ "اب کیا کرنا چاہئے؟"  
 مگر ہانچا کہ اسے امید نظر آئی۔ اسے خبر تھی کہ لگا ڈاکو چاکو کی سزا پا کر جیل میں آیا

"بیٹے! تم نے ماں کے سخت الفاظ ہی یاد رکھے؟ تمہاری خاطر اور کیا کیا برداشت کیا وہ بدوا  
 گئے؟ نہیں جانا نہ ہوتا تو کورٹ کی بیڑیاں کیوں گھٹے؟ پیسے سے کیوں خوار ہوتے؟" پھر  
 میں بول نکلی۔ "جب تک تمہارے گلے میں یہ خوبی ہوگا اس وقت تک تم کسی نہیں ہو گے۔" وہ  
 سبھی بیٹے ہو گئے۔

"ماں!....." محبت کا خدہ ہلک کر اٹھا۔ "تم زور ہوئی ہو تو تمہاری ستا دیا آتی ہے۔ مگر جب  
 سے ماں ہوں تو تمہاری سنگدلی کا نے کی طرح دل میں چسپتی ہے۔ کچھ تمہاری آنکھوں میں خور  
 نکلتا ہے۔ اس خوبی کو دینے والی کوئی تم سے مجھ سے الگ کر دیا یہی نہیں بھول سکتا۔ مگر  
 دیر تک کر بولا۔ "میری خاطر پیسے سے خوار ہونے کا خد نہ دینے آئی ہو تو میں لوں! آج سے تمہا  
 پیسہ۔ تمہارے خوراک سے۔" بیٹے کی اس باتوں نے ماں کا دل تو ڈر دیا اور محبت کی زندگی کے لئے سر  
 نے اس پر چڑھ دی۔

"مجھے ایک بار مل لینے دو! میں کسی طرح انہیں راضی کر لوں گی۔" چہن سانس سرنا  
 عاجزی کر رہی تھی۔  
 "چہن! اب محبت پہلے جیسا نہیں رہا۔ پہلے اس نے بھی ایسی بات نہیں کی تھی۔ اس کے ذہ  
 پر شیطان سوار ہو گیا ہے چہن! وہ نہیں بھی ڈانٹ دینے گا۔" ماں ہی ایک ہی سانس میں جا  
 رہی تھی۔

"ماں! مجھے اپنے اصرار کی پرواہ نہیں ہے۔ ایک بار چاہئے دو! انہیں تو ساری زندگی انہوں  
 رہے۔ اور چہن دل مضبوط کر کے محبت سے ملنے لگی۔ پھر سارے پر بھی نہ ہوتا تو جی بہت سارا  
 ملا تو ان کی منظوری نہ تھی۔" جاتے ہوئے کہہ گیا تھا کہ "پھیلان قسم کر کے جب داپس لوگوں کا  
 تمہاری چاکو کا آرزو میری جیسی ہوگا۔ تیار رہنا۔"

چہن کو کے آنسوؤں سے وہ ہلن نہ جاتے اس کے لئے محبت نے دل کو تیار کر لیا۔

"تم مجھی ماں اور اپنی طرح مجھے بھی دینے تو نہیں آتی ہو؟"

"نہیں۔" چہن نے دینے کی ہوں۔ "چہن کو نے کہا۔ "مجھ کی بارست پال کو لے کر آئی تھی جو  
 ایک بات کہنا بھول گیا تھی۔"

"کیا بات؟"

"دیو کی بات....." ایک نقطہ بول کر چہن کو گئی مگر اس نقطہ نے محبت کا چہرہ بدل دیا۔  
 "دیو کی؟" "خود ہی سلاخوں پر انگلیاں آپ ہی آپ جم گئی۔" اس کی کیا بات ہے؟"

"مجھے وہی تھی؟"

محبت کے چہرے پر روشنی آ گئی۔ "دیو زندہ ہے؟" وہ بڑبڑایا۔ پھر بولا۔ "مجھے یقین تھا کہ  
 زندہ ہے۔ میرا دل کہہ رہا تھا کہ وہ زندہ ہے۔" پھر اسے شک ہو گیا۔ "چہن! تم میرا دل بہا  
 کے لئے تو نہیں کبہ رہی ہو؟"

"ست پال کی تم کہا کر کہتی ہوں محبت سچہ؟" چہن کو کی آواز ہلک گئی۔ "تمہارے ہا  
 نیلے کے وقت ماں ہی کے ساتھ ڈاکو نے گردلوں سے گئی تھی تو اس سے ملاقات ہو گئی۔" تھو



میں دھکیل دیا جائے گا۔"

یہ سن کر جگت کھڑا ہوا۔ لگا لگا ڈاکو کے ساتھ مل کر جیل سے فرار ہونے کے منصوبے پر پانی بھری گئی تھی۔ اس کا خون کھول اٹھا۔ اس نے دانت چرس کر مٹھایا کس لیں اور جانی پر کھوئے مارا۔ لگا جانی میں بھری ہوئی دھول سوہر کے لباس پر گر کر اور دھولے حصے میں کھڑا ہو گیا۔

"لے جاؤ یہاں سے سالے کو۔" دونوں چوکیداروں نے جگت کو مٹیوں سے پکڑ لیا اور سیل کا جابجہ کھینٹ لے گئے۔ ان کی سمجھ میں یہ نہیں آیا کہ چمکا کی صاف ہونے پر بھی یہ ڈاکو بے قصہ فہر کیوں دکھا رہا ہے؟

○

دو مقرر اور چھوٹی بڑی سائیں ملا کر پچاس سال کی قید کے ساتھ جگت کے چھ لدھیانے کا خطا میں آ گیا۔ اس کے کارڈ پر خطرناک قیدی کی نمبر لکھی گئی۔ اس سے ابتداء ہی میں جیل کے جاکو نے کہا۔ "تم امرتسر میں جو رہ کر دکھا کر آئے ہو اس لیے چار ماہ کے لئے کسی سے تمہاری ملاقات ختم دی گئی ہے۔"

لدھیانے نے کا جو زمیندار تھا وہ بھی جمن گیا۔ چند دن نہیں آ سکے کی اور دیر دی خبر بھی نہ ملے گی۔ وہ اور بھر گیا۔ اس زمانے میں خطاب کی جیلوں میں قیدیوں کے درمیان دو گروپ ہو رہے تھے۔ ایک گروپ "مانجا" کے نام سے پکارا جاتا دوسرا "نالو" کہا جاتا تھا۔

امرتسر، گرداس پور اور شیخوپورہ کے ساتھ والے "مانجا" گئے جاتے اور فیروز پور، لدھیانہ، چاندرہ وغیرہ علاقوں کے قیدی "نالو" کہے جاتے تھے۔ جگت اب تک سیل میں رہا تھا اس قیدیوں کی تقریباً تین سے لاکھ تھیں۔ اب اسے بھرک میں آ کر جگت کرنے کا موقع مل گیا۔ قیدیوں کے درمیان انتشار سے بیل والے خوش تھے۔ بھیجی دونوں گروپوں کے درمیان گھڑا بھی جاتا۔ قیدیوں کے درمیان ان بن کا نام کوٹہہ پہنچائی گئی۔ "مانجا" گروپ کا قیدی چوری پیچھے میں کوئی چیز چھوٹا تو "نالو" قیدی اس کی چٹکی کمانے سے بھی چڑھتا تھا۔ لدھیانہ جیل میں کچھ کے آئے تھے "مانجا" قیدی جیل میں آ گئے۔ "اب ہمارا جگت آ گیا۔ اب "نالو" قیدیوں کو دیکھ گئے۔" ابوا گروپ میں جگت کی آمد نے گھبراہٹ پھیلا دی۔ امرتسر جیل میں کی اللہ جی کے سہارے برداشت کرنے والے بچے کے متعلق یہاں شہرت پھیل گئی تھی۔

"اب بچہ کاپالی آ کر جائے گا۔" نالو قیدیوں کے سردار گرجن سنگھ نے فخر سے کہا اور جگت کو "اے! اب اسے آج سے تاجر دالوں کی طرح رہنا اور ہماری دوسے بچے رہا۔ ورنہ۔۔۔ جگت نے اسے خوفناک نظروں سے گھورا۔ اس کی آنکھوں میں آواز اہا خون دیکھ کر گرجن سنگھ کا دھڑکنے لگا۔ اس کے بازو دھڑکا اپنا بھرم رکھنے کے لئے بولا۔ "آنکھیں کیوں کھال رہا ہے؟ اندھا ڈوں گا۔"

جگت نے دو کمرے سے کھڑے اس کی جانب تھوکا، بھر بھرک میں چلا گیا۔ "مانجا" قیدیوں، اسے گھیر لیا۔ "گرجن کو تم نے ٹھیک جواب دیا۔ وہ سلا یہاں دادا بن بیٹھا ہے۔ تمہارے آئے۔ ہمیں سکون ملے گا۔" ابوا گروپ کا سردار بن جانے کے بعد جگت نے چند دنوں گروپوں

اور میان مصاحبت کرانے کی کوشش کی۔ قیدیوں کو آپس میں لانے کی بجائے احترام کے جیل والوں سے لڑنا چاہیے۔ اسے مطالبات پیش کرنے چاہئیں۔ اس نے سمجھا یا مگر کچن سنگھ آڑے آیا۔ جگت کی پھیلائی میں اسے گھروں کی نظر آئی۔

"میری سرداری تمہیں قبول ہو تو میں سوچوں گا۔" گرجن نے جواب دیا۔ "تمہاری سرداری؟" جگت بھڑکیا۔ "اتنا کمزور تو اب تمہیں دیکھوں گا۔"

پھر دونوں گروپوں کے درمیان دو دن بچ شروع ہو گئے۔ چھوٹے جھگڑوں سے ایک بار بڑا زوہب بھاڑا۔ بھرک کے میدان میں روزانہ جمن چوکیدار کو چھوٹا لانے کا کام بہر دیا جاتا تھا۔ بچ کا کام دوسرے قیدی کر دیتے تھے۔ گرجن سنگھ نے اس کے خلاف احتجاج کیا۔

"وہ ڈاکو اس کا کام ہے اور دوسروں سے کام کرنا ہے۔" جگت اس میں تیرے باپ کا کیا جاتا ہے؟" جگت اس کی جگہ بیٹھا ہوا گر جا۔ باقی قیدی اس دیکھ کر گرجن سنگھ کو سخت غصہ آ گیا۔

"مالا اب تک بچ رہا ہے؟" یہ کہہ کر وہ جگت کو گالیاں دینے لگا۔ جگت نے کھڑے ہو گیا۔ اس نے براہ راست جواب دیا اور گرجن سنگھ کی جانب بھڑکا۔ وہ بچا کو غضبناک دیکھ کر گھبرا گیا مگر سہارا کرنے کے لئے اس نے بھی ٹوک داد نکالا۔ جڑا چھمکے ہوئے قیدیوں کے ہاتھ ڈک کر۔ وہ چٹکی آنکھوں سے پرستار کھینچے گئے۔ اس سے پہلے کہ چوکیدار جہان میں آئے جگت، گرجن سنگھ کے قریب پہنچ گیا۔

"آج تک جگت نے کسی کی گالی برداشت نہیں کی ہے۔" یہ کہتے ہوئے اس نے دانت چرس لے کر بھرک دار نکلے والا بھڑکا تھا۔ گرجن سنگھ اب لوٹ نہیں سکتا تھا۔ اس نے جگت کی آنکھوں کا نشانہ لے کر نکالا۔ "کھپکا" کی آواز کے ساتھ دونوں کے دار تقریباً ایک ساتھ ایک دوسرے پر پڑے۔ جگت کی آنکھ کے قریب سے خون کا فوارہ بہہ نکلا۔ باقی قیدی جوش میں آ گئے۔ نالو گروپوں کے درمیان جھگڑا شروع ہو گیا۔ چوکیدار چھٹکے۔ خطرے کا الارم بجا گیا۔ پانچ ہی منٹ میں داخلہ بردار چوکیدار آ گئے۔ دھڑا دھڑا لگی چار جھگڑا ہونے لگا۔ نصف گھنٹے میں معاملہ ابھڑا۔ اس کی آواز سے جگت اور گرجن سنگھ کے زخموں سے کافی خون بہہ چکا تھا۔ دونوں کے زخموں اور ان کی خون میں بھر گیا۔ چار پانچ چوکیدار ان کے درمیان کھڑے ہوئے کہ دو جھگڑوں کی دوسرے پر بھڑک رہے تھے۔ ڈاکٹر نے آ کر دونوں کے زخم دھوئے تو یہ چلا کہ جگت کی آنکھوں کی کسی کمر کر گرجن سنگھ کا چڑا کر گرجن سنگھ کے ہاتھ لینے والے قیدی قیدی کی طرف بڑھ گئے۔ جگت کی سربراہی جہاد کی اور اسے لدھیانہ کی جیل سے فیروز پور دھکیل دیا گیا۔ فیروز پور جیل کا سوہر سارے ملک کی جیلوں سے خطرناک سمجھا جاتا تھا۔ خطرناک قیدی اور خطرناک بھرک گلاب ہونے کا وقت آ گیا تھا۔

فیروز پور جیل کے بھرکے سوہر سارے جگت کو پیش کیا گیا اس وقت سوہر سے قیدی کا نالو چیک کر رہا تھا۔ جڑے ہوئے اس کے جڑے وقت ہو رہے تھے۔ کچھ روز بعد سوہر سے قیدی لایا گئے۔ وہ چھ لے کر وہ جگت کو دیکھا۔ چوکیدار نے گھوڑا مار کر جگت کو

”خود گویند کہ کیا ہے جس میں خدائی زندگی ملی۔ اس سے ہم سب کا مسرت سے برا حال ہے۔ ہماری ماں اور بہن تو مسرت سے پاگل ہو گئی ہیں۔“ آگے کے کچھ سطروں پر درویشانی ہماری دیکھ کر محبت لڑ گیا کہ جیل والوں کی مہربانی ہے۔ ”بیٹا! تمہیں جوئی زندگی ملی ہے اس کا تم منج استعمال کرو گے ام جانے تھے کہ فرانسوس تم نے اپنی طرح تکم کرنے کی بجائے بڑھادی ہیں۔ یہ میں جیل والوں پر غصہ ہوا ہے۔ بے جا مہربانی ہو سکتے تھے چارے ملنے آئی تھی اُسے واپس ہونا پڑا۔ محبت بیٹے! رسول کی محبت کا بھی خیال کرو۔ اچھے چال چلن کے قیدیوں کی سزا کم ہوجاتی ہے اور تم اپنے غلط بچنے سے اسے بڑھا رہے ہو۔ ہمارے لئے نہیں تو اپنے مصحوبہ کے کی خاطر کچھ کھجک ہو جاؤ گا۔“

”یہ لوگ دھڑکا رہا کرتے ہیں۔“ محبت بے پروا اور اُس سے صبر اٹھا کر نصف کے قریب آئی کاٹ دی گئی تھی۔ ”محبت جیل والوں نے کاغذ پر کوئی کام کیا بات رہے نہیں دی۔“ محبت کو لڑھکایا۔ پھر بھی آخری سطریں پڑھنے کوئلے کھیں۔

”سنت پال اب بولنے لگے۔“ ”ہاں“ تو جی بول رہا ہے۔ ”پاپو“ کہتا نہ تھا سکر رہی ہے۔ اسے لے کر کمرے سے لے آئے گی۔ اگر تم نے کوئی غلط کارنامہ نہیں کیا تو ملاقات کا مسرت نہیں ہو (قصہ تیار ہے ہاپ)

”محبت کچھ دیر خاموش بیٹھا رہا۔ پھر کمرے کے دروازے کا دیا ہوا مشورہ بھی پسند نہیں آتا۔ اس کے ساتھ کچھ اویا اویا ہوتا تو بہتر تھا۔ پھر بھی سنت پال اب بولنا سکدے رہا ہے اس کو وہ بار بار دل میں دہرا رہا تھا۔ دروازے کے حلق کچھ جانے کو کھتا تو بہتر تھا لیکن بے گتے ہونے اور میں دب گیا ہوں، اس خیال سے اس نے ان الفاظ کو پڑھنے کی کوشش کی مگر کامیابی نہ ہوئی۔ کاغذ کو طے کر کے لٹا دینے میں رکھ دیا۔

وہ سارا دن اس نے اسی آواز میں گمراہ رہا۔ رات بھی پوری نہیں آئی۔ کبھی پاپو کا مشورہ یاد آتا تو کبھی سوچ کی مگر دیا جاتی۔ ”ٹھیک کر دینا گا۔“ اس پاس کا تھپی سوراہے تھے۔ اسے ”گیا۔“ سارے لوگوں کو کھیل کی ہوا ملائی آگئی ہے۔ ”راڈ پر لڑتے ہوئے پھر بیکار کی آواز آئی۔“ ”سب سلامت۔“ محبت کو اُس پر بھی غصہ آ گیا۔ ”ساری دنیا سلاطی کے لئے سر رہی ہے۔“ ”فرمانی جیلوں کی جھگڑا سنا لی دی۔ شاید کسی قیدی نے پہلو بدلا ہوگا۔ یہ سوچ کر چگانے میں چند منٹس کے بعد کمرے پر پھوڑا آواز آیا۔ ”کیا سب آگے آئے؟“ اس نے گردن اٹھائی۔ اندر سے لکھن نہیں آتا تھا سو اس نے ادا کار کی آواز سن کر محبت کو آواز دلائی سمیت دو تیرہ بار ایک سایہ اُس کی جانب بڑھتا دکھائی دیا۔ سایہ بہت چمکا ہوا کر رہا تھا۔ محبت ہوشیار ہو گیا۔

بے کوئی چال بازی کھلی جا رہی ہو۔ سو رہا اپنے خاص قیدی کے ذریعے اُس سے بدلہ لینا چاہتا ہے اس کے خوف مضبوطی سے بند ہو گئے۔ کھانوں کی ریس تک نہیں۔ وہ مقابلہ کرنے کے لئے چاہ لیتا رہا۔ اب وہ سایہ آئے سامنے سوئے ہوئے قیدیوں کی لائن سے گزر رہا تھا۔ ناٹا دروازے آواز دے کچھ درنگ جاتا پھر دروازے کے دوستانہ اب دوکانی قریب آ گیا تھا۔ محبت کو کہیں ہو گیا کہ وہ اُس کے قریب آ رہا ہے۔ اندر سے میں اس کی چھٹی ہوئی آنکھوں اور کچھ نظر نہیں آیا۔ محبت سامنے روکے چارہ پا بہ معلوم کرنے کے لئے بے کیا کرنا چاہتا ہے؟

”کھانا۔“ صاحب کو سلام کرنا۔ مگر اس کی بجائے محبت سوچ کی بڑی بڑی آنکھوں میں دیکھا رہا دونوں کی نظروں سے ناراضگی جھلک رہی تھی۔

”ہم۔“ ہمیں ٹھیک کرنے کے لئے میرے پاس بھیجا گیا ہے۔ ”سوچے ہو کھانگو کا آغاز کیا“ یہاں آئے۔ پہلے نہیں میرے بارے میں علم ہو گیا ہوگا۔

”جس میں میرے بارے میں علم ہو چکا ہوگا۔ ابھی تم نے کائنات پڑھ لیں۔“ ”سوچ۔“ ہونٹوں کے درمیان دہائی ہوئی مگر کھٹ پر مزید دباؤ ڈال کر انہیں نکالیں پھر دوسرے ہاتھ سے سر کھٹ قیام کر گیا۔

”یہاں زبان چلانا والوں کے من میں چلے ہوئے انکار سے مجھ رہے جاتے ہیں کیجئے؟“ اسی لئے دوسرے ہاتھ میں قیام ہوئی مگر ریت سے اُس کی انگلی بل گئی۔ پھٹکے سے اُس نے سر کھٹ چھیک دی تو محبت نے تہقہ لگایا۔ سوچ اپنی بے عزتی پر رداخت نہیں کر سکا۔ ”لے جاؤ اس پر مہما کو۔“ کچھ دھوکا میں اس کے کس بل ٹال ڈوں گا۔“

توسکمارہ مہر کا کھٹو کا کھٹ کو بھی سزاوارے قیدیوں کی ہرک میں بند کر دیا گیا تھا تاکہ قیدیوں کے درمیان کھٹ کو روک دینا تھا اس میں کڑا سنے پڑے۔ ہرک کے دوسرے قیدی اُن۔ جس نظر سے دیکھ لیتے تھے لیکن اُس کے قریب آ کر بات کرنے کی کوئی ہمت نہیں کرتا تھا محبت کو عجیب سا محسوس ہوا۔ دیر دیر ہو کر دیکھ بار بڑھایا۔

”اس تو جی سیلی ہی بہتر تھا۔ یہ خوف مجھ سے بات تک نہیں کرتے۔“

آخری چہرہ سے گھر والوں سے رابطہ رکھنا چکا تھا۔ لیکن جیل میں چھ دن اُس سے ملے آتے تھے مگر جیل والوں نے اسے واپس بھیج دیا۔ اس سلسلے میں چھپکھپکھانے جتا تھا اس سے جگت صدمہ ہوا۔ چھ دن ضرور ہو کر خیرے لے کر آئی ہوگی۔ یہ سوچ کر وہ پریشان ہو گیا۔ یہاں آ کر۔ دیر کی یاد بہت ستا رہی تھی۔ سب کے وقت اُس نے خواب دیکھا کہ چھ دن کو دروازے کے کھٹ سے ملنے آئی ہے مگر سوپرٹو نے ملاقات سے منج کر دیا ہے۔ سوچ نے کہا ہے کہ جب کھٹ چکا نہ آکھیں دکھانا ہے گا وہ اُس وقت کھٹ چکا کو کسی سے ملنے کی اجازت نہیں دے گا۔

سب کے وقت دیکھے ہوئے خواب اکثر بچے جوتے ہیں۔ اس خیال سے محبت کچھ نرم پڑ گیا اس کے دل میں شدید غواغواہش کی کہ وہ بے ایک بار ملاقات ہو جائے۔ صرف ایک بار سے ملے۔ اس کے لئے اگر سوپرٹو کے سامنے سر بھی جھکانا پڑا تو بھی وہ انکار نہیں کر سکے گا۔ اُس۔ سوچ لیا مگر۔

”توسکمارہ! تمہارا دخل ہے۔“ یہ کہہ کر ہرک کا سیٹ ایک خلد سے گیا۔ لٹافہ ہاتھ میں لے لیا محبت کو عجیب سا محسوس ہوا۔ چھ دن کے دیو کی خبر لگئی ہوگی یہ سوچے ہوئے وہ لٹافہ بھانڈے۔ حلق سوچ رہا تھا۔ مگر خبر خیال آپا کر قیدی کی بجائے جیل والے یہ کام انجام دے لیتے ہیں چھڑے اور بڑے بغیر قیدی تک خط نہیں پہنچتا۔ جلدی جلدی خط پڑھتے گئے۔

”جئے محبت!“ خط پڑھا لٹافہ پڑھتے ہی اُس کی نصف مسرت ختم ہو گئی۔ خط پاپو کا تھا چھ دن کا نہیں۔





گھڑے لگی۔ سوئی دھماک سے دہا ہوا جوش بھرت کی بھرت سے سر اٹھانے لگا۔ بڑے صاحب کے معائنے کو چاروں کی دیکھی تو بھرت سے ہنگامہ مکر کر دیا۔

بھرت کے قید یوں کو کھیل کے کارخانے لے جانے کے لئے داروغہ ہریک میں آیا۔ تالا کھول کر اردواز دھکولے لگا کر تالا نہیں کھلا۔ اندر قیدی جب چاہ بیٹھے ہوئے تھے۔

”دروازہ کس نے بند کیا ہے؟“ داروغہ نے کڑی سناٹی دی۔ وہ سلاخ ہاتھ میں ڈال کر اندر سے دروازہ کھولنا چاہتا تھا اس کی بھرت کے پردہ۔

”دروازہ کھل کھلا گئے۔ پہلے سو پرے کہا ہمارے مطالبات منظور کرے۔“ دوسرے قیدی بھی دروازے کے قریب جمع ہو گئے۔ داروغہ نے انھیں دکھائیں مگر کسی پر اثر نہیں ہوا۔ قیدی دروازے کی سلاخیں تھامے کھڑے رہے۔

”میں ابھی سیر صاحب کو اطلاع دیتا ہوں۔“ اس نے دھمکی دی۔

”ہم بھی یہی کہتے ہیں۔ اپنے صاحب کو بلاؤ۔“ وہ بڑبڑاتا ہوا چلا گیا۔

بھرت نے سب کو خبردار کیا۔ ”اب امتحان کا وقت آ گیا ہے۔ پیچھے نہیں ہٹنا۔“

ابھی کسی جوش میں پھارے۔ ”مؤثرہ وہاں“ ”مؤثرہ وہاں“ ”مؤثرہ وہاں“ دوسری ہریک کے غصے میں کھل کھلا ہوا سناٹا گیا۔ ”کیا ضرور چلایا ہے؟ کون کام پر نہیں چاہتا؟“ اس نے

پرسے پر دھڑکا کر کہا۔

”ہم سب لوگ۔“ بھرت نے جواب دیا۔ ”جب تک ہمارے مطالبات منظور نہ ہوں، ہریک نہ باہر نہیں آئیں گے۔“

”بھرت کے پیارے مرچا گئے۔“ ”موت چٹا۔“

اس کی ذمہ داری تم پر ہوگی۔ بھرت نے فوراً جواب دیا۔ شوکا دماغ سنسنے لگا۔ مؤثرہ وہاں دھڑکے سن کر اس کی آنکھوں میں خون اتر آیا۔ چوکیدار اور میت دھڑکے دلوں سے یہ مہر دیکھ چکے تھے۔ موتی جیسے کھنکھیں بے سبب جاتے تھے۔

”آؤ لوگ دباؤ اس اور مسکرواں کے پیٹ میں۔“ اس نے حکم دیا۔

چوکیدار دروازے کے آگے صاحب کا غصہ ان پر اترا تو معیت آ جائے گی۔ اس خوف سے سب ہراساں تھے۔ آٹھ دن چوکیدار کو بائیں لے آئے تو مونوگر جا۔

”دروازے کے سامنے سے ہٹ جاؤ اور پیٹ پیٹ جانے کا اور بیانات بھی پڑے گی۔“

تینے پھرتی سے سوچا۔ اس نے آج سے ساتھیوں سے کہا۔

”کھیرا نہیں۔ ہم ان کے ہاں جین لیں گے۔“ ”موت نہ پھر داروغہ کی مگر کسی نے کان نہ۔“

بے سبب مونو نے چوکیداروں کو اشارہ کیا۔

”آؤ آؤ اپنی طاقت۔“ چار پانچ ہاٹس دروازے کی سلاخوں کے درمیان سے اندر داخل تھے۔ بھرت نے ہاتھ دبا کر بلکہ کہا۔ ”چوکیداروں کے ہاں؟“ پھر اس نے ہیل کر کے دونوں ہاتھوں ایک ایک ہاتھ قاسم لیا۔ جس راج اور دوسرے بھی ایک ایک ہاٹس سے لپٹ گئے۔ چوکیداروں نے

تھلا۔ آہستہ آہستہ اس نے ہاتھ گروپ میں یہ بات بھلا دی کہ اگر کبھی ہم اتحاد کر لیں تو کوئی طاقت ہمیں دیا نہیں سکے گی۔ بھرت کی ہریک میں بارہ مالواریا تھے۔ بھرت نے ان میں سے سات آٹھ

ان کے گروپ کے قیدیوں میں بدلی مانگنے کے لئے سمجھا دیا۔ اس طرح اس نے اپنی ہریک میں باقاعدہ قیدیوں کی اکثریت بن کر لی۔ اب عامر مرئی نظر میں آئے گا اس نے پورا خیال کھانا

جب آئے چند چلا کر قریب قریب مایا قیدی اس کا ساتھ دینے کے لئے تیار ہیں تو اس۔ مشورے شروع کر دیے اور بیٹھیں کرنے لگا۔ صرف تھوڑے وار چوکیداروں سے جیل کا کام

چلتا۔ قیدیوں سے بھی کچھ لوگ مختلف کاموں کے لئے پسند کیے جاتے ہیں۔ ان قیدیوں کو کچھ جھوٹ دی جاتی ہے۔ اگر میت چاہے تو دوسرے قیدیوں کی نظریوں کی جانب سے انھیں بند کر

ہے۔ مہم کے مطابق اس قیدی کے لباس پر سبز یا کھمبہ رنگ کی پٹی ہوتی ہے اس سے مرید پتہ چلتا ہے۔ اب تک سو پرینو نے مالواریا قیدیوں کو ڈانٹا تھا قہدا ما بے دہے ہوئے رہتے تھے۔ مگر

نے ان میں اشتکار کی تحریک شروع کر دی۔

”ہم سب کو اتحاد کرنے کی بھرت نے اپنے صاحب آئیں ان کے سامنے مطالبہ پیش کرنا ہے۔ مونو خلاف فرما دیا کرتی ہے۔“ بھرت نے اپنے ساتھیوں کو قیدیوں کو کھانا۔

”بھرت اس کی شوکی کھانا حالت کر کے ہادی بڑ جانے گی۔“ ”جس راج نے اسے خبردار کیا۔“ ”سرخیں اٹھاؤ کہ تو وہ لوگ مرنا کٹ لے لیے تک سے باڑ نہیں آئیں گے۔“ بھرت بڑ جوش

میں کہہ رہا تھا۔ ”انگریز بگے گھنٹیں اب بھی دیکھی ہیں۔ یہاں ہماری داروغہ پرانے دلا کوئی پتہ ہے۔“ پھر اس نے سب کو ہمت دی۔ ”ایک بار متحد ہو کر ہمت سے کام لیا پھر دیکھو جس پہاڑ

ویا ہوتا ہے یا نہیں؟“ چکا کی سوتی ہوئی بھارت کی آگ کی گری سے سو پرینو مگر ہو گیا۔

”میں سمجھتا تھا کہ میرے ذمے ڈھیل پڑ گیا ہے۔ اب مجھے اسے سیدھا کرنا پڑے گا۔“

ڈسٹرکٹ سو پرینو جیل کے معائنے کے لئے آئے داروغہ۔ پہلے دوسری جیلوں میں اس کے علم خلاف افراد پر ہوتی ہیں اس لئے یہاں بڑے صاحب کو اسے اپنی نرمی دیکھانے کی ضرورت

تھی۔ اس نے بگا سے ٹھننے کے لئے معائنے کے بعد سوچا تھا۔ مگر بھرت نے بڑے صاحب مطالبات پر وقت بھارت کا فیصلہ کر لیا۔

”بڑے صاحب کے آنے سے پہلے ہمارے مطالبات منظور ہونے چاہئیں۔ نہیں تو پھر سیدھا جیل ہوگا۔“

”مگر اس کے لئے ہمیں کیا کرنا چاہئے؟“ ”جس راج نے پوچھا۔

”اس کا راستہ میں نے سوچ لیا ہے۔“ یہ کہہ کر بھرت نے اس کے کان میں کچھ کہا جسے

جس راج کی آنکھیں نہیں لگیں۔

”بھرت! احتیاط کے ساتھ مونو بڑا خطرناک ہے۔ وہ بے رحم کوڑے لگو کر قیدیوں کی پھری لیتا ہے۔“

”جس راج! مجھے مہزول کا ڈر نہیں ہے۔ تم سب کی بجائے یہ غلطی ہم برداشت کر لوں گے۔“

لوگ ساتھ دے ہو تو میں تیار ہوں۔“ ایک کے بعد ایک ہریک کے قیدیوں کے کان سے

”شایاں! تمہیں ہتھوروں کی سزا ہے مگر تم میں ہمارے ایک ہی گناہ کی سزا ہے۔“

ہو گئے اور اُسے جالندھر بھیجنے کے متعلق سوچ رہے تھے کہ فیروز پور سے سو پرہیز کا پیغام ملا۔ "جاکا یہاں بھیجو میں رہنا نہ ہونے سے پہلے اسے سیدھا کرنا چاہتا ہوں۔"

اس سے پہلے کہ وہ جملہ پورا کرے جمال کے ہاتھ چلے گئے۔ کھلی پشت پر ہنر نگہ شروع ہوئے  
 بائیں شرب پر جلد بیٹھ گئی۔ دم گھرا ہوا گیا۔ خون بہنے لگا اور تیس ہنر پورے پڑنے پر گوش  
 کے ٹوکڑے باہر آ گئے۔ گوشت دیکھ کر جمال کو جگر ادا آ گیا۔ وہ پورے جنون سے ہنر مارنے لگا  
 ماسا کا ہر قیدی ہنر کر رہا تھا۔ تیس ہنر پورے ہوئے کے بعد بھی آواز سنائی دیتی رہی تو سب  
 جین ہو گئے۔

"سلامو جنت کو فتح کر دے گا۔ بے دم۔" ساتھ ہنر یوں پر قیدیوں کی آنکھیں بند تھیں۔ گی  
 دیوار سے سر کھانے لگے۔ "گردو گردو اس شو کو جنت کی سزا دے۔" جنت گردو گردو کا نام ڈھراتا۔  
 ہوش ہونے لگا۔ ایک بار تو اسے خیال آتا کہ یہ ظلم برداشت نہیں ہوتا کہ دونوں کی سیل میں جاؤ  
 گا۔ مگر پھر خون اتر آتا۔ "چاہے جان سے مارو۔۔۔ جسم کے چھڑوے اُتار دے مگر اس نالا  
 کے سامنے سر نہیں جھکاؤ گی گا۔" ستر کے قریب ہنر یوں پر خود جمال ہانپ گیا۔ اس میں آخری تہ  
 ہنر مارنے کی قوت نہیں گئی پھر بھی پورا کر کھانے کے لالچ میں اس نے ہنر مارنا جاری رکھے  
 اس وقت تک کہ چنگے ہوش ہو چکا تھا۔ فوجے ہنر پر جمال کو چکر آ گئے اور وہ بھی زمین پر گر جا  
 ا وہ سوتے جگت کو قتل کے دو داخانے بچھا گیا۔ وہاں اس کی حالت دیکھ کر ڈاکٹر کئی مرگزی اور ام  
 کی پیش دیکھ کر بڑا بڑا۔  
 "اس سے تو کوئی مرده لانا بہتر ہے۔"

ڈاکٹر کو موت کا سر پیکٹ نہیں دینا پڑا۔ کیونکہ قدرت گو یہ منظور نہیں تھا۔ پانچویں دن جمال  
 پوری طرح ہوش میں آ گیا۔ ڈاکٹر کو مطمئن ہوا۔  
 "سجھانے نہیں بچا اور نہ سوچو کہ ہلاک کر چکا تھا۔" ڈاکٹر کے چہرے پر ہمدردی دیکھا  
 جنت بھٹل اٹھا لوں گا۔

"وہ میری سزا بڑا دھار سکتا ہے زندگی کم نہیں کر سکتا۔"  
 چند عرصے میں جنت کو ڈاکٹر نے خبر دی۔ "تمہاری وجہ سے موصاحب کو جلدی رہنا پڑا ہونا چ  
 گا۔ ایک ایک بٹخ کا ہمان ہے۔ چاندھر سے سہارا چار چار لینے آ رہا ہے۔"  
 "مولیٰ جی تا میرے لئے سب برابر ہیں۔" جنت نے کاجڑی ذرا بھی کم نہیں ہوا تھا۔ "یا تو میرا  
 بدلہ لی کر پڑے گی یا میرا سے بیان سے چانا پڑے گا۔"

"اس طرح تم بھی مارے جاؤ گے۔" ڈاکٹر نے اسے ڈانٹ دیا۔  
 "مگر یہ کرنا بھی کیا ہے؟"  
 "سولیس دن سو رہو تو کیا خبر لینے کے لئے۔"  
 "ڈاکٹر! آج چنٹی دے رہے ہو؟"

"کچھ دن تک جاؤ پھر ٹھیک رہے گا۔ ابھی اس کے جسم میں پوری قوت نہیں آئی ہے۔"  
 "اس سے پہلے کہ سوتے سو رہا نہیں آج میں دیکھ دینا ہے۔ اس میں طاقت نہیں  
 بہتر ہے۔"

"جیسی آپ کی مرضی۔" ڈاکٹر نے خدمت کی۔ جگت کو اس پر پھر پڑا ل کر ہسپتال سے لے جایا  
 گیا۔ سیل کا دروازہ کھلا تو جگت نے بہت شور مچایا۔

"میں اندر نہیں جاؤں گا۔ مجھے ہرک میں رہنا۔" سو پر کا اندازہ ٹھیک تھا۔ جگت میں مقابلہ کرنے  
 کی طاقت نہیں تھی۔ چندہ دن کے بعد جگت کو کھینچے والے چوکیدار با قیدی بھی کھلی نظر میں اسے  
 پھانسی لٹھ کے چار ڈکڑوں نے اسے پکڑ کر سیل میں دھکیں دیا۔ کھڑے ہونے کی طاقت نہ ہونے  
 کے باعث وہ سلاخیں تمام کر جگت سے بند ہو گئے ہوئے دروازے کے عقب میں کھڑے ہوئے سو پر  
 شو کو گھورا۔

"تمہاری دادا کی مری کا جواب تمہیں مل جائے گا۔"  
 سو پر طوطے میدان نہ سکراتا ہوا چلا گیا۔ شکام تک جیل میں یہ بات پھیل گئی کہ چنگے نے ہو کر  
 ہسپتال کر دی ہے۔ سو پر سوتے بات نہیں کرنا ل دی۔ "یہ ڈاکٹر کی گاڑی میں کی نقل کر رہا ہے۔ اچھا  
 ہے پھر کارنے دو۔" کھڑا تیس کھٹے کے بعد سو پر ٹھیک گیا۔  
 "سلا بڑا خدمت ہے۔ مگر کیا تو آفت بھڑ پڑے گی۔" ریز کی ٹی سے زبردستی کچھ پلانے میں  
 ٹھیک کامیابی نہ ہوئی۔ چکا صرف ایک بات کر رہا تھا۔ "میں سیل میں نہیں ہوں گا۔"

سو پر سوچ میں پڑ گیا۔ آج تک بھی اس نے قیدیوں کے سامنے سر نہیں جھکا یا تھا۔ اب جاتے  
 اُسے پھر توبل کر رہی تھی۔ اس سے پہلے کہ سنے سو پر چارچ لیں اُسے فیصلہ کرنا تھا۔ تیسرے  
 دن اس نے جگت کے گھر تار بٹھا دیا۔ "چکا کی ماں اور بیٹی کو لے کر جلدی آؤ اور وہ بھوک بڑا ل پر  
 ہے۔ اور اس کی حالت خراب ہے۔" تار دیکھ کر بخار میں تھکے ہوئے سو پر کھنگھرا گئے۔ تار اس  
 آؤ کیا کیا بات ہے؟ تار پڑنے کے لئے گاؤں سے ایک بڑے کھٹے کو جان کو لے آئے۔ اس  
 ٹھیک چن کر اور اور مٹی کا دل گھرا گیا تھا۔ ماں بی بی بڑا لیں۔

"کیا وہ سیل سے فرار ہو گیا ہے؟" چن کر نے سو اور سوال کے پتے کو پٹنے سے لگایا۔  
 "بھگوان! ان کی حفاظت کرنا۔" بھوک بڑا ل اور خراب حالت یہ دو الفاظ دونوں عورتوں کے  
 کو بچھرنے کے لئے کافی تھے۔ سو پر کھٹکی اٹھوں سے اس طرح بڑا لے لگے جیسے اٹھوں  
 ڈھورے کو ڈانٹ رہے ہوں۔

"سیلوں ڈھکی ہو رہا ہے۔ ساتھ ہی سب کو دکھ پہنچا رہا ہے۔"

"اچھا اوتام آ گئیں۔" سو پر نے جگت کی ماں چن کر اور اور اس کی گود میں کھینچے ہوئے بچے کو  
 بچھرنے لگا۔ "کیا حال جنت قیدی میں نے اپنی زندگی میں نہیں دیکھا۔"  
 "اب وہ کیسا ہے؟" ماں نے اپنے بیٹے پر ہاتھ رکھ کر پوچھا۔

"خود اپنے ہاتھوں پر لیٹاں ہو رہا ہے۔" سو پر بچھانے لگا۔ "سیل میں کھائے بیٹے، مزے  
 لے۔ یہاں دھڑا دھڑکی کیا ہے؟ ہماری بات نہیں سنتا۔ اسے سزا دے۔" سو پر جان بوجھ کر  
 گیا۔ دونوں عورتیں اس کے چہرے کی آوازی کو دیکھ کر لرز گئیں۔ بات اذعانے سے زیادہ  
 تھی۔ مولیٰ اثر شرب کرنا چاہتا تھا۔ اُسے یقین تھا کہ بہت دھرم سے بہت دھرم قیدی بھی ماں

اور پیڑی کے آنسو نہیں دیکھ سکتا۔  
 ”مجھے دکھ ہوا اس لئے تمہیں خبر بھیجی۔ ورنہ دو دن بعد تیا سو پر یہاں آنے والا ہے۔ پھر وہ  
 جانے اور یہ جانے۔“

”مگر ہمیں کیا کرنا ہے یہ تو تاجدار! ماں کی بے پناہ پوچھا۔  
 ”اُس کی بیوی بھوک پر تال ختم کر دو۔“ سوہنے تاجدار! ”بچے آنسوؤں سے اُس کا چہرہ دل سوزم  
 دو۔“ پھر اُس نے میٹ کو حکم دیا۔ ”جاؤ چٹا ہے کہو اس کی اور اور بیوی لئے آئی ہیں۔“ میٹ دوڑتا  
 ہوا گیا اور کچھ دیر میں جواب لے کر آیا۔  
 ”صاحب! وہ لے کر نہیں چاہتا۔ صاف انکار کرتا ہے۔“ یہ سن کر ماں اور چھن کور کے  
 چہرے آتر گئے۔

”وہ مجھ کو لوگوں سے..... اس کی خاطر یہاں تک آنے کی پڑی تھی اٹھائی۔ بھڑکی اس کا نام کتنی بڑا ہو گیا۔“

”ابھیں انکار کرنے دو! تم ہمیں وہاں لے چلو۔“ چہن نے کہا۔ سو پر بھی یہی کہتا تھا۔

”تم ایسے کرو، ہادی بادی آؤ، ایک کی بات نہ مانے تو دوسرے کی ہادی۔“

”ہاں! تم است پال کو رکھو! میں ہو کر آتی ہوں۔“ چہن کو دیکھ کر کوں بھی کی کو دس دے کر ٹھکری ہو گئی۔

”میں..... لڑکا ساتھ رکھ دے دو! اسے دیکھ کر وہ نرم پڑ جائے گا۔“ سوہ نے چالاکی سے کہا۔

چوک کا دروازہ کھلا اور سبل کا دروازہ کھلا، پھر جگت جگت نے دیکھنے کی پرواہ نہ کی کہ کون آ رہا ہے؟ دروازے کے پاس بیٹھے ہوئے سبل پر وہ لیٹا تھا۔ اُس کے سینے کی ہڈیاں دیکھ کر چندن کے دل پر جھٹ گئی۔ جب تک اُس نے چروٹیں دیکھا اُس وقت تک اُسے یقین نہ آیا کہ کبھی اس کا شوہر ہے جسے اس نے آٹھ ماہ پہلے دیکھا تھا۔

”جدا اجہا ریو یو کی تم سے ملے آئی ہے۔“ چندن کو کہ عتب میں کھڑے سارے مٹو نے دیکھے

لکھنؤ میں رہا۔

”میں نے انکار کیا ہے کہ میں کسی سے نہیں ملنا چاہتا۔“ منہ پھیرے بغیر جگت نے کہا۔ مگر اسی لمحے اس کے نکلے جسم پر چند ناکام تھکر گرنے لگا۔

”یہ آپ نے کیا حالت بنا رکھی ہے؟“ چندن بھرائی ہوئی آواز میں پوچھی۔

”یہ حالت جانے والا استہوار ہے۔“ بکت نے ہاتھ بند کر کے جواب دیا۔ اس وقت بچے بیٹھا ہوا تھا۔ بال غریب بچہ گرجن کے ہر کے نزدیک بڑی کی دلچسپی سے کھیلنے لگا۔ بکت کا دھیان اس جانب گیا، اسے محسوس ہوا جیسے اس کی طرح چٹائی کی اسے ستارہ ہو۔

”تے بال کو کبھی ساتھ لائی ہو؟“ باب کا پیار چمک اٹھا۔ اس کی موجودگی سے کہیں باڑی نہ آلت نہ کھانے کی ضرورت نہ رہتی تھی۔

”کیوں نہ کھانے کی ضرورت نہ ہو؟“ چٹان کو نے پوچھا۔ اب بھی بکت نے ذہن فرم نہ کرنا چاہا۔

کے آسوتھے۔" ہم اگلے روز وہاں گئے۔ ان کا خیال رکھنا۔ ست پال کو پتا چلا کہ ہم آئے۔  
 میں نے میرا گھر کے گھنٹے کی آواز میں جیت کو سنا دیکھی تھی۔ سو رہا تھا کہ اسے مارا جائے۔  
 ہر جیل کے پاس جا کر گرد و ناز سے بھر دی ہوئی زنجیریں کھینچ کر لیتے تھے کہ یہ تھا کہ قیدی انہیں

”اُٹھو! کھڑے ہو جاؤ۔ صاحب آ رہے ہیں۔“  
جنت نے بلند آواز میں کہا۔ ”اُسے جاؤ۔۔۔ تمہارے صاحب جیسے بہت سارے راستے گم  
ہو چکے ہیں۔“

ہاں ہے۔ جگت کی جڑی سے بندھی ہوئی زنجیر کھینچے بروہ چونک کر بیدار ہو گیا۔ خواب بھر حقیقت بدل گیا۔ چند دن اور دیر غائب ہو گئیں۔ جگت نے آنکھیں نہیں دھوئیں اور کئی وقت ہوتا تو وہ چونک کر دو چار گالیاں دے دیتا۔ "سالے! اندیشہ میں پریشان کرتے ہو۔" مگر اس وقت اس عجیب خواب نے اس کے دل و دماغ پر قید پڑا تھا۔ اسکی اس کا اثر کم نہیں ہوا تھا کہ وہ اذیتوں سے اپنے جانے میں دیکھا کیا اور کوئی اشارہ تھا؟ چند دن غائب اس رات میں مہاراج کی نظر پڑی تھی۔ کے باوجود جب وہ دیر سے بات کر رہی تھی اس کی آواز میں کتنا درد تھا۔

جگت بیٹھا رہا۔ وہ کم کم سا خیالات میں ڈوبا رہا۔ بھر جیسے وہ بچہ بھول گیا اور کلائی زنجیر کو کھینکا ہوا نشان کی آواز کے ساتھ درد بھری آواز میں کانکا نے لگا۔

"ایک ہوا ایسی چلی کہ جن دن زمانہ ہو گیا"

خاموش رات جیسے سنگ آگئی۔ جگت کی آواز کا درد پورے محل پر مدھم مدھم طاری کرنے لگا ہوا کے کھوکھوں سے بھرتے درخت بھی جیسے تھم گئے۔ اس وقت سو پر ہتھارواڑ پورا کر کے سٹل۔ عقب سے گزر رہے تھے۔ جگت کی درد بھری آواز نے ان کے قدم تھام لئے۔ وہ کھڑے ہو گئے۔ "یہ گیت کون جا رہا ہے؟ کتنا درد بھرا ہے اس کی آواز میں؟ یقیناً کوئی دھکی دل ہے۔ شاید نکلا رہے۔"

پھر خاموشی چھا گئی۔ سوہرنے داہج کی روشنی میں سٹل کی قہقہہ دو چار پر خیر بردار۔ "کیس۔" دل کا درد زمانہ سے دور کرنے کے بعد جگت سو گیا مگر سو پر ہتھ کی آنکھوں کی خیر آواز گئی۔ رات اس کے کانوں میں گیت کو گونج رہا۔

چوکیدار نے چھلنے کے لئے سٹل کا دردناک کھول۔ جگت رات کے خواب میں کھویا ہوا تھا۔ لم ہوئے اس نے ستر جہیز سٹل کے قیدی بنی راج کو آواز دہی۔

"ایزادات بڑا عجیب خواب دیکھا۔" پھر اسے پہلی تفصیل بتائی۔ "میں راج! میں جت۔ جین ہو گیا ہوں۔ کیا پر اسرار خواب تھا۔"

"یار چکا! یہ تو محض اشارہ ہے۔ ہر بھی کسی مصیبت میں پھنس گئی ہیں۔" یس کر چکا نا۔ میں اس کیا۔ اسے اپنی ذات سے نفرت محسوس ہوئی۔ اس کے ہاتھ جڑ گئے۔ اس نے گرو گونڈا کیا۔

"اے بھگوان! امیری وجہ سے چند پر کوئی مصیبت نہ آئے امی ہرانی کرنا نہیں تو میں وہ بھر بچتا ہوں کی آگ میں جلتا رہوں گا۔"

جگت جب کیوں ہو گیا؟ اس راج کو بھی گھر ہونے لگی۔ "جگت! اگر خدا لکے کہ ہر بھی کی تلوہ معلوم کر لو۔" پھر ایمین دانے کے لئے بولا۔ "اکثر خواب بھوتے ہوتے ہیں۔" مگر جگت نے دلا سر فضل تھا۔ چھلنے کا وقت پورا ہوا تو دروازہ آگیا۔

"نہرا کیس! انھیں سو پر صاحب بار ہے ہیں۔" جگت چٹکا۔

"کیا کوئی شخص خبر دے کے لئے آیا گیا ہے؟" اس نے سوچا۔

"کلی تم نے صاحب کے سامنے اپنی سیدھی کھواس کی تھی، ابھی میں سمجھ گیا کہ آج صاحب پائیں گے۔" ایک چوکیدار رو بہو بیڑا۔

بے قراری کو چونک کر اس نے ہر طاری کر لیا۔ "بے چلو مجھے وہاں۔ تمہارے صاحب سے کون ڈرتا ہے؟ موت کے فرشتے کا بھی بلانا آئے تو بھی تم میرے چہرے پر خوف و ہراس نہیں دیکھو گے۔ پھر تمہارے سو پر صاحب کیا چیز ہیں؟" چوکیدار کی آنکھیں کھل گئیں۔ جگت اکثر سو پر کو سو کہہ کر گالی دیتا تھا۔ دوسری تہل میں کی یہ لفظ یاد ہو گیا تھا۔

دن سوہن ہوتا میر پڑی فاکل پر نظر میں جاتا بیٹھا ہوا تھا۔ اسی لمحے ایک چوکیدار اندر داخل ہوا۔ "صاحب! ہم انیس بھر کو آئے۔" یہ کہہ کر وہ قیدیوں کی طاق والی جالی کھولے بے چارہ۔

"یہ کیوں کھول رہا ہے؟"

"آپ نے انیس بھر کو بلایا ہے۔"

"ہاں کل۔" مگر جس جالی میں سے بات نہیں کر دوں گا۔ اسے اندر لے آؤ۔"

وہ عجیب سا نہ ہوتا ہوا چلا گیا۔ ہتھ بھر کام میں مشغول ہو گیا۔ چوکیدار قیدی کو لے آئے، پھر بھی اس نے چند منٹ نہیں اٹھایا۔

"بڑا صاحب ہونے کا ذہب جبار ہے۔" وہ دل ہی دل میں بوہو بیڑا، پھر خلل اندازی کی فریض سے جڑی کھڑکائی۔

جیسے ہی سو پر صاحب نے سر اٹھایا وہ کہتا جا رہے تھے آگیا؟ مگر سامنے کھڑے ہوئے قیدی کی حالت دیکھ کر ان کے جیسے آگ لگ گئی۔ وہ مری سے کھڑے ہو گئے۔ چکا کے دونوں ہاتھ پشت پر بٹھرتے ہوئے کھڑا رہا۔ اس میں کچھ افسوس تھا۔

"کیا یہ جانوری طرح اس کا نہ کیوں باغ دیا گیا؟"

چوکیدار عجیب گھر گئے چکا کو حیرت ہوئی۔ نہ نکلا ہوتا تو کہہ دیتا تہل میں تم قیدیوں کو بالوں کی طرح رنگتے ہو، سو پر سے بھلائی جتا رہے ہو۔

"صاحب! اسے ایسا ہی طرح با لا پر پڑتا ہے۔" چوکیدار سو پر کے بھولین پر دم کھاتے دے ہوئے۔ "اس کی زبان دراز ہے۔ بڑے صاحبوں کو دیکھ کر گڑبڑا جاتا ہے اور کندی کا لیاں بکے لٹا ہے۔ نصف کھینے کی موت کے بعد ہم چاروں نے سٹل کراس کا نہ اٹھا ہے۔"

جتنے ستر پڑا چکا دیکھا، پھر کھانا کھانے میں ہوئے۔ "اس کا کھول دو!"

چوکیدار انھیں میں پڑ گئے۔ صاحب کو گالیاں کھانے کی خواہش ہے۔ وہ دل ہی دل میں دینے چاہتے ہیں۔ پہلے ہی چوکیدار کو گالی دینے کی خواہش ہوئی۔

"کھولو۔" جس حکم دیتا ہے۔ "جتنے تیرے لیے کچھ میں نہا۔ نہ کھولا گیا۔ چکا کچھ بولے کے لئے الفاظ تلاش کر رہا تھا اس لئے جتنا ہے دوسرا حکم دیا۔" اب اس کے ہاتھ کھول دو!"

چوکیدار نے برداشت نہ کر سکا۔ "صاحب! یہ خطرناک قیدی ہے۔ آپ اسے نہیں جانتے۔"

"میں اسے جانتا چاہتا ہوں۔" پھر میر پڑ فاکل کر بولے۔ "دیکھئے اس کا ریکارڈ پڑھ



کے دماغ پر اثر ہو گیا ہے۔ صبح وشام دو دو چلیاں شانے پر کھتی ہے۔ تہااری ماں پر جتنی ہے کہ بہو پتا کیا کر رہی ہے؟ تو کتنی ہے ماں جی! ماں اُس نے ملنے جا رہی ہوں۔ چل والے انہیں کھانا لے کر دیتے اس لئے کھانا لے کر جا رہی ہوں۔ ہمارے سب کے نصیب کی قربانی ہے کہ جہاں بہو ملے گی ہوگی۔ بے چارے سو سال کے بچے کا کیا جرم کہ اُس نے باپ کا پیار اور ماں کی محبت نہ بھیجی۔ تمہارے ہتھکے کے پیچھے خوار ہوئے، بہو کی دوا کا خرچ کیا ہے؟ نکاح میں؟ سب کچھ کر ڈونے کے بعد ہی کہ بچہ کہ ہادی بہت محنت مند ہوئی تھی یہ بھی ہے یا نہیں؟ تمہاری تو ہم نے آس ہو ڈی ہے۔ تمہارا کم نصیب باپ۔

خط پورا ہونے سے پہلے جگت کی آنکھیں اُٹھ اُٹھ آئیں جس سے کھائی کی سیاہی بھی اُٹھنے لگی۔ "چندن! اچھے صحاف کر دیا۔" اُس نے کہا۔ پھر جوش میں آ کر دوپٹے سے سر مٹا لے لگا۔ اُسے پاگل! کچھ پکڑا کر دیا۔ آواز سن کر جوش راج دروازہ ہوا آ گیا اور جگت کو دونوں ہاتھوں سے قہار کر ڈور کھینٹ لے گیا۔ جگت کی چٹائی سے خون کی ٹکڑی بننے لگی۔ آئندہ اُس دروازے سے اُس کو زخار پھینکے گئے۔ "ہنس راج! چندن پاگل ہو گئی۔ میرا خواب سچا تھا۔" مسکایا مجھ پر ہوا جگت بولا۔ قیدی اور لیڈر اس سر پر رہے جگت کو بچوں کی طرح دھتا دیکھ کر حیرت میں غرق ہو گئے۔ ہنس راج نے اُسے چھوڑ دیا۔

"جگت! خود کو سنبھالو خوار ہونے کے لئے ڈرامہ کھانا ہے یہ نہ بھولا۔" جگت کے دل میں چندن نے ملنے کی خواہش کاٹنے لگی۔ جگت نے آئینہ ٹھک کر لئے۔ چہرے پر مکمل ہوئی اور اسی قسم ہونے لگا۔ اُس نے دل مضبوط کر لیا۔ باپ کے دیئے ہوئے پٹنے سے اُس کا ذہن چل اٹھا اور فرار ہونے کیلئے ذہن میں جڑ پکڑنے لگا۔ پر سہا کو دھوکہ دینے کا کام آسان تھا۔

دن موہن مہتا نے جیل سمدار کے اقدامات شروع کر دیئے۔ جیل قیدیوں کا بھجرو بن گیا۔ قیدیوں کو بند رکھو، ان سے مزدوری کرو، ضرورت پڑنے پر کلیم کرو۔ اس طرح اُس کے جرم کا پورا ہو جاتا ہے۔ مگر دن موہن مہتا کو یہ طریقہ پسند نہیں تھا۔ انسان پیدائشی جرم نہیں ہوتا، انت اور محبت سے جرم بنادیتے ہیں۔ سماج کے ایسے مجرموں کو لوگ کرنے کے لئے قانون سزا ہے۔ جیل بھیج دینا ہے مگر سزا کاٹنے کے بعد کیا انسان سماج میں مل جاتا ہے؟ اب اس کا دل، کے خیالات بہت زیادہ بگڑ چکے ہوتے ہیں۔ وہ سماج سے ڈور دے کر سماج کا ذہن بن جاتا ہے۔ پھر جرائم کے سلسلوں میں گم ہو جاتا ہے۔

پھر جیل کا فائدہ کیا؟ دن موہن مہتا کو سوالوں سے یہ سوال اُٹھتا رہتا تھا۔ ملک تقسیم ہونے سے وہ جیل پرورہ کے علاقے میں جمجھرت تھے۔ جموں کو سزا دینے کے بعد یہ فرض کر لیتے کہ انہوں نے جیل میں سے ایک جرم کو کر لیا۔ مگر پھر وہی نفس اور زیادہ مہیا یک جرم کر کے ان کے سامنے تاجب ان کے برائے خیالات ٹوٹ جاتے۔ پھر ایسے افسانہ کا مقصد؟ انسان کو جیل میں بکافائدہ ہو گیا؟ جس طرح آدمی انتقام لینے کی خاطر جرم کرتا ہے اسی طرح وہ کاٹن بھی مجرم

"اچھا..... میں تمہیں جیل کی بجائے ہیرک میں رکھوں تو پھر شرارت تو نہیں کرو گے؟" اسہ جگت اُلٹ گیا۔ اُسے در لگا کہ وہ سو پر کی نری اور غمگاہ کے سامنے پار جانے کا لہذا اُس نے سیاہ جواب نہیں دیا۔

"میں ایسی ہی شرط کا پابند نہیں ہوں۔" چکا حذر بولا۔ "حکایت نے سوتو کہ تو شرارت ہوگی۔" "حکایت؟ تمہاری کیا حکایت ہے؟" مہتا نے پوچھا۔

جگت نے قیدیوں کے دو مہینان جھگڑے کی تفصیل بتائی۔ "ہمارے اچا قیدی زیادہ ہیں۔ پھر جگت جیل والے ان میں سے بہت کم کو سیٹ بنا لیتے ہیں اور مالدار کی زیادہ موافقت کرتے ہیں۔

"ہنس..... صرف اتنی سی بات؟" سہتا بول اُٹھے۔ "ایسا نہ افسانہ میں نہیں ہونے ڈوں گا، اپن بولا۔" جگت کے لئے اب کوئی بات نہیں تھی۔ سوتے ہوئے اُسے افسانہ میں مان جاتا تھا۔

"ہیری طرح سترہ نمبر کے سیل میں ہنس راج کو بھی رکھا گیا ہے۔" "اُسے بھی تمہارے پاس ہیرک میں بھیج دیتا ہوں۔" یہ کہہ کر مہتا اٹھا، دروازے کی کچھ کوئی۔ دروازہ کھلنے ہی پر چوکیدار اندر آ گئے مگر جگت کا ہنسا ہوا چہرہ دیکھ کر ان کے منہ ٹھک گئے۔

صاحب نے اُسے کرے میں ڈھپایا یہ بھی عجیب ہی بات تھی۔ "اُسے لے جاؤ۔" سو پر نے غم دیا۔ "مگر سیل نہیں، ہیرک میں۔ اور سترہ نمبر کو بھی ہیرک میں بھیج دو۔"

"چکا.....! حسب سے آواز آئی۔" اُس پر دگر ام کے حلق میں چوٹا۔" جگت جواب دینے لگا۔

چلا گیا۔ دن موہن مہتا بہت دیر تک دروازے سے نہیں ہٹ سکے۔ اس قیدی کی خود داری ما آئیں سترہ کیا تھا۔

"جگت! تم نے یہ کیا جادو کر دیا؟" ہیرک میں آنے کے بعد ہنس راج عجیب نیچے میں ہوا، "تمہاری کیا کیا بات ہوئی؟ یہ تو جادو؟" جگت نے تمام تفصیل بتا کر کہا۔

"مجھے ڈرامے میں کام کرنے کو کہا۔ میں نے صاف انکار کر دیا۔" "ایسا کیوں کیا جگت؟ یہ تو فراہ کا بھجرو میں سونچ ہوتا۔" ہنس راج نے کان میں سرگوشی کر

ہوئے کہا۔ جگت سوچ میں ڈوب گیا۔ اُسے پہلے یہ کیوں نہیں سوچا؟ پھر بولا۔ "ہنس راج! اُس نے مجھے سوچ کر جواب دینے کو کہا ہے۔ اب پوچھنے کو تو ہاں کہہ دو گے۔"

"ارے پوچھنے کا انتظار کرنے کی بجائے چوکیدار کے درپے ہاں کہلوادو وہ خوش ہو جائے گے۔" اور دن موہن مہتا جواب سن کر خوش ہو گئے۔ جگت اتنی جلدی مان جانے کا اس کا انکھ

اعزازہ ہی نہیں نکلتا تھا۔

○

تیسرے دن مگر سے خط آیا۔ خط پڑھ کر جگت کے دل کو جھٹکا سا لگا۔

"جگت! تمہارا کیا جواب؟" ہنس جھجھتا رہ رہا ہے۔ تمہارے جیسا قصائی جیسا بھگوان کی کو دے۔ تمہیں ہم میں سے کسی پر دم نہیں آیا لیکن چندن کو کی خوشی کی خاطر یہ تم خند پر ڈوبے۔ لہذا جلی عورت نے تمہارا کیا کیا لگا لگا تھا؟ تم نے اس کے دل کو کھودہ بیچ لیا۔ وہاں سے واپس آتے ہی کا



سے انتقام لینے کے لئے سرا دیتا ہے۔ بھر قیدی اور قانون میں کیا فرق؟ مہتا کو جیسے انصاف کی کر کاٹنے لگی۔ حکیم کے بعد بھارت آکر انہوں نے جیل کی جانب دل کو موڑا۔ وہاں جا کر وہ جگہ سیکس کے اس منصوبے کے تحت انہوں نے کام شروع کیا تھا مگر جیل کے قیدیوں کے طرح نہ کے انفران بھی کیے ہوئے تھے۔ وہ مہتا کی بات پر غصے ہوئے۔

”یہ بھوت لاٹوں سے سیدھے پلے ہیں باتوں سے نہیں۔ ہمیں تو اپنی آخری کی جانب دھما دیتا ہے۔“ جیل کے افسران کہتے۔

مدن سوہن مہتا ایسا نہیں سمجھتے تھے۔ چہاں اور سداکار کے درمیان جنگ شروع ہو گئی جانور جیل میں مہتا کو اپنے کام ختم کرنا دینے لگا۔ اسی دوران ان کا فیروز پور جیل میں چلا ہو گیا۔ آئی انہوں نے سر بھرے قیدی چکا کاٹھیس ہاتھ میں لیا اور جیل میں اختلاف شروع کیا۔

”ایسے بد معاشران پر دم کر کے سو پر صاحب قیدیوں کو خراب کر رہے ہیں۔ بھر تو اچھے اور۔۔۔ قیدی کے درمیان فرق نہیں رہے گا۔“

مہتا نے سب سے پہلا کام جیل رکھنے کا کیا۔ سالوں سے جیل کے دروازے سیاہ رکھے جا تھے۔ یہاں آنے والے برقی کی معلوم ہوتا کہ وہ کال کوٹری میں بند کیا جا رہا ہے۔ مہتا کو یہ بات نہیں تھا۔ جیل کا دروازہ کھر کے دروازے کی طرح دیکھیں کیوں نہ ہو؟ دوسرا کام جیل میں پہلا اور باقی ٹھیک کرنے کا کیا تاکہ خوبصورت اور دیکھن طرح کے پھول دیکھ کر قیدیوں کے دل خوش ہوں۔ جسم کے سر لیٹوں کے لئے ہسپتال ہوتے ہیں اسی طرح دماغ کے سر لیٹوں کے لئے باگل خانے ہوتے ہیں، اسی طرح جیل بھی من کے سر لیٹوں کے علاج کے لئے ایک جگہ ہے انہیں اچھا کرنا ہوتا ہے جیلوں کی حالت بدلتی ہوئی۔ اس تمام کڑی بیڑی میں سو پر نے چکا سے خود کیا تھا ان کے ذہن سے نکل گیا۔ اپنا قیدیوں کو یہ بتانے کا مطالبہ ایک طرف دھک دیا گیا ہے کہ وہم گزرا۔ ضرور یہ شخص میرے ساتھ چلا جائے گا کہ رہا ہے۔ وزیر صاحب جیل کے معائنے کے لئے آنے والے ہیں اس لئے اچھا برادہ کر رہا ہے اور زمین ہلکا کر دو گرام میں رکھ لیا۔ کام ہوئے کے بعد دوسرے سو پر کی طرح یہ بھی بدل جانے کا بغیر راج اس سے باز رہا تھا تھا۔ ”محبت اقم نامہ کے سببانے میں مشغول ہو کر اپنا پروگرام بھولے گئے ہو۔ اب میرا جیل ختم ہے۔ تم ساتھ نہیں دو گے تو میں اکیلے رہا ہوں ہواؤں گا۔“

”یارا ہاں تک جگہ۔ اچھا بھئی کی حالت تو جانتے ہو۔ ابھی اگر میں سے کچھ کا صدمہ ہے وہ باہر نکل پاؤں جو ہوا ہے۔“

”مگر میری بڑی دوسرے کی محبت میں باہر ہوتی ہے یہ خیال میں کب تک برداشت کرنا ہوں؟ تم مہتا کی بیٹی بیٹی باتوں میں آ جاؤ گے۔“ جس راج کا ہضم نہ ہو سکا۔ سو پر نے اسان کے بوجھ لئے اس کی آن تو نہیں دب جائے گی؟ اُسے ڈر لگا۔ کچھ دن پہلے کھر سے نکلا وہ چرنا تھا۔ باپ نے کھا تھا۔

”مینا! چنن کو رک کر خبر پا کر تم صبح ہو گئے ہو ایسا محسوس ہوتا ہے۔ دیر سے کھر کچھ مشکل تو آئے۔

”تمہاری بیٹی ہو گئی ہوگی دوا یہاں کے ڈاکٹر کو دکھائی۔ وہ بھی خوش ہوئے۔

”جگت سوچ میں نہ گیا۔ میں نے تو دوا بیٹی میں ہے، مگر کھر نے بیٹی ہوگی؟

”میں نے بیٹی بھی مگی۔“ اُسے آتش میں بلا کر سو پر نے بتایا۔ ”تمہارے سارے خط میرے پاس سے ہو کر جاتے ہیں۔ میں ان کا ایک ایک لفظ پڑھتا ہوں۔ جیل کے ڈاکٹر کا مشورہ لے کر میں نے دوا بیٹی بھی مگی۔“

”مگر کھر نے؟“ اس نے پوچھا۔

”تمہاری صورت کی محبت پانی کے لئے۔“ مہتا نے مختصر سا جواب دیا تو جگت ابھین میں پڑ گیا۔ وہ اختلاف کرنے کے متعلق سوچ رہا تھا تو سو پر نے کہا۔ ”جگا اقم پر بیان نہ ہو۔ تم میں سے دوا کی پانی پانی وصول کر لوں گا۔“

”کھر طرح؟“ جگا کاٹھ مضبوط ہو گیا کہ یہ شخص کوئی چالاکی کر رہا ہے۔ ”میرے پاس پیسے نہیں ہیں۔“

”پیسے تم کا کس کے۔ جیل کے کا درخانے میں کام شروع کر دو۔“ سو پر نے دیکھا جگت کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔ ”جہیں اگر چنن کو کھوت یا ب کرنے کے لئے کچھ قربانی دینی ہے تو۔۔۔“ اور آخری جملہ اس کی جگت غلط ہو گیا۔

”چنن کو رحمت یا ب ہو تو میں ہر قربانی دینے کو تیار ہوں۔ میں چنن سمجھنے کام کر کے پیسے نکالوں گا۔“ وہ جوش میں تھا۔

”چنن سمجھنے کام کرنے کی ضرورت نہیں۔ آخہ سمجھنے کام کرو گے تو بھی ملے گا۔“ تب سے جگت بخارے دینے جانے کا اور دوسرے قیدیوں کو حیرت ہوئی۔ وہ آتش میں سر گھبراہٹ کرنے لگے۔

”طوفانی کھوڑوں کو صاحب سداکار ہے۔“

”شام کے چار بجے جگت سر جگے کا خانے میں کام کر رہا تھا۔ اسی لمحے چرکیدار آیا۔

”جہیں صاحب نے آتش میں بلایا ہے۔“

”کام ختم کر کے آ جاؤ۔“ یہ کہہ کر جگت کام میں مشغول ہو گیا۔

”جہیں۔۔۔ ابھی آنے کو کہا ہے۔“ جگت نے اسے آنکھیں مکھیاں۔ کام میں اسے اتنی دلچسپی ہو گئی تھی کہ غلط اعجازی پر چڑا پا چوہا تھا۔ وہ یہ سب چنن کو رک کر محبت پانی کے لئے کر رہا یا اس خیال سے اس کے دل کو راحت سی لگتی۔ اس پر زیادہ سے زیادہ کمانے کی ذمہ سوار ہو گئی تھی۔

”جاؤ میں آتا ہوں۔“ اس نے بارہنگی سے کہا۔ بھر خیال آیا کہ کیوں بلایا ہو گا؟ وہ سو پر کا یاد آ رہی ہو گیا ہے اس خیال سے اسے نفرت تھی۔ بھر بھی صاحب اس سے خود ملے آتے رہتے تھے۔ وہ آفس میں داخل ہوا تو ہسپتال سے باتیں کر رہے تھے۔

”اب وہ باہر نکل رہا ہے۔“ جگت دروازے کے قریب رک گیا۔ مہتا نے اُسے دیکھ لیا۔ آدھا جگا دیکھ کو نکل آیا ہے۔“ اس نے دو قدم آگے بڑھ کر دیکھا تو اُسے دیوار کے قریب کر سیکوں



حیرت میں پڑ گئے۔ "کمال ہے۔ جب تو سو پرکھتا ہے گا۔"

"مگر جگا اس پر کے سامنے جا کر ٹھٹھے سے ہو جائے۔"

"تم فکر نہ کرو۔ میں نے طریقہ سوچ لیا ہے۔ میں کل انجان کمار کا جواں گا۔ مجرور۔۔۔ میں ہوں۔"

"شاباش..... سو پرکھ کر کے میں ذرا بھی غفلت نہیں کریں گے۔"

"کل صبح بلیے کے مطابق سپاہ تیار ہو گئے۔ یہ کہہ کر جگانے بات ختم کر دی۔"

جگت نے وہ رات آنکھیں میں کڑاری۔ وہ سو پرکھ کا مقابلہ کر سکے گا کیا احسان کو بھول کر وہ یہ اختیار کر سکے گا؟ دل پیچے ہوئے شیخان سے پچھے اس سے کہا، اس سے ڈرے، ضرورت سے؟ اس ہمارے سو پرکھ شرافت کا احسان ہو جائے گا وہ تو کسی سدھار کرنا چاہتا ہے۔

پرست ہے؟ پلان ہے؟ تھا کہ سو پرکھ کی طرح سو پرکھ کے خلاف بغاوت کر دی جائے۔ صبح کارزہ جانے کے لئے دارودھیرک کھولے آئے تو اسے دروازے نہ کھولے دیئے جائیں اور صاف کہا جائے پہلے جگہ سے مطالبہ منظور کرو۔ ہمارے سردار سے کیا ہوا وعدہ پورا کرو پھر کام کر گئے۔

"سو پرکھ متباہ کا سامنا کرنے کے لئے جگت نے انجون کا نقشہ کیا تھا۔ اس نے سوچا تھا کہ لٹے صاحب کی آنکھیں اسے بھٹکانا نہیں کی۔ ٹوپیے دارودھیر دوڑتا ہوا سو پرکھ کے پاس پہنچا۔ "ناجا"

کام کرنے سے منع کر رہے ہیں۔" اور اس نے قیدیوں کا پیغام پڑھایا۔

"مہتا سوچ میں پڑ گئے۔ پہلے انہوں نے وہاں پہنچ کر سمجھانے کا ارادہ کیا مگر انہیں یہ ٹھیک لگا۔

"جگت کو بلاؤ گا۔" انہوں نے دارودھیر کو حکم دیا۔

جگت میں راج کو ساتھ لے کر جگت قیدی بھڑک کر کھڑا ہو گیا۔

"دیکھنا اس بار داخل ہاتھ نہ لوں گا۔"

"جو راضی خوشی نہیں ملتا اسے جگہ زبردستی حاصل کر لیتا ہے۔" جگانے نے فضا میں گھومنا۔

جواب دیا۔ اس کی آواز میں انجون کا جوش تھا۔ "آپس میں داخل ہوتے ہی سو پرکھ پلے پوچھا۔

"کیوں لگتا قیدی اچانک کیوں بھڑک گئے؟"

"تم وعدے سے بھڑکے اس لئے قیدی بھڑک گئے۔" جگت نے زبان چلائی۔ اس کے

کون کر رہا تھا جبکہ پڑے۔ معاملہ بگڑ جانے کا ڈر بھی تھا، تیزی سے سوچ کر انہوں نے جگت

ساتھ آئے ہوئے اس راج سے کہا۔

"تم ذرا باہر جاؤ مجھے اس سے چوہا نہیں کرنی ہیں۔"

"میں راج نے جگت کی جانب دیکھا۔ جواب میں جگانے نے سب کے ساتھ بولا۔ "ہاں۔۔۔ تم

یہ میرا کیا کرؤ نہیں گے؟" باہر کمرے ہوئے جو کچھ اور خوش ہو رہے تھے کہ صاحب کو جگانے کا

حزان کا یہ چل گیا۔ بہت مند چرچا مچا تھا۔ میں راج باہر گیا تو مہتا بولے۔

"جگا! پسٹا پستور اچھے سے سکون کے ساتھ بات کرو"

"صاحب! میں سکون کو دن کچھ نہیں جانتا۔" جگت نے بڑے جوش انداز میں میز پر گھونرہ

"آپ نے وعدہ کیا تھا۔ مجرور سے مجھ سے مطلب کیا ہے؟"

سو پرکھ جگت کا غصہ ناک زوہ پ دیکھنے لگے۔ تقریباً ایک منٹ اسی طرح گزر گیا۔ اُن کی خاموشی جگت کو کھٹک گئی۔ اُسے انتظار تھا کہ سو پرکھ سے ہو۔ جگت نے اُن کی جانب دیکھا مگر اس کی

بجائے ہتھکی آنکھوں میں اُسے ہوردی نظر آئی۔ صرف اس ایک منٹ کی خاموشی میں جگانے کا جوش

ختم ہو گیا۔

"جگا! تمہیں مجھ پر مجرور نہیں؟" کتنا گرم سوال تھا یہ۔ یاد کا یہ اصول ہے۔ جتنی سچائی سے کہا

جائے اتنا کرا جواب ملتا ہے۔

"احمد؟" جگت جوش میں بولے گا مگر جگہ نہ پڑ گیا۔ "مجھے آپ برا حد ہے۔"

۔ مہتا نے ہر کوئی ہوا۔ مگر انہوں نے خاموشی رو کر جگانے کو بولے دیا۔ "مگر صاحب! میرے

ساتھیوں کا مجھ پر اتنا ختم ہونے لگا ہے۔ میں انہیں یقین دلا چکا ہوں کہ ہمارے مطالبات اگر

آج منظور نہ ہوتے تو میں کل کے پروگرام میں حصہ نہیں لوں گا۔"

"اس پروگرام میں حصہ نہ لے کر تم مجھے اور خود کو نقصان پہنچاؤ گے جگا!"

"میرا اس سے کیا نقصان ہو جائے گا؟" وہ جوش میں بول گیا۔

"تم نے جس طرح مجھ پر برا کیا ہے، اُسی طرح میں نے تم پر۔۔۔۔۔ مہتا نے تیزی اور پیار سے

اُسے راہ پر گانا پڑایا۔ "چاؤ! کوئی کسی کی کے اندر کو دھوکہ نہیں دیتا۔"

"میں اب ڈاکو کہاں رہا ہوں؟ میں تمہارا قیدی نہیں کیا ہوں۔" جگت کچھ نرم پڑ گیا۔

"اب صاحب! یہ میری آن کا سوال ہے۔"

وہ جگت خوش ہو گیا۔ وہ جگانے اور جگت سے سو پرکھ کو دیکھنے لگا۔

"کیا وہ اب تو خوش ہو گئے؟" مہتا نے مزاح لکھے میں بولے۔ "اسی لئے انجون کا نقشہ کے آئے

ہو؟ قیدی میں میری بے عزتی سے جیل والے خوش ہوتے ہیں یہ تم نہیں جانتے۔" جگت کا سر

ہلک گیا۔ "تمہیں پتہ نہیں کہ میں کل پر پروگرام کے بعد تمہارے مطالبات اتمام کے طور پر منظور

کرنے والا تھا۔ اب تمہیں یہ ایوانا ڈسے دیا۔"

جگت بار جگت کی کچھ میں آیا کہ کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جن سے پیار کی زبان میں گفتگو

لینی چاہیے۔ شبیہ کی زبان میں نہیں۔

جب دوسرے قیدی اپنی بٹ پر فخر کر رہے تھے تو اس انفس تھا۔ اُسے افسوس ہو رہا تھا جیسے

ناکی شرافت نے اسے شکست دے دی ہو۔

وہ ذرا لپٹ کر پروگرام میں جگت نے سب کی داد حاصل کی۔ اُس نے قوالی کے علاوہ کئی کیرت

ناگائے۔ ریت پر دلوں کا کار کا رنگ دیکھا ہوا پر پروگرام کے لوگوں کے لئے شکر ہوا تب قیدی جگانے

لوگ گیتوں نے وہ ہوا ان کی ریتل کے پتے پڑا دیا۔

"تو بولے کے تمہیں دوسرا کیرت تیار کرنا پڑے گا۔ اس سکرینٹ پر دھڑکا کر بھیجے۔"

مہتا نے اُس کی پیٹھ پتھائی۔ "شاباش! آج میرا بندہ فخر سے تم کیا ہے۔ میرا مقصد پورا ہو

ا۔ مجھے تمہاری آواز ریتل سے باہر پھیلانی تھی۔" جگت بنائے میں آگیا اور سو پرکھ کا شر یہ ادا کرنا

بھی بھول گیا۔ بچے جھک کر مہتا کے پیچھے چھوٹنے کی خواہش ہوئی مگر اس کے فطری غرو نے اس خواہش کو بھل دیا۔ ”جگا! آئیں، دوسری خوشخبری بھی سنائی ہے۔“

”وہ کیا؟“

”پرتوی راج کبیر کا نام تو تم نے سنا ہوگا؟“ جگہ نے اثبات میں سر ہلایا۔ ”جس طرح تم اللہ میں شیو پورہ کے ہیں اسی طرح وہ بھی ہمارے علاقے کے ہیں۔ ہم پرانے دوست ہیں۔“ جگہ نے سوچا اس میں کیا خوشخبری ہے؟

”پرتوی راج اپنی ڈھارس کھلی کے ساتھ پنجاب کے دورے پر آ رہے ہیں۔“  
”تو ہمیں ان کے ذرائع دیکھنے کو نہیں گے۔“ جگہ نے یہ کہا تو کھنکھائی اس کے لیے جس سر تا کھنکھائی نہیں تھا۔

”ارے ہم انہیں اپنا ڈھارس دکھا نہیں گے۔“ دن موہن مہتا پر جوش انداز میں بولے۔ ”میں فخر یہ کہوں گا کہ تم ہمارے قیدیوں کا ڈھارس دیکھنے آؤ۔“ پھر راج میں سے ایک قائل نکلا کر کہا۔ ”لہذا اس ڈھارے کا دورہ ہے۔ یہ دیکھ لو گے۔ کون سا کام دیتا ہے؟ ہم ساتھ بیٹھ کر سوچیں گے۔“ جگہ کو یہ سب عجیب سا لگ رہا تھا، یہ جیل خانہ ہے یا ڈھارس سفر؟ ”اور اس میں قیدی کی اداکاری جہیں کرتی ہے۔“ حیرت میں فرق جگہ قائل کے لیے کھربک میں آ گیا۔

”نہیں راج! اب ڈھارس کھیلنا ہے۔“ اس نے سب کو حیرت میں ڈال دیا۔ ”میں قیدی کا رول ادا کروں گا۔ اور تم.....“ اتنا کہہ کر جگہ ڈک گیا۔ دوسرے کون سے کردار ہوں گے اس کا اسے پتہ نہیں تھا۔

”میں جیل کا چھوڑا ہوں گا۔“ نہں راج نے گردن اٹھا کر کہا۔ پھر اور اس نے کان میں سرگوشی کی۔ ”ڈھارس تم ہونے کے بعد چھوڑا کر لیا اس فرار پر تم میں کام آنے لگے۔“

نہں راج کی فرار پر عمل کی ترتیب نے جگہ کو گہری سوچ میں غرق کر دیا۔  
ڈھارے کی تیار ہوا عمل ہو گئی۔ قیدی کے اہم کردار میں جگہ تم ہو کر رہ گیا۔ پرتوی راج جیسے اداکار کے سامنے ڈھارس کھیلنا تھا لہذا جوش کے ساتھ کچھ دیر بھی لگا رہا تھا۔ نصف گھنٹے کے اس ڈھارے کو کامیاب خانہ کے لئے جگہ دن رات لگا ہوا تھا۔ کیا ہے، جیسے وہ بیٹھے وہ ڈانٹا لگا کے ساتھ اداکاری کر رہا تھا۔ قیدی کا جوش، اس کا فہم، اس کی گھبراہٹ سب کچھ اداکاری میں شامل تھے۔ اکثر وہ چٹا کر ڈھارس لکھنے والے نے اس کے دل کی بات الفاظ میں کہہ دی ہے۔

”دنیا میں اب مجھے کسی سے دشمنی نہیں۔“ پرتوی جیسے دنیا دشمن نظر آتی ہے۔ جو عزم کی کسی کام نہیں آئے وہ اپنی زندگی کا مطلب کیا؟

ڈھارے کے یہ ڈانٹا لگا بہت آہستہ آہستہ دل میں بیٹھ رہے تھے۔ اس سے پہلے کہ سامعین پر اثر ہو سکتے والے پر اثر ہونے لگے مہتا سیدہ حقیق دینا چاہتے ہی نہ تھے۔ اب تک انہوں نے جگہ سے ٹھیک ہو جانے کے متعلق ایک نقطہ نہیں کہا تھا۔ وہ سمجھتے تھے کہ اپنی ہی جگہ کا اثر ہیبت کا نہیں تھا۔ رہتا۔ سدھار انسان کے دل سے شروع ہوتا ہے۔ اور وہ آدمی کو پتہ بھی نہیں چلا چکا ہے کہ اسے ٹھیک کرنے کی کوشش ہو رہی ہے۔ جگا کا غرور و باکری آئیں دل میں یقین ہو گیا تھا کہ اس غلطی

وہ جس قدر احماد کرے اسی قدر وہ ان کی محبت میں گرفتار ہوتا جائے گا۔ جیل کے بندھن کو تو ذکر انسان بھاگ سکتا ہے مگر احماد کے بندھن کو توڑنے کے لئے اسے لاکھ بار سوچنا پڑتا ہے۔

”جگا! پرسوں ڈھارس تم ہونے کے بعد میں نے فرار ہونے کا فیصلہ کر لیا ہے۔“ نہں راج نے جگہ کو جگا دیا۔ ”اس وقت بہترین موقع ہے۔“

”ابھی؟“ جگہ جیسے چونک کر اُسے دیکھنے لگا۔ ”یار! سو پر صاحب نے اتنی چھوٹ دی ہے اس کا اتنی جلدی غلط فائدہ اٹھاؤ گے تو دوسروں کے لئے مسخیت ہو جائے گی۔“

”نہیں جگا! تمہاری خاطر میں چار ماہ ڈک گیا۔ کہ پتہ یہ موقع بھرے نہ دے۔“ نہں راج اپنے فیصلے پر اٹھ کھڑا۔ ”پھر یوں۔“ ڈھارے کے چوکیدار کی حیثیت سے فرار کا موقع ہے۔ میں تم سے کہتا ہوں کہ چونکہ یہ کارداران کا داور فرار ہو چکا۔ یار! ہر ایک کام کر دیتا۔“

”نہیں، میں بھی فرار ہو سکتا ہوں نہں راج؟“ جگہ نے کہا۔ ”مگر تمہاری عورت پر دادر فیس کر سکتا۔ آج تک میں نے کسی عورت پر ہاتھ نہیں اٹھایا۔“ پھر کچھ دیر روک کر وہ مزید بولا۔ ”میرا کہا اگر تمہیں مدد دینی ہے تو اس ماحول کو ختم کر دو اگر عورت کو بے موت مار دو۔“

”اس بے وقوف کو پہلے ختم کروں گا۔“ نہں راج نے دانت فیس کر کہا۔ ”میں جیل میں سڑ رہا ہوں وہ غیر مرد کے ساتھ رنگ لیاں بنا رہی ہے۔“ جگہ بحث کرنے پر اٹھ کھڑا کہ اسی لئے سوچے صاحب کا میٹ آ گیا۔ دونوں خاموش ہو گئے۔ پھر ڈھارے کے ڈانٹا لگا بولے گئے۔

”جگا! آئیں صاحب! ڈھارے ہیں۔“ میٹ نے کہا۔  
”جاؤ! جاؤ! آ گیا۔“ نہں راج نے خفا میں کہا۔

”جگہ نے یہ سہ سے انکی آواز سنی۔“ کہہ کر اُسے رخصت کر دیا پھر نہں راج کو سمجھایا۔ ”تم ذرا ٹھہرے ڈھارے سے سوچنا اہل دی کرتے ہیں مردہ نہیں۔“  
”کیونکہ ہمیں جیل میں مردہ آ رہا ہے۔“ نہں راج نے فہم میں کہا۔ ”کیونکہ صاحب کو خبر نہ ہو اپنے نہیں تو باؤزی آٹ جاوے گی۔“

”یار! میں ایسے زور دل کا نہیں ہوں۔ تمہاری راہ میں نہیں آؤں گا۔“ پھر نہں راج کی آنکھوں سے ٹپک ٹپک کر پڑا۔ ”ایک وعدہ دیا تھا مجھے تم سے نہیں جاؤ گے۔“  
”یار! یہ ایک وعدہ کر کے نہ کی بات ہے؟“ یہ کہہ کر نہں راج نے ہات آڈا دی۔

”دیکھو جگا! جہیں پھر بچان کر آؤں۔“ آفس میں داخل ہوتے ہی مہتا نے کہا۔ انہوں نے بچے سامنے بیٹھے ہوئے قیدی کی طرف اشارہ کیا۔ اس کو دیکھتے ہی جگہ کی آنکھیں پھیل گئیں۔  
”ارے اسے چاہئے کتنی اچھے بچے!“

بھوری آنکھوں والا ڈالو جوان چلا۔ پھر جگا کے پیلے ہوئے بازوؤں میں سام گیا۔ سو پر مہتا بے سے انہیں دیکھنے لگے۔

ان دونوں کی پرانی جان بچان ہے شاید وہ بڑبڑائے۔ جگہ نے مہتا کی موجودگی کو جیسے خوش کر دیا۔ وہ چاہئے پتہ پتہ پتہ۔

ہاں ہے۔ اُسے یہاں فراموش کر لیں۔“  
 جتنا کچھ وہ سوچ میں ڈوب گئے۔ ”بھتر ہے۔ میں کوشش کروں گا۔ تم تمہارے ساتھ اُسے لی  
 لی میں نہیں کر سکتا۔“

”کوئی پروا نہیں۔“ بکت خوش ہو گیا۔ ”وہ آپ کی محبت میں رہے گا تو اُسے ماں سے جو  
 ت ہے وہ تم ہو جائے گی۔“ مہتا چمک پڑے۔ وہ بکت کی طرف کچھ دیر دیکھ کر بولے۔  
 ”تم سے کس نے کہا کہ میری محبت میں وہ کریدی کے دل سے نفرت ڈور ہو جاتی ہے؟“  
 ”گو اس سوال کا اعادہ نہیں تھا۔ اُس نے جواب نہیں دیا، پھر بھی اُس کی آنکھوں سے مہتا جان  
 بکت اپنے تجربے کی بات کر رہا ہے۔ پہلی بار انہیں یقین ہو گیا کہ وہ نصف بازاری جیت چکے  
 تھوڑی سی دیکھیں چکا کے دل سے ٹوٹنے لگی ہیں۔ انہوں نے بات بدلنے کی خاطر کہا۔

”چکا! لی کلاس میں کہیں بیٹا اپنی خضروت نہیں۔ ہاں ڈرامے میں ضرور ہو جاتی ہیں۔ اس  
 دوران اور رہے۔“ بکت ہنسنے لگا۔ ”وہ مہتا کو احسان مندانا نظر سے دیکھ کر چلا گیا۔  
 ”قیدی“ ڈرامہ ہو رہا تھا۔ رقصی راج، جیل کے افسران اور قیدی ڈرامہ دیکھنے میں مگن تھے۔  
 جیل قیدی سے ملنے آئے ہوئے تالیا کا سن چل رہا تھا۔ اُس راج چوکیدار کے کہیں میں داخل  
 ٹھہرا تھا۔ اُسے دلی رائل میں کاتر س نہیں تھے۔ چکا قیدی تھا۔ باقی اور ہلوتہ نگہ نالی قیدی  
 تھا۔

”بکت! اگر صبح کا بھولا شام کو گھر واپس آ جائے تو بھولا نہیں کہا جاتا۔“ تالیا نے اُسے سمجھا رہے  
 تھاجاب میں چکا نے مکالمہ کر لیا۔

”تالیا! تمہاری بات سچ ہے۔ مگر بھولا وہو ادلی گھر لوٹے اور دروازے کی زنجیر اندر سے بند ہو  
 جئے۔“ کلاس کے رقصی راج سیدھا بیٹھ گیا۔ چکا کا مکالمہ اُس کے دل میں اُتر گیا۔  
 ”مہتا! تم کہہ رہے تھے کہ جی جگا ڈاکو ہے؟“ مہتا بیٹھے ہوئے سوپر سے اُس نے پوچھا۔ اسی  
 اُس نے ہاتھ مارا ایک شخص اُس کے قریب آیا۔

”جی! الو! گھر میں شہر کر رہے ہیں۔ آپ جلدی چلیں۔ اگر ڈرامہ شروع نہ کیا تو گویا ہو  
 لی۔“  
 ”تم جاؤ میں آ رہا ہوں۔“ رقصی راج نے کہا اور ڈرامہ دیکھنے میں مگن ہو گئے۔

”جگا ڈاکو! اور رقصی راج نے لوگوں پر نظر ڈالی۔ کہ کیا بکری ہوئی پڑی تھی۔ انہیں سچ پر  
 خاطرین نے شور مچا دیا۔“ پیسے دیاں دو۔۔۔ دیکھئے بھرتک ڈرامہ کی شروع نہیں کی۔۔۔۔۔“

”جی! راج نے ہاتھ جوڑ کر ناظرین پر نظر ڈالی۔“ آپ لوگوں کے اضطراب میں مجھے محبت نظر  
 نہیں۔ یہ سب آپ کے سامنے ڈرامہ پیش کرنے والا رقصی راج آج خود ایک ڈرامہ  
 لیا تھا۔ ہمارے پنجاب میں ایک فنکار ایسا بھی ہے جس کی اداکاری سے مجھے مجبور کر دیا۔ وہ  
 لاشہ کی جیل کا ایک قیدی ہے۔ جس کی آواز میں لگا دارو ہے۔ جس کے لہجے میں خود داری

”سچا! تو امرتسر کی جیل سے فرار ہونے والے تھے۔“ چکا سگھ جھپ گیا۔ اُس نے مہتا کی  
 جانب دیکھا۔ چکا کی شرمندہ ہو گیا کیونکہ وہ فرار ہونے والی بات مہتا کے سامنے پوچھ بیٹھا تھا۔ مہتا  
 اس طرح ادھر ادھر دیکھ رہا تھا جیسے کچھ نہ سنا ہو۔

”جگا! یہ جاندرہ جیل میں تھے۔ میں نے یہاں فراموش کر لیا ہے۔ تم سے ان کی پرانی جان  
 پہچان ہو گی یہ مجھے یہ نہیں تھا۔“ مہتا بولے۔ ”اب کہیں ان کے ساتھ لی کلاس میں رہا ہے۔“  
 ”لی کلاس؟“ چکا کو حیرت ہوئی۔ ”مگر صاحب! وہ تو پڑھے لکھے قیدیوں کے لئے ہے۔ اور  
 میں جا رہا ہوں۔“

”تم پڑھے لکھے نہیں لیکن تجربہ کار تو ہو۔ تمہارے جیسے آرٹسٹ کو یہ کمرک میں نہیں رکھا جاسکتا۔“  
 بکت اور چکا سگھ ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ بکت گنگا ڈاکو کے بارے میں کچھ جاننے کا منتظر تھا۔  
 اُس راج فرار ہونے کی بات کر رہا تھا اس لئے اسی جیسا کہ اس کی سچی ہو تو ٹھیک رہے گا۔ بکت نے  
 سوچا۔ لیکن دل میں اچانک دوسرا خیال اُٹھ گیا ہے چکا سگھ فرار ہونے میں اس کا مددگار بن  
 جائے؟

مہتا کی آواز نے اُسے خیالوں کی دیوار سے باہر نکال لیا۔ ”جگا! تمہیں پڑھیں چکا سگھ جیل میں وہ  
 کر پڑھنے لگے۔ دو سال پہلے بھرتک پاس کر کے اب اس پر چڑھ رہا ہے۔ اس کے ساتھ وہ کرتی تھی  
 لکھنا پڑھنا سیکھ لو گے۔“ بکت جس نظر سے سو پر کی جانب دیکھنے لگا۔ پھر بھی کسی ہنسی کے  
 ساتھ بولا۔

”صاحب! اب آپ کے گھر پر پرکاش نہیں بنے گی۔ پڑھ لکھ کر مجھے ملازمت کرنے نہیں  
 جانا۔“

سو پر کھنے جا رہے تھے کہ بون کی تھکی گئی۔ رہبر اُٹھا کر مہتا بات کرنے لگے۔ اُن کے  
 چہرے پر روشنی پھیل گئی۔

”گوں۔“ پاپا جی؟ آئیے امیر داخلہ تھا؟ جی ہاں! اس پر سون شام ڈرامہ دیکھنے آئے۔ آپ کا  
 ڈرامہ ہے؟ کب رات کا؟ پھر پروا نہیں۔ پہلے ہمارے قیدیوں کو ڈرامہ دیکھیں پھر اندر ڈرامہ کرنا۔  
 ہاں بھی تمام تیار ہاں مکمل ہیں۔ اور آپ آئیے! ایک قیدی آرٹسٹ کا کام دیکھ کر آپ خوش ہو  
 جائیں گے۔ اُسے اپنی جیل میں لے جانے کو دل چاہتا ہے۔“

بکت بھی سو پر کی جانب تو جی چکا سگھ کی جانب دیکھ رہا تھا۔ وہ فون پر ہونے والی گفتگو  
 سے سن رہا تھا۔ فون پر دوسری طرف رقصی راج ہے اس خیال سے اُسے گھبراہٹ محسوس ہوئی۔  
 رہبر وہ کہ سو پر نے بکت کی جانب دیکھا۔ ”تمہارے مہمان شہر میں آ گئے ہیں۔“

”صاحب! آپ میری بہت زیادہ تحریف کر چکے ہیں۔“ بکت ہمدردی لہجے میں بولا۔ ”مجھے  
 ابھی سے گھبراہٹ ہو رہی ہے۔“

”کیا بات کرتے ہو؟“ مہتا ٹھہرے ہو کر اُس کی پشت خیمچا نے لگے۔ ”جگا ڈاکو گھر جانے  
 میں نہیں مان سکتا۔“ بکت کا جوش بڑھ گیا۔

چاکے ساتھ جاتے ہوئے وہ دروازے کے پاس ٹک گیا۔ ”صاحب! امیر اس کی چٹا فر

کیا ہو اور اس سے پوچھ گچھ کرنے کے لیے ہر گز نہیں جا کر کھل اٹھا۔ تو پھر کھل جائے۔ پھر تو بیل سے فرار ہونے والے قیدی کے تعاقب میں ہر اس شخص پر پلٹ کر کاغذ کا نظام ہو جائے گا۔ اس ڈر کی وجہ سے جب میں پیچے ہونے کے باوجود اس نے کچھ نہیں کھایا۔ سدا کی مادھو پور سے بس پکڑنے سے پہلے اس نے پینٹ بھر کر کھانا کھایا۔ جو کہ پینٹ کھرنے میں لطف نہیں آتا۔ بیل میں دوڑ دوڑ کر دھڑکی ہو کی بے سوچ کردہ شخص دو دیگر راہی بے وقافی کی یاد آتے ہی اس کی رگوں میں نفرت کا لالہ بھولنے لگا۔ بس اب صرف دو حالتیں ممکنہ کا سفر پاتی ہے۔ پھر گاؤں پہنچ کر اسے اور اس کے عاشقوں کو کھانا لگا دوں گا۔ کسی اُسے دیکھ کر کسی گھبرا کر؟ جو بولے آسو بہا کر اچانک قلعہ کرے لیکن میں اسے سوچ نہیں دوں گا۔ پہلے اسے ختم کر دوں گا۔ رات شوبہ راج یقیناً اس سے ملے لے گا۔ اس وقت اس کو بھی ختم کر دوں گا۔ پھر پچاسی پر چڑھنے کی پروا نہیں۔ جس راج سوچنا

ہاؤس کا صدف مرہبہ اور چمے آواز میں چل رہا۔ سارا ڈول میں جی کی ہنسنی ہو گئی تھی۔  
 لی۔ جس راج نے کان بند کرنے کے بجائے سادہ کھول کر مٹ پر ہاتھ لیا کہ چکنا چکنا جائے۔  
 ہاؤس نے آواز کی بجائے کھینچ کر دلا رات آواز بھرا۔ اس کا ارادہ کھرکے گا۔ وہ رات کے  
 میں ہونے کا تھا۔ اس کا ہر قدم بیٹھیلی سے کھرکے گا۔ جب پڑھا تھا کہ سادھی جی چکا کے لفاظ  
 میں میں گونج رہے تھے۔ جس راج! میں نے فہموت پر تکیہ دار تھی کہ جلدی نہ کرنا۔ فہموت کی  
 دی کی الجھن مردوں کی سمجھ میں نہیں آتی۔ دوچار ہاؤس نے کھوم کر دیکھا۔ نہیں اکوٹی اس کا تعاقب  
 نہ کر رہا۔ چکا کو اس وقت کیوں یاد کیا جائے؟ اس نے سوچا پھر مکان کے عقبی دروازے پر  
 پھر اس کے قدم ٹوک گئے۔ چمے کو سوچ کر دروازہ کھٹکھٹانے کی خاطر اس نے داخل  
 کی۔ ممکن ہے کبھی یہ سمجھے کہ اس کا عاشق عقبی دروازے سے آیا ہے مگر اس سے پہلے کہ  
 اپنے راجے کی زنجیر سے بندھن کی عالمی کمرائے ہاتھوں میں کسی کی بات چیت کی آواز سنائی دی۔ کسی  
 کی آواز کی کھرکے سادھی جی کی سردی آواز بھی سنائی دی تو جس راج نے دانستہ میں لئے۔ پھر  
 نے کہ چمے کی آواز اس کی سادھ سے کھرکی اور اس کا جسم جل اٹھا۔ جس راج کی تیزی سے  
 یہ کی دنیا پر چڑھ گیا۔

ایسی برائے مرد کے برابر چلی تھی۔ راج کا دل چاہا کہ اپنی بیوی کو کوئی بار دے مگر خانی کی۔ اس نے خیال بدل دیا۔ وہ دواہر کے چھینک لگ کر اندر دیکھنے لگا۔ کبھی کے برابر ہوا راج دودھ دہرا رہا تھا۔ اس دوران دونوں ایک دوسرے کو کبھی نظروں سے دیکھ رہے۔ اب پھل کا برتن بھر چکا تھا۔ شہباز راج نے کہا کہ دودھ کبھی کے چرے پر اڑا لیا۔ ہاں، کرتے ہوئے کبھی منہ پھیر لیا۔ ذوق کی دواہر اس کے زخار پر بہنے لگی۔ شہباز دودھ کا برتن چھوڑ کر کبھی کو بیٹھے نہ گیا۔ کبھی اسی تہار کے گورے کا گلوں پر بہتا ہوا دیکھنے کا مشورہ کرتا تھا۔

”راج! یہاں باڑے میں ایسی حرکت ٹھیک نہیں۔“ یہ کہتی ہوئی کشمی اُس سے الگ ہو گئی۔

ہے۔ ایسے فکاکی تقسیم کے سلسلے میں آپ کا ایک گفتو خالق کرنے پر مجھے افسوس ہے۔ مگر اس سے زیادہ مجھے جگہ فکاکی زندگی میں سنا ہوا ہے کہ فکا کہے۔ کیونکہ وہ عظیم فکا فکا ڈاکو ہے۔ ”

”رقیبی راج کی آواز میں جیسے چادر تھا۔ شور کرنے والے خاموشی سے اپنی نشستوں پر بیٹھ گئے اور چند لمحوں بعد ڈرامہ شروع ہو گیا۔

باہر اور جیل میں اس وقت چمکا کی بات ہو رہی تھی۔ جیل کے افسران اور قیدی اُس کی تعریف کرتے کرتے جھٹکتے تھے۔ مگر حرکت کیجئے دلی سے سب کی تعریفیں سن رہا تھا۔ ڈرامہ فہم ہونے کے بعد اُس کی نظریں ہنس راج کو کھانسی کر رہی تھیں۔ وہ اس کی قہر کوٹا پاتا تھا۔ ”ہنس راج! آؤ! رہنے دے۔ سو بہتر کیا عزت کی خاطر آئی نہ جا۔ اس کی عزت پر پانی بھر جائے گا۔“ مگر ہنس راج نے نظریں نہیں آیا۔ اُس نے وہ ایک قیدیوں سے پوچھا بھی تو جواب ملا کہ اُس کے پیٹ میں درد ہو رہا اور وہ ہر کس سے جا کر کہہ رہا تھا۔ محنت کا دل چبھ گیا۔ اُس نے سوچا کہ ہر کس میں جا کر معلوم کرے۔ اگر وہ سچ ہی فرما رہا ہو گیا ہے تو جیل والوں کو یہ چل گیا ہوگا۔ ہنس راج کے فرما سارا الزام اس پر آئے گا۔ دارو میں جا کر وہ لیٹ گیا مگر نہیں نیند آئی۔ کبھی بھی جیل کا آرام سچ والا تھا۔

”جنگ! آج تمہاری زندگی کی سبھی رات ہے۔ پھر جگر اڑاں کیوں ہو؟“ سچا سچ ہے، بھائی! ”جنگ ہو گئی“۔ سچ کر سونے کی اداکاری کرنے لگا۔ مگر جب تھیل کا لڑاکا روم کا تودہ پھیل گیا۔ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اس کی جگہ لکل گئی۔  
دو دھڑبڑ ہونے لگی۔ ”کون بھاگا۔ کون بھاگا؟“ شور ہوئے لگا۔ کچھ دیو بند خیر جھیل گئی۔  
بیرک کا قبیلہ جس میں آواز بھڑک اٹھا۔ چھوٹا دیو بند جس کی تو ہنس دان کے گلے کے لیے  
رہ گئے ہوئے تھے۔

کے سبب فرار ہو گیا؟ ڈرامے کے نام پر وہ جاکھیل، کھیل گیا۔ جت کا لیل دھڑکنے  
سوپر ہتھی آگئیں اُسے نظر اڑی رہی تھی جیسے کہ رہی ہو چکا اُن نے خبر سے احتیاط نہیں کیا تھا  
جت کو یقین ہو گیا کہ جڑ خیریں اس کے پاؤں سے جدا کر دی گئی ہیں پھر بنیادی جائیں گے  
اُسے جیل کے روائی میں مصائب پہنچنے لگیں اس کے اور پھر مداح اور لوٹکان شروع ہو جائے گا۔

خرین پنجاب کے صوبے سے گزرنے والی علاقے میں داخل ہوئی اور پھر ہستانتان کے سردار کے  
پورا مشین پر چڑھ گئی۔ اس راج چوکیدار کے لباس میں پلٹ کا دم پر آرا۔ اس کا نظر کھل  
پوشن نہیں آئی۔ وہ شانے پر داخل رکھ کر بڑے مضامین اور شانے میں داخل کیا۔ بغیر کسی کی دیکھ  
اس نے جان بوجھ کر ساتھ رکھی تاکہ کسی کی بیخفاہ اور شانے پر داخل ہو کر کسی شخص کو گول  
ہو۔ کسی کوئی جاننے والا نہ گھبرا جائے اس کے لئے وہ پورے راستے چوکیدار تھا۔ دروازے میں  
کر کے اسے باجھ روپے انعام ملے تھے وہ لوٹ اس نے سنبھال کر گھر کا تھا۔ حج تک میں داخل  
اس کی گمشدگی کا پتہ نہ ملے اس کا انتظام وہ پہلے ہی کر فرما ہوا تھا۔ لیکن یہ رات سو پر ملا

”کمرے میں آؤ جا رہا ہوں۔“ ساسی کا سر ادا ہوا ہوا ہوا کٹھی اچھڑا گئی۔ نہیں راج دو موٹے کی حاشی میں تھا۔ دیوار کے برابر گھاس کا ڈھیر ہوا تھا۔ اس پر بڑی ہوتی درستی پر راج کی نظر جم گئی۔ شیواج گائے کے بھروسے بندھی رسی چھوڑنے کے لئے جھکا تو شیواج راج کی گھاس پر جھٹکتا لگا۔ اس سے پہلے کہ شیواج چمک کر پیچھے دیکھے اس وقت تک شیواج نے درستی سنبھال کر اس پر جھلاک لگا دی۔ شیواج اس اجنبی نسل سے اپنا دفاع نہ کر سکا وہ زمین پر گر گیا۔ نہیں راج اس کے سینے پر چڑھ بیٹھا۔ شیواج کی آنکھیں پھٹ گئیں۔

”تم؟“ یہ کہہ کر وہ بچتا رہتا جانتا تھا کہ نہیں راج نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا وہ دوسرے ہاتھ سے قلع پر درستی کا دار کیا۔ برابر کھڑی ہوتی گائے بھڑک کر بھاگی۔ شیواج آ گردن کٹ گئی۔ خون کا فوارہ نڈا۔ نہیں راج نے دوسرا دار کیا کہ شیواج کا جسم غلطاً ہو گیا۔

”راج؟“ کٹھی کی آواز سنائی دی۔ ”تھی رہی ہوئی۔ آ جاؤ نا!“ اس کی آواز میں عجیب آ ترپ تھی۔ نہیں راج جھکے سے لاش کے سینے سے اٹھ گیا۔ درستی دور پیچک دی۔ خون بھر۔ ہاتھوں سے دو کمرے کی جانب بڑھا۔ کٹھی سے چرائے نہیں چلایا تھا اس لئے کمرے میں اندھ تھا۔ اس کی آہٹ سن کر کٹھی نے غرے سے کہا۔ ”باہر بڑا جوش دکھا رہا تھا۔ جیل جلدی کر!“ نہیں راج کو اس کا ایک ایک لپٹا لپٹو کے ذہن کی طرح چھو رہا تھا۔

”یہ عورت میری بیوی پرانے مرد کا پہلو کرنے کے لئے تھی توپ رہی ہے؟ میں اس آ ترپ کو ہمیشہ کے لئے مٹا دوں گا۔ وہ بڑا ایسا بھر جا رہی ہے قریب پہنچا۔ کٹھی نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

”ارے۔۔۔ تمہارے ہاتھ کتنے گرم ہیں۔۔۔ دو دھ کے ہاتھ صاف بھی نہیں کھے؟“ یہ کہہ کر انہی نے اپنے برہنہ جسم پر اس کا ہاتھ رکھا۔ ہاتھ کا کس پر کٹھی کی دل چاہی انہیں۔۔۔ شیواج بھی ہے۔ انہیں کھول کر اس نے نہیں راج کی جانب دیکھا۔ ”کون؟“ وہ ان کا ہی بول گیا اور نہیں راج کے ہاتھ اس کی گردن تک چمک گئے۔

”میں تمہارا شوہر!“ پھر گردن پر ہوا ڈال کر بولا۔ ”کیوں۔۔۔ جھلاک؟ تمہارے عام کی لاش باہر پڑی ہے۔ اب تمہاری بادی ہے۔“ نہیں راج میں جس قدر زور تھا اس نے صرف دیا۔ اس کی رگ رگ میں فطرت کے شیلے بھڑک رہے تھے۔ یہی تھی یہ حالت میں بکھیر دی، وہ اس کا جسم توپ کر مارت ہو گیا۔

نہیں راج کا جسم سینے سے ترو گیا۔ اس کا سانس پھولنے لگا۔ دونوں ہاتھ کلاہیں تک سن گئے۔ وہ سانس دھکے کرنے کے لئے کچھ دیر بیٹھا وہ سب ختم ہو گیا۔ اب؟ ذہن کی میں بیچنے لے کیا رہا تھا؟ وہ جھکے سے کھڑا ہوا۔ پھر کٹھی کے برہنہ جسم پر چادر ڈال دی۔ اس کے بعد اس کی لاش اٹھا کر باڑے میں لایا۔ دونوں کی لاشیں گھاس پر رکھ دیں، پھر کٹھی سے مٹی کے تہ کا ڈبہ لاکر تیل پھیلا دیا۔ مٹی ہوئی دیا سلائی پیچک کر نہیں راج باہر نکل گیا۔ انہیں بند کر کے کیتھن کے درمیان بھاگ رہا تھا۔ زور نکل کر انہی نے دیکھا اس کا مکان آگ کے شعلوں گھرا ہوا تھا۔ وہ ان سب کچھ جلا کر جا رہا تھا۔ گھر کہاں؟ اس کی خود سے بھی خبر نہیں تھی!

اس نے سو پر صاحب کے بلاوے کا انتظار کرتے ہوئے جو میں گھنے گڑا رہے۔ تو صاحب نے اسے لایا ہی اسے اس لئے خود آئے۔ جب جگت زیادہ سکیں ہو گیا۔ کئی دل میں یہ خیال بھی تھا کہ نہیں راج پکڑا جائے تو پھر سے تاکہ نکل والے صاحب کا مذاق نہ اڑائیں۔ قیدیوں کی لائی میں کام کرنے والے شخص کی کسی آزادی جائے اس پر جگت کو جبک محسوس ہوئی۔ یہ سب اس کے دوران ہوا اس سے جگا کو زیادہ کھلا تھا۔ اس کی خاطر صاحب کو کام بائیں ستر پڑیں۔ دوسرے دن ان سو پر صاحب کا میٹ آیا۔ ”صاحب بلا رہے ہیں۔“ یہ سن کر جگت چونک گیا۔ کڑی آج چچی کی جس کے خیال سے وہ گھر جا رہا تھا۔

”جگا! میں ساتھ آؤں؟“

”بھئی ضرورت نہیں ہے۔“ یہ کہتا ہوا وہ میٹ کے پیچھے چل دیا۔

”کچھ دیر تک بیٹھا خاموش رہے۔ جگت کی گھبراہٹ بڑھ گئی۔ صاحب کے چہرے کے تاثرات غائب نے ان کی ہاتھ پائی کھینٹ کا اندازہ لگا لیا کہ کٹھی کی کوشش کی گمراہے کا سامنا نہیں ہوئی۔ ”جگا! میں راج فرار ہونے والا تھا اس نسلے میں تمہیں خبر تھی؟“ سیرھا سوال کیا گیا۔

”جگت کا چہرہ آخر کیا۔۔۔ سر جھکا کر جواب دیا۔ ”ہاں!“ پھر سو پر کی جانب دیکھا۔ وہ حیرت سے دیکھ رہے تھے اس لئے جگت حیرت بولا۔ ”مگر ڈرا سے کی رات فرار ہو جائے گا اس کا مجھے انداز نہیں تھا۔“

”تم نے مجھے اشارہ کیوں نہیں کیا؟“

”اگلی بے ایمانی کیسے کر سکتا تھا؟“ دونوں کے سوال کرائے۔

”اس کے باوجود تم نے مجھ سے بے ایمانی کی۔“

”تم صاحب بوریہ ماسی تھا۔“ جگت ذرا بھی نہیں پڑ رہا تھا۔ فیصلہ کن لہجے میں بولا۔ ”میں فرار ہو جاؤں گا۔“

پھر بھی مہتا کو فہم نہیں آیا۔ ایسی ہی فکر سہی ان کی آنکھوں سے بھاگ رہی تھی۔ ”تم کیوں نہ گئے؟“

اس سوال کا جواب جگت کے پاس نہیں تھا۔ بہت دیر تک خاموش رہنے کے بعد اس نے سوال کا صاحب اٹھادی بدل کر ہوئی؟ ”بیٹا نے اس کا ارادہ بھاپ لیا۔“

”کیوں۔۔۔ جھین میرا چادر لگانے کی بہت جلدی ہے؟“ پھر ویسے ہی کہا۔ ”مگر چادر ہوا بھی اخیر سے ساتھ دو گے تمہارا بھی چادر ہوگا۔“

”اوہ۔۔۔“ جگت کی آنکھیں پھٹ گئیں۔ یہ شخص اس کا چچا نہیں چھوڑے گا۔ ”تو پھر میرے کی بدنامی تھامے سر رہے گی۔“

”پھر؟“ یہ کہہ کر جگت باہر نکل گیا۔ اُسے مہتا کی اچھائی پر فہرہ آ رہا تھا۔

جگت کا فہرہ، جوش، جذبہ سب اندر ہی اندر دفن ہو چکے تھے پھر بھی باہر کی مٹی کے ذریعے اپنے

اصلی حواجز کو برقرار رکھنے کی کوشش جاری رکھے ہوئے تھا۔ فی کمال اس نے اُس کے بعد اُسے م طرح آرام تھا۔ کچھ کام بھی کرنا پڑتا اور بیڑیاں بھی نہیں چینی پڑتیں۔ پڑے کھئے قیدیوں سے گھیں ہانکتا۔ چوٹی سزا دلے قیدی اُس کے لئے کھانا بناتے، تیار ہوا کام کر دیتے۔ اُس کا احترام کرتے۔ اُسے ہیرک کے قیدیوں کی طرح قرش پر سونا نہ پڑتا۔ سب کو چار پائیاں دی گئی تھیں۔ پڑنے کے لئے اخبارات، کتابیں تھیں۔ شراب وغیرہ کا تشہیر بھی چوری جیسے چل جاتا۔

پھر بھی محنت و بھگن نہیں تھا۔ کچھ کی روٹی ہے، کچھ دھتورہ سب کچھ کھا کر چل رہا ہے۔ اس کے لئے انہونی ہی بات تھی۔ جھگڑا کرتے بھر جھگڑا کرتے؟ مار پیٹ کے بغیر جسم کی ورزش کیے ہو؟ گولی کے بغیر زبان کی مچھلی کس طرح ڈور ہو؟

فیس راج اپنی بیوی اور اُس کے عاشق کو جلا کر فرار ہو گیا تھا۔ پولیس کو بھی ظاہر کیا وہ اپنی بیوی بیوی کو جلا کر خود بھی آگ میں کود گیا اور چل کر سر کیا۔ محبت کے طور پر فیس راج کے جوئے اور راکٹل چل گئی۔ اُس طرح فرار ہونے والا قیدی موت کی پٹا میں چلا گیا اور اُس کی تلاش ختم کر دی گئی۔

مگر صحیح حقیقت سے محبت واقف تھا۔ فیس راج جیسا جیل میں ملے والا نہیں تھا۔ ضرور اُس نے اپنی بیوی کے عاشق کو جلا دیا ہو گا۔ کچھ بار اُس کا بی بی چا کر چل کے حکام کو بتا دے۔ پولیس کا سبب نہیں ہوئی اس لئے سس ٹیم نہ کر دیا گیا۔ باقی فیس راج خود ہی جیسے بڑا دلہن فعل کا مرکز تھیں ہو سکتا۔ مگر ایسا کہتے ہوئے فیس راج کے خطرے میں پڑ جانے کا اندیشہ تھا۔ اس لئے سچا اُس نے دل میں بادی۔

”یار اچھا تم سارا دن کیا لگتے رہے ہو؟ تمہیں پڑھ کر کہاں افسری کرنے جانا ہے؟“ جگت نے پوچھ کر اُنکو سنا کچھ سے کہا۔ سچا کچھ کی طرح وہ بھی لکھے اُس کے دل میں خواہش یہ ہوئی۔ وہ یہ سمجھتا تھا کہ وہ جیل میں مل کھاتا ہے۔ خیالات کا قند پر تیز سے بیڑے الفاظ اثر ڈھالے۔ سچا بوجھ لگا ہو گا۔ پھر بھی اُسے ایک خوف ستا رہا تھا۔ بہت زیادہ لگنے پڑنے سے ستر بڑھ جاتی ہے مگر دل کا جوش کم ہو جاتا ہے۔ اچھے ایسا نہیں کرنا وہ سوچتا۔ اسی لئے اُسے سچا کا زہر لکھنے پڑھنا پسند نہیں تھا۔ مگر سچا نے اُس کی بات سنی ان ہی کردی۔ جگت نے اُس کے ہاتھ سے سچا چھین لیا۔ ”جیسے بڑے بیڑے پوہیری بات سننے کی فرصت نہیں ہے۔“

سچا کسرا پھر بھوری تھیں جھپٹتا ہوا بولا۔ ”تم چاہے خدائی میں کبھی مگر ایک دن میں بیڑے بھول کا یہ یاد لگتا۔“

جگت قیدیہ مار کر غصہ دیا۔ ”مہتا نے تمہارے ذہن میں اچھا بھورا بھرا ہوا ہے۔ جیل میں بیڑے بنو یا ڈاکو سب برابر ہے۔ چھوڑو یہ دوسری اور یہاں سے باہر نکلنے کے لئے ذہن پر زور دو!“ سچا کچھ کچھ تریک اُسے دیکھتا رہا۔ اُس کی یہ عادت تھی کہ دل کی بات کہنے کے لئے جوش بند نہیں دکھاتا تھا۔ جگت کی بار سچا کہہ کر وہاں لگا کچھ کے ساتھ ڈاکو ڈال رہا تھا یہ بات کوڈ ان نہ تھا؟

”جگتا! باہر جا کر تم کیا کر دے؟“ سچا نے پوچھا۔ پھر اُس کا جواب خود ہی دینے لگا۔ ”پولیس

تمہاری تلاش میں ذہن آسان ایک کر دے گی۔ تم سب تک جیسے رہو گے؟ کس کا ساتھ لے گا؟ سب جیل جیسے دن نہیں رہے۔ ڈاکوئی کا باز نہ کر دیا۔“ جگت کو یہ بات پسند نہ آئی۔ ”یار اچھا تم بڑے لکھ کر بڑا دل ہو گئے ہو؟ جب تک انسانوں کے درمیان دشمنی رہے گی، انسانیاں ہوں گی ڈاکوئیں لیتے رہیں گے۔ پھر جوش میں بولا۔ ”تم اخبارات میں کام کی بات نہیں پڑتے ہو؟ ڈاکو ان عکاب بھی حکومت سے مقابلہ کر رہا ہے۔ یہ سن کر سچا کچھ ہنسا جگت بولا۔ ”میری بات پر سوچو مگر میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ یہاں سے صحیح سلامت فرار ہو گیا تو جیل چلا جائے گا۔“ پھر سچا کو طعنہ دیا۔ ”تمہیں باہر نہ آنا ہو تو کوئی بات نہیں۔ جانی جیل میں گزار دینا۔“

جواب میں سچا نے کچھ کچھوں کو مل دیتے ہوئے کہا۔ ”اُس نے کچھ کچھ باہر نہیں لکھا؟ باہر لکھے کے تو سب کچھ کر رہا ہوں۔ تم درمیان میں مداخلت کرتے ہو۔“ جگت کی آنکھیں کھلنے لگیں۔ سچا کچھ کچھ کوئی کیا اُتر رہا ہے؟ خوشی کے اظہار کے طور پر اُس نے سچا کی پیٹھ ٹھوکی۔ ”یار اچھا سیدھی طرح بتا دو۔ کیسی چال ڈال رہی ہے؟“

سچا نے کھلی ہاتھوں پر سے پردہ اٹھایا۔ ”جیل کے دروازے تو ڈکریں، کھول کر باہر نکلنے کی بات ہے۔“ جگت پوچھ کر کہنا چاہتا تھا۔ ”پہیلیاں کھولنے والی بات نہ کرنا دروازے کھولنے یا ٹوٹنے سب برابر ہیں، اہم بات فرار ہے۔“ مگر سچا نے موج نہیں دیا۔

”میری بات سکون سے سنا اٹھاری طرح مہتا بھی ایک خطرناک ٹھیل مکمل رہے ہیں۔ وہ ایسا مکمل مکمل رہے ہیں جس میں ہم سے زیادہ انہیں ہمت کی ضرورت ہے۔“ جگت نے آنکھیں بند کر کے سچا کو دیکھا۔ ”تمہاری بات میں دم نہیں ہے۔“ مگر سچا نے پردہ نہیں کیا۔ ”جگتا پوہی سے تمہارے سوا اور میرے جیسے لوگوں پر غدار کو کچھ کام کیا کر گئے کا بیڑا اٹھایا ہے۔ جب کا نتیجہ سامنے آئے گا سچا ساتھ چھوڑنے کی بات کر رہے ہو؟“

”کیسی نتیجہ۔ کس کا نتیجہ؟“ جگت نے پوچھا۔ ”تمہارے حکمت اور ذرا سے باہر کما کر پھینکا کیا ہے؟ تم نہیں جانتے جگتا اسارے پنجاب کی پوہی راج پھر ایک ہی آواز لگا رہے ہیں۔“ ایک سرحد اور اوتادی سماج میں واپس ہوا تو سماج نے تحمل کرے گا؟ سرکار نے ایسا موقع دے گی؟ وہ تمہارے ذرا سے ایک ایک ڈانچا لگائے پنجاب کو سنا رہا ہے۔ تم اس کے لئے دروازے کھولو گے؟“

جگت سچا کی بات میں غم ہو گیا۔ ”جگتا! یہ کون سے دروازے کھولنے کی بات ہے، معلوم ہے؟ پہلے جیل کے پھر سماج کے۔“

سوچا اچھے پڑھا لکھا اور تمہیں فنکار کہہ دیا کیا حاصل کرنا چاہتے ہیں؟“ پھر آنکھیں بند کر دیتے ہوئے جگت کو سچا نے پھوڑ کر پوچھا۔ ”تمہیں معلوم ہے اب تمہارا ڈاکو راکون دیکھنے آئے ہے؟“ جگت چونک گیا۔ یہ سب باتیں اُنکی اُس کے دل میں نہیں اُتر رہی تھیں۔ پھر بھی اُس نے پوچھا۔ ”کون؟“

پنجاب کے دور پرانی سیم سیم ہیں۔ انہوں نے خود مہتا کو لکھا ہے کہ جس کے لئے اتنی باتیں رہا



ہوں اس کو فکار کے زور میں دیکھتا ہے۔ پھر اس کے لئے کیا کر سکتے ہیں یہ سوچیں گے۔  
”ج“..... ”جنت کی آگ میں جھل نکلیں۔ یہ سب مہتا نے مجھے کیوں نہیں بتایا؟“

”کیونکہ ابھی سے اس کے ساتھ ہمارے دل کو وہ پرکھنا نہیں چاہتے چکا! ایک دن وارنر کو  
ہوں۔ تمہارے لئے زوردار ڈبل رول رکھا ہے۔“ جنت نے قلم واپس کر دیا۔ پھر اٹھ کھڑے ہوئے  
میں بولا۔

”ڈبل رول؟ میری تو زندگی ڈبل رول میں گئی ہے۔ چاہا مافیہ میرا بیچہ نہیں چھوڑنا اور نہ  
صاحب نے میرا مستقبل بٹانے کا پختہ عزم کر لیا ہے۔“ جنت کی زبانی کس موڈ سے کرنے والا  
ہے؟“

”جنت تو مزہ ہے دوست! اموز کتنی ہی آئیں سطر جاری رہتا جائے۔“ یہ کہہ کر چاٹنگ قلم چلائے

لگا۔ جنت باہر جا کر ٹھہلا ہوا بادلوں سے مجھے آسمان کو دیکھ رہا تھا۔  
”کیا یہ بادل برسیں گے؟ یا نہ؟ ابھی آس بندھا کر چلے جائیں گے؟ اس جیسے خطرناک قیدی کے  
لئے قتل کے دروازے خود بخود کھل جائیں گے؟ چاٹنگ کی بات پر اسے یقین نہیں آیا۔ پھر کچھ  
دل بابر ہونے لگا۔ باہر جا کر وہ سب سے پہلے دو دو کی تلاش کرے گا۔ اس کے گھر کا پتہ چلانے کے  
بعد گھر جائے گا۔“ ”گھر.....“ اس نے دل کو سمجھا دیا۔ ”نہیں اب گھر نہیں جانا۔ ماں جی اور باپ سنا  
ٹھنڈے دیئے ہیں۔ اب اُن کے سہارے جیتنا منظور نہیں۔ پھر چندن کا کیا ہوگا؟ اس کے دامان کے  
علائقہ کے لئے جیسے کہاں سے لائے گا؟ گھر کس طرح چاؤں گا؟  
جنگ سب کے کس کس میں داخل ہوا تو وہ کسی پر پڑ رہے تھے۔

”ایک بار کہہ دینا تو جو جانا چاہئے۔ شد کیلئے کے لئے بڑے گھروں کے بہت سارے لوگ  
آنے والے ہیں۔ انہیں پیاسا مارا جائے گا؟ اس کی خدمت کے لئے میں بھیجوں آدمی چاہوں؟  
اس نے مہتا کو بھی اسٹے ٹیبل پر نہیں دیکھا تھا۔ وہ بھی خوش ہوا۔ آدمی کو بھی بھی بھڑکنا چاہئے۔  
”صاحب! آپ! آج بنگا کیوں رہے ہیں؟“ جنت دو میان میں بول اٹھا۔ پھر اسے خیال گزرا  
کہ دوسرے کی موجودگی میں صاحب سے اس طرح بات کرنا ہے اس لئے نرم لہجے میں بولا،  
”مہتاؤں کی خدمت ہمارے قیدی کریں گے۔ مرقہ والے قیدیوں کو یہ کام سرور کریں۔“

مہتا سناٹے میں آگئے۔ وہ اس کی جانب منہ پھاڑ کر کہنے لگے۔ جنت نے جلدی سے کہا،  
”نہیں صاحب! اس بار کوئی فرار نہیں ہوگا۔ اس کی ذمہ داری مجھ پر ہے۔“ مہتا کا چہرہ چمک اٹھا۔  
”کیونکہ خوش چمکنے لگا۔“

”مجھے یہ خیال کیوں نہیں آیا؟ بڑے گھر کے مہتاؤں کو قاتل قیدی شربت ملائیں یہ آئینہ والا  
عمدہ ہے۔ جاؤ! یہ کام تمہارے پروردگار دیکھتا پہلے سے ظاہر نہیں کرتا کہ مہتاؤں کی خدمت کرنے  
والے عرقید کی سزا والے قیدی ہیں۔ پروردگار تم ہونے کے بعد ظاہر کریں گے تب لوگوں کو اٹھ  
تعب ہوگا۔“

”آپ بے فکر ہیں صاحب!“ جنت نے آخر دل کا بھید نکولا۔ ”بہت دیر سے میری بھٹی ٹھنڈ  
کر رہی آپ کی ایک خطرناک کیلنگ شروع کر چکے ہیں۔ آپ حکم کریں تو میں جان بھی ترانہ نہیں

ڈول گا۔“ بہت دیر تک مہتا اُسے دیکھتے رہے۔ اُن کی آنکھوں سے پیار جھلکنے لگا۔ جس لمحے کے وہ  
مخترق تھے وہ آگیا تھا۔ اُن کا دل زور سے دھڑکنے لگا۔

”جنگ! تم میرا ارادہ جلدی مجھ گئے۔ مگر تم مجھے خطرناک کیلنگ کہہ رہے ہو اس میں جان قربان  
کرنے کی ضرورت نہیں پڑتی بلکہ اپنے آپ سے لڑنا پڑتا ہے۔ ہمارا اصلی دشمن تو دل میں بیٹھا ہوا  
ہے۔ ہمیں اُسے ہلکانا ہے۔“ پھر فوراً ہی بات کاٹ دی اور دروازہ میں پڑا ہوا ایک خط نکال کر  
بلائے۔ ”جنگ! تمہارے گھر سے خط آیا ہے۔ یہ دیکھنے کے لئے نہیں بلایا ہے۔“

نیل بندہ لٹا کر دیکھ کر چکا چوکا۔ اُس نے جس نظروں سے سو پر کی جانب دیکھا تو مہتا نے کہا۔  
”وہ جہیں حیرت ہو رہی ہے؟ اب تمہارے خط میں کس میں ہوں گے۔ خط پڑھ کر کچھ کہنے والی بات ہو تو  
مجھے بتانا۔“ اُس نے جلدی سے لٹاف چاڑھ کر خط نکالا۔

لکھا ہی پر نظر ڈال کر بولا۔ ”صاحب! چندن کو رحمت باب ہو گئی ہے۔ ہاپو نے لکھا ہے کہ سب  
سے پہلی خوشخبری صاحب کو دینا۔“ یہ کہہ کر چکا چوکا کہ جسم جیسے ساکت ہو گیا۔ اُس کا ذہن اچانک اپنی  
بڑی خوشخبری کے لئے تیار نہیں تھا۔ دونوں کی آنکھیں کھلیں۔ سو پر کے چہرے پر روشنی دیکھ کر اُس  
کی آنکھیں بھیک گئیں۔ دوسرے کے ٹکڑے سے خوش ہونے والے اس ٹیک انسان کی ذرا کو اس  
لئے اب تک کیسا دکھ دیا ہے؟

مہتا نے نظر ہٹا لی اور میز پر رکھی کھٹی بجائی۔ میٹ دوڑتا ہوا آیا۔ اُسے جیب سے دس دس کے  
بٹ نکال کر دیتے ہوئے کہا۔ ”جاؤ! بڑے لے آؤ۔ ساری قتل میں تقسیم کرو! چکا کی پیروی رحمت  
باب ہو گئی ہے۔ اس خوشی میں۔“

کے بعد پولیس چیف پورن نگھنے سیٹ پر بیٹھے سے پہلے ستر نظروں سے چکا کو دیکھا جیسے کہ باہر  
گرا اس انتظار میں بیٹھے رہتا کہ تھمارے لئے جیل کا دروازہ کھلے گا۔ میں ایسا موقع آنے ہی نہیں  
ڈول گا۔

کار کو آڑا لی ہوئی چلتی گئی اور جیل کا آئینی دروازہ بند ہو گیا.....!

بھت بھرت گیا اور دوسرا نصف ماہ بھی گزرنے لگا مگر دروازہ کھلا نظر نہیں آیا۔ بھت کی آس  
پھٹ گئی، بڑے آدمیوں کے دھمکے ہوا کے جھونکے کی طرح ہوتے ہیں جو صرف جسم چھو کر گزر  
پاتا ہے۔ مگر مہتا کا یقین پڑتا تھا۔ پولیس کو مہتا دھنٹ نے ایسے خطرناک ڈاکو کی روٹی کے سلسلے میں  
بہت اختلاف کیا تھا۔ پولیس نے کہا تھا کہ اگر باہر آکر وہ دوبارہ خون خراب کرے تو اس کی ذمہ  
داری کس کے سر ہوگی؟ بھت دھماٹے چلنے لگے۔ زکادیں پیدا ہونے لگیں۔ مسٹر مہتا پیچھے ہٹے پر  
پڑھیں تھے۔

وہ کہتے کہ تجربے کی خاطر ہی کسی انسانی ہمدردی کے ساتھ سوچا کسی کو پہل تو کرنی پڑے گی۔  
زناں کو بدلنا ہو تو اس کا راستہ بدلنا چاہئے۔ اپنی بات سمجھانے کے لئے اس کے پاس ایک  
شیڈول رکھی گئی۔

”ہم اسے رہا کیاں کر رہے ہیں؟ پہلے جیل پر رہا کر دیں گے۔ دو چار ماہ اس کی حرکات و  
ثبات اور کام پر نظر رکھیں گے۔ پھر رہا کرنے کے متعلق سوچا جاسکتا ہے۔“

اسی پانچ پر مہتا کی بھت ہوئی۔ حکمت یہ قدم اٹھانے پر تیار ہو گئی۔ بھت کو تین ماہ کے  
بہل پر چھوڑنے کی مہتا کو اجازت ملی مگر اجازت کے ساتھ ہی ایک شرط رکھی گئی۔

”بھت جیل سے واپس آئے اس کی ذمہ داری کے لئے دس ہزار روپے کی ضمانت چاہئے۔“  
”دس ہزار روپے؟“ ہندو سن کر بھت سناٹے میں آ گیا۔ ”اسنے پیسے کس کے پاس سے  
لے جائیں گے؟“

”دس ہزار روپے کس لانے کی ضرورت نہیں۔ کسی کی اگر اتنی شہیت ہے تو وہ دس ہزار کے  
تھانے پر دستخط کر دے۔“ مہتا نے سبکدیا۔ ”تمہارے پاپ کی بہت ساری زندگی پائی ہوئے۔  
کچھ دھچکا بھی چلی گئی۔“

”نہیں نہیں.....“ بھت بڑبڑاتی ہے۔ ”میں ان کی ایک پالی بھی نہیں لینا چاہتا۔  
مہتھے جیل پر رہانی نہ لے۔“

”پھر کوئی ایسا آدمی ہے جس کی ضمانت دی جاسکے؟“ مہتا اُس کی جانب دیکھا وہ بولا۔ وہ  
رہا تھا کہ اگر جیل کار کو دے تو بات نہیں رک جائے گی اور ساری سخت پرانی پھر جائے گا۔  
”ہاں صاحب! مگر ایک دوست ہے کہ تارا۔ کافی عرصے سے ملاقات نہیں ہوئی مگر میرے  
ہاں جان بھی سہا کرے۔“

”جان نہیں ضمانت چاہئے۔“ مہتا نے کسی قدر سختی سے کہا۔ ”مگر انسان کی قیمت کوڑی کے  
میں ہوتی۔“

پردہ اٹھا..... ڈرامہ شروع ہوا..... سچ پر بھت داخل ہوا تب سب لوگ سیدھے ہو کر دیکھنے  
لگے۔ بھت سامنیں کی جانب دیکھے بغیر اپنی ادکارا کی میں کم ہو گیا۔ ڈرامہ نصف پہنچا تو مہتا  
خصوصی پراس کا کیا اثر ہو رہا ہے؟ چکا نے چکا کا لاج نہیں روک سکا۔ اُس کی نظر کوئی ہوئی ایک  
فصیح پر جم گئی۔ وہ چہرے کے سچ اور سامنیں کو بھول گیا۔ اُس کی آنکھوں میں سرخی آ بھر آئی۔  
”کون..... پورن نگھ؟ مجھے گرفتار کرنے والا پورن نگھ؟“ وہ کون اور دل میں جنگ ہونے لگی۔ اگر  
کادل چاہر تھا کہ اگر اس کے بس میں ہو تو پورن نگھ کا گلا دبا دے۔ اس بکر میں وہ ایک  
ڈانٹا لگ بھول گیا۔ اُس کے چہرے پر بدلتے ہوئے تاثرات دیکھ کر مہتا جو کچھ بھت کا دھیان  
اپنی طرف کرنے کی خاطر انہوں نے ہاتھ میں تھا ہوا خالی گھاس بچے کر لیا۔ پیش روئے کی آواز  
کے ساتھ سب کا دھیان اس جانب ہو گیا۔

مہتا اس طرح سچ کی جانب دیکھ رہے تھے جیسے کچھ نہ ہوا ہو۔ چکا نے مہتا کی نظر میں اس  
اُس کے ذہن میں مہتا کا بدلہ کھایا۔ ”بھت بننے کے لئے انسان کو خود اپنے آپ سے لڑنا پڑتا ہے۔“  
پھر شاید وہ مہتا کی نظروں کا ہی کر شہ تھا کہ چکا وہ پورن نگھ کی موجودگی بھول گیا۔ وہ پھر ادکارا  
میں جھو گیا.....!

”بھت! اگر تمہیں جیل سے رہا کر دیا جائے تو تم کیا کرو گے؟“

بھت یہ جملہ سن کر سناٹے میں آ گیا۔ اُسے امید نہیں تھی کہ بھت کے وزیر اعلیٰ اس سے ایسا  
سوال کریں گے۔ وزیر اعلیٰ کے پیچھے فیروز پھر کا پولیس چیف پورن نگھ کا ہوا تھا۔ وزیر اعلیٰ کے  
الفاظ نے اُسے بھی چکا دیا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا جس نے جان خطرے میں ڈال کر گرفتار کیا تھا  
اُسے وزیر اعلیٰ رہا کرنے کی بات کر رہے ہیں یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ ایک بار بھت نے غصہ بک نظروں  
سے پورن نگھ کی طرف دیکھا۔ جواب دینے میں وہ ہوئی تو مہتا نے غصہ سے اُس کا سر تھپکا۔  
”صاحب جو پھر رہے ہیں اس کا جواب دو چکا!“

بھت نے اپنے ذہن میں گردش کرتے ہوئے خیالات کو جھلک کر جو کچھ سمجھ میں آیا کہہ دیا۔  
”صاحب! باہر جا کر میں بھی باڑی کروں گا۔“

چکا کا جواب سن کر وزیر اعلیٰ بھی سن کر بھٹس ہوئے۔

”صاحب! جس طرح آپ نہیں گئے یہ کرے گا۔“ مہتا نے عاجزی سے کہا۔ جیل کے  
دروازے تک وزیر اعلیٰ بھت کے شانے پر ہاتھ رکھ کر چلے رہے۔ سب کی آنکھیں یہ منظر دیکھ  
بھل گئیں۔ دروازے پر بھت ڈک گیا۔ اُس کی عہد پانچم ہوئی تھی۔ وزیر اعلیٰ کے کار میں بیٹے

”مگر ان کی انگلیں انھوں نے بہت کچھ نہ دیا تھا۔“ میں جھپٹ نہیں، تمہارے اندر موجود انعام کو نصیحت کرنے آئے ہوں چکا! اب ہم کی بارجیت تمہارے ہاتھ میں ہے۔“

جیت کے دل میں محبت کا طوفان اٹھنے لگا اور جیت دن سو گئے مہتاب کے پاؤں چھونے کے لئے جھک گیا۔ گھوڑی اس کی نیکی انگلیں نہ دیکھ لے اس خیال سے وہ چنن کو اور دست پال کو لے کر چل دی سے آگے بڑھا گیا۔ مہتاب ان تینوں کو جانے دیکھنے لگا۔ ماں اور باپ کے درمیان دونوں کی آنکھیں تمام کر چلے ہوئے چھوٹے سے ست پال کو دیکھ کر انہوں نے دل ہی دل میں دعا مانگی کہ یہ انیس سال کا مردانہ چالی سے چلنے کی ابتدا کر رہا ہے۔ بھگوان اتم اس کا ہاتھ تمام لیا۔ اور جیت کی زندگی کا انتحان شروع ہو گیا۔

فیروز پور پھیل سے نکل کر راستہ عبور کرتے ہی سائے زمیندار کرنل سنگھ کا ہاتھ چھو گیا۔ وہاں جیت کو مہتاب نے ملازمت دلا دی تھی۔ باغ کے درختوں کو پانی پلانا، سبزی توڑنا، صبح بازار میں غلام کے لئے جانا اور زمیندار کا چھوٹا مرنہ کام کرنا۔ بدلے میں میں روپے ماہانہ تنخواہ دینے کے لئے تنگ کھڑی اور دو وقت کا کھانا۔ یہی انعام تھا۔ چھوٹی سزا دل میں مہتاب نے لگی بار وہاں کام نلا تھا۔ چھوڑنے کے بعد چکا ان کی نظروں سے دور رہے یہ مہتاب نہیں چاہتے تھے۔ وہ چاہتے تو کچھ کو اپنے گھر آ کر اسے سیکھتے تھے مگر وہ ب کو یہ دکھا دیا چاہتے تھے کہ ایک وقت کا یہ فخر ناک ذاکومت مزدوری کر کے سناج میں مدغم ہو جانے کے لائق ہے۔ یہ چنن بانی صورت حال بننے کو دیکھتا ہے اور لالچ سے گھر لے سکتا ہے۔

یہ بتانے کے لئے کہ اس کی ملازمت ملے ہو گئی ہے۔ مہتاب نے چکا کو بلایا۔  
”دیکھو چکا! اب ہر کی دنیا میں قدم قدم پر تم سے نا انصافیاں ہوں گی۔ میں تو بہن برداشت کرنا چاہتی تھی۔ مگر اس سے تم گھبرا نہ جانا۔ مزاج کو قابو میں رکھنا۔ تمہیں ابھی کچھ غلط کام ملے بغیر خود راستہ کر کے آگے بڑھنا ہے۔“ پھر عرض کیا۔ ”مجھے تم پر پورا اعتماد ہے۔ تمہیں اپنی ذات پر اعتماد ہے یا نہیں؟“

جیت ذرا سا سرگیا۔ ”ساحب! کہتے سے نہ ہو عمل کر کے بتاؤں گا۔“

اس کا یہ جواب مہتاب کے دل کا بوجھ بکا کر گیا۔  
جیت نے جاتے ہی کام کا بوجھ اٹھایا۔ زمیندار کرنل سنگھ نے سوچ سمجھ کر اُسے رکھا تھا اور اُسے امید کی کہ وہ چکا جیسے طاقتور شخص سے دو آدمیوں کا کام لے سکے گا۔ پھر بار بار غریبے کے کاہکے چکا کو کھیرے ہاں ملازمت کرتا ہے۔ پھر اُس کی موجودگی میں باغ سے کوئی چوری نہیں کر سکتا۔  
زمیندار کی زندگی کچھ براسرار تھی۔ وہ کچھ نیکین مزاج تھا۔ اس لئے اُس نے باغ میں ایک پھول کی علامت بنوائی تھی جس میں دو اکیلا رہتا تھا۔ دریاں میں ایک آدھ دن کا پھول بھی ہو جاتا۔ پھر دو تین دن بعد دن ڈوبنے کے بعد کوئی عورت آتی اور دن طلوع ہونے سے پہلے چلی جاتی۔ وہی چہرہ دن میں باغ مختلف عورتیں زمیندار کے ہاں آتی دکھائی دیں۔ یہ آدھ دن کا پھول جیسا ہے۔ چنن کو فوراً ہی خوشیار ہو گئی۔ اُس نے یہ بات مذاق کے ڈھنگ میں چکا سے بھی کہہ دی۔  
پھر یہ نصیب میں ایک ہے وہ بھی نہ ہونے کے برابر۔“ پھر آدھ بھر کر بولی۔ ”مناؤ! ہم نے اسے

”صاحب! جان دیجئے والا سب کچھ دے سکتا ہے۔ سال بھر پہلے اُس کا باپ مر گیا ہے۔ تمام زمین و جائیداد کا وہ مالک ہے۔“ جیت نے اُس کی بھائی کو مہتاب نے کاٹھ اور قلم اُس کے سامنے رکھے۔

”بھرو! میں جس طرح کہتا ہوں اسی طرح اُسے خاکسوار ساتھ ہی خط میں مٹاتے کہاں اور کس طرح دینی ہے یہ بھی مشورہ دلاؤ گا۔ بھگوان کا نام لے کر گھوڑے“

بھگوان نے بھی اُسے امتحان میں ڈالنے کے لئے مٹاتے کا انتظام کر دیا۔ جوتے دن جہاز آیا تو جیت بہت خوش ہوا۔ ”صاحب! میں نہ دیکھتا تھا کہ وہ میرے لئے سب کچھ کرنے کو تیار جائے گا؟“

فیروز پور پھیل کے چہروں میں زندگی آ گئی۔ لگ بھگ یہ پہلی جیل تھی اور چکا بندوستان کا وہ پہلا قیدی تھا جسے جیل پرول پر چھوڑنے کا تجربہ ہونے والا تھا۔ لوگوں کی ہمت افزائی نے جیت کا دل سر سے بھر دیا۔ اُس نے گھر کھلے گا، تین ماہ کے لئے جیل والے جیل پرول پر چھوڑنے والے ہیں چنن کو کہ چل دی بھگوان اور پھر دو دن آ گیا۔

چنن کو ساڑھے چار سال کے بعد ست پال کی اگلی خانے سو پر مہتاب کے آفس میں کمر ہوا تھی۔ ایک سب اُس نے لگی بار مہتاب سے پوچھا تھا۔

”سچ کچھ اُن کو تین ماہ کے لئے نہ کر دوں گے؟ انہیں جہاں جانا ہوگا جاکیں گے؟“  
”چنن! بہن! ابھی نہیں یقین نہیں آ رہا۔ ابھی جیت آتا ہے اور میں اُسے تمہارے حوالے ہوں۔ تین ماہ کے لئے نہیں اُسے بھجنا ہے۔ تم لوگ اس شخص میں جہاں جانا چاہو جاکے ہو۔“  
دو شام کو جیل میں حاضری لی گئی۔ ویسے میں نے جیل کے سامنے دیکھے کا انتظام کیا ہے۔  
لے کر رہے نہیں گئے۔“

اسی لئے جیت آ گیا۔ اُس نے ایک نظر چنن کو پر ڈال کر ست پال کو دیکھا۔ جیسے کوئی کدو بے قابو ہو گیا۔ اُس نے ست پال کو اپنے قریب نہیں کر لیا۔ پہلے بیٹے سے لگا، پھر بڑا کر لیا۔  
”اب تمہارا دادا کی چیڑھی میں ہے۔“ یہ کہہ کر ست پال نے منہ پھیر لیا۔ چنن کو اور مہتاب نے دیکھے۔ پھر چنن کو کہی انھوں میں سرت سے اُٹھو آ گئے۔

”چلو جیت! میں تمہیں دروازے تک چھڑ داتا ہوں۔“ یہ کہتے ہوئے مہتاب کمرے ہو گئے دروازے کی جانب اٹھنے والا ایک قیدی دل کی دھڑکنوں سے ہم آہنگ ہو رہا تھا۔ رات نے ملنے والے قیدی اُسے دوا کر رہے تھے۔ کئی انگلیں اُس کی جھری نظروں سے اُسے دیکھ رہی تھیں ایک دن اپنی بھی باری آئے گی ہر دل میں جی آرزو تھی۔ ان کی اندھیری زندگی میں ایک چکا، بھڑکی جی جیل کا دروازہ کھلا، تناؤ ہوا کا ایک بھونکا اندر آ گیا۔ جیت نے گہری سانس لی تو ایک عجیب سا احساس ہوا۔ ایک قدم دروازے سے باہر نکال کر اُس نے مہتاب کی جانب دیکھا۔

”چکا! یہ رہائی کی ابتداء ہے۔“ مہتاب نے اُس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر دیکھا پھر سے لکھنے لگا۔  
ان کی آواز زندگی ہو گئی۔ ”اب ہر قدم سنبھل کر اٹھنا ہے۔ مجھے اس سے زیادہ کچھ نہیں کہنا

گئی۔ دیمیدار نے اسے قریب کھینچ لیا۔

"اسے پیاری؟ خرم کسی؟ یہ تو اپنا ملازم ہے۔" مہرناز عجب ڈالے کے لئے جیب سے پانچ کا نوٹ نکال کر جگت کی طرف پھینکا۔ "یاد آ کر اب کی بوتل لے آؤ۔"

جگت کی سانس رکی گئی۔ تختے چولے گئے۔ اس نے ایک نظر نیچے پڑے ہوئے نوٹ پر ڈالی اور پھر دیمیدار کے چہرے کو دیکھا۔ وہ آگے بڑھا اور نوٹ کے قریب ڈنگ لگا۔ جبکہ کر نوٹ اٹھا لیا، مہرناز حیاں اُڑنے لگا۔ اس نے اپنی سب سے بڑی براداشت نہیں کی تھی کہ اسے آواز سنائی دے گی۔ دیمیدار کھرا رہا تھا۔

"ایک زمانے میں یہ ایک خطرناک ڈاکو تھا۔ اب بے چارہ میں دوسرے میں غلامی کر رہا ہے۔" بے چارہ اور غلامی ان دو الفاظ نے اس کے ذہن میں شعلے بھڑکا دیئے۔ آخری چار سترے حیاں ایک ہاتھ کو دکر وہ آگے بڑھا۔ سب پال کو کھلائی ہوئی چندن اس کا غضب ناک چہرہ دیکھ کر چوٹی مگر جگت کی طرف دیکھنے پر تیار ہو گئی۔ ایسا خفا کہ زوہب اس نے سب کی طرح نہیں دیکھا تھا۔ اس کے نزدیک ہر جرم کے شرکاء کی کرشمہ اب بھی نئی ہوئی تھیں۔ چہرے کی سرخی تم نہیں لگتی تھی۔ سب لوگوں کے ساتھ لے کر چندن اس کے سامنے جا کھڑی ہوئی۔

"کمال لے کر کہاں جا رہے ہو؟"

"آس بے وقف کی کوہ پڑی توڑنے۔" جگت نے دانت پیچے۔ "سالے نے دڑی کے آٹے مجھے غلام کیا۔" چندن کا دل چھینچا۔ اسے اپنی یادداشت پر بھی نظر آئی۔ کسے کرائے پر پانی بڑے والا تھا۔ اس نے خوشی کو خوشی۔

"کس کا غصہ کن کو جڑی میں آگے؟" چندن اپنی ہوتی کہنے لگی۔ "بٹلے اٹھارے چھپے کتنے باقیں نے بھیلے ہیں جگت غلامی میں کسی کو نہیں کرنے نہیں لگی تھی۔ دیمیدار کی کوہ پڑی توڑنے آجائے میرا سینہ چر کر کھو گیا تو کون کتنے زخم نظر آئے گئے۔"

"چندن! یہ دو گئے کا آدمی میری بے عزتی کرے؟" جگت نے دانت پیچے۔ "جگت ہوا کر کمال پر اس کی گرفت ڈھیلنا نہ ہوئی۔"

"دو گئے کے آدمی کے بول پر تم دوسروں کے احکام کو چاہ کر تے پرل گئے ہو۔" چندن نے دل اغوا کر لیا۔ "تم کو دیمیدار پانچ پندہ سے تو میں ملازمت کے لئے نہیں لیتی۔ ہم ہمارے ہاتھ اپنے پیروں کے چاہے ہمارا پیچہ سر دیں، ان کو کیوں نہ جائے۔"

بچنے کی بات آئی تو جگت کا حراج بدل گیا۔ قیدیوں کے کھلے ہاتھ صاحب کا احکام دکر تار کی دی اس بڑا دی حفاقت سب یاد آگئے۔ اس نے جھکے سے کمال چمک دی۔

"چندن! دیمیدار کے لئے شراب کی بوتل لینے جا رہا ہوں۔ تم میری فکر نہ کرو!"

چندن نے اطمینان کی سانس لی۔ "بھگوان! اتم نے میری لاج کھلی۔" وہ بڑبڑائی۔

جگت نظر دوسرے اور اوپر دلاؤ لے کر بیٹنے لگا کہ کسکیاں بھرتی ہوئی روئے گی۔ سب دُعا ہوا اس کو کون تلی زبان میں دلاؤ دے دے رہا تھا۔

سالوں میں کتنی راتیں ساتھ گزار دی ہیں؟ مگر کوئی رات ایسی نہیں گزری کہ جب آپ نے دیر کو پایہ نہ کیا ہو۔ کیوں، میں سچ کہہ رہی ہوں نا؟" چندن کو رحمت بھرے لہجے میں پوچھنے لگی۔ "پندرہ دن میں مجھ سے بچیں بارگاہ ہو گا کہ روڈ کی سٹاپ میں ملے گی۔ ہوا آؤں یا مجھے خاموشی سے جانے دو۔"

"چندن! اور کوئی آپ کو دیکھنے کے لئے نہ زپ رہا ہے۔ میرے لئے اس نے کیا نہیں برداشت کیا ہے سوچ کر مجھے خود پر غصہ پیچے کو دل چاہتا ہے۔" جگت کی آواز بھاری ہو گئی اور اس نے چندن کے شانے پر سر رکھ دیا۔

"تم تو جانتے ہو کہ مجھے دیر سے ملنے کبھی نہیں ہوئی۔ جس دن وہ تم کو مل جائے گی اس دن مجھے سب سے زیادہ خوشی ہوگی۔ لیکن بھاری خوشی ہی میری خوشی ہے۔ مگر..." چندن ڈنگ لگی۔ "جگت نے اس کی جان بچا دیا۔"

"مگر کیا چندن!..." کوئی ایسی بات ہے جو مجھ سے چھپا جا سکتی ہو؟"

"تم سے چھپا کر ایک بار چھتا بھی ہوں۔ مجھے تو صرف اتنا کہنا ہے کہ اب بھگوان پر مہرور رکھو! اتم ہمارا نام اخبار میں شائع ہوتا ہے۔ دیر واپس آکر سٹاپ کرتی ہوئی آئے گی۔ اطمینان رکھو! جگت کو چندن کی یہ بات سچ نظر آئی۔ دیر واپس سے کیوں ڈور ہے؟ کس اس کا پیار فرست میں بدل گیا ہے یا پھر کسی بھاری سے اسے روکے رکھا ہے؟" جگت کو سوچ میں گم کر دیکھ کر چندن نے اپنے دونوں بازوؤں میں اس کا جسم کھینچ لیا۔

"نی الحال تو میں ہوا کہ تم میری قیاس ہو۔ کہیں جانے نہیں ڈوں گی۔"

"تمیں نہیں، دھاتی پاؤ چندن!" اس نے آگ بھڑک کر چندن کو سینے سے لگا لیا۔ باج پائل گرنے رہے تھے اور کئی چکر دھکی۔ برسات دھرتی کی گود میں جا بنانے کے لئے زپ رہی گی۔

روز شام کو جگت جیل میں حاضری لگوانے جا تا۔ ڈرائے کی ریمپر ل کر تا، سب سے مٹا، پھر مگر واپس آ جاتا۔ جیل کے دروازے پر بیٹھے ہوئے چکر دیا جاتے ہوئے اس کے ہاتھ میں پانچ دن کی غلا رکھتے۔ ہر غلا میں قیدی ایک ایک باگ لٹائے لیتے تھے۔ سبیل کر رہتا! تمہارے قدموں پر جل کر کبھی نہیں بھی سینے دو سینے ہو کر کراؤں کا چہرہ دیکھنے کو لے گا، ہم ایسی آس میں دل بہلا رہے ہیں۔ جیل والوں کی خاطر نہیں، بلکہ ہمارے لئے تین ہوا کی خوشی سے گرا رہا دیا۔ ہر کھڑے دل کی طرح ہر پر جی جگت کے ذہن کو بیدار رکھتی۔ تمام غلا چندن کو بھافا دے ڈیے میں رکھ دیتی تھی۔ ۱۱

سوچتی کر بقیہ سے مہتا صاحب کی مہرانی ہے۔ تین بھٹے پورے ہوئے۔ چندن کو اطمینان ہوا۔ مگر ایک شام۔

"جگا! یہاں آؤ۔" غارت کی آؤ پر کی کڑی سے دیمیدار نے آواز دی۔ زمین کھو تے ہوئے جگتا نے سینے سے ڈا ہوا چہرہ اٹھایا۔

"چندن نے کہا دیمیدار صاحب بلا رہے ہیں۔ ہوا آؤ!"

چندن نے پوچھا تو جگت دیمیدار کے پاس پہنچا۔ دیمیدار کو کسی جوان عورت سے دل بھلائے دیکھ کر تار کھینچی سے کھڑا ہو گیا۔ وہ عورت جگت کے چہرے کی کٹی کٹی دیکھ کر ڈر گئی اور دیمیدار سے الگ ہ

”ماں! میرے باپ جہیں بہت پریشان کرتے ہیں۔ میں بڑا ہوا جاؤں مجھ کو کھانک کر زدوں گا۔“ چند دن کے اُس کا چہرہ دینے سے لگا اور روئی ہوئی ہوئی۔  
”نہیں بیٹا! وہ بہت اچھے آدمی ہیں۔ تم کو پیار کر رہے ہیں۔ مجرمی ایسا نہ کہنا۔“

ایک دن جیل میں حاضری کی خاطر جانے کے لئے جگت زبیردار سے اجازت لینے گیا۔  
”آج میرا بھگت تھکے در تھکے ہے۔ مجھے جلدی چاہنا ہے گا۔“  
”بھگت تھکے؟“ زبیردار نے ناراضگی سے کہا۔ ”تمہیں ڈرامے کرنے ہیں تو یہ نہیں چلے گا۔“  
زبیردار نے صاف کہہ دیا۔ ”اچھا! تم کو چاہئے کہ جاننا اور دوسری ملازمت تلاش کر لینا۔“  
جگت بڑبڑا کر چلا گیا۔

”یہاں کے تھہاری ملازمت کی ضرورت ہے؟“ وہ بڑبڑایا، بھر باہر آ کر سب سے پہلا سوال اُس کے ذہن میں یہی اٹھا کہ اب کیا کرنا چاہئے؟ ”نہیں۔۔۔ تھہا صاحب سے بات نہیں کرتی۔ دوسری ملازمت کہاں تلاش کروں؟ کون کا کام دے گا؟ یہی خیال آیا کہ اوسری جیل چھوڑ کر جیل چلا جائے۔ کون ہی سمجھتا ہے؟“  
”کراس طرح پراپرٹ کر لے تو چکا کیسا؟ بھگت تھکے سے جوش ہے وہ بھگت تھکے کی اداسی کرنے جیل میں داخل ہوا۔ ڈرامے کے ہر کھیل کے وقت سو پرہتا سانج کے مختلف جیلوں کے لوگوں، ڈاکٹروں، وکیلوں، انجینئروں اور اساتذہ وغیرہ کو بلائے۔ سانج اور جیل کے درمیان فاصلہ کم کرنے کے لئے ان کی جدوجہد کا دونوں جیلوں نے استقبال کیا۔ قیدیوں کے دل سے سانج کی نفرت کم ہونے لگی اور اچھے آدمی قیدیوں کی زندگی میں دلچسپی لینے لگے۔ جیل میں آنے والا شخص باہر کراسا اچھا آدمی سے محنت مزدوری کرنا چاہتا ہے تو اسے سونے بہت کم ملے گا۔ اس پر اصرار کرنے کے لئے بہت کم لوگ تیار ہوتے ہیں۔ نتیجے میں وہ مجرم جیل کی طرف بھٹکے اور مجرمزادیں جنم لے جاتا ہے۔ ڈرامہ دیکھنے کے لئے آنے والے لوگوں کو بہت خاص شواہش ملے گا۔“  
”قیدی باہر آئیں تو ان کا ہاتھ قہرا آپ کا فرش ہے۔ اس کے باوجود بہت سی اس جدوجہد سے جیل کے تمام فرش نہیں جھٹکتے۔“

وہ کہتے۔ ”قیدیوں کو جیل میں بیٹھ کر ان سے سزا کا خوف ان کے دلوں میں کیے رہے گا اس سے گناہ اور بھیس کے اور جنسیں بھرتی جائیں گی۔“

○

وہ ملازمت کھو بیٹھا ہے اس کے متعلق جگت نے بہت کچھ نہیں بتایا۔ ڈرامہ ختم ہونے کے بعد قیدیوں سے ملاقات کر کے وہ کھر جانے لگا۔ اُسے کل کی ٹھنڈی۔ اُسے چند اور دست پال کی گم تھی۔ بہت سے موسم میں سونے کے لئے کسی جہت کا سامیہ ضروری تھا۔  
جنگہ دروازے سے باہر نکلا تو اسی لئے آواز سنائی دی۔ ”جنگہ؟“ وہ چونکا۔ ڈرامہ دیکھ آیا ہوا ایک انجینئر آئے اور دروازے سے باہر نکلا۔ ”تمہیں کہاں جانا ہے؟ تم کو کچھ چھوڑا آؤں گا۔“ یہ کہہ کر اُس نے کار کا دروازہ کھول دیا۔

”تمہیں صاحب! تم کو سامنے رہتا ہوں۔“ جگت نے اٹھنے کے اشارے سے بتایا۔ مگر انجینئر کار اوپر دوڑا تھا۔

”میرے کھر چلا بہت دنوں سے میرے بیوی کے بند کر رہے ہیں کہ جنگہ کو ایک بار کھر لے آؤ گا۔ بھگت سانج میں ڈوب گیا۔ پھر یاد آیا کہ اسے ملازمت اور کھر دونوں تلاش کرنے ہیں۔“  
”صاحب! آج میں جیل میں کھوں گا۔ مجھے کچھ کام ہے۔“  
”اچھی بات ہے، مجرم کھر آؤ آؤ۔“ مگر انجینئر نے اپنا کار دیا۔ ”میرا پتہ اس میں ہے۔“  
وہ پھر ساتھ لکھنا کھانکے گئے۔

کار چلی گئی۔ جگت نے سوچا کہ بھاڑ کاڑھنگل بند کا یہ بڑا انجینئر اُسے ضرور کام دلا دے گا۔ مدت سے اس کی انجمنیں ڈور کر رہی ہیں۔ چند دن کی یہ بات جگت کی۔ ”ایمان! تم کھر تو بھگوان ضرور کام اور اسے نکال دے گا۔“ سانج وہ کھر کی تلاش میں گاؤں گیا۔ ایک چالی میں اُسے اندھیری کوئی کمرے کی لکڑی تھی۔ وہ ایک ڈور دروازہ گاؤں سے آیا ہے اور وہاں کے لئے کوئی چاہئے۔ جگت کو بھانڈ کرنا اُسے خوف تھا کہ اگر اس نے اہمیت بتادی تو شاید اُسے کوئی کمرہ بھی نہ دے گا۔ مگر اب مالک مکان نے ایک سینے کا کھنگل کر پانچ روپے مالک کو جگت کا ہاتھ جیب میں جا کر باہر آ پان آئیں کی جیب میں صرف چند آنے تھے۔ لاکھوں روپے کا ڈاکو ڈالنے والے کے پاس پانچ روپے کی جیب نہیں تھی۔

”بھترے۔۔۔ میں شام کو کھنگل کر تم سے دوں گا اور کل صبح سے ہم رہنے آ جائیں گے۔“  
وہ دوپہر انجینئر کے پاس گیا تو اُسے اندازہ ہی نہیں تھا کہ اس کا اتنا شہر امتثال ہوگا۔ ”جنگہ، جنگہ! جگت نے۔“ کھر کوئی اٹھا۔ کھر اور چڑس کے بیٹے اُسے ڈور سے دیکھنے لگے۔ جگت نے اُسے اشارے سے قریب بلایا تو وہ اور جگت بہت کچھ ڈاکو سے ڈور رہے ہوں۔ جگت اُس دیا۔ ”اُسے لڑکوں کا کھر لٹانے کی تو خدشہ کر رہے تھے۔ اب آگے تو ڈور کیوں کھرے ہو؟“ انجینئر نے بچوں کو کھیت سے ڈانٹا۔

”صاحب! یہ مجھ سے ڈور رہے ہیں۔“ جگت نے اُس کہہ۔ ”یہ ان کا قصور نہیں، ڈاکو تھا تو ہاتھ مڑ دیر ان میں کر لڑا جاتے تھے۔“

آہستہ آہستہ کھر کی صورت میں لگنے سب کی نظروں میں جھٹک رہا تھا۔ جیل اور ڈاکو اسے ات شروع ہوئی۔ جنگہ اپنے بڑا بڑا پروردہ اپنے بائیں سار بار تھا۔ درمیان میں قی اسے واہ! کہہ اُٹھی تھیں۔ دیو کی بات آئی تو سب غور سے سننے لگے۔ درمیان میں انجینئر بپ کی بیوی کو پوچھ گئی۔

”جگت نے آہ بھری۔ اُس کے چہرے پر ڈکھ دیکھ کر سب ستانے لگے اور انہوں نے سوچا سال نہ ہی پوچھتے تو بھتر تھا۔“  
”دیو کہاں ہوگی؟ تو یہیں بھی نہیں جاتا۔“

”تم ان سے بائیں کرتی ہو کہ تو یہ لکھنا کھ کھائیں گے؟“ انجینئر صاحب نے کہا۔  
خبر کی پانچ سالوں میں ایسا کھانا کھانا تو ڈور کی بات ہے دیکھنے کو بھی نہ ملا تھا۔ جگت کو کھر آؤ

انجیسر رانے نے جنت کو اسی روپے کی تین سو روپے ملازمت دلا دی۔ نیرود پوری حد سے مزدور ہوئی، بیکار انجیسر کی سرت ہو رہی تھی۔ ہر روز صبح چائے پی کر سڑک پر جا جاتا تھا۔ وہ خود گھسنے تک کام کرتا اور شام کو سڑک پر واپس ہوتا۔ یہ کام جنت کو پور کر دینا تھا مگر اس کے علاوہ کوئی اور راستہ بھی نہ تھا۔ وہ یہ سوچ کر دل بہلاتا کہ کسی طرح کچھ سے دو ماہ گزارے ہیں۔ سڑک پر جاتے وقت اسے گھڑا یاد آ جاتا۔ راتوں کے خیر یا خیر سمجھ سکتا۔ شام کو لوٹتے وقت جلانے کے لئے لکڑی مانگیں گئے۔ پیچھے باغہ کر لائے میں اسے جگہ مخصوص ہوئی۔ وہ درجائیک بننے کے لئے آ رہی کو کیا کیا روایت کرتا رہتا ہے؟ لکڑی کو کاٹکھا شانے پر اٹھائے جنت کو کھڑی میں داخل ہوا۔ مگر اندر داخل ہوتے ہی وہ چونک پڑا۔ شانے سے کھٹکھٹانے لگا۔

”اچھا۔۔۔“ وہ بڑبڑایا۔ سونے کچھ نے بیٹے کو دیکھا اور اسے شانے پر سے پال کو اتار دیا۔ ست پال دوڑ کر غمت سے لپٹ گیا۔ سونے کچھ نے بیٹے کا چہرہ دیکھا کہ جگہ جگہ اسی طرح دوڑ کر ان سے لپٹ جائے۔

”کب آئے پاؤ؟“ جگمگے پاؤں چمک کر پوچھا۔  
چند نگر نگر کی کھنکھارے اٹھ کر اٹھ لے جاتے ہوئے بولی۔ ”دوپہر سے آئے ہیں۔ ست پال  
سے بغیر دل نہیں لگ رہا تھا اس لئے اسے کھلانے آئے ہیں۔“

”ارز و ہاکی چلا جاؤں گا۔“ سوئے کچھ نہ بغیر پوچھے بتایا۔ ”تمہاری ماں کی طبیعت ٹھیک نہیں رہتی۔ اس کے علاوہ کبھی کا کام بھی چھوڑ کر آیا ہوں۔“ باپ بیٹا اٹھنوں کی طرح باہیں نکلے تھے۔ دونوں کے دل میں چرچاؤ دونوں ہی کے دلوں میں ثابت تھے جس بار بار بھی مگر دونوں ہی باہر ایک دوسرے سے کچھ کہنے سے نظر اڑے تھے۔ ”تمہاری ماں نے مجھے زبردستی بھیجی ہے۔“

”کیونکہ کچھ نہ کیا۔“ کہنے لگی بیٹی کی خبر نے آؤ کہہ دس کمال میں ہے؟“

”جیت جانتا رہا۔ نہ تو جانتا تھا کہ پوچھ لے کہ اس کو کاسٹ لانا تھا۔ مگر اس کی بجائے کچھ دیر بے درد ہو گیا۔“ خیریت تو خوط سے کبھی معلوم کی جاسکتی تھی۔ ”بہتر مزہ ہو گا۔“ بیوہ سے سب کچھ جان لیا

”ہاں! جو تکس کا بدو بھی جان گیا ہو۔“ سونہن سگھلے زہب سے سو کے ٹوٹ نکالے۔ جگت! دو کا کا خرچ لایا ہوں۔ یہ آٹھ سو روپے ہیں۔ بڑے پیسے ساتھ آرام سے رہو! مردوری کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔“ اُن کی آواز نہ گھڑی۔ جگت بھی ٹوٹوں کی طرف اور بھی پاپ کی طرف دھک دے دیکھا تو چن کر اسے کونے سے سجایا اُس سے کہا تھا کہ تنخواہ میں سے پانچ روپے آؤ گھر میں صرف ایک دو کارنٹن موجود ہے۔ پھر بھی جگت پاپ کے سامنے آٹھ آٹھ نہ بڑھا سکے۔ حاکم کو وہ جی ب گھر آیا تھا۔

”یا چاہو اس کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ دونوں کر مجھ سے بغیر ہوں گے۔“ سخت زور دے کر وہ فیصلہ کرنا چاہا۔

کیا۔ چندن اور ست پال زدگی ہو سکی کھا کر پیت بھر رہے ہوں گے اس خیال سے وہ دل بھر کر کھانا  
 سکا۔ وہ درمیان میں ملازمت کی بات کرنا چاہتا تھا مگر وہ لوگ جن میں مزاح اس کا استعمال کر رہے  
 تھے ان سے ملازمت کی بات کی تو وہ کیا محسوس کریں گے؟ چگانے سوچا کر جاتے وقت انجینئر  
 صاحب سے آہستگی سے کہہ ڈوں گا کہ سوچ کر وہ چپ ہو رہا۔ مگر وہ کار میں سوار ہو گیا اور ڈرائیور  
 کا رستہ رستہ کر دی اس وقت تک وہ ملازمت کے بارے میں سوچ نہ کر سکا۔ کچھ گھر آئے تو پھر ڈرائیور  
 تھا۔ ملازمت کرنے کی بات وہ پڑائی سے زبانی نہیں آتا۔ اس لئے غیر تو اس کی کوئی فوج نہیں دیتی۔  
 ملازمت سے علیحدہ ہوتے وقت زمیندار نے نہیں میں سے ان نقد دے اور باقی بچر لے  
 جانے کو کہا جب بچت کو کھسکا آگیا۔ سخت نقد اور حدودی اودھار۔ زمیندار کا کرگیاں تمام کارم  
 کو لے کر کھڑے وصول کرنے کی خواہش ہوئی۔ وہ براہِ مکرر کہتی ہوئی چندن سے ہوا۔ ”تم جادو میں  
 ابھی آ جاؤ ہو۔“ مگر چندن وہاں سے نہیں آئی۔ اس نے جوت کے کان میں گھر گئی کی۔  
 ”جس میں کھسکے والے کے لیے ایسا کر رہا ہے۔ تم باہر آ جاؤ کہ کو ایک بات بتاؤں گی۔“ اس کا  
 نوٹ جب سب میں گرا زمیندار کو برا لگا کہ باہر آ جاؤ۔ چندن کو ڈانٹنا چاہتا تھا، بات بات میں  
 مداخلت کرتے تھے بد دل بنا دئی مگر چندن کو یہ ایسا موقع نہیں دیا۔

”میں تم سے ایک بات کہنا بھول آئی تھی۔ دودن پہلے پولیس جیپ یہاں آئی تھی۔ خانی لہاس والا کوئی آدمی زمیندار سے گھنٹے بھر تک باتیں کرتا رہا پھر جاتے وقت زمیندار سے کہا تھا کہ اگلے شخص کے آؤ اور دے گا۔ تم لوگوں کا ہی نقصان ہوگا۔ ہم اُسے گرفت میں لینے کی کوشش کر رہے ہیں۔ تم ساتھ دو تو کام چل رہی ہوگا۔“

”ہاں، یہ بات اب مجھ میں آ رہی ہے۔“

”یہ بات ہے۔“ جنت نے دانت ہے۔ ”پولیس ہائی دسویں بھولنا میں جا چکی۔“  
 ”حکومت کو معاف کر دے یہ پولیس کو پسند نہیں ہے۔“ چندن بولی۔  
 ”جنت نے بھی ایک بار چندن سے ایسا اشارہ کیا تھا۔“ تم جذبات میں آ کر کچھ کر بیٹھو دو لکھ اس بات کا نشانہ کر رہے ہیں۔“

”مہتا صاحب نے مجھے اتنے مشکل امتحان میں ڈال دیا ہے۔“ چٹا بڑبڑایا۔ اُسے دس روپے کا نوٹ زمیندار کے منہ پر پھینک مارنے کا خیال آیا، مگر پھر یاد آیا کہ کتنی کٹھنری کرنا ہے پر لینے کے لئے باج روپے ایٹھ دانس دینے ہیں۔

”چلو چرن! اب ہم ایک لمحہ یہاں نہیں رہ سکتے۔ پانی دس روپے کی سود کے ساتھ وصول کروں گا۔“ سود کے ساتھ وصول کرنے والی بات چرن کو کھنکھائی مگر اس نے معاملہ تحکیم کرنا تھا اس لئے کچھ نہ بولی۔

”اب کیا کر رہی ہے؟“

”اس کا جواب کل صبح ڈول گا۔“ یہ کہہ کر جگت پھر سوچ میں ڈوب گیا۔

○

دورات جگت نے بڑی بے چینی میں گزاری۔ صبح تک اسے فیصلہ کر لینا چاہئے تھا۔ جیل میں دھن جانا یا چالی کے کرائے داروں سے کہہ دینا کہ ہم نہیں رہیں گے۔ تم کو اگر ڈر لگتا ہے تو تم لوگ چلے جاؤ اور دیکھنا ہوں لوں مجھے کتنا ہے۔ مجھے سیدھی طرح جینے دو دو۔۔۔ ورنہ کیا۔۔۔؟ جگت کے دل نے آواز دی۔ سوال پوچھا گیا۔ جو سامنا کرے گا اس کا نگاہا ڈاؤں گا۔ ابھی کھائیں میں اتنی لات ہے، میں بغیر اسطرح کے بھی دو چار لاشیں کر ڈاؤں گا۔

”لاشیں کر کر کیا کرے گا؟ کہاں جاؤ گے؟“

”بدلوں گا۔ جیسا تھا وہاں ہو جاؤں گا۔“

”بدلوں گا۔ جیسا کہوں ہے جس سے تم بدلو لو گے؟“

”سناج سے بدلوں گا جو مجھے جین سے جینے نہیں دیتا۔ یہ مٹلی دنیا میری دشمن ہے۔ مرے قاتل کی تک بھی رو جین سے نہیں جینے ڈاؤں گا۔“

”پھر دوست کی حفاظت، سہارا کا اعتماد؟ اور چندن کو کی حقوق کا کیا ہے گا؟“ اس کا جواب جیل میں لگا دو روز مٹا بیٹا کر کھڑا ہو گیا۔ پھر کئی کئی دنوں سے سنانا بھلے کو دیکھنے لگا۔ وہ اپنے ماضی کی ڈواہ بوجھا تھا جسے سب بھول چکی کی بات ہو۔ ایسا محسوس ہو رہا تھا جسے تم ہونے والے دن پھر نظر نہ آئے ہیں۔ جدا ہونے والے سامنے پار آئے۔ پھر کسی دوست یا دشمن کے زندگی کسی جھگڑی سے نہ سوچا۔ بچن اور اچلا کہاں ہوں گے؟ ہوشیار کیا کرتا ہو گا؟ کیا وہ لوگ مجھے بھول گئے ہوں گے؟ وہ اپنی زندگی کے تھکاوٹ میں اسے اچھے سے ہوں گے کی میری کچھ خبری نہیں لیتے؟ مگر اس کی کانٹوں کی صورت میں گئے۔ میں نے خود ان کو بھلا دیا ہے۔ جہاں ہوں گے، اپنا ماضی چھپا کر رہی ہے ہوں گے۔ بھول کر کے ان کی زندگی کا پوسن کا سایہ نہ پڑے۔ اسی سے راستے سے ایک پرہیزگار میں داخل ہوا۔ جگت نے آنکھیں پتھر کر کے دیکھا اور پچھانے کی کوشش کی۔ مگر سفید دھڑکی کے علاوہ کچھ نظر نہ آیا۔ جب اس نے آواز دی۔

”کوئی ہے؟“

”وہ شخص لڑ گیا۔“ جس ہوں۔“ جواب ملا۔ ”کوئی نے کوفری والا سر دار بھی۔“

”اوہ۔“ جگت جھینپ گیا۔ ”ست سری اکال ا۔“ کہہ کر خاموش ہو گیا۔ اس نے سوچا جس فتنے کے کرائے داروں کو اس کا پوچھنا اچھا نہیں لگتا اس کی چوکی اری کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ روائت جیس کر بڑ بڑایا۔

”کوفری خالی کرنے کی فکر میں کیوں اپنی نیند حرام کر رہا ہوں؟ ایک بار فیصلہ کر لیا کہ نہیں جانا۔ جس بات سے جی نہیں ہوئی۔ گریہ داروں کی آواز نہ تھی۔ چکاڑاؤ بھلائی دکھاؤ تو بے ڈول نہ جانا گئے۔ اگلے صبح سے سامنے آنکھیں نہیں اٹھاتے اور میری بھڑکی کو مکان خالی کرنے کے لئے پریٹان رہتے ہیں۔ بس اب اچھا یاد رکھ۔“

پیلے ہی سے ہوشیار دیا تھا۔ بحث میں نہ پڑا نہ ان کو نہ پھینکا۔ اس لئے انہوں نے جیسے جیسے بھر رکھے۔ پتے ہونے کے باوجود بہو اور بیٹا ڈکھ نہیں یہ ان کی برداشت سے باہر تھا۔ ان کو آنکھیں جھپک جھپک۔ دوسری صبح جگت کے کام پر جانے کے بعد انہوں نے پوتے کے ہاتھ میں بھاسا دیے رکھے۔

”بھئی ابھی ابھی کی طرح تم ہاتھ نہ ہانا۔“ سر کے گڑگڑاتے لپکے کو دیکھ کر چندن آبدیدہ ہو گئی۔ سوہن سٹک کہہ رہے تھے۔ ”تمہاری ساس سے جھوٹ ہو لئے کے لئے کچھ تو بھانا چاہئے۔“

اس سے کہہ ڈول گا کہ پیسے دے آج ہوں۔“

چندن لنگار نہ کر سکی اور اس نے آنکھیں سٹک کر کے پیسے لئے۔ ”بھگوان کرے وہ پوچھ کر نہ کرے ورنہ مجھے بھی جھوٹ پلانا پڑے گا۔“ سوہن سٹک پال کے سر پر ہاتھ پھیر کر نکل گئے۔ ”بھگوان! ان کی حفاظت کرنا۔“ سوہن سٹک نے دعا دی۔

○

بھٹکل چندہ دن گزرے ہوں گے کہ اچانک ایک مصیبت کھڑی ہو گئی۔ آس پاس کے رہنے والوں کو پتہ چل گیا کہ میں کرائے دار اپنے وقت کا خطرہ ڈاکو سے جو بڑا دل پر چھوٹ کر آیا ہے۔ ڈر کے مارے وہ کھر میں رہنے لگے۔ چالی میں سونے والے اندر سونے لگے۔ چندن کو رہنا ہوا تو جوش آکر اسے کہیں۔

”بہن! آخر لوگ مکان میں چھوڑ سکتے؟ ہم رات کو کوئی سکتے۔ کیونکہ اصحاب پر جہاد ہے شہر کا خوف مسلط رہا ہے۔“

چندن گڑگڑائی۔ ”اب صرف ڈر ہے وہ کیا ہے۔ میں اپنے بچے کی قسم کھا کر کہتی ہوں کہ لوگوں کو تم سے کوئی تکلیف نہ ہوگی۔“ پھر مطلق صاف کر کے کہی۔ ”وہ ڈاکو تھے مگر انہوں نے غزو کے علاوہ کسی بھی کو نقصان نہیں پہنچایا۔“ مگر یہ بات کسی کے دل میں نہ اُتری۔ جب چندن کو راکار گھبرانے لگا۔ دندوہ کی کو پھٹنی پر بھڑک اُڑی اور نہایت جگت سے کہہ کر کہتی گئی۔

”تم اور اس کیوں رہتی ہو مجھ سے کچھ چھپا رہی ہو؟“ جگت نے کئی بار اس پر پوچھا۔ آخر چندن اس کا سوال برداشت نہ کر سکی۔ ”وہ رو دی۔“ تم سے کہتے ہوئے زبان نہیں کھلی۔

”چندن! جو کچھ ہے بتاؤ۔ میں تمہاری مرضی کے بغیر کچھ نہیں کر دوں گا۔“

چندن اسے دیکھتی رہی۔ جگت کے لپکے میں اسے سچائی نظر آئی۔ اس نے دل مضبوط کر کے کہا۔ ”میں ان کے راتے دار مکان خالی کرنے کو کہہ رہے ہیں۔ ان کو تم سے ڈر لگتا ہے۔“

یہ سن کر جگت کو بڑا تعجب ہوا۔ وہ صبح سے شام تک باہر رہتا تھا۔ کسی سے نظر تک نہ ملتا تھا۔ بلا آواز سے بات نہ کرتا تھا پھر کسی لوگ اس سے ڈرتے تھے۔ ڈاکو کا ماضی پر چھائی کی طرح اس کی حق قیبت کر رہا تھا۔ سناج کیا پھر اسے ایسا رہ ڈال دینا چاہتا ہے؟ وہ سوچتا۔ اچھا آدمی بننے کے لئے مزدوری کی بے غزنی برداشت کی۔ نصف روپی پر گزارا کیا پھر میری سب لوگ اسے اچھا آدمی بننے سے روک رہے ہیں۔ وہ کسی سوچ میں ڈوب گیا۔ چندن کو نے اسے خاموش دیکھ کر سوال کیا۔

ہم؟ کیا دوسری جگہ ملتی ہے؟ تینوں چپ چاپ بیڑیاں اُترنے لگے۔ جگت نے سب کی طرف بار بار ہنگامی نظر ڈالے اور انھوں میں ڈانے والے بزدل۔ اُس نے سوچا، اگر کسی سے کچھ نہ کہنے کی چھٹیوں کو یقین دہانی نہ کرائی ہوئی تو وہ سو کو کھری سنا دیتا۔ وہ چھوٹا سا میدان عبور کر کے بڑے دروازے کے قریب رُک گیا۔ گھوم کر اُس نے کھڑکیوں اور دروازوں سے جھانکے دئے تو لوگوں کو تیز نظروں سے گھورا۔ وہ بے چارے مادے ڈر کے گھر میں چھپ گئے۔ اُن کی بات پر جگت ہنس دیا۔

”چلو! آگے بڑھو! ہوئی چھٹیوں نے آواز دی اور جگت نے قدم بڑھا دیے۔

”ارے... تم لوگ کہاں جا رہے ہو؟“ سامنے سے آنے والے سردار جی نے حیرت سے چھا۔ ”میں نے تو سنا تھا کہ تم لوگ ابھی تک نہیں رہو گے۔“ اُس کی سفید داڑھی اور آواز سے جگت اِن گیا کہ رات بے آواز دی گئی، وہی سردار جی ہیں۔

”تم تو رہنا چاہتے تھے مگر تم کو کھانا چاہا تو بس بھٹکا ہے۔ اس لئے جا رہے ہیں۔“ جگت نے نفرت لہجے میں کہا۔

چندن کو کورنگ کر کہیں جاتے وقت وہ ڈر نہ بڑے اس لئے فوراً بول پڑی۔ ”یہ ڈاکو تھے۔“

”اے آئے ہیں، لہذا بے چارے پر ڈی گھبرا رہے ہیں۔“

سردار جی کئی داڑھی پر ہاتھ بٹیرتے ہوئے بولے۔ ”اب کہاں جاؤ گے؟“

”یہ تو میں بھی پتہ نہیں ہے۔“ چندن کو کئی آواز میں ناچار ہو گئی۔

”ارے کوئی اس طرح جاتا ہے؟“ سردار جی نے محبت بھری نکی سے کہا۔ ”ان جیسا آؤ گے مکان رہتا ہو چوری وغیرہ کا ڈرو نہیں رہتا۔“ پھر وہ بلند آواز میں بولے۔ ”مکمل رات میں مکان میں دھوا تو انہوں نے اُنکی آواز دی کہ میں اپنے گھر میں آنے کے بعد چور ڈرو۔“

جگت کو فخر سا ہوا۔ یہی اس کی پوری طرح بھینک لیا۔ ”پھر کئی لوگ چھٹیوں پر آتے تھے۔“

”سردار جی! انہیں بھاری بھروری کا کٹھن ہے مگر دوسرے لوگ تھکے ہیں۔“ جگت نے حیرت سے کہا۔

”تم لوگ اس طرح کھڑے ہو کر رہو۔“ سردار جی نے کہا۔ ”اب وہاں کیا کھڑے ہو؟ اوپر آ جاؤ۔“

”اے اس بزرگ کے سفید بالوں کی عزت نہ کرو۔“

اُن کو آگے بڑھی۔ پھر جگت بھی اُس کے پیچھے چلے گا۔ جس کو کھڑکی کو پانچ منٹ قبل وہ خالی تھے اُن کو کھڑکی میں داخل ہوتے ہوئے دونوں کو عجیب سا لگ۔ سردار جی خوش ہوتے ہوئے

خیالات کو ذہن سے بھٹک کر چکا سونے کی تیار کرنے لگا۔ وہ ہراسوں کی ہوئی چھٹیوں کو چا اور دھاتا پاتا تھا کہ اُس کے جسم میں حرکت ہوئی۔ اُس کے ٹوٹے ہوئے الفاظ جگے کا لوں۔

”نہیں نہیں... وہ ایسے نہیں ہیں۔“ چندن نیند میں بڑبڑائی۔ پھر چار چھ الفاظ جگت میں آئے۔ البتہ آخری جملہ بے سنی دیا۔ ”وہ غافل ہیں۔ تم سے بڑھ کر ہیں۔“

جگت نے سر دھو اُبھری۔ نیند میں بھی وہ میری فکر کرتی ہے اس نے سوچا۔ پھر اُس کے ذہن ایک جھٹکا سا لگیں۔ پھر اسے پائل نہ کر دے۔ ہر ایک غلط قدم اس کی زندگی پر بازو کرے؟

اُسے سو پر مٹا پر فہم آیا۔ مجھے انہوں نے اتنے سخت احسان میں کیوں دل دیا؟ اسی طرح جگت۔ ساری رات گزار دی۔

صبح چندن نے اُنھ کو دیکھا تو جگت پڑی۔ جگت گھر کا سامان خلیوں میں بھر رہا تھا۔

”کیا کر رہے ہو؟“ چندن نے حیرت سے پوچھا۔ ”اے اپنی آنکھوں پر احتیاد نہ ہو۔“

”سو باقی کون ہے؟“ جگت نے نصف ہجر سے قلیل کو بلا کر کہا۔ ”دن طلوع ہونے کا انتظار رہا تھا۔“

چندن کو رگھو دی سے کھڑی ہو گئی۔ وہ جگت کا ارادہ بھیجی تھی۔ ”دوسرا سہارا تلاش کئے بغیر یہ کہاں لے جاؤ گے؟“ چندن محبت بھرے لہجے میں بولی۔

”یہ تو پتہ نہیں۔“ چندن تنہید ہو گیا۔ ”اب یہاں سے دل اُٹھ گیا ہے۔“

سوا ڈیڑھ گھنٹہ تک کی طرح کا ٹیپ دیں گے۔ چندن کو کھڑے چرے پر سچ کی دھوپ کا آجلا بکھل گیا۔ پچھلی رات اُس نے بھیاک خواب دیکھا تھا۔ جگت پر دوسروں سے بارود کا ڈر تھا۔ وہ چار ڈر کی کر دیتے تھے۔ پھر اُن کی اور اُسے پھنکری پھنک کر لے گی۔ وہ اور دست پال رو۔

وہ گئے تھے۔ وہ چند آنکھوں سے دیکھے ہوئے خواب کی کھلی آنکھوں سے اپنی تعبیر دیکھ رہی تھی۔

”نہیں! آجین ہی مل جائے گا؟“ جگت نے اُس کے ہاتھ سے سامان جھین کر بولے۔

”آج تمہاری پچھلی سے اُس لئے آرام سے جاؤں گے۔“

جگت اُس کے سکرانے چرے کی طرف دیکھنے لگا۔ اُس نے کھڑے ہو کر چندن کو روکا۔

”قریب کھینچ لیا اور بازوؤں میں کھینچ لیں۔“ چندن ہاتھ مار کر سامنے کے لئے آدھ ہے۔

”ارے چھوڑو! کھڑکی کی ہے۔“ چندن نے معذرتی حق سے کہا تو جگت نے اور زور آگایا۔

”کھلی رہنے دو! بازوؤں کو کھینچو تو چپے کھڑے کو کھینچو پیار بھرا دل رکھتے ہے۔“ یہ سن کر چندن نے اپنے بازوؤں کی پشت کے گرد کس لئے۔

ذہنی دوپہر کو کھڑی خالی کر کے تینوں چل پڑے۔ جگت نے شانے پر تھپا اور اُنھما اور چندن گ نے سست پال کو ساتھ لیا۔ اُن کو سامان کے ساتھ باہر نکلتے دیکھ کر دوسروں کو تعجب ہوا اور ساتھ ساتھ سکون بھی ہوا۔ جگت ساتھ تھا اس لئے کئی عورت چندن سے پوچھنے کی ہمت نہ کر سکی کہ کہاں جا



ہوئے۔" اس خوشی میں جگا! آج رات گانے بجانے کا پروگرام کریں گے۔ مالک مکان موہن لال کو بلائیں گے۔ سارے گاؤں کو پتہ چلنا چاہئے کہ جگا ہمارا بڑی ہے۔"

ان کی مسرت دیکھ کر چندن کا دل بھر آیا.....!

○

بعض اوقات آفت بھی رحمت بن جاتی ہے بھکت کو اس کا تجربہ ہونے لگا۔ جو بڑی چندن کو روک کر کھڑی نالی کرنے کے لئے کمرے سے تھوہی آب اسے سنبھال کر دیکھنے لگے۔

"ہن! آج صفائی بنائی ہے سلی ٹی ٹی کی۔ اپنے شوہر کو چھٹکانا۔" بڑھویوں کی محبت نے چندن کو بڑی آنکھیں سے آزاد کر دیا۔ مالک مکان کی دو جوان لڑکیاں چندن اور ست پال کو اپنے کمرے جا گئیں۔

"میں جگا کی باتیں سناؤں؟" دیو کی بات آتی تو دونوں بیٹیں قہقہے سے پوچھیں اپنے شوہر کی محبوبہ کی اس طرح کھلے دل سے بات کر رہی ہو جیسے کمرے کے ذرا بھی جلن نہ ہو۔

چندن سرکائی۔ "جھ میں یہ بات نہیں ہے اور اچھے کھنٹی بھی نہیں ہے۔"

○

بیروں کے پونے تین ماہ بھکت نے جھافت گزار دئے تو پولیس والوں کو لکھ ہوئی۔ جگا ایک بھی گزیر نہ کر سکا۔ بغیر بیروں کے تین ماہ گزار دے گا۔ اس ڈاکو کو ایک پارہی جوش نہیں لایا جاسکا؟ پولیس افسر سوچتے۔

بھکت پر کبریٰ نظر لگی جاتی۔ کوئی نئی آفت کھڑی ہوتی تو پولیس ڈیپارٹمنٹ اس کی بدنامی کے لئے شکارتی کی طرح تیار ہو جاتا مگر اسی لئے آفت کے بدل بھٹ جاتے اور وہ ہاتھیں ہو جاتے۔ اس آدمی کو کسی بھی وقت کا سہارا ہے..... وہ نہ سارے داؤڈا آئے نہ سو جاتے۔ پولیس چنپ کے کان میں یہ بات بھی آئی تھی کہ روز پھر اٹلی نے جگا پر نظر رکھنے کے لئے اپنا خاص آدمی بھیجا ہے یہی وجہ تھی کہ پولیس اس ڈاکے سے جگا کو کسی چھوٹے کس میں چھاننے کی ہمت نہیں کر رہی تھی۔ مگر بیروں کا ایک بھٹہ ہائی رو گیا تو ان کا ضبط جواب دے گیا۔ ان کو جگا کو بھڈتا میں لانے کا کھانا تجربہ کرنا پڑا.....!

پچھلی کا دن تھا۔ بھکت کی اٹھل چھال سے ست پال بھکت کے ساتھ حاضر، گھوٹانے جا رہا تھا۔ بیروں کے دن کم ہوتے جا رہے تھے۔ ہر دن اسے سزا میں ہے کم..... کھالی دے رہا تھا۔ کینکہ جیل میں رہنے سے باہر کا حوالہ اسے سزا جیسا معلوم ہوتا تھا۔ قدم قدم پر اسے استیاء رکھنا تھی۔ بے عزتی برداشت کرنی تھی۔ کوئی نا انصافی ہو رہی ہو تو درمیان میں کس جا رہا تھا یہ سب اصول قید کی زنجیروں سے زیادہ وزن آ رہے تھے۔

"پاپا! پرواز روز درجیل کیوں جاتے ہو؟" راستہ پہلے ہوئے ست پال نے پوچھا۔ "وہاں سے گھر کے پاس جہاز کا رہتا ہے کہہ رہا تھا کہ خراب آدمی جیل جاتے ہیں۔ تم تو خراب آدمی نہیں ہو۔ پھر بھی....." اس کی بات ختم ہو اس سے پہلے عقب سے آئی ہوئی ایک بھگت دار پولیس چپ نے بھکت کو ہوشیار کر دیا۔ "پہلو تھک کر گر دیکھنے کا ارادہ کیا کہ پھر جیسے جگا کے اندر سے کسی نے کہا تھا

جاؤ! جلدی سے ہٹ جاؤ! اور بھر بھکت نے جلدی سے لڑکے کو راستے سے زور دیکھ دیا اور جسم کو سمیٹ لیا۔ اسی لمحے چپ سرسائی ہوئی قریب سے گزر گئی۔ مگر کبھی کے قریب کرتے کی آستین پھٹ گئی۔ کھنٹ کھنٹ چنچن گئی۔ "اور کیا ہوا؟ یہ چارو ڈراما کچھ کیا۔" پھر کچھ زور پر ایک کی آواز کے ساتھ چپ زور کی پچنی ہوئی آستین پر ہاتھ جھیرے ہوئے جگا کا داغ قابو سے باہر ہو گیا۔ اس نے پولیس چپ کو گھبرا اور دانت چیس لئے۔ گولی دینے کے لئے زبان میں پچلی سی ہونے لگی مگر ست پال اس سے چپ گیا۔ وہ مسکایا لیٹے ہوئے پوچھ رہا تھا۔

"پاپا! تم جیس چٹ تو نہیں لگی؟"

چپ نے سر پر ہاتھ جھیرے ہوئے بھکت کے دوسرے ہاتھ کی کھنٹی دیکھ لی۔ چٹ۔ ست پال ساتھ ہوتا تو وہ اس طرح کھڑا نہ ہوتا بلکہ چپ کے گرد انگریز کی گردن چلا کر دو تین چھینٹروں کا دیتا۔ ابھی زاہد ملتی تھیں ہوا تھا کہ کھڑی ہوئی چپ سے اسرا ٹاپ کا ایک آدمی دکھائی دیا۔ وہ آدمی قریب سے تو ہاتھ آزمائوں گا۔ جگا سوچ رہا تھا کہ وہ بیٹ بیٹا ہونٹ چارہ تھا۔ شاید جگا کے حراج کا فائدہ کر رہا تھا۔ انھوں نے آدمی اس کے درجہ ہو گئے۔ دھبے لہجے میں ایک نے گالی دی۔

"سارے! انھوں کی طرح چلاتے ہیں۔..... ان سے کون پوچھنے والا ہے؟ کون پوچھنے والا پتا؟..... یہ الفاظ بھکت کو کھٹکے۔ وہ آستین چڑھا کر گلوں کے درمیان سے راستہ بناتا ہوا آگے چلا گیا۔ چپ دوڑنے لگی۔ بھکت کو شرمندگی ہوئی۔ حالانکہ اسے خیر نہیں تھی کہ ستان کی گھڑی گزار کر بھٹ سے دوسروں کو شرمندہ کیا تھا۔

○

"اب دو دن باقی رہ گئے ہیں۔" چندن کو رنے مسرت اور دکھ کے بلے چٹ بھڈتا سے کہا۔ پھر وہی چٹائی۔

"دو تیس، صرف ایک دن چندن! بھکت نے مسکرا کر کہا۔ "کل صبح کی گاڑی میں تمہیں بھیج کر کم کو میں جیل چلا ہوں گا۔"

"نہیں..... میں نہیں تیل روانہ کر کے پھر گاڑی چکڑوں گی۔" چندن کو مضبوط لہجے میں "تمہیں جھٹانے کے پروگرام کے چاقوں کی۔"

"جگا کہتا چندن! تمہیں ڈر ہے کہ میں بارہ کھٹے تیار ہاؤ تو کوئی طوفان اٹھاؤں گا؟" بھکت نے راق اعجاز میں پوچھا۔ پھر جھیرے لہجے میں بولا۔ "ابھی تم کو تھرا رہا تھا کہ میں ہوا۔"

چندن نے محبت بھری انداز میں اس کا ہاتھ قلم لیا۔ "تم پر تو ہوا، حوا ہے۔ مگر تھرا پر آخری میں دعا دے دئے جائے۔ یہ لو لگتا ہے۔ میرے غضب میں بھی چکر رہا ہے۔"

بھکت سوچ میں ڈوب گیا۔ وہاں وہاں سے چندن کو بارہ کھٹے تیار کرنا چاہتا تھا اور اپنی اپنے کو گاڑی میں بٹھا کر رخصت کرنے کا انداز میں ایک سوچ کر رہا تھا۔ وہاں سے چھوڑنے کے تیار نہیں تھا۔ رشتے دار گاڑی میں بیٹھے ہوئے ہوں، انجمن کی سینی بھی بارہ گاڑی حرکت کے لئے کھڑی تجب ہی پر لطف ہوئی ہے۔ آج تک ہمیشہ چندن سے چپ چپ کر ملنا اور جدا ہونا ہوا تھا۔ بہت سے لوگوں کے سامنے اسے "چھر میں گئے" کہنے کی خواہش ہوتی رہا۔ اس نے

”باہر کس بات کا شور ہے؟“ سہتا نے سر اٹھا کر پوچھا۔

”صاحب! اچھا آگیا ہے۔“ انہی بیٹ نے اپنے الفاظ کا کلی ہی کئے تھے کہ بجٹ نے آفس میں قدم رکھا۔ سوہ سہتا کے چہرے پر حیرت اُبھر آئی۔

”بگ!“ ”اُن کی آواز پیار سے بھنگ گئی۔ وہ کچھ نہ کہے، بھر پورے۔“ تم آگئے؟ شام کی بجائے صبح ہی آگئے؟“ سوہ کھڑے ہو کر میز پر دوسری جانب آگئے۔ بجٹ سرت بھرے انداز میں عذر اُڑاتے ہوئے چلے گا تھا مگر سہتا نے اُس کے بازو تھام کر کہا۔

”تمیں جگا! آج تو تم سے ملنے کیمر ہوتا ہے۔“ ایک ڈیڑھا پلٹا اور دوسرا ٹیم ٹیم۔ دونوں ایک دوسرے سے پٹ گئے۔ یہ دیکھ کر دوسروں کے دل بھر آئے۔ ”تین ماہ مختصر ہے، کیوں؟“ سوہ نے حراج پر ہی میں پوچھا۔

”تمیں صاحب! بھاری بڑھے۔“ بجٹ سنجیدہ ہو گیا۔ ”میں وہ ہے کہ بارہ مہینے پہلے ہی آ لیا۔ باہر کی دنیا مجھے بے نیل دکھائی دی۔ وہاں مجھے آپ جیسا کوئی سوہ نظر نہ آیا اس لئے میں یور و گیا تھا۔ آج ایسا لگ رہا ہے جیسے چٹکا رالہ ہو۔“

”سوہ نے چیخے ٹھک کر کہا۔ ”تمیں ہمیشہ کے لئے فیمل سے رخصت کروں گا تو بچ آزاری بھوں گا۔“

”بجٹ اُن کا چہرہ دیکھنے لگا۔ اس انسان کو کیسی گن ہے؟ مگر ہمیشہ کی رہائی کی بات اُسے خواب نظر آئی۔ جس کا ماضی خون سے رنگا ہو، ایسے قیدی کو حکومت کیسے رہا کر دے گی؟

”جگا! ایک چیز قبول کیا۔“ ”تم کہہ رہا ہے الماری کو ٹولی۔“ بجٹ تجسس نظر دے کر دیکھ رہا تھا۔ ”تو الماری میں ہے یا سارا کلا۔“ ”تم! اُچان میں کس سبب ہو گئے اس کی خوشی میں تم کو یہ سارے رہا ہو۔“ ”بجٹ نے سارا ہاتھ میں اٹھا لیا۔ اُس پر بجٹ کی ہانگی پڑنے ہی اُس کے تاروں کے ایک ٹکڑا سا سر نکلا۔ جگا کو ایسا محسوس ہوا جیسے وہ سہتا کے نرم دل کی آواز ہو۔

”تمہاری رہائی کا حکم آئے تب تک اس پر ہاتھ بٹھا لو! اُدھر سے تم کو چھوڑی آواز دی ہے۔ آواز سارے ملک اور پوری دنیا میں پھیلے جیسی میری خواہش ہے۔ یہ خواہش پوری کرنی ہے یا نہیں؟ تمہارے اختیار میں ہے۔“

”بجٹ کے پاس اُن کی بات کا کوئی جواب نہیں تھا۔ اُنہا اُس نے اپنی ذات سے سوال کیا۔ جس ہاتھ نے آج تک راکٹل اٹھائی ہے اس ہاتھ میں سارا اٹھا کر باہر لگا رہا تو میں کیسا دکھائی آؤں۔“

○○○

ورمیان کا راستہ نکلا۔

”ہم ایب کریں شام کی بجائے میں صبح جیل لوٹ جاؤں گا تمہاری گاڑی روانہ ہو اس کے بعد اسٹیشن سے سیرھا مہتا کے پاس چلا جاؤں گا۔ اب تو مطمئن ہو؟“ جواب میں چند منصرف سکرا دی۔ اسٹیشن سے جیل تک کا راستہ بھی اُسے لہذا دکھائی دے رہا تھا۔ اُسے سارے راستے ٹکڑے رہے گی۔ اُس نے یہ بات بجٹ کو نہ بتائی۔

زندگی میں پہلی بار تین بائیں ہاتھ کا ساتھ رہنے کے بعد دونوں جدا ہو رہے تھے۔ گاڑی کی روانگی میں چند روز منت کی دیر کی سبب ہال کو اب پاؤں سے بہت ہو گئی تھی۔

”اے! تم بھی ہمارے ساتھ چلو!“ ”وہ بی بار کہہ چکا تھا۔ چہن عاشق تھی۔ پھر بھی اُس کی آنکھیں بجٹ کو مشورہ دے رہی تھیں۔ ”سمیٹل سمیٹل“ کہ جیل پہنچ جانا! آخری ڈیڑھ ماہ سے ایک خاص بات اُس کی زبان پر آ کر لوٹ جاتی تھی۔ ”انہی کے پاس ہیں؟ اس آنکھیں میں بھی۔“

”پہنچ کر نوادہ ادا کر کرنا!“ ”بجٹ نے اُسے پانچویں بار کہا، تب چند من ہوئی۔

”اس سے پہلے آپ جیل پہنچے کا تاروں پر ہے۔ مگر جاتے ہی مجھے تو خیر ہی ہوتی ہے۔“

”دونوں کی نظریں بار بار دیکھ کر لوٹ جاتی تھیں۔ سٹی کی تو بجٹ نے چندوں کو کا ہاتھ دیا کر کہا۔

”سب پال کا خیال رکھنا!“ چندن کی آنکھیں بھگ گئیں۔ وہ بھی بھر کر بجٹ کو دیکھ لیں چاہتی تھی۔ کہیں آسودہ مہمان میں نہ آ جائیں اس لئے اُس نے جلدی سے اُنھیں خشک کر دیں۔ پھر اُس نے ہشک کہا۔

”اب اس کیسے پال کا فیصل، تمہارے دوسرے بچے کا بھی خیال رکھنا ہے۔“ ”آخری الفاظ ادا کرتے ہوئے وہ ستر سے پیچہ دیکھنے لگی۔

”اچھا؟“ ”بجٹ چونک پڑا۔ جوش سے اُس کا چہرہ ہلکا اٹھا۔ اُس کا پی پا کا پلٹ فارم سے ہوگی میں جا کر چندوں کو پیار کرے۔

”تم نے آج تک مجھے کیوں نہیں بتایا؟“ ”حرکت کرتی ہوئی گاڑی کے ساتھ پلٹ فارم پر چلے ہوئے اُس نے چار بھری تھی سے پوچھا۔ ”تاؤ! اس بار لاکا ہو گا یا لاک؟“ ”وہ دوسروں کی موجودگی بھول کر پیچے ہوئے گاڑی میں ہو رہی تھی۔

”جو بھی ہو۔۔۔“ ”چندن کو نے کبھی سے جھانک کر کہا۔ ”جہیں تمہارے آنے والے بچے کی قسم دے کر کہتی ہوں کہ سید سے جیل پہنچ جانا۔“ ”چندن کو کی آواز دور ہوئی تھی اور گاڑی پلٹ فارم چھوڑ گئی۔ بجٹ کا پی دریک نظر دے اُنھیں کوئی گاڑی کو دیکھتا رہا۔

○

”جگا! آ۔۔۔ جگا آ۔۔۔!“ ”بجٹ جیل کے دروازے میں داخل ہوا اور قید یوں نے شور مچا دیا۔ وہ سرت سے پہنچ رہے تھے۔ سرت سے واپس آ گیا۔ جگا روز جیل میں حاضری دینے آتا تھا اس کے باوجود آج وہ بیروں سے لوٹا تھا اُس کی خوشی سب سے کوئی تھی۔ کئی قیدیوں نے سچا کہ بنگھوٹا نے ان کی دعا سن لی ہے۔ بجٹ کے کٹس قدم پر چل کر کہیں ہمارے قدم بھی جیل سے باہر جائیں گے۔

ہے۔ تم پرانے کو اپنا کر لیتے ہو، اپنی کو کیں پرانے کہتے ہو؟

”یہ ضد نہیں، ان کی بات ہے۔ دیو کی بات پر میں نے گھر چھوڑ دیا تھا۔ اب دیو کو لئے بغیر گھر نہیں جاؤں گا۔ اگر جاؤں گا پھر بھی گھر کے فرد کی طرح نہیں، مہمان کی طرح رہوں گا۔“

مہتا خشنی سانس بھرتے۔ جب بھی دیو کی بات بھرتا وہ پراسرار طور پر خاموش ہو جاتا۔ مگر اُن کی آنکھیں جیسے کسی سوچ میں ڈوب جاتیں۔ میں سوچتا کہ وہ ضرور دیو کے بارے میں کچھ جانتے ہیں۔

”جدا ہی میں بھی ایک طاقت ہے چکا“ وہ عجیبہ ہو کر کہتے۔ ”جدا میں مایوس ہونے والا فکرا اپنے دل کے درمیان اپنے درد کا اظہار کرتا ہے چون خرابے سے نہیں۔“ اس سے پہلے کہ میں کچھ جواب دوں وہ زور پور لیٹے۔ ”تم قیام ہو، اس دوران کچھ کہہ لو کہ اظہار آواز میں تمہارے گیت میں کوئی کونسا آواز لگے گا۔“

”گوگوں کو کیا قید یوں کر۔۔۔“ میں خلک ظاہر کرتا۔

وہ ہر یقین لگے میں جواب دیتے۔ ”پہلے قید یوں کو اور پھر لوگوں کو سناؤں گا۔ اتنا یاد رکھنا کہ رشتہ بڑا انصاف ہے۔“

میں اُن کا مطلب نہیں سمجھا۔ اور دیو کی باتوں میں یاد کے گیت کہنے لگا۔ بیٹھا ہوا سا بجا بجا کرتا دہکا تا رہتا۔ چنانچہ کی صحبت میں کتاب پر چڑھا بھی ہوتا۔ گروناک کی سوانح عمری لے مجھ میں ایسا ڈنک چڑا کیا کہ میں نے اُن کی دعوت پر بھی ایک گیت کہا۔ جب قید یوں کو سنا تو وہ سب حیران رہ گئے۔ کئی نے نوکا بھی کرایے جوش والا ہار لکھ کر سکنوں سے نہیں کر سکے گا۔ نیل داہن آئے گا۔

دن گزرتے رہے۔ ”بس! اب تھوڑے دن باقی ہیں۔“ بار بار یہی سننے کو ملتا۔ سو پر مہتا اپنی مین میں لگے ہوئے تھے۔ اُن کی حالت سے چہ چٹا کہ میری رہائی کی رائے بغیر انھیں جین نہیں سنے گا۔ زندگی میں قدرت کی بڑی مہربانی رہی ہے کہ جو بھی ملا ہے میں نے ہر پروردگار پر مہتا کو کچھ سے کیا لینا دینا ہے؟ زندگی رستے دادی زندگی قربت رہی ہے پھر بھی میرے جیسے ام آدمی کے لئے اتنی جود کبھیوں کر دے ہیں؟

ایک دن گیت گا رہا تھا۔ ساز کے تار پر اُٹھایاں گھوم رہی تھیں۔ آواز بلند کر گیا، اسی لمحے کسی نے کہی ہوئی ہیری کی آواز اُن کان سے گرائی۔ گیت چورا ہوئے تک خاموش کھڑا رہا۔ اچانک فکر اٹھی دیک کر ا۔۔۔

”کون۔۔۔ چننا۔۔۔ کب آیا؟“ میں نے اُسے جیتے سے لگایا۔ وہ اتنا زوریں گویا کہ بہت دیر تک نہ سکا۔ اُس کے زخموں پر آسو بہنے لگے۔

”ایپا کی؟“ اتنا کہہ کر وہ سسکیوں کے ساتھ رونے لگا۔ میں سمجھ گیا جیل کی تنہائی نے اس کی اُمکے جوش کو ختم کر دیا ہے۔

”اچھا واہم آگئے۔“ میاں سو پر مہتا جیسے منہاں لیس گئے۔

”اقسوں! کہ میں دیر سے آیا۔ تم تو اب رہا ہو جاؤ گے۔“ اُس نے جلدی سے آسو مساف کر

## اب کچھ واقعات خود چمک کی زبانی سنئے!

”دیو دل کی میعاد پوری کر کے جیل میں آنے کے چار پانچ ماہ تک میں نے ایسی اُجھن میں گزارے کہ آج ان کو یاد کرتا ہوں تو مجھے اپنے آپ پر ہنسی آتی ہے۔“

”کیوں چکا۔۔۔ کب گھر جاؤ گے؟“ تقریباً وہ چار قیدی کی ہر روز یہ سوال کرتے۔

”پارا! کبھی نہیں گھر جانے کی جلدی ہے؟“ جیسا میری کچھ میں دل نہ کھرتا تھا۔ ”میں ہاں ضرے ہیں۔ تم سب کو چھوڑنے کے خیال سے دل گھبراتا ہے۔“ مگر چنانچہ میرا دل کچھ گیا۔ بھی میں تنہائی میں بیٹھا خیالوں کی وادی میں گھوم رہا ہوتا تو وہ مجھ سے ٹوٹا۔

”چکا! گھر یاد رہا ہے؟“ چکا کہنا! ابھی ماسے سے جدا ہوئے وقت جہیں ڈکھ ہوا تھا؟“

”گھر کے یاد نہ آئے گا؟“ میں نے ٹالے والا جواب دیا۔ ”جدا ہوئے وقت مجھ سے زیادہ چنن کو ڈکھ ہوا تھا۔“

چک بات تو یہ تھی کہ میں زیادہ تر دیو کے خیال میں گم رہتا تھا۔ دیو دل کے من میں ایک بار بھی اُسے ملنے کی سوچ ڈھوکا بہت ہوئی اس کا بہت صدمہ تھا۔ چنن کو فیروز پور رخصت کرنے کے بعد بیٹا بنائیل میرے ذہن میں مکی آ گیا تھا کہ میں چپ چاپ لہجہ نہ چکر لگا آؤں۔ دیو کو تلاش کروں۔ تب یہ سوال نہیں تھا کہ دیو کا گھر پائے چہ پائے۔ پورے بارہ گھنٹے بارہ گھنٹے میں پھر جھلنے کی فریب نہیں ہے؟ محبوب سے ملاپ کے لئے دل ترستا تو دل میں انگارے سے بھر جاتے ہیں اور مصیبتوں سے اُٹھان جان جان بھانے لگتا ہے۔ مگر چنن کو نے انھیں سے میرے من میں جانے کی قسم دے کر میرے ہر باغ و دینے تھے۔ لہجہ نہ جا کر دیو کی پائی نہیں؟ ملاپ ہوتا تو خون خرابے کے بغیر لوٹا پائیں؟ بارے پھر داہن میں کیوں آتا؟ کتنے ہے کہ چنن کو اس خطرے کو پہچان جاتی ہو۔ میرے ساتھ کم رہنے کے باوجود وہ میری رگ رگ سے واقف تھی۔ سو پر مہتا سے ملنے جاتا مگر بھی یہ معلوم نہیں کیا کہ ”میری رہائی کا کیا ہوا؟“

پھر بھی وہ دھو کہتے۔ ”چکا! بات آگے بڑھ رہی ہے۔ زیادہ دیر نہیں لگے گی۔“

”صاحب! آپ دل پر زیادہ بوجھ نہ رکھیں۔“ میں اُن کا اور اُترا دل سمجھانے کے لئے کہتا۔

”آپ کہ میرا بیانی سے کچھ کوئی ڈکھ نہیں ہے۔ باہر تین ماہ پریشان ہو گیا تھا۔“

”دیکھ ڈکھ کی بات نہیں ہے چکا۔ وہ جوش آفر ختم ہے۔“ جیل آفر ختم ہے۔ ڈسٹر دار یوں آدنی ہے مگر ہو جاتا ہے۔ یہ کوئی سچا عکس نہیں ہے اس لئے کہتا ہوں کہ میں تم کو گھر رخصت کرنا چاہتا ہوں۔“

”گھر۔۔۔ صاحب میرا کوئی گھر نہیں ہے۔“ میری اس بات پر وہ ناراض ہو جاتا ہے۔

”چکا! ابھی تمہارے دل میں ماں باپ کی طرف سے ناراضگی کم نہیں ہوئی ہے؟ کیوں جھوٹی ضد پر اڑے ہوئے ہو؟ تمہارا گھر ہے، ماں باپ ہیں، بھتیجی باڑی ہے، بیٹی بچہ ہے۔ سب سچو



سے بورہا تھا۔

”آیا میرا بیٹا؟“ ماں پاگل کی طرح لپٹ گئی۔ بہت دیر تک روٹی دی۔ بیٹے اور پشت پر ہاتھ پھیرتی رہی۔ ”بھگوان نے آخر ہماری جانب دیکھ لیا۔“ پھر آنسو خشک کرتے ہوئے چہن کو گھنے لگی۔ ”کوئی کیا ہو بہو؟ میرے بیٹے کے سر پر سے لیوا تار۔ اب کسی کی نظر نہ گئے۔“

میں اپنے باپ کے قدموں میں گر گیا۔ آنسوؤں نے پیارے مجھے بیٹے سے لگا لیا۔ پھر چہن کی طرف دیکھا۔ شرماء کو اس نے سر جھکا لیا۔ اس کے زخموں پر پتے ہوئے آنسو اس کی سرت کا اعلان کر رہے تھے۔

”ماں۔۔۔ اب کیوں رو رہی ہو؟ پاؤں آگئے۔ اب ہمیں چھوڑ کر کہیں نہیں جائیں گے۔“ میری بجائے ست پال نے چہن کو کورے زخموں پر ہاتھ پھیر کر لڑا سے کہا۔ اس کی پتلی آنکھوں پر گئے ہوئے چہن کے آنسو چھونے کے لئے میں نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

○○○

”میں کل شام کی گاڑی سے چلا جاؤں گا۔“ رات کو سونے سے پہلے میں نے دہکا کر کہا۔ ماں رو پاؤں سانے میں آگئے۔ ”چہن اور ست پال کو بھی ساتھ لے چا رہا ہوں۔“

”کہاں لے جاؤ گے؟“ باپ نے ہچکاتے ہوئے پوچھا۔ ماں کی آنکھوں سے روشنی اُڑ گئی۔ دن کا چہرہ پیکا پڑ گیا۔

”میں تم سب سے ملے آیا ہوں۔“ میں کسی جانب دیکھے بغیر بولا۔ ”اب کام دھندے سے نکل پڑے گا۔“

”کام دھندے؟“ باپ نے بھاری لہجے میں پوچھا۔ ”یہ کتنی باڑی تمہاری ہے۔ کہاں تک بوڑھے نہ صحت کر اؤ گے؟“

”میرا کچھ نہیں ہے باپو! میں مجھے اور چاہت سے بولا۔ ”میں اس گھر کا ایک مہمان ہوں۔“

”پھر زمین جائیداد کو میں گلے سے لگا کر بھروں گا؟“ باپ کچھ سخت ہوئے۔ ”جانے سے پہلے

چہنوں فروخت کر دو! پیسے آئیں وہ لے کر ہم سب ساتھ چل دیں گے۔“

”یہ بھی نہ ہو سکے گا باپو! ماں کی آنکھوں میں آنسو کچھ کچھ میں ڈک گیا۔ ”میرا کوئی بھروسہ

نہ ملازمت صرف نام کی ملی ہے۔ ورنہ مجھے باہر زیادہ بھٹکانا پڑے گا۔“

”ملازمت.....؟“ ماں اب چیخ پڑی۔ ”میں ملازمت کرتی ہے؟ ہمارا بڑا بھائی شرماء ہے۔

نہ اس قسم کی جسم کی میں مزادے رہے ہو؟“ پھر وہ بول نہیں دیکھیں۔ رونے سے آن کا گلا دغھ

”مجھے اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے دوا“ میں نے فیصلہ ظاہر کر دیا۔ ”تمہارا مجھے کچھ نہیں چاہئے۔

نہ بھی نہیں ہے۔“ دیکھ کر میرا بیٹا ہوں نے بھولا نہیں جا سکتا۔ اب میں اپنا گھر بساؤں گا۔ زمین

اوتوں کا جب تم لوگوں کو ساتھ ملا لوں گا۔“

گوئی کچھ نہیں بولا۔ رات کو کوئی سو نہیں سکا۔ دوسرا سارا دن بھی سب نے اُونچے ول سے

اشرام ہوئے وقت میں نہ صرف اتنا کہا۔ ”میں اس لئے لدھیانہ جا رہا ہوں۔ وہاں سے خط

ماگا۔“ ماں اور باپ نے چپ چاپ سن لیا۔ تب کہاں خبر تھی کہ ان کی آہوں سے بدلتی ہوئی

میں کیسے سخت موزا آئیں گے۔!

○

م پر موجود لباس میں گھر سے تو نکل گئے۔ مگر جیت اور چہن نے یہ نہیں سوچا تھا کہ لدھیانہ

ماں دہیں گے؟ چہن کو کی؟ خواہش تھی کہ جیت تین چار ماہ باپ کے ساتھ رہے تو بہتر

ن وقت تک دوڑ چکی سے قارغ ہو جائے گی۔

چاہئے آئے تھے اس وقت بھی تمہارا ایسا زعب نہیں تھا۔" سادت کو نے آخری الفاظ کا چکا کی طرف دیکھ کر کہے۔

"جب تو ڈاکو تھا۔ خاموشی سے بیٹھنے آیا تھا۔" محنت نے لاشی کو نے میں رکھ کر کہا۔ "مسلمانان کچھ گھر نہیں ہیں؟"

"ہاں۔۔۔ گاؤں کے کچھ گھر تھے ہیں۔" سادت کو کا شوہر ابھن کا قاتل میں تھا۔ چھوٹی لاش پر کام کر رہا تھا۔ سچا جاتا تو دوسرے دن داہیں ہوتا تھا۔ سادت کو کہہ نہیں تھا کہ یہ لوگ اس کے گھر کمان میں کر آئے ہیں۔ "اُن سے خاص کام تھا؟" سادت کو نے پوچھا۔

محنت نے اس دوران دو چھوٹی کوٹھڑیوں والے مکان میں نظر رکھی۔ وہ یہ سوچ رہا تھا کہ یہاں ان کا گزارہ ہو گا یا نہیں؟

"ہاں! ہم تمہارے گھر مہمان ہو کر آئے ہیں۔ جب تک لحدان میں کوئی مکان کرانے پر نہ آئے اس وقت تک کے لئے ہم تمہارے مہمان ہیں۔" چندن نے سادت سے کہا۔

"ایسا؟" سادت کو کی آواز میں حیرت کی۔ "لحدان میں رہو گے۔ میں بھی چھاپی ہم سے ملنے آئے ہیں۔ اچھا ہوا تم لوگ آگے۔ ہماری چھوٹی چھڑی تمہیں موافق نہیں آئے گی۔ ملازمت پیشہ آدمی کے گھر آرام کیا؟"

"ہم بھی ملازم پیشہ ہیں۔" چندن محنت سے بولی۔ "ہماری ملازمت دو ایک دن میں پکی ہو اسے گی۔ اس وقت تک اردو کو مکان مل جائے گا۔" سادت کو کو یقین نہیں آ رہا تھا پیشہ آرام سے سہر کرنے والے، وہ زمین جاغیردار کے لوگ ملازمت کی بات کر رہے ہیں۔ مگر محنت کی موجودگی ان دو کو بچو نہیں سکتی تھی۔

چکا دوپہر کھانے کے پہلے ڈیپارٹمنٹ کے دفتر پہنچا۔ وہ ایک ریٹین آفسر کے کیمپن کے سب سے زعب سے مل کر ہو گیا۔ "صاحب سے ملتا ہے۔" یہ کہہ کر وہ دروازہ کھولنے جا رہا تھا، اسی لمحے اس نے اُسے روک دیا۔

"اے محمد! تمہیں کس سے ملنا ہے؟ کیا نام ہے؟" محنت نے اُسے تیز نظروں سے گھورا۔ اُس ابات نے اُسے غصہ دلایا۔ دوسرے سوالوں کا جواب دینے کی بجائے اُس نے صرف نام بتاتے لکھا کیا۔

"محنت سچہ چکا۔" مگر بھی اُس پر اثر نہیں ہوا تو بلند آواز میں بولا۔ "چکا ڈاکو۔" اُس نے ہوائے ہوئے اعداؤں میں غور سے دیکھنے لگا۔ اُسے یقین ہو گیا کہ یہ وہی چکا ہے جس کی تصویر اُس نے اور میں دیکھی تھی۔ اسی لئے وہ دم پر گیا تھا۔ اب وہ منسوب نظر آنے لگا تھا۔

"ذرا غصہ! میں صاحب کو بتاتا ہوں۔" پھر اُس نے ایک کانڈ چکا کی طرف بڑھا کر کہا۔ "اپنا صاحب کام آگیا کہ وہ لوگ۔" محنت نے کانڈ لینے کے لئے ہاتھ نہیں بڑھایا تو وہ بولا۔ "یہاں ہی اصول ہے گاؤں کی۔"

محنت اُس دلیہ اُس نے سوچا جیتا سو بچے کھتے کہ باہر بھی جڑیاں بیٹنی پرتی ہیں۔ اصول ان محنت کو کھڑکیوں کی دیکھ نظر آئی۔ مجرور ملازمت کرنے آیا تھا اس لئے زعب سے کام نہیں

"تم یہاں رہ جاؤ! مجھے تو جلدی ملازمت پر چھیننا ہے۔" چکا بولا۔

"ملازمت کی یا دیو کو تلاش کرنے کی جلدی ہے؟" چندن نے اُس کے ڈھسار پر جھکی دے کر کہا۔ محنت اُس کا کان بڑک کر دیکھنے لگا۔

"دونوں کی۔" چکا نے جواب دیا۔ چندن کو روکنے لگی کہ محنت کو اس طرح تمہیں چھوڑنا چاہیے۔ اگر وہ پھر بڑی سے آخر کی تو چندن کے ہاتھ سے چلا جائے گا۔ اُس نے دل ہی دل میں ایک فیصلہ کر لیا، پھر چکا سے مخاطب ہوئی۔

"تمہارے بھی تمہارے ساتھ چلوں گی۔ لحدان میں میری خال کی لڑکی رہتی ہے۔ اُسے ذمہ داری کے وقت چلاؤں گی۔ مگر تم نے کوٹھڑی لے لی ہے یا اس طرح چل پڑے ہو؟"

"نہیں چندن! میں بے منزل مسافر ہوں۔ جہاں راست لے جائے گا، چلا جاؤں گا۔ جہاں گھر مل جائے گا، رہ لوں گا۔" پھر اُس نے جیب سے پیسے نکال کر دکھائے۔ "دیکھو! یہ ساٹھ روپے، جیل کی کاپی پر گزارا کرتا ہے۔"

چندن نے روپے گن کر دیکھے۔ "انٹھ ہیں۔" کہہ کر بھی ہوئی آنکھوں سے پوچھا۔ "سچ کیا کہتے خرچ کر دیتے؟" محنت سٹرایا۔ اُس نے سوچا چندن گھر بھانے سے پہلے ہی حساب کتاب پوچھنے کی۔

"سنو! جب جیل سے رہا ہوا تھا کا ڈاکٹس نے پچاس روپے اور کچھ کھلے پیسے دیئے تھے۔ چندہ روپے کی ملی، پانچ روپے کا کھانا کھایا۔ دو دن لیٹ آتا تو سب خرچ ہو جاتے۔" چندن نے دوپٹے کے آچھل میں روپے باندھ لئے۔

"اب تمہیں کتنا اور مجھے خرچ کرنے ہے۔" تاڈا کب سے ملازمت پر لگ رہے ہو؟

"پہلے لحدان پہنچنے دو۔ مگر تلاش کر کے تمہیں ملے تو پھر ملازمت کے لئے سوچا جائے گا۔" چندن حیرت سے اُسے دیکھنے لگی۔ ساٹھ روپے کی رقم میں اُس شخص آرام سے رہنے کی بات کر رہا ہے؟ مگر کس طرح چلتا ہے اسے کیا خیر؟

"مگر چلتا ہے! مگر کچھ پر چھوڑا۔" چندن نے کہا۔ کچھ دن مین کے ہاں رہیں گے۔ اُس وقت تک ملازمت پکی کر لوں گا۔ خواہ میں نے لگی؟" چندن نے ادا سے پوچھا۔

"یہ تو چھتا ہوتا ہے کیا؟" محنت احمق کی طرح سر ہلکا کر بولا۔ "ہم ڈھائی آدمیوں کا گزارا رہا ہے اتنی خواہ تو ہے گا۔"

"جتنی بھی خواہ لے، اسی کے مطابق خرچ کریں گے۔" چندن کو نے اطمینان دلایا۔ وہ جاؤ تھی کس اس کا شوہر دنیا دار بنی بالکل نہیں جانتا۔ زیادہ خواہ بات کروں گی تو ملازمت سے ہاتھ دھو بیٹھنے گا۔

"مجھے کم بیسوں سے گھر چلانا آتا ہے۔" چندن نے یہ کہہ کر بات ختم کر دی۔

"ارے۔۔۔ سب لوگ؟" محنت اوردت پانی کو دیکھ کر خال کی لڑکی سنائے میں آگئی۔ "جیہاں جیل سے رہا ہو گئے یہ خبر تو اخبارات میں پڑھی تھی جیڑا سار کا دیسے تمہارے گھر آنے والا تھا۔" بے نیو کووے سے آتا کہ سادت کو چندن سے ملے گی، پھر بھڑکی کے لئے خیر کا اکتھار کیا۔

"خیر۔ تمہاری تصویر دیکھ کر تمہارے بھائی کی مسرت کا شکنا نہیں تھا۔ جب میری بہن چندن کا

چل سکتا تھا۔ اُس نے نام، پڑے اور کاغذ پر لکھ دیا۔ آفس برائے اندر چلا گیا۔ جگت سمجھا تھا کہ اُسے بھی اندر چلا گیا جائے گا۔ مگر آفس برائے آکر کھلا۔

"بھئی! تھوڑی دیر کے بعد صاحب بلائیں گے۔" جگت نے آفس پاس دیکھا مگر بیٹھنے کے لئے جوتی نہیں، وہ خالی نہیں کی۔ اُس نے کمر ہٹا دیا۔ پون گھنٹہ بیت گیا مگر جوتی باری نہ آئی۔ پھر تھکے لگے۔ ایک دو بار خیزل کر دیا پھل چلا جائے۔ چند من پس چائے ملازمت مگر چند من کیا جواب دیا؟ بڑے زعب سے باپ کا کھر چمڑ کر چل پڑا تھا۔ ملازمت لئے کڑب کڑب میں جمایا تھا۔ اب اس کے بغیر چارہ کی نہیں تھا۔

تقریباً سوا گھنٹہ بعد آفس برائے نکلا۔ "اب تمہاری باری ہے۔"

چکا ہو، کچھوں کو بل دیتا ہوا اندر گیا۔ اُس نے جیب سے سٹارٹی خلیہ نکال کر صاحب کی میز پر رکھا۔ پر کاش دیو نے اس کی جانب دیکھا، خطرہ پڑا تو بولی نگر ڈالی۔ جگت کو اس وقت تک کھڑا رہنا پڑا۔ بیٹھنے کو کہنے کے لئے صاحب نے مات منٹ ضائع کئے۔

"غلامی میرے پاس آجیشن پیلز نہیں آیا۔" صاحب نے کسی قسم کے جاڑ کا اظہار کئے بغیر کہا۔ "دودن کے بعد آنا۔" جگت کہتا کہتا چلتا تھا مگر کوئی ٹھک فاقس پر صاحب کے دخل سے آیا۔

صاحب صرف ہو گیا اور چکا کو باہر آ جانا پڑا۔

چکا بمشکل دودن گزار کر پھر دفتر پہنچ گیا۔ اس بار ملاقات کے لئے زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا۔

صاحب نے فوراً بیٹھنے کو کہا مگر جواب انداز سے سے غفلت تھا۔

"ابھی آ کر رہیں آیا۔ ایسے کام میں دیر سے ہے۔" جگت ڈھیلا پڑ گیا۔ صاحب ابھر اصرار کی باتیں کرنے لگے۔ ڈاکوؤں اور جیل کی زبانی کے لئے چرچہ بگڑ گیا۔ صاحب کے متعلق معلوم کیا، پھر آہستہ سے بولے۔ "تجاربہ میرے غلامی شخص کے لئے گالے بھالے کی ملازمت ابھی نہیں۔" تو چھوٹے لوگوں کا کام ہے۔

"جگت نے جواب نہیں دیا تو صاحب نے دوسرا اندر چل گیا۔" کھولا معمولی ہوئی ہے۔ ہاتھ روپے میں گھرا پورا کی نہیں ہوتا۔

سامنے کا ہندسہ جگت کو ٹھٹھک گیا۔ پھر سوچنے لگا صاحب اس کی اتنی گھر کیوں کر رہا ہے؟ دیر پہلی جیسے بڑے آدمی نے اُس سے ملازمت کی درخواست کی تھی اور وہ افسر نے اعلیٰ بات بھار دیا ہے۔

اس نے سنا تھا کہ درمخت دینے بغیر سرکاری محکموں میں کوئی کام نہیں ہوتا۔ اُسے یہ صاحب ایسا دکھائی نہ دیا مگر پھر بھی اُسے اُس کی بات میں ایسی جھلک محسوس ہوئی۔

"میں سمجھتا ہوں مجھے آ کر دینے کے لئے چند کی گڑھا جانا پڑے گا۔" جگت نے کھڑے ہو کر کہا۔ "فرض سمجھا چکا ہے زعب میں لیتا چاہتا ہے اسے صاف لفاظی میں بولا۔

"چند کی گڑھا کیوں؟ وہی جاؤ! اب تو قسم کے ہندسے ہیں۔" پھر ذرا نرم آواز میں بولا۔ "دو من صاحبان بڑے آدمی ہوتے ہیں۔ بات کر کے بھول جاتے ہیں۔ ممکن ہے کہ ہمیں اپنی بچکان کرانی چڑے جب آئیں یاد آئے کہ تم کون ہو۔"

"ابھی..." جگت نے ہونٹ چپائے۔ "میں چند کی گڑھا ہوا توں پھر چرے ملے گا جس میں آ کر دلا کر بی دیکھاؤ گا۔" یہ کہہ کر وہ جوتی میں باہر نکلی گیا۔ چکا کو اپنے پیچھے صاحب کی فسی سنائی دلا۔

جگت کا ضمیر چڑھ گیا۔ ملکہان کو گھر نہیں تھا۔ محورت سے لڑا ابھی بات نہیں تھی۔ چندن کو کہانی سے اٹھ گیا۔ اُس نے سوئے ہوئے صوب پال کو گویا کہ اٹھایا۔ "تم سامان کا تھیلا اٹھاؤ!

بہت خوش ہو اچھے یہ فسی اُس سے کہہ رہی ہو کہ یہی ڈالنے سے آسان کام نہیں ہے۔

چند کی گڑھا جا کر خطاب کے دوزیر اعلیٰ جیمسٹن لجر سے ملازمت کا آرڈر کے لئے جگت کوٹ رہا تھا تو بہت خوش تھا جیسے کوئی بہت بڑا ڈاکو ڈال کر رہا ہو۔ دنیا داری میں چرنے کے بعد انسان

خاطر کی پابندی میں بہر حال قبول کر لیتا ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو چکا سامنے روئے کھڑا اس طرح قبول کر لیتا؟ جگت کو اپنی کیا بات ثابت کرنے کا پروا نہیں گیا تھا۔ جگت کو صرف آدمی کی کاخیل نہیں تھا بلکہ پروا کا خیال بھی اب اُسے پریشان کرنے لگا۔ کہے کے کرباب تک وہ دو ملہانہ میں ہی ہو کی یا کسی

رگڑوں میں رہنے کی ہوگی؟ اوچھ چھ کر کہنے کے پروا نہ رہنا مشکل تھ۔ وہ سرکاری چٹائی کے رگڑوں کا کوس گیت کا نام پھرے گا تو بھی نہ دیکھی دیر سے بھی کھڑا ہو جائے گا۔ دو تھیلے کے

بستہ طوبہ پر رہا ہو تو خاں کا پتہ دو دو گھل گیا ہوگا۔ وہ سوچنا کہ اگر ایک بار دیر دیکھے لگتی تو پھر ماسے بھی اٹھ کر سے دور نہیں ہوتے توں گا۔ اس کے لئے بھجے چاہے کچھ بھی قربانی دینی چاہے۔

بھی خواب دیکھنا ہو ملازمت کی ذخیرہ میں کر جگت کو صاحب نے پہنچا۔

"ملازمت کیا ہوئی ہے جان کر چندن کو کتنی خوش ہوگی؟ مگر گھر میں قدم رکھتے ہی اسے اہلیں بڑھ جائے ہیں چندن کا اداس چہرہ نظر آیا تو جگت کی مسرت غائب ہو گئی۔ سامنت کو منہ ہٹائے

لی گئی۔ اُس کی آنکھوں میں ناراضگی تھی۔ چندن کے زخار سرسوٹے ہوئے آنکھوں کی ٹیکریں لی گھاری تھیں کر دووں نہیں چھڑو کر بھی ہیں۔ اچھی طرح جھگڑا ہوا تھا۔ صحت پال نے بچے زمین پر

لیا تھا۔ نیند میں بھی اُس کی سسکیاں بندھیں ہوئی تھیں۔ سامنت کو کھڑی ہو کر اندر چلی گئی۔ تے چندن کی جانب دیکھا جیسے چندن مطلق میں پستی ہوئی کسی چیز کو اندر اتارنے کی کوشش کر

رہا ہو۔ جگت نے محسوس کیا، وہ جگت کے سامنے کی آواز کی زور کرنے کے پہلی کی۔ "دودن بعد ملازمت مل گئی ہے۔" جگت نے سامنے کی آواز کی زور کرنے کے پہلی کی۔ "دودن بعد

اے لگ جانا پڑے گا۔" پہلے مکان کرائے پر لیں گے۔ "چندن کے چہرے سے خوشی کا اظہار نے لگا۔ مگر آٹھیں کوٹتی ہو کر کے سامان کے قلعیوں پر جا کر ڈک گئیں۔ جگت کی سمجھ میں کچھ

نہ آیا۔

"میں اسی وقت یہاں سے چلتا ہے۔" دم مگر مضبوط آواز میں چندن بولی۔ "تم آ جاؤ میں کا انتظار کر رہی تھی۔" وقت سے سخت باتیں براہ راست کرنے والی چندن کو یہ کہہ رہی تھی۔ اس

جگت سمجھ گیا کہ بات حد سے بڑھ گئی ہے۔

"تم لوگوں سے کچھ کھانا پھینچا؟" جگت نے پوچھا۔

"کھانے سے کون گنگ لگی۔" چندن بمشکل آنکھوں پر قاپا کر بولی۔ "یہ نادان بچہ دودن دودن زیادہ پی گیا اس کی حالہ دل میں آئی کہ کبھی کبھی جوتی کی نہیں ہوتیں۔" وہ کچھ

کی۔ جگت کے چہرے پر جوش جھلکے لگا۔ "بس بارہ کہہ چکی ہے کہ میں ہو کر چڑھے ہیں تو کیا عزت مانو گے؟"

جگت کا ضمیر چڑھ گیا۔ ملکہان کو گھر نہیں تھا۔ محورت سے لڑا ابھی بات نہیں تھی۔ چندن کو کہانی سے اٹھ گیا۔ اُس نے سوئے ہوئے صوب پال کو گویا کہ اٹھایا۔ "تم سامان کا تھیلا اٹھاؤ!

آج کی رات کسی دھرم شلا میں گزار دیں گے۔"

جگت ابھن میں پڑ گیا۔ اس طرح رات کے وقت گھر سے باہر نکلے گا چندن کو فیصلہ کرنا: اس کی وجہ سے اُسے سوانت گور پر غصہ آیا۔ وہ اندر بیٹھ کر کب سب کچھ سننے کے باوجود بھی صرف راز بھر خبر نہ لے کے نہیں کہہ رہی تھی۔ یہ بے عزتی جگت سے برداشت نہیں ہوئی۔ اُس نے جگت سے ٹھٹھا اٹھا لیا اور دروازے کی جانب بڑھ کر چندن سے بولا۔

"چلو! چندن گور نے نکلنے میں دوسم دیر کر دی۔ دوپنے کے اچھل میں بندھی ہوئی تو ہم سے پانچ کا ٹوٹ نکال کر پالے میں سوئی ہوئی سوانت گور کی لڑکی کی مٹی میں رکھ دیا۔ اب تک بھگنل بجی ہوئی دس روپے کی رقم کے بل پر وہ دھانی افراد گھر کی چوکت سے نکل کھڑے ہوئے ابھی چند قدم بڑھے ہوں گے کہ سوانت گور نے پوری قوت سے دروازے بند کر لئے۔ اُس وقت جگت کا جی چاکر جا کر بند دروازے پر زور دار دے مار کر اُسے اکھاڑ دے۔ مگر چندن ساتھ گام جو بے عزت ہو کر بھی جاتے ہوئے نہیں دے سکے کہ ہاتھ میں پانچ روپے دینا بھولی نہیں تھی۔ چندن کے ملازم دل کو صدمہ پہنچانے والا کام وہ نہیں کر سکتا تھا۔ شہر بے دردی میں ایسا لگ رہا تھا جیسے اندھرا راجم گیا ہو۔ لوگ سو رہے تھے۔ گلیاں سنسان تھیں۔ جگت اور چندن محلے سے باہر آئے بڑے راستے پر آ کر دو لوگ دُک گئے۔ کہاں جانا ہے؟ اس سے وہ لاعلم تھے۔ سرائے کا پتہ آئندہ معلوم نہیں تھا۔ دونوں لاچار نظروں سے ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ اب چندن گور محسوس کر رہا تھی رات سوانت گور کے گھر میں گزار دے تو بھرتھرا۔ راستے سے گزرتے ہوئے ایک شخص نے جگت نے پوچھا۔

"سردار می! انڈیک میں کوئی سرائے ہے؟" وہ تنک انجانے مسافروں کو دیکھنے لگے۔

"انڈیک تو قیاس الہیہ انجینئر ہو گئے گی۔ انجینئر کی جانب درویش کے قافلے پر....."

دونوں نے قدم بڑھائے۔ "اُن اچھے سردی کب رہی ہے۔ بھوک بھی کئی ہے۔ بھوکا سو یا۔"

ست پال نیند میں بڑھ آیا۔ چندن اُسے جھپکایا دیئے گی۔

"بچا! کچھ دیر لوگ جاؤ۔ جگت کے دل پر چوٹ لی گی۔ اُس نے سوچا راستے میں کوئی ہوٹل لڑکے کو کھانا کھلا دیا جائے۔ دو فرلانگ مزید چل کر چندن پانچنے گی۔ پیٹ میں بھی پیچھا دوڑو میں بھی۔ اس طرح دو بچوں کا جو بیک ساتھ اٹھا کر چلتا تھا۔ جگت کے شانے پر ٹھٹھا بوجھ تھا مگر کسی اُس نے نہ کہا۔

"لاؤ چندن! میں دوسرے شانے پر مت پال کو اٹھائے لیتا ہوں۔" اُسی لمحے سامنے سے ایک سائیکل رکشہ آنا نظر آیا۔ جگت نے ہاتھ اٹھایا۔ جوش میں پیڑل گھما ہوا رکشے والا آہستہ ہوا مگر اُن نے درویشی سے کہہ دیا۔

"ابھی سواری نہیں ملے گی۔ میرے گھر کی طرف چلتا ہے تو چلو!"

"نہیں۔ سرائے جانا ہے۔ جگت نے نرم آواز میں کہا۔" ساتھ میں چھوٹا بچہ اور سالان ہے۔ نہیں تو پیڑل بھی چلا جاتا۔" رکشے والا ابھن میں پڑ گیا۔ پھر فور سے اندھڑے میں جگت کا چہرہ دیکھنے لگا۔ چکر بند ہو گئے۔ پتے اُترتا ہوا پیچھا۔

"ارے..... جگت کچھ چکا!" جگت کو یہ آواز جانی پہچانی تھی۔ وہ قریب گیا۔

"کون..... تاک کچھ؟" جگت بھی بے یسرت انداز میں چیخ۔ مصیبت کے وقت اگر کوئی جانے والا مل جائے تو خوشی ہوتی ہے۔

"ارے! یار! یقین نہیں آ رہا۔ جیل کولر ڈاڑھے والا چکا اس طرح مزدور بن کر تھکنا اٹھائے نظر آئے۔ تھوڑے دن پہلے ہی تو تھماری تصویر اخبار میں شائع ہوئی تھی جس میں تم ٹھٹھا ہاتھ سے ہار بیٹے نظر آ رہے تھے۔" جگت جھنجھٹ گیا۔ تاک کچھ نے شانے پر سے بوجھ اٹھا لیا۔ "چلو بھائی! کچھ سے بیٹھ جاؤ۔ ہمیں جتنی جتنیک پہنچا دے گا۔ تاک کچھ نے لیپے میں بولا۔

"یار جگت کب نہیں، ابھی سرائے تک جانا ہے۔" جگت ذائقے کے رنگ میں بولا۔ "تھماری ہانگی سے ایک ریتنے دار کے سہمان بنے تھے مگر بھی نہیں اس لئے کھڑے کھڑے چل دیئے۔" تاک کچھ سوچ میں ڈوب گیا۔ جگت کو رکشہ میں ٹھکا کر اُس نے پیڑل پر زور ڈال دیا۔

"ارے! یار! بہت دُڑی آ رہی ہو۔" تاک کچھ کی ہات پتھن کر جگت اور چندن مٹکھلا کر بنس بیٹے۔ اُن کی غائب ہو گئی۔ جگت کو چاک خیل آئی۔ دیکھ کر اُس نے اپنی سمت اشارہ کیا۔

"ارے تاک! اکھر لے جا رہا ہے؟ سرائے تو انجینئر کے قریب ہے۔" جگت اور چندن بچے کر آس پاس دیکھنے لگے۔ انہیں سرائے کی عمارت نہیں نظر آئی۔ وہاں اور دگڑ کوئی ایسی بڑی رست نہیں تھی جس پر سرائے ہونے کا خیال کیا جاسکے۔ اتنی دیر میں تاک کچھ اٹھا کر بیٹھے گا۔

"میرے پیچھے چلے آؤ؟" اُس نے ایک کٹھڑی کا دروازہ کھول کر ٹھٹھا اندر رکھا اور چراغ پانچ۔ پھر جگت کی جانب نگر کر بولا۔ "یہ بے بند ہے کی سرائے۔" جگت کھینک گیا تاک نے انہیں اپنا اُن بٹالیا ہے۔ وہ ٹیل کی دھکی بھولا نہیں تھا۔ چندن کوزے سے پال کو چا پانی پر ملایا۔ اتنی روکھڑی تھی کہ اس میں دو آدمی بھگنل ہو سکتے تھے۔ جگت نے سوچا کہ وہاں سب کس طرح سا

ماکے؟

"کھڑے کیا ہو؟ چلو! ہاتھ منہ دھو کر کھانا کھا لیں۔" تاک کچھ نے کھانے کا ڈیہ کھولا۔ چار

ٹھے، چار چار اور دوا کھا گئے دوڑھ تھا۔

"یار تم کھانا نہیں بھوک نہیں ہے۔" جگت نے کھٹک کھٹک پال آکھیں مٹا ہوا بولا۔

"پال! اچھے بھوک لگی ہے۔" دونوں شرمنہ ہو گئے۔ تاک کچھ نے ہو گیا۔

"یار! دوست سے بھونا کھٹک نہیں کرنا چاہیے۔ پیسے سے غریب ہوں مگر دل بڑا ہے۔ جو کچھ انت کر کھا لیں گے۔ ایک ایک پر اٹھا سن تین بیٹے پانی سے سب نے پیٹ کی آگ مٹائی۔ رات جگت سوچ رہا تھا وہ اُن شخص دینا دارنی سے کب تک متاقلہ کر سکے گا؟

جگت دیکھتے ہیئے کہ کرائے والی ایک کٹھڑی لگی تو کھر چلائے گا بوجھ چندن پر ڈال کر جگت سے لگ گیا مگر پہلے ہی دن کا کام پر جاتے ہوئے وہ چندن نے کہا نہیں بھولا۔

"تم یاہر جاتے ہوئے دیوید کی تلاش نہ بھولا۔" کردار دے بھی جانی رہتا۔ وہاں باپ ہونے کی

پہچان۔

لے کی تو اس کٹھڑی میں بند کر دیں گی۔ تم ٹوٹو سے کب تک جانے نہیں ڈوں گی۔" چندن گور





تین سال بیت گئے۔ چنانچہ مدد کی ڈال ہاؤس کالونی میں چھوٹا سا ایک مکان بنا جس کے دروازے پر تختی لگ گئی "جگت ٹھکے چکار پریڈ آرٹسٹ اور سکر۔" چندن کے چہرے پر عجیب سی چمک آگئی۔ ایک وقت کے ڈاکو شوہر نے ساری دنیا کے ٹھکے اُس کے قدموں میں رکھ دیئے۔ وہ فخر کے ساتھ جگت کو دیکھتی۔

"چندن! اب ماں اور باپ کو بلا لیں۔ لانے کے لئے کوئی اچھا دن منتخب کر لیں۔ کیوں؟" دونوں طویل عرصے سے ماں بیٹی اور باپ سے نہیں ملے تھے۔ صرف خط سے خبریت معلوم کر لیتے تھے۔ انہیں بلانے کو جگانے کے لئے خط لکھا کہ وہ انہیں لینے والا ہے تو اُس کے جواب میں ماں آیا۔ بار بار کہہ دوں گے دل ٹوٹ گئے۔

"تمہارے باپ باٹ مائل سے گزر گئے۔"

جگت نے ماں کے پاس پہنچنے تک آنسو دے رکھے مگر ماں نے جب کہا۔ "جگا! تمہارا خط پڑھ کر ان کی خوشی دل میں نہیں ملتی تھی۔ میرے بڑے بیٹے نے نام بڑا کیا وہ اس کو نہ مانے آئے تھے۔ تو جگت کے آنسو بہنے لگے۔ اُس نے ماں کی گود میں سر رکھ کر دل ہلکا کیا۔ لیکن اس سے بڑا صدمہ اُسے اس وقت ہوا جب ماں کو سمجھا لے جانے کی بات کی۔

"نہیں جگت! میں یہ کچھ چھوڑ کر نہیں جاؤں گی۔ تم جس طرح میرے گھر مہمان آتے ہو اسی طرح کسی بھی کسی بھی آتی رہوں گی۔" ماں کے چہرے کی سرخی دیکھ کر جگت کے دل میں کافیا چھو گیا۔

"ماں جی! تم کسی مجھے خدمت کرنے کا موقع دو۔" چندن گڑ گڑائی۔ "بے کی طرح ضد کو کی یہ کیسے ہے؟"

"جو پہلی اتم عورت ہو۔ ماں کا ذکر جاتی ہو۔ انکار کرتے وقت خود مراد دل بھی دکھا ہے مگر اس سے زیادہ اس وقت دکھا چاہیے جگت نے یہاں رہنے سے انکار کیا تھا۔ وہ کھانا بھی نہیں کھاتے۔ وہ بلند آواز میں بولیں گیں۔ پھر پاپٹے لگیں۔ سانس لینے کے لئے کچھ زکے کے بعد مزہ بولیں۔ "اس کی طرح میری رگوں میں بھی ایک جگت کا خون دوڑ رہا ہے۔"

ماں نے یہ کہہ دیا۔ جگت بھج گیا۔ پاپی موت اور ماں جی کی ضد کا اُسے گہرا صدمہ ہوا۔ پوچھ لیں تو وہ جگت کو روک دیا۔

○

"جگا جی! ایک کام کے لئے آئے ہیں۔" محلے کے دو چار بڑے آدمی جگانے کا مطالبہ ہوئے۔ "اے عطا نے میں ایک وقار عامہ سکول قائم کرنا ہے۔ اس محلے میں تمہاری مدد کی ضرورت ہے۔"

"دوڑ لکھا کرنے کے لئے؟" جگت نے قہر سے کہا۔ "جگت! تمہارے لئے؟" ایک شخص نے کہا۔ "ماں سے کی ادنیٰ جانب لالہ نہیں۔" زمین لانے میں مدد کرنی ہے۔" ایک شخص نے کہا۔ "ماں سے کی ادنیٰ جانب لالہ جی کا پالت خالی پڑا ہوا ہے۔ وہاں سکول بنایا جاسکتا ہے مگر۔"

"والہ جی زمین فروخت کرنے سے انکار کر رہے ہیں۔"

"بھروسہ کیا کر سکتا ہوں؟" جگت آہستہ میں پڑ گیا۔ وہ لوگ دیکھ دیکھ خاموش رہے۔ پھر ایک نے جگت کی۔

"تھوڑا زعمہ دوادہ ڈھیلہ چلائے گا۔" جگت سمجھ گیا۔ دل میں ہنسا۔ "یہ لوگ میرے زعمہ کو استعمال کرنا چاہتے ہیں۔ مگر اچھے کام میں ساتھ دینا چاہئے کسی کے بچوں کا بھلا ہو تو وہ چاہے برا بن جائے کوئی بات نہیں۔ اُس نے کہہ دیا۔

"تم لوگ جاؤ ارات ہوئے راجی اور دھرواں کو اس جگہ پر پہنچ دینا اسکول بن جائے گا۔" مگر جگہ خریدے بغیر چلتی؟ "سب کی آنکھیں پھل گئیں۔

"جگانے کام کرنا ہے تو اسی طرح ہوگا۔" جگت جوش میں آ گیا۔ "تم لوگ آرام سے سوئے رہنا چکیں بجائے میں کام نہ خنداؤں گا۔"

"بھروسہ ہے۔" یہ کہہ کر وہ لوگ چلے گئے اور جگانے لگا کر راکٹل کس سے لی جائے؟ وہ چودہ الہ بد میں کی بار راکٹل اٹھانے والا تھا مگر ایک ٹیک کام کے لئے۔

خیراتی سکول کا مکان بنانے کے لئے زمین دلائے کا فخر جگت نے اپنے سر پہ تو چندن نے نہ تو کچھانے کی کوشش کی نہ ہی جس سبب سے کوئی کاروبار میں تیار ہے وہ۔

"چندن! تم مجھے اتنا افسوس ہی ہو؟"

"یہ خوف تو تم کو تیار ہے دشمن نے بھی نہیں سمجھا ہوگا۔" چندن ہندی سے بولی۔ "مگر یہ سچ وکر میں حسین بھولا اور ضرور ماتی ہوں۔ وہاں چلائے چلائے نہ جانے تم کس باتھ آٹھا دو۔" ت بھیلیاں لگنے لگے تو چندن نے نظر کیا۔ "کیوں؟" اُنہی سے بات میں کچھ بھی ہو رہی ہے؟ تہہ کا تھوڑا دیکھ گئے۔ پھر اُس نے پیار میرے انداز میں ہنسنے لگا کر اپنی سرخ بھیلیاں کے ہالے چندن کا چہرہ دیکھ گئے۔

"تمہارے دشمنوں میں سے ایک لے چکی ہوتی ہے۔"

"اے میرے دو اشرم کروا جا کر یہاں کے پاپ ہو گئے ہو پھر بھی انہی کو نہیں بھروسہ؟"

"جگت! تم نے دو اشرم پڑھ کر بولیں پھر نہیں۔" بچوں سے پڑیا کر تم سے نہیں۔"

چندن زخمی ہو کر چلائے گی۔ "کیسے چکی ہو؟ اگر مجھ سے دل نہیں بھروسہ تو دوسری لے ڈاؤر اور ادنیٰ انہیں ہوتی ہوگی۔" چندن کو نے مذاق میں کہا مگر جگت کے چہرے کا رنگ بدل گیا۔ اُسے مذمت سے ڈاؤن لے گئی۔ چندن مجھ کی مذمت کو نہیں سے رہا ہوئے سات آٹھ سال ہو گئے اور اب تک نہیں ملتی تھی۔ پھر اُس کی یاد تازہ کرنے سے فائدہ کیا؟ جگت؟ انہیں میں بھی ہوتی ہے پراپت گیا۔ تیری گئی پیویر میں اس لئے خوب ابھی لگ رہی تھی۔ وہ آسمان پر تیرتے تھے گزروں کو دیکھ کر تھکا۔ اُس کے ذہن کو یورو کی یاد چلیاں دے رہی تھی۔ چندن کو نے پھر نا مناسب نہیں سمجھا۔ اچانک جگت آٹھ کر سنا۔ پاپٹے لگا تو چندن ڈار کی۔

"کہاں جا رہے ہو؟"

”آئیے صاحب! اچانک اس طرف؟“ اپنے چہرے کے تاثرات ظاہر نہ ہو جائیں اس کے لئے تو یہ سب مسلسل چہرہ صاف کر رہا تھا۔ اُس کی سرخ آنکھیں دیکھ کر صاحب نے ٹوکا۔

”آٹھ گھنٹوں میں ساری رات جاگنے کا خیر معلوم ہوتا ہے جگا!“

”ادو۔ یہ بات ہے؟“ جگت نہں دیا۔

”ادھر سے بات ہے؟“ محنت نہیں دیا۔

”کالہ جی نے فریاد کی ہے کہ کسی نے ان کی زمین اور رات بھر میرے جسم پر ٹھکانا کر لیا ہے۔“

پھر مسکرا کر بولا: ”مگر لالہ جی نے تمہارا نام نہیں لیا، کل شام تمہارا نام نہ ملے گا۔“

”تب تم کو سب کچھ معلوم ہے کہ مجھ صاحب“ بحر اتر کر ان کے پاس پہنچا۔

انگریزی سکول میں پڑھتے ہوئے اس شخص نے اپنا نام "محمد علی" لکھا۔

لے گا۔ تمہارا قانون امتحان کرنا ہے تو کہہ دو۔ ان کے آگے آؤ اور ان کا جوشہ

میں نے اپنے دل سے کہا کہ میں اس کو سزا دوں گا اور یہاں اصرار تھا کہ مجھے پتہ چلے گا کہ وہ کون سا شخص ہے۔

یہاں تک کہ وہ اپنے آپ کو دیکھ کر حیرت میں مبتلا ہو گیا۔ وہ نے اپنے آپ کو دیکھ کر حیرت میں مبتلا ہو گیا۔

[illegible]

اسی لیے ہے۔ چیت بے دھڑکن ہمارے دل میں چلی۔ اسے لالہ جی پر غصہ یا۔ زمین فروخت کرنے

”اے کچھ کچھ کہہ کر تم کو گھبراہٹ ہو جائے گی۔“

لانا ہی تو بچہ کرنا اور رزق کے سہارے ہیں ایک بات ہے دیتا ہوں چکا! بغیر لائسنس برائے نقل

وہاں سے لوٹ کر آئے۔

نہیں اس لیے کہ یہ پتہ چل گیا کہ انہیں بھڑکا تھا کہ بھیرا لاکھوں روپے کا راجہ بن کر رہا ہے، استعمال کرتا

برم ہے۔ جنت ہے، اس کرہا چرمذاں میں بولا۔ ”دو تو بھی، جی شائے پر رانفل رکھنے کو دل ہو

جانتا ہے۔ یہ رسول پرانی عادت ہے۔

چمڑی راضی چلائے تو ہنسی دل چاہے گا۔ خیال رکھنا! یہ کہہ کر پولیس چیف چلا گیا۔

۱ "اُس لالہ جی کے پاس سکول کی زمین کا سودا کرینے۔"

”سودا کرنے یا چھین لینے؟“ چندن نے کہتا چاہا مگر ارادہ بدل دیا اور بولی۔ ”سمجھانے سے

کام نکل جائے تو بہتر ہے۔ ہو سکے تو محلے والوں میں سے ایک آدھ کو ساتھ رکھ لینا۔“

”دوسرا کوئی مشورہ دینا نہ ہے؟“ یہ کہہ کر وہ جواب کا انتظار کئے بغیر چلا گیا۔

”وہ زمین مجھے فروخت نہیں کرتی۔ سودا کرنے کی بات کہاں ہوئی ہے؟“ لالہ جی نے کہا۔

"تم نے مانی کے مول خریدی تھی۔ سونے کے دام لینے میں کیا اعتراض ہے؟" لالہ جی میں جگا

سے زمانِ جلنے کی ہمت نہیں تھی۔ ان لوگوں نے یہ کام چکا جیسے سر پھرے پر ڈال دیا تھا اس سے لالہ

ج. رول میں غرض تھی۔ انہوں نے جلدی سے بات مختصر کی۔

”باتھ جڑ کر کہتا ہوں میں وہ زمین فروخت نہیں کروں گا۔“

محنت کچھ دیر تک لالہ جی کو بھگورتا رہا۔ لالہ جی نے سر جھکا لیا جیسے وہ جگا کی نظر سے پرداشت نہ

کر سکتے ہیں۔ محنت سمجھ گیا کہ اس شخص کو الگ سے زمین دے دی جائے۔ زمین کے بڑھتے ہوئے دام دیکھ کر

جس نے اسے نہیں چھوڑا۔ ”جیسے تمہارا مرض؟“ کہہ کر وہ سر اٹھا ہوا ہر نکل گیا۔ اُس کی

[illegible]

انہوں نے اس کے ساتھ ساتھ کہہ دیا کہ: "جس نے اس کے لئے دعا کی وہ اس کے لئے دعا کی ہے۔"

میں نے کہا: "میں نے یہ سنا ہے کہ تم نے ایک بڑی بڑی کتاب لکھی ہے۔"

"یعنی آپ بھر رائل آٹھائیس کے؟" چند نے آنکھیں دکھا کر پوچھا تو جگت ہنس دیا۔  
 "یارا یہ قدرت کی بھی کسی بھاری ہے۔ پولیس والے سب دوست ہیں مجھے لیکن گھر کی بیوی  
 پولیس کی طرح پوچھ چمچ کر کے پریشان کرتی ہے۔" پھر ہاتھ جوڑ کر بولا۔ "ایک جرم صاف کر دو  
 بادشاہ وچر بظاہر مجھے کتنا نہیں کرے گا۔" جب چاروں نے سرت سے تالیاں پیٹنے لگے۔  
 "شاباش! پاپا! گھر میں ڈرامہ کرنے لگے۔" یہ سن کر چندن شرما گئی۔ جگت دونوں بچوں کو  
 ہاتھوں پر اٹھا کر بھاگنے لگا۔  
 "ڈرامہ ہو رہا۔ اب تماشہ دیکھو۔" گھر کی فضا خوشگوار ہو گئی۔

○

حکومت ملک گیر بنیاد پر جو قانون کوئی تربیت دے رہی تھی اور رضا کار دستے منظم کئے جا  
 رہے تھے۔ جالندھر رضا کار دستوں کی ذمہ داری جگت کے پردی کی تھی۔ جو ان لڑکوں کو رائل  
 ٹریننگ دینے میں اسے لطف آتا تھا۔  
 ایک شام کی بات ہے رضا کار دستے کی چھوٹی سی گھر جانے کے لئے دو صاف ٹھیک کر رہا تھا  
 کر کسی نے آکر کہا۔ "بگانی ادھر لڑکی آ کر بنا رہی ہے۔" اس نے ڈور کھڑکی اٹھائی لڑکی کی جانب  
 اشارہ کیا۔

جگت نے اس جانب دیکھا۔ صافے پر اس کے ہاتھ جم گئے۔ آنکھیں پھیل گئیں۔ کچھ کھانے  
 لڑکی خاموش کھڑی ہوئی تھی۔ جگت چرلا وہ بیس سالے پیپلے کی دیو دکھائی دے رہی تھی لڑکی  
 رائل کی نال بر آٹھائیس چھتری ہوئی۔ وہ اپنے کپڑاؤں سے دبا سے جھانکے کھڑکی تھی۔ جگت کا  
 دودھ اس کے قریب جانے کو دل چاہتا مگر خود پر قابو پایا۔ دوڑنے کی بجائے وہ تیز قدم اٹھاتا ہوا  
 پہلے لگا۔ ایک جذبہ، ایک تسلی اور دھڑکنے والے..... پانچ قدم کا فاصلہ تھا تو اس کے پاؤں رک  
 گئے۔ جوش میں وہ بھول گیا کہ بیس سال کے بعد وہ اس طرح جوان کیسے دکھائی دے سکتی ہے؟  
 اسی لمحے لڑکی نے گردن کھائی۔ "قدرت کی کار گیری نے جگت کے دل پر اثر کیا۔ چہرہ مہر وہی  
 ہونے کے باوجود وہ وہی نہیں کی نہیں ہو سکتی تھی۔ پھر جی میں ایک سال لڑکی میں اسے وہ دھڑکنے  
 آئی۔ جیسے رائل نے کر کہا جاتی ہو جگت ٹھکرا نہیں میری ادھر وی اس پوری کرنے کے لئے اس  
 ساج سے انتقام لینا ہے۔ کیا سوچ رہے ہو؟ مجھے بھولے ہو؟ پچان نہیں کئے؟ جگت آنکھیں میں پڑ  
 گیا۔

"تم نے مجھے بلایا ہے مگر میں تو جیسیں نہیں جانتا۔" لڑکی کے نازک ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔  
 وہ رائل کے سہارے وہ دردمند آگے بڑھی۔

"میں آپ کو کچھ بتاتی ہوں۔ میں رضا کار دستے کی رائل ٹوس میں ہوں۔ بہت دن سے آپ  
 سے ملنا چاہتی تھی۔" جگت کو اب خیال آیا کہ اس نے لڑکی کو پہلے بھی دیکھا تھا مگر نام سے واقف  
 نہیں تھا۔ یہ وہی نہیں ہے؟ پھر جی اس کا نام یاد ہو تو.....؟ جگت نے سوچا۔  
 "میرا نام کر دیو کر ہے۔" لڑکی کے ہونٹوں سے پھل پھل رہا۔ "مجھے عیقت کا شوق ہے۔  
 کچھ گا نا بھی آتا ہے۔ آپ ایک بار ہمارے گھر آئیں جانے وہ قیر ہے۔"

○

"تمہارے گھر؟" جگت ابھی تک دیو کے خیال میں تھا۔ "میں نے تمہارا گھر نہیں دیکھا۔"  
 "یہاں سے آپ کے گھر جاتے ہوئے راستے میں ہماری کوئی پڑتی ہے۔" پھر جلدی سے  
 بولی۔ "ابھی چلیں!۔" دیو اسی طرح بولی تھی۔ بولتے دوتے وہ آنکھوں کی پٹیوں کو اسی طرح گردش  
 دیتی تھی۔ اجنبی ہونے کے باوجود لڑکی اسے جانی پہچانی نظر آتی۔ "پہل رہے ہیں؟" اس نے  
 شیریں لہجے میں پوچھا تو جگت انکار نہ کر سکا۔ وہ لڑکی کے سہراہ اس کے گھر پہنچ گیا۔  
 "آپ نہیں! میں ماں کو بلاتی ہوں۔" یہ کہہ کر لڑکی گئی۔ جگت کو یہ سب عجیب

ساگ رہا تھا۔ دل کے طوقان کو چھپانے کے لئے اس نے میز پر پڑی ہوئی نوٹ بک اٹھائی۔  
 کھول کر دیکھی، جو کتبہ وہ انگریزانا تھا پہلے سے پڑھا۔ "میرے گیت میں تم ہو، خیالوں میں تم۔"  
 وچر کی یادیں نکلا ہوا گیت یہاں؟ جگت کے ذہن میں تسلی ہونے لگی۔ دوسرے گیت بھی اسی کے  
 تھے۔

"آپ نے میری نوٹ بک دیکھی؟" لڑکی کے سوال نے اسے چرلا دیا۔ "میں نے آپ کے  
 سارے گیت آبارے ہیں۔" پھر عجب میں آئی ہوئی ماں سے بولی۔ "جگت سنگھ ہیں ماں جی  
 اس دن ہم پرگرام دیکھتے تھے، دوسری..... جگت نے کہا جہو کر سرت کا اظہار کیا۔ کچھ ابھر  
 ادھر کی باتیں ہوئیں۔ جانے بیٹے کے دور ان کے دور کو یاد کر رہا پھر میری نظروں سے جگت کے چہرے کو  
 دیکھتی رہی۔ جگت چلنے کے لئے کھڑا ہوا تو لڑکی کی ماں نے کہا۔

"بھائی! تم سے ایک کام کرنا ہے۔" جگت نے سوچا کہ بچی کو سنگت کھانے کے لئے کہے  
 گی۔ "اس کو بھی کھانے کا نصف حصہ ہم نے کرائے پڑا تھا۔ کرائے دار ایسے کس آئے ہیں کا خالی نہیں  
 کرتے۔" ماں نے عاجزی سے کہا۔ "تم انہیں کچھ کھانا کراؤ۔"  
 جگت کو یہ عجیب ساگ۔ اس نے دیکھا ماں کے جو کام بتایا کر دیو کو کو اچھا نہیں لگا۔ لڑکی کے  
 کچھ بولنے سے پہلے ہی جگت بولا۔ "ماں جی اس کچھ کام کرنا مجھے تم آتا ہے۔ میرا ماضی چھپا ہوا  
 ہیں۔"

"آئی! اج سے جیسے یہ کام بتایا ہے۔" ماں جی نے بچا بول دیا۔ "انہیں سمجھانے میں ہم نے  
 لی نہیں رہی۔"

"پھر ٹھیک ہے۔ آپ کا کام ہو جائے گا یہ لیجئے۔" یہ کہتے ہوئے کر دیو کو پر نظر ڈال کر  
 ت زخمت ہو گیا۔ راستے کے موڑ پر آیا تو ویسے ہی گردن کھار کر دیکھا۔ کر دیو کو گھر سے  
 اسے کھڑکی تھی۔ جگت نے شرما کر قدم تیز اٹھانا شروع کر دیے۔

گردیو کو ایک دن خوش ہو کر جگت کے گھر آئی۔ "بگانی خوشخبری دینے آئی ہوں۔ وہ کرائے  
 مکان خالی کر گئے۔" پھر چند کر کہہ۔ "میں جی انہوں نے ہماری مشکل حل کر دی۔ تین  
 ماہ سے تنگ آگئے تھے۔" جگت اس کی حسین مسکراہٹ پر خوش ہو رہا تھا۔ گردیو کو شرما گئی۔  
 جگت نے تیزی سے بڑھائی۔ "تم نے انہیں میری دین میں کس طرح تنگ کر دیا؟ یہ تو بتاؤ!"  
 سوال اور کڑی۔ چندن کو بھی مذاق نہ ہو گیا۔

حکایت کیجئے آئے والی ہوں۔۔۔ جگت سوچ میں ڈوب گیا۔ گردو پوکور کا شوخ حراج اُسے پہنہ تھا۔ اگھر اُسے دیکھتے ہی دیوڑھی یاد آجاتی اور وہ بے چین ہو جاتا۔

”بڑے آدمی کی طرح کس سوچ میں ڈوب گئے؟ پھنسل جھیں ایک جھلی کر دینا نے کے لئے تیار ہوئی ہے۔ ہاں کھرو؟“ چندن کو نے جلدی سے کہا۔ جگت ہنس دیا۔

”تم نے ہاں باب کی اجازت لی ہے؟“

”بالکل اوروہ بہن کر خوش ہوئے۔۔۔ گردو پوکور نے جواب دیا۔

”اس طرح نہیں۔ تمہارے باپ بچھے سے کہیں تو میں مالوں گا۔“ جگت نے صاف لہجے میں کہا۔

”مجھے سے کیجئے کے لئے کہیں نہیں رہتا ہے گا۔“

”اس کی اجازت بھی میں نے لے لی ہے۔“ گردو پوکور پڑ جوش انداز میں بولی۔

”پھر بھی اپنے باپ کو لے آؤ تو بات کر رہا ہے۔“ چندن کو کو جگت کی بات مناسب لگی۔

”ہاں ایہ ٹھیک کہتے ہیں۔“ چندن نے جگت کی تائید کی۔

گردو پوکور اپنے باپ کی طرف دیکھ کر اشارہ کر رہی تھی۔

”کہئے اب کس بات کا انتظار کر رہے ہیں؟“

”اُس کے باپ کا خوش بیٹھے رہے۔۔۔ جگت نے خاموشی توڑنے کی غرض سے چندن کو مخاطب کیا۔

”بزرگ کے لئے کچھ بنا کر لاؤ۔“ پھر مہمان سے ہی پوچھا۔ ”کیا نہیں گئے، چائے پائسی؟“

چندن کو اٹھنا چاہتی تھی کہ اُسے گردو پوکور نے روک لیا۔ ”بہن! میں جائے بنا کر لاتی ہوں۔

پاکستانی والی چائے پیئے۔“ گردو پوکور کے اندر جانے کے بعد اُس کے باپ نے بات شروع کی۔

”جگت سناؤ گردو پوکور کی مرضی تم سے گنا کیجئے گی ہے۔“ جگت نے یہ الفاظ غور سے سنے۔

”آپ کی کیا مرضی ہے؟“

”جگت کا کہن؟“ پھر کڑا آگے بولے۔ ”بیلے تو لار کیا جوان بی ہے اگر عام جگہوں پر

”جگت کرنے کے لئے انہیں تین دن تو کچا تین گھنٹے چاہی ہیں۔“

”نہیں چندن! اس میں واقعی تین دن گئے تھے۔“ جگت نے غلطی سے کہا۔ ”تم ناراض نہ ہو تو بتاؤں؟“

”یہ ناراض نہیں ہوں گی اس کا میں یقین دلاتی ہوں۔“ گردو پوکور جوش میں بولی۔ چندن کو کو اس بڑی سے محبت ہی محسوس ہوئی۔ اسی لئے وہ اُسے خوش دیکھنا چاہتی تھی۔ پھر اُسے اُسے چرانے کے لئے چندن نے اُس کے بازو پر چھلی بھر کر کہا۔

”اوری میری بجائے یقین دلائے گا حق تم سے کب سے لے لیا؟“

گردو پوکور ہنس پڑی۔ ”ہاں جائیں انہیں کس طرح تک کیا تھا؟“ اُس نے پوچھا۔

”ایک دن ہم اُس کی دکان پر گئے۔“ جگت کہنے لگا۔ ”میرے ساتھ تین چار دوست تھے۔

میں اپنے ہمراہ ایسے لوگوں کو لے کر گیا تھا جو صورت سے ہی فٹو سے دکھائی دیں۔ ہم گڑ خیر نے کے بہانے گئے تھے۔ ہم لوگ انہیں اس طرح سرگوشتیں کرنے لگے کہ پیادہ لڑکوں کا دھیان ادھر جائے۔ ہم سے ہر ایک کے پاس ایک آدھ چھپا تھا۔ جیسے میں ماز دیئے تھے بلکہ باپ بیٹوں کی پچکان کرانے دوستوں کو ساتھ لایا ہوں۔ میں نے لے لیا تھا کر لیا۔“

”اور وہ ڈر گئے؟“ گردو پوکور دھیان میں بولی۔

”سنو تو سہی؟“ جگت نے اُسے ڈانٹ دیا۔ ”اس طرح ڈر کر وہ اتنا خوبصورت مکان خالی کرنے والے نہیں تھے۔ میں نے اور صاحب آکر لایا۔ میں رہا بدنام آدمی لہذا فریاد کرنے کا موقع نہیں دینا چاہتا تھا اس لئے ایک کمرے کے جوتی کو میں نے اُس کی دکان پر بھجوا۔ اُس نے پیٹھ کو ہڑکا دیا۔ لٹاں ستارہ نگرا رہا ہے۔ کوئی ایک آفت آئے والی ہے۔ سوٹ کا سایہ نظر آ رہا ہے۔“

اور بے چارے کے ہر طرف سے ہونے لگے۔ ”جگت جگت کڑا پھر کے کہئے لگا۔“ آخری جھکاؤ میں پہلے دیا۔ ہم لوگوں کو ایک رات دوسری جگہ گزارنے کی کہہ کر چار پانچ آدمیوں نے گھر میں ایسا شور مچا

کیا جیسے نئے میں چڑ ہوں۔ کچھ اندر اندر جھٹو سے جیسے جھریاں ملنے والی ہوں ایسا خطرناک ماحول پیدا کر دیا۔ باتوں میں یہ بھی کہتے تھے کہ اب روز رات کو میں یہاں محفل جٹاں گے۔“

جگت اس طرح بولا جیسے ان لوگوں پر دم گھرا رہا ہو۔ ”بے چارے ہر طرح پریشان ہو گئے۔“

”ہاں! اوروہ جاتے جاتے بڑبڑا رہے تھے کہ جہاں جہاں لوگوں کو گھر میں لاکر تاش کر رہیں ان کے پڑوس میں رہتا ایسے آدمیوں کا کا نہیں۔“ گردو پوکور ہنس کر بولی۔

”بے چارے شریف آدمی۔“ جگت نے طنز سے لہجے میں کہا۔ ”عارضی طور پر رہے آئے اور بنگہ جھپا لیا۔“

”جیسے آپ نے بھی کسی کا کچھ نہیں بھینچا یا ہو۔“ چندن نے مدد بنا کر کہا۔ گردو پوکور کی سوجھ بوجھ میں اُسے جگت کو چرانے کا لطف آتا۔

”تم یہاں بھی لڑو، بے بھی؟“ گردو پوکور جلدی سے بولی۔ ”جنگی اچھے آپ کو روکنا ہے۔“

”گردو۔۔۔“ جگت چلا۔ ”اور میرے جیسے بدنام شخص کو؟“

”بدنام نہیں بلکہ ایک اچھے فنکار کو۔“ گردو پوکور آزاد سی سے بول رہی تھی۔ ”کل سے سب

تھوڑے دنوں میں گود نوکروں نے گھر کے سب افراد کو اپنی محبت سے متاثر کر دیا۔ سب کام اُس نے اپنے ذمے لے لیا۔ بچوں کو قوت پر سکول بھیجتی، اُن کے کپڑے سنبھالتی اور کھلی ماں کی طرح اُن سے پیار کرتی۔ چنانچہ کوئی کام میں ہاتھ نہ لگاتے دیتی۔

”تم نے بہت سال کام کیا۔ اب آرام کرو“ یہ کہہ کر وہ نوٹی سے فیس دیتی۔  
 ”مگر کیا فائدہ لایا تم نے اس طرح سفیدالی میں کہ جیسے بھینس زانو داتی ہو“ چھٹان کہتی۔  
 ”بھیس کے لئے عریضی نہ آئی ہوں۔“ گردو کو زوردار بہت ہوا پسینہ کرتے کی آستین سے  
 چھڑک کر پالٹا چھٹی ہوئی ہوتی۔ ”مجھے دیکھو دیکھو تم تب بھی نہیں جانتی گی۔“

”ارے باپ رو۔۔۔۔۔“ ادھر جی خانے کے سامنے چار پائی پر بیٹھی ہوئی چندن ہاتھ کا اشارہ کر کے بولی۔ ”کوئی اچھا لڑکا ملا تو تمہیں فوراً نکال باہر کروں گی۔ تمہیں؟“

خاق کے باوجود روڈ پر کچھ کاچرو بچھ گیا جسے مارا ادا رہے ہوئے اٹھیاں مل جاتی ہوں اسی طرح اُس نے ہاتھ واپس کھینچ لیا۔ کچھ دن تک چندن کو کئی طرف جیسی سی نظروں سے دیکھتی رہی، مگر کبھی کبھی نہیں بولی۔ ”میں نہ جانا چاہوں گا مگر مجھے رخصت کر دو گی، کچھ آپسے سن کر بات کہنا یقیناً تیار رہا۔ کچھ کچھ سن لوں گی مگر تم نے ایسا محسوس تو نہیں کیا؟“

چندن بجھے سے کھڑی ہو گئی۔ ایک بار دیروے بھی اسی طرح کی بات پوچھ چکی تھی۔ ”تم نے یہ کیا کہا؟“ چندن بولی۔ چار دیوے بھر سے لہجے میں کہا۔ ”بچ جاننا جاتی ہو تو کہہ دوں، میرا مطلب دل آجاتا ہے کہ تم ہمیشہ یہاں رہو۔ چاروں پہلے ڈاکٹر سے ملکر سے کرانے کی کئی تو میں نے ڈاکٹر سے صاف کہہ کر دیا تھا کہ صاحب! جو بیماری ہو کہہ دینا۔ مجھے اب سردی جی یا بچوں کی کھنگھری ہے۔“

”وہ اپنے عی آدی ہیں۔“ چدن کو رفس دی۔ ”اٹھیں کہنے میں کوئی حرج نہیں۔ وہ کہات

”کیا سرنے جینے کی بات چل رہی ہے؟“ محبت نے قریب آ کر پوچھا۔ گرد دیو کو رچے بھرے لیے کو دیکھ مارنے لگا۔

”اس طرح چور کی طرح اندازاً کرتے رہے ہمارے باقیوں کیوں نہیں؟“ چھوٹے نے جھٹ کو آکھیں۔

نیک اپنا ساق کھینچ کر ٹانگہ بٹھولا۔ ”چندر! اس سے پہلے کہ میں بھول جاؤں، حق سے کہے  
 بھول کہ تمہارا چنانچہ گھر کو رہا ہوا ہے۔ اگلے دن مجھے یاد دلانا۔ میں اسے لینے فیروز پور  
 لگاں گا۔ اب وہاں سے سحر ہو گئے۔“

”چتا بھائی رہا ہونے والے ہیں؟“ چنان کو خوش ہو گئی۔ پھر اسے کچھ یاد آیا۔ ”مگر تم ماں کو جودا کیوں کر رہے ہو؟ اسے سال بھر وہ جیل سے آ رہا ہے اسے گھر جانے دو! پر تم جیت کے کچھ دن رہنے دو۔“

”چند اہم جاتی ہواں بنے کے دو میان زہر گھل گیا ہے۔ چٹا ٹیل سے سیدھا اپنے گھر  
نے گا تو اپنے سوتیلے بھائی سے بھگوا کر بیٹھے گا۔ ہم اُسے یہاں رکھ کر اُس کی ماں کی طرف سے

اسی لمحے گرد و پود اندر آئی۔ وہ جانے لے کر آئی تھی۔ اُس نے محبت کے آخری الفاظ سنے۔ اُس نے باپ کی جانب تیز نظروں سے دیکھا۔ اپنے ارادے کی مضبوطی دکھانے کے لئے باپ نے آنکھوں کے ذریعے یہی کوجواب دیا۔

”تمہاری خواہش میں جھکتا ہوں۔ میں تمہاری خوشی میں خوش ہوں۔“  
 ”جیتے سگے“ انہوں نے کھڑک پر کہا۔ ”تمہارے تعلق مجھے اب تک بہت ہی اچھا لگتا ہے۔“  
 ”مگر لوگوں کی باتوں کی مجھے پروا نہیں۔ یہ یہاں وہ کرکیت میں ترقی کرے گی تو مجھے کون  
 ہے۔“ چند منور کو رو رو کر دیکھ کر طرف دیکھ کر سگڑائی۔ ”گو رو پر گور کے بوٹوں پر سگڑا ہے نظر آ رہا  
 ہے۔“ جلت جلتا جلتا تھا۔

”بزرگ امیری جانب سے ہے مگر رہتا۔ میں اسے تمہاری امانت کی طرح حفاظت سے رکھوں گا۔ مگر.....“

”ایک بات آپ کو بتا دوں۔ انسان کو کسی چیز کی گتیاں ہونے کے بعد وہ اس ہونا مشکل ہوتا ہے۔ دو چار ماہ بعد آپ کا ارادہ بدلتا چاہیں گے تو لڑکی شاید آپ کی بات نہ مانے۔“ بگت نے یہ الفاظ محفوظ کر کے رکھے تھے۔ چنانچہ کورکھوں کو رکھی تھی کہ اسے یہ بات نہیں بتائی جائے تھی۔ اس نے فطرتاً ہی مبرا ہونے کا ارتقا سحر گرد ہو کر دو سالان میں بولی اٹھی۔

”بیٹی! میں تمہاری عادت سے ذرا بے لگتی ہوں۔“ چائے کا گھونٹ چمٹے ہوئے وہ بولے۔ ”تم اپنا

خدا پوری کے بغیر نہیں ہالو۔  
اگر یہ بات انہوں نے جتنے ہوئے نہ کہی ہوتی تو اس کا مطلب بدل جاتا۔ گردو چو کوہ نے خوش ہو کر پہلے چائے کے چرن چھوئے، پھر کھجور کے چرن چھوئے لگی۔ "آج سے میں تمہاری شاگرد اور تم

میرے گرو۔ "وہ چنن کی جانب بڑھی مگر چنن نے اسے جھٹکے بیس دیا۔  
 "تم تو میری چھوٹی بہن کے برابر ہو۔" یہ کہہ کر اسے سینے سے لایا۔ مسرت کے دو آنسو  
 گردنوں کو گری چکوں پر چمکنے لگے۔

ابتدا ہوگی۔ جاؤ! اندر سے ہارمونی لے آؤ۔" گرد و پوکو ہر کی طرح دوڑتی ہوئی گئی اور ہارمونی  
انجیل آئی۔ سر ملانے اور صاف کر کے آواز اٹھائی۔

”میرے گیت میں تم ہو، خیا لوں میں تم ہو۔۔۔“ جگت چوک اٹھا۔ گردو پور کی آواز دوسری ڈوبی ہوئی تھی اور جگت کی تیز سی دھڑکن رہا تھا۔ وہ بے چین ہو رہا تھا۔ سر پہنٹے ہوئے گئے اور دوسری گھبرائی ہوئی جی پی جی بھڑ ہو کر اس نے نیچلی جاکن کو زور سے دیا اور آئسکول کا پلار زخماؤں پر بھیر کر گریج بائس کمرم سے پھانسی لگا۔ لیکن دل میں خشک ہوئے گی۔ پارہوں پر کھوٹی گردو پور کی آواز نکل نکلی۔ ”آواز بھی گئی۔ گردو پور کی ٹپکیں بھی پوچھ لیں۔ کرے میں غمین خاموشی تھا۔“

خفگی کم کر رکھیں گے۔

”بھرتو عمدہ بات ہے۔“ چنن کو روک کر اطمینان ہوا۔ اپنے دل سے انتقام کی آگ بجھا کر دوسرے کو بھی اسی راستے پر چلانے کی جگت کی دیکھی اور دیکھ کر وہ بہت خوش ہوئی۔ پھر اسے مذاق سوچا۔ ”اے کروڑ پوڑا اور سرداری کا لالیک سا مگی ہمارے ہاں آئے گا۔ وہ بہت اچھا ہے۔ اسی سے تمہارا معاملہ حل کر دیں گے۔“

”تم ڈاکو سے بچاؤ ہو اس لئے مجھے بھی ڈاکو سے چٹکانا چاہی ہو مجھے گھر سے نکالنے کی اتنی جلدی ہے؟“ گرو پوڑا نے کہا۔ دونوں کے درمیان عکراؤں میں گھبرانے کے لئے جگت کو چڑا۔ ”تم گھر نہ کرنا تم کو یہاں سے کوئی نہیں نکالے گا۔ جانا ہو تو چنن جا سکتی ہے۔“ چنن نے آنکھیں نکالیں تو جگت نے جلدی سے کہا۔ ”کیوں؟ ڈاکو نے تم کو ہسپتال میں داخل ہونے کو نہیں کہا؟ میں اس کی بات کر رہا ہوں۔“ جواب میں چنن جگت کے سینے پر گھر نے بے ساری ہوئی تھی۔ ”سردار مگی کی نیت خراب ہو رہی ہے۔۔۔ کیوں؟“

○

کار فیروز پوری کی جانب تیزی سے دوڑ رہی تھی۔ پھر بھی جگت کو رفتار کم معلوم ہو رہی تھی۔ ”جنوان! ابھی رفتار کم ہے۔“ ڈرا پیٹ بڑھا ڈالا۔ ”جگت نے کار چلانے کے لئے ایک ڈرائیور رکھا تھا وہ اسے اپنے مرحوم دوست جگتا دھماکی دینا تھا اس لئے وہ اسے جنوان کے نام سے پکارتا تھا۔ پہلے وہ جنوان کہنے پر چونکا کہ جگت اس کو اصل نام کی بجائے جنوان کیوں کہتا ہے؟ مگر جب جگت نے جنوان کی دوشی کی داستان سنا تو وہ خوش ہو گیا۔ ”بھرتو مجھے یہ نام بھی منظور ہے۔“ اس کا مزاج بھی جنوان جیسا تھا۔ کار چلانے پر اکثر جگت کو کٹا ہوتا۔

”بھائی صاحب! ڈرا پیٹ کم کر دو۔“ دروازہ اخبارات میں پھر جڑا کر آئے کی کہ چنگا ڈاکو کے ہاتھوں ایک اور ٹولہ۔ ”مگر جگت نے اب جس وقت رفتار بڑھانے کی بات کی تو وہ نہیں دیا۔“ کتنے لوگوں کو لپیٹ میں لینا ہے۔ کبھی کہہ دینا چاہتا تو کبیل سے لینے جا رہے ہو اس کے ساتھ کیا بھیہ جیل پہنچو آئے گا خیال ہے؟“ مگر جگت چپے کے خیال میں کتبہ جیل سے رہا ہونے آئے دس سال ہو کر وہ بالکل سات آخیر مرحلہ اس لئے جا سکا تھا۔ اب چنانچی ماں سے ٹھٹلی میں ملاقات کر لیتا تھا۔ ماں اس سے کہتی تھی۔

”گھر آؤ تو تمہاری شادی کر دوں گی۔“ چنانچہ زیادہ خوشی کا اظہار نہ کرتا۔ ”جیل کاٹ کر آئے ہوئے شخص سے کون شادی کرنے کو تیار ہوگی ماں! اس کی بجائے اپنے اہیت کا گھر بناؤ۔“ ”میں بیٹا! پہلے بڑا بھائی بنایا جائے گا۔ پھر چھوٹے کی باری۔ پھر وہ ابھی بمشعل چندہ سولہ برس کا ہے۔ ابھی تو اسے چڑھانا ہے۔“ ہر بہت جب یہ بات سنی تو چنانچہ سوتیلے بھائی سے نفرت کا اظہار چہرے سے نہ کرتا۔ آخری بار جگت جیل میں پروگرام کرنے گیا تھا تو چنانچہ تمام قیدیوں سے کہہ رکھا تھا۔

”چنگا باہر پروگرام دینے جاتے ہیں تو باج سوا پور وارو پے لینے ہیں ہم بھی آئیں خالی ہاتھ نہیں

جانے دیں گے۔“ پروگرام پر پورا ہونے کے بعد قیدیوں کی جانب سے انکس کی ہوئی رقم جگت کو دینے کا کام بھی چنانچہ کے سپرد کر دیا گیا۔

”کیا ہے؟“ چنانچہ نے پوچھے تو جگت ہنس میں آ گیا۔ ”تم تو کب مجھے پیسے دے رہے ہو؟“ پھر اس کی جانب نظریں گھما کر پچھلے دواڑ میں ہوا۔ ”بھیل کے برے ہوں میں تم لوگوں کے ساتھ دیا۔ مجھے اپنا کچھ کر پار دیا اور دیکھتے تم کو خوش کرنے آیا ہوں تو اس کی قیمت دے رہے ہو؟“ ”پاپائی! تم یہ بھڑو ہے ہو کہ تم نیت دے رہے ہیں؟“ چنانچہ کیے ہوئے لہجے میں ہوا۔ ”یہ ہم سب کے کیا کاغذ نہ راتہ بچکا گیا یہ لینے کے انکار کرو گے تو ہمارے دل دھیس گئے۔“ کچھ بحث کے بعد چنانچہ رقم لے لی۔

”میں یہ پیسے کھ لیتا ہوں مگر اپنے لئے نہیں۔ جیل کاٹنے ہوئے کسی قیدی کے بے آسرا خاندان کو تم لوگوں کی طرف سے دے دوں گا۔“ چنانچہ ہنستے وقت جب چنانچہ کہا کہ میں ایک ماہ بعد باہر ہوں تو جگت کو خیال آیا کہ دس سال کی تیزی سے بیت گئے تھے؟

”چنانچہ! باہر آ کر کام کر۔ اس کے شانے پر پھر رکھ کر دروازے تک ساتھ ساتھ جاتے ہوئے جگت نے کہا۔ ”مگر جاتے ہی تمہاری ماں کو گھبراہٹ ہو، کوئی ایک حرکت نہ کرنا۔“ ”بہت کوشش کر رہوں پاپائی!“ چنانچہ دل کی بات کہہ دی۔ ”ماں کی جانب سے نفرت نہیں جاتی۔ ممکن ہے ماں کی طرف سے نفرت دل سے نکل جائے مگر یہ نہیں کہہ سکتا کہ چنانچہ کے لڑکے کو لڑکھیر کی آنکھوں میں خون نہیں آتے گا۔“

”جگت کو اس کی حالت پر بھر دی جاگی۔ باہر نکلتے ہی اگر چنانچہ کی آنکھوں میں خون آتو ذرا کی جگہ چائے گی۔ اس نے فوراً فیصلہ کر لیا۔

”چنانچہ! رات کی دین میں نہیں لینے آؤں گا۔ کچھ دن میرے ساتھ رہنا۔ ٹھیک لگے تو میرے ساتھ بھی پڑی کرنا۔“ چنانچہ کو یہ بات پسند آئی۔ جس کے ساتھ ڈاکو ڈالنے اس کے ساتھ کتنی باؤڑی جاتی زندگی گزارنے کو لے تو پھر غصی کی بات تھی۔ اس نے جگت کا ہاتھ دیا۔

”پاپائی! میرے دل کی بات تمہاری زبان پر آگئی۔“ پھر دروازے کے پاس سے واپس لوٹتے ہوئے ہوا۔ ”مگر تم اس کی جلدی آ جانا ماں کو میں نہیں سمجھا سکتا گا۔“

”جگت ڈرائیور کا اسی لئے جلدی چلانے کو کہہ رہا تھا۔ چانک بریک کھینچا لگا۔ ”کیا ہوا؟ گاڑی کیوں روک لی؟“ وہ پوچھ چلا۔

”گاڑی کے سپرنگ سے کچھ گرنے کی آواز آئی ہے۔“ ڈرائیور نے باہر آ کر کہا۔ ”میں ڈرا دیکھ لوں۔“ نیچے کے دو پوٹ نکال کئے تھے۔ ابھی سیل کا قاطع ملے۔ رجسٹرنگ کے بغیر آگے بڑھنے میں ڈرائیور کو خطرہ نظر آیا اور ایک مختصر شائع ہو گیا۔

”چنانچہ تو مختصر پیر پیلے چلا گیا ہے۔“ فیروز پور جیل کے کین پر اسے خبر ملی۔ ”اس کی ماں کل رات سے آئی ہوئی تھی۔“ کار باہوتے ہی اسے اپنے ساتھ لے گئی۔

”مگر میں اسے لینے والا تھا۔“ جگت کو ڈرا مسخرا گیا۔

”چنانچہ بہت انکار کیا مگر اس نے کہا کہ پہلے ایک بار کمر جا بھر جہاں بھی جانا ہو چلے جانا۔“

وہ ہر گھنٹی نصف گھنٹے تک ڈکارا۔ جاگے ہوئے کہتا کیا پایا کسی آئیں تو ہم! آئیشن پر ہیں۔ وہیں بچہ دیتا۔

"گاڑی کب روانہ ہوتی ہے؟"

"وہ تو اب جا چکی ہوگی۔" جواب سن کر بھت کار کی جانب بھجنا۔

"ہنومان! گاڑی امرتسری طرف دوڑاؤ۔" اس کی آواز میں فکر محکمہ رہی تھی کسی انجانے ڈر کی وجہ سے۔!

○

"چنا! تم آنے والے ہو یہ جان کر اجیت دوڑوں سے کیسا خوش ہے۔ کہتا ہے کہ بڑے بھائی سے ملنے کے لئے میرا دل بے چین ہے۔" مارے راستے ماں نے یہ بات مختصر طریقے سے ڈہرائی۔ چنا بار بار اپنے دل کو بھجھا رہا تھا اب پرانی عادت بھول جاتے تھے چنا کچھ سے دشمنی تھی۔ مگر اجیت نے تو تمہاری ماں کی کوکھ سے نکل کر اپنے دل کو بھجھا کر لیا تھا۔ راستے میں ڈکارا ایک دوسرے امرتسری سے گھر جاتے ہوئے آئے اپنے دل کو مضبوط کر لیا تھا۔ راستے میں ڈکارا ایک دوسرے سے کہہ رہے تھے کہ بھگوان! ہم جیت کا چنا تھیں سے رہا ہو کر رہا ہے۔ ماں ایک سال سے اس کی رہائی کے لئے کوشش کر رہی تھی۔ آخر اس کے کچھ کاروبار شروع ہوئی کیا۔

سورج آہستہ آہستہ مغرب کی طرف جبکہ رہا تھا۔ ماں چنا کو جلدی پہلے کے لئے کہہ رہی تھی۔ "چنا! مغرب کے وقت گھر میں قدم رکھنا غصہ ہوتی ہے۔ پہلے بیچ جانا بہتر ہے۔" ماں چنا کی گل میں داخل ہوئے۔ چنا کے دل میں الجھ لگے۔ سو دہریس کے بعد گھر کو تھا۔ اس کے پیچھے ماں کی چڑچڑاہٹ تھیں اور سامنے مستقبل نظر نہیں آتا تھا۔ اس نے گھر کے پاس برسوں سے کسی باہر سے وادی طرح کھڑے ہوئے اُٹی کے بڑے ڈر سے روکتا ہو دیکھا۔ اس کے پاس سے پیچھے اس کی سوتلا بھائی اجیت پھپھ کرکڑا ہوا تھا۔ سنے کے پیچھے پیچھے ہوئے اجیت کے کانوں میں یہ الفاظ سنائی دے رہے تھے۔

"چنا! گھر جاتے ہی اجیت کو سینے سے لگا لیتا۔ اپنے رہا ہونے کی خوشی میں اُسے مضامی دیتا۔ تم دونوں میری دو آنکھیں ہو۔" ابھی یہ الفاظ نہیں ختم ہوئے تھے کہ سنے کے پیچھے سے اجیت باہر آ گیا۔ چنا کے سینے پر چھری سے وار ہوا۔ اس وقت تک دونوں میں سے کسی کو بچہ نہ بچل سکا کہ کیا ہو گیا ہے؟ اجیت کے چہرے پر خون ٹھکڑا ہوا تھا۔ اس کی آنکھوں سے زہر برک رہا تھا۔ اچانک سنے سے نیچے پھینے ہوئے بداس چنا کو لات مار کر اجیت نے چت لٹا دیا اور پوچھ کر وادی کے باہر جیت چلا آئی۔

"اجیت! اجیت!" وہ اس سے لپٹ کر اُسے روکے گا مگر سولہ سال کے لڑکے نے ماں کو دھکا دے گیا۔ اس کا چہرہ غصے اور نفرت سے لکڑا تھا۔ چنا نے اس کے منہ کو دکنے کے لئے ہاتھ بلند کیا تو چھری کی تیزانی بازو میں آڑی۔ بائیں کی طرف اجیت نے چنا کا سینہ دیبا۔

"ماں! اپنے باپ کا قاتل مہلے کے لئے برسوں سے انتظار کر رہا تھا۔ لے۔ لے۔ لے۔"

"اوہ۔ اوہ۔! بچاؤ بچاؤ!" کی چیخوں سے لوگ دوڑتے ہوئے آگئے۔ غروب ہوتے ہوئے

سورج کے پانچ سات منٹ کے درمیان یہ سب کچھ ہو گیا۔ چار چھ آدمیوں نے اجیت کو پکڑ لیا۔ "ماسا! بے وقوف!" لوگوں نے چائے مارے اور اُس سے چھری چھین لی۔ مگر اب اجیت کو اس کی ضرورت نہ تھی۔ خون میں لخت پت چنا کا جسم خنڈا ہو گیا۔ پتھر کے ساتھ سر کلر کر پرم جیت ہوئے ہوش ہو گئی تھی۔!

اجیت اپنا ہاتھ خون سے بھرے ہوئے ہاتھ منسل رہا تھا۔ کار کا ہار ناپا دیا۔ مجمع کے درمیان راستہ پیدا کرنے کے لئے ڈرامیڈر نے زور سے ہارن بجایا جو دار آدمیوں نے ایک ساتھ کہا۔

"آگے بڑھنے کا راستہ نہیں ہے۔ لاش پڑی ہوئی ہے۔"

بھت کار نے ہاتھ آکر کچھ بھینٹا۔ لوگوں کے درمیان سے راستہ بناتا ہوا اندر پہنچا تو قدموں کے قریب چنا کی لاش نظر آئی اور وہ دل دہلائے والی آواز میں گرجا۔

"چنا!..." دوسرے ہی لمحے اُس کی آنکھوں میں سرخ زور سے تیرنے لگے۔ اُسے نظر کے سامنے پوچھنے کے درمیان کھڑا ہوا اجیت نظر آیا۔ وہ سب کچھ سمجھ گیا۔ بھت نے مطمئن کس لیں۔ کلائی کی کٹیں اُٹھرائیں۔ اُس کے جوتے بچے گئے۔ وہ خودی نظروں سے اجیت کو دیکھنے لگا۔ اجیت نے منہ پھیرا لیجے بھت کی تیز نظریں برداشت نہ کر سکا۔

کچھ ہی دیر میں بھت کے ذہن پر شیطان سوار ہو گیا۔ چنا کے بھانہ نکل گئے اُس کے خون میں آگ لگا لگا دی۔ وہ لاش کے پاس پڑی ہوئی خون آلود چھری کی دھار پر نظر ڈال کر قدم بڑھا لے جا رہا تھا، اسی لمحے خوشی میں آئی ہوئی پر جیت، اُس سے لپٹ گیا۔

"چنا! بچا! اس میں کسی قصور نہیں۔ یہ میرے کان کی سزا ہے۔ میں پیار میں بے قابو ہو کر چنا کو جیلاں لے آئی۔ وہ بھائیوں کی دشمنی زور کرنے کی جگہ بدل گئی۔" روٹی ہوئی، روٹی ہوئی بھت کے سینے سے پسر مارائی وہ بیزار دیر تھی۔ پھر دوڑ کر اُس نے نیچے سے چھری اٹھالی اور غم جینے کے سامنے کھڑی۔

"لے۔ اب لے میرے سینے میں مار دے اور ابی پیاس بجھا لے اچھے زہر دھ کر کبھی تو نے مار دیا ہے۔" بھت نے اُسے پکڑ لیا تو پر جیت بائیں کی طرف گر پڑی۔ "سب بڑے دشمن بن گئے۔ بھگوان! اب کبھی عورت کو رحم نہ دیتا۔ اگر دے تو ماں نہ بناتا۔" اُس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے

ادرا تلووں سے سب کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ بھت کا دل بھی آنکھوں کے راستے بہنے لگا۔ اُس کا جوش ٹوٹ گیا۔ اُس نے پر جیت کو پیچھا کر چنا کے چہرے پر ہاتھ پھیرا۔

"دوست! اچھے صاف کرنا۔ مجھے دیر ہو گئی۔" پھر اسی ہاتھ سے اپنے آنسو صاف کر لے۔

○

دوسرے دن دوپہر کو سچی ہوئی آنکھوں کے ساتھ بھت گھر پہنچا۔

"کل شام سے تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔" چندن نے ٹوکا۔ بھت کے چہرے پر مدد دیکھ کر کھنگلی۔ اُس کا کچھ بدل گیا۔ "کیا ہوا۔ چنا کو کین لائے؟"

بھت جا رہا تھا لیکن چنے کی آواز میں پھر بولی۔ "میں کہہ رہی ہوں کہ اُس کی ماں اس رات نہیں بیٹھی گی۔" اچھا ہوا مگر چھوڑ دئے۔



”چھوڑ آیا۔ مگر.....“ جگت نے آنکھیں بند کر لیں۔ ”مگر نہیں، ہمشان میں۔“

”کیا؟“ چندن کی کچھ نکل گئی۔

”اُس کے سوتیلے بھائی نے چنا کو مگر پیٹنے ہی نہیں دیا۔ اس سے پہلے ہی ختم کر دیا۔“ جگت بے شکل ہوا۔ پھر چار پائی پر لیٹا ہوا ہوا۔ ”شراب کی بوتل لے آؤ؟“ چندن کے ہی زمین سے چپک گئے۔ دل میں گہمراہ ہونے لگی۔ اُس نے ہنسنے کہا۔

”اور اُس لڑکے کا کیا ہوا؟“

جگت نے اُسے عجیب طرح سے دیکھا، ہونٹ پھٹ چکا ہوا۔ ”ختم کیا۔ میرے ہاتھوں ایک قتل ہونے سے روکا۔“ پھر حیرت بکھرا ہوا اس طرح سے پہلو بدل کر سگیا۔ پھر بھی چندن سوال پوچھتے ہی بند ہو گئی۔

”بے چارے چنا کی ماں..... اُس پر کیا گزری ہو گی؟“

”وہ پاگل ہو گئی ہے۔“ جگت بڑبڑایا۔ ”سوہرے بس ہمدرد آئے۔ بیٹے کو سولہ سال تک جمن سے پالے ہوئے بیٹے نے قتل کر دیا۔ یہ اُس سے کیسے برداشت ہو سکتا تھا؟“

دوسرے دن کافی دھوپ نکل آنے کے بعد چندن نے اُسے اٹھایا۔ ”اٹھو! دس بجے ہیں۔ کل سے کچھ کھا یا نہیں ہے۔ ناشتہ کرو!۔“ جگت اٹھواری لے کر بیٹھ گیا۔ جسم میں ٹپکا سا درد دور پا تھا۔ کتا سرپا اُسے اس کا ہوش کنٹھنٹھا۔ خالص پر کارمند ہونے کے بعد چمرے سے تازگی آ گئی۔ چندن کو ناشتہ لے کر آئی۔ جگت نے کمر میں نظر کھائی۔

”بچے سکول جا چکے ہیں؟“ چندن نے اثبات میں سر ہلایا۔ اس کے بعد کا سوال نہ پوچھا جائے اس لئے ابھر اصرار ہونے کے لئے چندن نے قدم بڑھا کر جگت کے روک دیا۔ ”اوسے گردو پوکو کیوں نظر نہیں آ رہی؟“ چندن کا چہرہ اتر گیا، پھر بھی کہنا چڑا۔

”اپنے کمر کی ہے۔“

”مگر میں نے اُسے کل بھی نہیں دیکھا تھا۔“ دوسرے سوال سے چندن کو لرز گئی۔

”کل سے گئی ہے۔“ چندن کی آواز میں شکایت تھی۔ گردو پوکو پختے میں ایک بار دو چار کھٹے کے لئے اپنے ماں باپ سے ملے جاتی تھی مگر کسی گھبرائی نہیں تھی۔ اُس لئے جگت کو کھٹیں ہوا۔

”اُس کے کمرسب ٹھیک تو ہیں؟ تم دو آؤں؟“

”ہاں۔“ دونوں سوالوں کا جواب دیا گیا۔ مگر دل کی پریشانی کو دبانے لگی۔ ”کل سب پاؤں پلانے کے لئے چلا تھا۔ آج میں خود ہوئی۔“ جگت کی آنکھیں پھیل گئیں۔ ہاتھ میں قہقاہہ ہوا پراٹھے کا ٹکڑا اُس نے داہن رکھ دیا۔ دُری ہوئی چندن نے ہنسنے پوچھے کہہ دیا۔ ”اب وہاں نہیں آئے گی۔ اُس کے باپ نے بیٹھے سے انکار کر دیا ہے۔“ چندن ایک سی اس میں کھد گئی۔

”مگر کیوں؟“ جگت نے تعجب سے پوچھا۔

”کیونکہ.....“ چندن پچھلی کی آواز میں بولی۔ ”میاں مار رہے سے اُن کی بیٹی بدنام ہو جائے گی انہیں لڑکھوایا ہے۔“

”مگر گردو پوکو نے کیا کہا؟“ جگت کی آواز میں پتلی بھی تھی۔

”وہ بے چارے تو میرے سامنے بری طرح رو رہی تھی۔ اپنی ماں کی موجودگی میں کچھ بول نہ سکی۔“

”یہ بات ہے۔“ جگت نے دانت چیں لئے۔ پھر آگے کچھ کہنے کی بجائے خیالات میں گھوم گیا۔ اُس کا غضب آلود چہرہ دیکھ کر چندن ڈر گئی۔

کمر میں اُسی چکر کا دھڑکی۔ کوئی اُس کا نام نہ لیتا تھا۔ مگر گردو پوکو چاروں طرف چلتی پھرتی نظر آتی تھی۔ چندن کو بچے جیسی انداز جگت کو ناشتہ میں گردو پوکو کی موجودگی نظر آتی تھی۔ بچے جیسی کالہ جو برداشت نہ ہوتا تو چندن چھپ کر رو گئی۔ خاموشی ناقابل برداشت ہوئی تو جگت گیت کا لپکتا۔

”میرے گیت میں تم ہو خیالوں میں تم ہو۔“

چندن کو گردو پوکو میں کچھ بولی وہ اس وقت کے یاد کر کے گیت گارہا ہے؟ وہ دیکھ کر گردو پوکو کو گردو پوکو کے جگت کی شاگرد بن کر کمر میں آنے کے بعد ایک دو پارہ جگت سے چندن نے کہا تھا۔ ”اب مجھے موت کا ڈر نہیں ہے۔“

”کیوں..... مرنے کی بہت جلدی ہو رہی ہے؟“ جگت نے اُسے چڑایا۔ ”دن بدن سوئی ہوئی چاروی ہو۔“

”جہنمی بڑھنے سے زندگی نہیں بڑھتی۔ کیا سمجھے؟“ چندن نے سنجیدہ ہو کر کہا۔ ”عورت کو موت کا ڈر ایک وجہ سے ہوتا ہے۔“

”کوئی وجہ؟“ جگت نے پوچھا۔

”بچے بے سہارا ہو جاتے کی۔“ چندن نے فطرس چمکا کر کہا۔ اب مجھے ڈر نہیں۔ گردو پوکو انہیں سنبھال لے گی۔“

”بے سہارا ہونے کی عورت کو فکر ہوتی ہے۔“ جگت نے مذاق کے رنگ میں کہا۔ ”مرد کا کیا ہو گا اس کی پر دوا بھی ہوتی ہے؟“

”جیسے میرے بچوں کو سنبھال لیتی ہے وہ شہر کو بھی سنبھال لے گی۔“ پھر چندن اوپر دیکھ کر دلی۔ ”کیا کہیں ایسا نہیں ہوتا؟“

”کیا کہہ رہی ہیں؟“ جگت نے غصہ دکھایا۔ ”وہ بھلی لڑکی آواز ٹھیک کرنے آئی ہے اور تم اپنے بچوں کو اُس کے گلے باندھ کر اُس کی زندگی برباد کرنا چاہتی ہو؟“ چندن کو مسکرائے گئی۔ تب جگت نے سوچا کہ ان دونوں نے آپس میں کچھ نہ کر لیا ہے۔ وہ ناراض ہو کر کچھ کہنا چاہتا تھا مگر چندن لنگھلا کر گئی۔ ”تم میرے بیٹھے ہو کر جیسے میں کل مر جاؤں گی۔“

”چندن! جھگڑنا سوچ رہا ہے۔“ جگت نے مدد نہ کر کہا۔ ”ایسی بات اگر باہر نکل جائے تو ٹی کا پرہت ہو جائے گا۔ چپ رہو۔“

”باہر والوں نے تو مایا کا پرہت بنا شروع ہی کر دیا ہے۔ مجھے بہت سی ہنسنے پوچھے ضرور۔“

دے گئیں۔ ارے تمہارا داماد بھر گیا ہے؟ گھر میں کوٹاری لڑکی کو دکھ کر تم زندگی بڑا نکاح جانتی ہو۔ مرد سے دل لگ گیا تو گھر اور شہر بک کر بڑھ جائے گی۔ انہیں میں کیا جواب دیتی ہوں تاکاؤں؟" بکثرت نے تجسس نظروں سے اسے دیکھا تو چندن بولی۔ "میں سمجھی ہوں یہ تم کو لوگوں کو اچانک میری فکر ہو گئی؟ میں ماہ ہسپتال میں رہی تو کئی خبر لیتے تھیں کیا۔ کوٹاری لڑکی کا میرے مرد سے دل لگ جانے سے کیا بات الگ ہے۔ بکثرتی لڑکیاں تو میرے بچوں کا اور میرا دل اس سے لگ گیا ہے۔ وہ میں ہر پائی نہیں ہتی۔"

"جنت دل میں چندن کے ظلموں پر خوش وادگر چرے پر لاشعق رہے دی۔" تم نے ایسا کہا؟"

"میں نے جی کہا۔" پھر وہ رک گئی۔ مگر چکر لے کر بعد بولی۔ "یاد ہے کئی سال پہلے حالہ کے ماحو گھر آئے تھے؟ جب تم آنا تو گئے۔ ماحو نے کہا تھا کہ جلد یا بدیر گھر میں موت آئے گی۔ تم دوسری شادی کرو گے۔"

"تم ابھی تک اس بات کو نہیں بھولیں چندن؟" جنت جذبات میں بہتا ہوا بولا۔ "میں سال بیت گئے ابھی میری دوسری شادی نہیں ہوئی۔ اب تک تمہیں وہ بات صدمہ ہوئی ہے؟"

"ماحو بابا کی بہت ساری باتیں جانتی ہیں۔" چندن بڑبڑاتی ہوئی۔ "اب ایک ہی بات باقی رہ گئی ہے۔"

"ساری بچتی نہیں ہوتی چندن؟" جنت نے جذبات میں کہا۔ "نہیں تو ویرہ اسے سال ہم سے دور کیوں دیتی؟" جنت بات ختم کرنے کے اعجاز میں کھڑا ہو کر کمرے سے چلا گیا۔ ویرہ دھنی تو کچھ اور سوال کیا کہیں تھا؟ مگر اب وہ اس دھوکہ میں تھی۔ گردو پوکھ سے باپ نے جنت کے گھر اپنی بیٹی کو آنے سے روکا تو چندن کو بھی صدمہ ہوا۔ وہ چھوٹے قصور میں کیوں کم رہی؟ کیوں خواب کے نکل تھیر سکے؟ قدرت نے اسی لئے اسے اس سزا دی تھی۔ گردو پوکھ کے مستقبل سے کھینچنے کی اس نے حسرت کی تھی؟ یا لڑکی کے دل کو لگاتار کر رہا تھا۔ چنا کی موت کے غم میں اسے ویرہ زیادہ یاد آنے لگی تھی۔ گلے میں موج دو موج پر ہاتھ بھرتا ہوا وہ ذہن کو ٹوٹنے لگا۔ گردو پوکھ میں ویرہ کو دیکھا یہ اپنی ذات کو دھوکہ دینے کے برابر تھا۔ اس کی ٹوٹ پٹک میں اپنے بکثرت گھسے ہوئے دیکھے، ویرہ کی یاد میں نکسا ہو گیت وہ خوب چاہہ سے گاؤں کی اسی لڑکی کو گردو پوکھ میں ویرہ کی دلی۔ دل کی خانہ جگ میں کسی کو بسانے کی پوری نہیں ہوتی۔ تمہارے جیون میں اب کئی درد و ناغہ نہیں ہو گئی۔ مگر تمہارے دل سے وہ کبھی نہیں جاتے گی۔ قدرت نے گردو پوکھ کے لئے جو کچھ کیا شاید اچھا ہی کیا۔

چندن کو صدمہ ہوا یہ مگر آئندہ اس کا دل بھر جائے گا۔

"میں گردو پوکھ سے گھر ہو آئی۔" باہر سے آ کر چندن جنت کے برابر چار پائی پر بیٹھ گئی۔ سنی ان سے کہ جنت چار پائی پر لیٹ گیا۔ چندن کہنے لگی۔ "آج مجھے گردو پوکھ سے بات کرنے کا موقع ملا ہے۔"

"کیا بات ہوئی؟" جنت تجسس نہ روک سکا۔

"پہلے چار پانچ بار کئی تو گردو پوکھ کی ماں نے لوہا دیا مگر آج میں نے سنی کی ہے۔"

"سنی؟" بکثرت چونکا۔

"میں نے کہا مجھے گردو پوکھ کے لئے نہیں دو گے تو سرداری خود انہیں گے۔"

"پھر؟"

"پھر کیا ہے؟ سن کر اس کی ماں نرم پڑ گئی۔ وہ تمہارا مزاج جانتی ہے اس لئے دھیلی پڑ گئی۔ وہ بولی کہ کہیں انہیں کوٹوں کی بات میں مردوں کو درمیان میں کیوں لانا ہے؟ پھر کچھ بھاری لہجے میں بولی۔ "سنی کے مستقبل کو سوچ کر باپ باپ کو کتنی کرنا پڑتی ہے۔ تم اس سے خوشی سے ملو؟" چندن اتنا کہہ کر گئی۔ جنت کا منہ کھلا ہوا تھا۔

"تم نے میری ذہاک استعمال کی؟"

"ہاں! اس کی ماں نے کہا کہ گردو پوکھ کو سمجھانا ہم نے ایک لڑکا تلاش کر لیا ہے۔ شادی کی بات کرو۔" جنت اتفاقاً چندن نے کچھ غصے میں کہے۔ پھر بنیادی بات پر آئی۔ "اُسے دیکھ کر دل بڑبڑ گیا۔ اسنے دہوں میں سوکھ کر کاٹنا ہو گئی ہے۔ جیسے برسوں کی چارہ ہو۔ دہوں کی آہیں نکل گئیں۔ کچھ دیر تک خاموشی رہی پھر چندن کہنے لگی۔ "مجھے دیکھ کر وہ بک بک کر روئے گی۔ چھوٹے بچے کی طرح مجھ سے لیٹ گئی۔ اس کے پتے ہوئے آنسوؤں نے مجھے تر پڑا دیا۔ جیسے اس کے شہید کا بندھن ٹوٹ گیا ہو۔" کہتے ہوئے چندن آبدیدہ ہو گئی۔ جنت خاموش رہا اور چندن کو دکھ بولنے لگا۔ "روئے کے بعد اس نے بچوں کی اور تمہاری غیریت پوچھی، ملازمہ کو کتواؤ دی یا نہیں؟ گھر کا حساب کون رکھتا ہے؟ مجھے یاد کرے؟" جنت نے اس سے کہا کہ تمہارے اُس نے بہت سارے سوال کئے۔ میں نے مختصر جواب دیئے۔ میں نے اس سے کہا کہ تمہارے باپ یاں تمہاری شادی کرنا چاہتے ہیں۔ لڑکا بھی تلاش کر لیا ہے۔ تم کیوں؟" میں اتنا ہی بولی تھی کہ اس کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ وہ اپنی ماں کو گھورتی ہوئی بولی۔ "کہیں! انہوں نے ذہروتی قید میں رکھا ہے۔ گھر میں نہیں ڈلگاؤں گی۔ میں ان سے ایک بار کہہ چکی ہوں کہ مجھے شادی نہیں کرنی۔ اگر ذہروتی کی تو مجھ سے ہاتھ دھو نہیں گے۔" چندن جوش میں کہہ رہی تھی۔ جنت کو بھی نصرا کیا۔

"دیکھ لڑکی سے بہار۔ یہ سن کر اس کی ماں سانے میں آگئی ہوگی؟"

"پہلے سانے میں آگئی، پھر چڑ گئی۔" چندن کی آواز نرم ہو گئی۔ "اس نے گردو پوکھ سے صاف صاف کہہ دیا کہ بہن تم سے ہاتھ دھوئے کو تیار ہیں مگر عزت نہیں جانے دیں گے۔ اپنی بیٹی کو کہنے سے سکون نہ ہوا تو مجھ سے کہا کہ تمہارے ساتھ وہ دوسری تو ہماری لڑکی کتنی بڑی ہے۔"

"تمہیں اس نے ایسا کیا؟" جنت نے فضیلاں کس گئیں۔

"جہیں بھی گئی تھیں، ہم کہاں کہنے آئے تھے کہ اپنی بیٹی کو کبھی؟ میں ایسا نہ کہہ سکتی جنت جگہ؟"

نن کی آواز بھرا گئی۔ "اسی سے عزتی ہونے کے بعد میں بک بک وہاں دھنی؟ غصے میں میری بیٹی لٹی پٹی آئی۔" ناچھایا گیا۔ چندن کو کئی مہینوں میں درد جھک رہا تھا۔ جنت خاموش کھڑا رہا۔ پہلے ہی ایسا ہوتا تو جنت شاید پوری بات ہی نہ سنتا اور ہاتھ میں لاشی افخ کر چل پڑتا حساب اف کرنے مگر اس کی بجائے وہ چار پائی پر لیٹ گیا۔ چندن نا نا گئیں کہ انداز میں کھڑی بیٹی

اور اندر چلی گئی۔ جگت سوچ رہا تھا کہ کون سی کردی اسے روک رہی ہے؟ کیا کوئی ان دیکھی قوت ویر کا دیا ہوا انور ہے؟ مہتا صاحب کی بخشی ہوئی آزادی؟ کوئلوں کی طرف سے ملایا ہوا پیارا یا لاداکو ذمہ داری؟ نہیں نہیں! میں ایسا نہیں ہونے دوں گا مگر..... کر کیا؟ اس نے اپنی ذات سے سوال کیا۔ پھر خودی جواب دیا۔ آخر میں کس رشتے سے لڑی کو اس کے ہاں باپ سے نہیں لوں؟ اُسے لاکر کہہ میں کس رشتے سے رکھوں؟ سوالوں کے پکڑنے جگت کے ذہن کو تھکا دیا۔

○

دن گزرتے رہے۔ چند دن گزر دو کوئی چہرہ کی پریشان کرنے لگی۔ آنسو بہا تا اس کا جسمو چہرہ ہر لمحہ اس کی نظر کے سامنے رہے گا۔ اب وہ کسی واپس نہ آنے کی۔ وہ بڑی بڑی ہوئی آگے بڑھی اور گرد و پور کے پکڑے واپس دے آنے کے لئے الماری کھولی۔ وہ کم مٹی پکڑوں کو دیکھ کر اس طرح ہاتھ پھیر رہی تھی کہ گرد و پور کو اطمینان دلانے کے لئے اس کی پشت پر ہاتھ پھیر رہی ہو۔ مگر پھر اس کا اطمینان ختم ہو جاتا اور وہ بے لگتی نہیں، پکڑے واپس دے آتی تو اس کا دل ٹوٹ جائے گا۔ چند دن سے سوچا ہے وہ بد نہیں کر سکتی۔ وہ درود پڑھ کر کچھ بھلانے کے لئے نہیں آگئے تھے۔ وہ بھی کسی چہرہ کا مہاراجہ کسی جوتی اور کسی بھی جادو کرنے والے سے ملنے لگی۔ کسی تہا جاتی اور کسی جگت کو سمجھانے لے جاتی۔ سب امید دلاتے نتیجہ باپا میں تھا۔ جگت دیکھی روکنا نہ تو سکتا۔ البتہ کسی بھی آکھن میں ضرور پڑ جاتا۔ چند دن کو اس لڑکی کی اپنی چاہت ہو گئی ہے؟ ابھی اُسے ڈر لگا کہ اب جس حد سے میں چند دن کی فکری ہو گئیں وہ چاہے اسے کسی خوشگوار سفر کرنا کہ دوسروں کے لئے بہت کچھ کیا مگر جس صورت سے تمہارے لئے ڈکھ پر داشت کئے اس کی خاطر ایک قدم نہیں اٹھاؤ۔ اب تیری سے گزرتے رہے۔ چند دن کی اس نوٹنے لگی۔

”خط.....“ اور آواز سے کر ڈا کیے نے ایک لفظ دروازے کی جانب پھینکا۔ دوڑ کر لڑکا خط لے آیا۔ تجس کی خاطر اس نے لٹائے پر نام پڑھا۔ ”ارے ماں! تو تمہارا خط ہے۔“

”ارے.....“ تو گرد و پور کا خط ہے۔ ”چند دن سے پکیا ہے تمہیں سے لٹاؤ کھولے ہوئے آکھیں بند کر کے بھگون کا نام لیا۔ اندر سے خط نکالے ہوئے اس کا دل جھکنے لگا۔ خط کے الفاظ پر نظر پڑے ہی اس کے آنسو بہنے لگے۔ برداشت کے باوجود اس کی آنکھیں لگی۔

”کیا ہوا؟“ جگت کرے میں دوڑ کر آیا۔ چند دن کے لڑتے ہاتھوں اور آنسوؤں سے بیگہ ہوا چہرہ دیکھ کر جگت کا باپ اٹھا۔ ”کس کا خط ہے؟ اس کی کوئی خبر ہے؟“ جگت نے جہلی سے پوچھا۔

”نہیں۔“ چند دن بندہ آواز میں بولی۔ پھر سینے پر ہاتھ رکھ کر خط اس کی جانب پڑھا دیا۔

”گرد و پور کا خط ہے۔“ ان الفاظ میں طنز کا وزن تھا۔ جگت کر جگت نے خط لے لیا۔

پڑھنے سے پہلے چل کر باپ بیچے کی خواہش ہوئی۔ مگر اس نے پڑھنا شروع کر دیا۔

”ہی! آخری بار تم سے ملنے کے لئے خط لکھ رہی ہوں۔ ماں نے تمہاری بے عزتی کی پھر تم نہیں آئیں یہ اچھا لیا۔ اب سب عزتی کے بدلے میں خود تمہارے گھر آنا چاہتی ہیں مگر قدرت کو یہ مشکوک معلوم ہوا۔ جسم اب زیادہ ڈانٹیں نہیں سکتا۔ جسم کا ایک حصہ صحت ہو گیا ہے۔ ڈاکٹر کہتے ہیں کہ بابت میں کا خطرہ ہے۔ روٹ تو پھیلے ہی ختم ہو چکی ہے اب جسم کی باری ہے۔ یہ بھی اچھا ہوا

گھر والے مجھے کسی کے لئے نہیں بامعہ نہیں دے ڈولی کی تمنا تھی اب جنازے سے اُن کو سکون ملے گا۔ بابت ملے ہونے والے کو زیادہ تکلیف بھی نہیں ہوئی۔ اس موت کے لئے تیار ہوں۔ زندگی کی قدر ہے زہری جاتی ہوں۔ مگر اس سے پہلے ایک بار ملنا۔“

جگت کی آنکھیں جھپک گئیں۔ چند دن کوئی آنکھیں سوکھ گئیں۔ چٹیاں پھیلا کر اس نے جگت کی جانب دیکھا جیسے اُس کی آنکھیں جگت سے جواب طلب کر رہی ہوں۔ ”یہ تو اس کا ذمہ دار کون ہے؟“ جگت اُس کی آنکھوں کی زبان نہ سمجھا۔ شاید کچھ کرنا چاہتا تھا۔

”چند دن باپ ملے گا۔“ جگت نے کہا۔ اور چند دن کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ وہ دانت بیٹنے لگی۔ آنکھوں سے آگ برساتے گی۔ وہ جگت کو سرتا پاد بھیجے گی۔ ”چند دن آکھیں کیا ہو گیا؟“ جگت ڈر گیا۔

”تم کو کیا ہو گیا؟ میں پوچھ رہی ہوں۔“ وہ جگت کی الفاظ میں کر جگت سانے میں آ گیا۔ ”مگر کہا ہے کہ تم ڈاکو تھے؟“ ڈاکو لفظ اس طرح طر میں بولا گیا کہ جگت جھلا کر بیچے بہت گیا۔

”تم کہا کیا جانتی ہو چند دن؟“ اُس نے سوال کیا۔

”کیا کہنا جانتی ہوں؟“ چند دن آنکھیں نکال کر بولی۔ ”ویر کا خط پڑھ کر اسے اغوا کرنے کے لئے تو تم نے کسی سے یہ سوال کیا تھا؟ نہیں، کیونکہ اُس وقت تم ڈاکو تھے۔ تمہیں کسی کا ڈر نہیں تھا، نہ کسی کی پرواہ تھی۔“ باپ کر وہ سانس لینے کے لئے دی، پھر کچھ پھر کر بولی۔ ”اب یہ گھر، ٹھیکہ، بھئی، بچے، عزت سب تمہارا راستہ روک رہے ہیں باپ! کڑا گل ہے؟“

”چند دن.....“ بیاک کرج کے ساتھ جگت بیچ ڈا۔ پکڑے، چند دن کا جسم لڑکا مگر وہ اسے گھر لائی رہی۔ ”یہ تو تمہیں کیا کہتا ہے؟ تم نے آج میری سروس کی آواز دی ہے۔ تم میری خاموشی کو بڑی سمجھتی ہو۔“ چند دن خاموشی میں جگت کا جھپک جھپک ہوا۔ ”چند دن آج تک تم نے مجھے کواہو نہیں رکھا۔ کہیں میں چند بات میں بہرہ کر کچھ کر نہ کروں، میں تم سے ملنے لگتی رہیں۔ جب جب کہ میں اپنی ذات کو کواہو میں رکھنے کی کوشش کر رہا ہوں، چند بات کے دہر کو ختم کر رہا ہوں۔ تب تم مجھے غصے کے جوش دلا رہی ہو؟ یہ پوچھ رہی ہو کہ میں کیا ڈاکو تھا؟“

”جگت سمجھا۔“ چند دن کو نے سر جھکا لیا۔ ”تم کو میں نے بھی بڑی نہیں سمجھا۔ مگر بار بار گرد و پور کا چہرہ نظروں میں محوم جاتا ہے مجھے وہ سمجھ سے کہہ رہی ہو کیا تم مجھے اس آگ سے نہیں بچاؤ؟ لی؟ اب میں مجرم کی طرح سر جھکا رہی ہوں۔ آکھیں بند کر لیتی ہوں مگر اس کی آواز کان سے گزرتی رہتی ہے، مجھے آزاد کرادو مجھے رہائی دلاؤ۔“ چند دن آنسو بہنے کے لئے کچھ دھڑکی، پھر لٹک کر بولی۔ ”اُسے پاگل پن سمجھو بہت سمجھو باپاقت۔ گردل ڈکھ رہا ہے۔ گرد و پور کو کچھ ہو لیا تو اس کی بیانی نوع کی آواز سے خاندان کو جاہ کر دے گی۔“

”اب باپ باہر جا چکے تھے۔ جگت کوئی خبر کی طرح آکھن میں ملنے لگا۔ چند دن کچھ بول چکی تھی سے دل میں ڈر رہا تھی۔“

”پھر ایک بات کا جواب دو چند دن۔“ جگت اب تک دک کر بولا۔ ”کہا میں اُسے ماں باپ کا چھڑا کر کہاں لے آؤں؟ چاہے اس کے لئے مجھے کچھ کرنا پڑے، جیل جانا پڑے؟“ چند دن لڑکھاتے جگت بول رہا۔ ”مگر کہاں لاکر تم اُس کی زندگی برباد تو نہیں کریں گے؟ یہ سوچ لینا لوگ

کر لیں۔ دل سے اُٹھتا ہوا کچھ روآء بن کر ہونٹوں تک آیا باقی دل میں ہی دب گیا۔

بیک بھر کر چند شام کو گردو پوکور کے گھر گئی۔ "گردو پوکور کے کپڑے دینے آئی ہوں۔" چندن نے کہا۔

"آئیے آئیے" گردو پوکور کی ماں بڑے پیار سے بولی۔ پھر بیک اس کے ہاتھ سے لے لیا اور فرس کا اٹھا کر کیا۔ "مگر اب وہ کھڑی ہوئی یا نہیں؟ بھگون جانے۔"

"ہیں اتم ایسا نہ ہو۔" چندن جانتے کے باوجود انجان بن کر بولی۔ "ایسا کوئی روگ تھوڑا ہی

ہوا ہے۔" "روگ تو خود اس نے اپنے ہاتھوں لگا یا ہے۔" وہ کچھ کڑواہٹ سے بولی۔ "وہ خد کے خدو اپنی ذات کی دشمنی میں ہے۔"

"میں ڈرا اس سے مل لوں۔" چندن جلدی سے بیک اٹھا کر کمرے میں گھس گئی۔ "کہہ ڈوں کہ تمہاری چیزیں لے آئی ہوں سنبھال لو۔"

گردو پوکور کے پیچھے چرے پر روشنی چمک گئی۔ چندن کو دیکھتے ہی وہ بیٹھے بیک بھر چندن نے اسے روک دیا۔ "بھٹی رہا" وہ گردو پوکور کی بولی۔ پھر بیٹھائی پر ہاتھ رکھنے کے بہانے کہہ دیا۔ "تمہارا خط ملا۔ بیک میں تمہارے رشتی کر کے کی جب میں اس کا جواب ہے۔ تم تیار رہنا آج سے پانچویں دن۔ بہت احتیاط سے اس نے کہا۔ "دوستی کو دیکھو سرداری نہیں لئے آئیں گے۔" کچھ دیر تک گردو پوکور نے "اب کہاں کی جہنم جاتا ہے" گھر کے باہر کھڑی ہوئی وہاں تک کہیں پہنچتا ہے۔ پھر سرداری سنبھال لیں گے۔

"آج؟" "گردو پوکور کی ماں انداز کی تو چندن نے بات بدل دی۔

"میرا دروازہ کھولا بھگون جو جاتا ہے وہی ہوتا ہے۔ مگر میں کھڑا رکھنا چاہتا ہے۔" چندن بیک کی جانب اشارہ کر کے گردو پوکور کی جانب بیک کھسکا اور چلی گئی۔ "میں سے اس کی ماں کو شک ہو جائے۔ چندن نے اس لئے وہاں زیادہ بیٹھنا مناسب نہ سمجھا۔

"ماں! آج میں کھڑی ہوکتی ہوں۔ میرا پلنے بھر نے کوئی چاہتا ہے۔" گردو پوکور نے احتیاط سے کہا۔ "ڈاکٹر جھوٹے تھے ماں! تمہاری خدمت نے مجھے خطرے سے بچا لیا ہے۔"

"جینا! دل تو پاگل بیک کی طرح ہوتا ہے۔ چھوٹی گن باغہ لیتا ہے۔" ماں نے سمجھا بیٹی نے کچھ ایسا بھلا دیا ہے۔ جب سے چندن بیک دے کر گئی گردو پوکور نے کچھ کے متعلق کہنا چھوڑ دیا تھا

ماں نے اپنی کوٹھروں سے روٹی کی۔ "تھوڑے دنوں کی جدائی میں بات ختم ہو جاتی ہے۔"

"ماں! مگر مجھے باغ میں بیٹھے بھر نے دو دنوں اور دم میں تانوی آئے کی۔"

"نہیں بیٹی! ابھی کچھ دن ختم ہوئے ہیں اتنا بھلا ہے تو میرا ہے میں تو! ماں نے ہنسماند

پہنچا ہائیں گے، چنگے نے دوسری صورت گھر میں ڈال لی ہے۔ میرے حیر ہوئے کی تو کوئی بہت نہیں کر سکتے مگر تم ان سب کو گھبرا دو گی؟ تمہارے پاس دفاع کے لئے کوئی جواب ہے؟"

"ہاں!" چندن نے مضبوط لہجے میں کہا۔ "میں کون سی میں اسے اپنی چھوٹی بہن مانتی ہوں۔" "لوگ مائیں گے؟" بھگت نے ہنس کر پوچھا۔

"لوگوں کا دل چاہے نہ مانے۔" چندن انجمن میں پڑ گئی۔ "مجھے لوگوں کی پرواہ نہیں ہے۔ تم اسے نہیں لانے پھر بھی لوگوں کو جو بھگتا تھا کہہ بیٹھے ہیں۔ یہاں وہ کر پیلے ہی بچاؤ کی دینا ہو سکتی ہے۔"

"پھر جاؤ اس سے مل آؤ۔" بھگت نے فیصلہ کر لیا۔ "جو چاہو لکھو سے نکلے کیلئے تیار ہے؟"

"تیار ہے۔" چھپائی ہوئی بات چندن جوش میں بولی کہ۔ وہ اس طرح ڈر گئی جیسے زبان کٹ گئی ہو۔ بات نہ لے کر خاموش چھوڑنا چاہا مگر بھگت کی تیز نظریں اس کے دل میں آڑ چلی گئیں۔

بھگت اُسے جب سے دیکھ رہا تھا۔ "آخری بار مجھے ملنے کی خبر تو اس نے مجھ سے کہا تھا کہ سرداری کے ساتھ مجھے یہاں سے نکال لے جائیں۔ میں تو میں زیادہ دن تک ہی نہیں سکوں گی۔"

"اور تم نے مجھ سے چھپایا چندن؟" بھگت طویل سانس لے کر بولا۔ "پیلے بتا دیتی تو اتنے

لطف دے دیتے پڑتے۔ مجھے اتنی پریشانی برداشت نہ کرنی پڑتی۔"

"مجھے اس سے منع کیا تھا۔" چندن گھپائی ہوئی بولی۔ "اُسے ڈر لگا کہ آپ جذبات میں کچھ کر نہیں گے۔ اس کی ذمہ داری ہوگی۔" بھگت کو یہ دلیل پسند نہیں آئی۔ ایک بار ماں نے چندن کا

منہ بند کر دیا تھا اور اس نے دیر کو نکوٹا دیا تھا۔ اُسے کوشش بات یاد آگئی۔

"میرا جوش اس کی بیک کام کے لئے کچھ چھپائی ہیں مگر تمہارا چاند نظر تو دیکھ بھر بچھاتی رہتی ہیں۔" چندن بھرم کی طرح بولی۔ "ایک اور بات تم سے چھپائی ہے۔ وہ آج آٹھ سال بعد

تقول کی ہوگی۔"

"وہ کی بات۔" چندن کے ہونٹ کھپکپاتے۔ یہ سن کر بھگت کا سانس بیٹے میں چلا گیا۔ خوف اور شک سے اس کا دل بیٹھنے لگا۔ اُس نے آہ بھری۔

"وہ کی کیا بات ہے؟" جیسے اُسے پوچھتے ہوئے تکلیف ہو رہی ہو وہ اس طرح اپنے گلا۔

"تمہارے فیصلے کے وقت وہ بڑے سردار میں مل گئی۔"

"یہ تو تم نے بہت پہلے بتا دیا تھا۔ کیا وہ جھوٹ بات تھی؟"

"نہیں بھگت! سگہ! وہ بات اصروری تھی۔" چندن نے ہونٹ چپائے۔ "وہ روکے ساتھ ایک مرد

تھی بھی اور۔۔۔ اور وہ مرد اس کا شوہر تھا۔ ویر نے مجھ سے کہا تھا کہ میں تمہیں بتاؤں کہ اس نے

شادی کر لی ہے اور کسی سے نہ کرے۔ مگر میں نے اس سے کہہ نہیں بتایا کہ یہ سن کر تمہیں دکھ

ہوگا۔ تم شاید یہ برداشت نہ کر سکو۔۔۔ مگر میں اس کے لئے وہ بھگت کی نظر کا مقابلہ نہ کرنا چاہتی ہو

اس لئے ایک دم اندر دوڑ گئی۔ بھگت سنا لے کر آیا۔ وہ نے دوسرا گھر لیا اس نے وہ مجھ سے

اوجھل رہنا چاہتی ہے؟ لیکن اب یہ کہ وہ اب تک ماں میں لگی ہو یہ سوچے ہوئے بھگت نے آنکھیں بند

”جبرأت سیاہ کاں سوا جا رہے تھارے کونھی کے پچھلے دروازے کی دیوار کے برابر۔“  
خدا کرتے ہیں رکھ کر وہ برآمدے میں ٹھٹھکی لگی۔ اسی کون کے کونے کی دیوار تھی۔ ماں بچے جانے دینے کے لئے راضی نہ تھی۔ یہاں سے بچے جانے کی راہ لگائی پڑے گی۔ وہ دہن میں منصوبہ مرتب کرنے لگی۔

سیاہ کا رنر آئی۔ جگت ٹٹھکنا نہ تھا۔ اس کے برابر کھڑی بیٹھا تھا۔ گردو پور کے کمرے کا دروازہ لگایا۔ ماں باورچی خانے میں شام کے کھانے کی تیاری کر رہی تھی۔ کچلے میں سنا تھا۔ بھرنی سے کمر خاموشی سے تمام کاغذ نشا تھا۔ برآمدے کی دیوار کو دی تو اس کے جسم میں کچھ پکپکات پیدا ہوئی۔ لڑکی ہمیشہ کے لئے کمر چھوڑ دی تھی۔ مگر چونک سے باجے گا بے کے ذریعے نہیں برآمدہ کو دکر۔ جگت نے کاکی کو کمر کی سے دیکھا کہ گردو کے پاؤں کمر دھری سے پکپکا رہے ہیں۔ اس نے سوچا کہ اس طرح چوری پیچھے لے جانے کی بجائے سامنے سے پچھلاؤں۔ مگر چون نے سب کیا تھا۔ اس بار طاقت سے نہیں ٹٹھکے سے کام لیا تھا۔

برآمدے سے کچھ دور ایک درخت تھا۔ ابھی گئے سال اس درخت پر چڑھ کر چھوڑ کر جس کمر آیا تھا۔ مگر کمر درخت سے دغا کیا وہ نیچے گر۔ ٹٹھک بھاگ سا تھا بھارہ۔ گردو پور کو یاد آیا۔ باپ ہی نے تب کہا تھا۔ ”یہ درخت سکون کی نشانی ہے۔ ہم اسے نہیں کاٹیں گے۔“ جب گردو پور نے اس کی ڈالی پر قدم رکھا تو اسے باپ ہی یاد آئے۔

”سنبھالنا“ ایک نرم آواز آئی۔ وہ جگت ٹٹھک کو صاف دیکھ رہی تھی۔ درخت کی ڈالی کچھ نیچی کمر وہت کر کے آخری سات فٹ کو گئی۔ باغ کی دیوار پر یادہ پلٹے تھے جس میں بھری ایک بار اس کا کمر چٹلے ہوئے رہ گیا۔ وہ دیوار پر آگئی تو جگت نے اس کا دروازہ کھولا۔ باہر کھل کر جگت نے ہاتھ ملائے۔ جگت کو قریب دیکھ کر اس کی ہمت بڑھی۔ اس نے خود کو جگت کی باتوں میں گرا دیا۔ کار کا انجن کمر جا گردو پور نے عقبہ سرکرن سے اپنے مکان پر ڈکھ بھری نظر ڈالی، پھر جگت کی طرف چاہہ بھڑا مسکراہٹ سے دیکھا۔ کار حرکت میں آئی، دھول اڑی اور کار کا چاندھر کی حد پار کر گئی۔

چند دن ساری رات سوئیں لگی۔ شام سے اس کا دل مضرب رہا تھا۔ گردو پور کا بھائی جہ نظروں سے کمر کو دیکھتا ہوا دور چکر لگا چکا تھا۔ اس کی ماں ایک بار پوچھنے آئی تھی کہ گردو پور یہاں نہیں آئی؟ چند دن امتحان میں تھی۔

”کیوں۔۔۔ کیا کمر میں نہیں ہے؟“

اس کی ماں نے دانت چیں لئے۔ ”جگت ٹٹھک کہاں ہے؟“

”وہ تو سب سے امتر کر گئے ہیں۔“ وہ سن پچھ کر جگت لی۔ عزت کے ذرے بات پہلے نہیں دی۔ مگر گردو پور کے مگر والے دودھ ڈھپ کر رہے تھے۔ انہوں نے امتر کر کی جانب کار دروڑائی رات گزرنے سے پہلے ان کو گردو پور کو پکڑنا تھا وہ اس کے بعد کو تار ہی کو مگر لانے سے قانہ بھی کیا؟

چند دن پر نصف گئے بعد بھنگوں کی پرا دقتا میں دل لگائی تھی۔ درمیان میں لمحات۔

خیالات آجاتے۔ جگت جج کے پاس گردو پور کے بیان لکھوانے گیا تھا کہ وہ راضی خوشی سے اپنا کمر چھوڑ آئی ہے۔

سورج کی رو پھلکی کر تیں دھرتی پر پڑ رہی تھیں تو دروازے پر کار کھنے کی آواز آئی۔ چند دن کو دو چار بار ایسا محسوس ہوا تھا۔ مگر اس بار واقعی دروازہ کھلا اور کار سے گردو پور آنتی دکھائی دی۔

”بہن جی ا!“ ہاتھ پھیلا کر بیٹے چہرے سے دوزلی ہوئی وہ اندر آ گئی۔ چند دن سے اپنے سے لگایا۔ چند کے ہونٹ کچھ پائے مگر آواز نہیں گئی۔ اس نے سرت کے آنسوؤں سے گردو پور کا استقبال کیا۔ دونوں عورتوں کو چھت پر روتا چھوڑ کر جگت برابر والے کمرے میں ٹٹھک گیا۔ اس کے چہرے پر خوشی کے پردے میں آداسی ٹٹھک رہی تھی۔ اس کا ہاتھ خود بخود گردن کی جانب بڑھا، تھوڑے سے گرایا۔ اس کے دل میں درد اٹھا۔ آہستہ آہستہ دونوں ہاتھ گردن کے پیچھے گئے۔ انگلی اور انگوٹھے کے درمیان تھوڑے کا ڈورا پکڑا، ایک جھٹکا دیا اور ڈورا ٹوٹ گیا۔ ساتھ ہی اس کے منہ سے درد کا آہٹ لگی۔ تھوڑے ہاتھ میں تھا۔ ہونے دوں ہاتھ بڑھ گیا۔

”درد دامت دل میں ہمیشہ رہو گی۔ مگر پچھتیں میں کیوں یہ تھوڑے اپنی گردن سے الگ کر رہا ہوں۔“ تھوڑے ذہن میں بند کر کے ٹٹھک چکوں سے اس نے آنسو پھجھ لئے۔ اس کے دل کے ایمان میں گیت کی آواز گونجنے لگی۔

میرے گیت میں تم ہو خیالوں میں تم  
میرے دل میں تم مرے خواہوں میں تم  
میری سانوں میں تم مری آہوں میں تم  
چاہے ڈور۔ دور۔ تم ہو۔ لگا ہوں میں تم

(ختم شد)

معروف مصنف انوار علی گے پراسرار ناول



# سفید محل

ایک عجیب و غریب  
پراسرار ناول

خوبصورت سرورق، سفید کاغذ، عمدہ طباعت  
قیمت - 250 روپے

# رہنچھ کے اسرار

اُس غفریت کی کہانی،  
جس کے

روئیں روئیں میں ہزاروں اسرار چھپے ہوتے ہیں  
خوبصورت سرورق، سفید کاغذ، عمدہ طباعت  
قیمت - 100 روپے



# کچھو

اُس نوجوان کی داستان  
جو طاغوتی قوتوں کے  
فریب میں آگیا تھا

خوبصورت سرورق، سفید کاغذ، عمدہ طباعت  
قیمت - 250 روپے

# شیرنی

پراسرار اور انوکھی کہانیوں کا مجموعہ  
جن کی سحر انگیز فضا آپ کو  
اپنی گرفت میں لے لے گی

خوبصورت سرورق، سفید کاغذ، عمدہ طباعت  
قیمت - 225 روپے

